مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ

أَزْهَارُ الْقَلَائِدِ فِي تَوْضِيحِ الْعَقَائِدِ

عَقائدِ اہلِ السنّت والجماعت

رِسالت

مؤلف
حضرت مولانا ابوحفص اعجاز احمد اشرفی غفرلہ
فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور

دارالنّعیم
عمر ٹاور حق سٹریٹ چیٹرجی روڈ اُردو بازار لاہور
فون: ۰۳۰۱-۴۴۴۱۸۰۵

محمد رسول الله

والذين معه أشداء على الكفار رحماء بينهم تراهم ركعا سجدا يبتغون فضلا من الله ورضوانا سيماهم في وجوههم من أثر السجود (الفتح)

أَزهارُ القلائِدِ فى توضيحِ العقائِدِ

عقائدِ اہلِ السنّت والجماعت

رِسالت

مؤلف

حضرت مولانا ابوحفص اعجاز احمد اشرفی غفرلہ

فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور

دارالنعیم

غزنی حق سٹریٹ غزنی روڈ اردو بازار لاہور - فون ۰۳۰۱-۴۳۴۸۰۵۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب	أَزْهَارُ الْقَلَائِدِ فِيْ تَوْضِيْحِ الْعَقَائِدِ عقائدِ اہلِ السنت والجماعت (2) **رسالت**
مصنف	مولانا ابوحفص اعجاز احمد اشرفی ﷾
صفحات	800
طبع اول	محرم 1442ھ / ستمبر 2020ء
باہتمام	اعجاز احمد اشرفی ﷾

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتساب

پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت، امامِ اہل سنت، مُحیِ السُّنَّۃِ

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا

محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ

(المتوفی ۱۴۳۰ھ)

کے نام

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو ان کے بلندئ درجات کا باعث بنائے۔ آمین!

اعجاز احمد اشرفی

1 شانِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
2 فضائلِ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم
3 فضائلِ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
4 فضائل اہل بیت رضی اللہ عنہم حصہ اول: اہلِ بیت اور ان کی محبت وعظمت
5 فضائل اہل بیت رضی اللہ عنہم، حصہ دوم: فضائلِ اُمہات المؤمنین رضی اللہ عنہن
6 فضائل اہل بیت رضی اللہ عنہم، حصہ سوم: فضائلِ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا
7 فضائل اہل بیت رضی اللہ عنہم، حصہ چہارم: فضائلِ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
8 فضائل اہل بیت رضی اللہ عنہم، حصہ پنجم: فضائلِ ذریتِ طاہرہ نبویہ رضی اللہ عنہم
9 فضائل اہل بیت رضی اللہ عنہم، حصہ ششم: فضائلِ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا
10 فضائل اہل بیت رضی اللہ عنہم، حصہ ہفتم: فضائلِ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
11 فضائل اہل بیت رضی اللہ عنہم، حصہ ہشتم: فضائلِ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما

2 نماز کے بارے میں چند مفید کتابیں

1 اِيْضَاحُ الْمَرَامِ فِيْ تَرْكِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ (ترکِ قراءتِ مقتدی)
2 رَاحَةُ الْعَيْنَيْنِ فِيْ تَرْكِ رَفْعِ الْيَدَيْنِ (ترکِ رفع یدین)
3 اَلدُّرُّ الثَّمِيْنُ فِي الْإِخْفَاءِ بِآمِيْنَ (اخفاءِ آمین)
4 خواتین کا مسنون طریقہ نماز
5 أَلسُّنَّةُ الْغُرَّةُ فِيْ وَضْعِ الْيَدَيْنِ تَحْتَ السُّرَّةِ
(نماز میں ہاتھ باندھنے کا مسنون طریقہ)
6 أَلْحَبْلُ الْمَتِيْنُ فِيْ صِفَةِ صَلٰوةِ رَحْمَةٍ لِّلْعَالَمِيْنَ
(رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ نماز)
7 أَنْوَارُ الْمَصَابِيْحِ فِيْ صَلٰوةِ التَّرَاوِيْحِ (نمازِ تراویح)

3 متفرقات

1 طلاق کے احکام
2 حدیث کے درجہ کی پہچان

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَداً وَّلَمْ یَکُنْ لَّہٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَ کَبِّرْہُ تَکْبِیْراً ۔ اَللّٰہُ أکبر کبیراً ۔ والحمدُ لِلّٰہِ کَثِیْراً ۔ وسُبْحٰنَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّ أَصِیْلاً ۔ فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِعِبَادِہٖ بَصِیْراً ۔ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفاً مُّسْلِماً ۔ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۔ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۔ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۔

اَللّٰھُمَّ أنت الملکُ لاَ الٰہ الّاَ أَنْتَ ۔ أَنْتَ رَبِّیْ وأَنَا عَبْدُکَ ۔ ظلمتُ نفسی واعترفتُ بِذَنْبِی ۔ فاغفرلی ذنوبی جمیعاً ۔ لا یغفر الذنوب الا أنت ۔ واھدنی لأحسن الأخلاق ۔ لا یھدی لأحسنھا الا أنت ۔ واصرف عنی سَیِّئَھَا ۔ لا یصرف عنّی سَیِّئَھَا الا أَنتَ ۔ لبیک و سعدیک والخیر کلہ فی یدیک ۔ والشرُّ لیس الیک ۔ أَنَا بک والیک ۔ تبارکت وتعالیت ۔ أستغفرک وأتوب الیک ۔ الذی یراک حین تقومُ وتقلبک فی الساجدین ۔ وصلی اللہ تعالٰی علی خیر خلقہ وخیرتہ محمد رسول اللہ وخاتم النبیین ۔ وسلَّم تسلیماً کثیراً ۔ أَمَّا بَعْدُ ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ (آل عمران:۱۹) ۔ وَوَصّٰی بِھَآ اِبْرٰھٖمُ بَنِیْہِ وَیَعْقُوْبُ ۔ یٰبَنِیَّ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی لَکُمُ الدِّیْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۔ (البقرۃ:۱۳۲)

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دین حق دے کر بھیجا۔ دین اسلام اللہ تعالیٰ کا آخری دین اور قیامت تک کے لیے پسندیدہ دین ہے۔ حق تعالیٰ خود فرماتے ہیں:

آیت 1:۔ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ (آل عمران:۱۹)۔

ترجمہ اللہ کے نزدیک دین صرف الاسلام ہے۔

دین کے بنیادی اصول تین ہیں، جن کو لے کر تمام پیغمبر آئے، اور جن پر انسان کی سعادت کا مدار ہے، یعنی توحید ورسالت اور قیامت۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے تمام عالم گمراہی میں مبتلا تھا۔ قرآن مجید آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا، اور من جانب اللہ ہدایات اور اصلاحات کو لے کر اُترا۔ اصول اور فروع کی تمام گمراہیوں کی اصلاح کی، اور سب سے پہلے دین کی ان تین بنیادی اصولوں میں جو گمراہیاں پھیل گئی تھیں، ان کی اصلاح کی۔ انہی کے بنیادی عقائد کو اس کتاب میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کتاب کا نام:

''اَزْھَارُ الْقَلَائِدِ فِیْ تَوْضِیْحِ الْعَقَائِدِ (عقائدِ اہلِ سنت والجماعت)''

تجویز کیا گیا ہے۔ اس کتاب کو چھ (6) حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے حصہ میں توحید وصفاتِ باری تعالیٰ، دوسرے میں رسالت، تیسرے میں علامات قیامت اور چوتھے میں برزخ، پانچویں میں قیامت اور چھٹے میں مسئلہ تقدیر کا بیان ہے۔

اس کتاب کے دوسرے حصہ میں دین اسلام کی دوسری اصل ''اعتقادِ نبوت'' کا بیان ہے۔ اس میں پندرہ (15) ابواب ہیں:

باب1 فرشتوں پر ایمان

باب2 آسمانی کتابوں پر ایمان

باب3 نبوت ورسالت

باب4 حقیقتِ نبوت اور وحی

باب5 معجزات یا دلائل نبوت

باب6 سحر (جادو)

باب7 جنات

باب8 عصمت انبیاء کرام علیہم السلام

باب9 انبیاء علیہم السلام میں سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتیازات

باب10 حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں غلو اور راہِ اعتدال: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افضل البشر اور فخرِ بنی آدم ہیں

باب11 حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں غلو اور راہِ اعتدال: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالمِ غیب نہیں ہیں

باب12 حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں غلو اور راہِ اعتدال: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مختار کل نہیں ہیں

باب13 حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں غلو اور راہِ اعتدال: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاضر و ناظر نہیں ہیں

باب14 اہل بیت رضی اللہ عنہم

باب15 خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

اللہ تعالیٰ اس کوشش کو قبول فرمائے اور اسے ذریعۂ نجات اُخروی بنائے۔ آمین ثم آمین!

اعجاز احمد اشرفی

جمعۃ المبارک ۲۷ ذوالقعدہ ۱۴۳۹ھ، بہ مطابق ۱۰ اگست ۲۰۱۸ء

نظرِ ثانی پیر۔ 26 ذوالحجہ 1441ھ/17 اگست 2020

باب 1

فرشتوں پر ایمان

دوسری چیز جس کا تذکرہ آپ ﷺ نے حدیث جبریل علیہ السلام میں فرمایا، وہ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں پر ایمان لانا ہے۔

ملائکہ کا لفظ جمع ہے۔ اس کا واحد ملک، مِلاَک اور مالک تین طرح مستعمل ہے۔ اس کے لغوی معنی قاصد اور رسول کے ہیں۔ اسی لیے قرآن مجید میں ملائکہ کے لیے رسل کا لفظ بھی آیا ہے جس کے معنی قاصد اور پیام رساں کے ہیں۔ ان سے مراد وہ غیر مادی مگر مخلوق نیک ہستیاں ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے علم کے مطابق عالم اور اس کے اسباب و علل کے کاروبار کو چلا رہی ہیں۔ وہ خالق اور مخلوق کے درمیان اس حیثیت سے پیام رسانی اور سفارت کی خدمت انجام دے رہے ہیں، اور چلا رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے حکم اور مرضی کو ان پر القاء کرتا ہے، اور وہ ایک بے اختیار محکوم کی طرح اس کی مخلوقات میں جاری اور نافذ کرتے ہیں۔ ان کو خود نہ کوئی ذاتی اختیار ہے، اور نہ ان کا کوئی ذاتی ارادہ ہے۔ وہ سرتاپا اطاعت ہیں اور اللہ کے حکم سے یک سرِ مُو تجاوز نہیں کرتے۔ گویا ان کی خلقت ہی صرف اطاعت اور فرماں برداری کے لیے کی گئی ہے۔

دنیا پر رحمت یا عتاب جو کچھ نازل ہوتا ہے، وہ انہیں کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام پر اپنے جو احکام اُتارتا ہے، یا ان سے ہم کلام ہوتا ہے، وہ انہیں کی وساطت سے کرتا ہے۔

(سیرت النبی ﷺ، ج ۳ حصہ ۴ ص ۳۳۱۔ المؤلف: علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۹۱۴ء)، علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۷۳ھ)۔ الناشر: ادارہ اسلامیات، ۱۹۰۔ انارکلی، لاہور، طبع اول ۱۴۲۳ھ)

1.1:۔فرشتوں پر بھی ایمان لانا ضروری ہے

فرشتوں پر بھی ایمان لانا ضروری ہے، قرآن وحدیث اور سابقہ کتب سماویہ میں فرشتوں کا ذکر موجود ہے۔فرشتوں کا انکار کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

آیت 1:۔لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ (البقرہ:۱۷۷)

ترجمہ نیکی یہ نہیں ہے کہ تم نے اپنے چہرے مشرق کی طرف کر لیے یا مغرب کی طرف، بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ کو اور یومِ آخر اور ملائکہ کو اور اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب اور اس کے پیغمبروں کو دل سے مانے۔

آیت 2:۔اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۭ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۣ ۔ (البقرہ:۲۸۵)

ترجمہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس ہدایت پر ایمان لایا ہے جو اس کے رب کی طرف سے اس پر نازل ہوئی ہے اور جو لوگ اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والے ہیں انہوں نے بھی اس ہدایت کو دل سے تسلیم کر لیا ہے۔ یہ سب اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو مانتے ہیں۔

آیت 3:۔وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ۔ (النساء:۱۳۶)

ترجمہ جس نے اللہ اور اس کے ملائکہ اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور روزِ آخرت سے کفر کیا، وہ گمراہی میں بھٹک کر بہت دور نکل گیا۔

حدیثِ جبرائیل علیہ السلام میں ہے:

حدیث 1:۔قَالَ:"أَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ، وَمَلَائِكَتِهِ، وَكُتُبِهِ، وَرُسُلِهِ، وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ". رَوَاهُ مُسلم (مشکوٰۃ رقم 2)

ترجمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایمان کے معنی یہ ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ کا، اس کے فرشتوں کا، اس کی کتابوں کا، اس کے رسولوں کا اور قیامت کا یقین رکھو۔ تقدیرِ الٰہی کو یعنی

ہر خیر و شر کے مقدم ہونے کو سچا جانو"۔

1.2:۔فرشتے وحی کو صدق و امانت اور اہتمام سے پہنچاتے ہیں

فرشتے حق تعالیٰ کی رسالت، سفارت اور تبلیغ احکام کی دولت سے مشرف ہیں۔ نہایت امانت اور حفاظت کے ساتھ پہنچانے والے ہیں۔ خطا اور غلطی سے مامون اور محفوظ ہیں۔ فرشتوں نے جو کچھ حق تعالیٰ کی طرف سے پہنچایا ہے، وہ سب حق، صدق اور صواب ہے۔ اس میں ذرہ برابر کسی غلطی کا احتمال اور اشتباہ نہیں۔

آیت 4:۔وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ○ (الشوریٰ:۵۱)

ترجمہ کسی بشر کا یہ مقام نہیں ہے کہ اللہ اُس سے رُو برو بات کرے۔ اُس کی بات یا تو وحی (اشارے) کے طور پر ہوتی ہے یا پردے کے پیچھے سے، یا پھر وہ کوئی پیغام بر (فرشتہ) بھیجتا ہے اور وہ اُس کے حکم سے جو کچھ وہ چاہتا ہے وحی کرتا ہے، وہ برتر اور حکیم ہے۔

آیت 5:۔يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ○ (النحل:۲)

ترجمہ وہ اس رُوح کو اپنے جس بندے پر چاہتا ہے اپنے حکم سے ملائکہ کے ذریعہ نازل فرما دیتا ہے (اس ہدایت کے ساتھ کہ لوگوں کو) آگاہ کر دو: "میرے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں ہے، لہٰذا تم مجھی سے ڈرو"۔

آیت 6:۔قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ○ (البقرۃ:۹۷)

ترجمہ ان سے کہو کہ جو کوئی جبریل علیہ السلام سے عداوت رکھتا ہو، اسے معلوم ہونا چاہیے کہ جبریل علیہ السلام نے اللہ ہی کے اذن سے یہ قرآن تمہارے قلب پر نازل کیا ہے، جو پہلے آئی ہوئی کتابوں کی تصدیق و تائید کرتا ہے اور ایمان لانے والوں کے لیے ہدایت اور کامیابی کی بشارت بن کر آیا ہے۔

آیت 7:۔عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ۝ لِّیَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَیْهِمْ وَاَحْصٰی كُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا ۝ (الجن:۲۶ تا ۲۸)

ترجمہ وہ عالم الغیب ہے، اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ سوائے اُس رسول کے جسے اُس نے (غیب کا علم دینے کے لیے) پسند کر لیا ہو، تو اس کے آگے اور پیچھے وہ محافظ لگا دیتا ہے، تاکہ وہ جان لے کہ انہوں نے اپنے ربّ کے پیغامات پہنچا دیے، اور وہ اُن کے پورے ماحول کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور ایک ایک چیز کو اس نے گن رکھا ہے۔

☐ ملائکہ کی سفارت و پیغام رسانی، یعنی خالق کے احکام اور مرضی کو مخلوقات تک پہنچانا اور ان میں ان کا بے اختیار ہونا، ان دو آیتوں سے ثابت ہوتا ہے:

آیت 8:۔اَللّٰهُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ ۝ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ؕ وَاِلَی اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝ (الحج:۷۵، ۷۶)

ترجمہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ (اپنے فرامین کی ترسیل کے لیے) ملائکہ میں سے بھی پیغام رساں منتخب کرتا ہے اور انسانوں میں سے بھی۔ وہ سمیع اور بصیر ہے، جو کچھ لوگوں کے سامنے ہے اُسے بھی وہ جانتا ہے اور جو کچھ اُن سے اوجھل ہے اُس سے بھی وہ واقف ہے اور سارے معاملات اللہ کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔

☐ یعنی پیغام رسانی اور سفارت کے سوا ان کو اصل حکم میں کوئی دخل نہیں۔ اختیارات سب اللہ کے ہاتھ میں ہیں اور وہی تمام اُمور و انتظامات کا مرجعِ کُل ہے۔

آیت 9:۔اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓىِٕكَةِ رُسُلًا اُولِیْۤ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ؕ یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ مَا یَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا یُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝ (فاطر:۱، ۲)

ترجمہ تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جو آسمانوں اور زمین کا بنانے والا اور فرشتوں کو پیغام رساں مقرر کرنے والا ہے، (ایسے فرشتے) جن کے دو دو اور تین تین اور چار چار بازو ہیں۔ وہ اپنی مخلوق کی ساخت میں جیسا چاہتا ہے اضافہ کرتا ہے۔ یقیناً اللہ ہر چیز پر

قادر ہے۔ اللہ جس رحمت کا دروازہ بھی لوگوں کے لیے کھول دے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جسے وہ بند کر دے اُسے اللہ کے بعد پھر کوئی دوسرا کھولنے والا نہیں۔ وہ زبردست اور حکیم ہے۔

اس آیت میں بھی یہی حقیقت ظاہر کی گئی ہے کہ یہ ملائکہ سفارت اور درمیانگی کے علاوہ اور کوئی اختیار نہیں رکھتے۔ رحمت کے دروازوں کا کھولنے والا صرف اللہ ہی ہے۔

1.3:۔ فرشتے نورانی مخلوق ہیں

یہ اللہ تعالیٰ کی وہ نورانی اور لطیف مخلوق ہیں۔ جو عام طور پر نظر نہیں آتے۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے کائنات کے نظم ونسق، آسمان وزمین کی تمام چیزوں پر اور جنت وجہنم پر مقرر فرمایا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اسکی قضاء وقدر کے منصوبوں اور اسکیموں کو بروئے کار لانے کا ذریعہ اور کارندے ہیں۔

آیت 10:۔ يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ۔ (التحریم:٦)

ترجمہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو، بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو اُس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے، جس پر نہایت تند خو اور سخت گیر فرشتے مقرر ہوں گے جو کبھی اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم بھی انہیں دیا جاتا ہے اُسے بجالاتے ہیں۔

حدیث 2:۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ - قَالَ عَبْدٌ: أَخْبَرَنَا، وقَالَ ابْنُ رَافِعٍ: حَدَّثَنَا - عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "خُلِقَتِ الْمَلَائِكَةُ مِنْ نُورٍ، وَخُلِقَ الْجَانُّ مِنْ مَارِجٍ مِنْ نَارٍ، وَخُلِقَ آدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَكُمْ"۔

(مسلم رقم 60-2996)

ترجمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''فرشتے نور سے پیدا کیے گئے ہیں، جنات آگ کے شعلے سے پیدا کیے گئے ہیں، اور حضرت

آدم علیہ السلام کی خلقت کو (قرآن میں) تمہارے لیے بیان کر دیا گیا ہے"۔

- فرشتے نورانی ہیں۔ نور سے پیدا کیے گئے ہیں، جس شکل میں چاہیں، ظاہر ہوں۔ بدن اُن کے حق میں لباس کا حکم رکھتا ہے۔
- اہل سنت کے نزدیک فرشتہ جسمِ نورانی ہے جو نور سے پیدا ہوا، اور افعالِ قویہ پر قدرت رکھتا ہے، اور ہر صورت اور شکل میں نمودار ہو سکتا ہے۔
- فأهل السنة على أنهم أجسام لطيفة نورانية......والمراد بالنور: مادة نورانية ألطف وأشرف من النار"۔

(النبراس شرح: شرح العقائد النسفية، عبد العزيز الفريهاري، ص ۴۶۱)

- "جمهور المسلمين على ان الملئكة اجسام لطيفة تظهر في صور مختلفة تقوى على أفعال شاقة، هم عباد مكر مون يواظبون على الطاعة، ولا يوصفون بالذكور والانوثة"۔ (شرح مقاصد: ج ۳ ص ۳۱۹)

1.4:۔ فرشتے اللہ کے حکم کے پابند ہیں

ان کے اندر برائی اور نافرمانی کا مادہ نہیں رکھا گیا۔ ان کے پاس ذرہ برابر بھی اختیار نہیں، اور نہ ہو سکتا ہے۔ نہ وہ اپنی مرضی سے کچھ کر سکتے ہیں۔ اس لئے یہ ملکوتی قوتیں بلا چون و چرا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے قانون و حکم کے تحت چلتی ہیں۔ اور ہر آن سرگرم عمل رہتی ہیں۔ کوئی فرشتہ کسی کے نفع و نقصان کا مالک نہیں ہے، بلکہ سب اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں۔

آیت 11:۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ۔ (التحریم:۶)

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو، بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو اُس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے، جس پر نہایت تند خو اور سخت گیر فرشتے مقرر ہوں گے جو کبھی اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم بھی انہیں دیا جاتا ہے اُسے بجالاتے ہیں۔

آیت 12:۔ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ

لَا یَسۡتَکۡبِرُوۡنَ۔ یَخَافُوۡنَ رَبَّہُمۡ مِّنۡ فَوۡقِہِمۡ وَیَفۡعَلُوۡنَ مَا یُؤۡمَرُوۡنَ۔
(النحل:۴۹،۵۰)

ترجمہ زمین اور آسمانوں میں جس قدر جاندار مخلوقات ہیں اور جتنے ملائکہ، سب اللہ کے آگے سربسجود ہیں۔ وہ ہرگز سرکشی نہیں کرتے، اپنے رب سے جو ان کے اوپر ہے، ڈرتے ہیں اور جو کچھ حکم دیا جاتا ہے اسی کے مطابق کام کرتے ہیں۔

آیت 13:۔ وَ لَہٗ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ وَ مَنۡ عِنۡدَہٗ لَا یَسۡتَکۡبِرُوۡنَ عَنۡ عِبَادَتِہٖ وَلَا یَسۡتَحۡسِرُوۡنَ۔ یُسَبِّحُوۡنَ الَّیۡلَ وَالنَّہَارَ لَا یَفۡتُرُوۡنَ۔
(الانبیاء:۱۹،۲۰)

ترجمہ زمین اور آسمانوں میں جو مخلوق بھی ہے، اللہ کی ہے۔ اور جو (فرشتے) اس کے پاس ہیں، وہ نہ اپنے آپ کو بڑا سمجھ کر اس کی بندگی سے سرتابی کرتے ہیں اور نہ ملول ہوتے ہیں۔ شب و روز اس کی تسبیح کرتے رہتے ہیں، دم نہیں لیتے۔

آیت 14:۔ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحۡمٰنُ وَلَدًا سُبۡحٰنَہٗ ؕ بَلۡ عِبَادٌ مُّکۡرَمُوۡنَ۔ لَا یَسۡبِقُوۡنَہٗ بِالۡقَوۡلِ وَھُمۡ بِاَمۡرِہٖ یَعۡمَلُوۡنَ۔ (الانبیاء:۲۶،۲۷)

ترجمہ یہ کہتے ہیں ''رحمان اولاد رکھتا ہے۔'' سبحان اللہ، وہ (یعنی فرشتے) تو بندے ہیں جنہیں عزت دی گئی ہے۔ اُس کے حضور بڑھ کر نہیں بولتے اور بس اُس کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔

آیت 15:۔ وَکَمۡ مِّنۡ مَّلَکٍ فِی السَّمٰوٰتِ لَا تُغۡنِیۡ شَفَاعَتُہُمۡ شَیۡـًٔا اِلَّا مِنۡ بَعۡدِ اَنۡ یَّاۡذَنَ اللّٰہُ لِمَنۡ یَّشَآءُ وَیَرۡضٰی۔ (النجم:۲۶)

ترجمہ آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے موجود ہیں، اُن کی شفاعت کچھ بھی کام نہیں آسکتی جب تک کہ اللہ کسی ایسے شخص کے حق میں اُس کی اجازت نہ دے جس کے لیے وہ کوئی عرض داشت سننا چاہے اور اُس کو پسند کرے۔

1.5:۔ فرشتوں کے ذمہ مختلف اُمور کی ذمہ داری ہے

کائنات کے نظم و نسق چلانے کے لیے فرشتوں کی مختلف جماعتیں ہیں۔ اور ہر ایک

کے لیے ایک کام مقرر ہے۔ وہ صرف اسی کام پر لگا رہتا ہے۔ وہ اپنے کام میں ذرہ برابر خیانت نہیں کرتے۔ اور نہ سہل انگاری سے کام لیتے ہیں:۔

(۱) بعض فرشتے انسانوں کے اعمال لکھنے پر مقرر ہیں۔
(۲) بعض فرشتے انسانوں کی حفاظت پر مقرر ہیں۔
(۳) بعض فرشتے دن رات اللہ تعالیٰ کی تسبیح میں مشغول ہیں۔
(۴) بعض فرشتے جنت کے خازن ہیں۔
(۵) بعض فرشتے دوزخ کے خازن ہیں۔
(۶) بعض فرشتے عرش کے اردگرد صف بستہ کھڑے ہیں۔
(۷) بعض فرشتے بیت المعمور کا طواف کر رہے ہیں۔
(۸) بعض فرشتے اُمت کی طرف سے پڑھا جانے والا درود و سلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پیش کرنے پر مقرر ہیں۔
(۹) بعض فرشتے قبر میں میت سے سوالات کرنے پر مقرر ہیں۔
(۱۰) بعض فرشتوں کے دو، بعض کے تین اور بعض کے چار چار پر ہیں۔
(۱۱) بعض فرشتے لوگوں کی دعاؤں پر آمین کہتے ہیں۔
(۱۲) بعض فرشتے مسلمانوں کی مدد کے لئے نازل ہوتے رہتے ہیں، جیسا کہ غزوہ بدر وغیرہ میں ہوا۔
(۱۳) بعض فرشتے نافرمان لوگوں کو عذاب دینے کیلئے بھی آسمانوں سے نازل ہوتے رہتے ہیں۔ جیسے قومِ لوط، قومِ عاد اور قوم ثمود وغیرہ پر عذاب کیلئے آسمانوں سے فرشتے نازل ہوئے۔
(۱۴) بعض فرشتے جنت کے اندر، جنتیوں کی خدمت کیلئے مقرر ہوں گے۔
(۱۵) ان میں سے بڑے فرشتے انیس ہیں۔
(۱۶) اسی طرح بعض فرشتے ایسے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق آفتوں اور مضر اثرات سے انسان کی حفاظت کرنے پر مقرر ہیں۔
(۱۷) کچھ فرشتے انسان کے مرنے کے بعد قبر و برزخ میں اس سے سوال کرنے پر مقرر

ہیں۔ ہر انسان کی قبر اور برزخ کی زندگی میں دو فرشتے آتے ہیں۔ جنہیں منکر نکیر کہا جاتا ہے۔

غرض یوں سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین، جنت وجہنم کے انتظامات پر فرشتوں کو مقرر فرمایا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اپنا کام پورا کرتے ہیں۔ اس کام میں وہ کسی طرح خود مختار نہیں ہوتے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ جو کام جس طرح چاہے اسی طرح اس کے حکم کے مطابق کر دیتے ہیں۔

آیت 16:۔ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا۔ (الفتح:۴)

ترجمہ: زمین اور آسمانوں کے سب لشکر اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہیں اور وہ علیم وحکیم ہے۔

آیت 17:۔ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا۔ (الفتح:۷)

ترجمہ: زمین اور آسمان کے لشکر اللہ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہیں اور وہ زبردست اور حکیم ہے۔

آیت 18:۔ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ (المدثر:۳۱)

ترجمہ: اور تیرے رب کے لشکروں کو خود اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

آیت 19:۔ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ۔ (الصافات:۱۷۳)

ترجمہ: اور ہمارا لشکر ہی غالب ہو کر رہے گا۔

آیت 20:۔ اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ○ (الانفال:۱۲)

ترجمہ: اور وہ وقت جبکہ تمہارا رب فرشتوں کو اشارہ کر رہا تھا: ''میں تمہارے ساتھ ہوں، تم اہلِ ایمان کو ثابت قدم رکھو، میں ابھی ان کافروں کے دلوں میں رُعب ڈالے دیتا ہوں، پس تم ان کی گردنوں پر ضرب اور جوڑ جوڑ پر چوٹ لگاؤ''۔

آیت 21:۔ بَلٰٓى اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ۔ (آل عمران:۱۲۵)

ترجمہ: بے شک، اگر تم صبر کرو اور خدا سے ڈرتے ہوئے کام کرو تو جس آن دشمن تمہارے اُوپر چڑھ کر آئیں گے اُسی آن تمہارا ربّ (تین ہزار نہیں) پانچ ہزار صاحب نشان

فرشتوں سے تمہاری مدد کرے گا۔

آیت 22:۔ وَلَوْ تَرٰٓی اِذْ یَتَوَفَّی الَّذِیْنَ کَفَرُوا ۙ الْمَلٰٓئِکَۃُ یَضْرِبُوْنَ وُجُوْھَھُمْ وَاَدْبَارَھُمْ ۚ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ۔ (الانفال:۵۰)

ترجمہ کاش تم اُس حالت کو دیکھ سکتے جبکہ فرشتے مقتول کافروں کی رُوحیں قبض کر رہے تھے۔ وہ ان کے چہروں اور ان کے کولہوں پر ضربیں لگاتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے: ''لواب جلنے کی سزا بھگتو''۔

آیت 23:۔ ھُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلٰٓئِکَتُہٗ لِیُخْرِجَکُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ؕ وَکَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا۔ (الاحزاب:۴۳)

ترجمہ وہی ہے جو تم پر رحمت فرماتا ہے اور اس کے ملائکہ تمہارے لیے دعائے رحمت کرتے ہیں تا کہ وہ تمہیں تاریکیوں سے روشنی میں نکال لائے وہ مومنوں پر بہت مہربان ہے۔

آیت 24:۔ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ (الاحزاب:۵۶)

ترجمہ اللہ اور اس کے ملائکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو۔

آیت 25:۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا وَّقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ عَلَیْھَا مَلٰٓئِکَۃٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَآ اَمَرَھُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ۔ (التحریم:۶)

ترجمہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو، بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو اُس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے، جس پر نہایت تند خو اور سخت گیر فرشتے مقرر ہوں گے جو کبھی اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم بھی انہیں دیا جاتا ہے اُسے بجالاتے ہیں۔

آیت 26:۔ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوْحُ فِیْھَا بِاِذْنِ رَبِّھِمْ ۚ مِنْ کُلِّ اَمْرٍ۔ (القدر:۴)

ترجمہ فرشتے اور روح اُس میں اپنے رب کے اِذن سے ہر حکم لے کر اُترتے ہیں۔

آیت 27:۔ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ۝ (المعارج:۴)

ترجمہ: ملائکہ اور روح اُس کے حضور چڑھ کر جاتے ہیں، ایک ایسے دن میں، جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔

حدیث 3:۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، وَأَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَنَّهُمَا أَخْبَرَاهُ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِذَا أَمَّنَ الإِمَامُ، فَأَمِّنُوا، فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ تَأْمِينُهُ تَأْمِينَ المَلاَئِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ"۔

(بخاری رقم 780؛ مسلم رقم 72_410)

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: الزُّهْرِيُّ، حَدَّثَنَاهُ: عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِذَا أَمَّنَ القَارِئُ فَأَمِّنُوا، فَإِنَّ المَلاَئِكَةَ تُؤَمِّنُ، فَمَنْ وَافَقَ تَأْمِينُهُ تَأْمِينَ المَلاَئِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ"۔ (بخاری رقم 6402)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب امام (قراءت فاتحہ کے بعد) آمین کہے، تو تم بھی آمین کہو، بے شک فرشتے بھی اس پر آمین کہتے ہیں، پس جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے ساتھ موافقت کر گئی، تو اس کے پچھلے سب گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں''۔

حدیث 4:۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الْحَكَمِ الْوَرَّاقُ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ، عَنْ سُفْيَانَ بْنِ سَعِيدٍ، ح وأَخْبَرَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ زَاذَانَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِينَ فِي الْأَرْضِ يُبَلِّغُونِي مِنْ أُمَّتِي السَّلَامَ"۔ (نسائی رقم 1282)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ ایسے فرشتے مقرر ہیں جو زمین میں گھومتے ہیں اور

میری اُمت کا سلام مجھے پہنچاتے ہیں''۔

وَقَدْ دَلَّ الْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ عَلَى أَصْنَافِ الْمَلَائِكَةِ، وَأَنَّهَا مُوَكَّلَةٌ بِأَصْنَافِ الْمَخْلُوقَاتِ، وَأَنَّهُ سُبْحَانَهُ وَكَّلَ بِالْجِبَالِ مَلَائِكَةً، وَوَكَّلَ بِالسَّحَابِ وَالْمَطَرِ مَلَائِكَةً، وَوَكَّلَ بِالرَّحِمِ مَلَائِكَةً تُدَبِّرُ أَمْرَ النُّطْفَةِ حَتَّى يَتِمَّ خَلْقُهَا، ثُمَّ وَكَّلَ بِالْعَبْدِ مَلَائِكَةً لِحِفْظِ مَا يَعْمَلُهُ وَإِحْصَائِهِ وَكِتَابَتِهِ، وَوَكَّلَ بِالْمَوْتِ مَلَائِكَةً، وَوَكَّلَ بِالسُّؤَالِ فِي الْقَبْرِ مَلَائِكَةً، وَوَكَّلَ بِالْأَفْلَاكِ مَلَائِكَةً يُحَرِّكُونَهَا، وَوَكَّلَ بِالشَّمْسِ وَالْقَمَرِ مَلَائِكَةً، وَوَكَّلَ بِالنَّارِ وَإِيقَادِهَا وَتَعْذِيبِ أَهْلِهَا وَعِمَارَتِهَا مَلَائِكَةً، وَوَكَّلَ بِالْجَنَّةِ وعمارتها وغرسها وَعَمَلِ آلَاتِهَا مَلَائِكَةً. فَالْمَلَائِكَةُ أَعْظَمُ جُنُودِ اللهِ و منهم: "الْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا" (المرسلات:۱)، "وَالنَّاشِرَاتِ نَشْرًا" (المرسلات:۳)، "فَالْفَارِقَاتِ فَرْقًا" (المرسلات:۴)، "فَالْمُلْقِيَاتِ ذِكْرًا" (المرسلات:۵)، ومنهم: "النَّازِعَاتِ غَرْقًا" (النازعات:۱)، "وَالنَّاشِطَاتِ نَشْطًا" (النازعات:۲)، "وَالسَّابِحَاتِ سَبْحًا" (النازعات:۳)، "فَالسَّابِقَاتِ سَبْقًا" (النازعات:۴)، ومنهم: "وَالصَّافَّاتِ صَفًّا. فَالزَّاجِرَاتِ زَجْرًا. فَالتَّالِيَاتِ ذِكْرًا" (الصافات:۱-۳).

وَمَعْنَى جَمْعِ التَّأْنِيثِ فِي ذٰلِكَ كُلِّهِ: الْفِرَقُ وَالطَّوَائِفُ وَالْجَمَاعَاتُ، الَّتِي مُفْرَدُهَا: فِرْقَةٌ وَطَائِفَةٌ وَجَمَاعَةٌ، وَمِنْهُمْ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ، وَمَلَائِكَةُ الْعَذَابِ، وَمَلَائِكَةٌ قَدْ وُكِّلُوا بِحَمْلِ الْعَرْشِ، وَمَلَائِكَةٌ قَدْ وُكِّلُوا بِعِمَارَةِ السماوات بالصلاة والتسبيح والتقديس، إِلَى غَيْرِ ذٰلِكَ مِنْ أَصْنَافِ الْمَلَائِكَةِ الَّتِي لا يحصيها إلا الله.

(شرح العقیدۃ الطحاویۃ لابن أبی العز، ص۲۹۹، ۳۰۰)

1.6: فرشتے اللہ تعالیٰ کے عرش کو تھامے ہوئے ہیں

آیت 28:۔ الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ

بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ○ (المؤمن: ۷)

ترجمہ عرشِ الٰہی کے حامل فرشتے اور وہ جو عرش کے گرد و پیش حاضر رہتے ہیں، سب اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کر رہے ہیں۔ وہ اُس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان لانے والوں کے حق میں دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ (وہ کہتے ہیں): ''اے ہمارے رب! تو اپنی رحمت اور اپنے علم کے ساتھ ہر چیز پر چھایا ہوا ہے، پس معاف کر دے اور عذابِ دوزخ سے بچا لے اُن لوگوں کو جنہوں نے توبہ کی ہے اور تیرا راستہ اختیار کر لیا ہے''۔

1.7:۔ جنت اور دوزخ کا نظام بھی فرشتوں کے ذمہ ہے

آیت 29:۔ وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَاۗءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۭ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ○ (الزمر: ۷۱)

ترجمہ (اس فیصلہ کے بعد) وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا تھا جہنم کی طرف گروہ در گروہ ہانکے جائیں گے، یہاں تک کہ جب وہ وہاں پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھولے جائیں گے اور اس کے کارندے ان سے کہیں گے: ''کیا تمہارے پاس تمہارے اپنے لوگوں میں سے ایسے رسول نہیں آئے تھے، جنہوں نے تم کو تمہارے رب کی آیات سنائی ہوں اور تمہیں اس بات سے ڈرایا ہو کہ ایک وقت تمہیں یہ دن بھی دیکھنا ہوگا؟'' وہ جواب دیں گے ''ہاں، آئے تھے مگر عذاب کا فیصلہ کافروں پر چپک گیا''۔

آیت 30:۔ وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ○

(الزمر: ۷۳)

ترجمہ اور جو لوگ اپنے رب کی نافرمانی سے پرہیز کرتے تھے انہیں گروہ در گروہ جنت کی

طرف لے جایا جائے گا۔ یہاں تک کہ جب وہ وہاں پہنچیں گے اور اس کے دروازے پہلے ہی کھولے جا چکے ہوں گے، تو اس کے منتظمین اُن سے کہیں گے: ''سلام ہو تم پر، بہت اچھے رہے داخل ہو جاؤ اِس میں ہمیشہ کے لیے''۔

آیت 31:۔ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ○ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ○ (الرعد: ۲۳، ۲۴)

ترجمہ: یعنی ایسے باغ جوان کی ابدی قیام گاہ ہوں گے۔ وہ خود بھی ان میں داخل ہوں گے اور ان کے آباؤ اجداد اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے جو صالح ہیں وہ بھی ان کے ساتھ وہاں جائیں گے۔ ملائکہ ہر طرف سے ان کے استقبال کے لیے آئیں گے اور ان سے کہیں گے: ''تم پر سلامتی ہے، تم نے دنیا میں جس طرح صبر سے کام لیا، اس کی بدولت آج تم اس کے مستحق ہوئے ہو''۔ پس کیا خوب ہے آخرت کا گھر!

آیت 32:۔ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ۔ وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ (المدثر: ۲۹ تا ۳۱)

ترجمہ: اُنیس کارکن (فرشتے) اُس پر مقرر ہیں۔ ہم نے دوزخ کے یہ کارکن فرشتے بنائے ہیں اور ان کی تعداد کو کافروں کے لیے فتنہ بنا دیا ہے۔

1.8:۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ قدس کے حاضر باش ہیں

آیت 33:۔ وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ (الزمر: ۷۵)

ترجمہ: اور تم دیکھو گے کہ فرشتے عرش کے گرد حلقہ بنائے ہوئے اپنے رب کی حمد اور تسبیح کر رہے ہوں گے۔ اور لوگوں کے درمیان ٹھیک حق کے ساتھ فیصلہ چکا دیا جائے گا، اور پکار دیا جائے گا کہ حمد ہے اللہ رب العالمین کے لیے۔

آیت 34:۔ لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ○

(الصافات: ۸)

ترجمہ یہ شیاطین ملاءِ اعلیٰ کی باتیں نہیں سُن سکتے، ہر طرف سے مارے اور ہانکے جاتے ہیں۔

آیت 35:۔ مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍۭ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰٓى اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ○ (ص:٦٩)

ترجمہ (اِن سے کہو): ''مجھے اُس وقت کی کوئی خبر نہ تھی جب ملاءِ اعلیٰ میں جھگڑا ہو رہا تھا''۔

1.9:۔ قیامت کے دن فرشتے تختِ الٰہی کے حامل ہوں گے

قیامت کے دن بھی فرشتے تختِ الٰہی کے حامل اور اس بارگاہ کے حاضر باش ہوں گے، جو ہر وقت اس کے حکم کو بجالانے کے لیے تیار ہوں گے۔

آیت 36:۔ وَالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا ۭ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ○ (الحاقہ:١٧)

ترجمہ فرشتے اس کے اطراف و جوانب میں ہوں گے اور آٹھ فرشتے اُس روز تیرے ربّ کا عرش اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔

آیت 37:۔ كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ○ وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ○ (الفجر:٢١،٢٢)

ترجمہ ہرگز نہیں! جب زمین پے در پے کوٹ کوٹ کر ریگزار بنادی جائے گی، (زمین برابر کر دی جائیں گی)، اور تمہارا رب جلوہ فرما (نمودار) ہوگا اس حال میں کہ فرشتے صف در صف کھڑے ہوں گے۔

آیت 38:۔ يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۭۙ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ○ (النباء:٣٨)

ترجمہ یہ وہ دن ہوگا جب حضرت جبریل علیہ السلام اور فرشتے (اللہ کے حضور) صف کھڑے بستہ ہوں گے، کوئی بلا اجازت زبان تک نہ کھول سکے گا سوائے اس کے جس کو رحمن اجازت دے گا اور وہ بالکل ٹھیک بات کہے گا۔

1.10:۔فرشتے اللہ سے خائف اور نیکوں کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں

فرشتے اللہ تعالیٰ سے سرکشی اور اس کی نافرمانی نہیں کرتے، ہمیشہ اس کی تہلیل وتقدیس اور حمد وثنا میں مصروف رہتے ہیں۔اس کے جلال وجبروت سے ڈرتے اور کانپتے رہتے ہیں۔اللہ کے حضور میں اہل زمین کے لیے عموماً اور نیکوکاروں کے لیے خصوصاً مغفرت کی دعا مانگا کرتے ہیں۔

آیت 39:۔تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۔ (الشوریٰ:۵)

ترجمہ قریب ہے کہ آسمان اوپر سے پھٹ پڑیں۔فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر رہے ہیں اور زمین والوں کے حق میں درگزر کی درخواستیں کیے جاتے ہیں۔آگاہ ہو، حقیقت میں اللہ غفور ورحیم ہی ہے۔

آیت 40:۔اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ○ (المؤمن:۷)

ترجمہ عرشِ الٰہی کے حامل فرشتے اور وہ جو عرش کے گرد وپیش حاضر رہتے ہیں، سب اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کر رہے ہیں۔وہ اُس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان لانے والوں کے حق میں دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ (وہ کہتے ہیں): ''اے ہمارے رب! تو اپنی رحمت اور اپنے علم کے ساتھ ہر چیز پر چھایا ہوا ہے، پس معاف کر دے اور عذابِ دوزخ سے بچا لے اُن لوگوں کو جنھوں نے توبہ کی ہے اور تیرا راستہ اختیار کر لیا ہے۔

آیت 41:۔وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ○ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ○

(الانبیاء:۱۹،۲۰)

ترجمہ زمین اور آسمانوں میں جو مخلوق بھی ہے اللہ کی ہے۔ اور جو (فرشتے) اس کے پاس ہیں وہ نہ اپنے آپ کو بڑا سمجھ کر اس کی بندگی سے سرتابی کرتے ہیں اور نہ ملول ہوتے ہیں۔ شب و روز اس کی تسبیح کرتے رہتے ہیں، دم نہیں لیتے۔

آیت 42: ۔وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ۝ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ۝ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ۝ (الانبیاء:۲۶تا۲۸)

ترجمہ یہ کہتے ہیں: ''رحمان اولاد رکھتا ہے''۔ سبحان اللہ! وہ (یعنی فرشتے) تو بندے ہیں جنہیں عزت دی گئی ہے۔ اُس کے حضور بڑھ کر نہیں بولتے اور بس اُس کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔ جو کچھ اُن کے سامنے ہے اسے بھی وہ جانتا ہے اور جو کچھ اُن سے اوجھل ہے اس سے بھی وہ باخبر ہے۔ وہ کسی کی سفارش نہیں کرتے بجز اُس کے جس کے حق میں سفارش سننے پر اللہ راضی ہو۔

آیت 43: ۔وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۚ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ۝

(الرعد:۱۳)

ترجمہ بادلوں کی گرج اُس کی حمد کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرتی ہے اور فرشتے اس کی ہیبت سے لرزتے ہوئے اس کی تسبیح کرتے ہیں۔ وہ کڑکتی ہوئی بجلیوں کو بھیجتا ہے اور (بسا اوقات) انہیں جس پر چاہتا ہے عین اس حالت میں گرا دیتا ہے جبکہ لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑ رہے ہوتے ہیں۔ حقیقت میں اس کی چال بڑی زبردست ہے۔

آیت 44: ۔لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ۝

(النساء:۱۷۲)

ترجمہ حضرت مسیح علیہ السلام نے کبھی اس بات کو عار نہیں سمجھا کہ وہ اللہ کا ایک بندہ ہو، اور نہ مقرب ترین فرشتے اس کو اپنے لیے عار سمجھتے ہیں۔ اگر کوئی اللہ کی بندگی کو اپنے لیے

عار سمجھتا ہے اور تکبر کرتا ہے، تو ایک وقت آئے گا جب اللہ سب کو گھیر کر اپنے سامنے حاضر کرے گا۔

حدیث 3: ۔حَدَّثَنَا أَبُو زُرْعَةَ قَالَ: نَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ قَالَ: نَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَرَرْتُ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي بِالْمَلَإِ الْأَعْلَى، وَجِبْرِيلُ كَالْحِلْسِ الْبَالِي مِنْ خَشْيَةِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ"۔

(المعجم الأوسط، ج ۵ ص ۶۴ رقم 4679؛ السنة لابن أبي عاصم، ج ۱ ص ۲۷۶ رقم 621؛ رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْأَوْسَطِ، وَرِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ: مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ج ۱ ص ۷۸ رقم 246؛ وبالجملة، فالحديث بمجموع الطريقين حسن أو صحيح: سلسلة الأحاديث الصحيحة، ج ۵ ص ۳۶۳ رقم 2289)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''معراج کی رات میں ملاء اعلیٰ کے پاس سے گزرا، حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے خوف سے ایسے تھے جیسے کہ بوسیدہ ٹاٹ کا کپڑا ہو''۔

1.11:۔فرشتوں میں سے کراماً کاتبین اعمال لکھتے ہیں

اسی طرح بعض فرشتے انسانوں کے ساتھ ساتھ ہوتے ہیں۔ جیسے کراماً کاتبین جن میں سے ایک فرشتہ نیک کام لکھتا ہے اور دوسرا فرشتہ برے کام لکھتا ہے۔ اسی طرح یہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت ہر عمل کا نتیجہ مرتب کرتے ہیں۔ اور وہ نتیجہ انسان کی ذات پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اور یہی اعمال قانونِ الٰہی کے مطابق مستقبل میں نفع و خیر یا نقصان و خسران کی صورتوں میں سامنے آجاتے ہیں۔

آیت 45: ۔وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ. كِرَامًا كَاتِبِينَ. يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ.

(الانفطار: ۱۰ تا ۱۲)

ترجمہ: حالانکہ تم پر نگران (فرشتے) مقرر ہیں۔ ایسے مُعزّز کاتب (لکھنے والے فرشتے)، جو تمہارے ہر فعل کو جانتے ہیں۔

آیت 46:۔ اِذْ یَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ. مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ. (ق:۱۷،۱۸)

ترجمہ (اور ہمارے اس براہِ راست علم کے علاوہ) دو کاتب اس کے دائیں اور بائیں بیٹھے ہر چیز ثبت کر رہے ہیں۔ کوئی لفظ اس کی زبان سے نہیں نکلتا جسے محفوظ کرنے کے لیے ایک حاضر باش نگران موجود نہ ہو۔

آیت 47:۔ اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ ؕ بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ. (الزخرف:۸۰)

ترجمہ کیا انہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم ان کی راز کی باتیں اور ان کی سرگوشیاں سنتے نہیں ہیں؟ ہم سب کچھ سن رہے ہیں اور ہمارے فرشتے اِن کے پاس ہی لکھ رہے ہیں۔

آیت 48:۔ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ○ (الانعام:۶۱)

ترجمہ اپنے بندوں پر وہ پوری قدرت رکھتا ہے اور تم پر نگرانی کرنے والے مقرر کر کے بھیجتا ہے، یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجاتا ہے تو اس کے بھیجے ہوئے فرشتے اس کی جان نکال لیتے ہیں اور اپنا فرض انجام دینے میں ذرا کوتاہی نہیں کرتے۔

آیت 49:۔ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۢ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ○ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ (الرعد:۱۰،۱۱)

ترجمہ تم میں سے کوئی شخص خواہ زور سے بات کرے یا آہستہ اور کوئی رات کی تاریکی میں چھپا ہوا ہو یا دن کی روشنی میں چل رہا ہو، اس کے لیے سب یکساں ہیں۔ ہر شخص کے آگے اور پیچھے اُس کے مقرر کیے ہوئے نگران لگے ہوئے ہیں، جو اللہ کے حکم سے اس کی دیکھ بھال کر رہے ہیں۔

1.12:۔فرشتے انسانوں کے اعمال کے مطابق اللہ کی طرف سے رحمت یا لعنت کے نزول کا واسطہ ہیں

آیت 50:۔لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ○ (الانبیاء: ۱۰۳)

ترجمہ وہ انتہائی گھبراہٹ کا وقت اُن کو ذرا پریشان نہ کرے گا، اور ملائکہ بڑھ کر اُن کو ہاتھوں ہاتھ لیں گے: ''یہ تمہارا وہی دن ہے، جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا''۔

آیت 51:۔اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ○ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ○ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ○ (حم سجدۃ: ۳۰ تا ۳۲)

ترجمہ جن لوگوں نے کہا: ''اللہ ہمارا رب ہے''، اور پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے، یقیناً اُن پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں: ''نہ ڈرو، نہ غم کرو، اور خوش ہو جاؤ اُس جنّت کی بشارت سے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ ہم اِس دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے ساتھی ہیں اور آخرت میں بھی۔ وہاں جو کچھ تم چاہو گے تمہیں ملے گا اور ہر چیز جس کی تم تمنا کرو گے وہ تمہاری ہوگی، یہ ہے سامانِ ضیافت اُس ہستی کی طرف سے جو غفور و رحیم ہے''۔

آیت 52:۔هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ۔ (الاحزاب: ۴۳)

ترجمہ وہی ہے جو تم پر رحمت فرماتا ہے اور اس کے ملائکہ تمہارے لیے دعائے رحمت کرتے ہیں تاکہ وہ تمہیں تاریکیوں سے روشنی میں نکال لائے وہ مومنوں پر بہت مہربان ہے۔

آیت 53:۔اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ

سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ (الاحزاب:٥٦)

ترجمہ اللہ اور اس کے ملائکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو۔

آیت 54:۔ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔ (الشوریٰ:٥)

ترجمہ قریب ہے کہ آسمان اوپر سے پھٹ پڑیں۔ فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر رہے ہیں اور زمین والوں کے حق میں درگزر کی درخواستیں کیے جاتے ہیں۔ آگاہ ہو، حقیقت میں اللہ غفور و رحیم ہی ہے۔

آیت 55:۔ اُولٰٓئِكَ جَزَاۗؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ○ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ○

(آل عمران:٨٧،٨٨)

ترجمہ اُن کے ظلم کا صحیح بدلہ یہی ہے کہ اُن پر اللہ اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی پھٹکار ہے، اِسی حالت میں وہ ہمیشہ رہیں گے، نہ اُن کی سزا میں تخفیف ہوگی اور نہ اُنہیں مہلت دی جائے گی۔

آیت 56:۔ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ○ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ○ (البقرة:١٦١،١٦٢)

ترجمہ "جن لوگوں نے کفر کا رویہ اختیار کیا اور کفر کی حالت ہی میں جان دی، اُن پر اللہ اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔ اسی لعنت زدگی کی حالت میں وہ ہمیشہ رہیں گے، نہ اُن کی سزا میں تخفیف ہوگی اور نہ اُنہیں پھر کوئی دوسری مہلت دی جائے گی۔

1.13:۔ فرشتوں میں بھی فرق مراتب ہے

فرشتوں میں بھی فرق مراتب ہے، بعض دوسروں سے افضل ہیں۔

☐ جمہور علماء کے نزدیک حضرت جبریل علیہ السلام سب سے افضل ہیں۔ بعض احادیث سے

بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔

(عقائد الاسلام، ص ۹۵۔ المؤلف: حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۳۹۴ھ)۔ الناشر: مکتبہ یادگار شیخ، اردو بازار، لاہور ۔ ۱۴۳۱ھ)

- وَالْقُرْآنُ مَمْلُوءٌ بِذِكْرِ الْمَلَائِكَةِ وَأَصْنَافِهِمْ وَمَرَاتِبِهِمْ.......وَتَارَةً يَذْكُرُ حَفَّهُمْ بِالْعَرْشِ وَحَمْلَهُمْ لَهُ، ومراتبهم من الدنو، وَتَارَةً يَصِفُهُمْ بِالْإِكْرَامِ وَالْكَرَمِ، وَالتَّقْرِيبِ وَالْعُلُوِّ وَالطَّهَارَةِ وَالْقُوَّةِ وَالْإِخْلَاصِ.

(شرح العقيدة الطحاوية لابن أبي العز، ص ۳۰۱)

1.14:۔فرشتوں کی تعداد بے شمار ہے

فرشتوں کی تعداد اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

أما من ورد تعيينه باسمه المخصوص كجبريل وميكائيل وإسرافيل ورضوان ومالك ومن ورد تعيين نوعهم المخصوص كحملة العرش والحفظة والكتبة فبالتفصيل وأما البقية فيجب الإيمان بهم إجمالاً ولا يحصي عددهم إلا الله.

(مختصر الأسئلة والأجوبة الأصولية على العقيدة الواسطية، ص ۱۷۔ المؤلف: أبو محمد عبد العزيز بن محمد بن عبد الرحمن بن عبد المحسن السلمان رحمه الله (المتوفى: ۱۴۲۲ھ)۔ الطبعة: الثانية عشر، ۱۴۱۸ھ)

1.15:۔چار فرشتے بہت مشہور ہیں

چار مقرب و مشہور فرشتے ہیں۔

(۱) حضرت جبرائیل علیہ السلام بہت زیادہ طاقتور، امانت دار اور مکرم ہیں۔ ہر زمانہ میں انبیاء کرام علیہم السلام پر وحی لانے کیلئے مقرر رہے۔

آیت 57:۔إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۔ ذِي قُوَّةٍ عِندَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ ۔ مُّطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ ۔ (التکویر: ۱۹ تا ۲۱)

ترجمہ یہ (قرآن) واقعی ایک بزرگ (باعزت) پیغام بر (حضرت جبریل علیہ السلام) کا قول ہے۔ جو بڑی توانائی رکھتے ہیں، عرش والے کے ہاں بلند مرتبہ (بارسوخ) ہیں، وہاں ان کا حکم مانا جاتا ہے وہ بااعتبار ہیں۔

آیت 58:۔ قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَإِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ۔ (البقرہ: ۹۷)

ترجمہ ان سے کہو کہ جو کوئی جبریل علیہ السلام سے عداوت رکھتا ہو، اسے معلوم ہونا چاہیے کہ جبریل علیہ السلام نے اللہ ہی کے اذن سے یہ قرآن تمہارے قلب پر نازل کیا ہے، جو پہلے آئی ہوئی کتابوں کی تصدیق و تائید کرتا ہے اور ایمان لانے والوں کے لیے ہدایت اور کامیابی کی بشارت بن کر آیا ہے۔

آیت 59:۔ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى۔ ذُوْ مِرَّةٍ ؕ فَاسْتَوٰى۔ (النجم: ۵،۶)

ترجمہ اُسے زبردست قوت والے (فرشتے جبرائیل علیہ السلام) نے تعلیم دی ہے۔ جو بڑا صاحبِ حکمت ہے وہ سامنے آکھڑا ہوا۔

حدیث 5:۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَفْضَلِ الْمَلَائِكَةِ؟ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ. وَأَفْضَلُ النَّبِيِّينَ؟ آدَمُ. وَأَفْضَلُ الْأَيَّامِ؟ يَوْمُ الْجُمُعَةِ. وَأَفْضَلُ الشُّهُورِ؟ شَهْرُ رَمَضَانَ. وَأَفْضَلُ اللَّيَالِي؟ لَيْلَةُ الْقَدْرِ. وَأَفْضَلُ النِّسَاءِ؟ مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ".

رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ، وَفِيهِ نَافِعُ أَبُو هُرْمُزَ، وَهُوَ ضَعِيفٌ. (مجمع الزوائد، رقم 4776)

(۲) حضرت میکائیل علیہ السلام بارش برسانے، غلہ اگانے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی مخلوق کو روزی پہنچانے پر مقرر ہیں۔

آیت 60:۔ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَإِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ۔ (البقرہ: ۹۸)

ترجمہ (اگر جبریل علیہ السلام سے ان کی عداوت کا سبب یہی ہے، تو کہہ دو کہ) جو اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور جبریل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام کے دشمن ہیں، اللہ ان کافروں کا دشمن ہے۔

ورؤساؤهم الأملاك الثلاثة: جبرائيل وميكائيل وإسرافيل، الموكلون بالحياة، فجبرائيل موكل بالوحى الَّذِى بِهِ حَيَاةُ الْقُلُوبِ وَالْأَرْوَاحِ، وَمِيكَائِيلُ مُوَكَّلٌ بِالْقَطْرِ الَّذِىْ بِهِ حَيَاةُ الْأَرْضِ وَالنَّبَاتِ وَالْحَيَوَانِ، وَإِسْرَافِيلُ مُوَكَّلٌ بِالنَّفْخِ فِي الصُّوَرِ الَّذِى بِهِ حَيَاةُ الْخَلْقِ بَعْدَ مَمَاتِهِمْ. فَهُمْ رُسُلُ اللهِ فِي خَلْقِهِ وَأَمْرِهِ، وَسُفَرَاؤُهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ عِبَادِهِ، يُنْزِلُونَ الْأَمْرَ مِنْ عِنْدِهِ فِي أَقْطَارِ الْعَالَمِ، وَيَصْعَدُونَ إِلَيْهِ بِالْأَمْرِ، قَدْ أَطَّتِ السَّمَاوَاتُ بِهِمْ، وَحُقَّ لَهَا أَنْ تَئِطَّ، مَا فِيهَا مَوْضِعُ أَرْبَعِ أَصَابِعَ إِلَّا وَمَلَكٌ قَائِمٌ أَوْ رَاكِعٌ أَوْ سَاجِدٌ لِلّٰهِ، وَيَدْخُلُ الْبَيْتَ الْمَعْمُورَ مِنْهُمْ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعُونَ أَلْفًا لَا يَعُودُونَ إِلَيْهِ آخِرَ مَا عَلَيْهِمْ.

(شرح العقيدة الطحاوية لابن أبي العز، ص۲۹۹، ۳۰۰)

(۳) حضرت اسرافیل علیہ السلام قیامت کے دن صُور پھونکیں گے، جس کی آواز کی شدت سے ہر چیز فنا ہوجائے گی، سب جاندار مرجائیں گے، دوبارہ پھر صور پھونکیں گے جس سے سب مُردے زندہ ہوکر اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوں گے۔

حدیث 6:۔حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ هِشَامِ بْنِ مَلَّاسٍ النَّمَرِيُّ، ثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْفَزَارِيُّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْأَصَمِّ، ثَنَا يَزِيدُ بْنُ الْأَصَمِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ طَرْفَ صَاحِبِ الصُّورِ مُذْ وُكِّلَ بِهِ مُسْتَعِدٌّ يَنْظُرُ نَحْوَ الْعَرْشِ مَخَافَةَ أَنْ يُؤْمَرَ قَبْلَ أَنْ يَرْتَدَّ إِلَيْهِ طَرْفُهُ، كَأَنَّ عَيْنَيْهِ كَوْكَبَانِ دُرِّيَّانِ". هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ.

(التعليق-من تلخيص الذهبي)-صحيح على شرط مسلم

(المستدرك على الصحيحين، ج۴ ص۶۰۳، رقم 8676)

(۴) حضرت عزرائیل علیہ السلام، یہ مخلوق کی جان نکالنے پر مقرر ہیں اور وقت مقرر پر ان کی روحیں قبض کرتے ہیں۔

آیت 16:۔قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِىْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ

تُرْجَعُوْنَ۔ (السجدۃ:۱۱)

ترجمہ ان سے کہو: ’’موت کا وہ فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے تم کو پورے کا پورا اپنے قبضے میں لے لے گا اور پھر تم اپنے ربّ کی طرف پلٹا لائے جاؤ گے‘‘۔

حدیث 7: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ الْجُبَيْرِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِنْدِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عُفَيْرُ بْنُ مَعْدَانَ الشَّامِيُّ، عَنْ سُلَيْمِ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ...... وَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ وَكَّلَ مَلَكَ الْمَوْتِ بِقَبْضِ الْأَرْوَاحِ.... ...الحديث۔ (سنن ابن ماجہ رقم 2778)

ترجمہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ’’اللہ تعالیٰ نے ارواح کو قبض کرنے کے لیے ملک الموت کو مقرر کیا ہے‘‘۔

1.16:۔ بعض دوسرے فرشتوں کے نام بھی قرآن وسنت میں ہیں

چار مشہور فرشتوں کے علاوہ بعض دوسرے فرشتوں کے نام بھی قرآن وسنت میں بتلائے گئے ہیں، مثلاً ھاروت، ماروت، رضوان، مالک اور منکر نکیر وغیرہ۔

آیت 62: وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ۔ (الزخرف:۷۷)

ترجمہ وہ پکاریں گے: ’’اے مالک! تیرا رب ہمارا کام ہی تمام کر دے تو اچھا ہے‘‘۔ وہ جواب دے گا: ’’تم یونہی پڑے رہو گے‘‘۔

آیت 63: وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ

وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۛ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ۔ (البقرہ:۱۰۲)

ترجمہ اور لگے اُن چیزوں کی پیروی کرنے، جو شیاطین، حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنت کا نام لے کر پیش کیا کرتے تھے، حالانکہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کبھی کفر نہیں کیا، کفر کے مرتکب تو وہ شیاطین تھے جو لوگوں کو جادوگری کی تعلیم دیتے تھے۔ وہ پیچھے پڑے اُس چیز کے جو بابل میں دو فرشتوں، ہاروت و ماروت پر نازل کی گئی تھی، حالانکہ وہ (فرشتے) جب کبھی کسی کو اس کی تعلیم دیتے تھے، تو پہلے صاف طور پر متنبہ کر دیا کرتے تھے کہ "دیکھ، ہم محض ایک آزمائش ہیں، تو کفر میں مبتلا نہ ہو"۔ پھر بھی یہ لوگ اُن سے وہ چیز سیکھتے تھے جس سے شوہر اور بیوی میں جدائی ڈال دیں۔ ظاہر تھا کہ اذنِ الٰہی کے بغیر وہ اِس ذریعے سے کسی کو بھی ضرر نہ پہنچا سکتے تھے، مگر اس کے باوجود وہ ایسی چیز سیکھتے تھے جو خود اُن کے لیے نفع بخش نہیں بلکہ نقصان دہ تھی اور اُنہیں خوب معلوم تھا کہ جو اس چیز کا خریدار بنا، اُس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ کتنی بُری متاع تھی جس کے بدلے انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا، کاش انہیں معلوم ہوتا!

حدیث 8:۔ حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ قَالَ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا قُبِرَ الْمَيِّتُ - أَوْ قَالَ: أَحَدُكُمْ - أَتَاهُ مَلَكَانِ أَسْوَدَانِ أَزْرَقَانِ، يُقَالُ لِأَحَدِهِمَا: الْمُنْكَرُ، وَلِلْآخَرِ: النَّكِيرُ"۔ الحدیث۔ (ترمذی رقم 1071)

ترجمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جب میت کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے، تو اس کے پاس دو کالے رنگ، نیلی آنکھوں والے فرشتے آجاتے ہیں، ان میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہتے ہیں"۔

1.17:۔ فرشتے لوگوں پر بشارت اور عذاب لے کر اترتے ہیں

آیت 64:۔ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ○ (مریم:۱۹)

ترجمہ اُس (فرشتے) نے کہا: ''میں تو تیرے ربّ کا فرستادہ ہوں، اور اس لیے بھیجا گیا ہوں کہ تجھے ایک پاکیزہ لڑکا دوں''۔

آیت 65:۔ وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ○ فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ○ وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ○ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰۤى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِىْ شَيْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَىْءٌ عَجِيْبٌ ○ قَالُوْۤا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ○ فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِىْ قَوْمِ لُوْطٍ ○ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ ○ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَاِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ ○ وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ ○ وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ ؕ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ قَالَ يٰقَوْمِ هٰۤؤُلَآءِ بَنَاتِىْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِىْ ضَيْفِىْ ؕ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ○ قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِىْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ ○ قَالَ لَوْ اَنَّ لِىْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِىْۤ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ ○ قَالُوْا يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْۤا اِلَيْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ؕ اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَاۤ اَصَابَهُمْ ؕ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ ○ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ۙ مَّنْضُوْدٍ ○ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ؕ وَمَا هِىَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ○ (ہود:۶۹ تا ۸۳)

ترجمہ اور دیکھو! ابراہیم علیہ السلام کے پاس ہمارے فرشتے خوشخبری لیے ہوئے پہنچے۔ کہا: ''تم پر سلام ہو''۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا: ''تم پر بھی سلام ہو''۔ پھر کچھ دیر نہ گزری کہ ابراہیم علیہ السلام ایک بھنا ہوا بچھڑا (ان کی ضیافت کے لیے) لے آیا۔ مگر جب

دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے پر نہیں بڑھتے تو وہ اُن سے مشتبہ ہو گیا اور دل میں اُن سے خوف محسوس کرنے لگا۔ انہوں نے کہا: ''ڈرو نہیں، ہم تو لوط علیہ السلام کی قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں''۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی بھی کھڑی ہوئی تھی۔ وہ یہ سن کر ہنس دی۔ پھر ہم نے اُس کو اسحاق علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام کے بعد یعقوب علیہ السلام کی خوشخبری دی۔ وہ بولی: ''ہائے میری کم بختی! کیا اب میرے ہاں اولاد ہوگی جب کہ میں بڑھیا پھونس ہو گئی اور یہ میرے میاں بھی بوڑھے ہو چکے؟ یہ تو بڑی عجیب بات ہے''۔ فرشتوں نے کہا: ''اللہ کے حکم پر تعجب کرتی ہو؟ ابراہیم علیہ السلام کے گھر والو، تم لوگوں پر تو اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہیں، اور یقیناً اللہ نہایت قابلِ تعریف اور بڑی شان والا ہے''۔ پھر جب ابراہیم علیہ السلام کی گھبراہٹ دور ہو گئی اور (اولاد کی بشارت سے) اس کا دل خوش ہو گیا تو اُس نے قومِ لوط کے معاملہ میں ہم سے جھگڑا شروع کیا۔ حقیقت میں ابراہیم علیہ السلام بڑا حلیم اور نرم دل آدمی تھا اور ہر حال میں ہماری طرف رجوع کرتا تھا۔ (آخر کار ہمارے فرشتوں نے اس سے کہا): ''اے ابراہیم! اس سے باز آ جاؤ، تمہارے رب کا حکم ہو چکا ہے اور اب ان لوگوں پر وہ عذاب آ کر رہے گا جو کسی کے پھیرے نہیں پھر سکتا''۔ اور جب ہمارے فرشتے لوط علیہ السلام کے پاس پہنچے تو ان کی آمد سے وہ بہت گھبرایا اور دل تنگ ہوا اور کہنے لگا: ''آج بڑی مصیبت کا دن ہے''۔ (ان مہمانوں کا آنا تھا کہ) اس کی قوم کے لوگ بے اختیار اس کے گھر کی طرف دوڑ پڑے۔ پہلے سے وہ ایسی ہی بدکاریوں کے خوگر تھے۔ لوط علیہ السلام نے ان سے کہا: ''بھائیو! یہ میری بیٹیاں موجود ہیں، یہ تمہارے لیے پاکیزہ تر ہیں۔ کچھ خدا کا خوف کرو اور میرے مہمانوں کے معاملہ میں مجھے ذلیل نہ کرو۔ کیا تم میں کوئی بھلا آدمی نہیں''۔ انہوں نے جواب دیا: ''تجھے تو معلوم ہی ہے کہ تیری بیٹیوں میں ہمارا کوئی حصہ نہیں ہے۔ اور تو یہ بھی جانتا ہے کہ ہم چاہتے کیا ہیں''۔ حضرت لوط علیہ السلام نے کہا: ''کاش میرے پاس اتنی طاقت ہوتی کہ تمہیں سیدھا کر دیتا، یا کوئی مضبوط سہارا ہی ہوتا کہ اس کی پناہ لیتا''۔ تب فرشتوں نے اس سے کہا: ''اے لوط! ہم تیرے ربّ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں، یہ لوگ تیرا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ بس تو کچھ رات رہے

اپنے اہل وعیال کو لے کر نکل جا۔ اور دیکھو! تم میں سے کوئی شخص پیچھے پلٹ کر نہ دیکھے ۔مگر تیری بیوی (ساتھ نہیں جائے گی) کیونکہ اس پر بھی وہی کچھ گزرنے والا ہے جو ان لوگوں پر گزرنا ہے۔ ان کی تباہی کے لیے صبح کا وقت مقرر ہے۔ صبح ہوتے اب دیر ہی کتنی ہے!''۔ پھر جب ہمارے فیصلہ کا وقت آ پہنچا تو ہم نے اس بستی کو تل پٹ کر دیا اور اس پر پکی ہوئی مٹی کے پتھر تابڑ توڑ برسائے، جن میں سے ہر پتھر تیرے رب کے ہاں نشان زدہ تھا اور ظالموں سے یہ سزا کچھ دور نہیں ہے۔

آیت 66: ۔هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ○ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ○ فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ○ فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ○ فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ ؕ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ○ فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ ○ قَالُوْا كَذٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ○ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ○ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ○ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ ○ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ○ (الذاریات: ۲۴ تا ۳۴)

ترجمہ: اے نبی ﷺ! حضرت ابراہیم علیہ السلام کے معزز مہمانوں کی حکایت بھی تمہیں پہنچی ہے؟ جب وہ اس کے ہاں آئے تو کہا: ''آپ علیہ السلام کو سلام ہے''۔ اس نے کہا: ''آپ لوگوں کو بھی سلام ہے۔ کچھ نا آشنا سے لوگ ہیں''۔ پھر وہ چپکے سے اپنے گھر والوں کے پاس گیا، اور ایک (بھنا ہوا) موٹا تازہ بچھڑا لے آیا۔ مہمانوں کے آگے پیش کیا، اس نے کہا: ''آپ حضرات کھاتے نہیں؟''۔ پھر وہ اپنے دل میں اُن سے ڈرا۔ اُنہوں نے کہا: ''ڈریے نہیں''، اور اُسے ایک ذی علم لڑکے کی پیدائش کا مژدہ سنایا۔ یہ سن کر اس کی بیوی چیختی ہوئی آگے بڑھی اور اس نے (حیرانی اور تعجب سے) اپنا منہ پیٹ لیا اور کہنے لگی: ''بوڑھی! بانجھ!''۔ انہوں نے کہا: ''یہی کچھ فرمایا ہے تیرے رب نے، وہ حکیم اور سب کچھ جانتا ہے''۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا: ''اے فرستادگانِ الٰہی! کیا مہم آپ کو درپیش ہے؟''۔ انہوں نے کہا: ''ہم ایک مجرم

قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ تاکہ اس پر پکی ہوئی مٹی کے پتھر برسا دیں۔ جو آپ کے ربّ کے ہاں حد سے گزر جانے والوں کے لیے نشان زدہ ہیں''۔

1.18:۔فرشتوں کے بارے میں مشرکین کا غلط عقیدہ

فرشتوں کے بارے میں مشرکین مکہ کا یہ عقیدہ تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں جا بجا اس غلط عقیدے کی تردید فرمائی ہے:

آیت 67:۔ فَاسْتَفْتِهِمْ أَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُونَ. (الصّٰفّٰت:۱۴۹)

ترجمہ پھر ذرا ان لوگوں سے پوچھو! کیا (ان کے دل کو یہ بات لگتی ہے کہ) تمہارے رب کے لیے تو ہوں بیٹیاں اور ان کے ہوں بیٹے۔

آیت 68:۔ أَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ إِنَاثًا وَّهُمْ شٰهِدُونَ. (الصّٰفّٰت:۱۵۰)

ترجمہ کیا واقعی ہم نے ملائکہ کو عورتیں ہی بنایا ہے اور یہ آنکھوں دیکھی بات کہہ رہے ہیں؟۔

آیت 69:۔ وَيَجْعَلُونَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُونَ. (النحل:۵۷)

ترجمہ یہ خدا کے لیے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں۔ سبحان اللہ! اور ان کے لیے وہ جو یہ خود چاہیں؟۔

آیت 70:۔ أَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَلَكُمُ الْبَنُونَ. (الطور:۳۹)

ترجمہ کیا اللہ کے لیے تو ہیں بیٹیاں اور تم لوگوں کے لیے ہیں بیٹے؟۔

آیت 71:۔ وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ إِنَاثًا أَشَهِدُوا خَلْقَهُمْ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْئَلُونَ. (الزخرف:۱۹)

ترجمہ اِنہوں نے فرشتوں کو، جو خدائے رحمان کے خاص بندے ہیں، عورتیں قرار دے لیا۔ کیا اُن کے جسم کی ساخت اِنہوں نے دیکھی ہے؟ اِن کی گواہی لِکھ لی جائے گی اور اِنہیں اِس کی جوابدہی کرنی ہوگی۔

آیت 72:۔ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ أَهٰٓؤُلَآءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا يَعْبُدُونَ ○ قَالُوا سُبْحٰنَكَ أَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ أَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُونَ ○ (سبا:۴۱،۴۰)

ترجمہ اور جس دن وہ تمام انسانوں کو جمع کرے گا، پھر فرشتوں سے پوچھے گا: ''کیا یہ لوگ تمہاری ہی عبادت کیا کرتے تھے؟''۔ تو وہ جواب دیں گے: ''پاک ہے آپ کی ذات، ہمارا تعلق تو آپ سے ہے نہ کہ اِن لوگوں سے۔ دراصل یہ ہماری نہیں بلکہ جنوں کی عبادت کرتے تھے، اِن میں سے اکثر اُنہی پر ایمان لائے ہوئے تھے''۔

□ ولا دلَّ علیه عقلٌ، ومازعم عبدة الاصنام انهم بنات الله تعالی فمحال باطل، وإفراط ای تجاوز عن الحق فی جانب الکمال فی شانهم، لانه رفعهم عن العبودية الی الولدية".

(النبراس شرح: شرح العقائد النسفیة، ص ۲۶۲)

رجمہ بت پرستوں نے جو عقیدہ گھڑلیا ہے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں، وہ محال، باطل اور ان کے حق میں افراط ہے، یعنی انھوں نے اپنے خیال باطل کے مطابق ان کی شان کو بڑھا چڑھا کر حق سے تجاوز کر دیا ہے، اس لیے کہ انھوں نے ان کو عبودیت کے درجے سے بڑھا کر اولاد بنا دیا ہے، جو غلط ہے۔

1.19:۔فرشتے غیر جاندار قوتیں نہیں بلکہ جان دار مخلوق ہیں

فرشتوں سے محض غیر جاندار قدرتی قوتیں (Natural Forces) مراد لینا صحیح نہیں، کیونکہ قرآن مجید میں فرشتوں کے جو احوال مذکور ہیں، ان سے ان کے جان دار مخلوق ہونے کا ہی علم ہوتا ہے:

آیت 73:۔ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝

(آل عمران: ۳۹)

ترجمہ جواب میں فرشتوں نے آواز دی، جب کہ وہ محراب میں کھڑا نماز پڑھ رہا تھا: ''اللہ تجھے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی خوشخبری دیتا ہے۔ وہ اللہ کی طرف سے ایک فرمان کی تصدیق کرنے والا بن کر آئے گا۔ اُس میں سرداری و بزرگی کی شان ہوگی۔ کمال درجہ کا ضابط ہوگا۔ نبوت سے سرفراز ہوگا اور صالحین میں شمار کیا جائے گا''۔

آیت 74: ۔فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا۔ (مریم:۱۷)

ترجمہ اور پردہ ڈال کر اُن سے چھپ بیٹھی تھی۔ اس حالت میں ہم نے اس کے پاس اپنی روح کو (یعنی فرشتے کو) بھیجا اور وہ اس کے سامنے ایک پورے انسان کی شکل میں نمودار ہو گیا۔

آیت 75: ۔اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۭ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاۗءُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ (فاطر:۱)

ترجمہ تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جو آسمانوں اور زمین کا بنانے والا اور فرشتوں کو پیغام رساں مقرر کرنے والا ہے، (ایسے فرشتے) جن کے دو دو اور تین تین اور چار چار بازو ہیں۔ وہ اپنی مخلوق کی ساخت میں جیسا چاہتا ہے اضافہ کرتا ہے۔ یقیناً اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

باب 2

آسمانی کتابوں پر ایمان

تیسری چیز جس کا تذکرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث جبریل علیہ السلام میں فرمایا: وہ اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر ایمان لانا ہے۔

2.1: آسمانی کتابیں ہدایتِ انسانی کے لیے نازل ہوئی ہیں

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رہنمائی اور ہدایت کیلئے چھوٹی بڑی بہت سی کتابیں اپنے پیغمبروں پر نازل فرمائیں تاکہ لوگوں کے عقائد واعمال درست اور اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ طریقہ کے مطابق رہیں۔

آسمانی کتابیں انسانوں کے لئے دستور حیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ یہ یقین کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کے ذریعے وقتاً فوقتاً جو ہدایت نامے بھیجے ہیں۔ وہ برحق ہیں اور وہی حق وباطل کی کسوٹی ہیں، اور ان ہدایت ناموں میں اللہ تعالیٰ کی بندگی اور بندوں کے لئے زندگی گزارنے کا دستور ہوتا ہے۔

لہٰذا ان کی رہنمائی پر پورا پورا اعتماد کیا جائے۔ ان پر عمل پیرا ہونے میں سراسر نفع ہے اور ان کی مخالفت میں سراسر نقصان وخسران ہے۔ جن لوگوں نے انہیں اپنا دستور بنا لیا ہے اور اس کے مطابق زندگی گزارتے رہے، تو وہ دنیا وآخرت دونوں لحاظ سے کامیاب وکامران ہو گئے۔

2.2:۔ چاروں آسمانی کتابیں اللہ کی نازل کردہ ہیں

جن کتابوں اور صحیفوں کا ثبوت دلائل قطعیہ سے ہے، ان پر ایمان لانا ضروری ہے۔ ان کے انکار سے انسان دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

آیت 1:۔ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ. (البقرہ:۴)

ترجمہ جو کتاب تم پر نازل کی گئی ہے (یعنی قرآن) اور جو کتابیں تم سے پہلے نازل کی گئی تھیں ان سب پر ایمان لاتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں پر بہت سے صحائف اور کتابیں نازل کی ہیں، جن میں چار (۴) بڑی مشہور کتابیں درج ذیل ہیں:

۱ تورات: حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

۲ زبور: حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

۳ انجیل: حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

۴ قرآن مجید: سیّد المرسلین خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔

آیت 2:۔ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ۭ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاۗءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاۗءَ تَاْوِيْلِهٖ ڤ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ڤ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ.

(آل عمران:۷)

ترجمہ وہی اللہ ہے جس نے یہ کتاب تم پر نازل کی ہے۔ اس کتاب میں دو طرح کی آیات ہیں: ایک محکمات، جو کتاب کی اصل بنیاد ہیں اور دوسری متشابہات۔ جن لوگوں کے دلوں میں ٹیڑھ ہے، وہ فتنے کی تلاش میں ہمیشہ متشابہات ہی کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور ان کو معنی پہنانے کی کوشش کیا کرتے ہیں، حالانکہ ان کا حقیقی مفہوم اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ بخلاف اس کے جو لوگ علم میں پختہ کار ہیں، وہ کہتے ہیں کہ "ہمارا

ان پر ایمان ہے، یہ سب ہمارے رب ہی کی طرف سے ہیں"۔اور سچ یہ ہے کہ کسی چیز سے صحیح سبق صرف دانشمند لوگ ہی حاصل کرتے ہیں۔

آیت 3:۔ وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ ۠ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ ۙ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ۔ (المائدہ:۴۶)

ترجمہ پھر ہم نے ان پیغمبروں کے بعد مریمؑ کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجا۔توراۃ میں سے جو کچھ اس کے سامنے موجود تھا وہ اس کی تصدیق کرنے والا تھا۔اور ہم نے اُس کو انجیل عطا کی جس میں رہنمائی اور روشنی تھی اور وہ بھی توراۃ میں سے جو کچھ اُس وقت موجود تھا اُس کی تصدیق کرنے والی تھی اور خدا ترس لوگوں کے لیے سراسر ہدایت اور نصیحت تھی۔

آیت 4:۔ ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ ۙ وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً ۭ وَرَهْبَانِيَّةَۨ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَاۗءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ۔

(الحدید:۲۷)

ترجمہ اُن کے بعد ہم نے پے در پے اپنے رسول بھیجے، اور اُن سب کے بعد عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو مبعوث کیا اور اُس کو انجیل عطا کی، اور جن لوگوں نے اُس کی پیروی اختیار کی اُن کے دلوں میں ہم نے ترس اور رحم ڈال دیا۔اور رہبانیت انہوں نے خود ایجاد کر لی، ہم نے اُسے ان پر فرض نہیں کیا تھا، مگر اللہ کی خوشنودی کی طلب میں انہوں نے آپ ہی یہ بدعت نکالی اور پھر اس کی پابندی کرنے کا جو حق تھا اسے ادا نہ کیا۔اُن میں سے جو لوگ ایمان لائے ہوئے تھے اُن کا اجر ہم نے ان کو عطا کیا، مگر ان میں سے اکثر لوگ فاسق ہیں۔

آیت 5:۔ اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا

عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ. (المائدہ: ۴۴)

ترجمہ ہم نے توراۃ نازل کی جس میں ہدایت اور روشنی تھی۔ سارے نبی، جو مسلم تھے، اُسی کے مطابق اِن یہودیوں کے معاملات کا فیصلہ کرتے تھے، اور اسی طرح ربانی (علماء) اور احبار بھی (اسی پر فیصلہ کا مدار رکھتے تھے) کیونکہ انہیں کتاب اللہ کی حفاظت کا ذمہ دار بنایا گیا تھا اور وہ اس پر گواہ تھے (پس اے گروہ یہود!) تم لوگوں سے نہ ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرو اور میری آیات کو ذرا ذرا سے معاوضے لے کر بیچنا چھوڑ دو۔ جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی کافر ہیں۔

آیت 6:۔ اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ ۚ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا. (النساء: ۱۶۳)

ترجمہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے تمہاری طرف اُسی طرح وحی بھیجی ہے جس طرح نوح علیہ السلام اور اس کے بعد کے پیغمبروں کی طرف بھیجی تھی۔ ہم نے ابراہیم علیہ السلام، اسمٰعیل علیہ السلام، اسحاق علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام اور اولادِ یعقوبؑ، عیسیٰ علیہ السلام، ایوب علیہ السلام، یونس علیہ السلام، ہارون علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی۔ ہم نے داؤد علیہ السلام کو زبور دی۔

آیت 7:۔ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ. (حٰم سجدہ: ۴۵)

ترجمہ اس سے پہلے ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی تھی اور اس کے معاملے میں بھی یہی اختلاف ہوا تھا۔ اگر تیرے رب نے پہلے ہی ایک بات طے نہ کر دی ہوتی تو ان اختلاف کرنے والوں کے درمیان فیصلہ چکا دیا جاتا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ اُس کی طرف سے سخت اضطراب انگیز شک میں پڑے ہوئے ہیں۔

□ آسمان سے اترنے والی تمام کتابیں اور صحیفے حق اور سچے تھے۔

آیت 8:۔ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ. (البقرہ: ۴)

ترجمہ   جو کتاب تم پر نازل کی گئی ہے (یعنی قرآن) اور جو کتابیں تم سے پہلے نازل کی گئی تھیں ان سب پر ایمان لاتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

2.3:۔قرآن مجید کے علاوہ بقیہ تمام کتب تحریف شدہ اور منسوخ ہیں

قرآن مجید سے پہلے جتنی کتابیں "تورات، زبور، انجیل" نازل ہوئیں۔ان سب کے بارے میں یہ عقیدہ ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتابیں ہیں۔لیکن چونکہ ان کتابوں میں بعد کے لوگوں نے ردّوبدل کر دیا ہے لہٰذا موجودہ کتابیں جو تورات، زبور، انجیل، وغیرہ کے نام سے مشہور ہیں، یہ وہ اصل کتابیں نہیں بلکہ ان میں تحریف ہوئی ہے۔ان کے متعلق یہ یقین نہیں رکھنا چاہئے کہ یہ اصل کتابیں ہیں۔

آیت 9:۔اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ۔لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ۔

(حم سجدہ:۴۱،۴۲)

ترجمہ   یہ وہ لوگ ہیں جن کے سامنے کلامِ نصیحت آیا تو انہوں نے اُسے ماننے سے انکار کر دیا، مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک زبردست کتاب ہے۔ باطل نہ سامنے سے اِس پر آسکتا ہے نہ پیچھے سے یہ ایک حکیم وحمید کی نازل کردہ چیز ہے۔

آیت 10:۔اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ۔ (البقرہ:۷۵)

ترجمہ   اے مسلمانو! اب کیا اِن لوگوں سے تم یہ توقع رکھتے ہو کہ یہ تمہاری دعوت پر ایمان لے آئیں گے؟ حالانکہ اُن میں سے ایک گروہ کا شیوہ یہ رہا ہے کہ اللہ کا کلام سنا اور پھر خوب سمجھ بوجھ کر دانستہ اس میں تحریف کی۔

آیت 11:۔فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ۙ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ

مِمَّا يَكْسِبُوْنَ. (البقرہ:۷۹)

ترجمہ پس ہلاکت اور تباہی ہے اُن لوگوں کے لیے جو اپنے ہاتھوں سے شرح کا نوشتہ لکھتے ہیں پھر لوگوں سے کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس سے آیا ہوا ہے تا کہ اس کے معاوضے میں تھوڑا سا فائدہ حاصل کرلیں۔ اُن کے ہاتھوں کا یہ لکھا بھی ان کے لیے تباہی کا سامان ہے اوران کی یہ کمائی بھی ان کے لیے موجب ہلاکت۔

حدیث 1: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ، قَالَ: "يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ! كَيْفَ تَسْأَلُونَ أَهْلَ الْكِتَابِ عَنْ شَيْءٍ، وَ كِتَابُكُمُ الَّذِي أَنْزَلَ اللهُ عَلَى نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْدَثُ الْأَخْبَارِ بِاللهِ مَحْضًا لَمْ يُشَبْ، وَقَدْ حَدَّثَكُمُ اللهُ: أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ بَدَّلُوا مِنْ كُتُبِ اللهِ وَغَيَّرُوا، فَكَتَبُوا بِأَيْدِيهِمُ الْكُتُبَ، قَالُوا: هُوَ مِنْ عِنْدِ اللهِ لِيَشْتَرُوا بِذٰلِكَ ثَمَنًا قَلِيلًا، أَوَلَا يَنْهَاكُمْ مَا جَاءَكُمْ مِنَ الْعِلْمِ عَنْ مَسْأَلَتِهِمْ؛ فَلَا وَاللهِ! مَا رَأَيْنَا رَجُلًا مِنْهُمْ يَسْأَلُكُمْ عَنِ الَّذِي أُنْزِلَ عَلَيْكُمْ". (بخاری رقم 2685، 7363، 7523)

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اے مسلمانوں کے گروہ! تم لوگ اہل کتاب سے کیوں پوچھتے ہو؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسی کتاب نازل کی ہے، جو اللہ تعالیٰ کی تازہ وحی کو تمہارے سامنے پیش کرتی ہے، وہ پرانی ہرگز نہیں ہے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے بیان کر دیا ہے: بے شک اہل کتاب نے اپنی کتابوں میں تبدیلی اور تغیر و تبدل کر دیا ہے۔ وہ اپنے ہاتھوں سے ان کتابوں کو تحریر کرتے ہیں، اور کہہ دیتے ہیں: یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ ایسا وہ اس لیے کرتے ہیں تا کہ اس کے بدلے میں تھوڑی سی (دنیوی) قیمت اور نفع حاصل کرلیں۔ کیا اللہ نے تم کو ان سے پوچھنے سے منع نہیں کیا ہے، جب کہ تمہارے پاس علم آچکا ہے۔ پس اللہ کی قسم! ہم نے ان کا کوئی آدمی نہیں دیکھا جو تمہارے اوپر نازل کردہ علوم کے بارے میں پوچھتا ہو''۔

2.4: قرآن مجید سب سے کامل اور جامع کتاب ہے

آسمانی کتابوں میں سب سے آخری اور کامل و مکمل کتاب قرآن مجید ہے۔ جو پہلی کتا بوں کی تصدیق کرنے والی اور محفوظ بھی ہے۔ یعنی سابقہ کتابوں میں جتنی ایسی باتیں تھیں جن کی تبلیغ ہمیشہ اور ہر زمانے میں ضروری ہوتی ہے، وہ سب قرآن مجید میں مو جود ہیں۔

هُوَ كَلَامُ اللهِ الْمُعْجِزُ، الْمُنَزَّلُ عَلٰى خَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ بِوَاسِطَةِ الْأَمِيْنِ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، الْمَكْتُوْبُ فِي الْمَصَاحِفِ الْمَنْقُوْلُ إِلَيْنَا بِالتَّوَاتُرِ، الْمُتَعَبَّدُ بِتِلَاوَتِهٖ، الْمَبْدُوْءُ بِسُوْرَةِ الْفَاتِحَةِ، الْمُخْتَتَمُ بِسُوْرَةِ النَّاسِ. (التبیان فی علوم القرآن، الصابونی، ص۸۔ ط: مکتبۃ البشریٰ)

ترجمہ: قرآن اللہ تعالیٰ کا معجزانہ کلام ہے جو خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت جبریل امین علیہ السلام کے واسطہ سے اترا۔ یہ مصاحف میں لکھا ہوا ہے، ہم تک تواتر کے ساتھ منقول ہے۔ اس کی تلاوت کرنے والا عبادت کرنے والا ہے۔ قرآن مجید سورت فاتحہ سے شروع ہوتا ہے اور سورت الناس پر ختم ہوتا ہے۔

□ لہٰذا یہ تمام کتب سماویہ کے ضروری مضامین پر حاوی اور سب سے مستغنی کر دینے والی اور قیامت تک انسانیت کی رہنمائی کرنے والی اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے۔ جس کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لیا ہے۔ اسی حفاظت الٰہی کی وجہ سے آج تک قر آن مجید کا ایک ایک لفظ محفوظ ہے۔ اس میں ایک نقطہ کی کمی بیشی نہیں ہوئی اور نہ قیا مت تک ہو سکے گی۔ قرآن مجید ایک معجزہ ہے، چنانچہ تمام دنیا مل کر اس کی نظیر اور مثل پیش نہ کر سکی اور نہ پیش کر سکتی ہے۔

آیت 12: وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ۭ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ۭ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ۭ اِلَى

اللّٰہِ مَرْجِعُکُمْ جَمِیْعًا فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ. (المائدہ:۴۸)

ترجمہ پھراے نبی ﷺ! ہم نے تمہاری طرف یہ کتاب بھیجی جوحق لے کر آئی ہے اور الکتاب میں سے جو کچھ اس کے آگے موجود ہے اُس کی تصدیق کرنے والی اور اُس کی محافظ ونگہبان ہے لہٰذا تم خدا کے نازل کردہ قانون کے مطابق لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کرو اور جوحق تمہارے پاس آیا ہے اُس سے منہ موڑ کران کی خواہشات کی پیروی نہ کرو۔ہم نے تم (انسانوں) میں سے ہر ایک کے لیے ایک شریعت اور ایک راہِ عمل مقرر کی۔اگر چہ تمہارا خدا چاہتا تو تم سب کو ایک امت بھی بنا سکتا تھا،لیکن اس نے یہ اس لیے کیا کہ جو کچھ اُس نے تم لوگوں کو دیا ہے اس میں تمہاری آزمائش کرے لہٰذا بھلائیوں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرو۔آخر کار تم سب کو خدا کی طرف پلٹ کر جانا ہے، پھر وہ تمہیں اصل حقیقت بتا دے گا جس میں تم اختلاف کرتے رہے ہو۔

آیت 13:۔ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ. (البقرہ:۱۰۶)

ترجمہ ہم اپنی جس آیت کو منسوخ کر دیتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں،اس کی جگہ اس سے بہتر لاتے ہیں یا کم از کم ویسی ہی۔کیا تم جانتے نہیں ہو کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے؟

حدیث 2:۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَنَّ حَفْصَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكِتَابٍ مِنْ قَصَصِ يُوسُفَ فِي كَتِفٍ، فَجَعَلَتْ تَقْرَأُ عَلَيْهِ، وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَلَوَّنُ وَجْهُهُ، فَقَالَ: "وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَوْ أَتَاكُمْ يُوسُفُ وَأَنَا فِيكُمْ فَاتَّبَعْتُمُوهُ وَتَرَكْتُمُونِي لَضَلَلْتُمْ". (مصنف عبدالرزاق رقم 10165)

ترجمہ اُم المومنین حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے کی ایک کتاب لائیں، پھر اس میں سے آپ ﷺ کے سامنے پڑھنا شروع کر دیا۔نبی اکرم ﷺ کا چہرۂ مبارک متغیر ہونا شروع ہو گیا۔پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:"اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تمہارے پاس حضرت

یوسف علیہ السلام بھی میری موجودگی میں آجائیں، پھر تم ان کی پیروی کرو، تو تم گمراہ ہو جاؤ گے"۔

حدیث 3: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ أَهْلُ الْكِتَابِ يَقْرَءُونَ التَّوْرَاةَ بِالْعِبْرَانِيَّةِ، وَيُفَسِّرُونَهَا بِالْعَرَبِيَّةِ لِأَهْلِ الْإِسْلَامِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تُصَدِّقُوا أَهْلَ الْكِتَابِ وَلَا تُكَذِّبُوهُمْ، وَقُولُوا: {آمَنَّا بِاللهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا} [البقرة: 136] الْآيَةَ. (بخاری رقم 4485، 7362، 7542)

ترجمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اہل کتاب (یہودی) تورات کو عبرانی زبان میں پڑھتے تھے، اور مسلمانوں کے لیے اس کو عربی زبان میں بیان کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اہل کتاب کی نہ تصدیق کرو، نہ تکذیب۔ اور یہ آیت پڑھو:

آیت 14: قُولُوٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ○ (البقرة: ۱۳۶)

ترجمہ مسلمانو! کہو: "ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس ہدایت پر جو ہماری طرف نازل ہوئی ہے اور جو حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام اور اولادِ یعقوب علیہ السلام کی طرف نازل ہوئی تھی اور جو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دوسرے تمام پیغمبروں علیہم السلام کو ان کے ربّ کی طرف سے دی گئی تھی۔ ہم اُن کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے مسلم (فرماں بردار) ہیں"۔

حدیث 4: حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ النُّعْمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا مُجَالِدٌ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكِتَابٍ أَصَابَهُ مِنْ بَعْضِ أَهْلِ الْكُتُبِ، فَقَرَأَهُ عَلَى النَّبِيِّ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَغَضِبَ وَقَالَ: "أَمُتَهَوِّكُونَ فِيهَا يَا ابْنَ الْخَطَّابِ! وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَقَدْ جِئْتُكُمْ بِهَا بَيْضَاءَ نَقِيَّةً، لَا تَسْأَلُوهُمْ عَنْ شَيْءٍ فَيُخْبِرُوكُمْ بِحَقٍّ فَتُكَذِّبُوا بِهِ، أَوْ بِبَاطِلٍ فَتُصَدِّقُوا بِهِ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَوْ أَنَّ مُوسَى كَانَ حَيًّا، مَا وَسِعَهُ إِلَّا أَنْ يَتَّبِعَنِي".

(حسن: مسند أحمد رقم 15156؛ مصنف ابن ابی شیبہ رقم 26421؛ المصنف عبد الرزاق رقم 10163، 10164؛ جامع بيان العلم وفضله رقم 1497؛ أبو عبيد فی "غريب الحديث" 3/28-29، ابن أبي عاصم فی "السنة" رقم 50، البزار رقم 124- كشف الأستار، البغوی فی "شرح السنة" رقم 126؛ سنن الدارمی رقم 435؛ شعب الایمان رقم 175، 177؛ حسنه الألبانی فی الإرواء: 1589، صحيح الجامع: رقم 5308، الصَّحِيحَة: 3207، المشكوة: رقم 177، ابن الضريس فی "فضائل القرآن" رقم 89، أبو عبيد فی "غريب الحديث" 3/29، البيهقی فی "الشعب" (178) عن الحسن البصری: أن عمر بن الخطاب فذكره نحوه. ورجاله ثقات إلا أنه من مراسيل الحسن البصری)

ترجمہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اہل کتاب کی کتاب میں سے کچھ حصہ لے کر حاضر ہوئے۔ اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھنے لگے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت غضب ناک ہوئے، اور ارشاد فرمایا: "اے ابن خطاب! کیا تم بھی بے عقلی اور گمراہی کی باتیں کرنے لگے ہو، (جیسا کہ یہود و نصاریٰ گمراہ ہو گئے تھے)۔ یقیناً میں تمہارے پاس روشن اور واضح شریعت لایا ہوں، ان (اہل کتاب) سے کچھ بھی نہ پوچھا کرو۔ وہ تمہیں حق بات کی خبر دیں، پھر تم ان کی تکذیب کر دو، وہ تمہیں باطل اور غلط خبریں دیں، مگر تم ان کی تصدیق کر دو۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے، تو میری اتباع کے بغیر ان کو چارہ نہ تھا"۔

آیت 15:۔ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ. (الحجر: ۹)

ترجمہ رہا یہ ذکر، تو اس کو ہم نے نازل کیا ہے اور ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔

تفسیر قَالَ: وَإِنَّا لِلْقُرْآنِ لَحَافِظُونَ مِنْ أَنْ يُزَادَ فِيهِ بَاطِلٌ مَا لَيْسَ مِنْهُ، أَوْ

يَنْقُصُ مِنْهُ مَا هُوَ مِنْهُ مِنْ أَحْكَامِهِ وَحُدُودِهِ وَفَرَائِضِهِ۔

(تفسیر الطبری = جامع البیان عن تأویل آی القرآن، ج ۱۴ ص ۱۸)

ترجمہ: بے شک ہم ہی اس قرآن کے محافظ ہیں کہ اس میں باطل شامل ہوجائے، جس کی اس میں کوئی گنجائش نہیں ہے، یا اس کے احکام اور حدود و فرائض میں سے کسی قسم کی کمی ہوجائے۔

2.5:۔ موجودہ تورات، زبور اور انجیل تحریف شدہ ہیں

قرآن پاک کے علاوہ جو کتابیں اس وقت یہود و نصاریٰ کے ہاتھ میں ہیں ہم پر ان کی تصدیق لازم نہیں۔ ہم فقط اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ جو تورات، انجیل اور زبور اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں پر نازل فرمائی تھی وہ برحق تھی اور اس زمانہ کے لوگوں کیلئے اس پر ایمان لانا اور اس پر عمل کرنا فرض تھا۔ اسی طرح ہم بھی ان تمام کتابوں پر ایمان لاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں پر اتاریں لیکن موجودہ توریت وانجیل سب تحریف شدہ ہیں۔ قرآن وحدیث سے ان میں تحریف ہونا ثابت ہے۔ اس لئے اس میں وہی حصہ ماننے کے قابل ہے جس کی تصدیق ہم کو قرآن وحدیث سے ملتی ہے۔

آیت 16:۔ مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّيْنِ وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَقْوَمَ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا۔ (النساء: ۴۶)

ترجمہ: جن لوگوں نے یہودیت کا طریقہ اختیار کیا ہے اُن میں کچھ لوگ ہیں جو الفاظ کو اُن کے محل سے پھیر دیتے ہیں، اور دینِ حق کے خلاف نیش زنی کرنے کے لیے اپنی زبانوں کو توڑ موڑ کر کہتے ہیں: سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا۔ اور اِس "اسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ" اور اور "رَاعِنَا"۔ حالانکہ اگر وہ کہتے: "سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا" اور "اِسْمَعْ" اور "اُنْظُرْنَا"۔ تو یہ انہی کے لیے بہتر تھا اور زیادہ راست بازی کا طریقہ تھا۔ مگر اُن پر تو اُن کی باطل پرستی کی بدولت اللہ کی پھٹکار پڑی ہوئی ہے اس لیے وہ کم ہی ایمان لاتے ہیں۔

آیت 17:۔ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ۚ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ

اللهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ۔ (البقرہ:۷۹)

ترجمہ پس ہلاکت اور تباہی ہے اُن لوگوں کے لیے جو اپنے ہاتھوں سے شرع کا نوشتہ لکھتے ہیں پھر لوگوں سے کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس سے آیا ہوا ہے تا کہ اس کے معاوضے میں تھوڑا سا فائدہ حاصل کرلیں۔ اُن کے ہاتھوں کا یہ لکھا بھی ان کے لیے تباہی کا سامان ہے اور ان کی یہ کمائی بھی ان کے لیے موجب ہلاکت۔

2.6:۔قرآن تغیر وتبدل اور تحریف سے مکمل طور پر محفوظ ہے

جوقرآن پاک ہمارے پاس موجود ہے اس میں کوئی تحریف نہیں ہوئی اور نہ ہی ممکن ہے۔
قرآن پاک میں تحریف کیے جانے کو ماننا اوراس کا قول کرنا کفر ہے۔
قرآن پاک میں ہے۔

آیت 18:۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ (الحجر:۹)

ترجمہ رہا یہ ذکر، تو اس کو ہم نے نازل کیا ہے اور ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔

آیت 19:۔ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَاۗءَهُمْ ۚ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ. لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ۭ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ۔

(حم سجدہ:۴۱،۴۲)

ترجمہ یہ وہ لوگ ہیں جن کے سامنے کلامِ نصیحت آیا تو اِنہوں نے اُسے ماننے سے انکار کر دیا، مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک زبردست کتاب ہے۔ باطل نہ سامنے سے اِس پر آسکتا ہے نہ پیچھے سے یہ ایک حکیم وحمید کی نازل کردہ چیز ہے۔

اللہ تعالی نے قرآن پاک کو جو یہ خصوصی وصف اور خصوصی حفاظت فرمائی یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک میں ایک شوشہ کی بھی تحریف وتبدیلی ممکن نہیں اور قرآن جیسے نازل ہوا تھا ویسا ہی آج بھی موجود ہے۔

2.7:۔قرآن کے الفاظ ومعانی قیامت تک محفوظ ہیں

اللہ تعالیٰ نے صرف قرآن کریم کے الفاظ کی حفاظت کا ذمہ نہیں لیا، بلکہ اس کے معانی اور تفسیر کی حفاظت کا ذمہ بھی لیا ہے۔لہٰذا قرآن کریم قیامت تک اپنے الفاظ ومعانی کے ساتھ باقی رہے گا۔

آیت 20:۔اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ.

(المائدہ:۴۴)

ترجمہ ہم نے تورات نازل کی جس میں ہدایت اور روشنی تھی۔سارے نبی، جو مسلم تھے، اُسی کے مطابق اِن یہودیوں کے معاملات کا فیصلہ کرتے تھے، اور اسی طرح ربانی (علماء) اور احبار بھی (اسی پر فیصلہ کا مدار رکھتے تھے) کیونکہ انہیں کتاب اللہ کی حفاظت کا ذمہ دار بنایا گیا تھا اور وہ اس پر گواہ تھے (پس اے گروہ یہود!) تم لوگوں سے نہ ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرو اور میری آیات کو ذرا ذرا سے معاوضے لے کر بیچنا چھوڑ دو۔جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی کافر ہیں۔

☐ قَوْلُهُ تَعَالَى: (إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ) يَعْنِي الْقُرْآنَ. (وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ) مِنْ أَنْ يُزَادَ فِيهِ أَوْ يُنْقَصَ مِنْهُ. قَالَ قَتَادَةُ وَثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ: حَفِظَهُ اللهُ مِنْ أَنْ تَزِيدَ فِيهِ الشَّيَاطِينُ بَاطِلًا أَوْ تَنْقُصَ مِنْهُ حَقًّا. فَتَوَلَّى سُبْحَانَهُ حِفْظَهُ فَلَمْ يَزَلْ مَحْفُوظًا. وَقَالَ فِي غَيْرِهِ: "بِمَا اسْتُحْفِظُوا". فَوَكَلَ حِفْظَهُ إِلَيْهِمْ فَبَدَّلُوا وَغَيَّرُوا. (الجامع لأحكام القرآن= تفسير القرطبي، ج۱۰ ص۵)

ترجمہ ہم ہی اس ذکر یعنی قرآن مجید کو اتارنے والے ہیں، اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں کہ اس میں کوئی چیز زیادہ ہو جائے، یا اس میں سے کوئی چیز کم ہو جائے۔حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اس قرآن کی حفاظت کی ہے کہ اس میں

شیطان کسی باطل کی آمیزش کر کے زیادتی کا سبب بن جائے، یا اس میں سے حق بات کی کمی کر دے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا خود ذمہ لیا ہے۔ اس لیے قرآن مجید محفوظ رہا ہے۔ جب کہ دوسری کتابوں کے بارے میں ہے: ''بِمَا اسْتُحْفِظُوْا'' (کیونکہ ربانی اور احبار کتاب اللہ کی حفاظت کا ذمہ دار بنایا گیا تھا)۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت ان کے سپرد کر دی۔ اس لیے انھوں نے ان میں تغیر و تبدل کر دیا۔

2.8: قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام، قدیم اور غیر مخلوق ہے

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام اور اُس کی صفت ہے۔ لہٰذا یہ اللہ تعالیٰ کی دیگر صفات کی طرح قدیم، غیر حادث اور غیر مخلوق ہے۔

حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

1 وَإِنَّ الْقُرْآنَ كَلَامُ اللهِ تعالىٰ، مِنْهُ بَدَأَ بِلَا كَيْفِيَّةٍ قَوْلًا، وَأَنْزَلَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَحْيًا، وَصَدَّقَهُ الْمُؤْمِنُونَ عَلَى ذٰلِكَ حَقًّا، وَأَيْقَنُوْا أَنَّهُ كَلَامُ اللهِ تَعَالَى بِالْحَقِيقَةِ، لَيْسَ بِمَخْلُوقٍ كَكَلَامِ الْبَرِيَّةِ، فَمَنْ سَمِعَهُ فَزَعَمَ أَنَّهُ كَلَامُ الْبَشَرِ فَقَدْ كَفَرَ۔ وَقَدْ ذَمَّهُ اللهُ وَعَابَهُ، وَأَوْعَدَهُ بِسَقَرَ، حَيْثُ قَالَ تَعَالَى: "سَأُصْلِيهِ سَقَرَ" (الْمُدَّثِّر:٢٦)۔ فَلَمَّا أَوْعَدَ اللهُ بِسَقَرَ لِمَنْ قَالَ: "إِنْ هٰذَآ إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ" (الْمُدَّثِّر:٢٥)۔ عَلِمْنَا وَأَيْقَنَّا أَنَّهُ قَوْلُ خَالِقِ الْبَشَرِ، وَلَا يُشْبِهُ قَوْلَ البشر۔

ترجمہ بے شک قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ہی ظاہر ہوا ہے، قول کی شکل میں لیکن بلا کیفیت (قرآن کے نزول اور حروف کی شکل میں متشکل ہونا اس کی کیفیت کوئی نہیں جان سکتا)۔ اللہ تعالیٰ نے اس قرآن کو اپنے نبی ﷺ پر وحی کی شکل میں نازل فرمایا ہے اور مؤمنین نے ٹھیک طریق پر اس کی تصدیق کی ہے اور وہ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ یہ قرآن حقیقتاً اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ یہ مخلوق نہیں جیسا کہ مخلوقات کا کلام ہوتا ہے، جس نے اس قرآن کو سنا اور یہ خیال کیا کہ یہ بشر (انسان) کا کلام ہے، تو وہ کافر ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کی مذمت کی ہے، اس کی برائی بیان کی ہے

اور اسے عذاب کی وعید سنائی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''میں ایسے شخص کو دوزخ میں داخل کروں گا''۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کو جو قرآن کے بارہ میں کہتا ہے کہ یہ انسان کا کلام ہے، دوزخ کی وعید سنائی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ انسان کا کلام نہیں بلکہ انسانوں کو پیدا کرنے والے کا کلام ہے اور انسان کا کلام اس سے مشابہت نہیں رکھتا۔

2 وَمَنْ وَصَفَ اللهَ بِمَعْنًى مِنْ مَعَانِي الْبَشَرِ فقد كفر. فَمَنْ أَبْصَرَ هٰذَا اعْتَبَرَ، وَعَنْ مِثْلِ قَوْلِ الكفار انزجر، وعلم أن الله تعالى بصفاته ليس كالبشر.

ترجمہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کا وصف ایسے معنی اور صفت کے ساتھ کیا جو انسانوں میں پایا جاتا ہے تو ایسا شخص کافر ہوگا۔ پس جس شخص نے اس بات کو بصیرت کی آنکھ سے دیکھا اس نے عبرت حاصل کی اور کافروں جیسی بات کہنے سے باز آیا اور اس نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات کے ساتھ انسانوں کے ساتھ مشابہت نہیں رکھتا۔

3 وَلَا نُجَادِلُ فِي الْقُرْآنِ وَنَشْهَدُ أَنَّهُ كَلَامُ رب العالمين. نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ فَعَلَّمَهُ سَيِّدَ الْمُرْسَلِينَ محمدا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَهُوَ كَلَامُ اللهِ تَعَالَى لَا يُسَاوِيهِ شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ الْمَخْلُوقِينَ وَلَا نَقُولُ بِخَلْقِهِ وَلَا نخالف جماعة المسلمين.

ترجمہ اور نہ قرآن میں مجادلہ (تنازع) کرتے ہیں اور ہم یقین کے ساتھ جانتے ہیں کہ قرانِ مجید اللہ رب العالمین کا کلام ہے، جس کو رُوح الامین حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے کر نازل ہوئے اور انھوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ سکھایا۔ اللہ تعالیٰ کے کلام کے برابر کسی طرح مخلوق کا کلام نہیں ہوسکتا۔ ہم قرآن مجید کے بارہ میں یہ نہیں کہتے کہ وہ مخلوق ہے (بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور قدیم ہے)۔ اور ہم مسلمانوں کی جماعت کی مخالفت نہیں کرتے۔

(متن عقیدۃ الطحاویہ، ملحق شرح العقیدۃ الطحاویۃ، ص۱۷۹، ۱۸۰)

علامہ سفارینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الْقُرْآنُ الْعَظِيمُ كَلَامُ اللهِ الْقَدِيمُ۔

(لوامع الأنوار البهية وسواطع الأسرار الأثرية لشرح الدرة المضية فی عقد الفرقة المرضية، ج۱ص۱۷۷)

ترجمہ قرآن عظیم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو اس کی صفت قدیم ہے۔

اس کی مزید تفصیل اس کتاب کے پہلے حصہ میں 7.8 اور 7.9 میں ملاحظہ فرمائیں۔

2.9:۔قرآن مجید کے صفاتی نام

قرآن مجید کے بہت سے نام ہیں جو قرآن کریم میں ذکر کیے گئے ہیں: مثلاً قرآن مجید، حکیم، کریم، مبین، عربی، فرقان، برھان، نورِ مبین، شفاء، رحمت، ہدایت، تذکرہ اور ذکر وغیرہ۔

آیت 21:۔ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ۔ (البروج:۲۱)

ترجمہ (ان کے جھٹلانے سے اس قرآن کا کچھ نہیں بگڑتا) (یہ جھٹلانے کی چیز نہیں) بلکہ یہ قرآن بلند پایہ ہے۔

آیت 22:۔ يٰسٓ۔ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ۔ (یٰس:۱،۲)

ترجمہ یٰسٓ۔ قسم ہے قرآنِ حکیم کی۔

آیت 23:۔ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ۔ (الواقعہ:۷۷)

ترجمہ کہ یہ ایک بلند پایہ قرآن ہے۔

آیت 24:۔ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ۔ (القصص:۲)

ترجمہ یہ کتاب مبین کی آیات ہیں۔

آیت 25:۔ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ۔ (یوسف:۲)

ترجمہ ہم نے اسے نازل کیا ہے قرآن بنا کر عربی زبان میں تا کہ تم (اہلِ عرب) اس کو اچھی طرح سمجھ سکو۔

آیت 26:۔ تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا۔ (الفرقان:۱)

ترجمہ نہایت متبرک ہے وہ جس نے یہ فرقان اپنے بندے پر نازل کیا تا کہ سارے جہان والوں کے لیے خبر دار کر دینے والا ہو۔

آیت 27:۔ يَاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا۔ (النساء:۱۷۴)

ترجمہ لوگو! تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس دلیل روشن آگئی ہے اور ہم نے تمہاری طرف ایسی روشنی بھیج دی ہے جو تمہیں صاف صاف راستہ دکھانے والی ہے۔

آیت 28:۔ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا۔ (بنی اسرائیل:۸۲)

ترجمہ ہم اس قرآن کے سلسلۂ تنزیل میں وہ کچھ نازل کر رہے ہیں جو ماننے والوں کے لیے تو شفا اور رحمت ہے، مگر ظالموں کے لیے خسارے کے سوا اور کسی چیز میں اضافہ نہیں کرتا۔

آیت 29:۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ۔ (البقرہ:۲)

ترجمہ یہ اللہ کی کتاب ہے، اس میں کوئی شک نہیں۔ ہدایت ہے اُن پرہیز گار لوگوں کے لیے۔

آیت 30:۔ وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ۔ (الحاقہ:۴۸)

ترجمہ درحقیقت یہ پرہیز گار لوگوں کے لیے ایک نصیحت ہے۔

آیت 31:۔ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ (التکویر:۲۷)

ترجمہ یہ (قرآن) تو سارے جہان والوں کے لیے نصیحت ہے۔

2.10:۔ پہلی آسمانی کتابوں اور قرآن مجید میں فرق

(۱) پہلی آسمانی کتابیں اکٹھی نازل ہوئیں اور قرآن مجید ضرورت کے مطابق تھوڑا تھوڑا تیئس (23) برس میں نازل ہوا۔

آیت 32:۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا۔ (الانسان:۲۳)

ترجمہ اے نبی ﷺ، ہم نے ہی تم پر یہ قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے۔

آیت 33:۔ وَقُرۡاٰنًا فَرَقۡنٰهُ لِتَقۡرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكۡثٍ وَّنَزَّلۡنٰهُ تَنۡزِيۡلًا ۔
(بنی اسرائیل:۱۰۶)

ترجمہ اور اس قرآن کو ہم نے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے تا کہ تم ٹھیر ٹھیر کر اسے لوگوں کو سناؤ، اور اسے ہم نے (موقع موقع سے) بتدریج اتارا ہے۔ (نہایت اہتمام سے اتارا ہے)۔

آیت 34:۔ نَزَّلَ عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَـقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ وَاَنۡزَلَ التَّوۡرٰٮةَ وَالۡاِنۡجِيۡلَ ۔ مِنۡ قَبۡلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنۡزَلَ الۡفُرۡقَانَ ؕ اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمۡ عَذَابٌ شَدِيۡدٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيۡزٌ ذُو انۡتِقَامٍ ۔ (آل عمران: ۳،۴)

ترجمہ اے نبی ﷺ! اس نے تم پر یہ کتاب نازل کی، جو حق لے کر آئی ہے اور ان کتابوں کی تصدیق کر رہی ہے جو پہلے سے آئی ہوئی تھیں۔ اس نے پہلے وہ انسانوں کی ہدایت کے لیے تورات اور انجیل نازل کر چکا ہے۔ اور اس نے وہ کسوٹی اتاری ہے (جو حق اور باطل کا فرق دکھانے والی ہے)۔ اب جو لوگ اللہ کے فرامین کو قبول کرنے سے انکار کریں، ان کو یقیناً سخت سزا ملے گی۔ اللہ بے پناہ طاقت کا مالک ہے اور برائی کا بدلہ دینے والا ہے۔

(۲) پہلی آسمانی کتابیں صرف مضمون کے اعتبار سے معجز تھیں اور قرآن مجید مضمون اور الفاظ دونوں کے اعتبار سے معجز ہے، لہٰذا قرآن مجید کی نظیر نہ مضمون کے اعتبار سے پیش کی جاسکتی ہے اور نہ ہی لفظوں کے اعتبار سے۔

آیت 35:۔ وَاِنۡ كُنۡتُمۡ فِىۡ رَيۡبٍ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلٰى عَبۡدِنَا فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَةٍ مِّنۡ مِّثۡلِهٖ ۖ وَادۡعُوۡا شُهَدَآءَكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ۔ (البقرہ:۲۳)

ترجمہ اور اگر تمہیں اِس امر میں شک ہے کہ یہ کتاب جو ہم نے اپنے بندے پر اُتاری ہے، یہ ہماری ہے یا نہیں، تو اِس کے مانند ایک ہی سورت بنا لاؤ، اپنے سارے ہم نواؤں کو بلا لو، ایک اللہ کو چھوڑ کر باقی جس کی چاہو، مدد لے لو، اگر تم سچے ہو تو یہ کام کر کے دکھاؤ۔

آیت 36:۔ قُلْ لَّئِنِ اجۡتَمَعَتِ الۡاِنۡسُ وَالۡجِنُّ عَلٰٓى اَنۡ يَّاۡتُوۡا بِمِثۡلِ هٰذَا الۡقُرۡاٰنِ لَا

يَأْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا۔ (بنی اسرائیل:۸۸)

ترجمہ کہہ دو اگر انسان اور جن سب کے سب مل کر اُس قرآن جیسی کوئی چیز لانے کی کوشش کریں تو نہ لا سکیں گے، چاہے وہ سب ایک دوسرے کے مددگار ہی کیوں نہ ہوں۔

آیت 37: ـوَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا۔ (الکہف:۵۴)

ترجمہ ہم نے اس قرآن میں لوگوں کو طرح طرح سے سمجھایا مگر انسان بڑا ہی جھگڑالو واقع ہوا ہے۔

آیت 38: ـقُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ۔ (الزمر:۲۸)

ترجمہ ایسا قرآن جو عربی زبان میں ہے، جس میں کوئی ٹیڑھ نہیں ہے، تاکہ یہ برے انجام سے بچیں۔

□ كَوْنُ الْقُرْآنِ مُعْجِزَةً لَيْسَ هُوَ مِنْ جِهَةِ فَصَاحَتِهٖ وَبَلَاغَتِهٖ فَقَطْ، أَوْ نَظْمِهٖ وَأُسْلُوبِهٖ، أَوْ إِخْبَارِهٖ بِالْغَيْبِ وَالْمُغَيَّبَاتِ، وَلَا مِنْ صَرْفِ الدَّوَاعِي وَالْمُعَارَضَاتِ، بَلْ هُوَ آيَةٌ وَمُعْجِزَةٌ ظَاهِرَةٌ، وَدَلَالَةٌ بَاهِرَةٌ وَحُجَّةٌ قَاهِرَةٌ مِنْ وُجُوهٍ مُتَعَدِّدَةٍ مِنْ جِهَةِ اللَّفْظِ وَمِنْ جِهَةِ النَّظْمِ وَمِنْ جِهَةِ الْبَلَاغَةِ فِي دَلَالَةِ اللَّفْظِ عَلَى الْمَعْنٰى، وَمِنْ جِهَةِ مَعَانِيهِ الَّتِي أَمَرَ بِهَا، وَمَعَانِيهِ الَّتِي أَخْبَرَ بِهَا عَنِ اللهِ تَعَالٰى وَأَسْمَائِهٖ وَصِفَاتِهٖ وَمَلَائِكَتِهٖ وَغَيْرِ ذٰلِكَ، وَمِنْ جِهَةِ مَعَانِيهِ الَّتِي أَخْبَرَ بِهَا عَنِ الْغَيْبِ الْمَاضِي، وَالْغَيْبِ الْمُسْتَقْبَلِ۔

(لوامع الأنوار البهية وسواطع الأسرار الأثرية لشرح الدرة المضية في عقد الفرقة المرضية، ج۱ ص۱۷۶)

□ أن القرآن اسم للنظم، والمعنى: جميعاً. والإعجاز حصل بنظمه ومعناه۔ (شرح ملّا علی القاری علی الفقه الأكبر، ص۲۵۴)

(۳) پہلی آسمانی کتابوں کا کوئی ایک حافظ بھی موجود نہیں جبکہ قرآن مجید کے لاکھوں حافظ موجود ہیں اور قیامت تک موجود رہیں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(۴) پہلی آسمانی کتابوں کے احکام یا تو بہت سخت تھے یا بہت نرم، قرآن مجید کے احکام انتہائی

معتدل اور ہر قوم اور ہر زمانے کے مناسب ہیں کہ قیامت تک ان پر عمل ہو سکتا ہے۔

آیت 39:۔ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۡ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ (الاعراف:۱۵۷)

ترجمہ (پس آج یہ رحمت اُن لوگوں کا حصہ ہے) جو اِس پیغمبر، نبی امی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی اختیار کریں جس کا ذکر انہیں اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا ملتا ہے۔ وہ انہیں نیکی کا حکم دیتا ہے، بدی سے روکتا ہے، ان کے لیے پاک چیزیں حلال اور ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے، اور ان پر سے وہ بوجھ اتارتا ہے جو ان پر لدے ہوئے تھے اور وہ بندشیں کھولتا ہے جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے۔ لہٰذا جو لوگ اس پر ایمان لائیں اور اس کی حمایت اور نصرت کریں اور اُس روشنی کی پیروی اختیار کریں، جو اس کے ساتھ نازل کی گئی ہے، وہی فلاح پانے والے ہیں۔

(۵) پہلی آسمانی کتابیں نازل ہی ایک مقررہ زمانے تک کیلئے ہوئی تھیں، اور قرآن مجید قیامت تک کیلئے نازل ہوا ہے، لہٰذا وہ باقی نہ رہیں اور قرآن مجید قیامت تک باقی رہے گا۔

(۶) پہلی آسمانی کتابوں کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے نہیں لیا تھا جبکہ قرآن کریم کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی ہے، اس لئے وہ ختم ہوگئیں اور قرآن کریم باقی ہے اور باقی رہے گا۔

(۷) قرآن مجید عربی زبان میں نازل ہوا ہے اور الفاظ و معانی دونوں کا نام ہے۔ لہٰذا غیر عربی میں اس کی تلاوت کرنا، یا غیر عربی میں نماز میں پڑھنا عربی متن کے بغیر کسی دوسری زبان میں اس کا ترجمہ لکھنا ناجائز ہے۔

وقال: لو قرأ بغير العربية، فأما ان يكون مجنوناً فيُداوىٰ، أو زنديقاً فيقتل، لأن الله تكلم بهذا اللغة۔

(شرح ملّا علی القاری علی الفقه الأكبر، ص ٢٥٤)

- وَحُرْمَةَ كِتَابَةِ الْمُصْحَفِ بِالْفَارِسِيَّةِ وَحُرْمَةَ الْمُدَاوَمَةِ وَالِاعْتِيَادِ عَلَى الْقِرَاءَةِ بِالْفَارِسِيَّةِ النَّظْمُ لَازِمٌ كَالْمَعْنٰى.

(كشف الأسرار شرح أصول البزدوی، ج١ ص ٢٤)

- وحرمة كتابة المصحف بالفارسية وحرمة المداومة والاعتياد على القراءة بالفارسية. (الوجيز فی أصول الفقه الإسلامی، ج١ ص ١٤٧)

- ولو اعتاد القراءة بالفارسية أو أراد أن يكتب المصحف بالفارسية منع من ذلك أشدّ المنع.

(المحيط البرهانی فی الفقه النعمانی فقه الإمام أبی حنيفة رحمه الله ج١ ص ٣٨٠)

- إِنْ اعْتَادَ الْقِرَاءَةَ بِالْفَارِسِيَّةِ أَوْ أَرَادَ أَنْ يَكْتُبَ مُصْحَفًا بِهَا يُمْنَعُ.

(فتح القدير، ج١ ص ٢٨٦)

12 قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کی صفت ہے۔ لہٰذا یہ اللہ تعالیٰ کی دیگر صفات کی طرح قدیم، غیر حادث اور غیر مخلوق ہے۔

الْقُرْآنُ الْعَظِيمُ كَلَامُ اللهِ الْقَدِيمُ.

(لوامع الأنوار البهية وسواطع الأسرار الأثرية لشرح الدرة المضية فی عقد الفرقة المرضية، ج١ ص ١٧٧)

- وقد قال الامام اعظم رحمه الله فی كتابه الوصية: نقر بان القرآن كلام الله تعالى ووحيه وتنزيله وصفته لا هو ولا غيره، بل هو صفته على التحقيق مكتوب فی المصاحب مقروء بالالسن محفوظ فی الصدور غير حالّ فيها ... وكلام الله سبحانه وتعالى غير مخلوق... فمن قال بان كلام الله تعالى مخلوق فهو كافر بالله العظيم.

(شرح ملّا علی القاری علی الفقه الأكبر، ص ٤٨)

2.11:۔قرآن مجید کی موجودہ ترتیب حضور ﷺ کے فرمان اور حکم کے عین مطابق ہے

قرآن مجید کی موجودہ ترتیب اگرچہ ترتیب نزولی کے مطابق نہیں مگر یہ موجودہ ترتیب حضور اکرم ﷺ کے فرمان اور حکم کے عین مطابق ہے۔

علمائے کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ سورتوں کی آیات کی ترتیب سمعی اور توقیفی ہے۔ کسی اجتہاد کو اس میں دخل نہیں ہے۔ قرآن کریم کی سورتوں کے بارے میں راجح یہ ہے کہ ان کی ترتیب بھی توقیفی ہے۔ ہم اس میں رائے نہیں دے سکتے۔ جمہور کی یہی رائے ہے۔

آیت 40:۔لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ. اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ. فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ. ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ. (القیامۃ:۱۶ تا ۱۹)

ترجمہ اے نبی ﷺ! اس وحی کو جلدی جلدی یاد کرنے کے لیے اپنی زبان کو حرکت نہ دو! اس کو یاد کرا دینا اور پڑھوا دینا ہمارے ذمہ ہے، لہٰذا جب ہم اِسے پڑھ رہے ہوں اُس وقت تم اِس کی قراءت کو غور سے سنتے رہو، پھر اس کا مطلب سمجھا دینا بھی ہمارے ہی ذمہ ہے۔

2.12:۔قرآن مجید بطریق تواتر منقول ہے

قرآن مجید زمانِ نزول سے لے کر اب تک بطریق تواتر منقول ہے اور قیامت تک اسی نقل تواتر کے ساتھ موجود رہے گا۔

أَمَّا الْكِتَابُ فَالْقُرْآنُ الْمُنَزَّلُ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ الْمَكْتُوْبُ فِي الْمَصَاحِفِ الْمَنْقُوْلُ عَنِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ نَقْلًا مُتَوَاتِرًا بِلَا شُبْهَةٍ.

(كشف الأسرار شرح أصول البزدوي، ج۱ ص۲۱، ۲۲)

ترجمہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جو جناب رسول اللہ ﷺ پر اتاری گئی، مصاحف میں لکھی گئی ہے جو نبی اکرم ﷺ سے بغیر کسی شک وشبہ کے تواتر کے ساتھ منقول ہے۔

2.13:۔قرآن مجید حضور ﷺ کا سب سے بڑا معجزہ ہے

قرآن مجید حضور اکرم ﷺ کا سب معجزات سے بڑا، عظیم الشان اور دائمی معجزہ اور مذہب اسلام کی حقانیت کی ایک بہت بڑی دلیل ہے۔

آیت 41:۔ وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلَى عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِنْ مِثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ○ (البقرۃ: ۲۳)

ترجمہ اور اگر تمھیں اِس امر میں شک ہے کہ یہ کتاب جو ہم نے اپنے بندے پر اُتاری ہے، یہ ہماری ہے یا نہیں، تو اِس کے مانند ایک ہی سورت بنا لاؤ، اپنے سارے ہم نواؤں کو بلا لو، ایک اللہ کو چھوڑ کر باقی جس کی چاہو، مدد لے لو، اگر تم سچے ہو تو یہ کام کر کے دکھاؤ۔

آیت 42:۔ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِثْلِهِ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ○ (یونس: ۳۸)

ترجمہ کیا یہ لوگ کہتے ہیں: ''پیغمبر ﷺ نے اسے خود تصنیف کر لیا ہے؟''۔ کہو: ''اگر تم اپنے اس الزام میں سچے ہو تو ایک سورۃ اس جیسی تصنیف کر لاؤ اور ایک خدا کو چھوڑ کر جس جس کو بلا سکتے ہو مدد کے لیے بلا لو''۔

- "كَلَامُ اللهِ" الْمُنَزَّلُ عَلَى النَّبِيِّ الْمُرْسَلِ، "مُعْجِزُ الْوَرَىٰ" كَفَتَى: الْخَلْقِ جَمِيعِهِمْ إِنْسِهِمْ وَجِنِّهِمْ، وَأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ فَهُوَ مُعْجِزٌ بِنَفْسِهِ لَيْسَ فِي وُسْعِ الْبَشَرِ الْإِتْيَانُ بِسُورَةٍ مِنْ مِثْلِهِ.

(لوامع الأنوار البهية وسواطع الأسرار الأثرية ج ۲ ص ۲۹۱)

ترجمہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے گئے نبی حضرت محمد ﷺ پر نازل کیا گیا ہے۔ جس کی مثل لانے سے تمام مخلوق: اگلے پچھلے سارے انسان اور جن عاجز ہیں، یہ ایک معجزہ ہے۔ کسی انسان میں طاقت نہیں ہے کہ اس جیسی ایک سورت ہی لے آئے۔

باب 3

نبوت ورسالت

چوتھی چیز جس کا تذکرہ آپ ﷺ نے حدیث جبریل علیہ السلام میں فرمایا، وہ اللہ تعالیٰ کے رسولوں پر ایمان لانا ہے۔

3.1:۔ نبی اور رسول کی تعریف

1 نبی اور رسول خدا کی ان برگزیدہ ہستیوں کو کہا جاتا ہے، جنہیں اللہ تعالیٰ لوگوں کی ہدایت کے لیے مبعوث فرماتے ہیں، ہر نبی اور رسول پر ایمان لانا ضروری ہے۔

آیت 1: ۔قُولُوٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۡ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ۔ (البقرہ:۱۳۶)

ترجمہ مسلمانو! کہو کہ: ”ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس ہدایت پر جو ہماری طرف نازل ہوئی ہے اور جو ابراہیم علیہ السلام، اسمٰعیل علیہ السلام، اسحاق علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام اور اولادِ یعقوبؑ کی طرف نازل ہوئی تھی اور جو موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام اور دوسرے تمام پیغمبروں کو ان کے ربّ کی طرف سے دی گئی تھی۔ ہم اُن کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے مسلم ہیں“۔

- النبي انسان بعثه الله لتبليغ ما اوحي اليه، و كذا الرسول.

(شرح المقاصد: ج ۳ ص ۲۶۸)

- وأمّا في الشرع فقال أهل الحقّ من الأشاعرة هو من قال الله تعالى له

ممن اصطفاه من عباده أو أرسلناك إلى قوم كذا أو إلى الناس جميعا أو بلّغهم عني ونحوه من الألفاظ الدالة على هذا المعنى كبعثتك و نبئهم. (موسوعة كشاف اصطلاحات الفنون والعلوم. ج ٢ ص ١٦٨١)

□ اَلنَّبِيُّ إِنْسَانٌ بَعَثَهُ اللهُ لِتَبْلِيْغِ مَا أُوْحِيَ إِلَيْهِ.

(المسايرة في العقائد المنجية في الآخرة. ص ٢٠٧. المؤلف: كمال الدين محمد بن عبد الواحد السيواسي المعروف بابن الهمام (المتوفى: ٨٦١ھ)

ترجمہ نبی وہ انسان اور بشر ہوتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کی تبلیغ کے لیے مبعوث فرمایا ہے جو اس کی طرف وحی کی گئی ہیں۔

□ اِعْلَمْ أَنَّ الْإِيْمَانَ بِاللهِ تَعَالٰى وَمَلَائِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ مِمَّا اتَّفَقَتْ عَلٰى وُجُوْبِهٖ جَمِيْعُ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ مِنْ لَدُنْ صَفِيِّ اللهِ أَبِي الْبَشَرِ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلٰى خَاتَمِهِمْ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ، فَيَجِبُ الْإِيْمَانُ بِجَمِيْعِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَتَصْدِيْقِهِمْ فِيْ كُلِّ مَا أَخْبَرُوْا بِهٖ مِنَ الْغَيْبِ، وَطَاعَتِهِمْ فِيْ كُلِّ مَا أَمَرُوْا بِهٖ وَنَهَوْا عَنْهُ. وَلِهٰذَا أَوْجَبَ سُبْحَانَهُ الْإِيْمَانَ بِكُلِّ مَا أَتَوْا بِهٖ، وَلَمْ يُوْجِبْهُ بِمَا أَتٰى بِهٖ غَيْرُهُمْ.

(لوامع الأنوار البهية وسواطع الأسرار الأثرية لشرح الدرة المضية في عقد الفرقة المرضية. ج ٢ ص ٢٦٣)

ترجمہ اس بات کو جاننا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور رسولوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔ ان سب نبیوں اور رسولوں علیہم السلام پر ایمان لانا ضروری ہے جن کا سلسلہ پہلے پیغمبر صفی اللہ، ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک ہے۔ پس تمام انبیاء اور رسل علیہم السلام پر ایمان لانا ضروری ہے، اور ان سب کی تصدیق کرنا ہے جس پیغامِ خداوندی کو انھوں نے پہنچایا ہے، ان کی احکام الٰہیہ میں اطاعت کرنا ہے، چاہے وہ اوامر ہوں، یا نواہی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے لائے ہوئے احکام پر ایمان کو ضروری قرار دیا ہے، اور ان کے علاوہ احکام کو ماننا ضروری قرار نہیں دیا ہے۔

3.2:۔ نبی اور رسول میں فرق

نبی اللہ تعالی کی طرف سے بھیجے ہوئے اس انسان کو کہا جاتا ہے، جس پر وحی الٰہی نازل ہوتی ہو، اور وہ اللہ تعالی کی طرف سے تبلیغِ احکام اور ہدایتِ خلق کیلئے مامور ہو، صاحب کتاب ہو یا نہ ہو۔

رسول نبی سے شان میں بڑھ کر ہوتا ہے جس نبی کو کوئی خصوصی امتیاز حاصل ہو، وہ رسول کہلاتا ہے، مثلاً نبی اگر صاحب کتاب ہو تو رسول کہلائے گا، یا جو اصلاح ناس کے لئے مبعوث ہو، وہ نبی ہوتا ہے، اور جو مقابلہ اعداء کیلئے مبعوث ہو وہ رسول ہوتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہر رسول نبی ہوتا ہے اور ہر نبی کا رسول ہونا ضروری نہیں۔

وَقَدْ ذَكَرُوا فُرُوقًا بَيْنَ النَّبِيِّ وَالرَّسُولِ، وَأَحْسَنُهَا: أَنَّ مَنْ نَبَّأَهُ اللهُ بِخَبَرِ السَّمَاءِ، إِنْ أَمَرَهُ أَنْ يُبَلِّغَ غَيْرَهُ، فَهُوَ نَبِيٌّ رَسُولٌ، وَإِنْ لَمْ يَأْمُرْهُ أَنْ يُبَلِّغَ غَيْرَهُ، فَهُوَ نَبِيٌّ وَلَيْسَ بِرَسُولٍ، فَالرَّسُولُ أَخَصُّ مِنَ النَّبِيِّ، فَكُلُّ رَسُولٍ نَبِيٌّ، وَلَيْسَ كُلُّ نَبِيٍّ رَسُولًا، وَلٰكِنَّ الرِّسَالَةَ أَعَمُّ مِنْ جِهَةِ نَفْسِهَا، فَالنُّبُوَّةُ جُزْءٌ مِنَ الرِّسَالَةِ، إِذِ الرِّسَالَةُ تَتَنَاوَلُ النُّبُوَّةَ وَغَيْرَهَا، بِخِلَافِ الرُّسُلِ، فَإِنَّهُمْ لَا يَتَنَاوَلُونَ الْأَنْبِيَاءَ وَغَيْرَهُمْ، بَلِ الْأَمْرُ بِالْعَكْسِ، فَالرِّسَالَةُ أَعَمُّ مِنْ جِهَةِ نَفْسِهَا، وَأَخَصُّ مِنْ جِهَةِ أَهْلِهَا.

(شرح العقيدة الطحاوية لإبن العز، ص ۱۵۸)

☐ والرسول انسان بعثه الله تعالى الى الخلق لتبليغ الاحكام۔

(خیالی علی شرح عقائد، ص ۴۰۔ المؤلف: عبد الحکیم بن شمس الدین سیالکوٹی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۰۶۷ھ)۔ الناشر: مکتبہ علوم اسلامیہ، محلہ جنگی، پشاور)

3.3:۔ انبیاء اور رسل علیہم السلام کی تعداد

نبی زیادہ مبعوث ہوئے اور رسول کم۔ ایک روایت کے مطابق انبیاء کرام علیہم السلام کی تعداد ایک لاکھ سے زائد ہے اور رُسل کی تعداد تین سو پندرہ، یا کم و بیش ہے۔

حدیث 1: حَدَّثَنَا أَبُو الْمُغِيرَةِ، حَدَّثَنَا مُعَانُ بْنُ رِفَاعَةَ، حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ يَزِيدَ عَنِ الْقَاسِمِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ ... (عن أبي ذر) قَالَ: قُلْتُ: "يَا نَبِيَّ اللهِ! فَأَيُّ الْأَنْبِيَاءِ كَانَ أَوَّلَ؟"۔ قَالَ: "آدَمُ"۔ قَالَ: قُلْتُ: "يَا نَبِيَّ اللهِ! أَوَ نَبِيٌّ كَانَ آدَمُ"۔ قَالَ: "نَعَمْ، نَبِيٌّ مُكَلَّمٌ خَلَقَهُ اللهُ بِيَدِهِ، ثُمَّ نَفَخَ فِيهِ رُوحَهُ، ثُمَّ قَالَ لَهُ: يَا آدَمُ! قُبُلًا"۔ قَالَ: قُلْتُ: "يَا رَسُولَ اللهِ! كَمْ وَفَّى عِدَّةُ الْأَنْبِيَاءِ؟"۔ قَالَ: "مِائَةُ أَلْفٍ وَأَرْبَعَةٌ وَعِشْرُونَ أَلْفًا الرُّسُلُ مِنْ ذٰلِكَ ثَلَاثُ مِائَةٍ وَخَمْسَةَ عَشَرَ جَمًّا غَفِيرًا"۔

(مسند أحمد رقم 22288؛ معجم کبیر طبرانی رقم 7871؛ صحیح ابن حبان رقم 361؛ مستدرک حاکم رقم 4166؛ حلية الأولياء وطبقات الأصفياء ج۱ ص۱۶۷؛ کتاب الأربعون حديثا (الآجُرِّيُّ) رقم 44؛ قال الهيثمي: رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ وَقَالَ: كَمْ عَدَدُ الْأَنْبِيَاءِ؟ قَالَ: "مِائَةُ أَلْفٍ وَأَرْبَعَةٌ وَعِشْرُونَ أَلْفًا"۔ وَمَدَارُهُ عَلَى عَلِيِّ بْنِ يَزِيدَ وَهُوَ ضَعِيفٌ.: مجمع الزوائد رقم 725؛ وَوَقَعَ فِي ذكر عدد الْأَنْبِيَاء حَدِيث أَبِي ذَرٍّ مَرْفُوعًا أَنَّهُمْ مِائَةُ أَلْفٍ وَأَرْبَعَةٌ وَعِشْرُونَ أَلْفًا الرُّسُلُ مِنْهُمْ ثَلَاثُمِائَةٍ وَثَلَاثَةَ عَشَرَ صَحَّحَهُ بن حبَان: فتح الباری ج۶ ص۳۶۱؛ وجملة القول: إن عدد الرسل المذكورين فى حديث الترجمة صحيح لذاته، وأن عدد الأنبياء المذكورين فى أحد طرقه، وفى حديث أبي ذر من ثلاث طرق، فهو صحيح لغيره: الصَّحِيحَة: 2668؛ النبراس شرح: شرح العقائد النسفية، ص ۴۵۲؛ لوامع الأنوار البهية وسواطع الأسرار الأثرية لشرح الدرة المضية فى عقد الفرقة المرضية، ج۲ ص ۲۴۵، ۲۴۶؛ روح البيان، ج۲ ص ۳۲۳؛ ج۶ ص ۴۹؛ ج۸ ص ۲۱۵)

وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ: قُلْتُ: "يَا رَسُولَ اللهِ! أَيُّ الْأَنْبِيَاءِ كَانَ أَوَّلَ؟"۔ قَالَ: "آدَمُ"۔ قُلْتُ: "يَا رَسُولَ اللهِ! وَنَبِيٌّ كَانَ؟"۔ قَالَ: "نَعَمْ، نَبِيٌّ مُكَلَّمٌ"۔ قُلْتُ: "يَا رَسُولَ اللهِ! كم الْمُرْسَلُونَ؟"۔ قَالَ: "ثَلَاثُمِائَة وبضع عشر جماً غفيراً"۔

وَفِي رِوَايَةٍ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ أَبُو ذَرٍّ: قُلْتُ: "يَا رَسُولَ اللهِ! كَمْ وَفَاءُ عِدَّةِ الْأَنْبِيَاءِ؟"۔ قَالَ: "مِائَةُ أَلْفٍ وَأَرْبَعَةٌ وَعِشْرُونَ أَلْفًا، الرُّسُلُ مِنْ ذٰلِكَ

ثَلَاثُمِائَةٍ وَخَمْسَةَ عَشَرَ جَمًّا غَفِيرًا". أَحْمد.

(صحیح: مشکوۃ رقم 5737؛ الصحیحۃ رقم 2668؛ ہدایۃ الرواۃ: 5669)

ترجمہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! سب سے پہلا نبی کون تھا؟''۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''حضرت آدم علیہ السلام''۔ میں نے عرض کیا: ''وہ نبی تھے؟''۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ہاں، وہ نبی تھے، ان سے کلام کیا گیا تھا''۔ میں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! رسول علیہم السلام کتنے ہیں؟''۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تین سو پندرہ (315)، وہ بہت بڑی جماعت ہیں۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! انبیاء کرام علیہم السلام کی پوری تعداد کتنی ہے؟''۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ایک لاکھ چوبیس ہزار (1,24,000)، ان میں سے رسولوں علیہم السلام کی ایک بڑی جماعت تین سو پندرہ (315) ہے۔

3.4:۔ تمام انبیاء اور رسل علیہم السلام کا دین ایک اور شرائع الگ الگ ہیں

تمام انبیاء ورسل علیہم السلام کا دین یعنی اصولی عقائد ایک ہیں اور شریعتیں یعنی فروعی احکام جُدا جدا ہیں۔

آیت 2:۔ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ۭ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ۭ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ۭ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ. (المائدہ:۴۸)

ترجمہ پھر اے نبی ﷺ! ہم نے تمہاری طرف یہ کتاب بھیجی، جو حق لے کر آئی ہے اور الکتاب میں سے جو کچھ اس کے آگے موجود ہے، اُس کی تصدیق کرنے والی اور اُس کی محافظ و نگہبان ہے۔ لہٰذا تم اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کرو اور جو حق تمہارے پاس آیا ہے اُس سے منہ موڑ کر ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرو۔ ہم نے تم (انسانوں) میں سے ہر ایک کے لیے ایک شریعت اور ایک راہِ عمل مقرر کی۔ اگر تمہارا اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک امت بھی بنا سکتا تھا، لیکن اس نے یہ اس لیے کیا کہ جو کچھ اُس نے تم لوگوں کو دیا ہے، اس میں تمہاری آزمائش کرے۔ لہٰذا بھلائیوں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرو۔ آخر کار تم سب کو اللہ کی طرف پلٹ کر جانا ہے، پھر وہ تمہیں اصل حقیقت بتا دے گا جس میں تم اختلاف کرتے رہے ہو۔

آیت 3: شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۭ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ۭ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ۔ (الشوریٰ: ۱۳)

ترجمہ اُس نے تمہارے لیے، دین کا وہی طریقہ مقرر کیا ہے، جس کا حکم اس نے نوح علیہ السلام کو دیا تھا، اور جسے (اے محمد ﷺ!) اب تمہاری طرف، ہم نے وحی کے ذریعہ سے بھیجا ہے، اور جس کی ہدایت ہم ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کو دے چکے ہیں، اس تاکید کے ساتھ کہ قائم کرو اس دین کو اور اس میں متفرق نہ ہو جاؤ یہی بات ان مشرکین کو سخت ناگوار ہوئی ہے جس کی طرف (اے محمد ﷺ!) تم انہیں دعوت دے رہے ہو۔ اللہ جسے چاہتا ہے اپنا کر لیتا ہے، وہ اپنی طرف آنے کا راستہ اسی کو دکھاتا ہے، جو اُس کی طرف رجوع کرے۔

آیت 4: وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ۔ (الزخرف: ۴۵)

ترجمہ اور عنقریب تم لوگوں کو اس کی جواب دہی کرنی ہوگی تم سے پہلے ہم نے جتنے رسول

بھیجے تھے اُن سب سے پوچھ دیکھو، کیا ہم نے خدائے رحمٰن کے سوا کچھ دوسرے معبود بھی مقرر کیے تھے کہ اُن کی بندگی کی جائے؟

فمعنى الآية شرعنا لكم مما شرعنا للأنبياء، دينا واحدا في الأصول وهي التوحيد والصلاة والزكاة والصيام والحج والتقرب بصالح الأعمال والصدق والوفاء بالعهد وأداء الأمانة وصلة الرحم وتحريم الكبر والزنا والإيذاء للخلق والاعتداء على الحيوان واقتحام الدناءات وما يعود بخرم المروءات. فهذا كله مشروع. دينا واحدا وملة متحدة لم يختلف على ألسنة الأنبياء وإن اختلفت أعدادهم ..... وبالجملة لا شك في اختلاف الأديان في الفروع، نعم لا يبعد اتفاقها فيما هو من مكارم الأخلاق واجتناب الرذائل.

(روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی ج ۱۳ ص ۲۳)

3.5:۔ ہر نبی اپنے مقصد نبوت میں کامیاب ہے

ہر نبی اپنے مقصد نبوت اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ ذمہ داری نبھانے میں کامیاب اور سرخرو ہوا ہے، اگر کسی نبی پر کوئی ایک شخص بھی ایمان نہیں لایا، پھر بھی وہ نبی کامیاب اور سرخرو ہے۔

آیت 5:۔فَذَكِّرْ ۗ إِنَّمَآ أَنتَ مُذَكِّرٌ ۔ لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ ۔ إِلَّا مَن تَوَلَّىٰ وَكَفَرَ ۔ فَيُعَذِّبُهُ ٱللَّهُ ٱلْعَذَابَ ٱلْأَكْبَرَ ۔ (الغاشیة: ۲۱ تا ۲۴)

ترجمہ اچھا تو (اے نبی ﷺ) نصیحت کیے جاؤ! تم بس نصیحت ہی کرنے والے ہو، کچھ ان پر جبر کرنے والے نہیں ہو۔ (داروغہ نہیں ہیں)۔ البتہ جو شخص منہ موڑے گا اور انکار کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو بھاری سزا دے گا۔

آیت 6:۔وَقَالَ ٱلَّذِينَ أَشْرَكُوا۟ لَوْ شَآءَ ٱللَّهُ مَا عَبَدْنَا مِن دُونِهِۦ مِن شَىْءٍ نَّحْنُ وَلَآ ءَابَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِن دُونِهِۦ مِن شَىْءٍ ۚ كَذَٰلِكَ فَعَلَ ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى ٱلرُّسُلِ إِلَّا ٱلْبَلَٰغُ ٱلْمُبِينُ ۔ (النحل: ۳۵)

ترجمہ یہ مشرکین کہتے ہیں ’’اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم اور نہ ہمارے باپ دادا اس کے سوا کسی اور کی عبادت کرتے اور نہ اس کے حکم کے بغیر کسی چیز کو حرام ٹھہراتے۔‘‘ ایسے ہی بہانے ان سے پہلے کے لوگ بھی بناتے رہے ہیں تو کیا رسولوں پر صاف صاف بات پہنچا دینے کے سوا اور بھی کوئی ذمہ داری ہے؟

آیت 7:۔ وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ. (الزخرف:۴۵)

ترجمہ اور عنقریب تم لوگوں کو اس کی جواب دہی کرنی ہوگی تم سے پہلے ہم نے جتنے رسول بھیجے تھے اُن سب سے پوچھ دیکھو، کیا ہم نے خدائے رحمٰن کے سوا کچھ دوسرے معبود بھی مقرر کیے تھے کہ اُن کی بندگی کی جائے؟

ما يتعلق بالتبليغ فقد أجمعت الأمة على كونهم معصومين عن الكذب مواظبين على التبليغ والتحريض. وإلا لارتفع الوثوق بالأداء واتفقوا على أن ذلك لا يجوز وقوعه منهم عمدا ولا سهوا.

(تفسیر خازن=لباب التأویل فی معانی التنزیل، ج ۳ ص ۲۱۶)

3.6:۔ تمام انبیاء اور رسل علیہم السلام پر ایمان لانا ضروری ہے

نبی اور رسول جتنے بھی مبعوث ہوئے سب پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اگر کسی ایک نبی یا رسول کو جھٹلا دیا، اور باقیوں پر ایمان لایا تو بھی ایمان ختم ہوگیا۔

آیت 8:۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا. اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا.

(النساء: ۱۵۰، ۱۵۱)

ترجمہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں سے کفر کرتے ہیں، اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق کریں، اور کہتے ہیں کہ ہم کسی کو مانیں گے اور کسی کو نہ مانیں گے، اور کفر و ایمان کے بیچ میں ایک راہ نکالنے کا ارادہ رکھتے ہیں، وہ سب پکے

کافر ہیں اور ایسے کافروں کے لیے ہم نے وہ سزا مہیا کر رکھی ہے جو انہیں ذلیل وخوار کر دینے والی ہوگی۔

فَيَجِبُ الْإِيمَانُ بِجَمِيعِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ وَتَصْدِيقِهِمْ فِي كُلِّ مَا أَخْبَرُوا بِهِ مِنَ الْغَيْبِ، وَطَاعَتِهِمْ فِي كُلِّ مَا أَمَرُوا بِهِ وَنَهَوْا عَنْهُ، وَلِهٰذَا أَوْجَبَ سُبْحَانَهُ الْإِيمَانَ بِكُلِّ مَا أَتَوْا بِهِ، وَلَمْ يُوجِبْهُ بِمَا أَتَى بِهِ.

(لوامع الأنوار البهية وسواطع الأسرار الأثرية لشرح الدرة المضية فى عقد الفرقة المرضية، ج ۲ ص ۲۶۳)

3.7:۔ نبی اور رسول کے علوم اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں

نبی دنیا میں کسی سے پڑھنا لکھنا نہیں سیکھتا، اسے براہ راست اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے علوم عطا کیے جاتے ہیں، اسی بناء پر وہ اپنے زمانے میں اور اپنی قوم میں سب سے زیادہ علم والا ہوتا ہے۔

آیت 9:۔ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ (الاعراف:۱۵۷)

ترجمہ (پس آج یہ رحمت اُن لوگوں کا حصہ ہے) جو اِس پیغمبر، نبی امی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی اختیار کریں جس کا ذکر انہیں اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا ملتا ہے۔ وہ انہیں نیکی کا حکم دیتا ہے، بدی سے روکتا ہے، ان کے لیے پاک چیزیں حلال اور ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے، اور ان پر سے وہ بوجھ اتارتا ہے جو ان پر لدے ہوئے تھے اور وہ بندشیں کھولتا ہے جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے۔ لہٰذا جو لوگ اس پر ایمان لائیں اور اس کی حمایت اور نصرت کریں اور اُس روشنی کی پیروی اختیار کریں، جو اس کے ساتھ نازل کی گئی ہے، وہی فلاح پانے والے ہیں۔

آیت10:۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى. اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى. عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى.
(النجم: ۳ تا ۵)

ترجمہ وہ اپنی خواہشِ نفس سے نہیں بولتا، یہ تو ایک وحی ہے جو اس پر نازل کی جاتی ہے۔ اُسے زبردست قوت والے (فرشتے جبرائیل علیہ السلام) نے تعلیم دی ہے۔

آیت11:۔ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا. (النساء: ۱۱۳)

ترجمہ اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت نازل کی ہے اور تم کو وہ کچھ بتایا ہے جو تمہیں معلوم نہ تھا، اور اس کا فضل تم پر بہت ہے۔

3.8:۔ نبی اور رسول منصبِ نبوت ورسالت سے کبھی معزول نہیں ہوتا

نبی اور رسول منصبِ نبوت ورسالت سے کبھی معزول نہیں کیے جاتے، ان کی پیدائش بحیثیت نبی ہوتی ہے، نبی وفات کے بعد بھی نبی ہوتا ہے، اللہ تعالی اپنے علم محیط کی بناء پر کسی ایسے شخص کو مقام نبوت سے سرفراز نہیں فرماتے جسے آئندہ معزول کرنا پڑے۔

وقال اهل السنة والجماعة: ان الانبياء صلوات الله عليهم قبل الوحي كانوا انبياء معصومين واجب العصمة. والرسول قبل الوحي كان رسولا نبيا، وكذلك بعد الوفات. والدليل عليه قوله سبحانه وتعالى خبر عن عيسى بن مريم صلوات الله عليه تصديقا له حيث كان في المهد صبيا قال: "انى عبدالله اتانى الكتب، وجعلنى نبيا". ومعلوم ان الوحي لايكون للصبيان والاطفال والكتاب. لايكون الا لنبي مرسل. وهذا نص من غير تاويل ولاتعريض. ومن انكر ذلك فانه يصير كافراً۔ (التمہید، ابی شکور سالمی: ۷۳)

3.9:۔ قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام کے اسماء مبارکہ

قرآن مجید میں پچیس انبیاء کرام علیہم السلام کے نام آئے ہیں۔ ان میں اٹھارہ (۱۸) انبیاء کرام علیہم السلام کے اسماء مبارکہ ایک ہی جگہ آئے ہیں۔

آیت 12:۔ وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ○ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ○ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ؕ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ○ وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ (الانعام: ۸۳ تا ۸۸)

ترجمہ: یہ تھی ہماری وہ حجت جو ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو اس کی قوم کے مقابلہ میں عطا کی۔ ہم جسے چاہتے ہیں بلند مرتبے عطا کرتے ہیں۔ حق یہ ہے کہ تمہارا ربّ نہایت دانا اور علیم ہے۔ پھر ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام جیسی اولاد دی اور ہر ایک کو راہِ راست دکھائی (وہی راہِ راست جو) اس سے پہلے نوح علیہ السلام کو دکھائی تھی۔ اور اُسی کی نسل سے ہم نے داؤد علیہ السلام، سلیمان علیہ السلام، ایوب علیہ السلام، یوسف علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو (ہدایت بخشی)۔ اس طرح ہم نیکوکاروں کو ان کی نیکی کا بدلہ دیتے ہیں۔ (اُسی کی اولاد سے) زکریا علیہ السلام، یحییٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام اور الیاس علیہ السلام کو (راہ یاب کیا)، ہر ایک ان میں سے صالح تھا۔ (اسی کے خاندان سے) اسماعیل علیہ السلام، الیسع علیہ السلام اور یونس علیہ السلام اور لوط علیہ السلام کو (راستہ دکھایا)۔ اِن میں سے ہر ایک کو ہم نے تمام دُنیا والوں پر فضیلت عطا کی۔ نیز ان کے آباؤاجداد اور ان کی اولاد اور ان کے بھائی بندوں میں سے بہتوں کو ہم نے نوازا، انہیں اپنی خدمت کے لیے چن لیا اور سیدھے راستے کی طرف ان کی رہنمائی کی۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے جس کے

ساتھ وہ اپنے بندوں میں سے جس کی چاہتا ہے رہنمائی کرتا ہے۔ لیکن اگر کہیں ان لوگوں نے شرک کیا ہوتا، تو ان کا سب کیا کرایا غارت ہو جاتا۔

3.10:۔ نبی کی حیثیت اور مقامِ نبوت

قرآن مجید میں جس طرح انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانے اور ان کی اطاعت و پیروی کرنے کی دعوت دیتا ہے، اسی طرح وہ اس پر بھی زور دیتا ہے کہ ان کی حیثیت و مقام اور ان کے کام کو صحیح طور پر جانا جائے اور ان کے بارے میں افراط و تفریط سے بچا جائے۔

3.10.1:۔ تفریط اور بے ادبی کی گمراہی

انبیاء علیہم السلام کی شان میں سب سے بڑی تفریط اور بے ادبی یہ ہے کہ ان کی پیغمبرانہ حیثیت کا انکار اور ان کی تکذیب کی جائے اور جو ہدایت و تعلیم اور جو احکام وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لاتے ہیں، ان کو تسلیم ہی نہ کیا جائے۔ قرآن مجید فرماتا ہے کہ یہ بھی اسی طرح کفر ہے جس طرح اللہ کا انکار کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے منکرین کی طرح اس جرم کے مجرمین بھی اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور بخشش سے قطعی محروم رہنے والے ہیں۔

آیت 13:۔ اِنَّ الَّذِیۡنَ یَکۡفُرُوۡنَ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یُّفَرِّقُوۡا بَیۡنَ اللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیَقُوۡلُوۡنَ نُؤۡمِنُ بِبَعۡضٍ وَّنَکۡفُرُ بِبَعۡضٍ ۙ وَّیُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یَّتَّخِذُوۡا بَیۡنَ ذٰلِکَ سَبِیۡلًا ۝ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡکٰفِرُوۡنَ حَقًّا ۚ وَاَعۡتَدۡنَا لِلۡکٰفِرِیۡنَ عَذَابًا مُّہِیۡنًا ۝ (النساء: ۱۵۰، ۱۵۱)

ترجمہ: جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں سے کفر کرتے ہیں، اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق کریں، اور کہتے ہیں کہ ہم کسی کو مانیں گے اور کسی کو نہ مانیں گے، اور کفر و ایمان کے بیچ میں ایک راہ نکالنے کا ارادہ رکھتے ہیں، وہ سب پکے کافر ہیں اور ایسے کافروں کے لیے ہم نے وہ سزا مہیا کر رکھی ہے جو انہیں ذلیل و خوار کر دینے والی ہوگی۔

سورت اعراف میں ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام کے اس دنیا میں آنے کے بعد جب انسانی تاریخ کا یہاں آغاز ہوا، تو اس وقت پوری نسلِ آدم کے لیے جو چند اصولی اور بنیادی ہدایتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی تھیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی تھی:

آیت 14:۔ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○

(الاعراف:۳۵،۳۶)

ترجمہ (اور یہ بات اللہ نے آغازِ تخلیق ہی میں صاف فرما دی تھی کہ) اے بنی آدم! یاد رکھو، اگر تمہارے پاس خود تم ہی میں سے ایسے رسول آئیں، جو تمہیں میری آیات سنا رہے ہوں، تو جو کوئی نافرمانی سے بچے گا اور اپنے رویّہ کی اصلاح کر لے گا، اس کے لیے کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں ہے، اور جو لوگ ہماری آیات کو جھٹلائیں گے اور اُن کے مقابلہ میں سرکشی برتیں گے وہی اہلِ دوزخ ہوں گے جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

☐ چند ہی آیات کے بعد انبیاء علیہم السلام اور ان کی لائی ہوئی تعلیم کے ان ہی مکذبین ومنکرین کے بارے میں پھر فرمایا گیا ہے:

آیت 15:۔ اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَاۗءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ ○ (الاعراف:۴۰)

ترجمہ یقین جانو، جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا ہے اور ان کے مقابلہ میں سرکشی کی ہے ان کے لیے آسمان کے دروازے ہرگز نہ کھولے جائیں گے۔ اُن کا جنت میں جانا اتنا ہی ناممکن ہے جتنا سوئی کے ناکے سے اُونٹ کا گزرنا۔ مجرموں کو ہمارے ہاں ایسا ہی بدلہ ملا کرتا ہے۔

☐ مطلب یہ ہے کہ جس طرح سوئی کے ناکہ میں سے اونٹ کا گزرنا ناممکن ہے، اسی طرح اللہ کی آیات کے مکذبین ومنکرین کا جنت میں جانا ناممکن ہے۔

□ ان کے برخلاف جو لوگ انبیاء علیہم السلام پر ایمان لائیں اور ان کی ہدایت و تعلیم کی پیروی کر کے نیک عملی کی زندگی گزاریں۔ ان کے متعلق اس آیت کے متصل ہی فرمایا گیا ہے:

آیت 16: ۔وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ ۫ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ (الاعراف:۴۲)

ترجمہ بخلاف اس کے جن لوگوں نے ہماری آیات کو مان لیا ہے اور اچھے کام کیے ہیں۔ اور اس باب میں ہم ہر ایک کو اس کی استطاعت ہی کے مطابق ذمہ دار ٹھہراتے ہیں۔ وہ اہلِ جنت ہیں، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

□ پھر فرمایا گیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانے اور اس کی پیروی کرنے کے طفیل جب یہ بندگانِ خدا جنت میں پہنچ جائیں گے، تو ان کی زبانوں پر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور پیغمبروں کے اعتراف وشکریہ کا یہ نغمہ ہوگا۔

آیت 17: ۔وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۫ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۭ وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ (الاعراف:۴۳)

ترجمہ ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف جو کچھ کدورت ہوگی اسے ہم نکال دیں گے۔ ان کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، اور وہ کہیں گے کہ: ”تعریف اللہ ہی کے لیے جس نے ہمیں یہ راستہ دکھایا، ہم خود راہ نہ پا سکتے تھے اگر اللہ ہماری رہنمائی نہ کرتا، ہمارے ربّ کے بھیجے ہوئے رسول واقعی حق ہی لے کر آئے تھے“۔ اُس وقت ندا آئے گی کہ: ”یہ جنت جس کے تم وارث بنائے گئے ہو تمہیں ان اعمال کے بدلے میں ملی ہے جو تم کرتے رہے تھے“۔

الغرض! قرآن مجید نے ان آیات میں بتلایا کہ انبیاء علیہم السلام کی تکذیب اور ان کی تعلیم کا انکار اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناقابلِ معافی جرم ہے اور جس طرح اللہ کے انکار کی سزا جہنم کا ابدی عذاب ہے، اسی طرح پیغمبروں علیہم السلام کی تکذیب کی سزا بھی اللہ تعالیٰ نے

یہی مقرر کی ہے۔ ایسے لوگ کبھی جنت کی ہوا بھی نہ پا سکیں گے۔

جنت صرف ان ہی کے لیے ہے جو انبیاء علیہم السلام پر ایمان لائیں اور ان کی تعلیم و ہدایت کی روشنی میں اپنی زندگیوں کو سنواریں۔ قرآن مجید کے اسی فیصلہ کا اعلان ایک دوسری جگہ ان الفاظ میں کیا ہے:

آیت 18:۔ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ○ (الانعام: ۴۸، ۴۹)

ترجمہ ہم جو رسول بھیجتے ہیں اسی لیے تو بھیجتے ہیں کہ وہ نیک کردار لوگوں کے لیے خوشخبری دینے والے اور بدکرداروں کے لیے ڈرانے والے ہوں۔ پھر جو لوگ ان کی بات مان لیں اور اپنے طرزِ عمل کی اصلاح کر لیں ان کے لیے کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں ہے۔ اور جو ہماری آیات کو جھٹلائیں وہ اپنی نافرمانیوں کی پاداش میں سزا بھگت کر رہیں گے۔

آیت 19:۔ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ ○ وَثَمُوْدُ وَقَوْمُ لُوْطٍ وَّاَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ ۭ اُولٰٓئِكَ الْاَحْزَابُ ○ اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ○ (ص: ۱۴)

ترجمہ اِن سے پہلے نوح علیہ السلام کی قوم، اور عاد، اور میخوں والا فرعون اور ثمود، اور قومِ لوط (علیہ السلام)، اور ایکہ والے جھٹلا چکے ہیں۔ جتھے وہ تھے۔ (یہ پارٹیاں ہیں) ان میں سے ہر ایک نے رسولوں کو جھٹلایا اور میری عقوبت کا فیصلہ اس پر چسپاں ہو کر رہا۔

اسی طرح سورت الحاقہ میں فرعون اور اس سے پہلے کے بعض منکرین انبیاء کے متعلق فرمایا گیا ہے:

آیت 20:۔ وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ○ فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً ○ (الحاقہ: ۹، ۱۰)

ترجمہ اور اِسی خطائے عظیم کا ارتکاب فرعون اور اُس سے پہلے کے لوگوں نے اور تل پٹ ہو جانے والی بستیوں (اُلٹی ہوئی بستیوں والوں) نے کیا۔ اِن سب نے اپنے ربّ کے

رسول کی بات نہ مانی تو اُس نے اُن کو بڑی سختی کے ساتھ پکڑا۔

- پھر اس سے کم درجہ کی تفریط اور نا قدر شناسی یہ ہے کہ ان کے احکام کی تعمیل میں کوتاہی کی جائے۔ قرآن مجید بتلاتا ہے کہ یہ بھی ایسا جرم ہے کہ اس کے کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کے دردناک عذاب اور اس کی سخت پکڑ سے ڈرنا چاہیے۔

آیت 21:۔ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ (النور: ۶۳)

ترجمہ: رسول ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ڈرنا چاہیے کہ وہ کسی فتنے میں گرفتار نہ ہو جائیں یا ان پر دردناک عذاب نہ آجائے۔

- اسی لیے قرآن مجید میں جگہ جگہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرماں برداری کا حکم بھی ویسے ہی زور کے ساتھ دیا گیا ہے۔

آیت 22:۔ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ○ (آل عمران: ۳۲)

ترجمہ: اُن سے کہو کہ: ''اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت قبول کرو''۔ پھر اگر وہ تمہاری یہ دعوت قبول نہ کریں، تو یقیناً یہ ممکن نہیں ہے کہ اللہ ایسے لوگوں سے محبت کرے، جو اس کی اور اُس کے رسول کی اطاعت سے انکار کرتے ہوں۔

آیت 23:۔ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ○ (آل عمران: ۱۳۲)

ترجمہ: اور اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔ توقع ہے کہ تم پر رحم کیا جائے گا۔

آیت 24:۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ○ (النساء: ۵۹)

ترجمہ: اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول ﷺ کی اور اُن لوگوں کی جو تم میں سے صاحبِ امر ہوں، پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول ﷺ کی طرف پھیر دو اگر تم واقعی اللہ اور روزِ آخر پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی ایک صحیح طریق کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر

ہے۔

آیت 25:۔ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ○ (المائدہ:۹۲)

ترجمہ: اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مانو اور باز آجاؤ، لیکن اگر تم نے حکم عدولی کی تو جان لو کو ہمارے رسول پر بس صاف صاف حکم پہنچا دینے کی ذمہ داری تھی۔

آیت 26:۔ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ (الانفال:۱)

ترجمہ: اور اللہ اور اُس کے رسول ؐ کی اطاعت کرو اگر تم مومن ہو۔

آیت 27:۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ○ (الانفال:۲۰)

ترجمہ: اے ایمان لانے والو! اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو اور حکم سُننے کے بعد اس سے سرتابی نہ کرو۔

آیت 28:۔ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ○ (الانفال:۴۶)

ترجمہ: اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑو نہیں ورنہ تمہارے اندر کمزوری پیدا ہو جائے گی اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ صبر سے کام لو، یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

آیت 29:۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ○ (محمد:۳۳)

ترجمہ: اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو برباد نہ کرلو۔

آیت 30:۔ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○ (المجادلۃ:۱۳)

ترجمہ: اور اللہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے رہو۔ تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اُس سے باخبر ہے۔

آیت 31:۔ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا

الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ○ (التغابن: ١٢)

ترجمہ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو۔ لیکن اگر تم اطاعت سے منہ موڑتے ہو تو ہمارے رسول پر صاف صاف حق پہنچا دینے کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔

سورت نور میں اللہ کی اطاعت کے بعد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا تاکیدی حکم دینے کے بعد فرمایا گیا:

آیت 32:۔ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَ عَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ۭ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ۭ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ○ (النور: ۵۴)

ترجمہ کہو "اللہ کے مطیع بنو اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع فرمان بن کر رہو۔ لیکن اگر تم منہ پھیرتے ہو تو خوب سمجھ لو کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جس کا فرض کا بار رکھا گیا ہے اس کا ذمہ دار وہ ہے اور تم پر جس فرض کا بار ڈالا گیا ہے اس کے ذمہ دار تم۔ اس کی اطاعت کرو گے تو خود ہی ہدایت پاؤ گے ورنہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ صاف صاف حکم پہنچا دے"۔

□ گویا اس آیت میں قرآن مجید نے اعلان کر دیا کہ جو لوگ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و پیروی نہ کریں گے، وہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے محروم اور راہِ حق سے بھٹکے ہوئے رہیں گے۔ ایک دوسرے موقع پر اس حقیقت کا اعلان قرآن مجید نے ان الفاظ میں بھی فرمایا ہے:

آیت 33:۔ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۠ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ○ (النساء: ١۴)

ترجمہ اور جو اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرے گا اور اس کی مقرر کی ہوئی حدوں سے تجاوز کر جائے گا اُسے اللہ آگ میں ڈالے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے رُسوا کن سزا ہے۔

آیت 34:۔ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ

لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ○ (الاحزاب:۳۶)

ترجمہ کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول ﷺ کسی معاملے کا فیصلہ کر دے تو پھر اُسے اپنے معاملے میں خود فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل رہے۔ اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے تو وہ صریح گمراہی میں پڑ گیا۔

آیت 35:۔ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ○ (الجن:۲۳)

ترجمہ اب جو بھی اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی بات نہ مانے گا اس کے لیے جہنم کی آگ ہے اور ایسے لوگ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

☐ قرآن مجید نے اعلان فرمایا ہے کہ ہمارے پیغمبر ﷺ کی بے چون و چرا اطاعت اور ان کے ہر حکم اور ہر فیصلہ کو خوش دلی سے قبول کرنا ایمان کی شرائط میں سے ہے، جس کا یہ حال نہ ہو، اس کو ایمان کا مقام ہرگز حاصل نہیں۔

آیت 36:۔ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○ (النساء:۶۵)

ترجمہ نہیں، اے محمد ﷺ! تمہارے رب کی قسم یہ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں یہ تم کو فیصلہ کرنے والا منصف نہ مان لیں، پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو اس پر اپنے دلوں میں بھی کوئی تنگی نہ محسوس کریں، بلکہ (رسول کے فیصلے کو) سربسر تسلیم کرلیں۔

☐ سورت حشر میں تاکید کے ساتھ حکم دیا گیا کہ ہمارے پیغمبر ﷺ تمہارے حق میں جو مثبت یا منفی فیصلہ کریں اور جو حکم دیں، اس کو مانو اور بجالاؤ۔ اگر اس کے خلاف راستہ اختیار کیا گیا، تو یاد رکھو کہ اللہ کا عذاب سخت ہے۔

آیت 37:۔ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ○ (الحشر:۷)

ترجمہ جو کچھ رسول ﷺ تمہیں دے وہ لے لو اور جس چیز سے وہ تم کو روک دے اس سے رُک جاؤ۔ اللہ سے ڈرو، اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔

- سورت احزاب میں پیغمبر ﷺ کا حق اور مرتبہ یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ اپنے اوپر جتنا حق اور جتنا اختیار اپنی ذات کا ہوتا ہے، اس سے زیادہ حق اور اختیار ایمان والوں پر پیغمبر ﷺ کا ہے، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ اگر اللہ کے پیغمبر ﷺ کسی کو ایسا حکم دیں جس میں اس کی جان جاتی ہو، تو اس کا فرض ہے کہ بے دریغ جان دے کر اس حکم کی تعمیل کرے۔

آیت 38:۔ اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ (الاحزاب:٦)

ترجمہ بلا شبہ نبی ﷺ تو اہلِ ایمان کے لیے اُن کی اپنی ذات پر مقدم ہے اور نبی ﷺ کی بیویاں اُن کی مائیں ہیں۔

- اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارا خالق اور مالک ہے۔ اس کو ہم پر ہر طرح کا حق اور اختیار ہے، یہاں تک کہ جن تصرفات اور جن فیصلوں کا اپنی جان اور اپنی ذات کے بارے میں خود ہم کو بھی حق نہیں، اللہ تعالیٰ کو ان تمام تصرفات اور فیصلوں کا بھی حق ہے۔ پیغمبر ﷺ اس دنیا میں چونکہ اس کے نائب اور نمائندہ ہیں اور وہی اللہ تعالیٰ کے احکام لانے والے اور ان کے نافذ کرنے والے ہیں، اس لیے عملاً ضروری ہے کہ ان کا حق واختیار بھی ایسا ہی مانا جائے۔

آگے فرمایا: ''ان کی بیویاں تمام اہل ایمان کی ماؤں کی جگہ ہیں''۔ اس لیے ان کا ادب واحترام اپنی ماؤں کی طرح کیا جائے۔

قرآن مجید نبی ﷺ پر ایمان لانے اور ان کے احکام کی اطاعت کرنے اور ان کا حق اور مرتبہ پہچاننے پر زور دینے کے علاوہ اس کی بھی تاکید کرتا ہے کہ ان کے حضور میں بلند آواز سے اور بیبا کی سے بھی بولا نہ جائے، بلکہ جب کسی کو ان کے سامنے کچھ عرض کرنا ہو، تو پورے ادب سے اور دبی آواز سے عرض کیا جائے۔ قرآن مجید آگاہی دیتا ہے کہ اگر اس بارے میں کوتاہی ہوئی تو تمہارے سارے اعمال اکارت ہو جانے کا خطرہ ہے۔

آیت39:۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا
لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا
تَشْعُرُوْنَ○ اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ
امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ○ (الحجرات:۲،۳)

ترجمہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنی آواز نبی ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو، اور نہ نبی ﷺ کے ساتھ اونچی آواز سے بات کرو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا کیا کرایا سب غارت ہو اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ جو لوگ رسولِ خدا ﷺ کے حضور بات کرتے ہوئے اپنی آواز پست رکھتے ہیں وہ درحقیقت وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لیے جانچ لیا ہے، ان کے لیے مغفرت ہے اور اجرِ عظیم۔

انبیاء علیہم السلام کے بارے میں تفریط و ناقدر شناسی اور بے ادبی کی گمراہی سے بچانے کے لیے تو قرآن مجید نے یہ ہدایات دیں (جو اوپر مذکور ہوئیں)، اسی طرح افراط اور غلو کے فتنہ سے بچانے کے لیے قرآن مجید نے ہدایات دی ہیں۔

3.10.2:۔ افراط اور غلو کا فتنہ

انبیاء علیہم السلام کے بارے میں جس غلو اور افراط میں بہت سی قومیں مبتلا ہوئی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے سمجھا کہ: ”نبی انسان نہیں ہوسکتا، بلکہ اس کو انسانوں سے بالاتر کسی جنس سے ہونا چاہیے اور انسانی ضرورتیں اور انسانیت کے لوازم بھی اس کے ساتھ نہ ہونے چاہئیں“۔ بہت سے قوموں نے اسی گمراہی کی بنا پر اپنے زمانے کے پیغمبروں کا انکار کیا۔ قرآن مجید میں ہے کہ اللہ کے پیغمبر حضرت نوح علیہ السلام کا انکار کرتے ہوئے ان کی قوم نے کہا تھا:

آیت 40:۔ وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ
وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ مَا هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ
وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ○ وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ

○ (المؤمنون: ۳۳، ۳۴)

ترجمہ اس کی قوم کے جن سرداروں نے ماننے سے انکار کیا اور آخرت کی پیشی کو جھٹلایا، جن کو ہم نے دنیا کی زندگی میں آسودہ کر رکھا تھا، وہ کہنے لگے: ''یہ شخص کچھ نہیں ہے مگر ایک بشر تم ہی جیسا۔ جو کچھ تم کھاتے ہو وہی یہ کھاتا ہے اور جو کچھ تم پیتے ہو وہی یہ پیتا ہے۔ اب اگر تم نے اپنے ہی جیسے ایک بشر کی اطاعت قبول کر لی تو تم گھاٹے ہی میں رہے''۔

□ پھر یہی گمراہی جب دنیا میں پھیلی تو لوگوں نے اسی طرح انکار کر دیا:

آیت 41: اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ○ (یونس: ۲)

ترجمہ کیا لوگوں کے لیے یہ ایک عجیب بات ہوگئی کہ: ''ہم نے خود انہی میں سے ایک آدمی پر وحی بھیجی کہ (غفلت میں پڑے ہوئے) لوگوں کو چونکا دے اور جو مان لیں ان کو خوشخبری دے دے کہ ان کے لیے ان کے ربّ کے پاس سچی عزت و سرفرازی ہے؟''۔ (اس پر) منکرین نے کہا کہ: ''یہ شخص تو کھلا جادوگر ہے''۔

آیت 42: وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ○ (بنی اسرائیل: ۹۴)

ترجمہ لوگوں کے سامنے جب کبھی ہدایت آئی تو اس پر ایمان لانے سے ان کو کسی چیز نے نہیں روکا مگر ان کے اسی قول نے کہ: ''کیا اللہ نے بشر کو پیغمبر بنا کر بھیج دیا؟''۔

آیت 43: فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ○ (القمر: ۲۴)

ترجمہ اور کہنے لگے: ''ایک اکیلا آدمی جو ہم ہی میں سے ہے کیا اب ہم اس کے پیچھے چلیں، اگر اس کا اتباع ہم قبول کر لیں تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ ہم بہک گئے ہیں اور ہماری عقل ماری گئی ہے''۔

آیت 44: فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ۚ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا

الْاَوَّلِيْنَ ○ (المومنون: ۲۴)

ترجمہ اس کی قوم کے جن سرداروں نے ماننے سے انکار کیا وہ کہنے لگے کہ: ''یہ شخص کچھ نہیں ہے مگر ایک بشر تم ہی جیسا۔ اس کی غرض یہ ہے کہ تم پر برتری حاصل کرے۔ اللہ کو اگر بھیجنا ہوتا تو فرشتے بھیجتا۔ یہ بات تو ہم نے کبھی اپنے باپ دادا کے وقتوں میں سنی ہی نہیں (کہ بشر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بن کر آئے) کچھ نہیں''۔

آیت 45:۔ فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ ۚ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ ○ (ہود: ۲۷)

ترجمہ جواب میں اس کی قوم کے سردار، جنہوں نے اس کی بات ماننے سے انکار کیا تھا، بولے: ''ہماری نظر میں تو تم اس کے سوا کچھ نہیں ہو کہ بس ایک انسان ہو ہم جیسے۔ اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہماری قوم میں سے بس ان لوگوں نے جو ہمارے ہاں اراذِل تھے بے سوچے سمجھے تمہاری پیروی اختیار کر لی ہے۔ ہم کوئی چیز بھی ایسی نہیں پاتے جس میں تم لوگ ہم سے کچھ بڑھے ہوئے ہو، بلکہ ہم تو تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں''۔

آیت 46:۔ قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۭ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَاۗؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ○ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ (ابراہیم: ۱۰، ۱۱)

ترجمہ ان کے رسولوں نے کہا: ''کیا خدا کے بارے میں شک ہے جو آسمانوں اور زمین کا خالق ہے؟ وہ تمہیں بلا رہا ہے تا کہ تمہارے قصور معاف کرے اور تم کو ایک مدتِ مقرر تک مہلت دے۔'' انہوں نے جواب دیا: ''تم کچھ نہیں ہو مگر ویسے ہی انسان جیسے ہم ہیں۔ تم ہمیں ان ہستیوں کی بندگی سے روکنا چاہتے ہو جن کی بندگی باپ دادا سے ہوتی چلی آرہی ہے اچھا تو لاؤ کوئی صریح سند''۔ ان کے رسولوں نے ان سے کہا:

''واقعی ہم کچھ نہیں ہیں مگر تم ہی جیسے انسان لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے، نوازتا ہے اور یہ ہمارے اختیار میں نہیں ہے کہ تمہیں کوئی سند لا دیں۔ سند تو اللہ ہی کے اِذن سے آسکتی ہے اور اللہ ہی پر اہلِ ایمان کو بھروسہ کرنا چاہیے''۔

آیت 47: فَقَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ○ (المؤمنون:۴۷)

ترجمہ کہنے لگے: ''کیا ہم اپنے ہی جیسے دو آدمیوں پر ایمان لے آئیں؟ اور آدمی بھی وہ جن کی قوم ہماری بندی ہے''۔

آیت 48: وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ○ (الشعراء:۱۸۶)

ترجمہ اور تو کچھ نہیں ہے مگر ایک انسان ہم ہی جیسا، اور ہم تو تجھے بالکل جھوٹا سمجھتے ہیں۔

آیت 49: مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۚ فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○ (الشعراء:۱۵۴)

ترجمہ تُو ہم جیسے ایک انسان کے سوا اور کیا ہے؟ لے آ، کوئی نشانی اگر تو سچا ہے۔

آیت 50: قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ○ (یس:۱۵)

ترجمہ بستی والوں نے کہا: ''تم کچھ نہیں ہو مگر ہم جیسے چند انسان''۔ اور خدائے رحمان نے ہرگز کوئی چیز نازل نہیں کی ہے، تم محض جھوٹ بولتے ہو۔

□ سورت تغابن میں زمانہ قدیم کی منکر قوموں کے متعلق بیان فرمایا گیا ہے کہ ان کے کفر و انکار کا باعث یہی ہوا کہ یہ بات تسلیم کرنے کے لیے وہ تیار نہیں ہوئیں کہ انسان بھی نبی ہوسکتا ہے:

آیت 51: ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ۡ فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ○ (التغابن:۶)

ترجمہ اِس انجام کے مستحق وہ اس لیے ہوئے کہ اُن کے پاس اُن کے رسول کھلی کھلی دلیلیں اور نشانیاں لے کر آتے رہے، مگر انہوں نے کہا: ''کیا انسان ہمیں ہدایت دیں گے؟''۔ اس طرح انہوں نے ماننے سے انکار کر دیا اور منہ پھیر لیا، تب اللہ بھی ان سے بے پرواہ ہوگیا اور اللہ تو ہے ہی بے نیاز اور اپنی ذات میں آپ محمود۔

□ خود قرآن مجید کے لانے والے اللہ تعالیٰ کے آخری رسول حضرت محمد ﷺ کے بارے میں ان کے منکروں نے کہا:

آیت 52: وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ۙ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ۝ (الفرقان:۷)

ترجمہ کہتے ہیں: ''یہ کیسا رسول ﷺ جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے؟ کیوں نہ اس کے پاس کوئی فرشتہ بھیجا گیا جو اس کے ساتھ رہتا اور وہ (نہ ماننے والوں کو) دھمکاتا؟''۔

□ مطلب یہی تھا کہ اللہ کا رسول تو وہی ہو سکتا ہے جو ان انسانی لوازم وخصوصیات سے مبرا اور بالاتر ہو۔

الغرض! پیغمبروں کے بارے میں بہت سی قومیں اس گمراہی میں مبتلا رہی ہیں کہ وہ انسان نہیں ہو سکتے، بلکہ ان کو کسی بالاتر جنس سے ہونا چاہیے اور انسانی عادات وخصوصیات بھی ان میں بالکل نہ ہونی چاہئیں۔ قرآن مجید نے اس گمراہی کی پوری صراحت وصفائی سے بیخ کنی کی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا:

آیت 53: وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ۭ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ (یوسف:۱۰۹)

ترجمہ اے نبی ﷺ! تم سے پہلے ہم نے جو پیغمبر بھیجے تھے وہ سب بھی انسان ہی تھے اور انہی بستیوں کے رہنے والوں میں سے تھے، اور انہی کی طرف ہم وحی بھیجتے رہے ہیں۔ پھر کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں ہیں کہ ان قوموں کا انجام انہیں نظر نہ آیا جو ان سے پہلے گزر چکی ہیں؟ یقیناً آخرت کا گھر ان لوگوں کے لیے اور زیادہ بہتر ہے جنہوں نے (پیغمبروں کی بات مان کر) تقویٰ کی روش اختیار کی۔ کیا اب بھی تم لوگ نہ سمجھو گے؟

آیت 54: وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (النحل:۴۳)

ترجمہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے تم سے پہلے بھی جب کبھی رسول بھیجے ہیں، آدمی ہی بھیجے ہیں جن کی طرف ہم اپنے پیغامات وحی کیا کرتے تھے۔ اہلِ ذکر سے پوچھ لو اگر تم لوگ خود نہیں جانتے۔

آیت 55:۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○ (الانبیاء:۷)

ترجمہ اور اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی ہم نے انسانوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا تھا جن پر ہم وحی کیا کرتے تھے۔ تم لوگ اگر علم نہیں رکھتے تو اہلِ کتاب سے پوچھ لو۔

آیت 56:۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ۭ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ۭ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ○ (الفرقان:۲۰)

ترجمہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جو رسول بھی ہم نے بھیجے تھے وہ سب بھی کھانا کھانے والے اور بازاروں میں چلنے پھرنے والے لوگ ہی تھے دراصل ہم نے تم لوگوں کو ایک دوسرے کے لیے آزمائش کا ذریعہ بنا دیا ہے۔ کیا تم صبر کرتے ہو؟ تمہارا رب سب کچھ دیکھتا ہے۔

قرآن مجید کے بارے میں بھی یہی کہا گیا:

آیت 57:۔ اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ○ (المدثر:۲۵)

ترجمہ یہ تو ایک انسانی کلام ہے۔

☐ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بار بار حکم دیا گیا کہ اپنے بارے میں صاف صاف ان لوگوں سے فرما دیجیے اور اعلان کر دیجیے:

آیت 58:۔ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاۗءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ○

(الکہف:۱۱۰)

ترجمہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! کہو کہ: ”میں تو ایک انسان ہوں تم ہی جیسا، میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا خدا بس ایک ہی خدا ہے“۔ پس جو کوئی اپنے رب کی ملاقات کا امیدوار

ہوا سے چاہیے کہ نیک عمل کرے اور بندگی میں اپنے رب کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ کرے۔

آیت 59:۔قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ۭ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۝ (حم سجدہ:٦)

ترجمہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، ان سے کہو، میں تو ایک بشر ہوں تم جیسا مجھے وحی کے ذریعہ سے بتایا جاتا ہے کہ تمہارا خدا تو بس ایک خدا ہے، لہٰذا تم سیدھے اُسی کا رخ اختیار کرو، اور اس سے معافی چاہو۔ تباہی ہے اُن مشرکوں کے لیے۔

- پیغمبروں کے بارے میں غلو اور افراط ہی کے سلسلہ کی ایک گمراہی یہ تھی کہ ان کے لیے ضروری سمجھا جاتا تھا کہ ساری کائنات پر ان کا تصرف اور اختیار ہو، اور وہ سب کچھ کر سکتے ہوں۔ اسی بنیاد پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے منکرین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا:

آیت 60:۔وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ۝ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ۝ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَاۗءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰۗىِٕكَةِ قَبِيْلًا ۝ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَاۗءِ ۭ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ۭ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝

(بنی اسرائیل:٩٠ تا ٩٣)

ترجمہ اور انہوں نے کہا: ’’ہم تیری بات نہ مانیں گے جب تک کہ تو ہمارے لیے زمین کو پھاڑ کر ایک چشمہ جاری نہ کر دے۔ یا تیرے لیے کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ پیدا ہو اور تو اس میں نہریں رواں کر دے۔ یا تو آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہمارے اوپر گرا دے جیسا کہ تیرا دعویٰ ہے۔ یا اللہ اور فرشتوں کو رُو در رُو ہمارے سامنے لے آئے۔ یا تیرے لیے سونے کا ایک گھر بن جائے۔ یا تو آسمان پر چڑھ جائے، اور تیرے چڑھنے کا بھی ہم یقین نہ کریں گے جب تک کہ تو ہمارے اوپر ایک ایسی تحریر نہ اتار لائے جسے ہم پڑھیں‘‘۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! ان سے کہو: ’’پاک ہے میرا

پروردگار! کیا میں ایک پیغام لانے والے انسان کے سوا اور بھی کچھ ہوں؟''۔

☐ اس مختصر آسمانی جواب کا مطلب یہی ہے کہ اے منکرو! تمہاری بنیادی غلطی یہی ہے کہ تم سمجھتے ہو کہ نبی و رسول وہ ہوتا ہے جس کے اختیار اور قبضہ میں سب کچھ ہو، اور زمین و آسمان پر اس کا ''کُنۡ فَیَکُوۡنَ'' تصرف ہو، حالانکہ یہ شان صرف اللہ کی ہے۔ بیشک وہ کسی چیز سے عاجز نہیں۔ اس کی قدرت میں سب کچھ ہے، لیکن میری حیثیت تو صرف یہ ہے کہ میں تم میں کا اور تمہاری جنس کا ایک انسان ہوں، جس کو اللہ تعالیٰ نے رسالت و پیغمبری کا کام اور منصب عطا فرما دیا ہے۔ میں اس سے زیادہ کسی چیز کا مدعی نہیں۔

سورت عنکبوت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منکرین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ جو معجزے اور جو نشانیاں ہم چاہتے ہیں، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں نہیں دکھاتے؟

آیت 61:۔ وَقَالُوۡا لَوۡلَاۤ اُنۡزِلَ عَلَیۡهِ اٰیٰتٌ مِّنۡ رَّبِّهٖ ؕ قُلۡ اِنَّمَا الۡاٰیٰتُ عِنۡدَ اللّٰهِ ؕ وَاِنَّمَاۤ اَنَا نَذِیۡرٌ مُّبِیۡنٌ ○ (العنکبوت: ۵۰)

ترجمہ: یہ لوگ کہتے ہیں کہ: ''کیوں نہ اُتاری گئیں اس شخص پر نشانیاں، اس کے ربّ کی طرف سے؟'' کہو: ''نشانیاں تو اللہ کے پاس ہیں اور میں صرف خبردار کرنے والا ہوں کھول کھول کر''۔

☐ اسی غلو اور افراط کی بیخ کنی کے لیے ایک دوسری جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا:

آیت 62:۔ قُلۡ لَّاۤ اَقُوۡلُ لَکُمۡ عِنۡدِیۡ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَاۤ اَعۡلَمُ الۡغَیۡبَ وَلَاۤ اَقُوۡلُ لَکُمۡ اِنِّیۡ مَلَکٌ ۚ اِنۡ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوۡحٰۤی اِلَیَّ ؕ قُلۡ هَلۡ یَسۡتَوِی الۡاَعۡمٰی وَالۡبَصِیۡرُ ؕ اَفَلَا تَتَفَکَّرُوۡنَ ○ (الانعام: ۵۰)

ترجمہ: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! ان سے کہو: ''میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں۔ نہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں، اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو صرف اُس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر نازل کی جاتی ہے''۔ پھر ان سے پوچھو: ''کیا اندھا اور آنکھوں والا دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟۔ کیا تم غور نہیں کرتے؟''۔

آیت 63:۔ قُلۡ لَّاۤ اَمۡلِکُ لِنَفۡسِیۡ نَفۡعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوۡ کُنۡتُ اَعۡلَمُ

الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ۚ إِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ○ (الاعراف:۱۸۸)

ترجمہ اے نبی ﷺ! ان سے کہو: ”میں اپنی ذات کے لیے کسی نفع اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتا، اللہ ہی جو کچھ چاہتا ہے وہ ہوتا ہے۔ اور اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو میں بہت سے فائدے اپنے لیے حاصل کر لیتا اور مجھے کبھی کوئی نقصان نہ پہنچتا، میں تو محض ایک خبردار کرنے والا اور خوشخبری سنانے والا ہوں اُن لوگوں کے لیے جو میری بات مانیں“۔

آیت 64:۔ قُلْ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ○ قُلْ اِنِّیْ لَنْ يُّجِيْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ○ (الجن:۲۱،۲۲)

ترجمہ کہو: ”میں تم لوگوں کے لیے نہ کسی نقصان کا اختیار رکھتا ہوں، نہ کسی بھلائی کا“۔ کہو: ”مجھے اللہ کی گرفت سے کوئی بچا نہیں سکتا اور نہ میں اُس کے دامن کے سوا کوئی جائے پناہ پا سکتا ہوں“۔

□ ان سب آیتوں میں اسی غلو اور افراط کی بیخ کنی کی گئی ہے جو انبیائے کرام علیہم السلام کے بارے میں بہت سی قوموں اور اُمتوں میں مختلف زمانوں میں رہا ہے اور آج بھی ہے یہاں تک کہ خود قرآن مجید کے ماننے والے بہت سے مسلمان جہالت اور ناواقفی کی وجہ سے اس میں مبتلا ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اللہ کے خزانوں پر رسول ﷺ کا پورا پورا اختیار اور تصرف ہونا چاہیے اور ان کو علمِ غیب بھی ہونا چاہیے اور دین و دنیا اور آخرت کے بارے میں ان کو مختارِ مطلق ہونا چاہیے۔ حالانکہ معلوم ہو چکا کہ قرآن مجید نے ان تمام گمراہانہ خیالات و خرافات کی پوری صراحت اور صفائی سے تردید کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کس صراحت سے اس کی تردید کی ہے:

آیت 65:۔ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِیْ مَا يُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ ۭ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَیَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ○ (الاحقاف:۹)

ترجمہ اِن سے کہو: ”میں کوئی نرالا رسول تو نہیں ہوں، میں نہیں جانتا کہ کل تمہارے ساتھ کیا ہونا ہے اور میرے ساتھ کیا؟ میں تو صرف اُس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو میرے

پاس بھیجی جاتی ہے اور میں ایک صاف صاف خبردار کردینے والے کے سوا اور کچھ نہیں ہوں۔

سورت یونس میں کس صراحت سے ارشاد فرمایا ہے:

آیت 66:۔ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ۚ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ○

(یونس:۱۵)

ترجمہ: جب انہیں ہماری صاف صاف باتیں سنائی جاتی ہیں تو وہ لوگ جو ہم سے ملنے کی توقع نہیں رکھتے، کہتے ہیں کہ: ''اِس کے بجائے کوئی اور قرآن لاؤ، یا اس میں کچھ ترمیم کرو''۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! اُن سے کہو: ''میرا یہ کام نہیں ہے کہ اپنی طرف سے اس میں کوئی تغیر وتبدل کرلوں۔ میں تو بس اس وحی کا پیرو ہوں جو میرے پاس بھیجی جاتی ہے۔ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے ایک بڑے ہولناک دن کے عذاب کا ڈر ہے''۔

الغرض! پیغمبروں کے بارے میں غلو اور افراط کے سلسلہ کی جن جن گمراہیوں میں لوگ کبھی مبتلا ہوئے ہیں، یا مبتلا ہونے کے زیادہ امکانات اور خطرات ہیں، قرآن مجید نے ان سب ہی کی پوری پوری بیخ کنی اور آئندہ کے لیے ناکہ بندی کردی ہے اور انبیائے کرام علیہم السلام کی جو واقعی حیثیت اور ان کا جو حقیقی مقام ہے اس کو اس طرح واضح اور متعین کردیا ہے کہ قرآن کو سمجھنے اور ماننے والوں کے لیے کسی غلط فہمی اور گمراہی کی گنجائش قطعاً نہیں رہی ہے۔

باب 4

حقیقتِ نبوت اور وحی

حق تعالیٰ نے انسان میں دو قوتیں رکھی ہیں: ایک قوتِ ملکیہ روحانیہ، دوسری قوتِ بہیمیہ جسمانیہ۔ قوتِ بہیمیہ کے امراض زائل کرنے کے لئے اطباء اور حکماء کو پیدا فرمایا۔ اور قوتِ ملکیہ کی تربیت اور علاج کے لئے ایسے حضرات کو مبعوث فرمایا کہ جو حقیقتِ جسمانیہ کے اعتبار سے بشر ہوں اور باعتبار قوت ملکیہ اور کمالات روحانیہ کے ملائکہ سے بھی بڑھ کر ہوں۔ ان حضرات کی قوت جسمانیہ، قوت ملکیہ کی ہر طرح سے محکوم اور غلام ہوتی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ہر انسان کے ساتھ شیطان لگا ہوا ہے اور اس کو معصیت کی طرف بلاتا ہے لیکن میرا شیطان مطیع ہوگیا ہے، یعنی میری قوت بہیمیہ، قوت ملکیہ و روحانیہ کے مطیع اور فرمانبردار رہتی ہے۔

اور یہ حضرات کسی وقت بشریت سے جدا ہوکر ملاء اعلیٰ میں پہنچ جاتے ہیں اور اس حالت میں جو کچھ ملاء اعلی سے علوم القاء ہوتے ہیں اس کو وحی کہتے ہیں اور اس روحانی حالت کے ختم ہوجانے کے بعد ان علوم کو لے کر بندگان خدا کی طرف متوجہ ہوجاتے ہیں۔

4.1:۔ وحی

اور وحی کے وقت کبھی گھنٹہ جیسی آواز سنائی دیتی ہے اور کبھی فرشتہ خود سامنے آجاتا ہے اور فرشتہ کبھی اپنی اصلی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور کبھی کسی آدمی کی صورت میں

سامنے آتا ہے اور یہ کچھ مستبعد نہیں۔ جیسے ایک معنی مختلف الفاظ کے قالب میں ڈھل سکتے ہیں، اسی طرح حقیقت ملکیہ بھی مختلف صورتوں اور متعدد شکلوں میں ہو کر ظاہر ہو سکتی ہے اور یہ اخذِ وحی بہت سرعت کے ساتھ گویا ایک طرفۃ العین (آنکھ جھپکنے کی دیر) میں ہو جاتا ہے اور اسی سرعتِ نزول کی وجہ سے وحی کو وحی کہتے ہیں۔ اس لیے کہ وحی کے معنی لغت میں سرعت کے ہیں۔ اور ہر نزول وحی کے وقت نبی مرسل کو ایک قسم کی صعوبت اور گرانی پیش آتی ہے۔

آیت 1:۔ اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْكَ قَوْلًا ثَقِیْلًا ○ (المزمل:۵)

ترجمہ ہم تم پر ایک بھاری کلام نازل کرنے والے ہیں۔

اور اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ پر جب وحی نازل ہوتی تھی، تو سخت سردی میں یہ کیفیت ہوتی تھی کہ آپ ﷺ کی پیشانی مبارک سے پسینہ ٹپکنے لگتا تھا اور کبھی آپ ﷺ سے خرخر کی آواز نکلنے لگتی تھی۔ وجہ اس کی یہی تھی کہ بشریت سے منسلخ ہونا اور ملاء اعلیٰ اور عالم ملکوت میں پہنچ جانا صعوبت اور دشواری کا باعث ہوتا تھا اور یہ صعوبت اور دشواری ابتداءِ بعثت میں بہت پیش آتی ہے اور جب وحی پے در پے نازل ہوتی رہتی ہے تو پھر کسی قدر سہولت ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مکہ میں چھوٹی چھوٹی سورتیں نازل ہوئیں اور وہ بھی دفعۃً نہیں بلکہ قطعہ قطعہ کر کے کئی کئی ماہ بلکہ کئی کئی سال کے فصل سے، بخلاف مدینہ طیبہ کے کہ وہاں پہنچ کر طویل طویل سورتیں نازل ہوئیں اور زمانہ بھی نزول کا قریب قریب رہا۔

وحی سے جو علم اور ادراک حاصل ہوتا ہے، وہ بہت کچھ خواب سے مشابہ ہوتا ہے۔ لیکن مرتبہ کے اعتبار سے ایک عظیم فرق ہے چنانچہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔

حدیث 1:۔ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(مشکوٰۃ رقم 4608)

ترجمہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''رویائے صالحہ نبوت کا چھیالیسواں جز ہے''۔

بعض روایات میں ستر (۷۰) کا ذکر ہے:

حدیث 2: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، أَخْبَرَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "الرُّؤْيَا جُزْءٌ مِنْ سَبْعِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ".

(صحیح علی شرط الشیخین: مسند احمد رقم 6215،6035،6009،5104،4678؛ مسلم رقم 9-2265؛ مستخرج ابی عوانہ رقم 9992،9989،9988 (الجامعہ اسلامیہ)؛ مصنف ابن أبي شيبة رقم 30455؛ ابن ماجہ رقم 3897؛ النسائی فی "الکبری" رقم 7626؛ الطحاوی فی "شرح مشکل الآثار" رقم 2170؛ البیهقی فی "الدلائل" 9/7؛ ابن عبد البر فی "التمهید" 282/1؛ مسند الشامیین رقم 714)

حدیث 3: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، وَخَلَفُ بْنُ الْوَلِيدِ، قَالَا: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ جُزْءٌ مِنْ سَبْعِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ".

(صحیح لغیرہ: مسند أحمد رقم 2894؛ الطبرانی رقم 11727؛ مسند البزار رقم 4767؛ البزار رقم 2123- کشف الأستار؛ أبو يعلى رقم 2598؛ الطحاوی فی "شرح مشکل الآثار" رقم 2169)

حدیث 4: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ كُلَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ، فَقَدْ رَآنِي، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ بِي- وَقَالَ ابْنُ فُضَيْلٍ مَرَّةً: يَتَخَيَّلُ بِي- ، وَإِنَّ رُؤْيَا الْعَبْدِ الْمُؤْمِنِ الصَّادِقَةَ الصَّالِحَةَ، جُزْءٌ مِنْ سَبْعِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ".

(صحیح: مسند احمد رقم 7168؛ ابن حبان رقم 6044؛ بنحوه ابن أبي شيبة رقم 30461 موقوفاً)

بعض روایات میں چالیس (۴۰) کا ذکر ہے:

حدیث 5: حَدَّثَنَا بَهْزٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ وَكِيعِ بْنِ حُدُسٍ، عَنْ عَمِّهِ أَبِي رَزِينٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "الرُّؤْيَا مُعَلَّقَةٌ بِرِجْلِ طَائِرٍ مَا لَمْ يُحَدِّثْ بِهَا صَاحِبُهَا، فَإِذَا حَدَّثَ بِهَا

وَقَعَتْ، وَلَا تُحَدِّثُوا بِهَا إِلَّا عَالِمًا، أَوْ نَاصِحًا، أَوْ لَبِيبًا، وَالرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ جُزْءٌ مِنْ أَرْبَعِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ".

(حسن لغیرہ: مسند أحمد رقم 16183؛ ابن أبي عاصم في "الآحاد والمثاني" رقم 1472؛ ابن حبان رقم 6055؛ الطبراني في "الكبير" 19/ (رقم 463)؛ ابن عبد البر: 1/283)

☐ بعض روایات میں انچاس (۴۹) کا ذکر ہے:

حدیث 6: ۔حَدَّثَنَا حَسَنٌ يَعْنِي الْأَشْيَبَ، حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ، حَدَّثَنَا دَرَّاجٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: "لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا" [يونس: 64]، قَالَ: "الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ، يُبَشَّرُهَا الْمُؤْمِنُ، هِيَ جُزْءٌ مِنْ تِسْعَةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ، فَمَنْ رَأَىٰ ذٰلِكَ فَلْيُخْبِرْ بِهَا، وَمَنْ رَأَىٰ سِوَىٰ ذٰلِكَ، فَإِنَّمَا هُوَ مِنَ الشَّيْطَانِ لِيُحْزِنَهُ، فَلْيَنْفُثْ عَنْ يَسَارِهِ ثَلَاثًا، وَلْيَسْكُتْ، وَلَا يُخْبِرْ بِهَا أَحَدًا". (صحیح لغیرہ: مسند أحمد رقم 7044؛ البيهقي في "الشعب" رقم 4764)

☐ ان روایتوں سے کسی خاص عدد کا بیان کرنا مقصود نہیں، بلکہ فرق مراتب بتلانا مدنظر ہے۔

4.2: ۔مراتب وحی

1 مکالمہ الٰہی بلاواسطہ

جیسے ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لیلۃ الاسراء میں اس سے سرفراز فرمائے گئے۔

آیت 2: ۔ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ○ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ○ فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ○ (النجم: ۸ تا ۱۰)

ترجمہ: پس حق تعالیٰ شانہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قریب ہوئے اور نزول اجلال فرمایا اور دو کمان بلکہ ان سے بھی زیادہ قریب ہو گئے اور اپنے بندہ کی طرف وحی بھیجی جو کچھ بھی بھیجی یعنی کلام فرمایا۔

2 تکلیم الٰہی من وراء الحجاب (پردے کے پیچھے سے کلامِ الٰہی)

جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حق تعالیٰ شانہ نے کوہ طور پر کلام فرمایا۔

آیت 3:۔ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ○ (النساء: ۱۶۴)

ترجمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا۔

آیت 4:۔ وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ

(الاعراف: ۱۴۳)

ترجمہ اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام وقت معین پر پہنچے اور رب العالمین نے ان سے کلام کیا تو موسیٰ نے ان سے یہ کہا: "اے رب! تو مجھ کو دکھا تا کہ میں تجھ کو دیکھوں"۔

آیت 5:۔ قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِىْ وَبِكَلَامِىْ ۖ فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ○ (الاعراف: ۱۴۴)

ترجمہ فرمایا "اے موسیٰ! میں نے تمام لوگوں پر ترجیح دے کر تجھے منتخب کیا کہ میری پیغمبری کرے اور مجھ سے ہم کلام ہو۔ پس جو کچھ میں تجھے دوں اسے لے اور شکر بجالا"۔

3 ارسال ملک (فرشتے کو بھیجنا)

یعنی فرشتہ کا اپنی ہیئتِ اصلیہ یا کسی بشر کی شکل میں متمثل ہو کر آنا۔

آیت 6:۔ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِىَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ عَلِىٌّ حَكِيْمٌ ○ (الشوریٰ: ۵۱)

ترجمہ کسی بشر کا یہ مقام نہیں ہے کہ اللہ اُس سے رُو برو بات کرے۔ اُس کی بات یا تو وحی (اشارے) کے طور پر ہوتی ہے یا پردے کے پیچھے سے، یا پھر وہ کوئی پیغام بر (فرشتہ) بھیجتا ہے اور وہ اُس کے حکم سے جو کچھ وہ چاہتا ہے وحی کرتا ہے، وہ برتر اور حکیم ہے۔

ابتدائے نبوت کے وقت حضرت جبرئیل امین علیہ السلام اصلی شکل میں وحی الٰہی لے کر نمودار ہوئے۔ باقی اکثر اوقات حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں تشریف لاتے تھے۔ جیسا کہ سنن نسائی میں باسناد صحیح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے مگر بعض اوقات حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کی شکل کے علاوہ اور شکل میں بھی آئے ہیں۔

جیسا کے حدیثِ جبریل علیہ السلام میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کی آمد کا ذکر ہے۔

حدیث 7: بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ، إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ، شَدِيدُ سَوَادِ الشَّعَرِ، لَا يُرَى عَلَيْهِ أَثَرُ السَّفَرِ، وَلَا يَعْرِفُهُ مِنَّا أَحَدٌ. (مسلم رقم 1-8)

ترجمہ: ایک روز ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے کہ ایک شخص آیا کہ جس کے کپڑے تو نہایت سفید اور بال نہایت سیاہ تھے جس پر کوئی اثر سفر کا بھی معلوم نہیں ہوتا تھا اور نہ ہم میں سے کوئی اس کو پہچانتا تھا۔

کچھ مسائل دریافت کر کے چلے گئے۔ بعد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قَالَ: "فَإِنَّهُ جِبْرِيلُ أَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِينَكُمْ". (مسلم رقم 1-8)

ترجمہ: "یہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے تمہیں دین سکھلانے کے لئے آئے تھے"۔

4 صلصلة الجرس: گھنٹی کی طرح گونج اور آواز کا سنائی دینا

صحیح بخاری میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔

حدیث 8: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ الْحَارِثَ بْنَ هِشَامٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ سَأَلَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: "يَا رَسُولَ اللهِ! كَيْفَ يَأْتِيكَ الْوَحْيُ؟". فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَحْيَانًا يَأْتِينِي مِثْلَ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ، وَهُوَ أَشَدُّهُ عَلَيَّ، فَيُفْصَمُ عَنِّي وَقَدْ وَعَيْتُ عَنْهُ مَا قَالَ، وَأَحْيَانًا يَتَمَثَّلُ لِيَ الْمَلَكُ رَجُلًا فَيُكَلِّمُنِي فَأَعِي مَا يَقُولُ". قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: وَلَقَدْ رَأَيْتُهُ يَنْزِلُ عَلَيْهِ الْوَحْيُ فِي الْيَوْمِ الشَّدِيدِ الْبَرْدِ، فَيَفْصِمُ عَنْهُ وَإِنَّ جَبِينَهُ لَيَتَفَصَّدُ عَرَقًا".

(بخاری رقم 2؛ مسلم رقم 87-2333)

ترجمہ: حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: "یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی کیسے آتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا: "کبھی کبھی تو گھنٹہ کی آواز کی طرح آتی ہے اور وحی کی یہ قسم میرے اوپر بہت سخت ہے۔ پس وحی مجھ سے منقطع ہوجاتی ہے، حالانکہ میں اس کو بہت محفوظ کر چکا ہوتا ہوں کہ جو فرشتہ نے کہا ہے۔

کبھی کبھی فرشتہ مرد کی صورت میں آتا ہے اور مجھ سے کلام کرتا ہے جو کچھ کہتا ہے اس کو محفوظ کر لیتا ہوں''۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت سردی کے دن میں دیکھا ہے کہ وحی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقطع ہوتی تھی اور پسینہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی سے ٹپکتا ہوا ہوتا تھا''۔

چونکہ افادہ اور استفادہ، افاضہ اور استفاضہ کے لئے یہ شرط ہے کہ سامع اور متکلم میں کوئی مناسبت ہو۔ اس لیے نزولِ وحی کبھی اس طرح ہوتا تھا کہ روح امین علیہ السلام کی ملکیت اور روحانیت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر غالب آجاتی اور بشریت سے جدا ہو کر ملاء اعلیٰ میں پہنچ جاتے۔ یہ قسم اول ہے۔ اور کبھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کی ملکیت اور روحانیت پر غالب آجاتی اور روح امین متمثل بشکل بشر ہو جاتے۔ یہ دوسری قسم ہے۔

قسم اول کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ وحی کی یہ کیفیت مجھ پر نہایت سخت ہے۔ اس لئے کہ بشریت سے ملکیت کی طرف منتقل ہو جانا نہایت صعب اور دشوار ہے، اور ملائک پر جو ربّ العزت کی جانب سے وحی آتی ہے وہ بھی اس قسم کی ہوتی ہے۔

حدیث 9: حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا عَمْرٌو، قَالَ: سَمِعْتُ عِكْرِمَةَ، يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: إِنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِذَا قَضَى اللهُ الأَمْرَ فِي السَّمَاءِ، ضَرَبَتِ المَلاَئِكَةُ بِأَجْنِحَتِهَا خُضْعَانًا لِقَوْلِهِ، كَأَنَّهُ سِلْسِلَةٌ عَلَى صَفْوَانٍ، فَإِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ قَالُوا: "مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟". قَالُوا لِلَّذِي قَالَ: "الحَقَّ، وَهُوَ العَلِيُّ الكَبِيرُ".

(بخاری رقم 4800)

ترجمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب حق تعالیٰ آسمان میں کوئی حکم صادر فرماتے ہیں، تو فرشتے خوف اور ہیبت کی وجہ سے عاجزی سے پَر اور بازو پھڑا پھڑانے لگتے ہیں، اور حق تعالیٰ کا کلام اس طرح سنائی دیتا ہے، جیسا کہ صاف پتھر پر ایک زنجیر۔ پس جب ان کی گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے تو ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں: ''کیا حکم صادر ہوا؟'' تو اوپر والے بتاتے ہیں کہ حق بات کا حکم صادر ہوا (یعنی

فلاں حکم) اور وہ بزرگ و برتر ہے"۔

حدیث 10:۔وَقَالَ بُنْدَارٌ، عَنْ أَبِي الضُّحَى، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: "إِذَا تَكَلَّمَ اللهُ بِالْوَحْيِ، سَمِعَ أَهْلُ السَّمَاوَاتِ لِلسَّمَاوَاتِ صَلْصَلَةً كَجَرِّ السِّلْسِلَةِ عَلَى الصَّفْوَانِ، فَيُفْزَعُونَ، يَرَوْنَ أَنَّهُ مِنْ أَمْرِ السَّمَآءِ حَتّٰى إِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ يُنَادُونَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟ قَالُوا: الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ"۔

(التوحيد لابن خزيمه، ص ۳۵۲؛ العظمة لأبي الشيخ، ج۲ ص ۴۶۴، ۴۶۵؛ فتح الباری شرح صحيح البخاری، ج۸ ص۵۳۸؛ موقوف صحیح: أنيس السّاری فی تخريج وتحقيق الأحاديث التي ذكرها الحافظ ابن حجر العسقلانی فی فتح البَاری، ص ۳۰۷ رقم الحدیث 211)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے: "جب اللہ تعالیٰ ملائکہ پر کوئی وحی نازل فرماتے ہیں تو آسمان والوں کو اس طرح سنائی دیتی ہے کہ زنجیر کی آواز ایک صاف پتھر پر۔ پس گھبرا جاتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ شاید قیامت کے متعلق کوئی حکم آیا"۔

☐ نیز اس کلام کا کہ جو صلصلۃ الجرس کے مشابہ ہو، سمجھنا بہت دشوار ہے اور ملک متمثل بشکل بشر کے مکالمہ اور مخاطبت کا سمجھنا آسان ہے۔ اس حدیث میں جو صلصلۃ الجرس کا لفظ آیا ہے۔ اس سے آواز وحی مراد ہے۔ اور یہی ظاہر عبارت سے مفہوم ہوتا ہے۔

اور وَقَدْ وَعَيْتُ عَنْهُ مَا قَالَ میں عنہ اور قال کی دونوں ضمیریں ملک (فرشتہ) کی طرف راجع ہیں کہ جو سیاق عبارت سے مفہوم ہوتا ہے جیسا کہ علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح بخاری میں ذکر فرمایا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب بدء الخلق کے باب ذکر الملائکہ میں اس حدیث کو دوبارہ ذکر فرمایا ہے جس سے مَا قَالَ کی ضمیر کا ملک کی طرف راجع ہونا واضح ہو جاتا ہے اور حدیث کی مراد سمجھنے میں بہت سہولت ہو جاتی ہے۔

حدیث 11:۔حَدَّثَنَا فَرْوَةُ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّ الْحَارِثَ بْنَ هِشَامٍ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "كَيْفَ يَأْتِيكَ الوَحْيُ؟". قَالَ: "كُلُّ ذَاكَ يَأْتِينِي المَلَكُ أَحْيَانًا فِي مِثْلِ صَلْصَلَةِ الجَرَسِ، فَيَفْصِمُ عَنِّي، وَقَدْ وَعَيْتُ مَا قَالَ، وَهُوَ أَشَدُّهُ عَلَيَّ، وَيَتَمَثَّلُ لِي المَلَكُ أَحْيَانًا رَجُلًا فَيُكَلِّمُنِي، فَأَعِي مَا يَقُولُ".

(بخاری رقم 3215)

ترجمہ حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: "یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی کیسے آتی ہے؟"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا: "کبھی کبھی تو گھنٹہ کی آواز کی طرح آتی ہے اور وحی کی یہ قسم میرے اوپر بہت سخت ہے۔ پس وحی مجھ سے منقطع ہو جاتی ہے، حالانکہ میں اس کو بہت محفوظ کر چکا ہوتا ہوں کہ جو فرشتہ نے کہا ہے۔ کبھی کبھی فرشتہ مرد کی صورت میں آتا ہے اور مجھ سے کلام کرتا ہے جو کچھ کہتا ہے اس کو محفوظ کر لیتا ہوں"۔

5 رویائے صادقہ (سچا خواب)

آیت 7: ۔فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ۭ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۡ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ○ (الصّٰفّٰت: ۱۰۲)

ترجمہ وہ لڑکا جب اس کے ساتھ دھوڑ دھوپ کرنے کی عمر کو پہنچ گیا تو (ایک روز) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اُس سے کہا: "بیٹا! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں، اب تو بتا تیرا کیا خیال ہے؟"۔ اُس نے کہا: "ابا جان! جو کچھ آپ کو حکم دیا جا رہا ہے اسے کر ڈالئے، آپ انشاء اللہ مجھے صابروں میں سے پائیں گے"۔

آیت 8: ۔لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ (الفتح: ۲۷)

ترجمہ فی الواقع اللہ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا تھا جو ٹھیک ٹھیک حق کے مطابق تھا۔

آیت 9: ۔اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا ۭ وَلَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ○

(الانفال: ۴۳)

ترجمہ اور یاد کرو وہ وقت جبکہ اے نبی ﷺ، خدا اُن کو تمہارے خواب میں تھوڑا دکھا رہا تھا، اگر کہیں وہ تمہیں اُن کی تعداد زیادہ دکھا دیتا تو ضرور تم لوگ ہمت ہار جاتے اور لڑائی کے معاملہ میں جھگڑا شروع کر دیتے، لیکن اللہ ہی نے اِس سے تمہیں بچایا، یقیناً وہ سینوں کا حال تک جانتا ہے۔

حدیث 12: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ عُثْمَانَ الْحِمْصِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا نُعَيْمُ بْنُ حَمَّادٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ كَثِيرِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُهَاجِرٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ مَيْمُونٍ أَبِي عَبْدِ الْحَمِيدِ، عَنْ حَمْزَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ كَلَامٌ يُكَلِّمُ بِهِ الْعَبْدَ رَبُّهُ فِي الْمَنَامِ".

(الكنى والأسماء، ج ۲ ص ۸۷۳ رقم 1532؛ الأحاديث المختارة، ج ۸ ص ۲۷۵ رقم 337؛ مدارج السالكين بين منازل إياك نعبد وإياك نستعين، ج ۱ ص ۷۵)

ترجمہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''مسلمان کا خواب ایک کلام ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندہ سے خواب میں فرماتے ہیں''۔

حدیث 13: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّهَا قَالَتْ: أَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ فِي النَّوْمِ، فَكَانَ لَا يَرَى رُؤْيَا إِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ. الحديث

(بخاری رقم 3)

ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''حضور اکرم ﷺ پر وحی کی ابتداء رویائے صالحہ یعنی نیک خواب کے ذریعہ سے ہوئی۔ پس جو خواب بھی آپ ﷺ دیکھتے تھے وہ صبح کی روشنی کی طرح ظاہر ہو کر رہتا تھا''۔

حدیث 14: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ: أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "لَمْ يَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ إِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ". قَالُوا: "وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ؟".

قَالَ: "الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ". (بخاری رقم 6990)

ترجمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نبوت میں سے سوائے مبشرات کے کچھ باقی نہیں رہا''۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! مبشرات سے کیا مراد ہے؟''۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''رویائے صالحہ یعنی نیک خواب''۔

حدیث 15:۔ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(مشکوۃ رقم 4608)

ترجمہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''رویائے صالحہ نبوت کا چھیالیسواں جز ہے''۔

حدیث 16:۔ عَنْ عبد الرَّحْمٰن بن عائش قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "رَأَيْتُ رَبِّيْ عَزَّ وَجَلَّ فِي أَحْسَنِ صُوْرَةٍ قَالَ: فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْأَعْلٰى؟". قُلْتُ: "أَنْتَ أَعْلَمُ". قَالَ: فَوَضَعَ كَفَّهُ بَيْنَ كَتِفَيَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَهَا بَيْنَ ثَدْيَيَّ فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَتَلَا: "وَكَذٰلِكَ نُرِيْ إِبْرَاهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُوْنَ من الموقنين".

رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ مُرْسلا وللترمذی نحوه عَنهُ. (مشکوۃ رقم 725)

ترجمہ حضرت عبد الرحمن بن عائش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے اللہ جل جلالہ کو باحسن صورت خواب میں دیکھا۔ اللہ جل جلالہ نے فرمایا: ''اے میرے رسول! ملاء اعلیٰ کس چیز میں مکالمہ کر رہے ہیں؟''۔ میں نے عرض کیا: ''آپ ہی بہتر جانتے ہیں''۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی ہتھیلی میرے کندھوں کے درمیان رکھ دی، تو میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے سینے کے درمیان محسوس کی۔ تو میں نے آسمان و زمین میں موجود چیزوں کو جان لیا''۔ اور اس آیت کی تلاوت فرمائی:

آیت 10:۔ وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ○ (الانعام: ۷۵)

ترجمہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہم اِسی طرح زمین اور آسمانوں کا نظامِ سلطنت دکھاتے تھے اور اس لیے دکھاتے تھے کہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہو جائے۔

٦ دارمی نے اس کو مرسلا روایت کیا ہے اور اسی طرح ترمذی میں ہے۔ یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ (مشکوۃ رقم 726)

4.3:۔ انبیاء کرام علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے

انبیاء کرام علیہم السلام کا رؤیا (خواب) بالکل قطعی ہوتا ہے اور اسی پر تمام امت کا اجماع ہے، جیسا کہ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج السالکین میں تحریر فرمایا ہے۔

وَرُؤْيَا الْأَنْبِيَاءِ وَحْيٌ، فَإِنَّهَا مَعْصُومَةٌ مِنَ الشَّيْطَانِ، وَهٰذَا بِاتِّفَاقِ الْأُمَّةِ، وَلِهٰذَا أَقْدَمَ الْخَلِيلُ عَلَى ذَبْحِ ابْنِهِ إِسْمَاعِيلَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ بِالرُّؤْيَا.

(مدارج السالكين بين منازل إياك نعبد وإياك نستعين، ج ۱ ص ۷۵)

ترجمہ حضراتِ انبیاء کرام علیہم السلام کا خواب بھی وحی ہے۔ اس لئے کہ وہ شیطان سے محفوظ ہے، اور اسی پر تمام امت کا اتفاق ہے، اور اسی وجہ سے کہ انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبح پر خواب کی وجہ سے آمادہ ہو گئے۔

□ الحاصل انبیاء کرام علیہم السلام کا رؤیا بالکل قطعی ہوتا ہے۔ اس لئے کہ رویائے انبیاء علیہم السلام شیطان کے اثر سے بالکلیہ مامون ومصون ہوتا ہے۔ ان کا رؤیا فقط رحمانی ہوتا ہے، نفسانی اور شیطانی نہیں ہوتا۔

حدیث 17:۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "فِي آخِرِ الزَّمَانِ لَا تَكَادُ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ تَكْذِبُ، وَأَصْدَقُكُمْ رُؤْيَا أَصْدَقُكُمْ حَدِيثًا. وَالرُّؤْيَا ثَلَاثَةٌ: الرُّؤْيَا الْحَسَنَةُ بُشْرَى مِنَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَالرُّؤْيَا يُحَدِّثُ بِهَا الرَّجُلُ نَفْسَهُ، وَالرُّؤْيَا تَحْزِينٌ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ رُؤْيَا يَكْرَهُهَا، فَلَا يُحَدِّثْ بِهَا أَحَدًا، وَلْيَقُمْ فَلْيُصَلِّ".

(صحيح على شرط الشيخين: مسند احمد رقم 7642؛ مصنف عبد الرزاق رقم 20352؛ مسلم رقم 6

۔2263؛الترمذی رقم2291؛الحاکم 390/4؛البغوی رقم3279)

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''آخری زمانے میں مؤمن کی خواب جھوٹی نہیں ہوگی، تمہاری سب سے سچی بات خواب ہوگی۔خواب تین قسم کا ہے: اچھی خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت ہوتی ہے، دوسرا خواب وہ ہے کہ انسان جو دن میں کلام وغیرہ کرتا ہے وہی شب کو خواب میں دیکھتا ہے۔تیسرا رویائے حزن، شیطان کی جانب سے، پھر جب تم میں سے کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے، تو اس کو کسی سے بیان نہ کرے۔اس کو چاہیے کہ جب بیدار ہو جائے، تو نماز پڑھ لے''۔

□ علاوہ ازیں چونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کا صدق قطعی اور یقینی ہے۔اس لئے ان کے رؤیا کا صدق بھی قطعی اور یقینی ہے۔چنانچہ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَأَصْدَقُ النَّاسِ رُؤْيَا أَصْدَقُهُمْ حَدِيثًا.

(مدارج السالکین بین منازل إیاك نعبد وإیاك نستعین، ج۱ص۷۴)

ترجمہ سب سے زائد سچے خواب والا وہی شخص ہے کہ جو اپنے کلام میں سب سے زائد سچا ہے۔

نیز انبیاء کرام علیہم السلام کی آنکھیں اگرچہ سوتی ہیں، مگر قلوب بیدار رہتے ہیں۔یہ بھی اسی کو مقتضی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا خواب قطعی ہو، بلکہ رویائے انبیاء علیہم السلام فقط ظاہری آنکھوں کے لحاظ سے رؤیا ہے۔باقی قلب کے اعتبار سے وہ بیداری کے حکم میں ہے۔

نیز رویائے انبیاء علیہم السلام میں جس درجہ انکشاف ہوتا ہے، وہ دوسروں کے رؤیا میں نہیں ہوتا۔جیسے کہ:''لَا يَرَىٰ رُؤْيَا إِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ. (بخاری رقم3)'' سے معلوم ہوتا ہے۔

الحاصل انبیاء کرام علیہم السلام کا رؤیا بالکل قطعی ہے، اور جس طرح انبیاء کرام علیہم السلام معصوم ہیں، اسی طرح ان کا رویا بھی معصوم ہے۔

1 تفہیم غیبی

تفہیم غیبی من جانب اللہ کسی کی نظر اور فکر میں ایسی برکت کا آجانا کہ اس کی قوت نظریہ کو کشاں کشاں صواب اور رشد کی طرف لے جائے، اس کا نام تفہیم غیبی اور تفہیم الٰہی

ہے۔

آیت 11:۔ وَدَاوُدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ○ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ۔

(الانبیاء:۷۸،۷۹)

ترجمہ: اور اسی نعمت سے ہم نے حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو سرفراز کیا۔ یاد کرو وہ موقع جب کہ وہ دونوں ایک کھیت کے مقدمے میں فیصلہ کر رہے تھے جس میں رات کے وقت دوسرے لوگوں کی بکریاں پھیل گئی تھیں، اور ہم اُن کی عدالت خود دیکھ رہے تھے۔ اُس وقت ہم نے صحیح فیصلہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو سمجھا دیا حالانکہ حکم اور علم ہم نے دونوں ہی کو عطا کیا تھا۔

حق تعالیٰ شانہ نے علم اور حکمت کو دونوں نبیوں کے لئے ذکر فرمایا، مگر اس واقعہ معینہ میں تفہیم کے ساتھ حضرت سلیمان علیہ السلام کو مخصوص فرمایا۔

حدیث 18:۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا مُطَرِّفٌ، أَنَّ عَامِرًا، حَدَّثَهُمْ عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قُلْتُ لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: "هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ مِنَ الوَحْيِ إِلَّا مَا فِي كِتَابِ اللهِ؟". قَالَ: "لَا وَالَّذِي فَلَقَ الحَبَّةَ، وَبَرَأَ النَّسَمَةَ! مَا أَعْلَمُهُ إِلَّا فَهْمًا يُعْطِيهِ اللهُ رَجُلًا فِي القُرْآنِ، وَمَا فِي هٰذِهِ الصَّحِيفَةِ". قُلْتُ: "وَمَا فِي الصَّحِيفَةِ؟". قَالَ: "العَقْلُ، وَفَكَاكُ الأَسِيرِ، وَأَنْ لَا يُقْتَلَ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ".

(بخاری رقم 3047، 6903، 6915؛ ترمذی رقم 1412؛ مسند ابی داؤد طیالسی رقم 92؛ سنن دارمی رقم 2401؛ سنن کبریٰ بیہقی رقم 15909، 18828؛ مشکوٰۃ رقم 3461)

ترجمہ: حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: ''کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو کوئی خاص شے بتلائی ہے جو اور لوگوں کو نہیں بتلائی''۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: ''نہیں، جو سب کو بتلایا وہی مجھ کو بھی۔ قسم ہے اللہ کی! مگر ایک فہم اور سمجھ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ اپنے جس بندے کو چاہتے ہیں عطا فرماتے ہیں اور میرے پاس ایک یہ صحیفہ ہے کہ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد

فرمودہ: دیت، قیدیوں کے چھڑانے کافر کے بدلے میں مسلمان کو قتل نہیں کیا جائے گا، کے احکام ہیں''۔

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ مدارج السالکین میں فرماتے ہیں:

وَفِي كِتَابِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ لِأَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: وَالْفَهْمَ الْفَهْمَ فِيمَا أُدْلِيَ إِلَيْكَ. فَالْفَهْمُ نِعْمَةٌ مِنَ اللهِ عَلَى عَبْدِهِ. وَنُورٌ يَقْذِفُهُ اللهُ فِي قَلْبِهِ. يَعْرِفُ بِهِ. وَيُدْرِكُ مَا لَا يُدْرِكُهُ غَيْرُهُ وَلَا يَعْرِفُهُ. فَيَفْهَمُ مِنَ النَّصِّ مَا لَا يَفْهَمُهُ غَيْرُهُ. مَعَ اسْتِوَائِهِمَا فِي حِفْظِهِ. وَفَهْمِ أَصْلِ مَعْنَاهُ.

فَالْفَهْمُ عَنِ اللهِ وَرَسُولِهِ عُنْوَانُ الصِّدِّيقِيَّةِ، وَمَنْشُورُ الْوِلَايَةِ النَّبَوِيَّةِ. وَفِيهِ تَفَاوَتَتْ مَرَاتِبُ الْعُلَمَاءِ، حَتَّى عُدَّ أَلْفٌ بِوَاحِدٍ. فَانْظُرْ إِلَى فَهْمِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَقَدْ سَأَلَهُ عُمَرُ، وَمَنْ حَضَرَ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ وَغَيْرِهِمْ عَنْ سُورَةِ "إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللهِ وَالْفَتْحُ" [النصر: 1]. وَمَا خُصَّ بِهِ ابْنُ عَبَّاسٍ مِنْ فَهْمِهِ مِنْهَا أَنَّهَا نَعْيُ اللهِ سُبْحَانَهُ نَبِيَّهُ إِلَى نَفْسِهِ وَإِعْلَامُهُ بِحُضُورِ أَجَلِهِ. وَمُوَافَقَةِ عُمَرَ لَهُ عَلَى ذٰلِكَ. وَخَفَائِهِ عَنْ غَيْرِهِمَا مِنَ الصَّحَابَةِ وَابْنُ عَبَّاسٍ إِذْ ذَاكَ أَحْدَثُهُمْ سِنًّا. وَأَيْنَ تَجِدُ فِي هٰذِهِ السُّورَةِ الْإِعْلَامَ بِأَجَلِهِ. لَوْلَا الْفَهْمُ الْخَاصُّ؟. (مدارج السالكين بين منازل إياك نعبد وإياك نستعين، ج ا ص ٦٥)

ترجمہ: پس فہم اللہ کا بندہ پر ایک عظیم انعام ہے اور وہ ایک نور ہے جس کو اللہ تعالیٰ بندہ کے قلب میں ڈالتے ہیں جس کی وجہ سے اس کو ان امور کا ادراک اور فہم ہونے لگتا ہے کہ جو دوسرے کو نہیں ہوتا، اگرچہ دوسرا شخص قوت حفظ اور اصل معنی کے سمجھنے میں اس کے برابر ہو۔ پس یہ فہم صدیقیت کا عنوان اور ولایت نبوت کا خاص نشان ہے اور اس میں علماء کے مراتب مختلف ہوتے ہیں حتی کہ بعض مرتبہ ہزار عالم ایک عالم کے برابر شمار کئے جاتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے فہم کو دیکھو کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور دیگر بدری صحابہ رضی اللہ عنہم سے ''اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللهِ وَالْفَتْحُ ○'' کی تفسیر دریافت فرمائی۔ تو صرف حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میری سمجھ میں یہ آتا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر دی ہے اور یہ بتلایا ہے کہ تمہاری وفات کا زمانہ قریب آ گیا

ہے''۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس معنی پر موافقت فرمائی اور یہ معنی دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم پر مخفی رہے حالانکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سب سے کم عمر تھے اور ظاہر آیت میں کوئی اشارہ وفات کی جانب نہیں۔ اگر تفہیم الٰہی نہ ہوتی تو یہ مطلب نہ سمجھ میں آتا۔

2 الہام

جو علم کہ قلب میں بغیر کسی اکتساب اور استدلال کے حق تعالیٰ شانہ یا ملاءاعلیٰ کی جانب سے القاء ہو، اس کو الہام کہتے ہیں۔

آیت 12:۔ فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوٰهَا ۝ (الشمس: ۸)

ترجمہ: پھر اس کی بدی (فُجور) اور اس کی پرہیزگاری (تقویٰ) اس پر الہام کر دی۔

☐ شیخ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''تقویٰ کا الہام اس لیے فرمایا تاکہ نفس اس پر عمل کرے۔ اور فجور کا الہام اس لیے فرمایا تاکہ اس سے پرہیز کرے''۔

حدیث 19:۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ شَبِيبِ بْنِ شَيْبَةَ، عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِي:..... فَقَالَ: قُلْ: أَللّٰهُمَّ! أَلْهِمْنِي رُشْدِي، وَأَعِذْنِي مِنْ شَرِّ نَفْسِي". هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ. (ترمذی رقم 3483)

ترجمہ: حضرت حصین بن منذر خزاعی رضی اللہ عنہ جب مشرف باسلام ہوئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ دعا تعلیم فرمائی:

أَللّٰهُمَّ! أَلْهِمْنِي رُشْدِي، وَأَعِذْنِي مِنْ شَرِّ نَفْسِي"۔

ترجمہ: اے اللہ! مجھ کو رشد اور ہدایت کا الہام فرما اور شرِ نفس سے مجھ کو پناہ دے۔

آیت 13:۔ وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ أَنْ أَرْضِعِيهِ (القصص: ۷)

ترجمہ: اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو یہ الہام کیا کہ ان کو دودھ پلاؤ۔

آیت 14:۔ وَإِذْ أَوْحَيْتُ إِلَى الْحَوَارِيِّينَ أَنْ آمِنُوا بِي وَبِرَسُولِي (المائدۃ: ۱۱۱)

ترجمہ: حواریین کو یہ الہام کیا کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ۔

آیت 15:۔ قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ إِمَّا أَنْ تُعَذِّبَ وَإِمَّا أَنْ تَتَّخِذَ فِيهِمْ حُسْنًا ۝

(الکھف:۸۶)

ترجمہ اور ذوالقرنین کو یہ الہام کیا کہ خواہ ان کو عذاب دو یا ان کے ساتھ احسان کرو۔

الہام کی مختلف صورتیں ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ من جانب اللہ براہ راست قلب پر القاء ہوتا ہے اس کو علم لدنی کہتے ہیں۔

آیت 16:۔ وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا○ (الکھف:۶۵)

ترجمہ اور ہم نے سکھلایا اس کو اپنی طرف سے ایک علم۔

□ اور کبھی ملاء اعلیٰ اور ملک الہام کے توسط سے کوئی چیز قلب میں القاء کی جاتی ہے اس کو القاء فی القلب اور نفث فی الروع کہتے ہیں ملک الہام قلب میں القاء کرتا ہے مگر نظر نہیں آتا۔

حدیث 20:۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عُمَرَ الْبَزَّازُ، ثنا ابْنُ الْأَعْرَابِيِّ، أبنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، ثنا أَبُو عُبَيْدٍ، ثنا هُشَيْمٌ، أبنا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ زُبَيْدٍ الْيَامِيِّ، عَمَّنْ أَخْبَرَهُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ رُوحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِي رُوعِي أَنَّ نَفْسًا لَنْ تَمُوتَ حَتّٰى تَسْتَكْمِلَ رِزْقَهَا، فَاتَّقُوا اللهَ وَأَجْمِلُوا فِي الطَّلَبِ".

(مسند الشهاب القضاعي، ج۲ص ۱۸۵ رقم 1151؛ شرح السنة، ج ۱۴ ص ۳۰۴ رقم 4112؛ حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، ج۱۰ ص۲۶، ۲۷۔ عن أبي أمامة؛ الجامع (منشور كملحق بمصنف عبد الرزاق)، ج۱۱ ص ۱۲۵ رقم 20100 مرسلاً)

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''روح القدس یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام نے میرے قلب میں یہ ڈالا ہے کہ کوئی نفس اس وقت تک ہرگز نہ مرے گا جب تک کہ وہ اپنا رزق پورا نہ کرلے۔ پس تم رزق کی تلاش میں عمدگی پیدا کرو''۔

آیت 17:۔ اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ○ (الانفال:۱۲)

ترجمہ اور وہ وقت جبکہ تمہارا رب فرشتوں کو اشارہ کر رہا تھا: ''میں تمہارے ساتھ ہوں، تم اہلِ ایمان کو ثابت قدم رکھو، میں ابھی ان کافروں کے دلوں میں رُعب ڈالے دیتا

ہوں، پس تم ان کی گردنوں پر ضرب اور جوڑ جوڑ پر چوٹ لگاؤ"۔

- حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد "وَاعِظُ اللهِ فِي قَلْبِ كُلِّ مُسْلِمٍ" جیسا کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے روایت کیا ہے اس واعظ اللہ سے یہی الہام الٰہی بواسطہ ملائکہ مراد ہے جیسا کہ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج السالکین میں ذکر کیا ہے۔

حدیث 21: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ سَوَّارٍ أَبُو الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ يَعْنِي ابْنَ سَعْدٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ، أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ جُبَيْرٍ، حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "ضَرَبَ اللهُ مَثَلًا صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا، وَعَلَى جَنْبَتَيِ الصِّرَاطِ سُورَانِ فِيهِمَا أَبْوَابٌ مُفَتَّحَةٌ، وَعَلَى الْأَبْوَابِ سُتُورٌ مُرْخَاةٌ، وَعَلَى بَابِ الصِّرَاطِ دَاعٍ يَقُولُ: أَيُّهَا النَّاسُ! ادْخُلُوا الصِّرَاطَ جَمِيعًا، وَلَا تَتَعَرَّجُوا، وَدَاعٍ يَدْعُو مِنْ فَوْقِ الصِّرَاطِ، فَإِذَا أَرَادَ يَفْتَحُ شَيْئًا مِنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ، قَالَ: وَيْحَكَ لَا تَفْتَحْهُ، فَإِنَّكَ إِنْ تَفْتَحْهُ تَلِجْهُ، وَالصِّرَاطُ الْإِسْلَامُ، وَالسُّورَانِ: حُدُودُ اللهِ، وَالْأَبْوَابُ الْمُفَتَّحَةُ: مَحَارِمُ اللهِ، وَذٰلِكَ الدَّاعِي عَلَى رَأْسِ الصِّرَاطِ: كِتَابُ اللهِ، وَالدَّاعِي مِنْ فَوْقَ الصِّرَاطِ: وَاعِظُ اللهِ فِي قَلْبِ كُلِّ مُسْلِمٍ"۔

(صحیح: مسند أحمد رقم 17634، 17636؛ الطبری فی "التفسیر" رقم 187؛ الطحاوی فی "شرح مشکل الآثار" رقم 2142، 2143؛ الأجری فی "الشریعة" رقم 14، 15؛ سنن الکبریٰ نسائی رقم 11169؛ یعقوب بن سفیان فی "المعرفة والتاریخ" 3/414؛ ابن أبی عاصم فی "السنة" رقم 18، 19؛ اعتلال القلوب للخرائطی رقم 42؛ السنة المروزی رقم 18؛ الطبرانی فی "الشامیین" رقم 1147، 2024؛ الرامهرمزی فی "الأمثال" رقم 3؛ قال الحاکم: هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ وَلَا أَعْرِفُ لَهُ عِلَّةً وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ. وقال الذهبی ایضاً: علی شرط مسلم ولا علة له: مستدرک حاکم رقم 245؛ الترمذی رقم 2859، أبو الشیخ فی "الأمثال" رقم 280، صحیح الجامع: رقم 3887، صحیح

الترغیب والترھیب: رقم 2348، المشکوٰۃ: رقم 191؛ شعب الایمان رقم 6821)

ترجمہ حضرت نواس بن سمعان انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ نے صراطِ مستقیم کی مثال بیان فرمائی ہے۔ اس صراط (راستے) کے دونوں طرف دیواریں ہیں۔ ان دونوں دیواروں میں کھولے جانے والے دروازے ہیں، جن کے اوپر پردے پڑے ہیں۔ راستے کے ہر دروازے پر ایک منادی پکار پکار کر کہہ رہا ہے: ’’اے لوگو! سب کے سب راستے پر چل پڑو، اور ٹیڑھے راستے کو اختیار نہ کرو۔ راستے کے اوپر ایک منادی پکار کر کہہ رہا ہے۔ پھر جب کوئی شخص ان دروازوں میں سے کسی کو کھولنے کا ارادہ کرتا ہے، تو کہتا ہے: ’’تیرے لیے بربادی ہو! اس کو ہرگز نہ کھولنا، اگر تُو نے ان میں سے کسی کو کھول دیا، تو پھر تُو اس میں داخل ہو ہی جائے گا‘‘۔ ’’صراط‘‘ اسلام ہے۔ دیواریں اللہ کی حدود ہیں، اور کھلے ہوئے دروازے اللہ کے محارم ہیں۔ صراط کے آغاز میں منادی کتاب اللہ ہے، راستے کے اوپر منادی ہر مسلم کے دل میں ’’واعظ اللہ‘‘ ہے‘‘۔

□ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ فرشتہ متمثل بشر ہو کر شفاھاً اور عیاناً مخاطب اور کلام کرتا ہے۔

آیت 18:۔ وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ○ (آل عمران: ۴۲)

ترجمہ پھر وہ وقت آیا جب مریم علیہا السلام سے فرشتوں نے آکر کہا: ’’اے مریم! اللہ نے تجھے برگزیدہ کیا اور پاکیزگی عطا کی اور تمام دنیا کی عورتوں پر تجھ کو ترجیح دے کر اپنی خدمت کے لیے چن لیا‘‘۔

آیت 19:۔ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ○

(آل عمران: ۴۵)

ترجمہ اور جب فرشتوں نے کہا: ’’اے مریمؑ! اللہ تجھے اپنے ایک فرمان کی خوشخبری دیتا ہے۔ اُس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ہوگا، دنیا اور آخرت میں معزز ہوگا، اللہ کے مقرب بندوں میں شمار کیا جائے گا‘‘۔

آیت 20:۔ وَاذْكُرْ فِى الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ○

فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۖ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ○ قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ○ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ○ (مریم:۱۶ تا ۱۹)

ترجمہ اور اے نبی ﷺ! اس کتاب میں حضرت مریم علیہا السلام کا حال بیان کریں، جب کہ وہ اپنے لوگوں سے الگ ہو کر مشرقی جانب گوشہ نشین ہو گئی تھی۔ اور پردہ ڈال کر اُن سے چھپ بیٹھی تھی۔ اس حالت میں ہم نے اس کے پاس اپنی روح کو (یعنی فرشتے کو) بھیجا اور وہ اس کے سامنے ایک پورے انسان کی شکل میں نمودار ہو گیا۔ حضرت مریم علیہا السلام یکا یک بول اٹھی: "اگر تو کوئی خدا ترس آدمی ہے تو میں تجھ سے خدائے رحمن کی پناہ مانگتی ہوں"۔ اُس نے کہا: "میں تو تیرے ربّ کا فرستادہ ہوں اور اس لیے بھیجا گیا ہوں کہ تجھے ایک پاکیزہ لڑکا دوں"۔

4.4:۔ الہام انبیاء علیہم السلام اور الہام اولیاء رحمہم اللہ میں فرق

حافظ تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ "المعتمد" میں فرماتے ہیں:

"الہام انبیاء علیہم السلام اور الہام اولیاء رحمہم اللہ میں فرق ظاہر ہے۔ انبیاء علیہم السلام کا الہام قطعی ہوتا ہے جس طرح انبیاء کرام علیہم السلام معصوم عن الخطاء ہوتے ہیں، اسی طرح ان کا الہام بھی معصوم عن الخطاء ہوتا ہے، بخلاف الہام اولیاء رحمہم اللہ کے کہ وہ ظنی ہوتا ہے اور خطا سے معصوم نہیں ہوتا۔ یہ فرق ایسا ہی ہے جیسا کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رحمہم اللہ کے رویائے صالحہ میں ہے، کہ انبیاء علیہم السلام کا رویا صالحہ وحی ہوتا ہے اولیاء کا نہیں"۔

امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

"اور اولیاء رحمہم اللہ کا الہام انوارِ نبوت سے ماخوذ ہوتا ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام ہی کی متابعت کے فیض اور برکت سے ہوتا ہے"۔ "فافهم واستقم"

(مکتوباتِ امامِ ربانی مجدد الف ثانی فارسی۔ المولف: حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۳۴ھ)۔ دفتر سوم حصہ ہشتم مکتوب نمبر ۲۳ ص ۶۳۔ طبع رؤف اکیڈمی، لاہور)

یعنی جس طرح مؤمنین کا ایمان اور ان کی دیگر صفات مثلاً زہد وورع، قناعت وتوکل،

رضاو تسلیم وغیرہ وغیرہ، انبیاء کرام علیہم السلام ہی کے ایمان اور صفات کا ایک عکس ہوتا ہے اور مؤمنین کے ایمان اوران کے زہد اور ورع کو انبیاء کرام علیہم السلام کے ایمان اور زہد و ورع سے کوئی نسبت نہیں ہوتی۔

اسی طرح الہام مؤمنین کو الہام انبیاء علیہم السلام سے کوئی نسبت نہیں ہوتی۔الہام مؤمنین تو الہام انبیاء علیہم السلام کا ایک ادنی سا پرتو اور عکس ہوتا ہے۔یہ کہاں اس کے ہمسر ہو سکتا ہے؟ این الثری من الثریا؟ نیز الہام اولیاء رحمہم اللہ فقط کسی بشارت یا تفہیم پر مشتمل ہوتا ہے اور الہام انبیاء علیہم السلام میں امر و نہی اور احکام الٰہیہ جو بندوں کے متعلق ہوں وہ ہوتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر اپنے الہام کی تبلیغ واجب ہے اور اولیاء رحمہم اللہ پر نہیں بلکہ اس کا اخفاء اولیٰ ہے جب تک کوئی ضرورت شرعیہ و دینیہ داعی نہ ہو۔

(علم الکلام، ص ۲۴۵، ۲۴۶۔ المؤلف: حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۹۴ھ)۔ الناشر: زمزم پبلشرز، کراچی ۲۰۱۲ء)

4.5: طریق معرفت نبوتِ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام

علماء ربانیین نے معرفت و رسالت اور صادق و کاذب کی تمیز کے متعدد طریقے ذکر فرمائے ہیں:

طریق 1: علامہ سیّد محمد بن مرتضی یمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور اصحاب مکر و تزویر میں بیِّن (واضح) فرق ہوتا ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی پیشانیوں پر تقویٰ اور خشیت الٰہی کے انوار آفتاب کی شعاعوں سے زائد تاباں اور درخشاں نظر آتے ہیں۔صلاح اور رشد کے آثار اُن کے مبارک چہروں پر عیاں اور نمایاں ہوتے ہیں۔انابت الی اللہ اور استغفار، تحلم اور اصطبار سخا اور ایثار، مساکین و فقراء کی مدارت اور محبت ضعفاء اور غربا پر تلطف اور رافت اور دیگر محاسن و شمائل ان کے رگ و پے میں سرایت کئے ہوتے ہیں۔امراء و سلاطین سے بے تعلق، حب دنیا اور اور حب شہوات اور اتباع ہوئی سے بالکلیہ پاک اور منزہ ہوتے ہیں،

بخلاف اصحاب حیل کے کہ مکر وتزویر کے ظلمات ان کے چہروں پر چھائی ہوئی ہوتی ہے۔

اغنیاء اور سلاطین کو اپنی طرف مائل کرنا تاکہ حطام دنیا اور متاع قلیل ان سے حاصل ہو سکے۔ یہ ان کا اولین مقصد ہوتا ہے لیل ونہار حب شہوات اور حب دنیا اور حب جاہ اور حب مال اور اتباع شہوات میں مستغرق اور منہمک ہوتے ہیں اور حق تعالیٰ شانہ نے اپنے اس ارشاد:

آیت 21:۔ اَمْ لَمْ یَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ○ (المؤمنون:٦٩)

ترجمہ یا یہ اپنے رسول سے کبھی واقف نہ تھے کہ (ان جانا آدمی ہونے کے باعث) اس سے بدکتے ہیں؟

سے اسی جانب اشارہ فرمایا ہے۔

الحاصل: صادقین وکاذبین کے صفات وسمات میں، اقوال وافعال میں، صورت وسیرت میں، ظاہر وباطن میں وہی فرق ہے کہ جو ظلمت اور نور میں ہے، لیکن انبیاء کرام علیہم السلام کی بعض صفات جمیلہ زائغین کے حق میں موجب فتنہ ہو جاتی ہیں تاکہ تکلیف کا مقصد یعنی ابتلاء وامتحان باقی رہ سکے۔

آیت 22:۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ؕ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ○ (الفرقان:٢٠)

ترجمہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جو رسول بھی ہم نے بھیجے تھے وہ سب بھی کھانا کھانے والے اور بازاروں میں چلنے پھرنے والے لوگ ہی تھے دراصل ہم نے تم لوگوں کو ایک دوسرے کے لیے آزمائش کا ذریعہ بنا دیا ہے۔ کیا تم صبر کرتے ہو؟ تمہارا رب سب کچھ دیکھتا ہے۔

□ امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب: ''الذريعة إلى مكارم الشريعة'' میں ایک باب: ما يعرف به صحة النبوة کے عنوان سے اسی غرض کے لئے منعقد فرمایا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

ما يعرف به صحة النبوة

لكل نبي آيتان:

إحداهما: عقلية يعرفها أولو البصائر من الصديقين والشهداء والصالحين ومن يجرى مجراهم.

والثانية: حسية يدركها أولو الأبصار من العامة.

فالأولى: ما لهم من الأصول الزكية، وصورهم المرضية، وعلومهم الباهرة، ودلائلهم المتقدمة عليهم والمستصحبة، وأنوارهم الساطعة التى لا تخفى على أولى البصائر، كما قال الشاعر فى مدح النبى صلى الله عليه وسلم:

لو لم تكن فى آيات مبينة كانت   بداهته تغنيك عن خبره

وذلك أن حق النبى أن يكون من أكرم تربة فى العالم، وحيث يكون عقل أربابها أوفر، لذلك لم يبعث نبى من الأطراف التى تضعف عقول أربابها، ويجب أن يكون من عنصر كريم من بيت الفضل، ولهذا قال تعالى: إِنَّ اللهَ اصْطَفَى آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ (33) ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ. وَاللهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (34).

ونبَّه بقوله: "ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ"، أنه جعل النبوة فى أهل بيت واحد لا تخرج عنهم لكونهم أشرف.

ويجب أن يكون عليه أنوار تروق من رآها وأخلاق تتملك من ابتلاها، كما قال تعالى: "وَأَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِنِّي"، وقال لنبينا صلى الله عليه وسلم: "وَإِنَّكَ لَعَلَى خُلُقٍ عَظِيمٍ".

ويجب أن يكون كلامه ذا حجة وبيان يشفى سامعه إذا كان متخصصًا بنور العقل، ولذلك قال تعالى: "وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِنْ أَمْرِنَا".

وهذه الأحوال إذا حصلت لا يحتاج ذو البصيرة معها إلى معجزة، ولا

يطلبها كما لا يطلب الأنبياء من الملائكة فيما يخبرونهم به حجة، ولهذا لما عرض النبي صلى الله عليه وسلم على الصديق أبي بكر الإسلام تلقاه بالقبول، حتى قال صلى الله عليه وسلم: "ما أحد عرضت عليه الإسلام إلا كانت له كبوة غير أبي بكر الصديق فإنه لم يتلعثم فيه".

وأما الآية الثانية فهي المعجزة التي تدركها الحواس من الأنبياء، وذلك يطلبه أحد رجلين إما ناقص عن معرفة الفرق بين الكلام الإلهي وبين الكلام البشري، وعن إدراك سائر ما تقدم ذكره، فيحتاج إلى ما يدركه بحسه لقصوره عن إدراك ذلك. وإما ناقص وهو مع نقصه معاند، فيقصد بما يطلبه العناد، كما قال تعالى حكاية عن الكفار:

وَقَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتَّى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنْبُوعًا (90) أَوْ تَكُونَ لَكَ جَنَّةٌ مِنْ نَخِيلٍ وَعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْأَنْهَارَ خِلَالَهَا تَفْجِيرًا (91) أَوْ تُسْقِطَ السَّمَاءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا أَوْ تَأْتِيَ بِاللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ قَبِيلًا (92) أَوْ يَكُونَ لَكَ بَيْتٌ مِنْ زُخْرُفٍ أَوْ تَرْقَى فِي السَّمَاءِ وَلَنْ نُؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتَّى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتَابًا نَقْرَؤُهُ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَسُولًا (93) وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَى إِلَّا أَنْ قَالُوا أَبَعَثَ اللَّهُ بَشَرًا رَسُولًا (94).

(الذريعة إلى مكارم الشريعة، لراغب الأصفهاني، ص١٥٦، ١٥٧)

ترجمہ: ہر نبی کے لئے دو قسم کی نشانیاں ہیں۔ ایک عقلی: جس کو ارباب بصیرت شہداء وصالحین پہچانتے ہیں اور دوسری حسی کہ جس کو عوام پہچانتے ہیں۔

عقلی نشانیاں انبیائے کرام علیہم السلام کے پاکیزہ اصول اور پسندیدہ صورتیں ہیں۔ ان کے علومِ قاہرہ اور دلائل وبراہین سابقہ ولاحقہ اور ان کی وہ انوار وبرکات ہیں کہ جن کا ارباب بصیرت پر مخفی رہنا ناممکن ہے، جیسا کہ کسی شاعر نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں کہا ہے:

لو لم تکن فی آیات مبینة کانت   بداهته تغنیك عن خبره

ترجمہ   اگر بالفرض آپ ﷺ میں خدا کی اور نشانیاں نہ بھی ہوتیں، تو آپ ﷺ کا ظاہر ہی باطن کی خبر دینے کے لئے کافی تھا۔

اس لئے کہ ہر نبی کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ ایسے خاندان سے ہو کہ جو سب سے اعلیٰ وارفع ہو اور سب سے زیادہ عاقل اور فہیم ہو۔ اسی لئے کوئی نبی ضعیف العقل خاندان سے نہیں ہوا اور اسی لئے حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے:

آیت 23:۔ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ○ ذُرِّيَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○ (آل عمران: ۳۳، ۳۴)

ترجمہ   اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام اور آلِ ابراہیمؑ اور آل عمران کو تمام دنیا والوں پر ترجیح دے کر (اپنی رسالت کے لیے) منتخب کیا تھا۔ یہ ایک سلسلے کے لوگ تھے، جو ایک دوسرے کی نسل سے پیدا ہوئے تھے۔ اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔

اور "ذُرِّيَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ" سے اس طرف اشارہ فرمایا کہ اللہ نے نبوت کو اسی گھرانہ میں منحصر کر دیا ہے نبوت اس گھرانہ سے نہ نکلے گی۔ اس لئے کہ یہ گھرانہ سب سے بہتر ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے چہروں پر ایسے انوار نمایاں ہوتے ہیں کہ جو دیکھنے والے کو ہیبت میں ڈالتے ہیں اور ان کے اخلاق لوگوں کو اپنی طرف جذب کرتے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

آیت 24:۔ وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ ۚ (طٰہٰ: ۳۹)

ترجمہ   میں نے اپنی طرف سے تجھ پر محبت طاری کر دی۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں

آیت 25:۔ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ○ (القلم: ۴)

ترجمہ   آپ ﷺ بڑے اخلاق پر ہیں

اور نبی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کا کلام مدلل اور مبرہن اور سامع کے لئے شافی ہو، بشرطیکہ سامع نور عقل سے منور ہو اور اسی لئے ارشاد الٰہی ہے:

آیت 26:۔ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ

وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ۭ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ (الشوریٰ:۵۲)

ترجمہ اور اسی طرح (اے نبیؐ) ہم نے اپنے حکم سے ایک روح تمہاری طرف وحی کی ہے تمہیں کچھ پتہ نہ تھا کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کیا ہوتا ہے مگر اُس رُوح کو ہم نے ایک روشنی بنا دیا جس سے ہم راہ دکھاتے ہیں اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں۔ یقیناً تم سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کر رہے ہو۔

اور ان احوال کے حاصل ہونے کے بعد صاحب بصیرت کو کسی معجزہ کی حاجت باقی نہیں رہتی اور نہ وہ معجزہ طلب کرتا ہے جیسا کہ انبیاء کرام در بارہ وحی، ملائکہ سے کوئی حجت اور دلیل نہیں طلب کرتے اور اسی وجہ سے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اسلام پیش کیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فوراً قبول کرلیا۔

1 قال صلى الله عليه وسلم: "ما أحد عرضت عليه الإسلام إلا كانت له كبوة غير أبي بكر الصديق فإنه لم يتلعثم فيه".

(الذريعة إلى مكارم الشريعة لراغب الأصفهاني ص ۱۵۶، ۱۵۷)

2 وَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا أَحَدٌ عَرَضْتُ عَلَيْهِ الْإِسْلَامَ (أَوِ الْإِيمَانَ) أَوِ النُّبُوَّةَ، إِلَّا كَانَتْ لَهُ كَبْوَةٌ، غَيْرَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَإِنَّهُ لَمْ يَتَلَعْثَمْ". وَالْكَبْوَةُ: أَنْ يَقِفَ سَاعَةً حَتَّى يَنْظُرَ فِي أَمْرِهِ، وَأَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَمَّا قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنِّي نَبِيٌّ"، قَالَ لَهُ: صَدَقْتَ، مُجَاوَبَةً لِقَوْلِهِ، وَلَمْ يَقِفْ سَاعَةً وَاحِدَةً، وَهُوَ قَوْلُهُ: "لَمْ يَتَلَعْثَمْ"، أَيْ لَمْ يَقِفْ.

(المجالسة وجواهر العلم للدينوري ج ۳ ص ۴۶۹ تحت رقم 1077)

ترجمہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میں نے جس کسی پر بھی اسلام پیش کیا اس کو کچھ نہ کچھ تذبذب ہوا۔ سوائے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کہ اس نے اسلام کے قبول کرنے میں تامل نہیں کیا''۔

دوسری نشانی معجزہ ہے جس کا حواس ظاہر ادراک کرتے ہیں معجزہ کا طالب یا تو وہ ناقص

العقل ہوتا ہے کہ جو کلام الٰہی اور کلام بشری میں فرق نہیں کر سکتا اور نہ امور سابق الذکر کا ادراک کر سکتا ہے اس لئے ایسی شے کا محتاج ہوتا ہے کہ جو حس ظاہر سے مدرک ہو سکے یا معجزہ کا طالب کوئی معاند ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کا کلام نقل کیا ہے:

آیت 27:۔ وَقَالُوا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ○ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ○ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓىِٕكَةِ قَبِيْلًا ○ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ؕ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ○

(بنی اسرائیل: ۹۰ تا ۹۳)

ترجمہ: اور انہوں نے کہا: ''ہم تیری بات نہ مانیں گے جب تک کہ تو ہمارے لیے زمین کو پھاڑ کر ایک چشمہ جاری نہ کر دے۔ یا تیرے لیے کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ پیدا ہو اور تو اس میں نہریں رواں کر دے۔ یا تو آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہمارے اوپر گرا دے جیسا کہ تیرا دعویٰ ہے۔ یا اللہ اور فرشتوں کو رُو در رُو ہمارے سامنے لے آئے۔ یا تیرے لیے سونے کا ایک گھر بن جائے۔ یا تو آسمان پر چڑھ جائے، اور تیرے چڑھنے کا بھی ہم یقین نہ کریں گے جب تک کہ تو ہمارے اوپر ایک ایسی تحریر نہ اتار لائے جسے ہم پڑھیں''۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! ان سے کہو: ''پاک ہے میرا پروردگار! کیا میں ایک پیغام لانے والے انسان کے سوا اور بھی کچھ ہوں؟''۔

□ امام راغب رحمۃ اللہ علیہ ایک دوسرے باب میں فرماتے ہیں

فالعقل: قائد والدين مدد، ولو لم يكن العقل لم يكن الدين باقيًا، ولو لم يكن الدين لأصبح العقل حائرًا، واجتماعهما كما قال تعالى: (نُورٌ عَلٰى نُورٍ).

تعذر إدراك العلوم النبوية على من لم يتهذب في العلوم العقلية المعقولات تجري مجرى الأدوية الجالية للصحة، والشرعيات تجري مجرى الأغذية الحافظة للصحة، وكما أن الجسم متى كان مريضًا لم

ينتفع بالأغذية، ولم يستفد بها، بل يتضرر بها، كذلك من كان مريض النفس كما قال تعالى: (فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ)، لم ينتفع بسماع القرآن الذي هو موضوع الشرعيات، بل صار ذلك ضارًّا له مضرة الغذاء للمريض، ولهذا قال تعالى: (وَإِذَا مَا أُنْزِلَتْ سُورَةٌ فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هَذِهِ إِيمَانًا فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَزَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ (124) وَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا إِلَى رِجْسِهِمْ وَمَاتُوا وَهُمْ كَافِرُونَ (125).

(الذريعة إلى مكارم الشريعة، الراغب الأصفهاني، ص۱۵۷، ۱۵۸)

ترجمہ علوم نبویہ کا ادراک جب میسر ہوتا ہے جب عقل سلیم ہو اور اتباع ہوئی اور زیغ اور عناد سے پاک ہو۔

سلامت عقل بمنزلہ دوائے صحت ہے اور علوم نبویہ بمنزلہ غذائے لطیف ہیں کہ جن کے استعمال سے صحت کی حفاظت مقصود ہے۔

پس جس طرح مریض الجسم کو قبل از صحت غذائے لطیف کا استعمال مضر پڑتا ہے، اسی طرح مریض النفس اور سقیم القلب کو روحانی غذا یعنی تعلیم انبیاء کرام علیہم السلام مفید نہیں ہوتی تاوقتیکہ اتباع ہوئی اور زیغ اور عناد کے روحانی مرض سے صحت یاب نہ ہو جائے بلکہ مضر ہوتی ہے۔

آیت 28: وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ○ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ○

(التوبۃ: ۱۲۴، ۱۲۵)

ترجمہ جب کوئی نئی سورت نازل ہوتی ہے، تو اُن میں سے بعض لوگ (مذاق کے طور پر مسلمانوں سے) پوچھتے ہیں کہو: ''تم میں سے کسی کے ایمان میں اس سے اضافہ ہوا؟''، جو لوگ ایمان لائے ہیں، ان کے ایمان میں تو فی الواقع (ہر نازل ہونے والی سورت نے) اضافہ ہی کیا ہے اور وہ اس سے دل شاد ہیں، البتہ جن لوگوں کے دلوں کو (نفاق کا) روگ لگا ہوا تھا، اُن کی سابق نجاست پر (ہر نئی سورت نے) ایک

اور نجاست کا اضافہ کر دیا اور مرتے دم تک کفر ہی میں مبتلا رہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ شرح عقیدہ اصفہانیہ میں لکھتے ہیں:

جب معمولی امور میں صدق و کذب مخفی نہیں رہتا، اور صادق، کاذب سے ممتاز ہو جاتا ہے، تو نبوت و رسالت کی شان تو بہت ہی اعلیٰ اور ارفع ہے، وہاں صدق و کذب کیسے ملتبس (خلط ملط) ہو سکتا ہے، اور ایک افضل اور ارذل کا، اکمل اور انقص کا امتیاز کیسے مخفی رہ سکتا ہے؟ صادق کا صدق اور کاذب کا کذب ضرور ظاہر ہو کر رہتا ہے۔ انسان اپنی کسی سیرت اور عادت کو کتنا ہی کیوں نہ چھپائے، مگر چند ہی روز میں چہرے کے اُتار چڑھاؤ اور اندازِ بیان پر اس کا ظہور ہو جاتا ہے۔

(شرح العقيدة الأصفهانية لابن تيميه، ص ۱۴۰، ۱۴۱)

شعر وَمَهْمَا تَكُنْ عِنْدَ امْرِىءٍ مِنْ خَلِيقَةٍ وَإِنْ خَالَهَا تَخْفَى عَلَى النَّاسِ تُعْلَمِ

(هو البيت الثامن والخمسون لزهير بن أبي سلمى من جاهليته السائرة "شرح القصائد العشر" ص198 للتبريزي)

ترجمہ انسان میں جو فضیلت بھی ہوتی ہے وہ ظاہر ہو جاتی ہے اگرچہ وہ انسان یہ خیال کرے کہ یہ ظاہر نہ ہو گی۔

طریق 2: حافظ فضل اللہ التورپشتی رحمۃ اللہ علیہ نے اثبات نبوت کے دو طریقے ذکر فرمائے ہیں:

اول یہ کہ چند بندگانِ خدا کا کہ جو امانت و دیانت، حسن صورت اور حسن سیرت اور برگزیدگی حسب و نسب اور علو ہمت اور کمال عقل و فطانت اور کمال فہم و فراست کے ساتھ موصوف ہوں۔ ان کا یہ دعویٰ فرمانا کہ ہم اللہ کے نبی اور اس کے رسول ہیں تمہاری ہدایت کے لئے بھیجے گئے ہیں اور پھر ان کے ہاتھ سے ایسے افعال کا ظاہر ہونا کہ جو قدرت بشری اور طاقت انسانی سے بالکل خارج ہوں۔ مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے آگ کا برد (ٹھنڈا ہو جانا) اور سلامتی والا ہو جانا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے ایک پارۂ چوب (عصا) کا ثعبان مبین (واضح اژدھا) ہو جانا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے مُردوں کا زندہ ہو جانا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انگشتان مبارک سے پانی کا جاری ہونا اور علیٰ ہذا القیاس۔ اسی قسم کے افعال کا ظاہر ہونا کہ جن کو سوائے

اس عزیز حکیم اور قدیر کے کوئی نہیں کرسکتا۔ ان کے صادق اور مصدوق اور مرسل من اللہ ہونے کی روشن دلیل ہے۔

خدا کے خاص افعال کا ان خاص بندوں کے ہاتھ پر ظاہر ہونا ان کے فرستادگانِ خدا ہونے کی برہان مبین اور آیت بینہ ہے۔ اس قسم کی براہین اور آیات بینات کا ظہور کسی کذاب اور مفتری کے ہاتھ پر نا ممکن ہے۔

چنانچہ ساحرین فرعون معجزہ عصا کو دیکھتے ہی سمجھ گئے کہ یہ قدرت الٰہی کا ایک کرشمہ ہے سحر نہیں، اس لئے کہ سحر، سحر کو نیست نہیں کرسکتا۔ یہ کوئی خدا ہی کا فعل ہے کہ جس نے تمام ساحرین کے سحر کو یکلخت ختم کر دیا۔ اور ان کو اس امر کا پورا یقین ہو گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام (معاذ اللہ!) ہماری طرح کوئی ساحر نہیں، بلکہ خدا کے فرستادہ ہیں، جب ہی تو خدا کے افعال اور اس کی قدرت کے ایسے عجیب و غریب کرشمے ان کے ہاتھ پر ظاہر ہو رہے ہیں۔

طریق 3:۔ انبیاء کرام علیہم السلام کا گزشتہ اور آئندہ کے حوادث اور فتن اور اشراط ساعت کی اطلاع دینا اور پھر ذرا برابر بھی کسی بات میں فرق نہ نکلنا۔

فناء دنیا کے بعد حشر و نشر، جنت و جہنم، ثواب و عقاب کے احوال بیان فرمانا اور تمام انبیاء علیہم السلام سابقین و لاحقین کا باوجود اختلاف زمان اور اختلاف مکان کے متفق اللسان اور ایک دوسرے کا مصدق ہونا یہ بھی ان کے مرسل من اللہ اور فرستادہ خدا ہونے کی دلیل ہے۔

آیت 29:۔ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ○ (النساء: ۸۲)

ترجمہ اگر وہ غیر اللہ کے پاس سے ہوتا تو اس میں بہت اختلاف پاتے۔

طریق 4:۔ حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ "المنقذ من الضلال" میں لکھتے ہیں:

فإن وقع لك الشك في شخص معين، أنه نبي أم لا؟ فلا يحصل اليقين إلا بمعرفة أحواله، إما بالمشاهدة، أو بالتواتر والتسامع، فإنك إذا عرفت الطب والفقه، يمكنك أن تعرف الفقهاء والأطباء بمشاهدة أحوالهم، وسماع أقوالهم، وإن لم تشاهدهم، ولا تعجز أيضاً عن معرفة كون الشافعي رحمه الله فقيهاً، و كون جالينوس طبيباً، معرفة

بالحقيقة لا بالتقليد عن الغير. بل بأن تتعلم شيئاً من الفقه والطب وتطالع كتبهما وتصانيفهما. فيحصل لك علم ضروری بحالهما. فكذلك إذا فهمت معنى النبوة فأكثرت النظر فی القرآن والأخبار، يصل لك العلم الضروری بكونه صلى الله عليه وسلم على أعلى درجات النبوة. وأعضد ذلك بتجربة ما قاله فی العبادات وتأثيرها فی تصفية القلوب، و كيف صدق صلى الله عليه وسلم فی قوله: "من عمل بما علم ورثهُ الله علم ما لم يعلم". وكيف صدق فی قوله: "من أعان ظالماً سلطهُ الله عليه"

و كيف صدق فی قوله! "من اصبح وهُمُومُهُ همٌّ واحدٌ الله تعالى هُمُومَ الدنيا والآخرةِ".

فإذا جربت ذلك فی ألف وألفين وآلاف، حصل لك علم ضروری ولا تتمارى فيه. فمن هذا الطريق اطلب اليقين بالنبوة. ولا من قلب العصا ثعباناً، وشق القمر، فإذن ذلك إذا نظرت إليه وحده، ولم تنضم إليه القرائن الكثيرة الخارجة عن الحصر، وربما ظننت أنه سحر و تخييل، وأنه من الله تعالى إضلال فإنه "يُضِلُّ من يَشَاءُ ويَهدی من يشاءُ". (المنقذ من الضلال، الغزالی، ص ۱۸۵)

ترجمہ: کسی نبی کی نبوت کا علم اس کے حالات معلوم ہونے پر موقوف ہے خواہ وہ حالات مشاہدہ سے معلوم ہوئے ہوں یا تواتر سے۔ مثلاً جو شخص علم طب اور علم فقہ سے کچھ بھی واقف ہوگا۔ وہ فقہاء اور اطباء کو ان کے حالات سے معلوم کر سکتا ہے۔

جس طرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا فقیہ ہونا اور جالینوس کا طبیب ہونا مشاہدہ احوال یا سماع اقوال اور مطالعہ تصانیف سے معلوم ہو سکتا ہے اور اگر پھر بھی کسی کو شک ہے تو جس طرح ایک طبیب ہونا اس کی بتلائی ہوئی دواؤں کے تجربہ سے معلوم ہو سکتا ہے۔ اسی طرح ایک طبیب روحانی (نبی اور رسول) کا طبیب روحانی ہونا اسی طرح معلوم ہو سکتا ہے کہ اسکے تعلیم کردہ اذکار وعبادات پر عمل کیا جائے ان پر عمل کرنے سے خود بخود تجربہ ہو جائے گا کہ امراض قلبیہ اور اسقام روحانیہ کا قلب سقیم سے کس طرح ازالہ ہوتا ہے اور کس طرح وہ مریض قلب

چندہی روز میں ان مہلک امراض سے شفایاب ہوجاتا ہے اور اگر کوئی فلسفی المزاج مریض طبیب کا نسخہ دیکھ کر یہ کہے گا کہ گل بنفشہ اور زکام میں کیا مناسبت ہے۔ اور پھر یہ کہ دواؤں کی مقدار میں اس قدر تفاوت کیوں ہے کسی کا وزن چار ماشہ ہے اور کسی کا دو (۲) اور کسی کا تین ماشہ ہے۔ نیز یہ کہ اس خاص مقدار کو مرض کے ازالہ میں کیا دخل ہے، بلکہ وہ اور دو چار فلسفیانہ دلیلیں بھی اس پر قائم کرے گا کہ گل بنفشہ اور ملٹھی جو کہ محض ایک گھاس ہے وہ دردسر کے لئے جو ایک غیر محسوس اور غیر مُبصر شے ہے، کیسے مفید اور مزیل ہوسکتی ہے؟ طبیب حاذق اس احمق اور سفیہ مریض سے یہی کہے گا کہ تمہارے مرض کی دوا یہی ہے دو تین روز تک صبح وشام اس کا استعمال کرو، تم کو خود معلوم ہوجائے گا کہ شفا ہوتی ہے یا نہیں۔ باقی گل بنفشہ کی زکام سے مناسبت اور ادویہ کے مختلف الاوزان ہونے کی حکمت نہ بیان کرے گا۔

اسی طرح اطباء روحانی یعنی انبیاء ومرسلین علیہم السلام سے اگر کوئی سقیم القلب فلسفی یہ دریافت کریں کہ صوم وصلوٰۃ، حج وزکوٰۃ کو اسقام قلبیہ اور امراض روحانیہ کے ازالہ میں کیا دخل ہے؟ پھر صلوٰۃ کے مختلف الانواع اور مختلف المقادیر ارکان سے ترکیب کی کیا وجہ ہے کہ قیام تو اس قدر طویل کردیا گیا اور رکوع کو اس قدر قصیر اور پھر رکوع ایک اور سجود دو (۲)۔ پھر صبح کی دو اور ظہر وعصر کی چار چار اور مغرب کی تین رکعتیں کیوں ہیں؟ اور نیز اس مجموعہ کو فحشاء ومنکر میں کیا دخل ہے؟ تو وہ اطباء روحانی یعنی انبیاء ومرسلین علیہم السلام اس مریض روح اور سقیم قلب سے کہ جس کے روح اور قلب میں فلسفہ کے مہلک مرض نے ناسور ڈال دیئے ہیں، یہ فرمائیں گے:

آیت 30:۔ يَاأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ○ (یونس:۵۷)

ترجمہ: لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آگئی ہے۔ یہ وہ چیز ہے جو دلوں کے امراض کی شفا ہے اور جو اسے قبول کرلیں۔ ان کے لیے رہنمائی اور رحمت ہے۔

حیرت اور صد حیرت ہے کہ جب ایک نجومی کہ جس کا کذب بارہا تجربہ میں آچکا ہو وہ اگر یہ

کہہ دے کہ فلاں فلاں ساعت میں جب فلاں فلاں ستارہ طلوع کرے تو یہ کام ہرگز نہ کرنا چاہئے تو سب سے پہلے یہی احمق اور سفیہ فلسفی اس کی تصدیق کے لئے تیار ہو جائے گا۔

لیکن جب اللہ کا نبی اور اس کا صادق مصدوق رسول کہ جس کا صدق اس کے دشمنوں کو بھی مسلم ہو، اس کے اعداء بھی اس کو صادق امین کہتے ہوں۔ وہ اگر یہ کہتا ہے کہ طلوع اور غروب اور استواء نہار کے وقت نماز مت پڑھو۔ تو یہ نادان فلسفی کسی مکار کے شعبدہ کی تصدیق کر دے گا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ عصا پر کہ جس نے ساحرین فرعون کے سحر کو یکلخت نیست و نابود کر دیا۔ ایمان نہ لائے گا۔ بلکہ دلیلیں اس پر قائم کر دے گا کہ ایک پارہ چوب کا ثعبان مبین ہو جانا قطعاً ناممکن اور محال ہے۔

(علم الکلام، ص ۲۵۵، ۲۵۶۔ المؤلف: حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۳۹۴ھ)۔ الناشر: زمزم پبلشرز، کراچی ۲۰۱۰ء)

طریق 5:۔ ومثل هذا في القرآن متعدد في غير موضع يذكر الله تعالى قصص رسله ومن آمن بهم وما حصل لهم من النصر والسعادة وحسن العاقبة وقصص من كفر بهم وكذبهم وما حصل لهم من البلاء والعذاب وسوء العاقبة، وهذا من أعظم الأدلة والبراهين على صدق الرسل وبرّهم وكذب من خالفهم وفجوره. ثم إنه سبحانه بيّن أن ذلك يعلم بالبصر أو السمع أو بهما. (شرح العقيدة الأصفهانية، لابن تيمية، ۱۵۳)

انبیاء کرام علیہم السلام کا پیشتر ہی سے علی رؤس الاشہاد یہ اعلان فرمانا کہ جو نبوت و رسالت کی تصدیق کرے گا، وہ مظفر و منصور اور محمود العاقبت ہوگا اور جو تکذیب کرے گا، وہ ذلیل اور رسوا ہوگا، عذاب الٰہی سے ہلاک اور برباد ہوگا۔ اور پھر ہو بہو اسی طرح واقع ہونا اور سرمو (بال برابر) اس میں تفاوت نہ ہونا، اگر یہ ان کی صداقت اور ان کے مرسل من اللہ ہونے کی کھلی ہوئی دلیل نہیں تو اور کیا ہے؟

(علم الکلام، ص ۲۵۷۔ المؤلف: حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۳۹۴ھ)۔ الناشر: زمزم پبلشرز، کراچی ۲۰۱۲ء)

طریق 6:۔ ومن ذلك: أن ما أحدثه الله تعالى من نصرهم وإهلاك عدوهم إذا

عرف الوجه الذی حصل علیه لحصول الغرق لفرعون وقومه بعد أن دخل البحر خلف موسی وقومه کان هذا مما یورث علما ضروریا أن الله تعالی أحدث هذا نصر الموسی علیه السلام وقومه ونجاة لهم، وعقوبة لفرعون وقومه ونکالا لهم، وکذلك أمر نوح والخلیل علیهما السلام، وکذلك قصة الفیل وغیر ذلك. (شرح العقیدة الأصفهانیة، ص ۱۵۵،۱۵٦)

دریائے نیل کی قوم موسیٰ (علیہ السلام) اور قوم فرعون میں یہ تفریق کہ قوم موسیٰ (علیہ السلام) کے پار ہوجانے کے لئے منفلق اور جدا ہوجانا اور اس کے بعد ہی فوراً قوم فرعون کے غرق کے لئے رواں ہوجانا۔

ریح عقیم کا قوم عاد میں سے فقط مکذبین اور مستہزئین کو اہلاک کے لئے منتخب کر لینا اور مؤمنین قانتین کو مستثنیٰ کر دینا، حجارۃ من طین کا فقط ایک بیت من المسلمین کو چھوڑ کر چن چن کے کافروں پر برسنا اور وہ بھی اس شان سے کہ ہر پتھر پر ایک کافر کا نام لکھا ہونا اور پھر اس پتھر کا اسی کے سر پر گرنا جس کے لئے نامزد ہو چکا ہے اور اس میں کسی قسم کی خطا نہ ہونا۔

الحاصل: آسمان سے اس طرح پتھروں کا برسنا وغیرہ، کیا یہ اس امر کی بین دلیل نہیں ہے کہ مؤمنین کی یہ غیبی نصرت اور آسمانی اعانت فقط ایمان بالانبیاء اور تصدیق بالرسل کا ثمرہ ہے اور مکذبین کی یہ ہلاکت اور ان کا اس طرح استیصال محض تکذیب انبیاء اللہ کا نتیجہ ہے۔

چنانچہ فرعون کو غرق کے وقت یہ منکشف ہو گیا کہ بنی اسرائیل کے لئے دریائے نیل کا یہ انفلاق (پھٹ جانا) حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کا ثمرہ ہے اور قبطیوں کے غرق کے لئے فوراً رواں ہوجانا محض حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کا نتیجہ ہے۔ اسی لئے اس نے فوراً کلمہ ایمان زبان سے کہا مگر اس وقت کہ جب کوئی نفع نہیں۔

آیت 31:۔ وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْیًا وَّعَدْوًا ؕ حَتّٰٓی اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ○ (یونس:۹۰)

ترجمہ اور ہم بنی اسرائیل کو سمندر سے گزار لے گئے۔ پھر فرعون اور اس کے لشکر ظلم اور زیادتی کی غرض سے ان کے پیچھے چلے۔ یہاں تک کہ جب فرعون ڈوبنے لگا تو بول

اٹھا: ''میں نے مان لیا کہ خداوندِ حقیقی اُس کے سوا کوئی نہیں ہے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اور میں بھی سرِ اطاعت جھکا دینے والوں میں سے ہوں''۔

اور علی ہذا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے دہکتی ہوئی آگ کا یکلخت ٹھنڈا اور سلامتی والا ہو جانا اس کی واضح دلیل ہے کہ اس نعم المولیٰ اور نعم النصیر کی اعانت اور نصرت ان کی ساتھی ہے، ورنہ انسان کا یہ کام نہیں کہ وہ ایسی دہکتی آگ کو ٹھنڈا اور سلامتی والا بنا سکے۔

اور علی ہذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دست مبارک پھیرنے سے اکمہ (مادر زاد اندھے) اور اکمہ (کوڑھی) اور ابرص (برص کے مرض والے) کا باذن اللہ شفایاب ہو جانا اور مردوں کا باذن اللہ زندہ ہو جانا کہ جس سے تمام اطباء اور حکماء عاجز ہیں اور تھے، اور قیامت تک رہیں گے۔ یہ تائید الٰہی نہیں تو اور کیا ہے؟

صد ہزاراں طب جالینوس بود   پیش عیسیٰ ودمش افسوس بود

(علم الکلام، ص ۲۵۷، ۲۵۸۔ المؤلف: حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ (التوفی ۱۳۹۴ھ)۔ الناشر: زمزم پبلشرز، کراچی، ۲۰۱۲ء)

طریق 7:۔ أن من تأمل ما جاء به الرسل عليهم السلام فيما أخبرت به وما أمرت به علم بالضرورة أن مثل هذا لا يصدر إلا عن أعلم الناس وأصدقهم وأبرهم وأن مثل هذا يمتنع صدوره عن كاذب متعمد للكذب مفتر على الله يخبر عنه بالكذب الصريح، أو مخطئ جاهل ضال يظن أن الله تعالى أرسله ولم يرسله۔

(شرح العقيدة الأصفهانية، ص ۱۵۵، ۱۵۶)

انبیاء کرام علیہم السلام کی لائی ہوئی شریعت اور ان کے علوم میں ذرا غور کرنے سے یہ بات واضح طورر پر معلوم ہو جاتی ہے کہ اس قسم کے علوم و معارف کا صدور اسی شخص سے ہو سکتا ہے کہ جو اللہ کا برگزیدہ اور سب سے زائد علم اور سب سے زائد سچا اور سرتا پا محاسن و مکارم، محامد و شمائل والا ہو، علوم و معارف کا منبع اور سرچشمہ ہو۔ بخلاف کسی کذاب و مفتری اور فاسق فاجر اور گمراہ، جاہل کے کہ اس سے اس قسم کے پاکیزہ علوم و معارف کا ظاہر ہونا ناممکن اور محال ہے۔

(علم الکلام، ص۲۵۸۔ المؤلف: حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۹۴ھ)۔ الناشر: زمزم پبلشرز، کراچی، ۲۰۱۲ء)

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ علم بالنبوۃ کے ان طرق اور اسباب کو ذکر کر کے فرماتے ہیں: حق یہ ہے کہ علم بالنبوت کے طریقے مختلف اور متعدد ہیں۔ نبوت کا علم کبھی معجزات سے ہوتا ہے اور کبھی بغیر معجزات کے مختلف طرق اور متعدد اسباب سے نبوت کا علم حاصل ہوسکتا ہے۔ ان طرق واسباب کی تحدید اور انضباط دشوار ہے۔ علم کے اسباب غیر محدود ہیں۔ ان کی تحدید کیونکر ممکن ہے؟ یہی وجہ ہے کہ محدثین رحمہم اللہ کے نزدیک جرح مبہم تو مقبول نہیں، تعدیل مبہم مقبول ہے۔ اس لیے کہ تعدیل کا علم تو صدہا طرق سے ممکن ہے۔ اس کے طریقے منضبط نہیں ہوسکتے۔ جرح کے اسباب منضبط ہوسکتے ہیں۔ علی ہذا کسی کا صدق ایک طریق سے نہیں، صدہا طرق سے معلوم ہوسکتا ہے۔ اس کے اخلاق وعادات سے، طول معاشرت سے اور کثرت ممارست سے، خلوت وجلوت کے احوال کی تحقیق وتفتیش سے۔

یہی وجہ ہے کہ قضاۃ (قاضیوں) کو جب گواہوں کا حال اور ان کا صدق اور کذب معلوم کرنا ہوتا ہے، تو اہل محلہ سے دریافت کرتے ہیں، اس لئے کہ اہل محلہ کو اس کے صدق وکذب کا پورا تجربہ ہوتا ہے۔

الحاصل: صدق وکذب کا مخفی رہنا قریب قریب ناممکن ہے۔ انسان کا صدق اور کذب چند صحبتوں اور چند مجلسوں ہی میں معلوم ہوجاتا ہے۔ جب کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، مالک ابن انس رحمۃ اللہ علیہ، سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ۔ یحی بن سعید القطان رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، کا صدق چند ہی صحبتوں میں آفتاب سے زائد روشن نظر آنے لگتا ہے۔ تو انبیاء ومرسلین علیہم السلام کا صدق تو ہزارہا آفتاب وماہتاب سے کہیں زائد روشن ہوگا۔ "بلی وانا علی ذلك من الشاهدین"۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ اور فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا صدق چند مجلسوں ہی میں جب اس درجہ منکشف ہوسکتا ہے کہ لیل کا نہار ہونا اور نہار کا لیل ہونا تو انسان کے نزدیک ممکن ہے مگر بایزید رحمۃ اللہ علیہ اور فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا کاذب ہونا ناممکن اور محال

ہے۔تو انبیاء ومرسلین علیہم السلام اور المصطفین الاخیار کا صدق کیوں نہیں منکشف ہو سکتا؟

وأيضاً فالمتنبئ الكذاب كمسيلمة والعنسي ونحوهما يظهر لمخاطبه من كذبه في أثناء الأمور أعظم ما يظهر من كذب غيره فإنه إذا كان الإخبار عن الأمور المشاهدة لا بد أن يظهر فيه كذب الكاذب فما الظن بمن يخبر عن الأمور الغائبة التي تطلب منه. ومن لوازم النبيّ التي لا بد منها الإخبار عن الغيب الذي أنبأ الله تعالى به فإن لم يخبر عن غيب لا يكون نبيّاً فإذا أخبرهم المتنبئ عن الأمور الغائبة عن حواسهم من الحاضرات والمستقبلات والماضيات فلا بد أن يكذب فيها ويظهر لهم كذبه. وإن كان قد يصدق أحياناً في شيء كما يظهر كذب الكهان والمنجمين ونحوهم وكذب المدعين للدين والولاية والمشيخة بالباطل فإن الواحد من هؤلاء وإن صدق في بعض الوقائع فلا بد أن يكذب في غيرها بل يكون كذبه أغلب من صدقه بل تتناقض أخباره وأوامره. وهذا أمر جرت به سُنة الله التي لن تجد لها تبديلا ۔ قال تعالى: وَلَوْ كَانَ مِنْ عِندِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلافاً كَثِيراً.

وأما النبيّ الصادق المصدوق فهو فيما يخبر به عن الغيوب توجد أخباره صادقة مطابقة وكلما زادت أخباره ظهر صدقه. وكلما قويت مباشرته وامتحانه ظهر صدقه كالذهب الخالص الذي كلما سبك خلص وظهر جوهره بخلاف المغشوش فإنه عند المحنة ينكشف ويظهر أن باطنه خلاف ظاهره. ولهذا جاء في النبوات المتقدمة أن الكذاب لا يدوم أمره أكثر من مدة قليلة إما ثلاثين سنة وإما أقل فلا يوجد مدعي النبوة كذباً إلا ولا بد أن ينكشف ستره ويظهر أمره. والأنبياء الصادقون لا يزال يظهر صدقهم بل الذين يظهرون العلم ببعض الفنون والخبرة ببعض الصناعات والصلاح والدين والزهد

لا بد أن يتميز هذا من هذا وينكشف، فالصادقون يدوم أمرهم، والكذابون ينقطع أمرهم، هذا أمر جرت به العادة وسنة الله التي لن تجد لها تبديلا. (شرح العقيدة الأصفهانية، ص ۲۰۲، ۲۰۳)

ترجمہ جھوٹا مدعی نبوت جیسا مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی وغیرہ اس قسم کے لوگوں کا کذب دوسرے لوگوں سے بہت زیادہ ظاہر ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ جب مشاہدہ اور محسوس امور میں کاذب کا کذب ضرور ظاہر ہو کر رہتا ہے تو جو مدعی نبوت غیب کی جھوٹی خبریں دیتا ہو، اس کا کذب کیسے مخفی رہ سکتا ہے؟ کیونکہ نبوت کے لوازم سے ہے کہ جو نبی ہوتا ہے وہ اس غیب سے کہ جو اس کو اللہ نے بتلایا ہے لوگوں کو مطلع کرتا ہے۔ پس جو غیب سے خبر نہ دے، وہ نبی نہ ہوگا۔

پس متنبی کاذب جب ماضی اور حال اور مستقبل کے امور غائبہ کی خبر دے گا تو ضرور ہے کہ جھوٹ بولے اور اس کا جھوٹ ظاہر ہو، اگر چہ وہ کسی وقت سچ بھی نکل آئے جیسا کہ کاہنین اور منجمین اور مدعیان ولایت کا کذب ظاہر ہو کر رہتا ہے کیونکہ ان میں سے کوئی اگر کسی واقعہ میں سچا بھی ہو جائے تو دوسرے واقعات میں ضرور کاذب نکلتا ہے، بلکہ اس کا کذب اس کے صدق سے بہت زیادہ ہوگا۔ اس کی خبریں متضاد اور متناقض ہوں گی۔ اسی طرح اللہ کی سنت جاری ہے جس کو کوئی بدل نہیں سکتا۔

آیت 32:۔ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ○ (النساء: ۸۲)

ترجمہ اگر یہ (قرآن) اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت کچھ اختلاف بیانی پائی جاتی۔

لیکن نبی صادق کی تمام خبریں صادق اور مطابق واقع ہوتی ہیں اور جتنی اس کی خبریں زیادہ ہوتی ہیں اور جتنا اس کا زائد امتحان کیا جاتا ہے اتنا ہی زائد اس کا صدق ظاہر ہو جاتا ہے جیسا کہ خالص سونا بخلاف کھوٹے سونے کے کہ امتحان سے فوراً اس کا کھوٹ ظاہر ہو جاتا ہے۔ اور اس کے باطن کا خلاف ظاہر ہونا بھی منکشف ہو جاتا ہے۔ اسی لیے پچھلی نبوتوں میں یہ آیا ہے کہ کذاب کا قصہ ہمیشہ کے لئے مشتبہ نہیں رہ سکتا۔ تیس سال یا کچھ کم وبیش ہی میں بات کھل جاتی ہے۔ کوئی مدعی نبوت ایسا

نہیں پایا گیا کہ جس کا پردہ چند ہی روز میں فاش نہ ہوگیا ہو، بخلاف انبیاء صادقین علیہم السلام کے کہ ہمیشہ ان کا صدق ہی ظاہر ہوتا رہتا ہے۔

4.6:۔نبوت ورسالت محض عطیہ الٰہی اور موہبہ ربانی ہے

نبوت درسالت کوئی اکتسابی شے نہیں کہ جو مجاہدات وریاضت وغیرہ سے حاصل ہو سکے۔محض حق تعالیٰ شانہ کا عطیہ ہے۔

آیت33:۔اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ۭ(الانعام:۱۲۴)

ترجمہ اللہ ہی زیادہ بہتر جانتا ہے کہ اپنی پیغمبری کس کے سپرد کرے۔

آیت34:۔رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ۝(المؤمن:۱۵)

ترجمہ وہ بلند درجوں والا، مالکِ عرش ہے، اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے حکم سے روح (یعنی وحی) نازل کر دیتا ہے تاکہ وہ ملاقات کے دن سے خبردار کردے۔

آیت35:۔يُنَزِّلُ الْمَلٰۗىِٕكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ۝(النحل:۲)

ترجمہ وہ اس رُوح کو اپنے جس بندے پر چاہتا ہے اپنے حکم سے ملائکہ کے ذریعہ نازل فرما دیتا ہے (اس ہدایت کے ساتھ کہ لوگوں کو): ''آگاہ کردو، میرے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں ہے، لہٰذا تم مجھی سے ڈرو''۔

آیت36:۔مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝(البقرۃ:۱۰۵)

ترجمہ یہ لوگ جنہوں نے دعوتِ حق کو قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے، خواہ اہل کتاب میں سے ہوں یا مشرک ہوں، ہرگز یہ پسند نہیں کرتے کہ تمہارے رب کی طرف سے تم پر کوئی بھلائی نازل ہو، مگر اللہ جس کو چاہتا ہے، اپنی رحمت کے لیے چن لیتا ہے اور وہ بڑا فضل فرمانے والا ہے۔

حجۃ الاسلام امام غزالی علیہ الرحمہ معارج القدس میں لکھتے ہیں:

وکما ان الانسانیة لنَوْع الانسان والملکیة لنَوْع الْمَلَائِکَة لَیست مکتسبة لأشخاص النَّوْع وان الْعَمَل بِمُوجب النوعیة لَیْسَ یَخْلُو عَن اکْتِسَاب وَاخْتِیَار لاعداد واستعداد کَذَلِك النُّبُوَّة لنَوْع الانبیاء لَیست مکتسبة لأشخاص النَّوْع۔

(معارج القدس فی مدراج معرفة النفس، الغزالی، ص ۱۳۰)

جس طرح نوعِ انسان کی انسانیت اور نوعِ ملائکہ کی ملکیت مکتسب نہیں۔ اسی طرح نوعِ انبیاء و مرسلین علیہم السلام کی نبوت و رسالت بھی مکتسب نہیں۔

آیت 37: ۔ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ (المائدۃ: ۵۴)

ترجمہ یہ اللہ کا فضل ہے، جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اللہ وسیع ذرائع کا مالک ہے اور سب کچھ جانتا ہے۔

آیت 38: ۔وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَي الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۠ (آل عمران: ۱۷۹)

ترجمہ اللہ کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ تم لوگوں کو غیب پر مطلع کر دے (غیب کی باتیں بتانے کے لیے تو) وہ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے منتخب کر لیتا ہے۔

وَالْحَاصِلُ أَنَّ النُّبُوَّةَ فَضْلٌ مِنَ اللهِ وَمَوْهِبَةٌ، وَنِعْمَةٌ مِنَ اللهِ تَعَالَى يَمُنُّ بِهَا سُبْحَانَهُ وَيُعْطِيهَا (لِمَنْ يَشَاءُ) أَنْ يُكْرِمَهُ بِالنُّبُوَّةِ فَلَا يَبْلُغُهَا أَحَدٌ بِعِلْمِهِ، وَلَا يَسْتَحِقُّهَا بِكَسْبِهِ، وَلَا يَنَالُهَا عَنِ اسْتِعْدَادِ وِلَايَتِهِ، بَلْ يَخُصُّ بِهَا مَنْ يَشَاءُ (مِنْ خَلْقِهِ) وَمَنْ زَعَمَ أَنَّهَا مُكْتَسَبَةٌ فَهُوَ زِنْدِيقٌ يَجِبُ قَتْلُهُ؛ لِأَنَّهُ يَقْتَضِي كَلَامُهُ وَاعْتِقَادُهُ أَنْ لَا تَنْقَطِعَ، وَهُوَ مُخَالِفٌ لِلنَّصِّ الْقُرْآنِيِّ وَالْأَحَادِيثِ الْمُتَوَاتِرَةِ بِأَنَّ نَبِيَّنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ.

(لوامع الأنوار البهية وسواطع الأسرار الأثرية لشرح الدرة المضية فی عقد الفرقة المرضية، ج ۲ ص ۲۶۸)

باب 5

معجزات یا دلائل نبوت

5.1:۔ معجزہ

معجزہ عربی کے لفظ عجز سے نکلا ہے جو قدرت کی ضد ہے۔اس کے آخر میں حرف ''ۃ'' مبالغہ کے لئے ہے، یا خود لفظ معجزہ صفت ہے آیت (نشانی) کی جو محذوف ہے۔

معجزات اللہ تعالیٰ کی معرفت کا ایک جدید دروازہ ہیں جس کو صرف انبیائے کرام علیہم السلام تشریف لا کر کھولتے ہیں۔

شریعت اسلامیہ میں معجزہ اللہ تعالیٰ کے اس فعل کو کہتے ہیں کہ جو (موافق عقل اور) خلاف دستور اور خلاف عادت بغیر اسباب ظاہری اپنے کسی نبی علیہ السلام کے ہاتھ پر ظاہر کریں۔اس فعل الٰہی کو معجزہ اس لئے کہتے ہیں کہ مخلوق اس کے ظاہر کرنے سے عاجز ہوتی ہے۔

معجزہ اس خارقِ عادت اور لوگوں کو عاجز کر دینے والے کام کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی نبی کے ہاتھوں ظاہر ہو۔

معجزہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کی نبوت کے برحق ہونے کی ایک آسمانی دلیل ہوتی ہے۔

المعجزة: أمر خارق للعادة، داعٍ إلى الخير والسعادة، مقرون بدعوى النبوة، قصد به إظهار صدق من ادعى أنه رسول من الله.

(کتاب التعریفات، الجرجانی، ص۲۱۹)

اَلْمُعْجِزَۃُ: مَأْخُوذٌ مِنَ الْعَجْزِ الَّذِی ھُوَ ضِدُّ الْقُدْرَۃِ. وَفِی التَّحْقِیقِ: الْمُعْجِزُ فَاعِلُ الْعَجْزِ فِی غَیْرِہٖ، وَھُوَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ. وَسُمِّیَتْ دَلَالَاتُ صِدْقِ الْأَنْبِیَاءِ وَأَعْلَامِ الرُّسُلِ مُعْجِزَۃَ الْمُرْسَلِ إِلَیْھِمْ عَنْ مُعَارَضَتِھِمْ بِمِثْلِھَا. وَالْھَاءُ فِیھَا إِمَّا لِلْمُبَالَغَۃِ کَعَلَّامَۃٍ وَنَسَّابَۃٍ، وَإِمَّا أَنْ یَکُونَ صِفَۃً لِمَحْذُوفٍ کَآیَۃٍ وَعَلَامَۃٍ ذَکَرَہُ الطِّیبِیُّ.

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج۹ ص۳۷۷۵)

خارق عادت معاملے کو معجزہ کہنا بطور مجاز ہے، ورنہ حقیقت میں معجزہ نہیں ہوتا جو نبی کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے، بلکہ معجزہ اس فعل کو کہتے ہیں کہ جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نبوت کو جھٹلانے والوں اور انکار کرنے والوں کو عاجز کرتا ہے اور یہ لفظ معجزہ علم کلام یعنی علم عقائد والوں کی اصطلاح ہے ورنہ قرآن پاک میں اس کی جگہ آیت اور برہان کے الفاظ اور حدیث میں علامات و دلائل کے الفاظ استعمال ہیں۔ علم عقائد والوں کے نزدیک لفظ معجزہ بطور اصطلاح رائج ہے۔

5.2: معجزات و خوارق کا صحیح عنوان ''آیات و براہینِ نبوت'' ہے

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی متعدد تصانیف میں بہت اصرار کے ساتھ اس پر زور دیا ہے کہ معجزات و خوارق کا صحیح عنوان ''آیات و براہین'' ہیں، اور یہی عنوان قرآن کریم اور سلف نے اختیار فرمایا ہے، اور معجزہ کی صحیح حقیقت کو سمجھنے کے لیے یہی تعبیر بہت آسان بھی ہے۔ لفظ آیت کا ترجمہ ''علامت اور نشانی'' ہے۔ تو اب یہ ایک بالکل سیدھی سی بات ہے کہ جس طرح ہر شے کی شناخت کے لیے کچھ مخصوص علامات ہوتی ہیں جس سے وہ شے بہت جلد اور آسانی کے ساتھ پہچان لی جاتی ہے۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام کے ساتھ بھی کچھ ایسی ''علامات و نشانیاں'' ہوتی ہیں جن کو دیکھ کر بآسانی ان کی

نبوت و رسالت کا یقین حاصل ہو سکتا ہے۔ بس ان ہی کا نام ''آیاتِ نبوت'' ہے۔ اور چونکہ یہ علامات ان کے ''فرستادۂ الٰہی'' ہونے کا بیّن ثبوت ہوتی ہیں، اس لیے قرآنِ مجید نے ان کا نام ''برہان'' بھی رکھا ہے۔ قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ''عصا'' اور ''یدِ بیضاء'' کے دو معجزات عطا فرما کر ارشاد فرمایا:

آیت 1: فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَاۡئِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ○ (القصص:۳۲)

ترجمہ: یہ دو (2) روشن نشانیاں ہیں تیرے رب کی طرف سے فرعون اور اس کے درباریوں کے سامنے پیش کرنے کے لیے، وہ بڑے نافرمان لوگ ہیں۔

قرآن پاک کی چند آیات جن میں معجزات کو آیات (نشانیوں) اور برہان کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے۔

آیت 2: فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَّمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ○ (القصص:۳۶)

ترجمہ: پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ان لوگوں کے پاس ہماری کھلی کھلی نشانیاں لے کر پہنچا تو انہوں نے کہا: ''یہ کچھ نہیں ہے مگر بناوٹی جادو اور یہ باتیں تو ہم نے اپنے باپ دادا کے زمانے میں کبھی سنیں ہی نہیں''۔

آیت 3: قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○

(الاعراف:۱۰۶)

ترجمہ: فرعون نے (حضرت موسیٰ علیہ السلام سے) کہا: ''اگر تو کوئی نشانی لایا ہے اور اپنے دعوے میں سچا ہے تو اسے پیش کر''۔

آیت 4: بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۭ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۚۖ فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ○ (الانبیاء:۵)

ترجمہ: وہ کہتے ہیں: ''بلکہ یہ پراگندہ خواب ہیں، بلکہ یہ اِس کی من گھڑت ہے، بلکہ یہ شخص شاعر ہے، ورنہ یہ لائے کوئی نشانی جس طرح پرانے زمانے کے رسول نشانیوں کے ساتھ بھیجے گئے تھے''۔

آیت 5: ۔وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ ۝ (ہود:٦٤)

ترجمہ (حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا:) ''اور اے میری قوم کے لوگو! دیکھو! یہ اللہ کی اونٹنی تمہارے لیے ایک نشانی ہے۔ اسے خدا کی زمین میں چرنے کے لیے آزاد چھوڑ دو۔ اس سے ذرا تعرض نہ کرنا ورنہ کچھ زیادہ دیر نہ گزرے گی کہ تم پر خدا کا عذاب آجائے گا''۔

آیت 6: ۔اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ۡ وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝ (القصص:٣٢)

ترجمہ (اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا:) ''اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال! چمکتا ہوا نکلے گا بغیر کسی تکلیف کے۔ اور خوف سے بچنے کے لیے اپنا بازو بھینچ لے۔ یہ دو (۲) روشن نشانیاں ہیں تیرے رب کی طرف سے فرعون اور اس کے درباریوں کے سامنے پیش کرنے کے لیے، وہ بڑے نافرمان لوگ ہیں''۔

5.3: معجزہ کی حقیقت سمجھنے کا راستہ

معجزہ کی حقیقت کا پورے طور پر حل کر دینا نبوت کی حقیقت کی طرح مشکل ہی ہے، بلکہ معجزات کی صحیح تفہیم ''نبوت'' کے اقرار کے بغیر ممکن ہی نہیں۔ جس طرح کہ نبوت کی صحیح تفہیم ''اُلوہیت'' کے اقرار کے بغیر ممکن نہیں۔ ہاں، جو شخص پہلے خدائی تسلیم کر لے، پھر اس کے لیے نبوت کا اقرار کچھ مشکل نہیں رہتا، اور اسی طرح جو نبوت کا اقرار کر لے، اس کے لیے معجزہ کی تصدیق کچھ مشکل نہیں رہتی۔ معجزہ کی حقیقت سمجھنے کے لیے سب سے صحیح راستہ صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ حدیثی اور قرآنی معجزات پر ''بحث ومناظرہ'' کیے بغیر اور ان کی ''تاویلات'' کے درپے ہوئے بغیر بار بار نظر ڈالی جائے، تو کچھ عرصہ کے بعد معجزہ کی اجمالی حقیقت خود بخود ذہن میں منقش ہو جائے گی۔ گو اس کے اظہار پر پوری قدرت حاصل ہو یا نہ ہو۔ بس اس سے زیادہ معرفت

کی تمنا کرنا ''کوہ کندن وکاہ برآوردن'' کا مصداق ہے۔ نبوت اور نبی کی معرفت کا آسان راستہ انبیاء کی تاریخ کا بار بار مطالعہ کرنا ہے۔

5.4:۔آیاتِ اُلوہیت

''آیتِ نبوت'' کا مفہوم سمجھنے کے لیے ایک مختصر راستہ یہ ہے کہ پہلے ''آیاتِ اُلوہیت'' کا مطالعہ کریں، پھر معجزات یعنی آیاتِ نبوت کو آیاتِ اُلوہیت کے پہلو بہ پہلو رکھ کر سمجھ لیں۔ قرآن مجید نے ''آیاتِ اُلوہیت'' کو اتنی شرح و بسط سے بیان فرمایا ہے کہ ان پر تفصیلی نظر کرنی ایک طویل اور مستقل موضوع پر نظر کرنی ہے، لیکن جہاں تک اجمال سے دیکھا جاتا ہے، وہ یا تو اس کی ''خالقیت'' سے متعلق ہیں، یا ان ''تصرفات'' سے متعلق ہیں جو اس کی مخلوقات میں مقدورِ بشری سے خارج نظر آتے ہیں۔ مثلاً: زمین کو نسلِ انسانی کے لیے قابلِ استقرار و رہائش بنا دینا، اور اس غرض کے لیے اس کے اطراف و جوانب میں مناسب طور پر پہاڑوں کا نصب کر دینا، حیاتِ حیوانی کی بقا کے لیے اس میں پانی کے چشمے بہا دینا، اور ایک ہی زمین میں اس کی مختلف غذاؤں کا سامان ودیعت فرما دینا، آسمان کو کسی ستون کے بغیر ایک مضبوط اور مزیّن چھت بنا دینا، آفتاب و ماہتاب کا انسانی معیشت کے مطابق ایک نظامِ مقرر پر طلوع ہونا اور غروب ہو جانا، انسانی کاشت کے لیے پانی کے معلق بادلوں کو مسخر کر دینا، وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب افعال وہ ہیں جو انسانی قدرت سے خارج ہیں۔ جب انسان اپنی علمی وسعت کے باوجود اس عظیم الشان اور غیر متبدل نظام کو دیکھتا اور کچھ سمجھ لیتا ہے۔ پھر اس کے ذرہ برابر تبدیلی پر اپنے اندر کوئی قدرت نہیں دیکھتا، تو بے اختیار ہو کر کسی بالاتر ہستی کے تسلیم کر لینے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اسی لیے ان کا نام ''آیاتِ اُلوہیت'' رکھا گیا ہے، یعنی یہ افعال ایک ''مافوق ہستی'' کے وجود کے لیے شاہدِ صدق ہیں۔

5.5: خرقِ عادت کا مفہوم

قدرت ہمارے تجربات اور مشاہدات کے خلاف بھی انبیاء علیہم السلام کے ہاتھوں پر ہمیشہ ایسے افعال ظاہر فرماتی رہی ہے جن کو ہم بھی خارقِ عادت سمجھتے ہیں۔ اگرچہ جب ''مجموعۂ عالم'' میں کچھ ''شخصیاتِ بارزہ'' کے ذریعہ سے ہمیشہ ایسے افعال کا نمودار ہوتے رہنا عالم کی ''عادت'' میں داخل ہے۔ تو پھر مجموعۂ عالم کے لحاظ سے ان کو بھی خارقِ عادت کہنا محلِ تأمل ہونا چاہیے۔ اب اگر ان کو ''خارقِ عادت'' کہا جاسکتا ہے، تو صرف اس معنی سے کہ وہ عالم کی روزمرہ کی عادت نہیں، بلکہ خاص خاص زمانے اور خاص خاص افراد کے دور کی ''عادت'' ہیں۔ لہٰذا اب ایک بحث یہ بھی ضروری ہے کہ ''خارقِ عادت'' کا مفہوم ہے کیا؟ دیکھیئے! یہ کسوف وخسوف عالم کی روزمرہ کی عادت تو نہیں، تاہم ان کو بھی ہم عالم کی ''عادت'' میں شمار کر لیتے ہیں، اور ''خارقِ عادت'' نہیں کہتے۔ اسی طرح ہمارے اصطلاحی خوارق کا ظہور بھی جب عالم کی مجموعی تاریخ میں مختلف زمانوں میں ثابت ہے، تو ان کا نام بھی ''خارقِ عادت'' کیوں رکھا جائے۔ یہاں کسوف وخسوف کے اسباب معلوم ہونے اور انبیاء علیہم السلام کے خوارق کے اسباب معلوم ہونے سے ان کے خوارقِ عادات ہونے میں کیا فرق پڑتا ہے۔ بالفرض اگر ہم کو کسوف وخسوف کے اسباب معلوم بھی ہوں، تو کیا ان کے تغیر وتبدل پر کسی کو کسی نوع کی ادنیٰ سے قدرت بھی حاصل ہے؟

اب اگر خرقِ عادت کا کوئی مفہوم ہو سکتا ہے تو یہی کہ وہ عالم کی روزمرہ کی عادت نہیں ہے۔ اس لحاظ سے کسوف وخسوف بھی خوارق میں داخل ہوں گے۔ اسی لحاظ سے حدیث میں ان کو بھی ''آیاتِ الوہیت'' میں شمار کرایا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ صاحبزادۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یومِ وفات پر جب کسوفِ شمس ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منبر پر تشریف لا کر ایک بلیغ خطبہ دیا اور اس میں فرمایا:

حدیث 1: ۔إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ، لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ. الحديث۔ (بخاری رقم 1044)

یعنی یہ آفتاب و ماہتاب کسی کی موت پر ماتم کرنے کے لیے گہن نہیں لگتے، بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے قادر ہونے کی ایک کھلی ہوئی علامت ہے۔
اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ دو بڑے بڑے گول کرے جو کبھی کسی کے حکم کے تحت نظر نہیں آئے تھے، وہ بھی کسی قادرِ مطلق ہستی کے محکوم ہیں، وہ جب ارادہ فرمائے تو ان کے اس نظام کو توڑ ڈالے۔

5.6:۔نظامِ فطرت اور نظامِ قدرت

سلسلۂ "اسباب و علل" جتنا بھی ہے، وہ سب عالَم کے لیے ہے، خالقِ عالَم کے لیے نہیں، کیونکہ خود عالَم بھی اور اس کے اسباب و علل بھی سب کے سب اُسی کی مخلوق ہیں۔ ہم نے جب دنیا میں قدم رکھ کر اپنے ماحول میں ایک مقرر نظام دیکھا، اور اپنے حق میں اس کو غیر متبدل پایا، تو بس اُٹھا کر اسی کا نام "نظامِ فطرت" رکھ ڈالا۔ اور طرہ یہ کہ خالق کے حق میں بھی اس کو غیر متبدل قرار دے ڈالا۔ یہاں ایک حقیقت اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے اور وہ یہ کہ دینِ اسلام میں نظامِ فطرت، نظامِ قدرت سے بالاتر نظام نہیں ہے، بلکہ خود قدرت ہی نے "نظامِ فطرت" بنایا ہے، یعنی اشیاء کی فطرت میں جو نظام بھی ہمارے مشاہدہ میں آتا ہے، یہ سب نظام، نظامِ قدرت کے ماتحت ہے۔ اسی لیے "فطرت" ہمہ وقت "قدرت" کی محتاج ہے۔ عالَم میں اشیاء جس طرح خود مخلوق ہیں، اسی طرح ان کی فطرت بھی خود اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔ آگ اگر جلاتی ہے، تو بیشک یہ اُس کی فطرت ہے، مگر اس میں جلانے کی فطرت کس نے پیدا کی ہے؟ اس کے خالق نے۔ یہ آگ کی فطرت کا کوئی طبعی اقتضا نہ تھا۔ اس لیے جب یہ ہے تو اگر وہ چاہے تو اپنے خلیل علیہ السلام کی خاطر اُس کی یہ خاصیت کو بدل بھی سکتا ہے۔ دیکھیے! آگ ہمیشہ جلانے کا کام کرتی تھی، مگر جب حضرت خلیل علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو وہ نہ صرف یہ کہ سرد پڑ گئی، بلکہ ان کے حق میں سلامتی کی ایک محل سرا بن گئی۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام ہاتھ میں ایک لاٹھی لیے کھڑے ہیں، اور اس کے متعلق صرف اتنا ہی جانتے ہیں کہ وہ ان کے لیے سہارا اور بکریوں کے لیے پتے جھاڑنے کا ایک

معمولی سا آلہ ہے۔ یہاں ان کو کسی خاص جنگل کی لکڑی کے متعلق حکم نہیں ہوا کہ اس میں پھر سو طرح کے شبہات پیدا ہوجاتے، بلکہ اُسی معمولی سی لکڑی کے متعلق ارشاد ہوا: ''اس کو زمین پر ڈال دو''۔ پھر دیکھو کہ اُس کا پیدا کرنے والا کس طرح اس کی فطرت بدل کر اس کو حیوانِ مہیب بنا سکتا ہے۔

اسی طرح پانی کی فطرت سیلان ہے۔ مگر اس کی یہ فطرت پانی کی طرح خود اُس کی مخلوق ہے۔ اس لیے اگر وہ چاہے تو اپنے کلیم علیہ السلام کے لیے اس کو انجماد سے تبدیل کر سکتا ہے۔ چنانچہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سمندر پر اپنی لاٹھی ماری، تو وہ پھٹ کر پہاڑوں کے دو ٹکڑوں کی طرح الگ الگ ہو کر کھڑا ہو گیا۔

قرآن مجید نے بھی فطرت کا لفظ استعمال فرمایا ہے، اور حدیث میں بھی اس کی تشریح یہ کی گئی ہے اور حدیث میں اس کی تشریح یہ کی گئی ہے کہ ہر انسان کی فطرت اسلام پر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایسی صلاحیتوں پر پیدا کیا گیا ہے کہ اگر خارجی اثرات اس پر اثر انداز نہ ہوں، تو وہ دینِ اسلام کے سوا کسی اور دین کو قبول نہ کرے۔ اسی طرح آگ کی فطرت جلانا ہے، تو اس کا مطلب بھی یہ ہے کہ اس کو اسی صفت کے ساتھ پیدا فرمایا ہے کہ اگر مشیتِ الٰہی اس کے خلاف نہ ہو، تو جب کوئی چیز اس میں ڈالی جائے، تو وہ اس کو جلا دے۔

5.7: قرآن مجید کی نظر میں معجزہ کی حقیقت

نصوصِ قرآنیہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ معجزہ خدائی فعل ہوتا ہے، خود رسولوں کا فعل نہیں ہوتا، اس کا ظہور بھی اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور مشیت پر موقوف ہوتا ہے، رسولوں کے ارادہ سے نہیں ہوتا۔ رسولوں میں ''معجزہ نمائی'' کی کوئی طاقت بھی نہیں ہوتی، اور معجزہ میں ان کی قدرت یا نفسی تاثیر کا بھی کوئی دخل نہیں ہوتا۔ یہ ''ایجابی'' اور ''سلبی'' دونوں نسبتیں قرآن کریم میں جا بجا موجود ہیں۔

5.8:۔ معجزہ رسالت و نبوت کی طرح موہوبِ الٰہی ہوتا ہے، رسولوں کے کسب سے نہیں ہوتا

یہ بات قابلِ غور ہے کہ قرآن مجید جب معجزات کا تذکرہ کرتا ہے، تو ہمیشہ اسی تنبیہ کے ساتھ کرتا ہے کہ وہ رسالت کی طرح رسولوں کو اپنی طرف سے دے کر بھیجے جاتے ہیں۔ یہ حقیقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سرگزشت سے بہت اچھی طرح واضح ہوجاتی ہے۔

آیت 7:۔ اُسۡلُكۡ يَدَكَ فِىۡ جَيۡبِكَ تَخۡرُجۡ بَيۡضَآءَ مِنۡ غَيۡرِ سُوۡٓءٍ وَّاضۡمُمۡ اِلَيۡكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهۡبِ فَذٰنِكَ بُرۡهَانٰنِ مِنۡ رَّبِّكَ اِلٰى فِرۡعَوۡنَ وَمَلَا۟ئِهٖ‌ؕ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا قَوۡمًا فٰسِقِيۡنَ ○ (القصص: ۳۲)

ترجمہ (اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا:) ''اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال! چمکتا ہوا نکلے گا بغیر کسی تکلیف کے۔ اور خوف سے بچنے کے لیے اپنا بازو بھینچ لے۔ یہ دو (۲) روشن نشانیاں ہیں تیرے رب کی طرف سے فرعون اور اس کے درباریوں کے سامنے پیش کرنے کے لیے، وہ بڑے نافرمان لوگ ہیں''۔

یہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ جب رسولوں کو اپنی جانب سے رسول بنا کر بھیجتا ہے، تو ضرور ان کو کچھ اشیاء ایسی عطا فرمائی جانی چاہئیں، جن کو وہ اس عظیم الشان دعوے کے لیے بطورِ دلیل و حجت پیش کرسکیں۔ لیکن انسانی کسب سے اس معجزہ کو کوئی تعلق نہیں ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو دو عظیم الشان معجزے دیئے گئے، وہ اُن کے اختیار میں بالکل نہیں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ خود حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے ہی معجزہ (جو لاٹھی سے سانپ بنا تھا) سے ڈر گئے۔ اللہ رب العزت کو یہ کہنا پڑا کہ مت ڈریئے۔

آیت 8:۔ وَمَا تِلۡكَ بِيَمِيۡنِكَ يٰمُوۡسٰى ○ قَالَ هِىَ عَصَاىَ‌ۚ اَتَوَكَّؤُا عَلَيۡهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِىۡ وَلِىَ فِيۡهَا مَاٰرِبُ اُخۡرٰى ○ قَالَ اَلۡقِهَا يٰمُوۡسٰى ○ فَاَلۡقٰٮهَا فَاِذَا هِىَ حَيَّةٌ تَسۡعٰى ○ قَالَ خُذۡهَا وَلَا تَخَفۡ‌ٚ سَنُعِيۡدُهَا سِيۡرَتَهَا الۡاُوۡلٰى ○

(طٰہٰ:۱۷تا۲۱)

ترجمہ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا:) ''اور اے موسیٰ! یہ تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟''۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا: ''یہ میری لاٹھی ہے، اس پر ٹیک لگا کر چلتا ہوں، اس سے اپنی بکریوں کے لیے پتے جھاڑتا ہوں، اور بھی بہت سے کام ہیں۔ جو اس سے لیتا ہوں''۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''پھینک دے اس کو، موسیٰ!''۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھینک دیا اور یکا یک وہ ایک سانپ تھی جو دوڑ رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''پکڑ لے اس کو اور ڈر نہیں، ہم اسے پھر ویسا ہی کر دیں گے جیسی یہ تھی''۔

آیت 9: وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ۚ يٰمُوْسٰٓى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ۖ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ ○ (القصص:۳۱)

ترجمہ اور (حکم دیا گیا کہ:) ''پھینک دے اپنی لاٹھی''۔ جونہی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ وہ لاٹھی سانپ کی طرح بل کھا رہی ہے تو وہ پیٹھ پھیر کر بھاگا اور اس نے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ (ارشاد ہوا:) ''موسیٰ! پلٹ آ اور خوف نہ کر، تو بالکل محفوظ ہے''۔

جس سے پتہ چلا کہ معجزہ نبی کے اختیار میں نہیں ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ معجزہ خدائی فعل ہے اور اللہ تعالیٰ اسباب وعلل کی تاثیر کے محتاج نہیں ہیں۔ وہ تو خالق اسباب وعلل ہیں بندہ اسباب وعلل کا محتاج ہے۔

جب رسولوں کو قوموں کی دعوت کے لیے بھیجا گیا، تو ہمیشہ ''برہان وحجت'' دے کر بھیجا گیا۔ اب ان آیات پر غور فرمایئے:

آیت 10: وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ۭ وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ۭ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ○

(بنی اسرائیل:۵۹)

ترجمہ اور ہم کو (کسی بات نے) نشانیاں بھیجنے سے نہیں روکا مگر ان سے پہلے کے لوگ ان کو جھٹلا چکے ہیں۔ (چنانچہ دیکھ لو) ثمود کو ہم نے علانیہ اونٹنی (آنکھ کھولنے والی نشانی) لا کر دی اور انہوں نے اس پر ظلم کیا۔ ہم نشانیاں اسی لیے تو بھیجتے ہیں کہ لوگ انہیں دیکھ کر ڈریں۔

آیت 11: ۔وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ (انعام: ۳۷)

ترجمہ یہ لوگ کہتے ہیں: ''اِس نبی پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں اتاری گئی''۔ کہو: ''اللہ نشانی اتارنے کی پوری قدرت رکھتا ہے، مگران میں سے اکثر لوگ نادانی میں بتلا ہیں''۔

آیت 12: ۔وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ○ (الانعام: ۴)

ترجمہ لوگوں کا حال یہ ہے کہ ان کے رب کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی ایسی نہیں جو اُن کے سامنے آئی ہو اور انہوں نے اس سے منہ نہ موڑلیا ہو۔

آیت 13: ۔اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ (آل عمران: ۴۹)

ترجمہ (اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام بحیثیت رسول بنی اسرائیل کے پاس آئے، توانھوں نے فرمایا:) ''میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس نشانی لے کر آیا ہوں''۔

آیت 14: ۔فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ ○ (الزخرف: ۴۷)

ترجمہ پھر جب اس (حضرت موسیٰ علیہ السلام) نے ہماری نشانیاں ان کے سامنے پیش کیں تو وہ ٹھٹھے مارنے لگے۔

اسی طرح جب کبھی کفار نے معجزات کی فرمائش کی ہے، تو اسی نکتہ کو سمجھ کر کی ہے اور کہا ہے کہ جس طرح پہلے رسولوں کو اُن کے رب کی طرف سے اُن کی نبوت کی کچھ نشانیاں اور معجزات ملتے رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے رب کی طرف سے ہم کو کچھ نشانیاں دکھلائیں۔

آیت 15: ۔وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ○ (العنکبوت: ۵۰)

ترجمہ یہ لوگ کہتے ہیں: ''کیوں نہ اُتاری گئیں اس شخص پر نشانیاں اس کے ربّ کی طرف سے؟''۔ کہو: ''نشانیاں تو اللہ کے پاس ہیں اور میں صرف خبردار کرنے والا ہوں کھول کھول کر''۔

آیت 16:۔وَيَقُوْلُوْنَ لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا ۚ اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ○ (یونس:۲۰)

ترجمہ: اور یہ جو وہ کہتے ہیں کہ اِس نبی ﷺ پر اس کے ربّ کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہ اتاری گئی، تو ان سے کہو: ''غیب کا مالک ومختار تو اللہ ہی ہے، اچھا، انتظار کرو، میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں''۔

آیت 17:۔وَقَالُوْا لَوْلَا يَاْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ○ (طٰہٰ:۱۳۳)

ترجمہ: وہ کہتے ہیں کہ یہ شخص اپنے رب کی طرف سے کوئی نشانی (معجزہ) کیوں نہیں لاتا؟ اور کیا ان کے پاس اگلے صحیفوں کی تمام تعلیمات کا بیان واضح نہیں آ گیا؟۔

آیت 18:۔وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ○ (الرعد:۷)

ترجمہ: یہ لوگ جنہوں نے تمہاری بات ماننے سے انکار کر دیا ہے، کہتے ہیں: ''اس شخص پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں اتری؟''۔ تم تو محض خبردار کر دینے والے ہو، اور ہر قوم کے لیے ایک رہنما ہے۔

☐ ان سب آیات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ کفار کے نزدیک بھی معجزات رسولوں کا اپنا فعل نہیں ہوتے، بلکہ اللہ تعالیٰ ان کو خود اپنی جانب سے دے کر بھیجتا ہے، اور حقیقت بھی یہی ہے کہ جب کسی کسب کے بغیر ''رسالت'' وہی عطا کرتا ہے، تو اس کے لیے براہین وحجج بھی اسی کو عطا کرنے چاہئیں۔ جیسا کہ ایک موقع پر جب جنگ کا میدان لشکرِ اسلام پر بہت تنگ ہو گیا، تو حضور اکرم ﷺ نے خاک کی ایک مُٹھی اُٹھا کر دشمنوں کے لشکر کی طرف پھینک دی۔ قدرتِ خدا کا کرشمہ کہ ان میں کوئی فرد بھی ایسا نہ بچا جس کی آنکھوں میں وہ جا نہ پڑی ہو۔ آخر کار دشمنوں کے قدم اکھڑ گئے، اور میدان چھوڑ کر ان کو بھاگ جانا پڑا۔ ظاہر ہے کہ یہ خاک کی مٹھی پھینکی تو آپ ﷺ نے ہی تھی، مگر اس کا یہ اعجازی کرشمہ آپ ﷺ کی قدرت سے نہ تھا۔ اس لیے ارشاد ہوا:

آیت 19:۔ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ (الانفال:۱۷)

ترجمہ اور خاک کی مٹھی جس وقت کہ پھینکی تھی، تو نے نہیں پھینکی تھی، بلکہ اللہ نے اس کو پھینکا۔

- گزشتہ آیات میں ''ایجابی'' نسبتوں کے ساتھ جب اسی ''سلبی'' نسبت کو ملا لیجیے، تو یہ حقیقت اور زیادہ عیاں ہو جاتی ہے کہ معجزات رسولوں کا فعل نہیں ہوتے۔

اسی طرح جب کبھی رسولوں سے معجزہ کی فرمائش کی گئی ہے تو ان کو ہمیشہ یہی ایک جواب تعلیم کیا گیا ہے: ''نشانیاں تو اللہ کے اختیار میں ہیں''۔

آیت 20:۔ وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِن جَاءَتْهُمْ آيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا ۚ قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِندَ اللَّهِ ۖ وَمَا يُشْعِرُكُمْ أَنَّهَا إِذَا جَاءَتْ لَا يُؤْمِنُونَ ○ (الانعام:۱۰۹)

ترجمہ یہ لوگ کڑی کڑی قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ اگر کوئی نشانی (یعنی معجزہ) ہمارے سامنے آجائے تو ہم اُس پر ایمان لے آئیں گے۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ان سے کہو: ''نشانیاں تو اللہ کے اختیار میں ہیں''۔ اور تمہیں کیسے سمجھایا جائے کہ اگر نشانیاں آ بھی جائیں تو یہ ایمان لانے والے نہیں۔

آیت 21:۔ وَقَالُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَاتٌ مِّن رَّبِّهِ ۖ قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِندَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ○ (العنکبوت:۵۰)

ترجمہ یہ لوگ کہتے ہیں: ''کیوں نہ اُتاری گئیں اس شخص پر نشانیاں ان کے ربّ کی طرف سے؟''۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمادیں: ''نشانیاں تو اللہ کے پاس ہیں اور میں صرف خبردار کرنے والا ہوں کھول کھول کر''۔

- اس سے ثابت ہوتا ہے کہ معجزہ کا ظہور ارادۂ الٰہی پر موقوف ہے، رسولوں کے ارادہ پر معجزہ ظاہر نہیں ہوتا۔

5.9:۔ رسولوں میں معجزہ نمائی کی کوئی قدرت نہیں ہوتی، اور نہ ان میں ان کی نفسی تاثیر کا کوئی دخل ہوتا ہے

کفار نے حسبِ عادت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خاص خاص معجزات دکھانے کی فرمائش کی،

تو اس کے جواب میں ارشاد ہوا:

آیت 22:۔ وَقَالُوا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْبُوْعًا ۝ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ۝ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ۝ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ؕ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝

(بنی اسرائیل: ۹۰ تا ۹۳)

ترجمہ اور انہوں نے کہا: ''ہم تیری بات نہ مانیں گے جب تک کہ تو ہمارے لیے زمین کو پھاڑ کر ایک چشمہ جاری نہ کر دے۔ یا تیرے لیے کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ پیدا ہو، اور تو اس میں نہریں رواں کر دے۔ یا تو آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہمارے اوپر گرا دے جیسا کہ تیرا دعویٰ ہے۔ یا اللہ اور فرشتوں کو رُو در رُو ہمارے سامنے لے آئے۔ یا تیرے لیے سونے کا ایک گھر بن جائے۔ یا تو آسمان پر چڑھ جائے، اور تیرے چڑھنے کا بھی ہم یقین نہ کریں گے جب تک کہ تو ہمارے اوپر ایک ایسی تحریر نہ اتار لائے جسے ہم پڑھیں''۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ان سے کہو: ''پاک ہے میرا پروردگار! کیا میں ایک پیغام لانے والے انسان کے سوا اور بھی کچھ ہوں؟''۔

اسی طرح جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب میں یہ جذبہ زیادہ ابھرا کہ اگر ان کی حسبِ فرمائش معجزات دکھلا دیئے جائیں، تو شاید یہ نافہم اسلام قبول کر لیں، تو تلطف آمیز لہجہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ تنبیہ کی گئی:

آیت 23:۔ وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝ (الانعام: ۳۵)

ترجمہ تاہم اگر ان لوگوں کی بے رخی تم سے برداشت نہیں ہوتی تو اگر تم میں کچھ زور ہے تو زمین میں کوئی سرنگ ڈھونڈو، یا آسمان میں سیڑھی لگاؤ اور ان کے پاس کوئی نشانی لانے کی کوشش کرو۔ اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر جمع کر سکتا تھا۔ لہٰذا نادان

مت بنو۔

آیاتِ بالا سے معلوم ہوا کہ جب کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص معجزات کی فرمائش کی گئی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ یہی ایک جواب دیا ہے: ''معجزات کا دکھانا میرے قبضۂ قدرت میں نہیں''۔ بلکہ جب کبھی رسولوں سے کوئی معجزہ ظاہر ہوا ہے تو اس وقت بھی وہ یہی اعلان کرتے رہے ہیں کہ یہ معجزہ ہماری طاقت سے نہیں، صرف حکمِ الٰہی سے صادر ہوا ہے۔ اگر معجزات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضے میں ہوا کرتے، تو اُحد کے میدان میں شکست کیوں ہوتی، بلکہ جنگ کی ضرورت ہی کیا رہتی، اور دشمنوں پر ایک مُٹھی خاک پھینک کر ہمیشہ فتح نصیب ہو جایا کرتی، مگر یہ کیسے ہوسکتا تھا جب کہ معجزہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدرت واختیار ہی کی چیز نہ تھی۔ اسی نکتہ کو سمجھ کر ہرقل نے جب حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے یہ سُن لیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شکست بھی ہوتی ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رسالت کے دلائل میں اس کو بھی شمار کرلیا تھا۔ اسی طرح جب کبھی کفار کے اسلام قبول کرنے کا جذبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب میں موجزن ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی ارشاد ہوا: ''تم اپنی پوری قوت اور جدوجہد صرف کر کے دیکھ لو، پھر ہو سکے تو کوئی معجزہ لا کر ان کو دکھلا دو''۔ اس سے معلوم ہوا کہ معجزات میں رسولوں کی ''نفسی توجہ'' کا ادنیٰ سا دخل بھی نہیں ہوتا، بلکہ بعض اوقات ان کو یہ علم بھی نہیں ہوتا کہ قدرت ابھی ابھی ان کے ہاتھوں سے کیا معجزہ دکھانے والی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا: ''اپنا عصا ڈال دو''۔ انھوں نے عصا ڈال دیا، اچانک وہ ایک خوفناک اژدھا بن گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام خوفزدہ ہو کر پیچھے ہٹنے لگے۔ ارشاد ہوا: ''موسیٰ! ڈرو مت، اور اپنا عصا پھر ہاتھ میں اُٹھالو''۔ اب سوچیئے کہ یہاں اُن کی توجہ یا تاثیرِ نفسی کا کیا دخل ہوسکتا تھا۔ وہ توجہ کرنا تو کجا، خود ہی اس سے خوفزدہ نظر آرہے ہیں۔ اسی لیے اُن کی تسلی کے لیے ارشاد ہوا:

آیت 24:۔ قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ سَنُعِيدُهَا سِيرَتَهَا الْأُولَىٰ ○ (طٰہٰ: ۲۱)

ترجمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''پکڑ لے اس کو اور ڈر نہیں، ہم اسے پھر ویسا ہی کر دیں گے جیسی یہ (لاٹھی) تھی''۔

ہمارے لیے نہ وہ کچھ مشکل تھا، نہ یہ کچھ مشکل ہے۔

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام جب ایک طرف فرعونی لشکر اور دوسری طرف خوفناک سمندر کی دو موتوں کے درمیان گھر گئے، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام گو یقین تو رکھتے ہیں کہ ضرور اُن کو نجات ملے گی مگر اُن کو کچھ خبر نہیں ہے کہ تقدیر اس کی صورت کیا پیدا کرے گی کہ اچانک اُن پر وحی آتی ہے:

آیت 25:۔ فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ۖ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ○ (الشعراء: ٦٣)

ترجمہ: ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی کے ذریعہ سے حکم دیا: "مارو، اپنا عصا سمندر پر"۔ یکا یک سمندر پھٹ گیا اور اس کا ہر ٹکڑا ایک عظیم الشان پہاڑ کی طرح ہو گیا۔

ظہورِ معجزہ کی یہ شکل یقیناً اس سے بڑھ کر تھی کہ سمندر اپنی اصلی حالت پر رہتا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام مع اپنے ہمراہیوں کے اس پر بالا بالا عبور کر جاتے، لیکن چونکہ یہاں نجاتِ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ دوسرا اعجاز "غرقِ فرعون" بھی دکھانا منظور تھا۔ اس لیے یونہی مناسب تھا کہ پہلے ایک کشادہ اور خشک راستہ بنا دیا جائے تا کہ فرعون اور اس کے ساتھی بھی بے کھٹکے اس میں قدم ڈال سکیں۔ اگر سمندر اپنی اصلی حالت پر رہتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عبور کر جانے کے بعد شاید فرعونیوں کو اس کے عبور کرنے کی ہمت نہ ہوتی۔ اس لیے یہ معجزہ ایک ہی معجزہ (یعنی نجاتِ موسیٰ علیہ السلام کا) بن کر رہ جاتا۔ اور اب نجاتِ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ غرقِ فرعون کا دوسرا معجزہ بھی بن گیا۔ اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ قرآن مجید نے نجاتِ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ غرقِ فرعون کو علیحدہ کیوں ذکر فرمایا ہے۔

اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام جب آگ میں ڈالے گئے تو رضا و تسلیم کے علاوہ ان سے بھی کوئی اور عمل ثابت نہیں ہوتا۔ اس کے بعد "نار" کا "گلزار" بن جانا بنصِ قرآن اس حکم ربانی کے ذریعہ سے ہوا، جو براہِ راست خالقِ نار سے نار کو پہنچا تھا۔

آیت 26:۔ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ○ (الانبیاء: ٦٩)

ترجمہ: ہم نے کہا: "اے آگ! ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی بن جا حضرت ابراہیم علیہ السلام پر"۔

انبیاء علیہم السلام کے جتنے معجزات ہیں، وہ ایک سے ایک بڑھ کر اس کی دلیل ہیں کہ معجزات میں خود رسولوں کا کوئی دخل نہیں ہوتا، یہاں تک کہ آخر میں جب خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نوبت آئی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے درخشاں معجزہ ''قرآن مجید'' تھا۔ یہاں اسی حقیقت کے اظہار کے لیے قدرت نے یہ اہتمام فرمایا کہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ''اُمّی'' بنایا، اور جس ملک میں پیدا فرمایا، اس کو بھی ''اُمّی'' کا لقب دیا۔ پھر اس اعجاز کی حالت بھی یہ تھی کہ اس کا مثل لانے سے جس طرح ساری دنیا عاجز تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اسی طرح اُس سے عاجز تھے۔ اور یہی اس کے کلامِ الٰہی ہونے کی سب سے بڑی دلیل تھی۔

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فَالصَّوَابُ الْمَقْطُوعُ بِهِ أَنَّ الْخَلْقَ كُلَّهُمْ عَاجِزُونَ عَنْ مُعَارَضَتِهِ لَا يَقْدِرُونَ عَلَىٰ ذٰلِكَ، وَلَا يَقْدِرُ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - نَفْسُهُ - مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِهِ عَلَىٰ أَنْ يُبَدِّلَ سُورَةً مِنَ الْقُرْآنِ، بَلْ يَظْهَرُ الْفَرْقُ بَيْنَ الْقُرْآنِ وَبَيْنَ سَائِرِ كَلَامِهِ لِكُلِّ مَنْ لَهُ أَدْنَىٰ تَدَبُّرٍ۔

(الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح، لابن تیمیہ، ج ۵ ص ۴۳۱)

ترجمہ حق اور یقینی بات یہ ہے کہ ساری کی ساری مخلوق اس قرآن کے معارضہ سے عاجز ہے۔ وہ اس بات پر قادر نہیں ہے۔ نہ ہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس بات پر قادر ہیں کہ وہ اپنی طرف سے قرآن مجید کی کسی سورت میں تبدیلی کر سکیں۔ بلکہ قرآن اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساری عمر کے کلام میں واضح فرق ہے، ہر اس شخص کے لیے جو ان میں تدبر سے کام لے گا۔

□ اب ایک ایک آیت کو حدیثوں کے دفتروں سے ملا ملا کر دیکھ لیجیے۔ کیا مجال کہ کوئی آیتِ قرآن ذرہ برابر بھی کسی حدیث سے ملتی جلتی نظر آسکے۔ اس لیے یہ سمجھنا کس قدر غلط ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات میں ان کے کسی عمل کا دخل ہو سکتا ہے۔

5.10:۔ معجزہ کبھی اضافی نہیں ہوسکتا

مذکورہ بالا بیان سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ معجزہ خدائی فعل ہوتا ہے۔ اس میں رسول کی قدرت، اس کے اختیار، اس کے ارادہ اور اُس کی توجہ وتاثیرِ نفسی کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ تو پھر یہ فیصلہ بدیہی ہے کہ معجزہ کبھی اضافی بھی نہیں ہوسکتا، یعنی یہ نہیں ہوسکتا کہ جو کل تک کسی نبی کا معجزہ ہو، وہ مادی ترقیات کے بعد معجزہ باقی نہ رہے۔

انبیاء علیہم السلام کے جتنے معجزات ہوئے ہیں، آپ سب پر نظر ڈال جایئے۔ نبی کے فعل اور اس کے معجزہ کے درمیان آپ کو کوئی علاقۂ تاثیر نظر نہیں آئے گا، اور اسی حیثیت سے ہمیشہ اس کو معجزہ سمجھا بھی گیا ہے۔ مثلاً: ملاحظہ فرمایئے کہ انگلی کے ایک اشارہ اور چاند کے دو ٹکڑے ہو جانے میں کیا علاقۂ تاثیر ہے؟ یا مثلاً: لاٹھی کے ڈالنے اور اُس کے اژدھا بن جانے میں کیا سببیتِ ظاہرہ ہے؟ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انگشتانِ مبارک سے پانی کے چشمے اُبل پڑنے میں کس علاقۂ تاثیر کا دخل کہا جا سکتا ہے؟ لہٰذا یہ افعال جب بھی اسباب کی دنیا سے بالاتر ظاہر ہوں، تو ہمیشہ اُن کو معجزہ ہی کہا جائے گا۔ اسی حقیقت کو بتلانے کے لیے علمائے کلام نے معجزہ کو ''خارقِ عادت'' سے تعبیر کیا ہے، یعنی وہ اس نظام ہی کے خلاف ہوتا ہے۔ اس لیے زمانے کے کسی اکتشاف سے ان کے معجزہ ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔

5.11:۔ حضرت علامہ قُرطبی رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ معجزہ کے لیے پانچ شرائط

حضرت علامہ قرطبی (أبو عبد الله محمد بن أحمد بن أبي بكر بن فرح الأنصاري الخزرجي شمس الدين القرطبي:المتوفى: 671ھ) رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر کے مقدمہ میں معجزہ کے لیے حسبِ ذیل پانچ شرائط بیان کی ہیں:

وَشَرَائِطُهَا خَمْسَةٌ فَإِنَ اختل منها شرط لا تكون معجزة.

فَالشَّرْطُ الْأَوَّلُ مِنْ شُرُوطِهَا أَنْ تَكُونَ مِمَّا لَا يَقْدِرُ عَلَيْهَا إِلَّا اللهُ سُبْحَانَهُ.
وَالشَّرْطُ الثَّانِي هُوَ أَنْ تَخْرِقَ الْعَادَةَ. وَإِنَّمَا وَجَبَ اشْتِرَاطُ ذٰلِكَ لِأَنَّهُ لَوْ قَالَ الْمُدَّعِي لِلرِّسَالَةِ: آيَتِي مَجِيءُ اللَّيْلِ بَعْدَ النَّهَارِ وَطُلُوعُ الشمس من مشرقها، لم يكن فيما ادعا مُعْجِزَةٌ. لِأَنَّ هٰذِهِ الْأَفْعَالَ وَإِنْ كَانَ لَا يَقْدِرُ عَلَيْهَا إِلَّا اللهُ، فَلَمْ تُفْعَلْ مِنْ أَجْلِهِ، وَقَدْ كَانَتْ قَبْلَ دَعْوَاهُ عَلَى مَا هِيَ عَلَيْهِ فِي حِينِ دَعْوَاهُ.
وَالشَّرْطُ الثَّالِثُ هُوَ أَنْ يَسْتَشْهِدَ بِهَا مُدَّعِي الرِّسَالَةِ عَلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ، فَيَقُولُ: آيَتِي أَنْ يَقْلِبَ اللهُ سُبْحَانَهُ هٰذَا الْمَاءَ زَيْتًا أَوْ يُحَرِّكَ الْأَرْضَ عِنْدَ قَوْلِي لَهَا: تَزَلْزَلِي، فَإِذَا فَعَلَ اللهُ سُبْحَانَهُ ذٰلِكَ حَصَلَ الْمُتَحَدَّى بِهِ.
الشَّرْطُ الرَّابِعُ هُوَ أَنْ تَقَعَ عَلَى وَفْقِ دَعْوَى الْمُتَحَدِّي بِهَا الْمُسْتَشْهِدِ بِكَوْنِهَا مُعْجِزَةً لَهُ. وَإِنَّمَا وَجَبَ اشْتِرَاطُ هٰذَا الشَّرْطِ لِأَنَّهُ لَوْ قَالَ الْمُدَّعِي لِلرِّسَالَةِ: آيَةُ نُبُوَّتِي وَدَلِيلُ حُجَّتِي أَنْ تَنْطِقَ يَدِي أَوْ هٰذِهِ الدَّابَّةُ فَنَطَقَتْ يَدُهُ أَوِ الدَّابَّةُ بِأَنْ قَالَتْ: كَذَبَ وَلَيْسَ هُوَ نَبِيٌّ فَإِنَّ هٰذَا الْكَلَامَ الَّذِي خلقه الله تعالى دال كذب الْمُدَّعِي لِلرِّسَالَةِ. لِأَنَّ مَا فَعَلَهُ اللهُ لَمْ يَقَعْ عَلَى وَفْقِ دَعْوَاهُ.
وَالشَّرْطُ الْخَامِسُ مِنْ شُرُوطِ الْمُعْجِزَةِ أَلَّا يَأْتِيَ أَحَدٌ بِمِثْلِ مَا أَتَى بِهِ الْمُتَحَدِّي عَلَى وَجْهِ الْمُعَارَضَةِ...... لَا يقال، إن المعجزات الْمُقَيَّدَةَ بِالشُّرُوطِ الْخَمْسَةِ لَا تَظْهَرُ إِلَّا عَلَى أيدى الصادقين، وهذا المسيح الدَّجَّالُ فِيمَا رَوَيْتُمْ عَنْ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَظْهَرُ عَلَى يَدَيْهِ مِنَ الْآيَاتِ الْعِظَامِ، وَالْأُمُورِ الْجِسَامِ، مَا هُوَ مَعْرُوفٌ مَشْهُورٌ، فَإِنَّا نَقُولُ: ذٰلِكَ يَدَّعِي الرِّسَالَةَ، وَهٰذَا يَدَّعِي الرُّبُوبِيَّةَ وَبَيْنَهُمَا مِنَ الْفُرْقَانِ مَا بَيْنَ الْبُصَرَاءِ وَالْعُمْيَانِ.

(الجامع لأحكام القرآن=تفسير القرطبی، ج۱ص۷۰،۷۱)

ترجمہ: معجزہ کی پانچ شرائط ہیں، اگر ان میں سے ایک بھی نہ پائی جائے، تو وہ معجزہ نہیں ہوگا۔

پہلی شرط یہ ہے: وہ اس جنس کا ہونا چاہیے، جس پر سوائے اللہ کے کسی کو قدرت نہ ہو۔
دوسری شرط یہ ہے کہ وہ خارقِ عادت ہو۔ یہ شرط اس لیے ضروری ہے کہ اگر کوئی مدعیٔ رسالت یہ کہے: میرا معجزہ یہ ہے کہ رات کے بعد دن آئے گا، اور سورج مشرق سے طلوع ہوگا۔ تو اس کا یہ دعویٰ معجزہ نہیں ہوگا، کیونکہ یہ افعال، اگرچہ ایسے ہیں کہ اس پر سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو قدرت نہیں ہے، اس کی وجہ سے نہیں ہو رہے۔ یہ افعال اس کے دعویٰ سے پہلے بھی ایسے ہی جاری تھے۔
تیسری شرط یہ ہے: مدعیٔ رسالت اس کے ساتھ یہ دعویٰ بھی کرتا ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کے کہنے پر یہ معجزہ بھی دکھلا دے گا۔ مثلاً: وہ یہ کہے: اللہ تعالیٰ اس کی تصدیق کے لیے اس پانی کو تیل بنا دے گا، یا جب وہ زمین کو یہ حکم دے گا کہ وہ حرکت میں آ جائے، تو فوراً ہلنے لگے گی۔
چوتھی شرط یہ ہے کہ وہ معجزہ مدعیٔ رسالت کے دعویٰ کا مؤید بھی ہو، تا کہ وہ اس کو اپنی نبوت کی دلیل بنا سکے۔ یہ شرط اس لیے ضروری ہے کہ اگر کوئی مدعیٔ رسالت کہے: میری نبوت کا معجزہ اور دلیل یہ ہے کہ میرا ہاتھ یا یہ جانور کلام کرے گا۔ پھر اس کا ہاتھ یا جانور کلام کرنے لگے، مگر وہ یہ کہے: یہ شخص جھوٹا ہے، نبی نہیں ہے۔ تو اگرچہ ہاتھ یا جانور کا بولنا خارقِ عادت ہے، مگر اس کے دعویٰ کے خلاف ہے۔
پانچویں شرط یہ ہے کہ مقابلہ میں کوئی شخص اس کی مثل نہ لا سکے۔ اگر کوئی شخص اس کے مقابلہ میں اس جیسا عمل دکھلا دے، تو پھر بھی اس کو معجزہ نہیں کہہ سکتے۔۔۔ دجال اگرچہ (حدیثِ نبوی کے بیان کے مطابق) بڑی بڑی نشانیاں اور کام دکھائے گا، مگر وہ خدائی کا دعویٰ کرے گا۔ ظاہر ہے کہ ان دونوں دعووں میں بینا اور نابینا کا سا فرق ہے۔

5.12:۔حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک معجزہ کی حقیقت

معجزہ صرف یہ ہے کہ ان کے صدور میں (1) اسباب طبیعیہ کو اصلاً دخل نہیں ہوتا، نہ جلیہ کو، نہ خفیہ کو، نہ (2) صاحبِ معجزہ کی کسی قوت کو، نہ (3) خارجی قوت کو۔ وہ براہِ راست حق تعالیٰ کی مشیت سے بلا توسطِ اسبابِ عادیہ کے واقع ہوتا ہے، جیسا کہ صادرِ اول بلا کسی واسطہ کے صادر ہوا ہے (یعنی فلاسفہ کے نزدیک)۔ پھر (4) قیامت تک بھی کوئی شخص اس میں سببِ طبعی نہیں بتلا سکتا، کیونکہ معدوم کو موجود کون ثابت کرسکتا ہے؟ ورنہ اگر معجزہ سے کسی زمانۂ خاص میں خاص معجزہ کی تائید ہوجاتی، تو دوسرے زمانے میں اس کے سببِ خفی بتلانے سے اس کی تکذیب ہوجاتی۔ تو کسی نبی کی نبوت پر یقین مؤید نہیں ہوسکتا۔ وَھٰذَا کَمَا تَرٰی۔ یہی سبب ہے کہ معجزہ پر اس کے جنس کے ماہرین نے کوئی سببِ خفی بتلا کر باقاعدہ شبہ نہیں کیا، نہ اس کی مثل کو ظاہر کرکے مقاومت کرسکے، بالخصوص اگر نبی کی قوت اس کا سبب ہوتی، تو حضرت موسیٰ اپنے معجزہ سے خود نہ ڈر جاتے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض فرمائشی معجزات کی تمنا پر یہ نہ فرمایا جاتا۔

فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِیَ نَفَقًا فِی الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِی السَّمَآءِ فَتَاْتِیَهُمْ بِاٰیَةٍ (الانعام:۳۵)

ترجمہ تو اگر تم میں کچھ زور ہے تو زمین میں کوئی سرنگ ڈھونڈو، یا آسمان میں سیڑھی لگاؤ اور ان کے پاس کوئی نشانی لانے کی کوشش کرو۔

اور (5) استناد الی الاسباب الخفیہ کے احتمال پر معجزہ و دیگر عجائبِ طبیعیہ میں کوئی فرق واقعی نہیں رہتا۔۔۔۔۔۔ اور (6) انضمام اخلاق و کمالات کے ساتھ جو اس کو دلیل کہا گیا ہے، تو ان اخلاق کی مخصوصہ نوعیت کو پہچاننے میں جتنی غلطی ہوسکتی ہے، وہ معجزات کے متعلق غلطی ہونے سے کہیں زیادہ ہے۔ (بوادر النوادر ج ۲ ص ۳۸۲)

5.13:۔ معجزہ اور سحر (جادو)

قدرت نے اس عالم کو روزِ اوّل سے ''خیر وشر'' کا مجموعہ بنا کر پیدا فرمایا ہے۔ایک طرف اپنے ''مقرب فرشتے'' پیدا کیے،تو اس کے بالمقابل ''شیاطین'' کا ناپاک گروہ بنایا۔ اسی طرح ایک طرف انبیاء علیہم السلام کی مقدس جماعت مبعوث فرمائی، تو اس کے بالمقابل ''دجالوں'' کا ناپاک گروہ بھی ظاہر فرمایا۔ پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ نبوت کے مقابلے میں کوئی دوسری شے پیدا نہ فرمائی جاتی؟ اور وہ ''کہانت وسحر'' تھی۔ خیر وشر کی ان مرکزی طاقتوں میں بھلا کیا مناسبت تھی، مگر اس ''دار الالتباس'' (اشتباہ کی دنیا) میں آ کر ان میں پھر اتنا التباس رہا کہ ایک ملعون جماعت نے مسیح ہدایت علیہ السلام کو دجال قرار دے ڈالا، اور دجال کو مسیحِ ہدایت ٹھہرانے کا فیصلہ کرلیا۔

معجزہ وسحر میں کوئی التباس ہی نہیں ہے۔ یہ دونوں چیزیں اپنی ماہیت، اپنے فاعل اور اپنی غایت، ہر لحاظ سے ممتاز ہیں۔ معجزہ کا ظہور تضرع وابتہال اور کلماتِ طیبہ وغیرہ سے ہوتا ہے، اور سحر کا کلماتِ شرکیہ، نفسی توجہ اور ارواحِ خبیثہ کی استعانت سے۔ صاحبِ معجزہ قدسی صفات ہوتا ہے اور ساحر خبیث النفس۔ معجزہ کی غایت وغرض معرفتِ ربوبیت اور نجاتِ آخرت ہے۔ اور سحر کا مقصد متاعِ دنیا۔ صاحبِ معجزہ کا انجام نجاح وفلاح ہے اور ساحرین کا خیبت وخسران۔

یہ دونوں مقابل حقیقتیں کتنی علیحدہ علیحدہ ممتاز ہیں۔

1 معجزہ قدرت کا فعل اور ایک آیتِ ربانیہ ہوتا ہے اور سحر ساحر کا اپنا بنایا ہوا کھیل۔

2 معجزہ نبی کے اپنے ارادے کے تابع نہیں ہوتا کہ جب وہ چاہے دکھا سکے، سحر ساحر کے اپنے ارادہ کے تابع ہوتا ہے۔ اور وہ جب چاہے اس کو دکھا سکتا ہے۔ اسی لیے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ساحر قرار دیا گیا، تو جس طرح ہر بشری صنعت کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح ان کا مقابلہ کرنے کے لیے بھی ساحرین کو دعوت دی گئی، مگر جب ساحرین نے آ کر یہ دیکھ لیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ قدرتِ بشری سے خارج ہے، اور ایک ''آیتِ ربوبیت'' ہے، تو وہ فوراً ''رَبِّ مُوْسٰی وَهٰرُوْنَ ○'' پر ایمان

لانے کے لیے مجبور ہو گئے۔ پھر اس فیصلہ کے لیے کوئی مدت خرچ نہیں ہوئی، بلکہ جونہی ''معجزہ وسحر'' مقابل ہوئے۔ بس فوراً اسی وقت دونوں حقیقتیں نور وظلمت کی طرح ممتاز ہو گئیں۔

5.14:۔ مقصدِ معجزہ

معجزہ نبی کی نبوت کی دلیل ہوتا ہے، یعنی لوگوں کو یہ بتانا مقصود ہوتا ہے کہ جن کے ہاتھ پر معجزہ ظاہر ہوا ہے، یہ ہمارے مقبول اور سچے بندے ہیں، اور ان کے اقوال کی نسبت کرنا اللہ کی طرف وہ صحیح ہے۔ وہ اللہ کے ہاں بہت مقرب ہیں اور ان کے نمائندے ہیں۔ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد:

ورنہ نبوت کی بنیاد تو:

(۱) عصمت کامل

(۲) فہم کامل اور

(۳) وہ اخلاق جو ذات الٰہی سے مناسبت رکھیں۔

جیسے بادشاہ اگر کسی کو تقرب عطاء کرے، تو مقرب کو وہ علامات عطاء کرتا ہے جو دوسروں کی پہنچ سے باہر ہوں۔ یہی حال معجزہ کا ہے۔

نبی کی اصل دلیل نبی کی ذات وصفات اور اُس کی تعلیمات ہوتی ہیں۔ انہی کو دیکھ کر سلیم الفطرت اور فہیم وذکی لوگ ایمان لے آتے ہیں۔ عام لوگ جو ظاہری اور حسی نشانیوں سے متاثر ہوتے ہیں، اُن کے لیے اللہ تعالیٰ معجزات کا انتظام فرماتے ہیں۔ جن کے مقدر میں سوائے محرومی کے اور کچھ نہیں ہوتا، وہ معجزات دیکھ کر بھی ایمان نہیں لاتے۔

5.15:۔ معجزات کا ثبوت

قرآن کی نصوص قطعیہ اور احادیث متواترہ سے معجزات کا ثبوت ملتا ہے۔ اس لیے اس کا انکار اور اسلاف کی تشریح سے ہٹ کر فضول تاویلات صریح گمراہی، بلکہ کفر ہے۔

بعض لوگ سائنسی اصولوں کی مخالفت نہیں کرتے جو ہر دوسرے دن تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ البتہ جو معجزات سائنسی اصولوں کے خلاف محسوس ہوتے ہیں ان کا انکار کر دیتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ وہ قرآن وحدیث پر مادی اصولوں کو ترجیح دیتے ہیں۔ یہی تو مادہ پرستی اور گمراہی ہے۔

انبیائے کرام علیہم السلام کے جو معجزات دلائل قطعیہ سے ثابت ہیں، ان پر ایمان لانا فرض ہے۔ ایسے قطعی معجزات میں سے کسی ایک کے انکار سے انسان دائرۂ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے۔

دلائل ومن أنكر التواتر يكفر.

(المحيط البرهاني في الفقه النعماني فقه الإمام أبي حنيفة رحمه الله ج ا ص ١٦٧)

وفي "المحيط": من أنكر الأخبار المتواترة في الشريعة كفر.

(إكفار الملحدين في ضروريات الدين، ص ٦٥؛ شرح الشفا، ج ٢ ص ٤٢٦)

من أنكر الأخبار المتواترة في الشريعة كفر.

(شرح ملا علي القاري على الفقه الأكبر)

و من جحد القرآن: اى كله أو سورة منه أو آية. قلت و كذا كلمة أو قراءة متواترة، أو زعم أنها ليست من كلام الله تعالىٰ كفر.

(شرح ملا علي القاري على الفقه الأكبر)

انبیائے کرام علیہم السلام کے وہ برحق معجزات جو قطعی دلائل سے ثابت نہیں، ان کا انکار ضلالت وگمراہی ہے۔

وَهٰذَا لِأَنَّ خَبَرَ الْوَاحِدِ مُحْتَمَلٌ لَا مَحَالَةَ، وَلَا يَقِينَ مَعَ الِاحْتِمَالِ، وَمَنْ أَنْكَرَ هٰذَا فَقَدْ سَفَّهَ نَفْسَهُ، وَأَضَلَّ عَقْلَهُ.

(كشف الأسرار شرح أصول البزدوي، ج ٢ ص ٣٧٦)

5.16: قرآن مجید میں مذکور بعض معجزات

1 کشتیٔ حضرت نوح علیہ السلام کا معجزہ

آیت 8: وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِىْ فِى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ○ (ہود: ۳۷)

ترجمہ: اور ہماری نگرانی میں ہماری وحی کے مطابق ایک کشتی بنانی شروع کر دو۔ اور دیکھو جن لوگوں نے ظلم کیا ہے ان کے حق میں مجھ سے کوئی سفارش نہ کرنا۔ یہ سارے کے سارے اب ڈوبنے والے ہیں۔

2 حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کا معجزہ

آیت 9: وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِىْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ ○ (ہود: ٦٤)

ترجمہ: اور اے میری قوم کے لوگو! دیکھو! یہ اللہ کی اونٹنی تمہارے لیے ایک نشانی ہے۔ اسے خدا کی زمین میں چرنے کے لیے آزاد چھوڑ دو۔ اس سے ذرا تعرض نہ کرنا ورنہ کچھ زیادہ دیر نہ گزرے گی کہ تم پر خدا کا عذاب آ جائے گا۔

3 حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے آگ کو گلزار بنانے کا معجزہ

آیت 10: قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِىْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ○ (الانبیاء: ٦٩)

ترجمہ: ہم نے کہا: ''اے آگ! ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی بن جا ابراہیم علیہ السلام پر''۔

4 حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے لوہے کو موم کی طرح نرم کرنے کا معجزہ

آیت 11: وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ۘ يٰجِبَالُ اَوِّبِىْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ○ (سبا: ١٠)

ترجمہ: ہم نے حضرت داؤد علیہ السلام کو اپنے ہاں سے بڑا فضل عطا کیا تھا۔ (ہم نے حکم دیا کہ) اے پہاڑو! اس کے ساتھ ہم آہنگی کرو (اور یہی حکم ہم نے) پرندوں کو دیا۔ ہم نے

لوہے کو اس کے لیے نرم کر دیا۔

5 حضرت سلیمان علیہ السلام کو چرند پرند کی بولیاں سکھانے کا معجزہ، انسانوں اور جنوں کو ان کے تابع کرنے کا معجزہ، مہینوں کا سفر گھنٹوں میں طے کرنے کا معجزہ

آیت 12:۔ وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ؕ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ○ (النمل:۱۶)

ترجمہ اور حضرت داؤد علیہ السلام کے وارث حضرت سلیمان علیہ السلام ہوئے۔ اور اُس نے کہا: ”لوگو! ہمیں پرندوں کی بولیاں سکھائی گئی ہیں اور ہمیں ہر طرح کی چیزیں دی گئی ہیں، بیشک یہ (اللہ کا) نمایاں فضل ہے“۔

آیت 13:۔ وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ○ (النمل:۱۷)

ترجمہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے لشکر جمع کیے گئے تھے جن اور انسانوں اور پرندوں کے اور وہ پورے ضبط میں رکھے جاتے تھے۔

آیت 14:۔ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ؕ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ؕ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ○ (سبا:۱۲)

ترجمہ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے ہم نے ہوا کو مسخر کر دیا، صبح کے وقت اُس کا چلنا ایک مہینے کی راہ تک اور شام کے وقت اس کا چلنا ایک مہینے کی راہ تک۔ ہم نے اُس کے لیے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہا دیا اور ایسے جن اُس کے تابع کر دیے جو اپنے رب کے حکم سے اس کے آگے کام کرتے تھے۔ اُن میں سے جو ہمارے حکم سے سرتابی کرتا اس کو ہم بھڑکتی ہوئی آگ کا مزہ چکھاتے۔

آیت 15:۔ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ ○ (ص:۳۶)

ترجمہ تب ہم نے اس کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا جو اس کے حکم سے نرمی کے ساتھ چلتی تھی

جدھر وہ چاہتا تھا۔

6 حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے عصا اور ید بیضاء کا معجزہ

آیت 16:۔ وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يٰمُوسٰى ○ قَالَ هِيَ عَصَايَ ۚ أَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَأَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِي وَلِيَ فِيهَا مَآرِبُ أُخْرٰى ○ قَالَ أَلْقِهَا يٰمُوسٰى ○ فَأَلْقٰهَا فَإِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى ○ قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ ۖ سَنُعِيدُهَا سِيرَتَهَا الْأُولٰى ○

(طٰہٰ: ۱۷ تا ۲۱)

ترجمہ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا:) ''اور اے موسیٰ! یہ تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟''۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا: ''یہ میری لاٹھی ہے، اس پر ٹیک لگا کر چلتا ہوں، اس سے اپنی بکریوں کے لیے پتے جھاڑتا ہوں، اور بھی بہت سے کام ہیں۔ جو اس سے لیتا ہوں''۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''پھینک دے اس کو، موسیٰ!''۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھینک دیا اور یکا یک وہ ایک سانپ تھی جو دوڑ رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''پکڑ لے اس کو اور ڈر نہیں، ہم اسے پھر ویسا ہی کر دیں گے جیسی یہ تھی''۔

آیت 17:۔ وَأَنْ أَلْقِ عَصَاكَ ۖ فَلَمَّا رَآهَا تَهْتَزُّ كَأَنَّهَا جَانٌّ وَلّٰى مُدْبِرًا وَلَمْ يُعَقِّبْ ۚ يٰمُوسٰى أَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ۖ إِنَّكَ مِنَ الْآمِنِينَ ○ (القصص: ۳۱)

ترجمہ اور (حکم دیا گیا کہ) پھینک دے اپنی لاٹھی۔ جونہی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ وہ لاٹھی سانپ کی طرح بل کھا رہی ہے تو وہ پیٹھ پھیر کر بھاگا اور اس نے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ (ارشاد ہوا:) ''موسیٰ! پلٹ آ اور خوف نہ کر، تو بالکل محفوظ ہے''۔

آیت 18:۔ وَاضْمُمْ يَدَكَ إِلٰى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ آيَةً أُخْرٰى ○

(طٰہٰ: ۲۲)

ترجمہ اور ذرا اپنا ہاتھ اپنی بغل میں دبا، چمکتا ہوا نکلے گا بغیر کسی تکلیف کے۔ یہ دوسری نشانی ہے۔

7 حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ پیدا کرنے کا معجزہ، پیدائش کے فوراً بعد کلام کرنے کا معجزہ، مٹی کے پرندے بنا کر انھیں زندہ کر کے اڑانے کا معجزہ، اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرنے کا معجزہ، اور مُردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ

آیت 19:۔ قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِىْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ○ قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَىَّ هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗۤ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ○ (مریم: ۲۰، ۲۱)

ترجمہ حضرت مریم علیہا السلام نے کہا: ''میرے ہاں کیسے لڑکا ہو گا جب کہ مجھے کسی بشر نے چھوا تک نہیں ہے اور میں کوئی بدکار عورت نہیں ہوں''۔ فرشتے نے کہا: ''ایسا ہی ہو گا، تیرا رب فرماتا ہے کہ ایسا کرنا میرے لیے بہت آسان ہے اور ہم یہ اس لیے کریں گے کہ اُس لڑکے کو لوگوں کے لیے ایک نشانی بنائیں اور اپنی طرف سے ایک رحمت۔ اور یہ کام ہو کر رہنا ہے''۔

آیت 20:۔ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِىْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۟ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِى الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۚ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِىْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِىْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِىْ ۚ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِىْ ۚ وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِىْۤ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ○ (المائدۃ: ۱۱۰)

ترجمہ پھر تصور کرو اُس موقع کا جب اللہ فرمائے گا: ''اے مریم کے بیٹے عیسیٰ! یاد کر میری اس نعمت کو جو میں نے تجھے اور تیری ماں کو عطا کی تھی، میں نے رُوح پاک سے تیری مدد کی، تو گہوارے میں بھی لوگوں سے بات کرتا تھا اور بڑی عمر کو پہنچ کر بھی، میں نے تجھ کو کتاب اور حکمت اور تورات اور انجیل کی تعلیم دی، تو میرے حکم سے مٹی کا پتلا

پرندے کی شکل کا بناتا اور اس میں پھونکتا تھا اور وہ میرے حکم سے پرندہ بن جاتا تھا، تو مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو میرے حکم سے اچھا کرتا تھا، تو مردوں کو میرے حکم سے نکالتا تھا، پھر جب تو بنی اسرائیل کے پاس صریح نشانیاں لے کر پہنچا اور جو لوگ ان میں سے منکرِ حق تھے انہوں نے کہا کہ یہ نشانیاں جادوگری کے سوا اور کچھ نہیں ہیں تو میں نے ہی تجھے اُن سے بچایا"۔

8 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قرآن کریم کا معجزہ کہ چودہ سو (۱۴۰۰) سال سے زائد عرصہ گزرنے کے بعد بھی کوئی اس کی نظیر پیش نہیں کر سکا

آیت 21:۔ وَاِنۡ كُنۡتُمۡ فِىۡ رَيۡبٍ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلٰى عَبۡدِنَا فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَةٍ مِّنۡ مِّثۡلِهٖ ۖ وَادۡعُوۡا شُهَدَآءَكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ○ فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا وَلَنۡ تَفۡعَلُوۡا فَاتَّقُوۡا النَّارَ الَّتِىۡ وَقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ ۖۚ اُعِدَّتۡ لِلۡكٰفِرِيۡنَ ○ (البقرة: ۲۳، ۲۴)

ترجمہ اور اگر تمہیں اِس امر میں شک ہے کہ یہ کتاب جو ہم نے اپنے بندے پر اُتاری ہے، یہ ہماری ہے یا نہیں، تو اِس کے مانند ایک ہی سورت بنا لاؤ، اپنے سارے ہم نواؤں کو بلا لو، ایک اللہ کو چھوڑ کر باقی جس کی چاہو، مدد لے لو، اگر تم سچے ہو تو یہ کام کر کے دکھاؤ۔ لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا، اور یقیناً کبھی نہیں کر سکتے، تو ڈرو اُس آگ سے، جس کا ایندھن بنیں گے انسان اور پتھر، جو مہیا کی گئی ہے منکرینِ حق کے لیے۔

9 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے واقعۂ اسراء کا معجزہ

آیت 22:۔ سُبۡحٰنَ الَّذِىۡۤ اَسۡرٰى بِعَبۡدِهٖ لَيۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَـرَامِ اِلَى الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِىۡ بٰرَكۡنَا حَوۡلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنۡ اٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيۡعُ الۡبَصِيۡرُ ○

(بنی اسرائیل: ۱)

ترجمہ پاک ہے وہ جو لے گیا ایک رات اپنے بندے کو مسجدِ حرام سے دور کی اُس مسجد تک جس کے ماحول کو اُس نے برکت دی ہے، تا کہ اسے اپنی کچھ نشانیوں کا مشاہدہ کرائے۔ حقیقت میں وہی ہے سب کچھ سننے اور دیکھنے والا۔

10 حضور اکرم ﷺ کے مبارک ہاتھوں سے پھینکی جانے والی مٹی کو کافروں کی آنکھوں میں ڈال دینے کا معجزہ

آیت 23:۔فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○

(الانفال:١٧)

ترجمہ پس حقیقت یہ ہے کہ تم نے انہیں قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے ان کو قتل کیا اور تو نے نہیں پھینکا بلکہ اللہ نے پھینکا (اور مومنوں کے ہاتھ جو اِس کام میں استعمال کیے گئے) تو یہ اس لیے تھا کہ اللہ مومنوں کو ایک بہترین آزمائش سے کامیابی کے ساتھ گزار دے، یقیناً اللہ سُننے والا اور جاننے والا ہے۔

5.17:۔معجزات کی اقسام

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے معجزہ کی دو قسمیں فرمائی ہیں: (۱) معنوی (۲) حسی۔

معنوی اس سے مراد مدعی نبوت کے وہ اوصاف وکمالات ہیں۔ جو اللہ تعالی کی عطاء ہوتے ہیں، انسانی محنت پر موقوف نہیں۔ مثلاً صداقت، امانت، دیانت، اخلاق کا اعلیٰ معیار پر ہونا۔

حسی اس سے مراد قدرت الٰہی کے وہ افعال ہیں، جو نبی کے دعویٰ نبوت کی تصدیق کے طور پر نبی کے ہی ہاتھ پر ظاہر کیے جاتے ہیں جو دوسروں کو عاجز کر دیں (مشہور معجزے اسی قسم سے ہیں)۔ (ترجمان السنۃ ج ۴ ص ۲)

پھر انہی حسی معجزات کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) وقتی (۲) دائمی۔

وقتی وہ معجزے ہوتے ہیں جن کو ان کے ظاہر ہونے کے وقت ہی دیکھا جا سکتا ہے مثلاً: شق قمر، حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی وغیرہ

دائمی جو رہتی دنیا تک ظاہر ہی ہیں، جب چاہو دیکھ لو، جیسے قرآن کریم۔

تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزے وقتی تھے لیکن امام الانبیاء ﷺ کو دونوں معجزوں

سے نوازا گیا۔وقتی بھی جیسے شق قمر یا انگلیوں سے پانی نکلنا یا لعاب مبارک سے زخم درست ہونا۔اور دائمی معجزہ بھی عطا کیا گیا یعنی قرآن کریم اس کو آج بھی پرکھا اور دیکھا جاسکتا ہے۔اور آج بھی اسی طرح دعوی کرتا ہے جیسے عہد رسالت میں دعویٰ کرتا تھا کہ لاؤ میرے جیسا کلام۔سبحان اللہ!

پھر اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) معجزہ علمی (۲) معجزہ عملی۔

علمی معجزہ علمی کہتے ہیں کہ دعویٰ نبوت کر کے ایسے علوم ظاہر کیے جائیں کہ دوسرے لوگ اس کے علوم کے مقابلے سے عاجز آجائیں۔

عملی معجزہ عملی کہتے ہیں دعویٰ نبوت کر کے ایسا کام کر دکھائے کہ اور لوگ اس کام کے کرنے سے عاجز ہوں۔

5.18:۔معجزہ کا دلیل نبوت ہونا

عام انسانوں کی فطرت ہے کہ جب ان کے سامنے کوئی شخص غیر معمولی دعوی کرتا ہے، تو وہ اس سے دلیل کے طلب گار ہوتے ہیں اور اس سے بڑھ کر کیا دعوی ہوگا کہ ایک شخص یہ کہے کہ وہ لوگوں کی طرف خدا کا فرستادہ ہے۔چونکہ یہ دعوی بہت بڑا اور بہت غیر معمولی ہے۔اس لئے اس کی دلیل اور نشانی بھی غیر معمولی ہونی چاہئے۔اگرچہ وہ لوگ جو عالی فہم اور سلیم الطبع ہوتے ہیں ان کے لئے اصل دلیل تو نبی کی ذات و صفات اور اس کی تعلیم ہوتی ہے لیکن عام لوگ جو ظاہری اور حسی نشانیوں سے متاثر ہوتے ہیں۔اللہ تعالی ان کو بھی تشنہ نہیں چھوڑتے اور ضرورت و مصلحت کے مطابق اپنے انبیاء علیہم السلام کو ایسی نشانیاں عطا فرماتے ہیں جن کو دکھانے سے دوسرے تمام انسان عاجز ہوں تا کہ کوئی شخص انبیاء علیہم السلام سے معارضہ نہ کر سکے کہ ایسا تو اور لوگ بھی کر سکتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ جب حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو دعوت دی تو وہ کہنے لگے:

آیت24:۔مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۚ فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○ قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ○ (الشعراء: ۱۵۴،۱۵۵)

ترجمہ (قوم کہنے لگی:) ''تُو ہم جیسے ایک انسان کے سوا اور کیا ہے؟ لا کوئی نشانی اگر تو سچا ہے''۔ حضرت صالح علیہ السلام نے کہا: ''یہ اونٹنی ہے۔ ایک دن اس کے پینے کا ہے اور ایک دن تم سب کے پانی لینے کا''۔

آیت 25:۔ وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ ○ (ہود: ۶۴)

ترجمہ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا: ''اور اے میری قوم کے لوگو! دیکھو! یہ اللہ کی اونٹنی تمہارے لیے ایک نشانی ہے۔ اسے اللہ کی زمین میں چرنے کے لیے آزاد چھوڑ دو۔ اس سے ذرا تعرض نہ کرنا ورنہ کچھ زیادہ دیر نہ گزرے گی کہ تم پر خدا کا عذاب آجائے گا''۔

اسی طرح جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو دعوت دی تو وہ کہنے لگے:

آیت 26:۔ قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ○ (الاعراف: ۱۰۶، ۱۰۷)

ترجمہ فرعون نے کہا: ''اگر تو کوئی نشانی لایا ہے اور اپنے دعوے میں سچا ہے تو اسے پیش کر''۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا پھینکا اور یکا یک وہ ایک جیتا جاگتا اژدہا تھا۔

- لیکن جو لوگ حق اور اس کی نشانی کو دیکھنے اور پہچاننے کے باوجود ماننے پر آمادہ نہ ہوں اور محض کٹ حجتی کے طور پر قسم قسم کے مطالبے کرتے ہوں، تو مصلحت و حکمت کے خلاف ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کے مطالبے پورے نہیں کرتے۔
- یاد رہے کہ معجزہ اور کرامت اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے، جو کسی نبی یا ولی کے ہاتھ پر ظاہر کیا جاتا ہے۔ جب اللہ چاہتے ہیں ان کو ظاہر فرماتے ہیں نبی یا ولی کو قدرت حاصل نہیں ہوتی کہ وہ از خود جب چاہیں معجزہ یا کرامت کر کے دکھادیں۔

لہٰذا اگر کوئی شخص نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرے اور کوئی معجزہ دکھانے کا دعویٰ کرے، تو اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر معجزہ کو ظاہر نہیں کرتے کیونکہ اگر یوں عادت جاری نہ ہو، تو انتظام عالم بگڑ جائے۔ دنیا میں اگر کوئی شخص بادشاہ کی نیابت یا سفارت کا جھوٹا دعویٰ کر کے جعلی سند بناتا ہے تو بادشاہ خبر پانے کے بعد ملکی انتظام کی خاطر اس جھوٹے کو

بڑی سزا دیتا ہے۔ جب دنیا کے حاکموں اور بادشاہوں کو ملکی انتظام اس قدر مقصود ہوتا ہے تو کیا احکم الحاکمین کو اپنے عالم کا انتظام مقصود نہ ہوگا؟!! لہٰذا جھوٹے شخص سے ہرگز معجزہ ظاہر نہ ہونے دے گا اور اس جھوٹے کو دنیا ہی میں رسوا کرے گا۔

(۱) مسیلمہ کذاب سے کسی نے کہا کہ حضرت محمد ﷺ نے فلاں شخص کی آنکھ میں اپنا لعاب مبارک ڈالا تھا تو وہ درست ہوگئی تھی، اگر تو نبی ہے تو تو بھی ایسا کر۔ مسلیمہ نے خراب آنکھ میں اپنا لعاب ڈالا لیکن اس کی وجہ سے بیمار کی دوسری آنکھ بھی خراب ہوگئی۔

(۲) ماضی قریب میں مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا جھوٹا دعوی کیا۔ مرزا نے بہت سی پیشین گوئیاں کیں۔ چونکہ پیشین گوئیاں سچے نبی کے حق میں معجزہ اور دلیل نبوت ہوتی ہے اور مرزا قادیانی مدعی نبوت تھا۔ لہٰذا اللہ تعالی نے اس کی تمام پیشین گوئیوں کو غلط کردیا۔

5.19: ظہور خوارق کی حکمت

نبوت اور رسالت ایک قسم کی سفارت ہے، اللہ اور بندوں کے درمیان میں۔ ظاہر ہے کہ سفارت کے لئے شان امتیازی کا ہونا ضروری ہے جس سے اس کا سفیر ہونا معلوم ہو۔

1 اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کے ہاتھ پر اپنی قدرت کے کرشمے اور نشانات ظاہر فرمائے ہیں، جس سے دیکھنے والوں کو یہ معلوم ہوجائے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے فرستادہ ہیں، کیونکہ یہ امور قدرت بشریہ سے بالا اور برتر ہیں، بغیر تائید خداوندی کے ان کا ظاہر ہونا محال ہے۔ نیز ان حضرات کو مستحق اطاعت جانیں اور ان کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سمجھیں۔

حافظ تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ ''المعتمد'' میں فرماتے ہیں:

حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے حضرات انبیاء علیہم السلام کو دو چیزیں عطا ہوتی ہیں۔ ایک تعلیم اور دوسری تائید۔ تعلیم کا معنی یہ ہے کہ بذریعہ وحی یا الہام کے اپنے احکام سے مطلع

کرنا، تائید کے معنی دلائل اور براہین ہیں۔ ان کو قوت پہنچانا، اصل نبوت تعلیم ہے اور تائید نبوت کی دلیل ہے۔ ان حضرات کا سراپا پیکر عصمت ہونا، (جو بھی ان کو دیکھے معصومیت کی تصویر سمجھے) فہم وفراست، عقل وفطانت، قوت حافظہ اور قوت ادراک واحساس، حسن صورت اور حسن سیرت میں سارے عالم سے فائق اور ممتاز ہونا، ان کا مستجاب الدعوات ہونا، قسم قسم کی برکات اور معجزات اور کرامات کا ان کے ہاتھوں پر ظاہر ہونا۔ یہ سب چیزیں باب تائید سے ہیں۔ یہ تمام امور ان کی نبوت کے براہین اور دلائل ہوتے ہیں"۔ (مُلَخَّصًا)

تمام صفات میں دو صفتیں شان امتیازی رکھتی ہیں: ایک صفت علم اور دوسری صفت قدرت۔ پس جس طرح اللہ تعالیٰ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو وہ علم عطا فرماتا ہے کہ جہاں تک کسی کے فہم کی رسائی نہ ہو سکے۔ اسی طرح ان حضرات کو ایسے خوارق اور معجزات عطا کرتا ہے کہ جو تمام عالم کی قوت اور قدرت سے بالا اور برتر ہوتے ہیں تاکہ عالم پر ان حضرات کی صفت علم اور صفت قدرت کا کمال اور تفوق ظاہر ہو جائے اور یہی معجزات ان حضرات کے غلبہ کا اور ان کے دشمنوں کی مغلوبی اور عاجزی کا سبب بنتے ہیں۔

آیت 27:۔ قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِأَخِيكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ۚ بِاٰيٰتِنَآ ۚ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ○ (القصص:۳۵)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "ہم تیرے بھائی کے ذریعہ سے تیرا ہاتھ مضبوط کریں گے اور تم دونوں کو ایسی سطوت بخشیں گے کہ وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ ہماری نشانیوں کے زور سے غلبہ تمہارا اور تمہارے پیروؤں کا ہی ہوگا"۔

2 اظہار خوارق سے کبھی مخالفین کو عاجز کرنا مقصود ہوتا ہے کبھی محض نبی کی تشریف وتکریم مقصود ہوتی ہے کہ نبی کی شان اور زیادہ بلند ہو۔ کبھی اہل ایمان کو بشارت دینا اور ان کے قلوب کو مطمئن کرنا مقصود ہوتا ہے۔

آیت 28:۔ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○ (الانفال:۱۰)

ترجمہ یہ بات اللہ نے تمہیں صرف اس لیے بتادی کہ تمہیں خوشخبری ہو اور تمہارے دل اس سے مطمئن ہو جائیں، ورنہ مدد تو جب بھی ہوتی ہے اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے، یقیناً اللہ زبردست اور دانا ہے۔

3 کبھی یہ مقصد ہوتا ہے کہ جو لوگ خواب غفلت میں پڑے سو رہے ہیں، وہ جاگیں اور آنکھیں کھول کر حضرات انبیاء علیہم السلام اور ان کی تعلیم کی طرف دیکھیں۔

آیت 29:۔ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ ۚ وَاِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ○ (بنی اسرائیل:۱۰۲)

ترجمہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے جواب میں کہا: "تو خوب جانتا ہے کہ یہ بصیرت افروز نشانیاں زمین اور آسمانوں کے رب کے سوا کسی نے نازل نہیں کی ہیں، اور میرا خیال یہ ہے کہ اے فرعون! تو ضرور ایک شامت زدہ آدمی ہے"۔

4 کبھی یہ مقصد ہوتا ہے کہ سلسلہ اسباب و مسببات کو دیکھ کر کہیں اسباب ہی کو موثر نہ سمجھ بیٹھیں۔ یا وہ لوگ جو اسباب کو کسی درجہ میں بھی موثر نہیں سمجھتے، لیکن کسی وقت بمقتضائے بشریت خلاف سبب ہونے پر تعجب کر بیٹھتے ہیں، ان کے تعجب رفع کرنے کے لئے خرق عادت ظاہر کیا جاتا ہے، تاکہ جو نظر بمقتضائے بشریت غلطی سے تھوڑی دیر کے لئے اسباب کی طرف چلی گئی تھی، وہ پھر مسبب الاسباب کی طرف واپس آجائے جیسا کہ فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرزند کی بشارت لے کر آئے، تو حضرت ابراہیم علیہ السلام بہت بوڑھے ہو چکے تھے اور ان کی بیوی بوڑھی بھی تھیں اور بانجھ بھی، تو بشارت سن کر تعجب سے منہ پر ہاتھ مارنے لگیں۔ یہ تعجب محض ظاہری اسباب کی بناء پر تھا، ورنہ معاذ اللہ! ان کو خدا کی قدرت میں کوئی شک نہ تھا۔ فرشتوں نے کہا: "تم کیوں تعجب کرتی ہو"، یعنی تمہارا تعجب خود قابل تعجب ہے۔ تم تو پیغمبر علیہ السلام کے گھر میں رہتی ہو، جہاں صبح و شام اللہ کی برکتیں اترتی رہتی ہیں اور اس سے بڑھ کر خوارق اور عجائب کا ظہور ہوتا رہتا ہے۔

آیت 30:۔ وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ ○ قَالَتْ یٰوَیْلَتٰٓی ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا ۭ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ

عَجِيْبٌ ○ قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ○ (ہود: ۷۱ تا ۷۳)

ترجمہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی بھی کھڑی ہوئی تھی۔ وہ یہ سن کر ہنس دی۔ پھر ہم نے اُس کو حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام کی خوشخبری دی۔ وہ بولی: ''ہائے میری کم بختی! کیا اب میرے ہاں اولاد ہوگی جب کہ میں بڑھیا پھونس ہوگئی اور یہ میرے میاں بھی بوڑھے ہو چکے؟ یہ تو بڑی عجیب بات ہے''۔ فرشتوں نے کہا: ''اللہ کے حکم پر تعجب کرتی ہو؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر والو! تم لوگوں پر تو اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہیں، اور یقیناً اللہ نہایت قابلِ تعریف اور بڑی شان والا ہے''۔

آیت 31: فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ ○ قَالُوْا كَذٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ○ (الذٰریٰت: ۲۹، ۳۰)

ترجمہ یہ سن کر اس کی بیوی چیختی ہوئی آگے بڑھی اور اس نے اپنا منہ پیٹ لیا اور کہنے لگی: ''بوڑھی! بانجھ!''۔ انہوں نے کہا: ''یہی کچھ فرمایا ہے تیرے رب نے، وہ حکیم اور سب کچھ جانتا ہے''۔

5 کبھی یہ مقصد ہوتا ہے کہ ایک جماعت کثیر کو کوئی نفع عام پہنچایا جائے۔ مثلاً انگشت مبارک سے پانی جاری ہونا جس سے صدہا لوگ سیراب ہو گئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے دریائے نیل کا خشک ہوجانا، بنی اسرائیل کی نجات کا باعث ہوا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے مُردوں کا زندہ ہونا اور اندھوں کا بینا ہوجانا وغیرہ ظاہری اور باطنی بینائی دونوں کا سبب بنا۔ نیز مؤمنین کا ایمان زیادہ ہوا اور منکروں کو عبرت ہوئی، خدا اور رسول کی عظمت ظاہر ہوئی۔

تنبیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ خاتم النبیین ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا نبی نہیں۔ اس لئے اب جو شخص بھی نبوت کا دعویٰ کرے، وہ یقیناً جھوٹا اور اس سے کوئی معجزہ طلب کرنا بھی بے اصولی اور بڑی غلطی ہے۔

نوٹ

ارہاص جو خرقِ عادت نبی سے دعویٰ نبوت کے بعد ظاہر ہو، اس کو معجزہ کہتے ہیں۔ جو نبوت سے پہلے ظاہر ہو، اس کو ارہاص کہتے ہیں۔

کرامت جو خرقِ عادت کسی ولی سے ظاہر ہو، اس کو کرامت کہتے ہیں۔ ولی کی کرامت اس نبی کا معجزہ شمار ہوتی ہے جس کی امت میں سے وہ ولی ہوتا ہے کیونکہ یہ خود اس نبی کی صداقت پر دلیل ہے۔

1 حضرت مریم علیہا السلام جو کہ نبی نہ تھیں، بلکہ ولیہ اور صدیقہ تھیں، بطور کرامت بے موسم رزق کا ان کے پاس آنا قرآن کریم میں ہے:

آیت 32: فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۚ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ۭ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○

(آل عمران: ۳۷)

ترجمہ اُس کے رَبّ نے اس (حضرت مریم علیہا السلام) کو بطریقِ احسن قبول کیا اور اسے بہترین طریقے سے پروان چڑھایا۔ اور حضرت زکریا علیہ السلام کو اس کا سرپرست بنا دیا۔ حضرت زکریا علیہ السلام جب کبھی اُس کے پاس محراب میں جاتا تو اس کے پاس کچھ نہ کچھ کھانے پینے کا سامان پاتے۔ پوچھتے: ''مریم! یہ تیرے پاس کہاں سے آیا؟''۔ وہ جواب دیتی: ''اللہ کے پاس سے آیا ہے، اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے''۔

2 حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر اور صاحب و مشیر یعنی آصف بن برخیا جو کہ نبی نہ تھے ان کا پلک جھپکنے سے پہلے بلقیس کے تخت کو لا کر حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے رکھ دینا قرآن کریم مذکور ہے:

آیت 33: قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ۭ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ ڣ لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ۭ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ ○

(النمل: ۴۰)

ترجمہ جس شخص کے پاس کتاب کا ایک علم تھا، وہ بولا: ''میں آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے اسے لائے دیتا ہوں''۔ جونہی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے وہ تخت اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا، وہ پکار اٹھے: ''یہ میرے رب کا فضل ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا کافر نعمت بن جاتا ہوں۔ اور جو کوئی شکر کرتا ہے اس کا شکر اس کے اپنے ہی لیے مفید ہے، ورنہ کوئی ناشکری کرے، تو میرا رب بے نیاز اور اپنی ذات میں آپ بزرگ ہے''۔

3 اصحاب کہف کا قصہ بھی قرآن کریم میں مذکور ہے کہ صدہا سال کروٹیں بدلتے رہے۔ یہ اصحاب کہف کی کرامت تھی۔

استدراج وہ خرق عادت جو کسی کافر کے ہاتھ سے ظاہر ہو، اس کو استدراج کہتے ہیں۔

5.20:۔ کراماتِ اولیاء کے چند واقعات

حدیث 10:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کافروں نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ اور ان کے دو ساتھیوں کو گرفتار کر کے مکہ مکرمہ میں فروخت کر دیا۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو جنھوں نے مکہ مکرمہ میں خریدا تھا، انھوں نے ان کو قتل کرنے سے پہلے گھر میں قیدی کی حیثیت سے رکھا تھا۔ اس گھر کی ایک عورت بیان فرماتی ہیں:

قَالَتْ: "وَاللهِ! مَا رَأَيْتُ أَسِيرًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ خُبَيْبٍ، وَاللهِ! لَقَدْ وَجَدْتُهُ يَوْمًا يَأْكُلُ قِطْفًا مِنْ عِنَبٍ فِي يَدِهِ، وَإِنَّهُ لَمُوثَقٌ بِالْحَدِيدِ، وَمَا بِمَكَّةَ مِنْ ثَمَرَةٍ". وَكَانَتْ تَقُولُ: "إِنَّهُ لَرِزْقٌ رَزَقَهُ اللهُ خُبَيْبًا". (بخاری رقم 3989)

ترجمہ اللہ کی قسم! میں نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ سے بہتر قیدی کبھی نہیں دیکھا ہے۔ اللہ کی قسم! میں نے ایک دن ان کے ہاتھ انگور کا ایک تازہ گچھا دیکھا جس کو وہ کھا رہے تھے، حالانکہ وہ لوہے کی زنجیروں میں قید تھے۔ مکہ مکرمہ میں ان دنوں انگور بالکل نہیں تھے''۔ وہ فرمایا کرتی تھیں: ''یہ اللہ کی طرف سے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو رزق عطا ہوا تھا جس کو وہ کھا رہے تھے''۔

حدیث 11:۔ وكان فِي مرضه تسلم عَلَيْهِ الملائكة۔ (أسد الغابة، رقم الترجمة 4042)

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیماری میں مبتلا تھے، فرشتے اُن کو سلام کرتے تھے۔

حدیث 12:۔ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عَبْدَانَ، أَنْبَأَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ حَمُّوَيْهِ الْعَسْكَرِيُّ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ غَيْلَانَ، حَدَّثَنَا حَاضِرُ بْنُ مُطَهَّرٍ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: وَحَدَّثَنَا بَيَانٌ، عَنْ قَيْسٍ، قَالَ: كَانَ أَبُو الدَّرْدَاءِ إِذَا كَتَبَ إِلَى سَلْمَانَ أَوْ سَلْمَانُ إِلَى أَبِي الدَّرْدَاءِ كَتَبَ إِلَيْهِ بِآيَةِ الصَّحِيفَةِ. قَالَ: كُنَّا نَتَحَدَّثُ أَنَّهُمَا بَيْنَمَا هُمَا يَأْكُلَانِ مِنْ صَحْفَةٍ إِذَا سَبَّحَتْ وَمَا فِيهَا، أَوْ بِمَا فِيهَا۔ فَانْظُرْ هٰذِهِ الْكَرَامَةَ"۔

(دلائل النبوة ومعرفة أحوال صاحب الشريعة، بيهقي، ج٦ ص ٦٣)

ترجمہ: حضرت قیس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ جب بھی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھتے، یا حضرت سلمان رضی اللہ عنہ حضرت ابولدرداء رضی اللہ عنہ کی طرف لکھتے، تو کھانے کے برتن کی آیت یعنی نشانی ضرور لکھتے تھے۔ ہم بیان کرتے تھے کہ یہ دونوں حضرات کھانا کھاتے ہیں تو کھانے یا برتن سے تسبیح کی آواز آتی ہے۔ سو دیکھ! کیسی ان حضرات کی کرامت ہے!۔

حدیث 13:۔ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ الْعَدْلُ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَزِيزٍ الْأَيْلِيُّ، إِمْلَاءً عَلَيَّ، قَالَ: حَدَّثَنِي سَلَامَةُ بْنُ رَوْحٍ، عَنْ عَقِيلِ بْنِ خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "كَمْ مِنْ ضَعِيفٍ مُتَضَعِّفٍ ذِي طِمْرَيْنِ، لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللهِ لَأَبَرَّ قَسَمَهُ مِنْهُمُ الْبَرَاءُ بْنُ مَالِكٍ"۔ فَإِنَّ الْبَرَاءَ لَقِيَ زَحْفًا مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَقَدْ أَوْجَعَ الْمُشْرِكُونَ فِي الْمُسْلِمِينَ"۔ فَقَالُوا: "يَا بَرَاءُ! إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِنَّكَ لَوْ أَقْسَمْتَ عَلَى اللهِ لَأَبَرَّكَ، فَأَقْسِمْ عَلَى رَبِّكَ۔ فَقَالَ: "أَقْسَمْتُ عَلَيْكَ، يَا رَبِّ! لِمَا مَنَحْتَنَا أَكْتَافَهُمْ"۔ ثُمَّ الْتَقَوْا عَلَى قَنْطَرَةِ السُّوسِ، فَأَوْجَعُوا فِي الْمُسْلِمِينَ، فَقَالُوا لَهُ: "يَا بَرَاءُ!، أَقْسِمْ عَلَى رَبِّكَ"۔ فَقَالَ: "أَقْسَمْتُ

عَلَيْكَ، يَا رَبِّ! لِمَا مَنَحْتَنَا أَكْتَافَهُمْ، وَأَلْحَقْتَنِي بِنَبِيِّكَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ". فَمُنِحُوا أَكْتَافَهُمْ، وَقُتِلَ الْبَرَاءُ شَهِيدًا.

هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ [التعليق - من تلخيص الذهبي] - صحيح (مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۳۱ رقم 5274)

ترجمہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جن کو ضعیف و کمزور سمجھا جاتا ہے، ان کی معاشرے میں کوئی وقعت نہیں ہوتی ہے۔ اگر وہ اللہ پر قسم کھالیں، تو اللہ ضرور ان کی قسموں کو پورا فرمادیتے ہیں۔ انہی میں سے حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ بھی ہیں“۔

پھر حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ (جنگ تُستر میں) کے لشکر کا مشرکین سے مقابلہ ہوگیا۔ مشرکین نے مسلمانوں کو بڑا نقصان پہنچایا۔ اس پر مسلمانوں نے ان سے کہا: ”اے براء! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرے بارے میں فرمایا تھا: اگر تم اللہ پر قسم اُٹھالو گے تو اللہ تمہاری قسم کو ضرور پورا کرے گا۔ لہٰذا تم اللہ پر قسم اُٹھالو“۔ اس پر حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: ”اے میرے رب! میں تیری قسم اُٹھاتا ہوں کہ ان مشرکین پر ہمیں غلبہ عطا فرما“۔ پھر دونوں لشکروں کا ”سوس“ شہر کے پُل پر مقابلہ ہوگیا۔ اس دفعہ بھی مسلمانوں کا کافی تکلیف پہنچی۔ اس پر مسلمانوں نے دوبارہ عرض کیا: ”اے براء! اپنے رب پر قسم اُٹھایئے“۔ حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا: ”اے میرے رب! میں تجھ پر قسم اُٹھاتا ہوں کہ ان مشرکوں پر ہمیں فتح نصیب فرما اور مجھے (شہادت کی موت دے کر) اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات نصیب فرما“۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کافروں پر غلبہ عطا فرمایا۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ کو شہادت کی موت نصیب ہوئی۔

حدیث 14:۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ الْحَافِظُ، أَنَا حَمْزَةُ بْنُ الْعَبَّاسِ الْعَقَبِيُّ، ثنا عَبْدُ الْكَرِيمِ بْنُ الْهَيْثَمِ الدَّيْرَعَاقُولِيُّ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، ثنا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، بَعَثَ جَيْشًا، وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ رَجُلًا يُدْعَى سَارِيَةَ. قَالَ: فَبَيْنَا

عُمَرُ يَخْطُبُ قَالَ: فَجَعَلَ يَصِيحُ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ: "يَا سَارِيَةُ! الْجَبَلَ! يَا سَارِيَةُ! الْجَبَلَ!". قَالَ: فَقَدِمَ رَسُولُ الْجَيْشِ، فَسَأَلَهُ. فَقَالَ: "يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! لَقِينَا عَدُوَّنَا فَهَزَمُونَا وَإِنَّ الصَّائِحَ لَيَصِيحُ: "يَا سَارِيَةُ! الْجَبَلَ! يَا سَارِيَةُ! الْجَبَلَ!". فَشَدَدْنَا ظُهُورَنَا بِالْجَبَلِ. فَهَزَمَهُمُ اللهُ. فَقِيلَ لِعُمَرَ: "إِنَّكَ كُنْتَ تَصِيحُ بِذَلِكَ". قَالَ ابْنُ عَجْلَانَ: وَحَدَّثَنِي إِيَاسُ بْنُ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ بِذَلِكَ.

(الاعتقاد والهداية إلى سبيل الرشاد، لأبي بكر البيهقي، ص ۳۱۴؛ دلائل النبوة ومعرفة أحوال صاحب الشريعة، البيهقي، 370/6؛ فضائل الصحابة، لأحمد، رقم 355؛ الشريعة، للآجرّي، رقم 1360، 1363؛ شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة، اللالكائي، رقم 2537، 2538؛ فوائد أبي بكر النصيبي، ص ۵۶، رقم 55؛ مشکوٰۃ رقم 5954؛ دلائل النبوة لأبي نعيم الأصبهاني رقم 525، 526، 528؛ ابن الأعرابي في "كرامات الأولياء" - كما في "الإصابة" (3/ 5)؛؛؛ أخرج الْبَيْهَقِيّ، وابو نعيم، واللالكائي، وَابْن الْأَعرَابِي، والخطيب، عَن نَافِع عَن ابْن عمر ، بِإِسْنَاد حسن : الصواعق المحرقة على أهل الرفض والضلال والزندقة، لإبن حجر الهيتمي، ج ۱ ص ۲۹۳؛ التذكرة في الأحاديث المشتهرة، الزركشي، ص ۱۶۶؛ المقاصد الحسنة، السخاوي، رقم 1333؛ حسن: كشف الخفاء ومزيل الإلباس، العجلوني، رقم 3172؛ حسن: تخريج أحاديث إحياء علوم الدين رقم 2381؛ حسنه الألباني في كتاب الآيات البينات ص 112؛ الصحيحة: 1110؛ تاريخ الإسلام ووفيات المشاهير والأعلام، للذهبي، ج ۱ ص ۳۸۴؛ هَذَا إِسْنَادٌ جَيِّدٌ حَسَنٌ: البداية والنهاية، لإبن كثير، ج ۱۰ ص ۱۷۵؛ تاريخ دمشق، لابن عساكر، ج ۲۰ ص ۲۴، ۲۵؛ إسناد حسن: الإصابة في تمييز الصحابة، لإبن حجر، ج ۳ ص ۵ رقم 3041؛ سنده عند أحمد رجاله ثقات، سوى يحيى بن أيوب فقد وثّقه ابن معين والبخاري والحربي. وقال أبو حاتم: محله الصدق ولا يحتج به. وقال أبو داود: صالح. ميزان الاعتدال 362/4. وقال ابن حجر: صدوق ربما أخطأ تق 588: دراسة نقدية في المرويات الواردة في

شخصية عمر بن الخطاب وسياسته الإدارية رضى الله عنه ج ١ ص ٢١٩)

وقال الألبانی فی الصحيحة(1110): فتبين مما تقدم أنه لا يصح شیء من هذه الطرق إلّا طريق ابن عجلان، وليس فيه إلّا مُناداة عمر: "ياسارية! الجبل!" وسماع الجيش لندائه، وانتصاره بسببه. ومما لا شك فيه أن النداء المذكور إنما كان إلهاما من الله تعالى لعمر، وليس ذلك بغريب عنه، فإنه "مُحَدَّث" كما ثبت عن النبی صلى الله عليه وسلم ولكن ليس فيه أن عمر كشف له حال الجيش، وأنه رآهم رأی العين.

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر روانہ فرمایا اور اس لشکر کا امیر حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔ پھر ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں خطبۂ جمعہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اچانک خطبہ کے دوران ہی بلند آواز سے کہنے لگے: ''اے ساریہ! پہاڑ کی طرف ہو جاؤ! اے ساریہ! پہاڑ کی طرف ہو جاؤ! اے ساریہ! پہاڑ کی طرف ہو جاؤ!''۔ پھر (کچھ عرصہ کے بعد) لشکر کا قاصد مدینہ منورہ آیا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے احوال دریافت فرمائے۔ تو قاصد نے کہا: ''اے امیر المؤمنین! ہمیں شکست ہونے لگی۔ اچانک ہم نے اسی حالت میں ایک آواز سنی: ''اے ساریہ! پہاڑ کی طرف ہو جاؤ''۔ تین مرتبہ ہم نے یہ آواز سنی۔ اس آواز کو سنتے ہی ہم پہاڑ کی طرف ہو گئے، اور پہاڑ کو پشت کی جانب سے دفاع بنا لیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دشمنوں شکست دے دی''۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کہا گیا: ''آپ رضی اللہ عنہ اسی وجہ سے بلند آواز سے اُن کو پکار رہے تھے''۔

مدینہ منورہ اور لشکر کے درمیان ایک ماہ کی مسافت تھی۔

حدیث 15: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ قُدَامَةَ بْنِ حَمَاطَةَ، عَنْ زِيَادِ بْنِ حُدَيْرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ الْعَلَاءَ بْنَ الْحَضْرَمِيِّ يُحَدِّثُ خَالَهُ: "أَنَّهُ كَانَ مِنْ دُعَائِهِ حِينَ خَاضَ الْبَحْرَ: "أَللّٰهُمَّ! يَا عَلِيمُ، يَا حَلِيمُ، يَا عَلِيُّ، يَا عَظِيمُ". (مصنف ابن ابی شیبہ ج ٦ ص ١٠١ رقم 29804)

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ حَمْدَانَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ

حَنۡبَلٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بۡنُ يَزِيدَ الۡكُوفِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بۡنُ فُضَيۡلٍ، حَدَّثَنَا الصَّلۡتُ بۡنُ مَطَرٍ، عَنۡ قُدَامَةَ بۡنِ حَمَاطَةَ ابۡنِ أُخۡتِ سَهۡمِ بۡنِ مِنۡجَابٍ، قَالَ: سَمِعۡتُ سَهۡمَ بۡنَ مِنۡجَابٍ، قَالَ: "غَزَوۡنَا مَعَ الۡعَلَاءِ بۡنِ الۡحَضۡرَمِيِّ، فَسِرۡنَا حَتّٰى أَتَيۡنَا دَارِينَ، وَالۡبَحۡرُ بَيۡنَنَا وَبَيۡنَهُمۡ. فَقَالَ: "يَا عَلِيمُ، يَا حَلِيمُ، يَا عَلِيُّ، يَا عَظِيمُ! إِنَّا عَبِيدُكَ، وَفِي سَبِيلِكَ، نُقَاتِلُ عَدُوَّكَ، أَللّٰهُمَّ! فَاجۡعَلۡ لَنَا إِلَيۡهِمۡ سَبِيلًا". فَتَقَحَّمَ بِنَا الۡبَحۡرَ فَخُضۡنَا مَا يَبۡلُغُ لُبُودَنَا الۡمَاءُ، فَخَرَجۡنَا إِلَيۡهِمۡ".

(حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، ج١ ص٧، ٨؛ الدعاء، الضبي، ص١٢٥ رقم 78؛ مجابو الدعوة لابن أبي الدنيا، ص٣٩ رقم 40؛ دلائل النبوة بيهقي، ج٦ ص ٥٢، ٥٣؛ خصائص سيد العالمين وما له من المناقب العجائب على جميع الأنبياء عليهم السلام، الشَّرْمَرِّي، ص٣٣١)

ترجمہ حضرت سہم بن منجاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم نے حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جہاد کیا۔ ہم آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ آگے بڑھتے جا رہے تھے، یہاں تک کہ دارین کا مقام آ گیا۔ ہمارے اور دشمن کے درمیان سمندر حائل ہو گیا۔ اس وقت حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ نے "يَا عَلِيمُ، يَا حَلِيمُ، يَا عَلِيُّ، يَا عَظِيمُ!" نے پڑھ کر دعا کی: "اے اللہ! ہم تیرے بندے، تیرے راستے میں تیرے دشمن سے لڑائی کر رہے ہیں۔ اے اللہ! ہمارے لیے اُن تک پہنچنے کا راستہ بنا دے"۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے سمندر میں راستہ بنا دیا۔ پھر ہم سمندر میں کود گئے، پانی میں ہمارے بال بھی نہیں بھیگے۔ ہم دشمن تک جا پہنچے۔

5.21:۔ اولیاء الشیطان، اللہ کے مبغوض ہوتے ہیں

شیطان نے انسانوں میں سے بھی کچھ اپنے ساتھی بنا رکھے ہیں، جن پر وہ غالب آ چکا ہے اور انھیں اللہ کی یاد سے غافل کیے ہوئے ہے۔ برائی کو خوب صورت انداز میں ان کے سامنے پیش کرتے ہوئے باطل کو ان کے دل میں ڈالتا رہتا ہے۔ ایسے لوگ

حق بات سننے سے بہرے ہیں اور حق دیکھنے سے ان کی آنکھیں اندھی ہیں۔ یہ لوگ کلی طور پر شیطان کے تابع ہو چکے ہیں۔ اس کے وسوسوں اور احکام کی تعمیل کرتے ہیں۔ انھیں برائی، اچھائی کے رُوپ میں نظر آتی ہے۔ انھوں نے منکر کو معروف بنا دیا ہے اور معروف کو منکر۔ یہ لوگ ہر بات میں اولیاء اللہ کی ضد اور اُلٹ ہیں۔ وہ اللہ کے دوست ہیں اور یہ اللہ کے دشمن۔ انھیں اللہ کی محبت حاصل ہے اور وہ اسے راضی کرنے کی سعی کرتے ہیں جب کہ یہ اللہ کو ناراض کر رہے ہیں اور ان پر اللہ کی لعنت اور غضب ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے یہ دشمن کبھی فضا میں اڑتے ہیں، یا پانی کی سطح پر چل کر دکھا دیتے ہیں، تو یہ اللہ کے دشمنوں کے لیے ''استدراج'' یعنی مہلت برائے آزمائش ہے، یا پھر شیاطین اپنے دوستوں کے ساتھ حق دوستی ادا کرتے ہیں۔

باب 6

سحر (جادو)

6.1:۔ جادو کا لغوی اور شرعی معنی

والسِّحرُ: كلُّ ما لَطُفَ مأخَذُهُ ودَقَّ، والفعلُ كمنع.

(القاموس المحيط، ص ۴۰۵)

ترجمہ سحر لغت میں ایسے اثر کو کہتے ہیں جس کا سبب ظاہر نہ ہو۔

اصطلاح میں سحر کی تعریف: کچھ اس طرح کی جاتی ہے کہ سحر کہتے ہیں کسی خبیث النفس (یعنی کسی گندے انسان) کا غیر شرعی اسباب کی مدد سے (خواہ وہ اسباب ظاہری ہوں یا مخفی ہوں) یا غیر شرعی کلمات کی مدد سے یا ارواح خبیثہ کی قوت سے مدد لے کر کسی پر اثر ڈالنا یا کوئی اثر ظاہر کرنا۔

جادو کو عربی میں سحر کہتے ہیں، سحر کا معنی ہے ہر وہ اثر جس کا سبب تو ہو مگر ظاہر نہ ہو، بلکہ مخفی ہو، اور اصطلاحِ شرع میں سحر ایسے عجیب وغریب کام کو کہا جاتا ہے، جس کیلئے جنات وشیاطین کو خوش کر کے ان سے مدد حاصل کی گئی ہو۔

والسِّحْرَ في الأصل مصدر سَحَرَ يَسْحَرُ بفتح العين فيهما إذا أبدى ما يدق ويخفى وهو من المصادر الشاذة، ويستعمل بما لطف وخفي سببه، والمراد به أمر غريب يشبه الخارق- وليس به- إذ يجري فيه التعلم ويستعان في تحصيله بالتقرب إلى الشيطان

(روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني ج۱ ص ۳۳۷)

6.2:۔جادو میں کفریہ وشرکیہ کلمات ہوتے ہیں

جادو میں جنات کو راضی کرنے کی مختلف صورتیں ہیں:

۱ ایسے منتر پڑھے جاتے ہیں، جن میں کفریہ وشرکیہ کلمات ہوتے ہیں اور شیاطین کی تعریف ومدح ہوتی ہے۔

۲ ستاروں کی پرستش اور عبادت کی جاتی ہے جس سے شیاطین خوش ہوتے ہیں۔

۳ ایسے اعمال بد کا ارتکاب کیا جاتا ہے جو اللہ کو ناپسند ہوتے ہیں، مگر شیاطین ان سے خوش ہوتے ہیں مثلا: کسی کو ناحق قتل کر کے اس کے خون سے تعویذ لکھنا، مسلسل جنابت ونا پاکی کی حالت میں رہنا، جادوگر عورت کا حیض کے زمانہ میں جادو کرنا، طہارت وصفائی سے اجتناب کرنا وغیرہ۔ جادوگر جب ایسے کام کرتا ہے، تو خبیث شیاطین خوش ہوتے ہیں اور اس کا کام کردیتے ہیں، لوگ سمجھتے ہیں کہ جادوگر کے کسی کرتب سے ایسا ہوگیا، جب کہ شیاطین کی مدد سے وہ کام ہوتا ہے۔

ويستعان في تحصيله بالتقرب إلى الشيطان بارتكاب القبائح، قولا كالرقى التي فيها ألفاظ الشرك ومدح الشيطان وتسخيره، وعملا كعبادة الكواكب، والتزام الجناية وسائر الفسوق، واعتقادا كاستحسان ما يوجب التقرب إليه ومحبته إياه وذلك لا يستتب إلا بمن يناسبه في الشرارة وخبث النفس۔ (روح المعانی، ج۱ ص ۳۳۷)

6.3:۔جنات جادوگروں کے اعمالِ بد کی وجہ سے مدد کرتے ہیں

جنات وشیاطین جس طرح جادوگروں کے اعمالِ بد کی وجہ سے ان کی مدد کرتے ہیں اور ان کے کام بنادیتے ہیں، اسی طرح فرشتے نیک لوگوں کے تقویٰ، طہارت، پاکیزگی، نیک اعمال کے کرنے اور غلط اعمال سے بچنے کی وجہ سے خوش ہوتے ہیں اور اللہ تعالی کے حکم سے ان کی مدد کرتے ہیں، اور ان کے کام بنادیتے ہیں۔

فإن التناسب شرط التضام والتعاون فكما أن الملائكة لا تعاون إلا أخيار الناس المشبهين بهم في المواظبة على العبادة والتقرب إلى الله تعالى بالقول والفعل، كذلك الشياطين لا تعاون إلا الأشرار المشبهين بهم في الخباثة والنجاسة قولا وفعلا واعتقادا۔

(روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني ج١ص٣٣٧)

وَالسِّحْرُ وُجُودُهُ حَقِيقَةٌ عِنْدَ أَهْلِ السُّنَّةِ وَعَلَيْهِ أَكْثَرُ الْأُمَمِ، وَلٰكِنَّ الْعَمَلَ بِهٖ كُفْرٌ، حُكِيَ عَنِ الشَّافِعِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: السِّحْرُ يُخَيِّلُ وَيُمْرِضُ وَقَدْ يَقْتُلُ، حَتّٰى أَوْجَبَ الْقِصَاصَ عَلٰى مَنْ قَتَلَ بِهٖ، فَهُوَ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ يَتَلَقَّاهُ السَّاحِرُ مِنْهُ بِتَعْلِيمِهٖ إِيَّاهُ، فَإِذَا تَلَقَّاهُ منه بتعليمه إياه اسْتَعْمَلَهُ فِي غَيْرِهٖ، وَقِيلَ: إِنَّهُ يُؤَثِّرُ فِي قَلْبِ الْأَعْيَانِ فَيَجْعَلُ الْآدَمِيَّ عَلٰى صُورَةِ الْحِمَارِ، وَيَجْعَلُ الْحِمَارَ عَلٰى صُورَةِ الْكَلْبِ، وَالْأَصَحُّ: أَنَّ ذٰلِكَ تَخْيِيلٌ. قَالَ اللهُ تَعَالٰى: "يُخَيَّلُ إِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعٰى". (طه:٦٦)، ولكنه يُؤَثِّرُ فِي الْأَبْدَانِ بِالْأَمْرَاضِ وَالْمَوْتِ وَالْجُنُونِ، وَلِلْكَلَامِ تَأْثِيرٌ فِي الطِّبَاعِ وَالنُّفُوسِ، وَقَدْ يَسْمَعُ الْإِنْسَانُ مَا يَكْرَهُهُ فَيَحْمٰى وَيَغْضَبُ، وَرُبَّمَا يُحَمُّ مِنْهُ، وَقَدْ مَاتَ قَوْمٌ بِكَلَامٍ سَمِعُوهُ، فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الْعَوَارِضِ وَالْعِلَلِ الَّتِي تُؤَثِّرُ فِي الْأَبْدَانِ.

(معالم التنزيل في تفسير القرآن=تفسير البغوی، ج١ص١٤٨)

6.4:۔جادو صرف نظر بندی ہے

جادو سے بسا اوقات ایک چیز کی حقیقت ہی تبدیل ہوجاتی ہے۔مثلاً انسان کو پتھر یا گدھا بنادیا جائے، بسا اوقات صرف نظر بندی ہوتی ہے، کہ جادوگر لوگوں کی آنکھوں پر ایسا اثر ڈالتا ہے جس سے وہ ایک غیر موجود چیز کو موجود اور حقیقت سمجھنے لگتے ہیں۔اور بسا اوقات قوتِ خیالیہ کے ذریعہ لوگوں کے دماغ پر اثر ڈالا جاتا ہے جس سے وہ ایک غیر محسوس چیز کو محسوس خیال کرتے ہیں۔

وَقِيلَ: إِنَّهُ يُؤَثِّرُ فِي قَلْبِ الْأَعْيَانِ فَيَجْعَلُ الْآدَمِيَّ عَلَى صُورَةِ الْحِمَارِ، وَيَجْعَلُ الْحِمَارَ عَلَى صُورَةِ الْكَلْبِ، وَالْأَصَحُّ: أَنَّ ذٰلِكَ تَخْيِيلٌ۔

(معالم التنزيل في تفسير القرآن=تفسير البغوي، ج١ص١٤٨)

- والجمهور على أن له حقيقة وأنه قد يبلغ الساحر إلى حيث يطير في الهواء ويمشي على الماء ويقتل النفس ويقلب الإنسان حمارا، والفاعل الحقيقي في كل ذلك هو الله تعالى۔

(روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني ج١ص٣٣٧)

6.5:۔جادو اور نظر برحق ہے

جادو اور نظر برحق ہے، اسباب کے درجہ میں اس سے موت بھی واقع ہوسکتی ہے۔ جادو سے صحت مند انسان بیمار ہوسکتا ہے، جادو انسان کے دل پر اثر انداز ہو کر اس کے قلبی رجحانات کو تبدیل کر سکتا ہے حتی کہ جادو کے ذریعہ کسی کو قتل بھی کیا جا سکتا ہے۔

وَالصَّحِيحُ أَنَّ السِّحْرَ عِبَارَةٌ عَنِ التَّمْوِيهِ وَالتَّخْيِيلِ، وَالسِّحْرُ وُجُودُهُ حَقِيقَةٌ عِنْدَ أَهْلِ السُّنَّةِ وَعَلَيْهِ أَكْثَرُ الْأُمَمِ، وَلٰكِنَّ الْعَمَلَ بِهِ كُفْرٌ، حُكِيَ عَنِ الشَّافِعِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: السِّحْرُ يُخَيِّلُ وَيُمْرِضُ وَقَدْ يَقْتُلُ۔

(معالم التنزيل في تفسير القرآن=تفسير البغوي، ج١ص١٤٨)

وَقَدْ تَنَازَعَ الْعُلَمَاءُ فِي حَقِيقَةِ السِّحْرِ وَأَنْوَاعِهِ: وَالْأَكْثَرُونَ يَقُولُونَ: إِنَّهُ قَدْ يُؤَثِّرُ فِي مَوْتِ الْمَسْحُورِ وَمَرَضِهِ مِنْ غَيْرِ وُصُولِ شَيْءٍ ظَاهِرٍ إِلَيْهِ، وَزَعَمَ بَعْضُهُمْ أَنَّهُ مُجَرَّدُ تَخْيِيلٍ۔

(شرح العقيدة الطحاوية، لابن أبي العز، ص٥٠٥)

6.6:۔جادو کے بعض کلمات میں بھی تاثیر ہوتی ہے

جادو کے بعض کلمات میں بھی تاثیر ہوتی ہے۔ جادو بھی دیگر اسباب کی طرح ایک سبب ہے، اور کوئی سبب بھی بذاتہ موثر نہیں ہوتا، جب تک کہ اللہ تعالیٰ کا اذن نہ ہو۔ لہٰذا

جادو کا اثر بھی اللہ تعالیٰ کے اذن سے ہی ہوتا ہے۔

آیت 1:۔ قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ○ (طٰہٰ:٦٦)

ترجمہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ''نہیں، تم ہی پھینکو''۔ یکایک اُن کی رسیاں اور اُن کی لاٹھیاں اُن کے جادو کے زور سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دوڑتی ہوئی محسوس ہونے لگیں۔

□ وَالْأَصَحُّ: أَنَّ ذٰلِكَ تَخْيِيلٌ. قَالَ اللهُ تَعَالَى: "يُخَيَّلُ إِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعٰى". (طه:٦٦).(معالم التنزيل=تفسير البغوی، ج۱ ص۱۴۸)

آیت 2:۔ وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ۭ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ڜ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ. (البقرہ:۱۰۲)

ترجمہ ظاہر تھا کہ اذنِ الٰہی کے بغیر وہ اِس ذریعے سے کسی کو بھی ضرر نہ پہنچا سکتے تھے، مگر اس کے باوجود وہ ایسی چیز سیکھتے تھے جو خود اُن کے لیے نفع بخش نہیں بلکہ نقصان دہ تھی اور اُنہیں خوب معلوم تھا کہ جو اس چیز کا خریدار بنا، اُس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ کتنی بُری متاع تھی جس کے بدلے انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا، کاش انہیں معلوم ہوتا!

□ فانه هو الخالق. وانما الساحر فاعل وكاسب. وفيه اشعار بانه ثابت حقيقية، ليس مجرد اراءة وتمويه، وبأن الموثر والخالق هو الله وحده. (شرح المقاصد: ج ۳ ص ۳۲۳)

6.7:۔ معجزہ اور جادو میں فرق

1 معجزہ نبی کے ہاتھوں ظاہر ہوتا ہے اور جادو غیر نبی کے ہاتھوں ظاہر ہوتا ہے۔

2 جادو اسباب کے ماتحت ہوتا ہے، صرف اتنا ہوتا ہے کہ وہ اسباب خفیہ ہوتے ہیں۔ اور معجزہ تحت الاسباب نہیں ہوتا بلکہ اسباب کے بغیر وہ براہ راست حق جل شانہ کا اپنا فعل

ہوتا ہے۔

آیت 3: فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۠ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۔ (الانفال:١٧)

ترجمہ پس حقیقت یہ ہے کہ تم نے انہیں قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے ان کو قتل کیا اور تو نے نہیں پھینکا بلکہ اللہ نے پھینکا (اور مومنوں کے ہاتھ جو اس کام میں استعمال کیے گئے) تو یہ اس لیے تھا کہ اللہ مومنوں کو ایک بہترین آزمائش سے کامیابی کے ساتھ گزار دے، یقیناً اللہ سُننے والا اور جاننے والا ہے۔

آیت 4: قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓي اِبْرٰهِيْمَ ۔ (الانبیاء:٦٩)

ترجمہ ہم نے کہا ''اے آگ! ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی بن جا، حضرت ابراہیم علیہ السلام پر''۔

3 معجزہ ایسے لوگوں سے ظاہر ہوتا ہے، جو مقام نبوت پر فائز ہوتے ہیں، اور جادو کا اثر ان لوگوں سے ظاہر ہوتا ہے جو گندے، ناپاک اور غلط کار ہوتے ہیں۔

4 معجزہ تحدی اور چیلنج کے ساتھ ہوتا ہے کہ نبی معجزہ میں جو چیز پیش کرتا ہے، اس کے مقابلہ میں اس جیسی چیز پیش کرنے کا چیلنج بھی کرتا ہے۔ جادوگر میں تحدی اور چیلنج کی ہمت نہیں ہوتی، وہ مقابلہ سے ڈرتا ہے۔

كذلك الشياطين لا تعاون إلا الأشرار المشبهين بهم في الخباثة والنجاسة قولا وفعلا واعتقادا، وبهذا يتميز الساحر عن النبي والولي .....وفسره الجمهور بأنه خارق للعادة يظهر من نفس شريرة بمباشرة أعمال مخصوصة...ولم تجر سنته بتمكين الساحر من فلق البحر وإحياء الموتى وإنطاق العجماء، وغير ذلك من آيات الرسل عليهم السلام......ومن المحققين من فرق بين السحر والمعجزة باقتران المعجزة بالتحدي بخلافه فإنه لا يمكن ظهوره على يد مدعي نبوة كاذبا كما جرت به عادة الله تعالى المستمرة صونا لهذا المنصب الجليل عن أن يتسور حماه الكذابون. (روح المعانی، ج١ص ٣٣٧،٣٣٨)

☐ إظهار أمر خارق للعادة من نفس شريرة خبيثة بمباشرة أعمال

مخصوصة يجري فيها التعلم والتلمذ. وبهذين الإعتبارين يفارق المعجزة والكرامة. وبأنه لا يكون بحسب الاقتراح المقترحين، وبأنه يختص ببعض الأمنة أو الأمكنة أو الشرائط. وبأنه قد يتصدى بمعارضته، ويبذل الجهد في الإتيان بمثله، وبأن صاحبه ربما يعلق بالفسق، ويتصف بالرجس في الظاهر والباطن .... الى غير ذلك من وجوه المفارقة۔ (شرح القاصد: ج ۳ ص ۳۳۲)

- سحر اور معجزہ میں متکلمین نے متعدد فرق ذکر کیے ہیں:

1 سحر ایک فن ہے کہ جو تعلیم اور تعلم کے ذریعہ سے حاصل ہوسکتا ہے اور معجزہ تعلیم و تعلم سے حاصل نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ قرآن عزیز میں ارشاد ہے:

آیت 5: ۔وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۗ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ۭ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۭ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ۭ وَمَا هُمْ بِضَاۗرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّھُمْ وَلَا يَنْفَعُھُمْ ۭ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ڜ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَھُمْ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ۔ (البقرہ:۱۰۲)

ترجمہ اور لگے اُن چیزوں کی پیروی کرنے، جو شیاطین، حضرت سلیمان کی سلطنت کا نام لے کر پیش کیا کرتے تھے، حالانکہ سلیمان نے کبھی کفر نہیں کیا، کفر کے مرتکب تو وہ شیاطین تھے جو لوگوں کو جادوگری کی تعلیم دیتے تھے۔ وہ پیچھے پڑے اُس چیز کے جو بابل میں دو فرشتوں: ہاروت و ماروت پر نازل کی گئی تھی، حالانکہ وہ (فرشتے) جب کبھی کسی کو اس کی تعلیم دیتے تھے، تو پہلے صاف طور پر متنبہ کر دیا کرتے تھے: ''دیکھ، ہم محض ایک آزمائش ہیں، تو کفر میں مبتلا نہ ہو''۔ پھر بھی یہ لوگ اُن سے وہ چیز سیکھتے تھے جس سے شوہر اور بیوی میں جدائی ڈال دیں ظاہر تھا کہ اذنِ الٰہی کے بغیر وہ اِس ذریعے سے کسی کو بھی ضرر نہ پہنچا سکتے تھے، مگر اس کے باوجود وہ ایسی چیز سیکھتے تھے جو

خود اُن کے لیے نفع بخش نہیں بلکہ نقصان دہ تھی اور اُنہیں خوب معلوم تھا کہ جو اس چیز کا خریدار بنا، اُس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ کتنی بُری متاع تھی جس کے بدلے انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا، کاش! انہیں معلوم ہوتا۔

□ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے متعدد بار سحر کے تعلیم اور تعلم کا ذکر کیا ہے جس سے یہی مفہوم ہوتا ہے کہ سحر ایک فن ہے کہ جو تعلیم و تعلم کے ذریعہ سے حاصل ہوسکتا ہے۔ بخلاف معجزہ کے کہ وہ تعلیم و تعلم اور مباشرت اسباب سے حاصل نہیں ہوسکتا۔ اسی وجہ سے حق تعالیٰ نے معجزات کی بابت یہ ارشاد فرمایا:

آیت 6: وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ ۙ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ○ (الانعام:۱۰۹)

ترجمہ یہ لوگ کڑی کڑی قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ اگر کوئی نشانی (یعنی معجزہ) ہمارے سامنے آجائے تو ہم اُس پر ایمان لے آئیں گے۔ اے نبی ﷺ! ان سے کہو: ”نشانیاں تو اللہ کے اختیار میں ہیں“۔ اور تمہیں کیسے سمجھایا جائے کہ اگر نشانیاں آ بھی جائیں تو یہ ایمان لانے والے نہیں۔

اس کی مثال دوا اور دعا کی سی ہے اس لئے کہ کوئی مریض اگر دوا سے صحت یاب ہو جائے تو اس کو علاج کہتے ہیں کیونکہ علاج کے معنی مباشرت اسباب کے ہیں اور اگر کوئی مریض دعا کے ذریعہ سے آرام پا جائے، تو اس کو کرامت کہتے ہیں اس لئے کہ اس صورت میں اسباب ظاہر یہ کو کوئی دخل نہیں۔

2 سحر کا معارضہ ہوسکتا ہے ایک ساحر دوسرے ساحر کے سحر کو باطل کرسکتا ہے مگر معجزہ کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا اور نہ اس کو باطل کرسکتا ہے چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ساحرین فرعون سے مخاطب ہوکر فرمایا:

آیت 7: فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ ۙ السِّحْرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ○ (یونس:۸۱)

ترجمہ پھر جب انہوں نے اپنے انچھر پھینک دیے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ”یہ جو کچھ تم نے پھینکا ہے یہ جادو ہے، اللہ ابھی اسے باطل کیے دیتا ہے، مفسدوں کے کام کو اللہ

سدھرنے نہیں دیتا''۔

یعنی اس کے سحر ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حق تعالیٰ تمہارے اس عمل کو عنقریب باطل فرمادیں گے۔ اسی وجہ سے سب سے پہلے ساحرین نے ایمان قبول کیا۔

ساحرین یہ سمجھ گئے کہ بے شک حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اور اسی وجہ سے ہمارا سحر ان کے معجزہ کے مقابلہ میں بے کار ہے۔

3 ایک ساحر کا سحر دوسرے ساحر کے سحر کے منافی ہوسکتا ہے مگر ایک نبی کا معجزہ دوسرے نبی کے معجزہ کے منافی نہیں ہوسکتا۔

4 بعض مرتبہ سحر کی کوئی حقیقت واقعیت نہیں ہوتی جیسا کہ قرآن عزیز میں ارشاد ہے۔

آیت 8:۔ قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ○ (طٰہٰ:٦٦)

ترجمہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ''نہیں، تم ہی پھینکو''۔ یکا یک اُن کی رسیاں اور اُن کی لاٹھیاں اُن کے جادو کے زور سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دوڑتی ہوئی محسوس ہونے لگیں۔

آیت 9:۔ قَالَ اَلْقُوْا ۚ فَلَمَّاۤ اَلْقَوْا سَحَرُوْۤا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ○ (الاعراف:١١٦)

ترجمہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا: ''تم ہی پھینکو''۔ انہوں نے جو اپنے انچھر پھینکے تو نگاہوں کو مسحور اور دلوں کو خوف زدہ کر دیا اور بڑا ہی زبردست جادو بنا لائے۔

معلوم ہوا کہ سحر فقط تخیل اور نظر بندی ہے اور اسی وجہ سے سحر کو بقا نہیں، بخلاف معجزہ کے کہ وہ باقی رہ سکتا ہے جیسے صالح علیہ السلام کا ناقہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرآن کریم۔

قرآن کریم کا اگر سحر ہونا ممکن ہوگا تو تمام اشعار عرب اور تواریخ عالم کا سحر ہونا بھی ممکن ہوگا۔

5 سحر بدون شرائط مخصوصہ اور اوقات مخصوصہ کے عمل میں نہیں آسکتا، بخلاف معجزہ کے کہ اس کے لئے زمان اور مکان مخصوص نہیں۔

6 سحر ہوائے نفس اور اغراض دنیویہ کے لئے ہوتا ہے بخلاف معجزہ کے کہ وہ محض دینی

غرض کے لئے ہوتا ہے۔

7 سحر وشعبدہ سفہاء اور جہلاء ہی میں رائج ہوتا ہے اور وہی لوگ اس کو قبول کرتے ہیں۔ بخلاف معجزہ کے کہ وہ علی رؤس الاشہاد عقلاء اور عظماء کے سامنے ظاہر کیا جاتا ہے اور عقلاء ہی اسی کو قبول کرتے ہیں۔

8 صاحب معجزہ پاکیزہ ہستیاں ہوتی ہیں اور صاحب سحر گندے لوگ ہوتے ہیں۔

9 صاحب معجزہ کا مستقبل روشن ہوتا ہے، صاحب سحر کا انجام خطرناک ہوتا ہے۔

10 معجزہ دائمی ہوتا ہے اور سحر کا اثر ایک وقتی چکر ہوتا ہے۔

11 صاحب معجزہ میں للٰہیت ہوتی ہے اور ساحر میں ریاکاری ہوتی ہے۔

معلوم ہوا کہ معجزہ وسحر دو مختلف حقیقتیں ہیں ایک رحمانی ہے اور دوسرا شیطانی ہے۔

6.8:۔ جادو اور کرامت میں فرق

جادو کا اثر ان لوگوں سے ظاہر ہوتا ہے، جو گندے، ناپاک اور غلط کار ہوتے ہیں اور کرامت صرف نیک اور اولیاء اللہ سے ظاہر ہوتی ہے۔

كذلك الشياطين لا تعاون إلا الأشرار المشبهين بهم في الخباثة والنجاسة قولا وفعلا واعتقادا، وبهذا يتميز الساحر عن النبي والولي

(روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی ج۱ ص۳۳۷)

6.9:۔ جادو اور نبوت جمع نہیں ہو سکتے

جادوگر اگر نبوت کا دعویٰ کرے، تو اس کا جادو نہیں چلتا، دعوئ نبوت کے بغیر جادوگر کا جادو چل جاتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے کسی جادوگر کو یہ طاقت نہیں دی کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات جیسے کام جادو کے ذریعے کر سکے۔

ومن المحققين من فرق بين السحر والمعجزة باقتران المعجزة بالتحدي بخلافه فإنه لا يمكن ظهوره على يد مدعي نبوة كاذبا كما جرت به عادة الله تعالى المستمرة صونا لهذا المنصب الجليل عن أن

يتسور حماه الكذابون. (روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع الثانی ج ۱ ص ۳۳۸)

□ فَإِنَّ لِقَائِلٍ أَنْ يَقُولَ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَوِ ادَّعَى النُّبُوَّةَ وَكَانَ كَاذِبًا فِي دَعْوَاهُ فَإِنَّهُ لَا يَجُوزُ مِنَ اللهِ تَعَالَى إِظْهَارُ هٰذِهِ الْأَشْيَاءِ عَلَى يَدِهِ لِئَلَّا يَحْصُلَ التَّلْبِيسُ. (مفاتیح الغیب = التفسیر الکبیر، ج ۳۰ ص ۶۲۷)

6.10:۔ جادو کا اثر سب انسانوں پر ہو سکتا ہے

نبی پر بھی جادو ہو سکتا ہے اور نبی بھی جادو سے متاثر ہو سکتا ہے، اس لئے کہ جادو اسباب خفیہ کا اثر ہوتا ہے، اور اثراتِ اسباب سے متاثر ہونا شانِ نبوت کے خلاف نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہودیوں کا جادو کرنا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا اثر ظاہر ہونا اور بذریعہ وحی اس جادو کا پتہ چلنا اور اس کو زائل کرنے کا طریقہ بتلایا جانا صحیح احادیث سے ثابت ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جادو سے متاثر ہونا اور ڈرنا خود قرآن کریم میں موجود ہے۔

آیت 10:۔ قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى. فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى. قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى. وَاَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ۭ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ ۭ وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ اَتٰى. (طٰہٰ: ۶۶ تا ۶۹)

ترجمہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ''نہیں، تم ہی پھینکو''۔ یکا یک اُن کی رسیاں اور اُن کی لاٹھیاں اُن کے جادو کے زور سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دوڑتی ہوئی محسوس ہونے لگیں، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے دل میں ڈر گئے۔ ہم نے کہا: ''مت ڈر، تو ہی غالب رہے گا۔ پھینک، جو کچھ تیرے ہاتھ میں ہے، ابھی اِن کی ساری بناوٹی چیزوں کو نگلے جاتا ہے یہ جو کچھ بنا کر لائے ہیں یہ تو جادوگر کا فریب ہے، اور جادوگر کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا، خواہ کسی شان سے وہ آئے''۔

□ بخاری (ج ۲ ص ۸۵۸: طبع کراچی) میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طویل حدیث میں ہے کہ یہودیوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا تھا۔

6.11:۔ جادو، تعویذ وغیرہ میں شرکیہ امور کا استعمال کفر ہے

۱ جادو میں اگر کوئی شرکیہ یا کفریہ قول یا عمل اختیار کیا گیا ہو، مثلاً جنات وشیاطین سے مدد مانگنا اوران کو مدد کے لئے پکارنا یا ان کو سجدہ کرنا، یا ستاروں کو موثر بالذات ماننا وغیرہ، تو ایسا جادو کفر وشرک ہے، اور ایسا جادوگر بلاشبہ کافر ہے۔

وَاتَّفَقُوا كُلُّهُمْ عَلَى أَنَّ مَا كَانَ مِنْ جِنْسِ دَعْوَةِ الْكَوَاكِبِ السَّبْعَةِ، أَوْ غَيْرِهَا، أَوْ خِطَابِهَا، أَوِ السُّجُودِ لَهَا، وَالتَّقَرُّبِ إِلَيْهَا بِمَا يُنَاسِبُهَا مِنَ اللِّبَاسِ وَالْخَوَاتِمِ وَالْبَخُورِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ، فَإِنَّهُ كُفْرٌ، وَهُوَ مِنْ أَعْظَمِ أَبْوَابِ الشِّرْكِ، فَيَجِبُ غَلْقُهُ، بَلْ سَدُّهُ.

(شرح العقيدة الطحاوية، لابن أبي العز، ص٥٠٥)

۲ اگر تعویذ گنڈے وغیرہ میں بھی جنات وشیاطین سے مدد طلب کی جاتی ہو اوران کو پکارا جاتا ہو تو یہ بھی شرک ہے۔

وَاتَّفَقُوا كُلُّهُمْ أَيْضًا عَلَى أَنَّ كُلَّ رُقْيَةٍ وَتَعْزِيمٍ أَوْ قَسَمٍ، فِيهِ شِرْكٌ بِاللّٰهِ، فَإِنَّهُ لَا يَجُوزُ التَّكَلُّمُ بِهِ، وَإِنْ أَطَاعَتْهُ بِهِ الْجِنُّ أَوْ غَيْرُهُمْ، وَكَذٰلِكَ كُلُّ كَلَامٍ فِيهِ كُفْرٌ لَا يَجُوزُ التَّكَلُّمُ بِهِ۔

(شرح العقيدة الطحاوية، لابن أبي العز، ص٥٠٥)

۳ جادو اور تعویذ گنڈوں میں استعمال کیے جانے والے کلمات اگر مشتبہ قسم کے ہوں، اور ان کے معانی معلوم نہ ہوں تو احتمال استمداد کی بنا پر یہ بھی حرام ہے۔

وَكَذٰلِكَ الْكَلَامُ الَّذِي لَا يُعْرَفُ مَعْنَاهُ لَا يُتَكَلَّمُ بِهِ، لِإِمْكَانِ أَنْ يَكُونَ فِيهِ شِرْكٌ لَا يُعْرَفُ. (شرح العقيدة الطحاوية، لابن أبي العز، ص٥٠٥)

6.12:۔ بعض تعویذ جائز اور بعض ناجائز ہیں

۱ تعویذ گنڈے میں اگر جائز امور سے کام لیا جاتا ہو مگر مقصد ناجائز ہو تو بھی حرام ہے۔

آیت 11: ۔فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ ۚ (البقرہ:۱۰۲)

ترجمہ پھر بھی یہ لوگ اُن سے وہ چیز سیکھتے تھے جس سے شوہر اور بیوی میں جدائی ڈال دیں۔

۲ جائز مقصد کے لیے اور جائز امور کے ساتھ اگر عملیات اور تعویز گنڈے کا کام کیا جاتا ہو، تو جائز ہے۔

حدیث 1: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا فَزِعَ أَحَدُكُمْ فِي النَّوْمِ فَلْيَقُلْ: "أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهِ وَعِقَابِهِ وَشَرِّ عِبَادِهِ، وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ وَأَنْ يَحْضُرُونِ فَإِنَّهَا لَنْ تَضُرَّهُ". فَكَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو، يُلَقِّنُهَا مَنْ بَلَغَ مِنْ وَلَدِهِ، وَمَنْ لَمْ يَبْلُغْ مِنْهُمْ كَتَبَهَا فِي صَكٍّ ثُمَّ عَلَّقَهَا فِي عُنُقِهِ.

هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ۔ (ترمذی رقم 3528)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی (ڈراونا خواب دیکھ کے) سوتے میں ڈر جائے تو یوں دعا کرے:

أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهِ وَعِقَابِهِ وَشَرِّ عِبَادِهِ، وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ وَأَنْ يَحْضُرُونِ.

ترجمہ میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کے کلمات تامات کے ذریعہ، خود اس کے غضب اور عذاب سے اور اس کے بندوں کے شر سے اور شیطانی وساوس و اثرات سے، اور اس بت سے کہ شیاطین میرے پاس آئیں اور مجھے ستائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پھر شیاطین اس بندے کو کچھ نہ بگاڑ سکیں گے''۔ (حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث ان کے صاحبزادے حضرت شعیب رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے)، ان کا بیان ہے کہ ہمارے والد ماجد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ دستور تھا کہ ان کی اولاد میں جو بڑے اور بالغ ہوجاتے، وہ یہ دعا ان کو تلقین فرماتے تا کہ وہ اس کو اپنا معمول بنالیں۔ اور جو بچے چھوٹے ہوتے تو یہی دعا ایک کاغذ پر لکھ کر ان کے گلے میں (بطور تعویذ کے) ڈال دیتے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ڈراؤنے اور پریشان کن خواب شیطانی اثرات سے ہوتے ہیں۔ اگر اس دعا کو معمول بنا لیا جائے، تو، ان شاء اللہ، ان اثرات سے حفاظت ہوگی۔ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے اس عمل سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا نام یا اس کا کلام یا کوئی دعا کاغذ پر لکھ کر بطور تعویذ گلے وغیرہ میں ڈال دینا کوئی غلط کام نہیں ہے۔

وَيَجُوزُ أَنْ يَكْتُبَ لِلْمُصَابِ وَغَيْرِهِ مِنَ الْمَرْضٰى شَيْئًا مِنْ كِتَابِ اللهِ وَذِكْرُهُ بِالْمِدَادِ الْمُبَاحِ وَيُغْسَلُ وَيُسْقٰى كَمَا نَصَّ عَلٰى ذٰلِكَ أَحْمَدُ وَغَيْرُهُ۔

(مجموع الفتاوی لابن تیمیۃ، ج۱۹ص۶۴)

وفی جواز تعلیق التمائم وفی جواز النفث والمسح، ولکل من الطرفین اخبار وآثار، والجواز ھو الارجح والمسالۃ بالفقھیات أشبہ۔ واللہ اعلم۔

(شرح المقاصد: ج۳ص۳۴۴)

6.13:۔ ھاروت اور ماروت آزمائش کے لیے تھے

قرآن کریم میں بابل شہر میں جن دو فرشتوں ھاروت اور ماروت کے اتارے جانے اور جادو سکھانے کا ذکر ہے، وہ لوگوں کی آزمائش وامتحان کے لیے اتارے گئے تھے۔ وہ لوگوں کو جادو کی تعلیم دیتے تھے تاکہ لوگ جادو سے باخبر ہو کر اس سے بچ سکیں، اور وہ جادو سکھانے سے پہلے اس پر عہد وپیان بھی لیتے تھے۔ ان سے اس عہد وپیان کے ساتھ جادو سیکھنے کے بعد اگر کسی نے اس کو غلط استعمال کیا تو وہ ان کا اپنا فعل تھا۔ اگر کوئی جادو کی وجہ سے کافر یا فاسق ہوا، تو وہ فرشتے اس سے بالکل بری الذمہ ہیں۔

آیت 12:۔ وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۚ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ۭ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۭ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ۭ وَمَا هُمْ

بِضَآرِّیْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَیَتَعَلَّمُوْنَ مَا یَضُرُّهُمْ وَلَا یَنْفَعُهُمْ ؕ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ؕ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖۤ اَنْفُسَهُمْ ؕ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ۔ (البقرہ:۱۰۲)

ترجمہ اور لگے اُن چیزوں کی پیروی کرنے، جو شیاطین، حضرت سلیمان کی سلطنت کا نام لے کر پیش کیا کرتے تھے، حالانکہ سلیمان نے کبھی کفر نہیں کیا، کفر کے مرتکب تو وہ شیاطین تھے جو لوگوں کو جادوگری کی تعلیم دیتے تھے۔ وہ پیچھے پڑے اُس چیز کے جو بابل میں دو فرشتوں: ہاروت و ماروت پر نازل کی گئی تھی، حالانکہ وہ (فرشتے) جب کبھی کسی کو اس کی تعلیم دیتے تھے، تو پہلے صاف طور پر متنبہ کر دیا کرتے تھے: ''دیکھ، ہم محض ایک آزمائش ہیں، تو کفر میں مبتلا نہ ہو''۔ پھر بھی یہ لوگ اُن سے وہ چیز سیکھتے تھے جس سے شوہر اور بیوی میں جدائی ڈال دیں ظاہر تھا کہ اذنِ الٰہی کے بغیر وہ اِس ذریعے سے کسی کو بھی ضرر نہ پہنچا سکتے تھے، مگر اس کے باوجود وہ ایسی چیز سیکھتے تھے جو خود اُن کے لیے نفع بخش نہیں بلکہ نقصان دہ تھی اور اُنہیں خوب معلوم تھا کہ جو اس چیز کا خریدار بنا، اُس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ کتنی بُری متاع تھی جس کے بدلے انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا، کاش انہیں معلوم ہوتا!

□ أَمَّا قَوْلُهُ تَعَالَى: "وَما يُعَلِّمانِ مِنْ أَحَدٍ حَتّٰى يَقُولا إِنَّما نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلا تَكْفُرْ". فَاعْلَمْ أَنَّهُ تَعَالَى شَرَحَ حَالَهُمَا فَقَالَ: وَهٰذَانِ الْمَلَكَانِ لَا يُعَلِّمَانِ السِّحْرَ إِلَّا بَعْدَ التَّحْذِيرِ الشَّدِيدِ مِنَ الْعَمَلِ بِهِ وَهُوَ قَوْلُهُمَا: "إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلا تَكْفُرْ"، والمراد هاهنا بِالْفِتْنَةِ الْمِحْنَةُ الَّتِي بِهَا يَتَمَيَّزُ الْمُطِيعُ عَنِ الْعَاصِي۔ (مفاتیح الغیب = التفسیر الکبیر، ج۱ ص ۶۳۲)

باب 7

جنات

7.1:۔ جنات کو آگ سے بنایا گیا ہے

جن اللہ تعالی کی مخلوقات میں سے ایک قدیم مخلوق ہے، جس کو اللہ تعالی نے انسانوں کی پیدائش سے بہت پہلے آگ سے بنایا تھا۔

آیت 1:۔ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ۔ (الحجر:۲۷)

ترجمہ اور اس سے پہلے جنوں کو ہم آگ کی لپٹ سے پیدا کر چکے تھے۔

7.2:۔ خلافتِ ارضی انسان کو ملی ہے

انسانوں سے پہلے زمین پر جنات آباد تھے، لیکن اللہ تعالی نے خلافت ارضی کا اعزاز انسان کو عطا فرمایا۔

آیت 2:۔ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ۔ (الحجر:۲۷)

ترجمہ اور اس سے پہلے جنوں کو ہم آگ کی لپٹ سے پیدا کر چکے تھے۔

آیت 3:۔ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔ (البقرہ:۳۰)

ترجمہ پھر ذرا اُس وقت کا تصور کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا تھا کہ ”میں

زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔" انہوں نے عرض کیا: "کیا آپ زمین میں کسی ایسے کو مقرر کرنے والے ہیں، جو اس کے انتظام کو بگاڑ دے گا اور خوں ریزیاں کرے گا؟ آپ کی حمد وثنا کے ساتھ تسبیح اور آپ کی تقدیس تو ہم کر ہی رہے ہیں۔" فرمایا: "میں جانتا ہوں جو کچھ تم نہیں جانتے"۔

لیس ابلیس بأب للجان، فان الجان کانوا قبله وانما هو اول من عصی۔

(الیواقیت والجواھر: ج۱ ص۳۶)

لیس ابلیس بأب للجان، والجان خلق بین الملائکة والبشر الذی هو الانسان۔ (الیواقیت والجواھر: ج۱ ص۱۴۴)

7.3:۔ جنات انسانوں کو نظر نہیں آتے

جنات اب بھی موجود ہیں، اور زمین کے مختلف حصوں میں آباد ہیں، جنات کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ قدرت دی ہے کہ وہ انسانوں کو نظر نہیں آتے، جیسے فرشتے انسانوں کو نظر نہیں آتے۔

آیت 4:۔ یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ لَا یَفۡتِنَنَّکُمُ الشَّیۡطٰنُ کَمَاۤ اَخۡرَجَ اَبَوَیۡکُمۡ مِّنَ الۡجَنَّةِ یَنۡزِعُ عَنۡهُمَا لِبَاسَهُمَا لِیُرِیَهُمَا سَوۡاٰتِهِمَا ؕ اِنَّهٗ یَرٰىکُمۡ هُوَ وَقَبِیۡلُهٗ مِنۡ حَیۡثُ لَا تَرَوۡنَهُمۡ ؕ اِنَّا جَعَلۡنَا الشَّیٰطِیۡنَ اَوۡلِیَآءَ لِلَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ۔ (الاعراف: ۲۷)

ترجمہ اے بنی آدم! ایسا نہ ہو کہ شیطان تمہیں پھر اُسی طرح فتنے میں مبتلا کر دے جس طرح اس نے تمہارے والدین کو جنت سے نکلوایا تھا اور ان کے لباس ان پر سے اُتروا دیئے تھے تا کہ ان کی شرم گاہیں ایک دوسرے کے سامنے کھولے۔ وہ اور اس کے ساتھی تمہیں ایسی جگہ سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھ سکتے۔ اِن شیاطین کو ہم نے اُن لوگوں کا سرپرست بنا دیا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔

هو الذی جعل الجان یستتر عن أعین الناس، فلا تدرکهم الأبصار الا متجسدین۔ (الیواقیت والجواھر: ج۱ ص۱۴۴)

7.4:۔جنات مختلف شکلیں اختیار کر سکتے ہیں

جنوں کی اپنی کوئی شکل نہیں، وہ نظر نہ آنے والی ایک لطیف مخلوق ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے جنات کو اختیار دیا ہے کہ وہ جو شکل چاہیں، اختیار کر سکتے ہیں۔ عام طور پر جنات سانپ، بلی اور کتے کی شکل اختیار کرتے ہیں۔

حدیث 1:۔أَخْبَرَنِي أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْعَنْبَرِيُّ، ثنا عُثْمَانُ بْنُ سَعِيدٍ، ثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ صَالِحٍ، ثنا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ أَبِي الزَّاهِرِيَّةِ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: "الْجِنُّ ثَلَاثَةُ أَصْنَافٍ صِنْفٌ لَهُمْ أَجْنِحَةٌ يَطِيرُونَ فِي الْهَوَاءِ، وَ صِنْفٌ حَيَّاتٌ وَكِلَابٌ، وَصِنْفٌ يَحِلُّونَ وَيَظْعَنُونَ"۔

هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ ۔[التعليق-من تلخيص الذهبي]-صحيح (المستدرك على الصحيحين، رقم 3702؛ الأسماء والصفات للبيهقي، رقم 827؛ صحيح ابن حبان، رقم 6156؛ شرح السنة، بغوى، فوق رقم 3265؛ رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ وَرِجَالُهُ وُثِّقُوا وَفِي بَعْضِهِمْ خِلَافٌ: مجمع الزوائد رقم 13386؛ صحيح الجامع: رقم 3114؛ مشكوة رقم 4148؛ هداية الرواة: رقم 4076؛ صحيح موارد الظمآن: رقم 1684؛ حديث أبي ثعلبة أخرجه الحكيم الترمذي في "المنهيات" (ص 117-118)، وأبو يعلى (المطالب 3455)، والطحاوي في "المشكل" (2941)، وابن حبان (6156)، والطبراني في "الكبير" (22/ 214-215)، وفي "مسند الشاميين" (1956)، وأبو الشيخ في "العظمة" (1087)، والحاكم (2/ 456)، وأبو نعيم في "الحلية" (5/ 137)، وفي "الصحابة" (6586)، واللالكائي في "السنة" (2280)، والبيهقي في "الأسماء" (ص 492)، وابن عبد البر في "التمهيد" (16/ 265)، وأبو القاسم الأصبهاني في "الحجة" (1/ 485 و 2/ 390-391)، قال الحاكم: "صحيح الإسناد". قلت: وهو على شرط مسلم: أنيس السَّاري في تخريج وتحقيق الأحاديث التي ذكرها الحافظ ابن حجر العسقلاني في فتح البَاري، لأبي حنيفة، ج ۳ ص ۲۸۴۴، ۲۸۴۵، رقم 1919)

ترجمہ حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جنات کی

تین صنفیں (اقسام) ہیں: ایک صنف وہ ہے جن کے پَر ہوتے ہیں، وہ ہواہیں پرواز کرتے ہیں۔ ایک صنف وہ ہے جو سانپ اور کتوں کی شکل میں ہوتی ہے۔ ایک صنف وہ ہے جو قیام اور سفر کرتے رہتے ہیں''۔

وھم اجساد لطاف کالریح۔ (الیواقیت والجواھر:۱/۱۳۶)

معناہ واللہ اعلم من حیث لاترونھم فی الصورۃ التی خلقھم اللہ علیھا۔ وأما رویتھم اذا تشکلوا فی غیر صورھم من کلب وھر، فلامنع بل ھو واقع کثیرا۔ (الیواقیت والجواھر: ج۱ ص۱۳۵)

وقد اقدر اللہ تعالی الجن علی ان یظھروا فی ای صور شاؤا کما اقدرنا ان نظھر فی أی لباس شئنا.... وانما یتشکل بصورۃ الرجل بواسطۃ الھواء المتکاثف لان الھواء اذا تکاثف امکن ادراکہ کالسراب۔

(الیواقیت والجواھر: ج۱ ص۱۳۵)

7.5:۔مجموعی لحاظ سے جنات انسان سے زیادہ طاقتور نہیں

مجموعی لحاظ سے جن، انسان سے زیادہ طاقتور نہیں۔ صرف اتنا ہے کہ وہ نظر نہیں آتا، لمبی لمبی مسافت بہت جلد قطع کرلیتا ہے۔ اور انسانی جسم میں حلول کرسکتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔

ان شیاطین الجن لیس لھم سلطان الا علی باطن الانسان، بخلاف شیاطین الانس، لھم سلطان علی ظاھر الانسان وباطنہ، وان وقع من شیاطین الجن وسوسۃ واعزاء للناس فی ظاھر ھم، فانما ذلک بحکم النیابۃ لشیاطین الانس، فانھم ھم الذین یدخلون الاراء علی شیاطین الانس۔ (الیواقیت والجواھر: ج۱ ص۱۳۷)

وھم اجساد لطاف کالریح، یدخلون اجواف بنی آدم ... وفی الحدیث:

"ان الشیطان لیجری من ابن آدم مجری الدم"۔

(الیواقیت والجواھر: ج۱ ص۱۳۶)

7.6:۔عہدِ سلیمان علیہ السلام میں جنات کی بعض خدمات

اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو جو حکومت دی تھی، اس کے بارے میں فرمایا:

آیت 5:۔فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَاءً حَيْثُ أَصَابَ ۝ وَالشَّيَاطِينَ كُلَّ بَنَّاءٍ وَغَوَّاصٍ ۝ وَآخَرِينَ مُقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ۝ (ص:۳۶تا۳۸)

ترجمہ: تب ہم نے اس کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا جو اس کے حکم سے نرمی کے ساتھ چلتی تھی جدھر وہ چاہتا تھا۔اور شیاطین کو مسخر کر دیا۔ہر طرح کے معمار اور غوطہ خور، اور دوسرے جو پابندِ سلاسل تھے۔

☐ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے جنات غوطہ خوری کر کے موتی نکالتے تھے اور بڑی بڑی تعمیرات کرتے تھے۔

آیت 6:۔يَعْمَلُونَ لَهُ مَا يَشَاءُ مِن مَّحَارِيبَ وَتَمَاثِيلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُورٍ رَّاسِيَاتٍ ۚ اعْمَلُوا آلَ دَاوُودَ شُكْرًا ۚ وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ ۝ (سبا:۱۳)

ترجمہ: وہ اُس کے لیے بناتے تھے جو کچھ وہ چاہتا، اونچی عمارتیں، تصویریں، بڑے بڑے حوض جیسے لگن اور اپنی جگہ سے نہ ہٹنے والی بھاری دیگیں۔اے آلِ داوٗد! عمل کرو شکر کے طریقے پر، میرے بندوں میں کم ہی شکر گزار ہیں۔

☐ پھر جب ملکہ سبا حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں آنے لگی، تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے درباریوں سے پوچھا: ”ملکہ سبا کے آنے سے پہلے اس کا تخت کون لے کر آئے گا؟“۔

آیت 7:۔قَالَ عِفْرِيتٌ مِّنَ الْجِنِّ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَن تَقُومَ مِن مَّقَامِكَ ۖ وَإِنِّي عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ أَمِينٌ ۝ قَالَ الَّذِي عِندَهُ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَن يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ ۚ فَلَمَّا رَآهُ مُسْتَقِرًّا عِندَهُ قَالَ هَٰذَا مِن فَضْلِ رَبِّي لِيَبْلُوَنِي أَأَشْكُرُ أَمْ أَكْفُرُ ۖ وَمَن شَكَرَ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ ۖ وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ رَبِّي غَنِيٌّ كَرِيمٌ ۝ (النمل:۳۹،۴۰)

ترجمہ: جنوں میں سے ایک قوی ہیکل نے عرض کیا: ”میں اُسے حاضر کر دوں گا قبل اس کے

کہ آپ اپنی جگہ سے اٹھیں میں اس کی طاقت رکھتا ہوں اور امانتدار ہوں"۔ جس شخص کے پاس کتاب کا ایک علم تھا، وہ بولا: "میں آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے اسے لائے دیتا ہوں"۔ جونہی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے وہ تخت اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا، وہ پکار اٹھے: "یہ میرے رب کا فضل ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا کافر نعمت بن جاتا ہوں۔ اور جو کوئی شکر کرتا ہے اس کا شکر اس کے اپنے ہی لیے مفید ہے، ورنہ کوئی ناشکری کرے تو میرا رب بے نیاز اور اپنی ذات میں آپ بزرگ ہے"۔

7.7:۔ جنات بھی انسانوں کی طرح مکلف ہیں

انسانوں کی طرح جنات بھی عقل وشعور کے مالک ہیں۔ اور مکلف یعنی احکاماتِ خداوندی کے پابند ہیں۔

آیت 8:۔ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۭ قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓي اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ۔ (الانعام:۱۳۰)

ترجمہ (اس موقع پر اللہ ان سے یہ بھی پوچھے گا کہ) "اے ہمارے گروہ جن وانس، کیا تمہارے پاس خود تم میں سے ایسے رسول نہیں آئے تھے جو تم کو میری آیات سناتے اور اس دن کے انجام سے ڈراتے تھے؟" وہ کہیں گے "ہاں، ہم اپنے خلاف خود گواہی دیتے ہیں۔" آج دنیا کی زندگی نے ان لوگوں کو دھوکے میں ڈال رکھا ہے، مگر اُس وقت وہ خود اپنے خلاف گواہی دیں گے کہ وہ کافر تھے۔

وَثَالِثُهَا: أَنْ يَعْلَمَ الْقَوْمُ أَنَّ الْجِنَّ مُكَلَّفُونَ كَالْإِنْسِ۔

(مفاتیح الغیب = التفسیر الکبیر، ج۳۰ ص۶۶۵)

7.8:۔ جنات میں بھی مسلمان اور کافر، نیک اور بد ہیں

انسانوں کی طرح جنات میں بھی ہر طرح کے فرقے اور گروہ ہیں، ان میں بھی مسلمان اور کافر، نیک اور بد ہیں۔

آیت 9:۔ وَاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا۔ (الجن:۱۱)

ترجمہ اور یہ کہ "ہم میں سے کچھ لوگ صالح ہیں اور کچھ اس سے فروتر ہیں، (اور اس سے مختلف قسم کے لوگ ہیں) ہم مختلف طریقوں میں بٹے ہوئے ہیں۔

- {طرائق قدداً} أي: جماعات متفرّقين وأصنافاً مختلفة. قال سعيد بن المسيب: معنى الآية كنا مسلمين ويهوداً ونصارى ومجوساً. وقال الحسن والسدّي: الجنّ أمثالكم فمنهم قدرية ومرجئة ورافضة وخوارج وشيعة وسنية. وقال ابن كيسان: شيعاً وفرقاً لكل فرقة هوى كأهواء الناس. وقال سعيد بن جبير: ألواناً شتى. وقال أبو عبيدة: أصنافاً.

(السراج المنير، الخطيب الشربيني، ج ۴ ص ۴۳۰؛ اللباب في علوم الكتاب، لابن عادل، ج ۱۹ ص ۴۲۴؛ حاشیہ شیخ زادہ ج ۸ ص ۳۶۳)

- ولهم نسبة الى شياطين بالظلمة الدخانية، ولذلك كان منهم المطيع، العاصي، المومن، والكافر۔ (الیواقیت والجواہر: ج ۱ ص ۱۳۴)

7.9:۔ جنات میں بھی نر، مادہ اور توالد و تناسل ہے

جنات میں بھی دیگر مخلوقات کی طرح نر و مادہ ہیں۔ اور ان میں بھی با قاعدہ توالد و تناسل کا سلسلہ ہے۔

آیت 10:۔ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا۔ (الکہف:۵۰)

ترجمہ یاد کرو، جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا وہ جنوں میں سے تھا اس لیے اپنے رب کے حکم کی اطاعت سے نکل گیا۔ اب کیا تم مجھے چھوڑ کر اُس (ابلیسِ فاسق) کو اور اس کی ذُریت کو اپنا سرپرست (ولی) بناتے ہو حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں؟ بڑا ہی برا بدل ہے جسے ظالم لوگ

اختیار کررہے ہیں۔

وهم من الخلق الناطق، يأكلون، ويتناكحون، ويتناسلون.

(الیواقیت والجواھر: ج ۱ ص ۱۳۴)

7.10: جنات میں شریر لوگوں کا نام شیاطین ہے

جنات میں شریر لوگوں کا نام شیاطین ہے، قرآن کریم میں اسی قسم کے جنات کو شیاطین کہا گیا ہے۔

آیت 11: وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ وَإِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ إِلٰى أَوْلِيَآئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ وَإِنْ أَطَعْتُمُوْهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ۔

(الانعام: ۱۲۱)

ترجمہ: اور جس جانور کو اللہ کا نام لے کر ذبح نہ کیا گیا ہو اس کا گوشت نہ کھاؤ، ایسا کرنا فسق ہے۔ شیاطین اپنے ساتھیوں کے دلوں میں شکوک واعتراضات القا کرتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں۔ لیکن اگر تم نے اُن کی اطاعت قبول کرلی تو یقیناً تم مشرک ہو۔

والكدرة الشريرة السيئة هي المسماة بالشياطين والمادرين.

(حاشیہ شیخ زادہ ج ۸ ص ۳۶۳)

كان ابليس اول الاشقياء من الجن، ولذلك قال تعالى: "الا ابليس. كان من الجن" اى من هذا الصنف المخلوقين الاشقياء.

(الیواقیت والجواھر: ج ۱ ص ۱۳۸)

7.11: جنات کھانے پینے کے محتاج ہیں

جنات بھی دیگر مخلوقات کی طرح کھانے پینے کے محتاج ہوتے ہیں، بعض احادیث میں ہڈی وغیرہ کا جنات کی خوراک بتلایا گیا ہے۔

حدیث 2: حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ الْحِمْصِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي عَمْرٍو السَّيْبَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الدَّيْلَمِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ، قَالَ:

قَدِمَ وَفْدُ الْجِنِّ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا: "يَا مُحَمَّدُ! إِنْهَ أُمَّتَكَ أَنْ يَسْتَنْجُوا بِعَظْمٍ أَوْ رَوْثَةٍ أَوْ حُمَمَةٍ، فَإِنَّ اللهَ تَعَالَى جَعَلَ لَنَا فِيهَا رِزْقًا"۔ قَالَ: فَنَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ۔

(صحیح: سنن أبي داود، رقم 39؛ سنن کبریٰ نسائی رقم 39؛ مسند الشامیین رقم 872؛ سنن کبریٰ بیہقی رقم 531، 532؛ شرح السنۃ بغوی رقم 180؛ مسلم رقم 150 ۔ 450؛ ترمذی رقم 3258؛ مسند احمد رقم 4149؛ ابن خزیمہ رقم 82؛ ابن حبان رقم 1432، 6527؛ سنن دارقطنی رقم 149، 150)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنات کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انھوں نے عرض کیا: ''اے محمد! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت کو ہڈی، گوبر یا کوئلہ سے استنجاء کرنے منع فرمادیں، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ان میں ہمارے لیے رزق رکھا ہے''۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چیزوں کے ساتھ استنجاء کرنے سے منع فرمادیا۔

حدیث 3: ۔حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَسْتَنْجُوا بِالرَّوْثِ، وَلَا بِالْعِظَامِ، فَإِنَّهُ زَادُ إِخْوَانِكُمْ مِنَ الْجِنِّ"۔

(صحیح: ترمذی رقم 18؛ سنن کبریٰ نسائی رقم 39؛ مستخرج الطوسی علی جامع الترمذی رقم 17؛ مستخرج ابی عوانہ رقم 585؛ معجم کبیر طبرانی رقم 10010؛ شرح السنۃ بغوی رقم 178)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''گوبر اور ہڈی سے استنجا نہ کیا کرو، کیونکہ وہ جنوں میں سے تمہارے بھائیوں کی خوراک ہے''۔

7.12: ۔جنات پہلے آسمانی خبریں لے آتے تھے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پیشتر جنات آسمانی خبریں سننے کے لیے اوپر چلے جایا کرتے تھے، اور اس میں اپنی طرف سے سو (۱۰۰)، سو (۱۰۰) جھوٹ ملا کر

کاہنوں کو بتلایا کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ کی بعثت کے بعد یہ سلسلہ بند ہو گیا، اب اگر کوئی جن آسمانی خبریں سننے کے لیے اوپر جاتا ہے۔ تو شہاب ثاقب کا انگارہ پھینک کر اس کو بھگا دیا جاتا ہے۔

آیت 12:۔ وَاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا۔ (الجن:۹)

ترجمہ اور یہ کہ ”پہلے ہم سُن گن لینے کے لیے آسمان میں بیٹھنے کی جگہ پا لیتے تھے، مگر اب جو چوری چھپے سننے کی کوشش کرتا ہے وہ اپنے لیے گھات میں ایک شہابِ ثاقب لگا ہوا پاتا ہے“۔

آیت 13:۔ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ۔ (الملک:۵)

ترجمہ ہم نے تمہارے قریب کے آسمان کو عظیم الشان چراغوں سے آراستہ کیا ہے اور اُنہیں شاطین کو مار بھگانے کا ذریعہ بنا دیا ہے۔ ان شیطانوں کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ ہم نے مہیا کر رکھی ہے۔

7.13:۔ زمانہ جاہلیت میں لوگ جنات کی پناہ مانگا کرتے تھے

زمانہ جاہلیت میں لوگ جنات کی پناہ مانگا کرتے تھے، رات کسی جنگل میں آجاتی تو "اعوذ بعظیم ھذا الوادی من الجن" وغیرہ الفاظ کہتے، اس عمل سے جنات اپنے آپ کو بہت بڑا اور انسان سے افضل سمجھنے لگے تھے، حضور اکرم ﷺ کی بعثت سے اس طریق بد کا خاتمہ ہوا، بندوں کو صرف اللہ کی پناہ مانگنے کا حکم دیا گیا۔

آیت 14:۔ وَاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا۔ (الجن:٦)

ترجمہ اور یہ کہ ”انسانوں میں سے کچھ لوگ جنوں میں سے کچھ لوگوں کی پناہ مانگا کرتے تھے۔ اس طرح اُنہوں نے جنوں کا غرور اور زیادہ بڑھا دیا“۔

وَاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا۔

فِيهِ قَوْلَانِ: الْأَوَّلُ: وَهُوَ قَوْلُ جُمْهُورِ الْمُفَسِّرِينَ أَنَّ الرَّجُلَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ إِذَا سَافَرَ فَأَمْسَى فِي قَفْرٍ مِنَ الْأَرْضِ قَالَ: "أَعُوذُ بِسَيِّدِ هَذَا الْوَادِي أَوْ بِعَزِيزِ هَذَا الْمَكَانِ مِنْ شَرِّ سُفَهَاءِ قَوْمِهِ". فَيَبِيتُ فِي جِوَارٍ مِنْهُمْ حَتَّى يُصْبِحَ. (مفاتيح الغيب=التفسير الكبير، ج٣٠ ص٦٦٧، ٦٦٨)

7.14:۔بعض جنات نے رسول اللہ ﷺ سے براہ راست قرآن کریم سننے کا شرف بھی حاصل کیا ہے

"نصیبین" کے بعض جنات نے رسول اللہ ﷺ سے براہ راست قرآن کریم سننے کا شرف بھی حاصل کیا ہے۔

آیت 15:۔قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْۤا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۝ يَّهْدِيْۤ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ؕ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًا ۝ وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ۝ (الجن:١ تا ٣)

ترجمہ: اے نبی ﷺ! کہو: میری طرف وحی بھیجی گئی ہے کہ جنوں کے ایک گروہ نے غور سے سنا پھر (جا کر اپنی قوم کے لوگوں سے) کہا: "ہم نے ایک بڑا عجیب قرآن سنا ہے۔ جو راہِ راست کی طرف رہنمائی کرتا ہے اس لیے ہم اس پر ایمان لے آئے ہیں اور اب ہم ہرگز اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے"۔ اور یہ کہ "ہمارے رب کی شان بہت اعلیٰ وارفع ہے، اُس نے کسی کو بیوی یا بیٹا نہیں بنایا ہے"۔

آیت 16:۔وَاِذْ صَرَفْنَاۤ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْۤا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ۝ قَالُوْا يٰقَوْمَنَاۤ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْۤ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ يٰقَوْمَنَاۤ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءُ ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝

(الاحقاف:۲۹ تا ۳۲)

ترجمہ (اور وہ واقعہ بھی قابلِ ذکر ہے) جب ہم جِنّوں کے ایک گروہ کو تمہاری طرف لے آئے تھے تاکہ قرآن سنیں۔ جب وہ اُس جگہ پہنچے (جہاں تم قرآن پڑھ رہے تھے) تو اُنہوں نے آپس میں کہا: ''خاموش ہو جاؤ''۔ پھر جب وہ پڑھا جا چکا تو وہ خبردار کرنے والے بن کر اپنی قوم کی طرف پلٹے۔ انہوں نے جا کر کہا، ''اے ہماری قوم کے لوگو، ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد نازل کی گئی ہے، تصدیق کرنے والی ہے اپنے سے پہلے آئی ہوئی کتابوں کی، رہنمائی کرتی ہے حق اور راہِ راست کی طرف۔ اے ہماری قوم کے لوگو! اللہ کی طرف بلانے والے کی دعوت قبول کرلو اور اُس پر ایمان لے آؤ، اللہ تمہارے گناہوں سے درگزر فرمائے گا اور تمہیں عذابِ الیم سے بچا دے گا''۔ اور جو کوئی اللہ کے داعی کی بات نہ مانے وہ نہ زمین میں خود کوئی بل بوتا رکھتا ہے کہ اللہ کو زِچ کر دے، اور نہ اس کے کوئی ایسے حامی و سرپرست ہیں کہ اللہ سے اس کو بچا لیں۔ ایسے لوگ کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔

الدليل على ذلك قوله تعالى :"واذصرفنا اليك نفرا من الجن يستمعون القرآن" وكانوا تسعة من جن نصيبين وقد كان ﷺ راهم ببطن النخلة قد اتوا من شعب الحجون۔ (اليواقيت والجواهر: ج ا ص ۱۳۶)

7.15:۔ جنات میں بھی سے بعض جنت اور بعض جہنم میں جائیں گے

نیک اور فرمان بردار جن جنت میں جائیں گے، کافر اور نافرمان جن جہنم میں داخل کئے جائیں گے۔

آیت 17:۔ وَاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ؕ كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا ○ وَّاَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِي الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا ○ وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰۤى

اٰمَنَّا بِهٖ ؕ فَمَنۡ يُّؤۡمِنۡۢ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ بَخۡسًا وَّلَا رَهَقًا ○ وَّاَنَّا مِنَّا الۡمُسۡلِمُوۡنَ وَمِنَّا الۡقٰسِطُوۡنَ ؕ فَمَنۡ اَسۡلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوۡا رَشَدًا ○ وَاَمَّا الۡقٰسِطُوۡنَ فَكَانُوۡا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ○ (الجن: ۱۱ تا ۱۵)

ترجمہ اور یہ کہ ''ہم میں سے کچھ لوگ صالح ہیں اور کچھ اس سے فروتر ہیں، (اور اس سے مختلف قسم کے لوگ ہیں) ہم مختلف طریقوں میں بٹے ہوئے ہیں۔اور یہ کہ ''ہم سمجھتے تھے کہ نہ زمین میں ہم اللہ کو عاجز کر سکتے ہیں اور نہ (آسمان میں) بھاگ کر اُسے ہرا سکتے ہیں''۔اور یہ کہ ''ہم نے جب ہدایت کی تعلیم سنی تو ہم اس پر ایمان لے آئے۔ جو کوئی بھی اپنے رب پر ایمان لے آئے گا اسے کسی حق تلفی یا ظلم کا خوف نہ ہوگا۔اور یہ کہ ''ہم میں سے کچھ مسلم (اللہ کے اطاعت گزار) ہیں اور کچھ حق سے منحرف۔(بے راہ بھی) تو جنہوں نے اسلام (اطاعت کا راستہ) اختیار کرلیا اُنہوں نے نجات کی راہ ڈھونڈلی،اور جو حق سے منحرف ہیں وہ جہنم کا ایندھن بننے والے ہیں''۔

□ اَلسؤالُ الثانی: الجن مخلوقین مِنَ النَّارِ، فَكَيْفَ يَكُونُونَ حَطَبًا لِلنَّارِ؟ اَلْجَوَابُ: أَنَّهُمْ وَإِنْ خُلِقُوا مِنَ النَّارِ، لٰكِنَّهُمْ تَغَيَّرُوا عَنْ تِلْكَ الْكَيْفِيَّةِ وَصَارُوا لَحْمًا وَدَمًا هٰكَذَا، قيل وهاهنا آخر كلام الحسن.

(مفاتيح الغيب = التفسير الكبير، ج ۳۰ ص ۱۷۱)

□ فما الدليل على دخول الجن الجنة؟ فالجواب: قد سئل عن ذلك ابن عباس رضی اللہ عنہ، فمكث سبعة ايام حتى اطلع على قوله تعالى: "لم يطمثهن يعني الحور انس ولا جان"۔ فقال: "هذا دليل على ان الجن يدخلون الجنة"۔ (اليواقيت والجواهر: ج ۱ ص ۱۳۶)

7.16:۔ابلیس بھی درحقیقت جنات میں سے ہے

ابلیس (شیطان) بھی درحقیقت جنوں میں سے ہے۔کثرت عبادت کے سبب فرشتوں کے ساتھ رہنے لگا،حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے ملعون ومردود قرار دیا گیا،قیامت تک اسے لوگوں کو بہکانے اور غلط راہ پر لگانے کی مہلت

دی گئی، قیامت کے دن اسے اوراس کے متبعین کوجہنم میں ڈالا جائے گا۔

آیت 18:۔ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ۔ (الکھف:۵۰)

ترجمہ یاد کرو، جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا وہ جنوں میں سے تھا اس لیے اپنے رب کے حکم کی اطاعت سے نکل گیا۔ اب کیا تم مجھے چھوڑ کر اُس (ابلیسِ فاسق) کو اور اس کی ذُریت کو اپنا سر پرست (ولی) بناتے ہو حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں؟ بڑا ہی بُرا بدل ہے جسے ظالم لوگ اختیار کر رہے ہیں۔

آیت 19:۔ قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ؕ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ○ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ○ قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ○ قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ○ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ○ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ؕ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ○

(الاعراف:۱۲ تا ۱۸)

ترجمہ پوچھا: ”تجھے کس چیز نے سجدہ کرنے سے روکا جب کہ میں نے تجھ کو حکم دیا تھا؟“۔ بولا: ”میں اس سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اُسے مٹی سے“۔ فرمایا: ”اچھا، تو یہاں سے نیچے اُتر۔ تجھے حق نہیں ہے کہ یہاں بڑائی کا گھمنڈ کرے۔ نکل جا کہ درحقیقت تو ان لوگوں میں سے ہے جو خود اپنی ذلت چاہتے ہیں“۔ بولا: ”مجھے اُس دن تک مہلت دے جب کہ یہ سب دوبارہ اٹھائے جائیں گے“۔ فرمایا: ”تجھے مہلت ہے“۔ بولا: ”اچھا، تو جس طرح تو نے مجھے گمراہی میں مبتلا کیا ہے میں بھی اب تیری سیدھی راہ پر ان انسانوں کی گھات میں لگا رہوں گا، آگے اور پیچھے،

دائیں اور بائیں، ہر طرف سے ان کو گھیروں گا اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائے گا"۔ فرمایا: "نکل یہاں سے ذلیل اور ٹھکرایا ہوا۔ یقین رکھ کہ ان میں سے جو تیری پیروی کریں گے، تجھ سمیت ان سب سے جہنم کو بھر دوں گا"۔

آیت 20:۔ لَاَمۡلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنۡكَ وَمِمَّنۡ تَبِعَكَ مِنۡهُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ ۔ (ص:۸۵)

ترجمہ کہ میں جہنم کو تجھ سے اور اُن سب لوگوں سے بھر دوں گا جو اِن انسانوں میں سے تیری پیروی کریں گے"۔

7.17:۔ جنات کے وجود کا انکار کفر ہے

جنات کا وجود قرآن وحدیث کے قطعی دلائل سے ثابت ہے۔ لہٰذا ان کے وجود کو تسلیم کرنا فرض ہے، جو شخص جنات کا انکار کرتا ہے، وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

ووجود الجن والشياطين والملائكة ثابت بالشرع وأنكره الفلاسفة.

(التفسیر المظہری، ج۱۰ ص۷۹)

- المبحث الثالث والعشرون فی اثبات وجود الجن ووجوب الایمان بهم وذلك لاجماع اهل السنة سلفا وخلفا علی اثباتهم مع نطق القرآن وجميع الكتب المنزلة بهم۔ (الیواقیت والجواہر: ج۱ ص۱۳۴)

باب 8

عصمت انبیاء کرام علیہم السلام

8.1: عصمت انبیاء کرام علیہم السلام کا عقیدہ

اہل حق کا یہ اجماعی عقیدہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے معصوم ہوتے ہیں۔ صغیرہ اور کبیرہ سے پاک اور منزہ ہوتے ہیں۔ قصد اور ارادہ سے ان سے حق تعالیٰ کی نافرمانی ممکن نہیں۔ اگر وہ معصوم نہ ہوتے، تو حق تعالیٰ مخلوق کو ان کی بے چون وچرا اطاعت اور متابعت کا حکم نہ دیتا اور ان کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار نہ دیتا اور انبیائے کرام علیہم السلام کے ہاتھ پر بیعت کرنا اپنی بیعت قرار نہ دیتا:

آیت 1: مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ (النساء:۸۰)

ترجمہ: جس نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے دراصل اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔

آیت 2: اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ۭ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ (الفتح:۱۰)

ترجمہ: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! جو لوگ تم سے بیعت کر رہے تھے وہ دراصل اللہ سے بیعت کر رہے تھے۔ ان کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ تھا۔

- ظاہر ہے کہ یہ اتباعِ نبوی اور اقتداءِ مطلق کا حکم جو آیاتِ قرآنیہ سے ثابت ہے وہ کسی خاص امر کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ عقائد سے لے کر اعمال تک کوئی عقیدہ اور کوئی خلق اور کوئی حال اور کوئی عمل کیوں نہ ہو، سب میں اقتداءِ نبوی ضروری ہے، جیسا کہ مقتضائے اطلاق یہی ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی ذواتِ بابرکات، قدسی صفات

اور مَلکی سمات ہوتی ہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی اصل فطرت وہی ہوتی ہے جو ملائکہ علیہم السلام کی ہوتی ہے۔ فطرت کے اعتبار سے انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ علیہم السلام ایک ہوتے ہیں۔ فرق فقط بشریت کا ہوتا ہے اور عصمت ملائکہ کا خاصہ لازمہ ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام ملائکہ سے افضل ہیں، جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ اس پر شاہد عدل ہے۔ ابلیس لعین اسی وجہ سے ملعون اور مطرود ہوا کہ اس نے حضرت آدم علیہ السلام کی افضلیت اور برتری کو تسلیم نہیں کیا، جس سے ثابت ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام ملائکہ معصومین علیہم السلام سے افضل اور برتر ہیں۔ ظاہر ہے کہ غیر معصوم، معصوم سے افضل نہیں ہوسکتا۔

(تفسیر معارف القرآن، کاندھلوی رحمہ اللہ، ج ۱ ص ۱۳۴، ۱۳۵)

8.2: عصمت کا لغوی معنیٰ

عصم: **العِصْمة** فِي كَلَامِ الْعَرَبِ: الْمَنْعُ. وعِصْمَةُ اللهِ عَبْدَهُ: أَنْ يَعْصِمَه مِمَّا يُوبِقُه. عَصَمه يَعْصِمُه عَصْماً: مَنَعَه ووَقَاه. وَفِي التَّنْزِيلِ: لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللهِ إِلَّا مَنْ رَحِمَ؛ أَيْ لَا مَعْصُومَ إِلَّا الْمَرْحومُ...

واعْتَصَمَ فلانٌ بِاللهِ إِذَا امْتَنَعَ بِهِ. والعِصْمة: الحِفْظُ. يُقَالُ: عَصَمْتُه فانْعَصَمَ. واعْتَصَمْتُ بِاللهِ إِذَا امتنعْتَ بلُطْفِه مِنَ الْمَعْصِية. وعَصَمه الطعامُ: منَعه مِنَ الْجُوعِ. وَهٰذَا طعامٌ يَعْصِمُ أَيْ يَمْنَعُ مِنَ الْجُوعِ. واعْتَصَمَ بِهِ واسْتَعْصَمَ: امتنعَ وأَبَى؛ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ حِكَايَةً عَنِ امرأَة الْعَزِيزِ حِينَ راودَتْه عَنْ نفْسِه: فَاسْتَعْصَمَ، أَيْ تَأَبَّى عَلَيْهَا وَلَمْ يُجِبها إِلَى مَا طلبَتْ.

وَفِي الْحَدِيثِ: مَنْ كَانَتْ عِصْمتُه شَهادةَ أَنْ لَا إِلهَ إِلَّا اللهُ، أَيْ مَا يَعْصِمُه مِنَ الْمَهالِكِ يَوْمَ الْقِيامَةِ؛ العِصْمَةُ: الْمَنَعةُ. والعاصِمُ: المانعُ الْحَامِي. والاعْتِصامُ: الامْتِساكُ بِالشَّيْءِ، افْتِعالٌ مِنْهُ؛ وَمِنْهُ شِعْرُ أَبي طَالِبٍ:

ثِمالُ اليتامَى عِصْمةٌ للأَرامِلِ

أَيْ يَمْنَعُهم مِنَ الضَّياعِ والحاجةِ. وَفِي الْحَدِيثِ: فَقَدْ عَصَمُوا مِنِّي دِماءَهم وأَموالَهم.

وَفِي حَدِيثِ الإِفْكِ: فعَصَمها اللّٰهُ بالوَرَعِ.
وَفِي حَدِيثِ عُمَر: وعِصْمة أَبنائِنا إِذَا شَتَوْنا
أَيْ يمْتَنِعُونَ بِهِ مِنْ شِدَّةِ السَّنة والجَدْب.
وَقَوْلُهُ: وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ، أَيْ تَمَسَّكوا بعهدِ اللّٰهِ. وَكَذٰلِكَ فِي قَوْلِهِ:
وَمَنْ يَعْتَصِمْ بِاللّٰهِ، أَيْ مَنْ يَتمسَّكْ بحَبْلِه وعَهْدِه.

(لسان العرب، ج ۱۲ ص ۴۰۳ تا ۴۰۶)

☐ لفظ عصمت "بفتح العین وبکسر العین" مستعمل ہے، جس کا لغوی معنی "منع" ہے، باب ضرب سے بمعنی "مَنَعَ ووَقٰی" کسی چیز کا منع کرنا اور محفوظ کرنے کے آتا ہے۔ جناب ابو طالب نے حضور ﷺ کی شان میں کہا تھا:

ثِمَالُ الیَتَامٰی عِصْمَةٌ لِلْأَرَامِلِ۔ (بخاری رقم 1009)
یتیموں کی غمخوارگی کرنے والا اور بیواؤں کی حوادث سے حفاظت کرنے والا۔

آیت 3: وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا۔ (آل عمران: ۱۰۳)

ترجمہ: سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔

اعتصام باب افتعال عصمة سے ہے اور باب افتعال میں اخذ کا معنی ہوتا ہے۔ اپنے لئے کسی شی کے ذریعے حفاظت حاصل کرنا، مانع طلب کرنا۔ اور اسی سے "الإعتصام بالکتاب والسنة"، شارحین اعتصام کا معنی استمساک اور تشبث سے کرتے ہیں۔ اعتصام باللہ کا معنی اللہ پر تشبث اور اس کے لطف کو مانع عن المعصیة بنانا۔ اسی مادے سے باری تعالیٰ کا یہ قول ہے:

آیت 4: قَالَ لَا عَاصِمَ الْیَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ (ہود: ۴۳)

ترجمہ: حضرت نوح علیہ السلام نے کہا: "آج کوئی چیز اللہ کے حکم سے بچانے والی نہیں ہے سوائے اس کے کہ اللہ ہی کسی پر رحم فرمائے"۔

عاصم بمعنی حافظ ومانع۔
انبیاء علیہم السلام کے عصمت کے معنی یہ ہے:
"اللہ تعالیٰ کا لطف نبی اور معصیت کے درمیان حائل ہو"۔

8.3: عصمت کا شرعی معنی

عصمت کے معنی یہ ہیں: ''ظاہر و باطن نفس اور شیطان کی مداخلت سے پاک اور منزہ ہوں''۔ نفس اور شیطان یہی دو چیزیں مادۂ معصیت ہیں۔ مادۂ معصیت سے پاک ہونے کا نام عصمت ہے۔ معصوم وہ شخص ہے جو اپنے تمام اعتقادات، نیتوں، ارادوں، مقامات، اخلاق و عادات، عبادات و معاملات اور اقوال و افعال میں نفس اور شیطان کی مداخلت سے محفوظ ہو۔ حفاظتِ غیبی اُس کی محافظ اور نگہبان ہو کہ اُن سے کوئی ایسی شی سرزد نہ ہو جائے کہ اُن کی دامنِ عصمت کو آلودہ کر سکے۔ حق تعالیٰ کی نظرِ عنایت اور فرشتوں کی محافظت اُن کو اپنے احاطہ میں لیے ہوئے ہو، جو کشاں کشاں اُن کو راہِ راست پر چلاتی ہو، اور خلافِ حق کے میلان سے بھی اُن کی مانع ہو۔

امام ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''عصمت حق تعالیٰ کی اس خاص عنایت و مہربانی کا نام ہے، جو انبیاء علیہم السلام کو ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی حکم برداری پر مستعد رکھتی ہے، اور اس کی ادنیٰ سی معصیت کے ارتکاب کرنے سے بھی دور رکھتی ہے، مگر اس طریقہ پر نہیں کہ یہ طاقت و قوت ہی ان کی ذات سے سلب کر لی جائے، کیونکہ جس کو مُکلّف بنایا گیا ہے، ضرور ہے کہ اس میں صفتِ اختیار باقی رکھی جائے تا کہ جزاء و ثواب کا مسئلہ معقول رہے، اور جس میں یہ صفت پیدا نہیں فرمائی گئی، اس کو مکلف بھی نہیں بنایا۔ پھر اس کے اعمال سے جزاء و سزا کا تعلق بھی نہیں رکھا گیا''۔

(نسیم الریاض ج ۳ ص ۵۴۶)

حضرت امام ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ کے ان الفاظ کی تشریح حضرت شاہ اسماعیل دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے سادہ الفاظ میں اس طرح فرمائی ہے:

انبیاء علیہم السلام کی عصمت کے معنی یہ ہیں: ان کے اقوال ہوں، یا افعال و عبادات ہوں، یا عادات، معاملات و مقدمات ہوں، یا اخلاق و احوال، ان سب کو حق تعالیٰ اپنی قدرتِ کاملہ سے نفس و شیطان کی دخل اندازی سے محفوظ فرماتا ہے، خواہ وہ خطا و نسیان کی صورت ہی سے کیوں نہ ہوں، اور اپنے حفاظت و نگرانی کرنے والے

فرشتے ان کے ساتھ ساتھ رکھتا ہے تاکہ غبارِ بشریت بھی ان کے دامن پاک پر ذرا سا دھبہ نہ لگا سکے"۔ (تنبیہ ثانی در حقیقتِ ولایت از منصب نبوت ص ۸، فارسی)

حق تعالیٰ نے قرآن کریم میں انبیائے کرام علیہم السلام کو مُرتضیٰ، مصطفین الاخیار اور عبادِ مخلصین فرمایا ہے:

آیت 5: وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ ○ اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ○ وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ○ وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ۭ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ○ (ص: ۴۵ تا ۴۸)

ترجمہ: اور ہمارے بندوں: حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کا ذکر کرو۔ بڑی قوتِ عمل رکھنے والے اور دیدہ ور لوگ تھے۔ ہم نے اُن کو ایک خالص صفت کی بنا پر برگزیدہ کیا تھا، اور وہ دارِ آخرت کی یاد تھی۔ یقیناً ہمارے ہاں ان کا شمار چنے ہوئے نیک اشخاص میں ہے۔ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت الیسع علیہ السلام اور حضرت ذوالکفل علیہ السلام کا ذکر کرو، یہ سب نیک لوگوں میں سے تھے۔

آیت 6: قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ○ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ○ (الحجر: ۳۹، ۴۰)

ترجمہ: شیطان بولا: "میرے رب! جیسا تُو نے مجھے بہکایا، اُسی طرح اب میں زمین میں اِن کے لیے دل فریبیاں پیدا کر کے ان سب کو بہکا دوں گا، سوائے تیرے ان بندوں کے جنہیں تو نے ان میں سے خالص کر لیا ہو"۔

- جس سے ہر لحاظ سے کامل طور پر ارتضاء، اصطفاء اور اخلاصِ کامل مراد ہے۔ مخلَص وہ ہے کہ جو خالص اللہ کا ہو، غیر اللہ کا اس میں شائبہ نہ ہو، یعنی مادۂ شیطانی سے مکمل پاک ہو۔ لہٰذا ضروری ہوا کہ نبی صغائر اور کبائر دونوں سے معصوم ہو۔ اس لیے کہ مادۂ شیطانیہ ہی صغائر اور کبائر کا منشا ہے۔

حق تعالیٰ کے اس ارشاد: اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (الجن: ۲۷) میں لفظ "مِنْ" بیانیہ ہے، اور لفظ "رَّسُوْلٍ" نکرہ لایا گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ ہر رسول کے لیے یہ ضروری

ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ اور برگزیدہ بندہ ہو، یعنی تمام اخلاق و عادات، افعال وملکات اور احوال ومقامات میں ہر لحاظ سے کامل طور پر حق تعالیٰ کا برگزیدہ اور پسندیدہ بندہ ہو، اور بلاشرکتِ غیرے خالص اللہ کا بندہ ہو۔ ظاہر ہے کہ ان آیات میں بعض وجوہ سے پسندیدگی مراد نہیں۔ اس لیے کہ بعض وجوہ سے تو ہر مسلمان اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ بندہ ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے اصطفاء، اجتباء اور ارتضاء سے ہر لحاظ سے کامل پسندیدگی اور برگزیدگی مراد ہے۔ ہر لحاظ سے پاک وصاف اور اللہ کا پسندیدہ اور بلاشرکتِ غیر خالص حق تعالیٰ کا بندہ وہی ہوسکتا ہے، جس کا ظاہر و باطن نفس اور شیطان کی بندگی اور اطاعت سے ہر لحاظ سے پاک ہو۔ اسی مادۂ معصیت سے کامل طہارت اور نزاہت کا نام **عصمت** ہے۔ اصطفاء اور ارتضاء باب افتعال کے مصدر ہیں جو اپنے لیے ہوتا ہے۔ اِکْتِیَال اور اِتِّزَان لیے کیل اور وزن کرنے کو کہتے ہیں۔ کیل اور وزن عام ہے خواہ اپنے لیے ہو، یا غیر کے لیے۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

آیت 7: ۔وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ○ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ○ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ○ (الْمُطَفِّفِيْنَ: ۱ تا ۳)

ترجمہ تباہی ہے ڈنڈی مارنے والوں کے لیے! (بُرا ہو ناپ تول میں کمی کرنے والوں کا)، جن کا حال یہ ہے کہ جب لوگوں سے لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں، اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں، تو انہیں گھاٹا دیتے ہیں۔

اپنے لیے کیل کرنے کو اکْتَالُوْا یعنی باب افتعال کے صیغہ سے تعبیر کیا گیا، دوسروں کے لیے تولنے کو كَالُوْهُمْ اور وَزَنُوْهُمْ ثلاثی مجرد سے تعبیر کیا گیا۔ پس اس قاعدہ لغویہ کی بنا پر اصطفاء اور ارتضاء کے معنی اپنے لیے پسندیدہ اور برگزیدہ بنانے کے ہیں، جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے:

آیت 8: ۔وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ ○ (طٰهٰ: ۴۱)

ترجمہ میں نے تجھ کو اپنے کام کا بنالیا ہے۔

پس عصمت کا ماحصل یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام تمام اخلاق وملکات، عادات وحالات، اقوال وافعال، عبادات ومعاملات میں سرتاپا پسندیدۂ خداوندی اور

برگزیدۂ ایزدی ہوتے ہیں، ظاہری اور باطنی لحاظ سے دخلِ شیطانی اور عوارضِ نفسانی سے پاک اور منزہ ہوتے ہیں۔ ایک لمحہ کے لیے بھی عنایتِ ربانی اور حمایتِ یزدانی سے علیحدہ نہیں ہوتے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی بے چون وچرا اطاعت فرض ہے۔ اُن کا ہر قول اور ہر فعل قابلِ قبول ہے۔ اُن کی اطاعت سے انحراف شقاوتِ ابدی اور خسرانِ دارین کا موجب ہے۔ حضراتِ انبیاء کرام علیہم السلام سے اگر کسی وقت بمقتضائے بشریت کوئی لغزش بطورِ سہو ونسیان صادر ہوجاتی ہے، تو وہ باہر سے آتی ہے، اندر سے نہیں آتی، جیسے آبِ گرم میں حرارت خارجی اثر سے آتی ہے۔ باقی پانی میں مادۂ حرارت کا نام ونشان نہیں۔ پانی کی طبیعت میں سوائے برودت کے کچھ بھی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پانی کتنا ہی گرم ہو، اگر آگ پر ڈال دیا جائے، تو آگ فوراً بجھ جاتی ہے۔ اسی طرح حضراتِ انبیائے کرام علیہم السلام کا باطن مادۂ معصیت (نفس وشیطان) سے بالکل پاک ہوتا ہے۔ البتہ کبھی خارجی اثر سے کوئی لغزش ہوجاتی ہے، لیکن فوراً ہی دستِ قدرت اُس باہر سے آئے ہوئے غبار کو چہرۂ عصمت سے صاف کر دیتا ہے، اور چہرۂ نبوت پہلے سے زیادہ صاف اور روشن ہوجاتا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں حق تعالیٰ کا ارشاد:

آیت 9: وَلَقَدۡ هَمَّتۡ بِهٖ ۖ وَهَمَّ بِهَا لَوۡلَاۤ اَنۡ رَّاٰ بُرۡهَانَ رَبِّهٖ ؕ كَذٰلِكَ لِنَصۡرِفَ عَنۡهُ السُّوۡٓءَ وَالۡفَحۡشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنۡ عِبَادِنَا الۡمُخۡلَصِيۡنَ ۝ (یوسف: ۲۴)

ترجمہ وہ اس کی طرف بڑھی اور یوسف علیہ السلام بھی اس کی طرف بڑھتا، اگر اپنے رب کی برہان نہ دیکھ لیتا۔ (اللہ تعالیٰ کا معاملہ اپنے خالص بندوں کے ساتھ) ایسا ہی ہوتا ہے، تاکہ ہم اس (یوسف علیہ السلام) سے بدی اور بے حیائی (یعنی صغیرہ اور کبیرہ گناہوں) کو دور کردیں، درحقیقت وہ ہمارے مخلص چنے ہوئے بندوں میں سے ہے۔

اسی طرف مشیر ہے، کیونکہ اس آیت میں حق تعالیٰ نے یہ فرمایا: ''ہمارا ارادہ یہ تھا کہ سوء اور فحشاء کو حضرت یوسف علیہ السلام سے دور رکھیں۔ یہ نہیں فرمایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو سوء اور فحشاء سے دور رکھیں۔ پھیرنا اور ہٹانا اور دور رکھنا اس کے حق میں ہوتا ہے جو آنا

چاہتا ہو، معلوم ہوا کہ سوء اور فحشاء حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف آنا چاہتا تھا، جس کو حق تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف آنے سے روک دیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام ادھر جانا نہیں چاہتے تھے۔ معاذ اللہ! اگر حضرت یوسف علیہ السلام کا میلان سوء اور فحشاء کی طرف ہوتا، تو حق تعالیٰ اس طرح فرماتے:

كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَهُ عَنِ السُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ

یعنی ہم نے حضرت یوسف علیہ السلام کو سوء اور فحشاء سے روکا اور بچایا۔

معلوم ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام تو سوء اور فحشاء سے بھاگ رہے تھے مگر سوء اور فحشاء اُن کے پیچھے لگا ہوا تھا جس کو دھکے دے دیئے، اور حضرت یوسف علیہ السلام کو بالکل بچا لیا، کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام تو خالص اللہ تعالیٰ کے بندے تھے۔ اُن کا قلب مادۂ معصیت، سوء اور فحشاء سے بالکلیہ پاک تھا۔ زلیخا کی طرف سے یہ سوء اور فحشاء چلا، مگر حق تعالیٰ کی رحمت اور عنایت نے اس کو اللہ کے مخلص اور برگزیدہ بندہ تک پہنچنے تک نہ دیا۔

غرض یہ کہ خارجی اثر کی بنا پر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سے بطریقِ سہو و نسیان جو لغزش ہو جاتی ہے، تو محض صورت کے اعتبار سے اس پر عصیان یا معصیت کا اطلاق ہو جاتا ہے، یا اُن کے مقامِ عالی اور مرتبہ عُلیا کے لحاظ سے اُس کو عصیان کہہ دیا جاتا ہے۔

1 معصیت کے معنی

معصیت (گناہ) مطلق مخالفتِ حکم کا نام نہیں، بلکہ معصیت اُس مخالفت کو کہتے ہیں جو عمداً اور قصداً ہو، اور بوجۂ نسیان اور غلطی نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ موقع عذر میں یوں کہا کرتے ہیں کہ میں بھول گیا تھا، یا میں سمجھا نہ تھا۔ اگر باوجود نسیان اور غلط فہمی کے بھی کسی مخالفت کو معصیت، گناہ اور جرم کہا جائے، تو پھر موقع عذر میں یہ کہنا کہ میں بھول گیا تھا، سراسر لغو ہو گا۔

معلوم ہوا کہ مطلق مخالفت کا نام معصیت نہیں بلکہ معصیت اُس مخالفت کو کہتے ہیں جو عمداً ہو، اور جو مخالفت سہو اور نسیان کی بنا پر ظہور میں آئے، یا بتقاضائے عظمت یا بتقاضائے محبت

کوئی مخالفت سرزد ہو جائے، تو اس کو معصیت اور گناہ نہیں کہتے، بلکہ اس کو ''زَلّت'' اور لغزش کہتے ہیں، جیسے کوئی مخدوم اپنے کسی چھوٹے کو سرہانے بیٹھنے کو کہے، اور وہ اس کے کہنے کو نہ مانے، تو یہ سرکشی اور معصیت نہیں، بلکہ عین ادب اور دلیلِ اطاعت ہے۔ صلح حدیبیہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا لفظِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مٹا دینے سے انکار کر دینا اسی قبیل سے تھا۔

حضرت آدم علیہ السلام کا گندم کھا لینا بھول چوک کی بنا پر تھا، جیسا کہ قرآنِ کریم میں ہے:

آیت 10:۔ وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ○ (طٰهٰ:۱۱۵)

ترجمہ: ہم نے اس سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کو ایک حکم دیا تھا مگر وہ بھول گئے اور ہم نے اُس میں عزم نہ پایا۔

حضرت آدم علیہ السلام کو حق تعالیٰ کی ممانعت:

آیت 11:۔ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ○ (البقرۃ:۳۵)

ترجمہ: اور اِس درخت کا رُخ نہ کرنا، ورنہ ظالموں میں شمار ہو گے۔

کو بھی بھول گئے۔ شیطان کی عداوت سے بھی ذہول ہو گیا۔ حق تعالیٰ کا یہ ارشاد:

آیت 12:۔ فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ○ (طٰهٰ:۱۱۷)

ترجمہ: اس پر ہم نے حضرت آدم علیہ السلام سے کہا: ''دیکھو، یہ تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے، ایسا نہ ہو کہ یہ تمہیں جنت سے نکلوا دے اور تم مصیبت میں پڑ جاؤ''۔

بھی یاد نہ رہا۔ سو یہ ماجرا بھولے سے ہو گیا۔ بھول چوک کو گناہ اور جرم قرار دینا سراسر غلط ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام دونوں جنت پر شیدا اور فریفتہ تھے۔ اس لیے ابلیس کی قسم سے دھوکہ میں آ گئے اور یہ سمجھے کہ اللہ کا نام لے کر کوئی جھوٹ نہیں بول سکتا۔ نیز حضرت آدم علیہ السلام کا گندم کو کھا لینا بتقاضائے محبتِ خداوندی تھا۔ خلود اور قربِ خداوندی کے شوق میں تھا، جیسا کہ:

آیت 13:۔ وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ○ (الاعراف:۲۰)

ترجمہ اس نے ان سے کہا: ''تمہارے رب نے تمہیں جو اس درخت سے روکا ہے اس کی وجہ اِس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ، یا تمہیں ہیشگی کی زندگی حاصل نہ ہو جائے''۔

اس پر دلالت کرتا ہے۔ نیز بتقاضائے عظمت بھی تھا۔ اس لیے کہ جب شیطان نے یہ قسم کھائی:

آیت 14: ۔وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ○ (الاعراف: ۲۱)

ترجمہ اور اس نے قسم کھا کر ان سے کہا کہ میں تمہارا سچا خیر خواہ ہوں۔

توحضرت آدم علیہ السلام کو یہ شبہ بھی نہیں ہوا کہ اللہ کا نام لے کر کوئی جھوٹ بولے گا۔ وہ یہ سمجھے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی جھوٹی قسم نہیں کھا سکتا۔ پس معلوم ہو گیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کا یہ فعل بارادۂ مخالفت نہ تھا، اور نہ بتقاضائے ہوائے نفسانی تھا، بلکہ بتقاضائے محبت وعظمتِ خداوندی تھا۔ لہٰذا اس کو معصیت اور گناہ نہیں کہا جائے گا، بلکہ یہ کہا جائے گا کہ زلّت اور لغزش کی قسم میں سے ہے، یعنی ارادہ تو اطاعت اور قربِ خداوندی کا تھا مگر دشمن نے ایسا دھوکہ دیا کہ قدم پھسل کر دوسری جانب جا پڑا۔ اسی کو لغزش کہتے ہیں۔

آیت 15: ۔فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ (الاعراف: ۲۲)

ترجمہ اس طرح دھوکا دے کر وہ ان دونوں کو رفتہ رفتہ اپنے ڈھب پر لے آیا۔

اور

آیت 16: ۔فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۠ (البقرۃ: ۳۶)

ترجمہ آخر کار شیطان نے ان دونوں کو اُس درخت کی ترغیب دے کر ہمارے حکم کی پیروی سے ہٹا دیا اور انہیں اُس حالت سے نکلوا کر چھوڑا جس میں وہ تھے۔

میں اسی طرف اشارہ ہے کہ یہ لغزش تھی جو بھولے سے ہو گئی، ارداہ نافرمانی کا نہ تھا۔

پس جن آیاتِ قرآنیہ میں اس فعل پر معصیت کا اطلاق کیا گیا ہے، وہ محض ظاہر اور صورت کے اعتبار سے ہے، حقیقت کے اعتبار سے نہیں، یا ان کے مقامِ بلند اور رتبۂ عالیہ کی نسبت سے اس کا نام عصیان رکھا گیا۔

(مباحثۂ شاہ جہان پور، ص ۴۷، ۴۸۔ المؤلف: حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۹۷ھ)

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے حق میں ترک اَوْلیٰ ایسا ہے جیسا کہ دوسروں کے حق میں خطا۔

(خیالی حاشیہ شرح عقائد، ص ۲۶۱۔ المؤلف: عبد الحکیم بن شمس الدین سیالکوٹی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۰۷۰ھ)

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی خطا کے یہ معنی ہیں کہ افضل اور اَوْلیٰ سے چوک گئے اور بھولے سے غیر اَوْلیٰ اور غیر افضل کے مرتکب ہوئے۔ دوسروں کی خطا کے یہ معنی ہیں کہ حق اور ہدایت سے چوک گئے اور باطل اور ضلالت میں مبتلا ہو گئے۔ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام باجماعِ اُمت ایسی خطا سے معصوم ہیں۔ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی خطاء اجتہادی کے یہ معنی ہیں کہ کسی وقت بھول چوک سے اَوْلیٰ وافضل کے بجائے خلافِ اولیٰ امر ان سے صادر ہو جاتا ہے، اور بجائے عزیمت کے رخصت پر عمل کر لیتے ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کی زَلت اور لغزش کو اسی معنی پر محمول کرنا چاہیے۔ یہ معلوم رہنا چاہیے کہ اگر بالفرض والتقدیر انبیائے کرام علیہم السلام (معاذ اللہ) ہماری طرح اسیرِ حرص و شہوت ہوتے، تو اللہ تعالیٰ ہم پر ان کی بے چون وچرا اطاعت اور متابعت فرض نہ کرتا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو خلاصۂ موجودات اور زبدۂ کائنات ہیں، ان کو انبیائے کرام علیہم السلام کی اقتداء کا حکم نہ دیتا، اور یہ ارشاد نہ فرماتا:

آیت 17:۔ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ (الانعام: ۹۰)

ترجمہ اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وہی لوگ اللہ کی طرف سے ہدایت یافتہ تھے، انہی کے راستہ پر تم چلو۔

حضرت امام ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”نظر اور فکر کا اقتضاء یہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے حق میں عصمت کا اعتقاد، ملائکہ علیہم السلام کی عصمت کے اعتقاد سے زیادہ مؤکد اور اہم ہو، اس لیے کہ لوگ انبیائے کرام علیہم السلام کی اتباع اور متابعت پر مامور ہیں، اور ملائکہ علیہم السلام کی اطاعت پر مامور نہیں۔

(المعتمد فی المعتقد، ص ۷۳۔ المؤلف: فضل اللہ بن حسن بن حسین بن یوسف أبو

عبد اللہ شہاب الدین التُّورِپشتی رحمہ اللہ (المتوفی: ۶۶۱ھ)

8.4:۔ مسئلۂ عصمت میں غور وخوض کے لیے سب سے اہم نقطہ انبیائے کرام علیہم السلام کی صفات وملکات سے بحث ہے

عصمتِ انبیائے کرام علیہم السلام کی بحث میں سب سے پہلے ان کے جوہرِ فطرت، ان کی تربیت، ان کی صفات و ملکات، ان کی بعثت کی غایت وغرض، ان کے منصب کی اہمیت سے، پھر ان کے طریقِ تعلیم سے، اور جو اس کے اثرات خود اُن کی ذات، ان کے ہم جلیسوں اور اُن کے تمام ماحول پر، پھر ان کی تمام اُمت پر نمایاں ہوتے چلے آئے ہیں، ان سب سے بحث کی جائے۔ اگر یہ تمام اُمور اُن کے حق میں طے ہو جاتے ہیں، تو پھر ان کی معصومیت کا عقیدہ واقعات کی روشنی میں ایک بدیہی مسئلہ ہو جانا چاہیے۔ اس تفصیلی نظر کے بعد جب آپ ان آیات کی طرف نظر اُٹھائیں گے، تو یقیناً آپ کا فیصلہ بدل جائے گا، اور جو آیات پہلے آپ کو اس مسئلہ کے خلاف نظر آ رہی تھیں، اب وہی اس مسئلہ کا سب سے بڑا ثبوت نظر آنے لگیں گی۔ یہاں براہِ راست صرف ان خطاباتِ الٰہیہ پر فیصلہ کر ڈالنا جن کے لب ولہجہ میں حالات و مخاطب کی رعایت سے گرمی ونرمی پیدا ہو جانی فصاحت و بلاغت کا ایک عام باب ہے، مناسب نہیں ہے۔ یہاں نہ تو صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں صرف ''روح اللہ'' اور ''کلمۃ اللہ'' کی نسبت سے کوئی نیا مقام تراش لینا درست ہے، اور اسی طرح نہ حق تعالیٰ کے اپنے مخصوص بندوں کے ساتھ کسی عتاب آمیز لہجہ سے ان کے خلاف کوئی اصولی نتیجہ نکال لینا صحیح ہے۔

اس حقیقت کے اصولاً تسلیم کر لینے کے بعد اگر اوراقِ نقل میں کوئی جزئی واقعہ ایسا ملتا بھی ہو، جو ایک ثابت شدہ حقیقت کے خلاف نظر آئے، تو کسی عاقل کے لیے بھی محض ایک مشتبہ یا مجمل اور شاذ واقعہ کی بنیاد پر اس قطعی فیصلہ کو رد کر دینا جائز نہیں ہو سکتا۔ آج بھی تاریخ کے اصولی فیصلے جزئی واقعات کی بنا پر کبھی قابلِ ترمیم تصور نہیں کیے

جاتے، بلکہ ان واقعات ہی کے لیے وجوہ واسباب تلاش کیے جاتے ہیں تاکہ ان کو اصولی تحقیق سے کوئی ٹکراؤ باقی نہ رہے۔ اس لیے یہاں بھی بحث ونظر کا یہی طریقہ قائم رکھنا چاہیے۔

لہٰذا اگر مفسرین ومحدثین رحمہم اللہ نے اس جگہ کچھ جزئی واقعات کی توجیہات بیان فرمائی ہیں، تو ان کو صرف ان کے حسنِ ظن کا نتیجہ سمجھ لینا صحیح نہیں، بلکہ وہ بھی اسی اصولی حقیقت پر مبنی ہیں۔ پھر جیسا اس قسم کے مقامات میں گفتگو کرتے کرتے قریب وبعید ہر قسم کے احتمالات زیرِ بحث آجاتے ہیں، وہ یہاں بھی آگئے ہیں۔ ادھر جب علمائے اسلام کو اعدائے اسلام کے ساتھ بحثوں کی نوبتیں آئیں، تو بحث وجدل کے میدان میں پڑ کر ایک معقول سے معقول بات بھی جس طرح محلِ بحث بن جایا کرتی ہے، یہ مسئلہ بھی نظری اور محلِ بحث بن گیا ہے۔

افسوس ہے کہ گزشتہ اقوام واُمم نے اپنی نااہلیت کی بدولت اپنے اپنے انبیاء علیہم السلام کی کوئی ایسی مستند تاریخ ہمارے سامنے نہیں چھوڑی جو کسی بنیادی مسئلہ کے فیصلے کے لیے قابلِ اعتماد بنتی۔ اُن کی سیرت کے جو گنے چنے واقعات ہمارے ہاتھوں میں موجود ہیں، ان میں قابلِ اعتماد حصہ صرف اتنا ہی ہے جو کسی تقریب سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمادیا ہے اور بس۔ اس لیے اب ہمیں صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی حیاتِ طیبہ پر غور کرنا ہے۔ کیونکہ بلحاظِ نبوت و رسالت یہ تمام جماعت ایک ہی جماعت تھی۔ نبوت کے لوازم سب میں یکساں تھے، فرق جو کچھ تھا وہ فضائل وکمالات میں تھا۔ قرآن مجید نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاملہ میں جابجا بیان کا یہی نہج اختیار کیا ہے۔ جب کبھی کفار نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت پر اعتراض کیا، یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پر حملے کیے، یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ناجائز فرمائشیں شروع کیں، یا ایک موقع پر خود مسلمانوں کی جماعت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کی خبر سے ضرورت سے زیادہ دل شکستہ ہونے لگی، تو ان سے یہی ایک بات کہی گئی ہے کہ یہ سُنّت سب رسولوں کی سنت ہے جو پہلے بھی سب پر جاری ہوتی چلی آئی ہے۔ لہٰذا اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوپر بھی جاری ہوتی ہے تو تعجب کیوں ہے؟ چنانچہ ارشاد ہے:

آیت 18:۔ مَا یُقَالُ لَکَ اِلَّا مَا قَدْ قِیْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِکَ ؕ (حٰمٓ سجدۃ: ۴۳)

ترجمہ (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم!) تم کو جو کچھ کہا جا رہا ہے اس میں کوئی چیز بھی ایسی نہیں ہے جو تم سے پہلے گزرے ہوئے رسولوں کو نہ کہی جا چکی ہو۔

اسی طرح مسلمانوں کی تسلی کے لیے بھی یہی فرمایا:

آیت 19:۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْــًٔا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ○ (آل عمران: ۱۴۴)

ترجمہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسول ہیں، اُن سے پہلے اور رسول بھی گزر چکے ہیں، پھر کیا اگر وہ وفات پا جائیں یا شہید کر دیے جائیں تو تم لوگ اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ یاد رکھو! جو الٹا پھرے گا وہ اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا، البتہ جو اللہ کے شکر گزار بندے بن کر رہیں گے انہیں وہ اس کی جزا دے گا۔

☐ قرآن کریم کے اس طرز سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام میں نفسِ نبوت و رسالت کے جو لوازم تھے، وہ سب میں یکساں تھے۔ اس لیے اگر ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری پوری معصومیت کا ثبوت ملتا ہے، تو پھر جملہ انبیاء علیہم السلام کے حق میں بھی یہی ناطق فیصلہ سمجھا جائے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ نبوت اور عصمت ایک ہی حقیقت کے دو اعتبارات سے دو نام ہیں، یعنی جو معصوم ہے وہ صرف نبی ہی کی ایک ذات ہے اور جو نبی ہے وہ یقیناً معصوم بھی ہے، کیوں؟ اس لیے کہ نبوت کسب و ریاضات سے بتدریج حاصل ہونے والی نعمتوں میں سے نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو یہ ممکن تھا کہ نقص سے کمال تک کی راہ طے کرنے میں معصیتوں کی ٹھوکریں لگ جائیں، لیکن جہاں کسب و اکتساب کا ذرا دخل نہ ہو، اور معاملہ براہِ راست اللہ تعالیٰ کے اجتباء و اصطفاء کا آ جائے، پھر وہاں کسی ٹھوکر کا احتمال کیا ممکن؟ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''از رفتن تا بردن فرق ظاہر است''

ترجمہ خود چلنے میں اور کسی دوسرے کے لیے چلنے میں بڑا فرق ہوتا ہے۔

صفتِ اجتباء و اصطفاء کے تحت وہ خود نہیں چلتے کہ بشری ضعف ان کے لیے ٹھوکر کا باعث بن جائے۔ یہاں ان کو بچا بچا کر خود قدرت لے چلتی ہے۔ ارشاد ہے:

آیت 20:۔ اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ○
(الحج:۷۵)

ترجمہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ (اپنے فرامین کی ترسیل کے لیے) ملائکہ میں سے بھی پیغام رساں منتخب کرتا ہے اور انسانوں میں سے بھی۔ وہ سمیع اور بصیر ہے۔

آیت 21:۔ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ○
(الطور:۴۸)

ترجمہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! اپنے رب کا فیصلہ آنے تک صبر کیجیے، تم ہماری نگاہ میں ہو۔ تم جب اُٹھیں تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرو۔

آیت 22:۔ وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـــًٔا قَلِيْلًا ○
(بنی اسرائیل:۷۴)

ترجمہ اور بعید نہ تھا کہ اگر ہم تمہیں مضبوط نہ رکھتے تو تم ان کی طرف کچھ نہ کچھ جھک جاتے۔

حدیث 1:۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ كَرَامَةَ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، حَدَّثَنِي شَرِيكُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ اللهَ قَالَ: مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ، وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ، وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ، فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ: كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ، وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ، وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا، وَإِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ، وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ، وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَيْءٍ أَنَا فَاعِلُهُ تَرَدُّدِي عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ، يَكْرَهُ الْمَوْتَ وَأَنَا أَكْرَهُ مَسَاءَتَهُ".

(بخاری رقم 6502؛ حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء ج ا ص ۴؛ شرح السنۃ بغوی رقم 1247؛ معجم ابن عساکر رقم 1438؛ ابن حبان رقم 347؛ الصحیحۃ: رقم 1640؛ مسند احمد رقم

26193 عن عائشہ)

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی، میری طرف سے اس کو اعلان جنگ ہے۔ میرا بندہ میرا تقرب کسی اور عمل سے جو مجھے پسند ہو، اتنا حاصل نہیں کرتا، جتنا کہ اس عمل سے جو میں نے اس پر فرض کیا ہے۔ میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میرے قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ جب میں اس سے محبت کرتا ہوں، تو اس کا وہ کان ہو جاتا ہوں، جس سے وہ سنتا ہے، اور اس کی وہ آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اور وہ ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ کام کرتا ہے۔ اور وہ پاؤں جن سے وہ چلتا ہے۔ اب اگر وہ مجھ سے کوئی سوال کرے گا، تو میں اسے دوں گا۔ اور اگر میری پناہ میں آنا چاہے گا، تو میں اپنی پناہ میں لے لوں گا، اور مجھے کسی کام کے کرنے میں جو مجھے کرنا ہے، اتنا تردد نہیں ہوتا جتنا کہ مؤمن کی روح قبض کرنے میں اسے موت پسند نہیں ہوتی، اور مجھے اس کا دل گیر ہونا گوارا نہیں ہوتا، اور موت اس کے لیے ناگزیر ہوتی ہے''۔

یعنی بندہ عباداتِ نافلہ کرتے کرتے آخر اس بلند مقام تک جا پہنچتا ہے، جہاں رضائے الٰہی میں وہ اس طرح گم ہو کر رہ جاتا ہے کہ پھر نہ خود اس کی کوئی ہستی باقی رہتی ہے، اور نہ اس کے اعمال کی، بلکہ وہ سب براہِ راست اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہونے لگتے ہیں۔ وہ سنتا ہے اور دیکھتا ہے تو صرف وہی جو اللہ تعالیٰ کی نظر میں پسندیدہ ہو، اور ہاتھ بڑھاتا اور قدم اُٹھاتا ہے تو صرف اسی طرف جدھر حق تعالیٰ کی مرضی ہوتی ہے۔ اب سوچیئے کہ اس کی اس طرح گم شدگی کے بعد اس کے اعضاء و جوارح میں کیا کسی معصیت کے لیے حرکت کرنے کی مجال باقی رہ سکتی ہے؟!! جب اس کے اعضاء مرضیاتِ ایزدی کے اس طرح منقاد و مطیع بن جائیں، تو اس کے اعمال میں کیا کسی ادنیٰ سی معصیت، وہ بھی ارادی معصیت، کا احتمال پیدا ہو سکتا ہے۔ جب ان افراد کا حال یہ ہو، جن کے کمالات کسب و اکتساب کا ثمرہ ہوتے ہیں، تو پھر ان اولوالعزم ہستیوں کی عصمت کا پوچھنا کیا ہے جن کو یہ نعمت صفتِ اجتباء و اصطفاء کی بدولت روزِ

اوّل ہی سے میسر ہو۔ جن کی عصمت کے اندازہ کرنے کے لیے اتنا کافی ہے کہ جو ان کے نقشِ قدم پر چل پڑا، اس کے اعضاء بھی خدائی معصیت کے لیے شل ہو گئے۔

انبیاء علیہم السلام کی اس اجتبائی صفت کا نظارہ کرنے کے لیے صوفیاء کرام رحمہم اللہ اور اُن سے پہلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اعمال پر نظر ڈال لینا چاہیے۔

انبیاء علیہم السلام اور رسولوں کی خلقت ہی عام انسانوں سے الگ ہوتی ہے۔ ان کی تربیت کا طریقہ بھی سب سے الگ ہوتا ہے۔ ان کی طفولیت، ان کا شباب بھی الگ، ان کا تجرد اور ان کی حیاتِ ازدواجی بھی الگ، ان کا رضا و غضب اور جِدّ و ہزل بھی سب سے الگ، ان کی عبادت بھی سب سے الگ ہوتی ہے۔ ان کا توبہ واستغفار بھی سب سے الگ، ان کا ثواب بھی سب سے الگ ہوتا ہے اور ان سے مؤاخذہ بھی سب سے الگ۔ یہ سب کچھ اس لیے کہ نظرِ ربوبیت شروع ہی سے خود ایک الگ نوع کی طرح ان کو پیدا فرماتی ہے، اور پھر اپنی رسالت کے لیے خود ہی ان کا انتخاب فرماتی ہے:

آیت 23: وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ۗ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ۗ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ (القصص:٦٨)

ترجمہ: تیرا رب پیدا کرتا ہے جو کچھ چاہتا ہے اور (وہ خود ہی اپنے کام کے لیے جسے چاہتا ہے) منتخب کر لیتا ہے، یہ انتخاب ان لوگوں کے کرنے کا کام نہیں ہے۔ اللہ پاک ہے اور بہت بالاتر ہے اُس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔

آیت 24: وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ○ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ۗ (الزخرف:۳۱،۳۲)

ترجمہ: کہتے ہیں: ''یہ قرآن دونوں شہروں کے بڑے آدمیوں میں سے کسی پر کیوں نہ نازل کیا گیا؟''۔ کیا تیرے رب کی رحمت یہ لوگ تقسیم کرتے ہیں؟

اور یہ انتخاب وہ خود اس لیے کرتی ہے کہ اس منصبِ جلیل کی صلاحیتوں کو اس کے سوا کوئی دوسرا پا ہی نہیں سکتا۔

آیت 25: وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ۘ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ۗ (الانعام:۱۲۴)

ترجمہ جب ان کے سامنے کوئی آیت آتی ہے تو وہ کہتے ہیں: ''ہم نہ مانیں گے جب تک کہ وہ چیز خود ہم کو نہ دی جائے جو اللہ کے رسولوں کو دی گئی ہے''۔ اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے کہ اپنی پیغامبری کا کام کس سے لے، اور کس طرح لے۔

8.5:۔ متعلقاتِ عصمت

حضرت امام رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: عصمت کا تعلق چار چیزوں سے ہے:

۱ عقائد

۲ تبلیغِ احکام

۳ فتویٰ اور اجتہادات

۴ افعال، عادات اور سیرت و کردار

أَحَدُهَا: مَا يَقَعُ فِي بَابِ الِاعْتِقَادِ، وَثَانِيهَا: مَا يَقَعُ فِي بَابِ التَّبْلِيغِ، وَثَالِثُهَا: مَا يَقَعُ فِي بَابِ الْأَحْكَامِ وَالْفُتْيَا، وَرَابِعُهَا: مَا يَقَعُ فِي أَفْعَالِهِمْ وَسِيرَتِهِمْ..(مفاتیح الغیب = التفسیر الکبیر، ج ۳ ص ۴۵۵)

1 عقائد

عقائد کے متعلق اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام ابتدا ہی سے توحید اور ایمان پر پیدا ہوتے ہیں۔ جب سے پیدا ہوتے ہیں، اسی وقت سے ان کے قلوب کفر و شرک سے پاک اور منزہ اور ایقان و عرفان سے لبریز ہوتے ہیں۔ اُن کے مبارک چہرے معرفت اور قربِ الٰہی کے انوار و تجلیات سے ہر وقت جگمگاتے رہتے ہیں۔ آج تک کسی تاریخ سے ثابت نہیں ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی نبوت و رسالت کے لیے کسی وقت بھی ایسے شخص کو منتخب فرمایا ہو، جو اس عظیم الشان منصب کی سرفرازی سے پہلے کفر اور شرک کی نجاست میں ملوث اور آلودہ ہو چکا ہو۔ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔ حق تعالیٰ کا یہ ارشاد:

آیت 26:۔ وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ ○ (الانبیاء:۵۱)

ترجمہ اس سے بھی پہلے ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اُس کی ہوش مندی بخشی تھی اور ہم اُس کو خوب جانتے تھے۔

اسی طرف مشیر معلوم ہوتا ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اگرچہ قبل از بعثت نبی نہیں ہوتے، مگر اللہ کے ولی اور مقرب ضرور ہوتے ہیں۔ ایسے ولی اور مقرب ہوتے ہیں کہ دوسرے اولیاء اور مقربین کی ولایت اور قرب کو ان کی ولایت اور قرب کے ساتھ وہ نسبت بھی نہیں ہوتی کہ جو قطرہ کو دریائے عظیم کے ساتھ ہوتی ہے۔ اس لیے اُمت محمدیہ کے تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے دلوں میں کفر اور گمراہی کا اعتقاد ناممکن اور محال ہے۔

2 تبلیغِ احکام

تمام اُمتِ محمدیہ کا اتفاق ہے کہ احکامِ الٰہیہ کی تبلیغ میں انبیاء کرام علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں۔ تبلیغ کے بارے میں اُن سے نہ قصداً کوئی غلطی ہو سکتی ہے، نہ سہواً۔ تبلیغ کے بارہ میں جھوٹ اور تحریف سے کامل طور پر پاک، معصوم اور منزہ ہوتے ہیں۔ کسی طور اور کسی صورت سے کذب اور تحریف کا اُن سے سرزد ہونا محال ہے۔ تندرست ہوں یا مریض، خوش ہوں یا ناراض، کوئی حالت ہو، مگر یہ ناممکن ہے کہ وحیِ الٰہی کے پہنچانے میں اُن سے کسی قسم کی سہواً یا عمداً کوئی غلطی ہو جائے، ورنہ پھر وحیِ الٰہی وثوق اور اطمینان کی کوئی صورت نہ رہے گی، اور نبی کی تبلیغ سے وثوق اور اعتماد بالکل جاتا رہے گا۔ یہی وجہ ہے کہ نزولِ وحی کے وقت فرشتوں کا پہرہ ہوتا ہے تا کہ وحیِ الٰہی شیطان وغیرہ کی مداخلت سے مکمل طور پر محفوظ رہے۔

آیت 27: عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ۝ لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ۝ (الجن: ۲۶ تا ۲۸)

ترجمہ وہ عالم الغیب ہے، اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ سوائے اُس رسول کے جسے اُس نے پسند کر لیا ہو، تو اس کے آگے اور پیچھے وہ محافظ لگا دیتا ہے، تا کہ وہ جان لے کہ

انہوں نے اپنے ربّ کے پیغامات پہنچادیے، اور وہ اُن کے پورے ماحول کا احاطہ کیے ہوئے ہے، اور ایک ایک چیز کو اس نے گن رکھا ہے۔

3 فتویٰ اور اجتہادات

فتویٰ اور اجتہاد کے متعلق علمائے اسلام کا مسلک یہ ہے کہ انتظارِ وحی کے بعد انبیائے کرام علیہم السلام کبھی کبھی امورِ غیر منصوصہ میں اجتہاد فرماتے ہیں۔ اگر کسی وقت کوئی اجتہادی خطا ہو جاتی ہے، تو فوراً وحی کے ذریعہ سے متنبہ کر دیئے جاتے ہیں۔ یہ ناممکن ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام سے کوئی اجتہادی خطا واقع ہو، اور من جانب اللہ ان کو مطلع نہ کیا جائے۔

4 افعال، عادات اور سیرت و کردار

ان کے متعلق اہل السنت والجماعت کا مسلک یہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کبائر سے تو بالکلیہ پاک ہوتے ہیں۔ البتہ صغائر یعنی خلافِ اولیٰ امور کبھی کبھی سہو اور نسیان سے ان سے صادر ہو جاتے ہیں۔ ظاہری طور پر وہ معصیت معلوم ہوتے ہیں، لیکن حقیقت میں اُن سے کسی شرعی حکم کی تشریع مقصود ہوتی ہے۔ مثلاً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ظہر یا عصر کی نماز میں سہو کا پیش آنا بظاہر غفلت معلوم ہوتا ہے، مگر حقیقت میں سجدۂ سہو کا حکم بتلانا مقصود تھا۔ اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں سہو پیش نہ آتا، تو اُمّت کو سجدۂ سہو کا حکم کیسے معلوم ہوتا؟ اگر لیلۃ التعریس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز فوت نہ ہوتی، تو فوت شدہ نمازوں کی قضا کا مسئلہ کیسے معلوم ہوتا؟ اس اعتبار سے یہ سہو اور نسیان عین رأفت اور عین رحمت ہے۔

8.6: عصمتِ انبیاء کرام علیہم السلام کے عقلی دلائل

دلیل 1 انبیاء علیہم السلام اللہ تعالی کے شاہی دربار کے سفراء ہوتے ہیں جو اللہ تعالی کے مرضیات کی لوگوں کو نشاندہی کرتے ہیں۔ سفراء کے متعلق قانون یہ ہے کہ قانون کو اچھی طرح

سمجھیں گے، بادشاہ کا ان پر مکمل اعتماد ہوگا، غدار، خائن، باغی کبھی بادشاہ کا سفیر نہیں بن سکتا۔ وفادار، خیر خواہ اور قوانین کے علم بردار کو سفیر بنا کر بھیجا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے دربار کا شاہی سفیر ضرور وفادار، قوانین الٰہی اور مرضیات الٰہی کا خوب جاننے والا ہو گا۔ ان کا ظاہر و باطن اللہ کا پسندیدہ ہوتا ہے، وہ سو فیصد مخلص، مطیع اور منقاد ہوتا ہے۔ یہ ایک مسلمہ قانون ہے کہ ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ کسی شخص پر اللہ تعالیٰ خیر خواہی کا اعتماد کریں اور وہ بدخواہ اور غدار نکلے۔ ان کے علاوہ قرآن کی کئی آیتیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام گناہوں سے معصوم ہیں۔

دلیل 2 معمولی باتوں پر انبیاء علیہم السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تنبیہات اور مناقشے اس پر دلالت کرتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں۔ مباح امور میں اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ مناقشہ کیا ہے اور مباح امور پر کسی کے ساتھ مناقشہ کرنا کمال خصوصیت اور کمال قرب کی دلیل ہوتی ہے۔ اس کو سمجھنے کے لیے ایک مثال ملاحظہ فرمائیں کہ اپنی اولاد کی صحیح تربیت کے لیے کیسے ایک مشفق اور مربی باپ معمولی معمولی باتوں پر گرفت کرتا ہے، کبھی غصہ اور کبھی ڈانٹ پلاتا ہے۔ اس کے مقابلے میں کسی اور کا بچہ بڑے بڑے جرائم کرتا ہے، لیکن یہ آدمی اس پر طیش میں نہیں آتا۔ اس لیے کہ اولاد قریب اور محبوب ہوتی ہے دوسروں کی اولاد قریب اور محبوب نہیں ہوتی۔

8.7:۔ عصمتِ انبیاء کرام علیہم السلام کے نقلی دلائل

دلیل 1 ارشاد باری تعالیٰ ہے:

آیت 28:۔ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ (النساء:۸۰)

ترجمہ جس نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے دراصل اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔

آیت 29:۔ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ (آل عمران:۱۳۲)

ترجمہ اور اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو، توقع ہے کہ تم پر رحم کیا جائے گا۔

پہلی آیت میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ہی اطاعت قرار دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ غیر معصوم کی اطاعت کو عین اطاعتِ خداوندی نہیں کہا جا سکتا۔

اطاعتِ رسول اور اطاعتِ خداوندی میں اتحاد اور عینیت جب ہی ممکن ہے جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ کی معصیت کے شائبہ سے کامل طور پر پاک ہو، اور تاکید وتحقیق کے لیے کلمہ ''قَدْ'' کا اضافہ فرمایا، تاکہ کوئی شخص اطاعت حق تعالیٰ اور اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں کسی قسم کی تفریق نہ قائم کرے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

آیت 30:۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا○ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا○ (النساء: ١٥٠، ١٥١)

ترجمہ: جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں سے کفر کرتے ہیں، اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق کریں، اور کہتے ہیں کہ ہم کسی کو مانیں گے اور کسی کو نہ مانیں گے، اور کفر وایمان کے بیچ میں ایک راہ نکالنے کا ارادہ رکھتے ہیں، وہ سب پکے کافر ہیں اور ایسے کافروں کے لیے ہم نے وہ سزا مہیا کر رکھی ہے جو انہیں ذلیل وخوار کردینے والی ہوگی۔

دوسری آیت میں مطلقاً اطاعت کا حکم دیا ہے، اور اس پر رحمت کا وعدہ فرمایا ہے۔ ظاہر ہے کہ غیر معصوم شخص کی اطاعت کا علی الاطلاق کسی طرح حکم نہیں دیا جاسکتا۔ اسی وجہ سے کہ خلفاء اور امراء معصوم نہیں، علی الاطلاق ان کی اطاعت کا حکم نہیں دیا گیا، بلکہ ان کی اطاعت کا یہ معیار مقرر رہا۔

حدیث 2:۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، أَخْبَرَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "السَّمْعُ، وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ فِيمَا أَحَبَّ أَوْ كَرِهَ إِلَّا أَنْ يُؤْمَرَ بِمَعْصِيَةٍ، فَإِنْ أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ".

(صحیح علی شرط الشیخین: مسند أحمد رقم 4668، 6278؛ بخاری رقم 2955، 7144؛ مسلم رقم 38۔ 1839؛ مستخرج ابی عوانہ رقم 7108، 7110؛ ترمذی رقم 1707؛ نسائی رقم 4206؛ ابوداؤد رقم 2626؛ ابن ماجہ رقم 2864؛ سنن کبریٰ نسائی رقم 7781، 8667؛ مصنف ابن ابی شیبہ رقم 33707؛ عبد بن حمید رقم 752؛ ابن زنجویہ فی "الأموال" رقم 21، 22؛ الاعتقاد

،بیہقی،ص ۲۴۳؛السنن الصغیر،بیہقی،رقم 3142؛سنن کبریٰ،بیہقی،رقم 5334،5335،16608؛
معرفۃ السنن والآثار رقم 5955؛؛؛؛الطرسوسی رقم 45؛الطبری فی "التفسیر" رقم 9877،
9878؛البغوی فی "شرح السنۃ" رقم 2453،2454؛البغوی فی "التفسیر" 445/1)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''امیر کی سننا اور اس کی اطاعت ضروری ہے جب تک معصیت کا حکم نہ کیا جائے۔ امیر جب معصیت کا حکم کرے، تو پھر اس کی اطاعت نہیں''۔

□ جن آیات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم فرمایا ہے، ان میں کسی جگہ: ''إِلَّا أَنْ يُؤْمَرَ بِمَعْصِيَةٍ'' (مگر یہ کہ تمہیں معصیت کا حکم دیا جائے) کی قید اضافہ نہیں کی گئی، جس سے صاف ظاہر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی فعل معصیت ہوتا ہی نہیں، تا کہ امراء اور خلفاء کی طرح ان کی اتباع میں یہ قید لگائی جائے۔ اسی طرح غیر معصوم شخص کی علی الاطلاق اطاعت بلا قید مذکور رحمتِ خداوندی کا سبب بھی نہیں ہو سکتی۔

دلیل 2 نیز اگر انبیائے کرام علیہم السلام معاصی سے معصوم نہ ہوں، تو (عیاذاً باللہ) انبیاء کرام علیہم السلام کا غیر مقبول الشہادۃ ہونا لازم آئے گا۔ اس لیے کہ عاصی فاسق ہوتا ہے اور فاسق کی شہادت مقبول نہیں۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

آیت 31: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا. (الحجرات:٦)

ترجمہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو۔

تو پھر قیامت کے دن اُمتوں کے مقابلہ میں حضرات انبیاء علیہم السلام کی شہادت کیسے مقبول ہو گی؟ حالانکہ قرآن مجید میں ہے کہ ہر نبی قیامت کے دن اپنی اُمت پر گواہی دے گا۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

آیت 32: فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا ○ (النساء:٤١)

ترجمہ پھر سوچو کہ اُس وقت یہ کیا کریں گے جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور اِن لوگوں پر تمہیں (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو) گواہ کی حیثیت سے کھڑا کریں گے۔

دلیل 3 نیز صورتِ مفروضہ میں نبی کا مستحقِ عذاب اور مستحقِ لعنت ہونا لازم آتا ہے جو ایک عاصی اور گناہ گار کا حکم ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

آیت 33:۔ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ○ (النساء: ۱۴)

ترجمہ اور جو اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے گا اور اس کی مقرر کی ہوئی حدوں سے تجاوز کر جائے گا اُسے اللہ آگ میں ڈالے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے رُسوا کن سزا ہے۔

آیت 34:۔ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ○ (الاحزاب: ۳۶)

ترجمہ اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے تو وہ صریح گمراہی میں پڑ گیا۔

آیت 35:۔ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ○ (الجن: ۲۳)

ترجمہ اب جو بھی اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی بات نہ مانے گا، اس کے لیے جہنم کی آگ ہے، اور ایسے لوگ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

آیت 36:۔ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ○ (ہود: ۱۸)

ترجمہ سنو! اللہ کی لعنت ہے ظالموں پر۔

حالانکہ کوئی نبی کسی کے نزدیک مستحقِ عذاب اور مستحقِ لعنت نہیں ہوسکتا۔ اس لیے کہ جو شخص عذابِ الٰہی اور لعنتِ خداوندی کا مستحق ہو، وہ نبی اور رسول تو درکنار متقی اور صالح بھی نہیں ہوسکتا۔

دلیل 4 نیز حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کا کام یہ ہے کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف بلائیں۔ پس اگر وہ خود اللہ کے مطیع اور فرماں بردار بندے نہ ہوں، تو وہ اس آیت کے مصداق ہوں گے:

آیت 37:۔ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○ (البقرة: ۴۴)

ترجمہ تم دوسروں کو تو نیکی کا راستہ اختیار کرنے کے لیے کہتے ہو، مگر اپنے آپ کو بھول جاتے ہو؟ حالانکہ تم کتاب کی تلاوت کرتے ہو۔ کیا تم عقل سے بالکل ہی کام نہیں لیتے ؟

آیت 38:۔ يَاۤيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○ (الصف:۲،۳)

ترجمہ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، تم کیوں وہ بات کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو؟ اللہ کے نزدیک یہ سخت ناپسندیدہ حرکت ہے کہ تم کہو وہ بات جو کرتے نہیں۔

حالانکہ یہ بات ایک ادنیٰ واعظ اور معمولی عالم کے لیے بھی مناسب نہیں۔ حضرات انبیاء ومرسلین علیہم السلام کی شایانِ شان تو کیسے ہو سکتی ہے؟!!

دلیل 5 نیز اگر حضرات انبیائے کرام علیہم السلام سے کبائر ومعاصی کا صدور جائز رکھا جائے، تو پھر (معاذ اللہ) انبیاء علیہم السلام کو معاصی پر تنبیہ اور زجر وتوبیخ اور ایذاء رسانی بھی جائز ہونی چاہیے، جو اللہ تعالیٰ کے نافرمانوں کے لیے لازم اور ضروری ہے، حالانکہ نبی کو کسی قسم کی ایذاء اور تکلیف پہنچانا دنیا اور آخرت کی لعنت اور عذابِ الیم کا سبب ہے۔

آیت 39:۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ○ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ○ (الاحزاب:۵۷،۵۸)

ترجمہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ نے لعنت فرمائی ہے اور اُن کے لیے رُسوا کن عذاب مہیا کر دیا ہے۔ اور جو لوگ مومن مردوں اور عورتوں کو بے قصور اذیت دیتے ہیں اُنہوں نے ایک بڑے بہتان اور صریح گناہ کا وبال اپنے سر لے لیا ہے۔

دلیل 6 نیز انبیائے کرام علیہم السلام کا تمام گناہ گاروں سے زائد مستحقِ عذاب ہونا لازم آئے گا۔ اس لیے کہ انبیاء علیہم السلام کا مرتبہ سب سے بلند ہے۔ اس لیے انبیاء علیہم السلام سے معصیت کا صدور بھی بہت بڑا سمجھا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ جاریہ (لونڈی) پر بمقابلہ حرّہ (آزاد عورت) نصف حد آتی ہے۔ زانی محصن (شادی شدہ) پر رجم اور غیر محصن (غیر شادی شدہ) پر فقط جلد (کوڑے مارنا) ہے۔ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے لیے

ارشاد ہے:

آیت 40: ـ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝ (الاحزاب:۳۰)

ترجمہ نبی ﷺ کی بیویو! تم میں سے جو کسی صریح فحش حرکت کا ارتکاب کرے گی، اُسے دوہرا عذاب دیا جائے گا۔ اللہ کے لیے یہ بہت آسان کام ہے۔

☐ ظاہر ہے کہ نبوت اور رسالت سے کوئی اعلیٰ اور ارفع مرتبہ نہیں۔ پس اگر نبی ﷺ سے بھی معاصی کا صدور روا رکھا جائے، تو پھر نبوت و رسالت کے منصب کے مناسب نبی کو سب سے زائد معذّب، معتوب اور مغضوبِ خداوندی ماننا لازم آئے گا۔ جب نبی ہی (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ کا معتوب اور مغضوب ٹھہرا، تو پھر مقبولِ الٰہی کون ہوگا؟!!

دلیل 7 نیز معصیت کا صدور ہمیشہ اتباعِ شیطان ہی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ پس اگر نبی معصوم نہ ہو، تو نبی کا متبعِ شیطان ہونا لازم آئے گا۔

آیت 41: ـ وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (سبا:۲۰)

ترجمہ اُن کے معاملہ میں اِبلیس نے اپنا گمان صحیح پایا اور انہوں نے اُسی کی پیروی کی، بجز ایک تھوڑے سے گروہ کے جو مومن تھا۔

حالانکہ نبی کی بعثت کا مقصد ہی یہ ہے کہ لوگ شیطان کے اتباع سے محفوظ رہیں۔

دلیل 8 نیز غیر نبی کا نبی سے افضل ہونا لازم آئے گا۔ اس لیے کہ آیت بالا میں متبعینِ شیطان سے مؤمنین کے ایک فریق کو مستثنیٰ فرما دیا گیا ہے۔ لہٰذا یہ فریق جو اتباعِ شیطان سے محفوظ ہے، اگر حضرات انبیاء علیہم السلام کا فریق ہے، تو اس کا معصوم ہونا ثابت ہوتا ہے۔

وھو المراد۔

اگر حضرات انبیاء علیہم السلام کے سوا کوئی اور جماعت ہے تو یہ کہنا پڑے گا کہ ایک گروہ مؤمنین کا ایسا ہے جو اتباعِ شیطان سے بری ہے، مگر (عیاذاً باللہ) انبیاء کرام علیہم السلام اتباعِ شیطان سے بری نہیں۔ ظاہر ہے کہ جو شخص اتباعِ شیطان سے بری ہوگا، وہ اس شخص سے یقیناً افضل ہوگا جو اتباعِ شیطان سے بری نہیں۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

آیت 42: ۔اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیۡمٌ خَبِیۡرٌ ○ (الحجرات: ۱۳)

ترجمہ درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔ یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔

دلیل 9 اللہ تعالیٰ نے بندوں کو دو قسموں پر تقسیم فرمایا ہے۔ ایک حزب الشیطان یعنی شیطان کا گروہ:

آیت 43: ۔اِسۡتَحۡوَذَ عَلَیۡہِمُ الشَّیۡطٰنُ فَاَنۡسٰہُمۡ ذِکۡرَ اللّٰہِ ؕ اُولٰٓئِکَ حِزۡبُ الشَّیۡطٰنِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزۡبَ الشَّیۡطٰنِ ہُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ ○ (المجادلۃ: ۱۹)

ترجمہ شیطان ان پر مسلّط ہو چکا ہے اور اس نے اللہ کی یاد اُن کے دل سے بھلادی ہے۔ وہ شیطان کی پارٹی کے لوگ ہیں۔ خبردار رہو! شیطان کی پارٹی والے ہی خسارے میں رہنے والے ہیں۔

دوسرے حزب اللہ یعنی اللہ کا گروہ:

آیت 44: ۔اُولٰٓئِکَ حِزۡبُ اللّٰہِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزۡبَ اللّٰہِ ہُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ○ (المجادلۃ: ۲۲)

ترجمہ وہ اللہ کی پارٹی کے لوگ ہیں۔ خبردار رہو! اللہ کی پارٹی والے ہی فلاح پانے والے ہیں۔

لہٰذا اگر نبی سے معاصی کا صدور رَوا رکھا جائے، تو نبی (عیاذاً باللہ) کا بجائے حزب اللہ اور مفلحین کے حزب الشیطان اور خاسرین کی جماعت اور گروہ میں شمار کرنا لازم آئے گا۔

دلیل 10 اللہ تعالیٰ نے خود ابلیس سے نقل فرمایا ہے کہ میرے اغواء سے تیرے مخلص بندوں کا گروہ مستثنیٰ ہے۔

آیت 45: ۔قَالَ فَبِعِزَّتِکَ لَاُغۡوِیَنَّہُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ ○ اِلَّا عِبَادَکَ مِنۡہُمُ الۡمُخۡلَصِیۡنَ ○ (ص: ۸۲، ۸۳)

ترجمہ اس (ابلیس) نے کہا: ''تیری عزت کی قسم! میں اِن سب لوگوں کو بہکا کر رہوں گا، بجز تیرے اُن بندوں کے جنہیں تو نے خالص کرلیا ہے''۔

اور ہر لحاظ سے کامل طور پر عباد مخلصین کا مصداق صرف حضرات انبیاء کرام علیہم السلام ہی

ہیں، جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی شان میں ہے:

آیت 46: وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ ○ اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ○ وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ○ وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ۭ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ○ (ص:۴۵ تا ۴۸)

ترجمہ: اور ہمارے بندوں: حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کا ذکر کرو۔ بڑی قوتِ عمل رکھنے والے اور دیدہ ور لوگ تھے۔ ہم نے اُن کو ایک خالص صفت کی بنا پر برگزیدہ کیا تھا، اور وہ دارِ آخرت کی یاد تھی۔ یقیناً ہمارے ہاں ان کا شمار چنے ہوئے نیک اشخاص میں ہے۔ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت الیسع علیہ السلام اور حضرت ذوالکفل علیہ السلام کا ذکر کرو، یہ سب نیک لوگوں میں سے تھے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی شان میں ہے:

آیت 47: اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ○ (یوسف:۲۴)

ترجمہ: درحقیقت وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے تھا۔

دلیل 11 اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ قرآن عزیز میں انبیائے کرام علیہم السلام کا بلا کسی تخصیص کے مصطفیٰ اور مجتبیٰ ہونا ذکر فرمایا ہے، یعنی یہ نبی ہمارے منتخب اور برگزیدہ بندے ہیں۔ یہ کسی جگہ نہیں فرمایا کہ فلاں امر اور فلاں صفت میں یہ ہمارے برگزیدہ ہیں، یا فلاں وصف کے اعتبار سے یہ ہمارے منتخب بندے ہیں، جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ حضرات کسی خاص صفت یا کسی خاص فعل کے لحاظ سے برگزیدہ نہیں، بلکہ تمام افعال واقوال کے اعتبار سے منتخب اور برگزیدہ ہیں۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

آیت 48: وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ○ (ص:۴۷)

ترجمہ: یقیناً ہمارے ہاں ان کا شمار چنے ہوئے نیک اشخاص میں ہے۔

ظاہر ہے کہ ہر لحاظ سے اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ اور پسندیدہ، مصطفیٰ اور مجتبیٰ ہونا صدورِ معاصی کے بالکل منافی اور مباین ہے۔

دلیل 12 نیز حق تعالیٰ نے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی یہ شان ذکر فرمائی ہے:

آیت 49:۔ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ (آل عمران: ۱۱۴)

ترجمہ اور بھلائی کے کاموں میں سرگرم رہتے ہیں۔

الْخَيْرٰتِ کو معرّف بلام الاستغراق ذکر فرمایا، جس کا مطلب یہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام سے سوائے خیرِ محض کے کسی امر کا صدور ہوتا ہی نہیں۔

دلیل 13 ہر عاصی اور گنہگار کو شرعاً اور عرفاً ظالم کہنا جائز ہے۔ قرآن مجید میں بکثرت اللہ کے نافرمانوں کو ظالم کہا گیا ہے۔ لہٰذا اگر نبی سے بھی معاصی کا صدور جائز ہو، تو نبی کو بھی (معاذ اللہ) ظالم کہنا جائز ہوگا، حالانکہ ظالم کبھی نبی اور رسول نہیں ہوسکتا۔

آیت 50:۔ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ ○ (البقرة: ۱۲۴)

ترجمہ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا: "میرا وعدہ ظالموں سے متعلق نہیں ہے"۔

کیونکہ اس آیت میں اگر عہد سے نبوت و رسالت مراد ہے تو صاف ظاہر ہے کہ گنہگار اور ظالم کبھی نبی اور رسول نہیں ہوسکتا۔ اگر ولایت یا امامت ہے، تب بھی مدعا حاصل ہے۔ اس لیے کہ جب امامت اور ولایت جس کو نبوت اور رسالت سے وہ نسبت بھی نہیں جو قطرہ کو دریائے عظیم کے ساتھ ہے، جب وہی ظالم اور عاصی کو حاصل نہیں ہو سکتی، تو نبوت و رسالت کا عظیم الشان اور جلیل القدر منصب کہاں حاصل ہوسکتا ہے۔

دلیل 14 فرمان باری تعالیٰ ہے:

آیت 51:۔ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○ (الجمعة: ۲)

ترجمہ وہی ہے جس نے اُمیوں کے اندر ایک رسول خود اُنہی میں سے اُٹھایا، جو اُنہیں اُس کی آیات سناتا ہے، اُن کی زندگی سنوارتا ہے، اور اُن کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے، حالانکہ اِس سے پہلے وہ کُھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔

آیت 52:۔ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ (البقرة: ۱۲۹)

ترجمہ اور اے ربّ! ان لوگوں میں خود اِنہی کی قوم سے ایک رسول اٹھائیو، جو انہیں تیری آیات سنائے، ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کی زندگیاں سنوارے۔ تو بڑا مقتدر اور حکیم ہے۔

آیت 53: لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ (آل عمران: ۱۶۴)

ترجمہ درحقیقت اہلِ ایمان پر تو اللہ نے یہ بہت بڑا احسان کیا ہے کہ اُن کے درمیان خود انہی میں سے ایک ایسا پیغمبر اُٹھایا جو اس کی آیات انہیں سناتا ہے، اُن کی زندگیوں کو سنوارتا ہے اور اُن کو کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے، حالانکہ اس سے پہلے یہی لوگ صریح گمراہیوں میں پڑے ہوئے تھے۔

پس اگر نبی خود معصیت سے پاک نہیں، تو وہ دوسروں کو کیسے مُزَکّی، پاک اور مُطَهِّر یعنی پاک اور صاف بنادیتا ہے۔

دلیل 15 نیز نبی ﷺ تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے اُمت کے لیے اسوۂ حسنہ اور حق تعالیٰ کی اطاعت اور اخلاقِ خداوندی کا بہترین نمونہ ہوتا ہے تاکہ لوگ بے چون وچرا اس کا اتباع کریں، اور اس کی ہر حرکت اور سکون، اور اس کے ہر قول اور فعل کو اپنے لیے راہِ عمل سمجھیں۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

آیت 54: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۝ (الاحزاب: ۲۱)

ترجمہ درحقیقت تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسول ﷺ میں ایک بہترین نمونہ تھا، ہر اُس شخص کے لیے جو اللہ اور یومِ آخر کا امیدوار ہو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرے۔

اخلاقِ خداوندی اور اطاعتِ ربانی کا نمونہ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لیے اسوۂ حسنہ وہی شخص ہوسکتا ہے جو حق تعالیٰ کی معصیت اور نافرمانی سے کامل طور سے پاک اور منزّہ ہو۔

دلیل 16 کوئی شخص اگر نبی اور پیغمبر کی موجودگی میں کوئی کام کرے، اور نبی اس فعل پر سکوت

کرے، تو نبی کا یہ سکوت بالاجماع اس فعل کے جواز اور اباحت کی حد میں داخل کر دیتا ہے، تو یہ کیسے ممکن ہے کہ خود نبی کا فعل معصیت سے خارج نہ ہو؟

دلیل 17 بعض لوگوں نے جب اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ کیا، تو یہ آیت نازل ہوئی:

آیت 55: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (آل عمران: ۳۱)

ترجمہ اے نبی ﷺ! لوگوں سے کہہ دو: "اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خطاؤں سے درگزر فرمائے گا۔ وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحیم ہے"۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں آپ ﷺ کے اتباع کو اپنی محبت کا معیار قرار دیا ہے۔

پھر آپ ﷺ کی اتباع پر دو وعدے فرمائے ہیں:

1 اگر تم ہمارے نبی ﷺ کا اتباع کرو گے، تو ہم تم کو محبوب بنالیں گے۔

2 تمہارے گناہوں کی مغفرت کریں گے۔

ظاہر ہے کہ اللہ کی محبت کا معیار ایسے ہی شخص کا اتباع ہوسکتا ہے جو معصوم ہو، ورنہ ایک عاصی اور گنہگار کا اتباع محبتِ خداوندی کا معیار کیسے بن سکتا ہے؟ اور نہ محبتِ الٰہی اور مغفرتِ ذنوب کا سبب ہوسکتا ہے۔

8.8:۔ انبیائے کرام علیہم السلام کی عصمت اور بے گناہی

نبی کی ایک اہم خصوصیت اس کی معصومی اور بے گناہی ہے۔ یہود میں چونکہ پیشین گو ہونے کے علاوہ نبی کا کوئی صحیح تخیل نہیں، اس لیے اُن کی کتابوں میں انبیائے کرام علیہم السلام کی طرف ایسی باتیں منسوب کی گئی ہیں، جو اُن کی شانِ نبوت کے سراسر منافی ہیں۔ عیسائیوں میں صرف ایک حضرت مسیح علیہ السلام کی ذات معصوم مانی جاتی ہے۔ لیکن اسلام میں یہ عقیدہ ہر نبی اور رسول کی نسبت عام ہے۔ اس کے نزدیک تمام انبیاء اور رسول علیہم السلام گناہوں سے پاک اور معصوم تھے۔ ان سے بتقاضائے بشریت بھول چوک ہو سکتی ہے، مگر اللہ تعالیٰ اپنی وحی سے ان کی بھول چوک کی بھی اصلاح کرتا رہتا ہے۔

نبوت کے متعلق عقلی حیثیت سے بھی جب تک عصمت کا اصول مان نہ لیا جائے، نبی اور عام حکیم و مصلح میں فرق نمایاں نہیں ہوسکتا، اور نہ نبیوں اور رسولوں کی کامل صداقت اور صحت پر اعتبار کیا جاسکتا ہے۔ اسی لیے اسلام نے اس عقیدہ کا بھی بڑا اہتمام کیا ہے۔ ایک ایک کر کے تمام پیغمبروں کے مقدس احوال کا تذکرہ کیا ہے، اور ان واقعات کی تردید کی ہے جو شانِ عصمت کے خلاف ہیں، اور جن کو لوگوں نے ان کے سوانح میں شامل کر دیا ہے۔

عرب کے مشرکوں کا یہ عقیدہ تھا کہ کاہن جو غیب کا حال بتاتے ہیں، اور شاعر جو پُرجوش اور پُرتاثیر کلام نظم کرتے ہیں، یہ شیطانوں سے سیکھ کر بتاتے اور کرتے ہیں۔ یہی بات وہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی نسبت بھی (نعوذ باللہ) کہتے تھے۔ قرآن نے ان کے جواب میں کہا: درخت اپنے پھل سے اور شے اپنے آثار سے پہچانی جاتی ہے:

آیت 56:۔ اِنَّهٗ لَیْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ○ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِیْنَ یَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ○ (النحل: ۹۹، ۱۰۰)

ترجمہ اُسے اُن لوگوں پر تسلّط حاصل نہیں ہوتا جو ایمان لاتے اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اس کا زور تو انہی لوگوں پر چلتا ہے جو اس کو اپنا سرپرست بناتے اور اس کے بہکانے سے شرک کرتے ہیں۔

اس کے بعد آخر تک اس خیال کی تردید کی ہے اور خاتمہ اس پر ہے:

آیت 57:۔ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَیْهِمْ وَلَا تَكُ فِیْ ضَیْقٍ مِّمَّا یَمْكُرُوْنَ ○ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ○

(النحل: ۱۲۷، ۱۲۸)

ترجمہ اے نبی ﷺ، صبر سے کام کیے جاؤ اور تمہارا یہ صبر اللہ ہی کی توفیق سے ہے۔ ان لوگوں کی حرکات پر رنج نہ کرو اور نہ ان کی چال بازیوں پر دل تنگ ہو۔ اللہ اُن لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ سے کام لیتے ہیں۔ اور احسان پر عمل کرتے ہیں۔

اس آیت سے ظاہر ہوا کہ انبیائے کرام علیہم السلام شیطانوں کے فریب سے آزاد، متقی،

پرہیزگار اور نیکوکار ہوتے ہیں۔ سورت شعراء میں اسی شبہ کا جواب تمام پیغمبروں علیہم السلام کے حالات سنا کر آخر میں یہ کہہ کر دیا ہے:

آیت 58: هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ ۝ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۝ يُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ۝ (الشعراء: ۲۲۱ تا ۲۲۳)

ترجمہ لوگو! کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیاطین کس پر اُترا کرتے ہیں؟ وہ ہر جعل ساز، بدکار پر اُترا کرتے ہیں۔ سنی سنائی باتیں کانوں میں پھونکتے ہیں اور اُن میں سے اکثر جھوٹے ہوتے ہیں۔

سورت جاثیہ میں مخالفین کے جواب میں کہا گیا:

آیت 59: وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۝ يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ (الجاثیۃ: ۷، ۸)

ترجمہ تباہی ہے ہر اُس جھوٹے بداعمال شخص کے لیے، جس کے سامنے اللہ کی آیات پڑھی جاتی ہیں، اور وہ اُن کو سنتا ہے، پھر پورے غرور کے ساتھ اپنے کفر پر اِس طرح اُڑا رہتا ہے کہ گویا اس نے اُن کو سنا ہی نہیں۔ ایسے شخص کو دردناک عذاب کا مژدہ سنا دو۔

اس کے معنی یہ ہوئے کہ انبیائے کرام علیہم السلام جھوٹ گھڑنے والے اور گنہگار نہیں ہوتے کہ اگر ایسے ہوں تو فرشتوں کے بجائے وہ شیطانوں کے قرین ورفیق ثابت ہوں، اور ان کی سچائی اور صداقت مشتبہ ہو جائے، اور نیز یہ کہ نبوت کی حقیقت کذب وگنہگاری کے صریح منافی ہے۔

ایک اور موقع پر ارشاد ہوا:

آیت 60: مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ۝ (آل عمران: ۷۹)

ترجمہ کسی انسان کا یہ کام نہیں ہے کہ اللہ تو اُس کو کتاب اور حکم اور نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کی بجائے تم میرے بندے بن جاؤ۔ وہ تو یہی کہے گا کہ سچے ربانی بنو جیسا کہ اُس کتاب کی تعلیم کا تقاضا ہے جسے تم پڑھتے اور پڑھاتے ہو۔

یعنی پیغمبروں کی دعوت کا منشاء اللہ کی بندگی کا اعلان ہے، نہ کہ لوگوں کو اپنا بندہ اور پرستار بنانا، اور یہ گناہ اُن سے سرزد نہیں ہوتا۔

اور ایک آیت میں فرمایا:

آیت 61:۔ وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ ۚ وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝ أَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللَّهِ كَمَنْ بَاءَ بِسَخَطٍ مِنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝ هُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ۝ لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ۝ (آل عمران: ۱۶۱ تا ۱۶۴)

ترجمہ کسی نبی کا یہ کام نہیں ہوسکتا کہ وہ خیانت کر جائے۔ اور جو کوئی خیانت کرے تو وہ اپنی خیانت سمیت قیامت کے روز حاضر ہو جائے گا، پھر ہر متنفس کو اس کی کمائی کا پورا پورا بدلہ مل جائے گا اور کسی پر کچھ ظلم نہ ہوگا۔ بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جو شخص ہمیشہ اللہ کی رضا پر چلنے والا ہو وہ اُس شخص کے سے کام کرے جو اللہ کے غضب میں گھر گیا ہو اور جس کا آخری ٹھکانا جہنم ہو جو بدترین ٹھکانا ہے؟ اللہ کے نزدیک دونوں قسم کے آدمیوں میں بدرجہا فرق ہے اور اللہ سب کے اعمال پر نظر رکھتا ہے۔ درحقیقت اہلِ ایمان پر تو اللہ نے یہ بہت بڑا احسان کیا ہے کہ اُن کے درمیان خود انہی میں سے ایک ایسا پیغمبر اُٹھایا جو اس کی آیات انہیں سناتا ہے، اُن کی زندگیوں کو سنوارتا ہے اور اُن کو کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے، حالانکہ اس سے پہلے یہی لوگ صریح گمراہیوں میں پڑے ہوئے تھے۔

ان آیتوں میں گو ہر نبی سے غلول (مال چھپانے) کی نفی کی ہے، اور فرمایا ہے کہ نبی جو اللہ کی خوشنودی کی ہمیشہ پیروی کرتے ہیں، وہ ان کے مانند نہیں ہوسکتے جو اللہ کی خفگی کماتے ہیں، مگر خصوصیت کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ ہے اور بتایا گیا ہے کہ نبی کی یہ شان نہیں کہ اس سے ایسا جرم سرزد ہوسکے، کیونکہ اللہ کی رضامندی کا طالب اس کی ناخوشی کے کام کا مرتکب نہیں ہوسکتا، اور جو دوسروں کو احکامِ الٰہی

سنائے، خود اس سے ان احکام کی خلاف ورزی ممکن نہیں، اور جو دوسروں کو پاک وصاف کرنے پر مامور ہے، وہ خود گنہگار و ناپاک نہیں ہوسکتا۔

انبیائے کرام علیہم السلام کے لیے بار بار قرآن مجید نے ''چن کر پسند کرنا'' کا لفظ استعمال کیا ہے، جو سرتا سر ان کی عصمت اور گناہوں سے محفوظ و پاک رہنے پر دلالت کرتا ہے۔

عام پیغمبروں علیہم السلام کے متعلق یہ آیت ہے:

آیت 62: اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝ (الحج:۷۵)

ترجمہ: حقیقت یہ ہے کہ اللہ (اپنے فرامین کی ترسیل کے لیے) ملائکہ میں سے بھی پیغام رساں منتخب کرتا ہے اور انسانوں میں سے بھی۔ وہ سمیع اور بصیر ہے۔

چند مخصوص پیغمبروں کی شان میں ہے:

آیت 63: اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓي اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ۝ (آل عمران:۳۳)

ترجمہ: اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام اور آلِ ابراہیم علیہ السلام اور آل عمران کو تمام دنیا والوں پر ترجیح دے کر (اپنی رسالت کے لیے) منتخب کیا تھا۔

خاص حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہوا:

آیت 64: وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ (البقرۃ:۱۳۰)

ترجمہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام تو وہ شخص ہیں جس کو ہم نے دنیا میں اپنے کام کے لیے چن لیا تھا اور آخرت میں اس کا شمار صالحین میں ہوگا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نسبت ارشاد فرمایا:

آیت 65: قَالَ يٰمُوْسٰٓي اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَي النَّاسِ بِرِسٰلٰتِيْ وَبِكَلَامِيْ ڮ فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝ (الاعراف:۱۴۴)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے موسیٰ علیہ السلام! میں نے تمام لوگوں پر ترجیح دے کر تجھے منتخب کیا کہ میری پیغمبری کرے اور مجھ سے ہم کلام ہو۔ پس جو کچھ میں تجھے دوں اسے

لے اور شکر بجالا''۔

ایک آیت میں پیغمبروں علیہم السلام کے لیے اصطفاء کے ساتھ خیر (بہتر اور نیکوکار) کی صفت ظاہر کی گئی ہے:

آیت 66: وَاذۡكُرۡ عِبٰدَنَاۤ اِبۡرٰهِيۡمَ وَاِسۡحٰقَ وَيَعۡقُوۡبَ اُولِى الۡاَيۡدِىۡ وَالۡاَبۡصَارِ ۝ اِنَّاۤ اَخۡلَصۡنٰهُمۡ بِخَالِصَةٍ ذِكۡرَى الدَّارِ ۝ وَاِنَّهُمۡ عِنۡدَنَا لَمِنَ الۡمُصۡطَفَيۡنَ الۡاَخۡيَارِ ۝ (ص:۴۵ تا ۴۷)

ترجمہ: اور ہمارے بندوں: حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کا ذکر کرو۔ بڑی قوتِ عمل رکھنے والے اور دیدہ ور لوگ تھے۔ ہم نے اُن کو ایک خالص صفت کی بنا پر برگزیدہ کیا تھا، اور وہ دارِ آخرت کی یاد تھی۔ یقیناً ہمارے ہاں ان کا شمار چنے ہوئے نیک اشخاص میں ہے۔

سورت انبیاء میں اکثر پیغمبروں کے تذکرہ کے بعد فرمایا:

آیت 67: وَوَهَبۡنَا لَهٗۤ اِسۡحٰقَ ؕ وَيَعۡقُوۡبَ نَافِلَةً ؕ وَكُلًّا جَعَلۡنَا صٰلِحِيۡنَ ۝ وَجَعَلۡنٰهُمۡ اَئِمَّةً يَّهۡدُوۡنَ بِاَمۡرِنَا وَاَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡهِمۡ فِعۡلَ الۡخَيۡرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيۡتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانُوۡا لَنَا عٰبِدِيۡنَ ۝ (الانبیاء:۷۲، ۷۳)

ترجمہ: اور ہم نے اُسے (حضرت ابراہیم علیہ السلام کو) حضرت اسحاق علیہ السلام عطا کیا اور حضرت یعقوب علیہ السلام اس پر مزید، اور ہر ایک کو صالح بنایا۔ اور ہم نے اُن کو امام بنا دیا جو ہمارے حکم سے رہنمائی کرتے تھے۔ اور ہم نے انہیں وحی کے ذریعے نیک کاموں کی اور نماز قائم کرنے اور زکوۃ دینے کی ہدایت کی، اور وہ ہمارے عبادت گزار تھے۔

کیا اس سے زیادہ ان کی عصمت اور بے گناہی کی شہادت ہو سکتی ہے کہ وہ امام و پیشوا اور صالح اور اللہ کے پرستار بنائے گئے۔

سورت انعام میں بہت سے پیغمبروں کے نام گنا کر سب کو صالح فرمایا گیا:

آیت 68: كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيۡنَ ۝ (الانعام:۸۵)

ترجمہ: ہر ایک ان میں سے صالح تھا۔

پھر آگے چل کر فرمایا:

آیت 69: وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ○ (الانعام:۸۶)

ترجمہ: اِن میں سے ہر ایک کو ہم نے تمام دُنیا والوں پر فضیلت عطا کی۔

پھر ان کا ذکر کر کے فرمایا:

آیت 70: وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ (الانعام:۸۷)

ترجمہ: انہیں اپنی خدمت کے لیے چن لیا اور سیدھے راستے کی طرف ان کی رہنمائی کی۔

صالح ہونا، برگزیدہ ہونا اور راہِ راست پر ہونا سراسر عصمت اور بے گناہی ہے۔

شقی و سعید اور گنہگار و نیکوکار دونوں کی سیرتوں اور زندگیوں کا فرق اتنا نمایاں ہے کہ ان میں التباس و اشتباہ ممکن نہیں۔ تاریخ و سیر کی خاموش اور خلق کی گویا زبانیں چیخ چیخ کر اس فرق و امتیاز کی منادی کرتی رہتی ہیں۔ اس اصول کو قرآن مجید نے ان الفاظ میں ادا کیا ہے:

آیت 71: اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ○ (الجاثیہ:۲۱)

ترجمہ: کیا وہ لوگ جنہوں نے برائیوں کا اِرتکاب کیا ہے یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ ہم اُنہیں اور ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو ایک جیسا کر دیں گے کہ ان کا جینا اور مرنا یکساں ہو جائے؟ بہت برے حکم ہیں جو یہ لوگ لگاتے ہیں۔

اس آیت پاک سے معلوم ہوا کہ ان دونوں کی زندگی اور موت دونوں ممتاز ہوتی ہیں۔ انبیائے کرام علیہم السلام کے وصف میں فرمایا:

آیت 72: اَلَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ○ (الاحزاب:۳۹)

ترجمہ: (یہ اللہ کی سنت ہے ان لوگوں کے لیے) جو اللہ کے پیغامات پہنچاتے ہیں اور اُسی سے ڈرتے ہیں اور ایک اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے اور محاسبے کے لیے بس اللہ ہی کافی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اور بیویوں کو جو عزت اور شرف حاصل ہے، وہ نبوت و رسالت ہی کی نسبت سے ہے۔ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی شان میں ہے:

آیت 73:۔ یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ۔ (الاحزاب:۳۲)

ترجمہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اگر تم اللہ سے ڈرنے والی ہو۔

پھر اہل بیت کو خطاب کر کے فرمایا کہ ارادہ ربانی یہ ہے کہ وہ تم کو برائی سے پاک اور صاف ستھرا بنائے:

آیت 74:۔ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا ۝ (الاحزاب:۳۳)

ترجمہ اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم اہلِ بیتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے گندگی کو دور کرے اور تمہیں پوری طرح پاک کردے۔

ظاہر ہے کہ اگر انبیائے کرام علیہم السلام کے ازواج واولاد کی شرافت کے لیے گناہ اور بدی کی نجاست مُخِل (خلل انداز) ہے، تو خود انبیائے کرام علیہم السلام کا کیا ذکر ہے!!۔ ایک دوسری آیت میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو تہمت سے بری کر کے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

آیت 75:۔ اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ ۚ وَالطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا یَقُوْلُوْنَ ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِیْمٌ ۝ (النور:۲۶)

ترجمہ خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لیے ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لیے۔ پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لیے ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لیے۔ ان کا دامن پاک ہے ان باتوں سے جو بنانے والے بناتے ہیں۔ ان کے لیے مغفرت ہے اور رزقِ کریم۔

یہاں طیب، پاک اور ستھرے سے ظاہر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ ہے، اور اسی ستھرے پن، پاکی اور طہارت سے ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے اخلاقی ستھرا پن، پاکی اور طہارت پر استدلال کیا گیا ہے۔

انبیاء علیہم السلام درحقیقت مقتدیٰ، پیشوا اور نمونہ بن کر اس دنیا میں بھیجے جاتے ہیں۔ اسی لیے

فرمایا:

آیت 76:۔ لَقَدۡ كَانَ لَكُمۡ فِىۡ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنۡ كَانَ يَرۡجُوا اللّٰهَ وَالۡيَوۡمَ الۡاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيۡرًا ○ (الاحزاب:۲۱)

ترجمہ در حقیقت تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسول ﷺ میں ایک بہترین نمونہ تھا، ہر اُس شخص کے لیے جو اللہ اور یومِ آخر کا امیدوار ہو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرے۔

نیز ان کی اطاعت واجب ہے:

آیت 77:۔ وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰهِ‌ؕ (النساء:۶۴)

ترجمہ (انہیں بتاؤ کہ) ہم نے جو رسول بھی بھیجا ہے اسی لیے بھیجا ہے کہ اذنِ خداوندی کی بنا پر اس کی اطاعت کی جائے۔

اور خاص حضور اکرم ﷺ کی نسبت تصریح ہے کہ آپ ﷺ کی پیروی اللہ تعالیٰ کا محبوب بننے کا مستحق ٹھہراتی ہے:

آیت 78:۔ قُلۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِىۡ يُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ وَيَغۡفِرۡ لَـكُمۡ ذُنُوۡبَكُمۡ‌ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ○ (آل عمران:۳۱)

ترجمہ اے نبی ﷺ! لوگوں سے کہہ دو: "اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو، تو میری پیروی اختیار کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خطاؤں سے درگزر فرمائے گا۔ وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحیم ہے"۔

کیا کسی گنہگار اور عصیاں کار کی زندگی، پیروی، اتباع اور نمونہ بننے کی صلاحیت رکھتی ہے؟!! تاریکی سے کبھی روشنی نکلی، اور گندگی سے پاکی کبھی پیدا ہوئی، اور گنہگاروں کی دعوت سے کبھی نیکوکاری پھیلی ہے؟؟ برائی اور گنہگاریوں کا اصلی سرچشمہ اور منبع، شیطان یا انسانوں کی خود قوتِ شر ہے، لیکن اللہ کے خاص بندے اس کے دامِ فریب سے آزاد ہیں۔

آیت 79:۔ اِنَّ عِبَادِىۡ لَـيۡسَ لَكَ عَلَيۡهِمۡ سُلۡطٰنٌ‌ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيۡلًا ○

(بنی اسرائیل:۶۵)

ترجمہ یقیناً میرے بندوں پر تجھے کوئی اقتدار حاصل نہ ہوگا، (زور نہیں چلے گا) اور توکل

(کارسازی) کے لیے تیرا رب کافی ہے۔

کیا انبیائے کرام علیہم السلام سے بڑھ کر کوئی بندۂ رب ہو سکتا ہے؟!!

انسانوں کی گمراہی اور عصیان کاری، وسوسۂ شیطانی کا نتیجہ ہوتی ہے، خواہ یہ شیطان خود اپنے دل کے اندر (خنّاس) چھپا ہو، یا انسان، جن کی صورت میں ہو، ہر ایک کے فتنہ سے ان کی ذات پاک اور بلند ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بعض خود غرض لوگوں نے بعض مشوروں میں پھسلانا چاہا، مگر اللہ تعالیٰ نے پھسلنے نہ دیا، اور فرمایا: میری رحمت اور مہربانی تجھ پر مبذول ہے، وہ ہر وقت تیری دستگیر ہے، اور گمراہی سے تیری نگہبان ہے، اور کتابِ الٰہی اور حکمت و دانائی جو تجھے عطا ہوئی، وہ تیری پاسبان ہے۔

آیت 80: وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ○

(النساء: ۱۱۳)

ترجمہ: اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر اللہ کا فضل تم پر نہ ہوتا اور اس کی رحمت تمہارے شامل حال نہ ہوتی تو ان میں سے ایک گروہ نے تو تمہیں غلط فہمی میں مبتلا کرنے کا فیصلہ کر ہی لیا تھا، حالانکہ درحقیقت وہ خود اپنے سوا کسی کو غلط فہمی میں مبتلا نہیں کر رہے تھے اور تمہارا کوئی نقصان نہ کر سکتے تھے۔ اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت نازل کی ہے اور تم کو وہ کچھ بتایا ہے جو تمہیں معلوم نہ تھا، اور اس کا فضل تم پر بہت ہے۔

اور یقیناً موقع محل کی شہادت سے اس سب سے بڑے فضل سے یہاں مراد عصمت ہے۔

خود نفسِ انسانی بھی اپنی جھوٹی تمناؤں اور خود غرضانہ آرزوؤں اور خوش نما خیالوں سے لوگوں کو دھوکا دیتا ہے، لیکن انبیائے کرام علیہم السلام اس فریبِ تمنا سے بھی پاک ہیں۔ بشریت کے اقتضاء سے یہ تو ممکن نہیں کہ خود اپنے مشن اور جس دعوتِ حق کو لے کر وہ آئے ہیں۔ اس کی جلد از جلد کامیابی اور لوگوں کے بسرعتِ قبول ایمان کے متعلق ان

کے دل میں تمنائیں اور آرزوئیں نہ پیدا ہوتی ہوں، لیکن وہ مصلحتِ الٰہی کے مطابق نہیں ہوتیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ ان خیالات اور تمناؤں کو ان کے دلوں سے نکال دیتا ہے، اور اپنے فیصلہ کو قائم رکھتا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

آیت 81:۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ ۚ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ (الحج:۵۲)

ترجمہ: اور اے نبی ﷺ! تم سے پہلے ہم نے نہ کوئی رسول ایسا بھیجا ہے نہ نبی (جس کے ساتھ یہ معاملہ نہ پیش آیا ہو کہ) جب اُس نے تمنا کی، شیطان اس کی تمنا میں خلل انداز ہوگیا۔ اس طرح جو کچھ بھی شیطان خلل اندازیاں کرتا ہے، اللہ ان کو مٹا دیتا ہے۔ اور اپنی آیات کو پختہ کر دیتا ہے اللہ علیم ہے اور حکیم۔

اس سے معلوم ہوا کہ انبیائے کرام علیہم السلام غلط خیال آرائی کے گناہ سے بھی محفوظ رکھے جاتے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کے متعلق فرمایا گیا ہے:

آیت 82:۔ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۝ (النجم:۲)

ترجمہ: تمہارے رفیق (محمد ﷺ) نہ بھٹکا ہے نہ بہکا ہے۔

اس عدمِ گمراہی اور عدمِ ضلالت کا تعلق کسی خاص عہد اور وقت سے نہیں ہے، بلکہ اس آیت میں حضور اکرم ﷺ کے ہر عہد سابق اور زمانہ ماضی سے ضلالت اور غوایت کی پوری نفی کی گئی ہے، اور بتایا گیا ہے کہ آپ ﷺ کا دامن ہمیشہ سے ان کانٹوں سے پاک رہا۔

(سیرت النبی ﷺ، ج ۴(۳) ص ۷۰ تا ۷۵۔ المؤلف: علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۹۱۴ء)، علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۷۳ھ)۔ الناشر: ادارہ اسلامیات، ۱۹۰۔ انارکلی، لاہور، طبع اول ۱۴۲۳ھ)

8.9:۔انبیائے کرام علیہم السلام کا اپنی عصمتوں کے متعلق نظریہ

انبیائے کرام علیہم السلام کی پاک نفسی، ان کی اندرونی و بیرونی طاقتوں کی شائستگی وتہذیب، ان کی بعثت کی غایت وغرض، ان کے منصب کی اہمیت، ملائکۃ اللہ کے ساتھ ہمہ وقت ان کی صحبت، اوران سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے ساتھ ان کی شرف ہم کلامی کے بعد یہ سوال بھی اہم ہے کہ خودان کا عقیدہ اس مسئلہ میں اپنے متعلق کیا تھا؟ کیا وہ اپنے نفس کا معاصی کے ساتھ ملوث ہونا تسلیم کرتے تھے؟ کیا اپنے متعلق عدل وانصاف کے خلاف ذرا سا تصور کرنا، یا اپنے کسی فیصلہ کو کسی طبعی رجحان کا اثر سمجھ لینا، یا اپنے کسی عمل کو خلافِ اولیٰ پر حمل کرنا کسی کے لیے جائز سمجھتے تھے؟ یا اس کے برعکس جہاں ان کے متعلق کسی ادنیٰ سے وسوسہ کا احتمال پیدا ہو سکے، اس کے ازالہ کا پورا پورا اہتمام فرماتے تھے۔ جہاں تک حدیثوں کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شانِ عبدیت وتواضع کے باوجود اپنے حق میں اس قسم کے تصور کی کسی کے لیے بھی کوئی گنجائش نہیں دی، بلکہ اگر کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رِفعتِ شان اور اپنی کمتری کی وجہ سے بھی نا قابلِ اتباع سمجھا ہے تو اس پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت ناگواری گزری ہے۔

حدیث 3:۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَمَرَهُمْ، أَمَرَهُمْ مِنَ الأَعْمَالِ بِمَا يُطِيقُونَ، قَالُوا: "إِنَّا لَسْنَا كَهَيْئَتِكَ، يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّ اللهَ قَدْ غَفَرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ". فَيَغْضَبُ حَتَّى يُعْرَفَ الغَضَبُ فِي وَجْهِهِ، ثُمَّ يَقُولُ: "إِنَّ أَتْقَاكُمْ وَأَعْلَمَكُمْ بِاللهِ أَنَا".

(بخاری رقم 20)

ترجمہ: حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی بات کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیتے، جو ان سے سہولت کے ساتھ ہو سکے۔ وہ (شوق شوق میں) عرض کرتے: ''یا رسول اللہ! ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح تو نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو اللہ

تعالیٰ نے اگلی پچھلی سب ہی لغزشیں معاف کر دی ہیں"۔ اس پر آپ ﷺ کو اتنا غصہ آتا کہ اس کا اثر چہرۂ مبارک پر نمایاں ہونے لگتا۔ پھر آپ ﷺ فرماتے:

"دیکھو! تم سب میں زیادہ پرہیزگار اور اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا سب سے زیادہ عالم میں ہوں"۔

حدیث 4: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ، حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ، عَنْ مَسْرُوقٍ، قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: صَنَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا تَرَخَّصَ فِيهِ، وَتَنَزَّهَ عَنْهُ قَوْمٌ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: "مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَتَنَزَّهُونَ عَنِ الشَّيْءِ أَصْنَعُهُ، فَوَاللهِ! إِنِّي أَعْلَمُهُمْ بِاللهِ وَأَشَدُّهُمْ لَهُ خَشْيَةً"۔

(بخاری رقم 7301)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حضور اکرم ﷺ نے (ایک مرتبہ) کوئی ایسا عمل کیا جس میں رخصت کا پہلو اختیار کیا۔ بعض لوگوں نے اس عمل کے اختیار کرنے سے احتراز کیا۔ یہ بات آپ ﷺ تک پہنچ گئی۔ اسی وقت آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا (خطبہ) کے بعد فرمایا: "لوگوں کا بھی کیا حال ہے۔ بھلا اس عمل سے احتراز کرتے ہیں جسے میں کرتا ہوں۔ اللہ کی قسم! ان سب میں زیادہ اللہ کا علم رکھنے والا اور سب سے زیادہ اس سے ڈرنے والا تو میں ہوں"۔

یہ بات دوسری ہے کہ جب کبھی مخلوقات کے دائرہ سے نکل کر معاملہ بارگاہِ صمدیت کے سامنے آ گیا ہے تو پھر وہ عجز ونیاز، انابت واستغفار کا ایک پیکر بن گئے ہیں۔ یہی شانِ انبیاء علیہم السلام ہونی چاہیے۔

8.10: مسئلہ عصمتِ انبیاء علیہم السلام کی بحث میں ایک فروگزاشت

درحقیقت اسی دقیق فرق کے ذہول سے ان کی عصمت کے خلاف بے وجہ ایک تعمیر کھڑی کر لی گئی ہے۔ اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ اس رُخ پر بھی اصولی طور پر قدرے روشنی ڈال دی جائے۔

سب سے پہلے یہاں دو باتیں سامنے رکھنی ضروری ہیں:

اوّل لغتِ عرب میں خطا، ذنب، زلۃ، اسراف اور معصیت سب مترادف الفاظ نہیں ہیں۔ ہم یہاں صرف ان کے اردو ترجموں پر کفایت کرتے ہیں۔ اردو میں بھی غیر ارادی غلطی، ناشایاں کام، لغزش، زیادتی، اور نافرمانی کا مفہوم الگ الگ ہے۔ یہاں سب کا ترجمہ گناہ کر دینا صحیح نہیں ہے۔ قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے کسی عمل پر معصیت کا اطلاق نہیں کیا گیا۔ صرف ایک حضرت آدم علیہ السلام کے معاملہ میں یہ لفظ ضرور استعمال ہوا ہے، مگر اس کی تشریح ابھی بیان کر دی جاتی ہے۔

دوم یہاں بڑی اہمیت کے ساتھ اس پر بھی توجہ کرنی چاہیے کہ جن آیات کو ان کی عصمت کے خلاف سمجھا گیا ہے، کیا وہ عمل ان کی نظروں میں بھی ان کی عصمت کے خلاف تھے؟ اس کے فیصلہ کے لیے سب سے واضح حدیث شفاعت کی حدیث ہے، جہاں ہر نبی علیہ السلام نے شفاعت کے لیے قدم نہ اُٹھانے کا سبب اپنی اپنی زبانوں سے خود بیان کیا ہے۔ یہاں ہم کو کسی حدیث سے ثابت نہیں ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے متعلق شرک فی التسمیہ کا ایک حرف بھی کہا ہو، یا حضرت خلیل علیہ السلام کی زبان سے ''رَبِّ اَرِنِیۡ کَیۡفَ تُحۡیِ الۡمَوۡتٰی ؕ''(البقرۃ:۲۶۰) کی فرمائش پر اپنی ندامت کا ایک کلمہ بھی نکلا ہو، بلکہ یہاں جو فہرست ہمارے سامنے آتی ہے اس میں حضرت آدم علیہ السلام کا شجرِ ممنوعہ کھا لینا، حضرت نوح علیہ السلام کا اپنے ایک عزیز (بیٹے) کے حق میں طوفان سے حفاظت کے لیے نادانستہ طور پر سفارش کرنا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی زبان سے دین کی حمایت میں تین مختلف مقامات پر توریہ کے کلمات کہہ گزرنا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک عمل سے جو نبوت سے پہلی زندگی میں ان کے دشمن کی موت کا باعث بن گیا تھا، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اُمت کا ان کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرا لینا معلوم ہوتا ہے اور بس۔

8.11: حضرت آدم علیہ السلام کی زلت قرآن مجید کی نظر میں

جب قرآن کریم کی روشنی میں اس پر نظر کی جاتی ہے، تو یہ بات صاف ہوجاتی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا معاملہ نظرِ ربوبیت میں سب سے اہم سمجھا گیا تھا، مگر خود قرآنی تفصیلات جو ان کے اس اقدام سے متعلق نظر آتی ہیں، وہ یہ ہیں:

آیت 83: فَوَسْوَسَ إِلَيْهِ الشَّيْطَانُ قَالَ يَا آدَمُ هَلْ أَدُلُّكَ عَلَىٰ شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلَىٰ ○ (طٰہٰ: ۱۲۰)

ترجمہ لیکن شیطان نے اس (حضرت آدم علیہ السلام) کو پھسلایا، کہنے لگا: "آدم! بتاؤں تمہیں وہ درخت جس سے ابدی زندگی اور لازوال سلطنت حاصل ہوتی ہے؟"۔

آیت 84: فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وُورِيَ عَنْهُمَا مِن سَوْآتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهَاكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هَٰذِهِ الشَّجَرَةِ إِلَّا أَن تَكُونَا مَلَكَيْنِ أَوْ تَكُونَا مِنَ الْخَالِدِينَ ○ (الاعراف: ۲۰)

ترجمہ پھر شیطان نے اُن کو بہکایا تا کہ اُن کی شرمگاہیں جو ایک دوسرے سے چھپائی گئی تھیں ان کے سامنے کھول دے۔ اس نے ان سے کہا: "تمہارے ربّ نے تمہیں جو اس درخت سے روکا ہے اس کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ، یا تمہیں ہمیشگی کی زندگی حاصل نہ ہوجائے"۔

آیت 85: وَقَاسَمَهُمَا إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النَّاصِحِينَ ○ (الاعراف: ۲۱)

ترجمہ اور اس نے قسم کھا کر ان سے کہا کہ میں تمہارا سچا خیر خواہ ہوں۔

آیت 86: فَدَلَّاهُمَا بِغُرُورٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْآتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِن وَرَقِ الْجَنَّةِ ۖ وَنَادَاهُمَا رَبُّهُمَا أَلَمْ أَنْهَكُمَا عَن تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَأَقُل لَّكُمَا إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِينٌ ○ (الاعراف: ۲۲)

ترجمہ اس طرح دھوکا دے کر وہ ان دونوں کو رفتہ رفتہ اپنے ڈھب پر لے آیا۔ آخر کار جب انہوں نے اس درخت کا مزا چکھا تو ان کے ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل گئے اور وہ اپنے جسموں کو جنت کے پتوں سے ڈھانکنے لگے۔ تب اُن کے ربّ نے انہیں

پکارا: ''کیا میں نے تمہیں اس درخت سے نہ روکا تھا اور نہ کہا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے؟''۔

آیت 87: فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۖ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ○
(البقرۃ:۳۶)

ترجمہ: آخر کار شیطان نے ان دونوں کو اُس درخت کی ترغیب دے کر ہمارے حکم کی پیروی سے ہٹا دیا اور اُنہیں اُس حالت سے نکلوا کر چھوڑا جس میں وہ تھے۔ ہم نے حکم دیا: ''اب تم سب یہاں سے اُتر جاؤ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمہیں ایک خاص وقت تک زمین میں ٹھہرنا اور وہیں گزر بسر کرنا ہے''۔

آیت 88: وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ○ (طٰہٰ:۱۱۵)

ترجمہ: ہم نے اس سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کو ایک حکم دیا تھا مگر وہ بھول گئے اور ہم نے اُن میں عزم نہ پایا۔

ان آیات کی روشنی میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو بات ان کے سامنے اُن کی فریب دہی کے لیے رکھی گئی تھی، وہ اللہ تعالیٰ کی جنت میں ان کی دائمی زندگی تھی، اور اس کی توثیق وتصدیق کے لیے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ان کے سامنے قسم کھائی گئی۔ پھر جس طرح ہر انسان اپنی کسی انتہائی کامیابی اور بے نہایت فوز وفلاح کے تصورات وتمناؤں میں پڑ کر دوسری جانب سے ذہول میں پڑ جایا کرتا ہے۔ یہاں بھی وہی صورت پیش آئی۔ حضرت آدم علیہ السلام کو قرب ایزدی کی تمناؤں، پھر شیطان کی قسموں کے سامنے یہ خیال بھی نہ رہا کہ مجھ سے کہا کیا گیا تھا۔ بس اس فریب میں آ کر پوری فراموشی کے عالم میں ان سے اس خلاف ورزی کا ارتکاب ہو گیا۔ قرآن کریم نے ضرور اس کو معصیت کہا ہے، لیکن اس کی تشریح بھی جو خود اس نے بیان کی ہے، اس کے بعد کسی انسان کو ایک لحہ کے لیے بھی اس پر معصیت کا لفظ اطلاق کرنے کا حق نہیں رہتا، یعنی یہاں معاملہ کی نوعیت ہی اتنی نازک ہو گئی تھی کہ اس کے سامنے کسی فرد سے تحمل وصبر کرنا مشکل تھا۔ ادھر ان کے نسیان کی جو کیفیت بیان کی گئی ہے، درحقیقت وہی ان کی عصمت اور بے گناہی کا بڑا ثبوت ہے۔ پھر غور فرمایئے کہ صرف ان کی فراموشی

کے ذکر پر کفایت نہیں کی گئی بلکہ پورے مبالغہ کے ساتھ اس کا منفی پہلو بھی صاف کر دیا گیا ہے، اور اس کو بھی ''وَلَمْ یَعْزِمْ'' سے ادا نہیں کیا گیا، جس کا ترجمہ یہ ہوتا کہ انھوں نے پختہ ارادہ نہیں کیا تھا، بلکہ یوں فرمایا ہے کہ ہمارے نزدیک اس معاملہ میں ان کے ارادہ کا ذرا بھی دخل نہ تھا۔ پس اگر قرآن کریم سے ان کے اس عمل کا معصیت ہونا ثابت ہوتا ہے، تو اسی سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ صرف نسیان کا ایک قدم تھا۔

8.12:۔ مقامِ عصمت کی نزاکت کا تقاضا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی شانِ رفیع میں کسی ناشایاں عمل کی صورت بھی حقیقت کے برابر شمار ہو

اب اگر دونوں باتوں کو جمع کر لو، تو نتیجہ یہی برآمد ہوتا ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کا غیر ارادی عمل بھی دوسروں کے ارادی عمل کے برابر سمجھا جاتا ہے۔ یہاں معصیت کی حقیقت گو نہیں ہوتی مگر جس عمل کی صورت نافرمانی کی صورت ہو، وہ بھی اُن کے حق میں اس عمل کے مشابہ سمجھا جاتا ہے جو حقیقت میں بھی معصیت ہو۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ اس کے سمجھنے کے لیے دو باتیں سامنے رکھنی چاہئیں:

۱ مقامِ عصمت کی نزاکت

۲ بارگاہِ الوہیت کی شانِ عظمت

مقامِ عصمت کی نزاکت چاہتی ہے کہ جب ایک طرف عصمت ہے، تو دوسری طرف نسیان بھی کیوں ہو؟ اور اگر مصلحت کے پیشِ نظر ایسا ہو جائے تو اس پر مؤاخذہ کیوں کیا جائے؟

ایک بار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ سوال کیا: ''بتاؤ، سب سے زیادہ عجیب ایمان کس کا ہے؟''۔ تو اپنے اندازۂ فہم کے موافق جو جواب انھوں نے دیا، وہ یہی تھا کہ فرشتوں کا اور انبیاء علیہم السلام کا۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر یہ فرمایا: ''ان کے سامنے تو عالمِ قدس سب کھلا ہوا موجود ہوتا ہے، وہ کیوں ایمان نہ لائیں''۔

حدیث 5: حَدَّثنا الفضل بن يعقوب الرخامي، حَدَّثنا زيد بن يَحْيَى بن عُبَيد الدمشقي، حَدَّثنا سَعِيدُ بْنُ بَشِيرٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّم: "أَيُّ الْخَلْقِ أَعْجَبُ إِيمَانًا؟". قَالُوا: "الْمَلَائِكَةُ". قَالَ: "الْمَلَائِكَةُ كَيْفَ لَا يُؤْمِنُونَ؟". قَالَ: "النَّبِيُّونَ". قَالَ: "النَّبِيُّونَ يُوحَى إِلَيْهِمْ فَكَيْفَ لَا يُؤْمِنُونَ؟". قَالُوا: "الصَّحَابَةُ". قَالَ: "الصَّحَابَةُ يَكُونُونَ مَعَ الأَنْبِيَاءِ، فَكَيْفَ لا يُؤْمِنُونَ، ولكن أَعْجَبَ النَّاسِ إِيمَانًا: قَوْمٌ يجيؤونَ مِنْ بَعْدِكُمْ، فَيَجِدُونَ كِتَابًا مِنَ الْوَحْيِ، فَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَتَّبِعُونَهُ، فَهُمْ أَعْجَبُ النَّاسِ، أَوِ الْخَلْقِ، إِيمَانًا".

(صحیح: مسند البزار رقم 7294: رَوَاهُ الْبَزَّارُ وَقَالَ: غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ أَنَسٍ، قُلْتُ: فِيهِ سَعِيدُ بْنُ بَشِيرٍ، وَقَدِ اخْتُلِفَ فِيهِ، فَوَثَّقَهُ قَوْمٌ، وَضَعَّفَهُ آخَرُونَ، وَبَقِيَّةُ رِجَالِهِ ثِقَاتٌ: مجمع الزوائد رقم 16691؛ سلسلة الأحاديث الصحيحة، رقم 3215؛ شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة رقم 1671: عن عبد الله بن عمروؓ؛ جزء الحسن بن عرفة العبدي رقم 19؛ ابن کثیرج ۱ ص ۱۶۷؛ مشکوۃ رقم 6288؛ تراجعات الألباني رقم 70، 139)

ترجمہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ایمان کے لحاظ سے کس کا ایمان زیادہ قابلِ تعجب ہے؟''۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''فرشتوں کا''۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''فرشتے کیسے ایمان نہ لائیں؟ (جب کہ وہ اپنے پروردگار کے حضور ہی میں ہمہ وقت حاضر ہیں)''۔ پھر عرض کیا: ''انبیاء علیہم السلام کا''۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''وہ کیوں ایمان نہ لائیں جب کہ وحی اُن پر اُترتی ہے؟''۔ پھر انھوں نے عرض کیا: ''صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا''۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''صحابہ رضی اللہ عنہم کیوں نہ ایمان لائیں جب کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہی ہوتے ہیں؟ لیکن سب سے زیادہ قابلِ تعجب ایمان اُن لوگوں کا ہے جو تمہارے بعد آئیں گے تو وہ صرف وحی سے اترنے والی کتاب، قرآن مجید، کو پائیں گے، وہ اس پر ایمان لائیں گے، اور اس کی اتباع کریں گے۔ پس ان لوگوں کا ایمان تمام لوگوں سے زیادہ قابلِ تعجب ہوگا''۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو بات عام لوگوں کے حق میں کمال شمار ہوتی ہے، اگر وہ یہاں موجود ہو، تو کچھ قابلِ تعجب نہیں ہوتی۔ آفتاب سے اگر روشنی نکلتی ہے تو نکلنی چاہیے۔ تعجب کی بات کیا ہے؟ کامل سے کمالات ہی کا صدور ہوا کرتا ہے۔ یہاں تعجب ہوتا ہے تو اس پر کہ اس کمال پر ان کے منصب کے خلاف کوئی بات سرزد ہوتی ہے، تو کیوں؟ عام انسان اگر بھولتے ہیں تو رحمت اس کو درگزر کرنے کے لیے تلی ہوئی نظر آتی ہے، لیکن جن کے قالب بھی اس جہان میں اہل جنت کے مشابہ ہوں، ان سے کسی ادنیٰ سی بات کا ذہول ہوتا ہے، تو اس پر فوراً مؤخذہ ہونے لگتا ہے۔ قدرت نے اگر ایک طرف ان کو معصوم پیدا کیا ہے تو دوسری طرف ان کی گرفت بھی سخت کر دی ہے، اور مطلب یہ ہے کہ جب عصمت ہے تو پھر یہ فروگزاشت کیوں ہے؟ یہی وجہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول بھی ہوگئی، اور اُن کو خلعتِ خلافت سے نواز بھی دیا گیا، مگر اپنے اس نسیان کا انفعال پھر محشر تک ان کے قلب سے محو نہ ہوسکا۔ یہ اس لیے نہیں کہ یہاں معصیت کی حقیقت کا کوئی وجود نہ تھا، بلکہ یہ صرف ان کی عصمت کا اقتضاء تھا کہ جب عصمت تھی تو نسیان سے بھی ایسا عمل کیوں ہوا؟ بعض روایات میں ہے کہ جب اہل محشر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں سفارش کے لیے آئیں گے، تو وہ بڑے انفعال کے ساتھ یہ عذر فرمائیں گے کہ مجھ کو تو میری قوم نے اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنا لیا تھا۔ اب سوچیے کہ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جرم کیا تھا؟ مگر انبیاء علیہم السلام کی فطرت اتنی پاکیزہ ہوتی ہے کہ ان کی امتوں کی معصیتوں کی چھینٹیں بھی ان پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ دیکھیے! یہاں صرف معصیت کا گو کوئی شائبہ نہ تھا، مگر پھر مقامِ عصمت اپنوں کی معصیت سے منفعل تھا۔ پس جہاں دوسروں کی معصیت سے تاثر کا یہ عالم ہو، وہاں بھلا خود کسی معصیت کا تصور کیا ہوسکتا ہے؟

خدائے قدوس کی رفعت و بلندی تو بہت ہی اعلیٰ و ارفع ہے۔ اس کے متعلق بس اتنا ہی سمجھ لینا کافی ہے کہ جو متفق علیہ معصوم مخلوق ہے جب اس کا معاملہ بھی خالقِ کائنات کے سامنے آگیا، تو وہ بھی سرتاسر قصور نظر آنے لگی۔ اسی معاملہ میں فرشتوں کی سرگزشت ذرا سامنے رکھ لیجیے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ حرفِ معصیت سے یہ مسلوب

الاختیار مخلوق بھی شاید انسانوں کی صف میں کھڑی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی خلافت کے سلسلہ میں فرشتوں کا ایک ہی واقعہ ہمارے سامنے آیا ہے۔ اگر کہیں دو چار واقعات اسی طرح کے اور سامنے آجاتے، تو شاید ہمارے علماء کلام کو یہاں بھی تردد پیدا ہو جاتا۔ مگر چونکہ اس طرف ان کا ایک ہی واقعہ سامنے تھا، دوسری طرف اُن کی عصمت کا عقیدہ تھا۔ اس لیے اس واقعہ کو زیادہ اہمیت نہیں دی گئی، حالانکہ حقیقت واضح ہے۔ بات یہ نہیں ہے کہ یہاں حقیقت معصیت کا صدور ہوتا ہے، لیکن جب کبھی مخلوق کا معاملہ خالقِ کائنات کے سامنے آجائے، تو ایک طرف قادرِ مطلق، دوسری طرف مجسم بے چارگی موجود ہوتی ہے۔ اس لیے ہزار عصمت کے باوجود یہاں معاملہ قصور در قصور ہی کا نظر آتا ہے۔ اسی لیے جب اسی معاملہ کو خالقِ کائنات کے دربار سے الگ کر کے صرف ایک معاملہ کی حیثیت سے دیکھا جاتا ہے، تو اس میں ایک حرف رکھنے کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ حضرت آدم علیہ السلام کا یہ مقدمہ جب اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیش ہوا، تو اس میں معصیت کا لفظ تک استعمال ہوا، اور یہاں تک بھی اس نے طول پکڑا کہ عالم کے ایک بہت بڑے انقلاب کی یہی ایک لغزش بنیاد بن گئی۔ لیکن جب اسی واقعہ کو خالقِ کائنات کے حضور سے اُٹھا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اُن کے مابین رکھا گیا، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لاجواب ہونا پڑا۔

حدیث 6:۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُوسَى بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ الْأَنْصَارِيِّ، حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، حَدَّثَنِي الْحَارِثُ بْنُ أَبِي ذُبَابٍ، عَنْ يَزِيدَ وَهُوَ ابْنُ هُرْمُزَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ، قَالَا: سَمِعْنَا أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "احْتَجَّ آدَمُ وَمُوسَى عَلَيْهِمَا السَّلَامُ عِنْدَ رَبِّهِمَا، فَحَجَّ آدَمُ مُوسٰى. قَالَ مُوسٰى: "أَنْتَ آدَمُ الَّذِي خَلَقَكَ اللهُ بِيَدِهِ وَنَفَخَ فِيكَ مِنْ رُوحِهِ، وَأَسْجَدَ لَكَ مَلَائِكَتَهُ، وَأَسْكَنَكَ فِي جَنَّتِهِ، ثُمَّ أَهْبَطْتَ النَّاسَ بِخَطِيئَتِكَ إِلَى الْأَرْضِ". فَقَالَ آدَمُ: "أَنْتَ مُوسَى الَّذِي اصْطَفَاكَ اللهُ بِرِسَالَتِهِ وَبِكَلَامِهِ وَأَعْطَاكَ الْأَلْوَاحَ فِيهَا تِبْيَانُ كُلِّ شَيْءٍ وَقَرَّبَكَ نَجِيًّا، فَبِكَمْ وَجَدْتَ اللهَ كَتَبَ التَّوْرَاةَ قَبْلَ أَنْ

أُخْلَقَ". قَالَ مُوسٰى: "بِأَرْبَعِينَ عَامًا". قَالَ آدَمُ: "فَهَلْ وَجَدْتَ فِيهَا وَعَصٰى آدَمُ رَبَّهُ فَغَوٰى". قَالَ: "نَعَمْ". قَالَ: "أَفَتَلُومُنِي عَلٰى أَنْ عَمِلْتُ عَمَلًا كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيَّ أَنْ أَعْمَلَهُ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَنِي بِأَرْبَعِينَ سَنَةً؟". قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "فَحَجَّ آدَمُ مُوسٰى". (مسلم رقم 15-2652)

ترجمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ایک مرتبہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مابین اپنے پروردگار کے سامنے گفتگو ہو گئی۔ اس میں حضرت آدم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: ''آپ علیہ السلام وہی حضرت آدم علیہ السلام تو ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دست مبارک سے پیدا فرمایا۔ پھر آپ علیہ السلام میں اپنی خاص روح پھونکی، آپ علیہ السلام کو فرشتوں سے سجدہ کرایا، اور آپ علیہ السلام کو اپنی جنت میں بسایا۔ آپ علیہ السلام نے یہ کیا کیا کہ اپنی ایک خطا کی بدولت اپنی تمام اولاد کو زمین پر نکلوا پھینکا؟''۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا: ''اچھا! تم بھی وہی حضرت موسیٰ علیہ السلام تو ہو، جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور شرفِ ہمکلامی کے لیے منتخب کیا۔ تورات کی تختیاں عنایت فرمائیں، جس میں ہر ہر بات کی تفصیل موجود تھی۔ پھر تم کو اپنی سرگوشی کے لیے قریب بلایا۔ ذرا بتاؤ تو سہی! اللہ تعالیٰ نے میری پیدائش سے کتنے پہلے تورات لکھ دی تھی''۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ''چالیس سال''۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا: ''کیا تم کو اس میں یہ لکھا ہوا بھی ملا تھا:

آیت 89:۔ وَعَصٰى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ○ (طٰہٰ: ۱۲۱)

ترجمہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور راہِ راست سے بھٹک گیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: ''جی ہاں!''۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا: ''پھر بھلا ایسی بات پر مجھے کیا ملامت کرتے ہو، جس کا کرنا اللہ تعالیٰ میری قسمت میں میری پیدائش سے بھی چالیس سال پہلے لکھ چکا تھا''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بس اس بات پر حضرت آدم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے''۔

یہ وہی حضرت آدم علیہ السلام ہیں کہ جب ان کا مقدمہ خالقِ کائنات کے سامنے پیش تھا اور

سوال بعینہٖ یہی تھا، تو بجز اعتراف وتوبہ کے جواب کا ایک حرف نہ تھا۔ بس جب مخلوق کا کوئی معاملہ خالقِ کائنات کے سامنے آجائے، بس سمجھ لو کہ اب اس کی صفائی مشکل ہے۔ یہاں اعترافِ خطا ہی ایک صحیح راستہ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب محشر میں تمام مخلوق کے حساب کا کٹھن مرحلہ سامنے آئے گا تو وہ رحمت جو اہل دنیا میں صرف ایک حصہ نازل فرمائی گئی ہے، پورے سو (100) حصوں کے ساتھ مخلوق کا حساب لینے کے لیے آجائے گی۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اہل محشر میں ایسا کون تھا جو محض اپنے عمل کے بل بوتہ پر فردوسِ بریں کا مستحق بن سکتا۔

8.13:۔انبیاء علیہم السلام کی شانِ استغفار عصمت کے خلاف نہیں

اسی طرح رسولوں کی شانِ استغفار وتوبہ کا مسئلہ بھی واضح ہے۔ یہ بھی اس بنا پر نہیں ہوتا کہ وہ درحقیقت کسی ادنیٰ سی معصیت کا ارتکاب کرتے ہیں، بلکہ مقامِ عصمت کی نزاکت اور بارگاہِ صمدیت کی بے نیازی کا استحضار اپنے نفسوں کی براءت اور تزکیہ کا ان کو تصور کرنے نہیں دیتا۔ اس لیے وہ اس بارگاہ میں، جہاں بے قصوری کا دعویٰ کرنا ہی سب سے بڑا قصور ہے، اپنے لیے توبہ واستغفار کرتے رہتے ہیں، اور مقصود یہ بھی ہوتا ہے کہ اس کے مقبول احاطہ میں ان کی اُمتیں بھی شامل ہوجائیں، کیونکہ نظرِ رحمت اگر مجرموں کی طرف نظر کرتی ہے، تو ان ہی کے واسطہ سے کرتی ہے۔ ہماری استغفار کی اس بارگاہِ عالی تک کوئی رسائی ہوسکتی ہے، تو ان نفوسِ قدسیہ ہی کے واسطہ سے ہو سکتی ہے۔ اب ان آیات پر توجہ کے ساتھ ذرا غور فرمایئے کہ درحقیقت ان کا مصداق ہے کون؟ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو یہاں پہلے نمبر میں رکھا گیا ہے تو کیوں؟

آیت 90:۔لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○ وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ۭ حَتّٰٓي اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ

مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ۭ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ○

(التوبۃ:۱۱۷، ۱۱۸)

ترجمہ اللہ نے معاف کر دیا نبی ﷺ کو اور اُن مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم کو جنہوں نے بڑی تنگی کے وقت میں نبی ﷺ کا ساتھ دیا۔ اگرچہ ان میں سے کچھ لوگوں کے دل کجی کی طرف مائل ہو چلے تھے (مگر جب انہوں نے اس کجی کا اتباع نہ کیا بلکہ نبی ﷺ کا ساتھ دیا تو) اللہ نے انہیں معاف کر دیا۔ بے شک اُس کا معاملہ اِن لوگوں کے ساتھ شفقت و مہربانی کا ہے۔ اور اُن تینوں کو بھی اس نے معاف کیا جن کے معاملہ کو ملتوی کر دیا گیا تھا جب زمین اپنی ساری وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی اور ان کی اپنی جانیں بھی ان پر بار ہونے لگیں اور انہوں نے جان لیا کہ اللہ سے بچنے کے لیے کوئی جائے پناہ خود اللہ ہی کے دامنِ رحمت کے سوا نہیں ہے۔ تو اللہ اپنی مہربانی سے ان کی طرف پلٹا تاکہ وہ اس کی طرف پلٹ آئیں۔ یقیناً وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحیم ہے۔

آیت 91:۔ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ (التحریم:۸)

ترجمہ یہ وہ دن ہوگا جب اللہ اپنے نبی ﷺ کو اور اُن لوگوں کو جو اُس کے ساتھ ایمان لائے ہیں رُسوا نہ کرے گا۔

آیت 92:۔ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ ۭ (الاعراف:۱۵۵)

ترجمہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: ”اے میرے رب! آپ چاہتے تو پہلے ہی اِن کو اور مجھے ہلاک کر سکتے تھے“۔

آیت 93:۔ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ

(محمد:۱۹)

ترجمہ پس اے نبی ﷺ! خوب جان لو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، اور معافی مانگو اپنے قصور کے لیے بھی اور مومن مردوں اور عورتوں کے لیے بھی۔

پہلی آیت میں غزوۂ تبوک کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے جس میں تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کچھ تساہل ہو گیا تھا، لیکن جب اُن کی توبہ کی قبولیت کا وقت آیا، تو یہاں سب سے

پہلے اپنے معصوم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا گیا ہے۔ دوسری آیت میں قیامت کے دن کا واقعہ ہے جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے لیے رسوا ہونے کا کوئی احتمال ہی نہیں۔ تیسری آیت بنی اسرائیل کی اس خودسری کے متعلق ہے جب انھوں نے کوہِ طور پر جا کر خود اپنے کانوں سے کلامِ الٰہی سُن لیا تھا، مگر اس پر بھی وہ ایمان نہ لائے، اور ایک دوسری گستاخی یعنی رؤیتِ باری تعالیٰ کی ناممکن بات کی فرمائش کر بیٹھے۔ آخر اس گستاخی کی ان کو سزا ملی، اور سب ہلاک کر دیئے گئے۔ اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان مبارک سے ترحم کی درخواست میں یہ کلمات نکل گئے۔ حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فوائد سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اس قسم کے مواضع پر سب سے پہلے اپنے نفسوں کو اس لیے شامل فرما لیتے ہیں کہ ان معصوم نفوس کی شمولیت کی برکت سے مجرموں کے لیے بھی یہ درخواستیں قابل توجہ بن جائیں۔ رحمت ان کے نام پر جھک پڑتی ہے۔ پھر اس کی وسعت مجرموں سے کترانا گوارا نہیں کرتی۔ اس طرح مجرموں کی بخشش کا یہ ایک یقینی ذریعہ بن جاتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی استغفار و توبہ میں اس حکمت کو بھی پیشِ نظر رکھنا چاہیے۔

خلاصہ عصمت کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ان میں معصیت کا داعیہ تو پیدا ہوتا ہے مگر قدرتِ ایزدی ان کو اس کے ارتکاب سے روک لیتی ہے، بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کی نہاد ہی میں جو بشری قوتیں رکھی جاتی ہیں، وہ فطرۃً اتنی شائستہ اور مہذب رکھی جاتی ہیں کہ ان میں کسی معصیت کی طرف ادنیٰ سا رجحان ہی نہیں ہوتا۔ جس طرح ایک لطیف مزاج انسان کو نجاست اور گندگی سے طبعی نفرت نفرت ہوتی ہے، اسی طرح ان نفوسِ قدسیہ کو معصیت کی ہر نوع سے طبعی نفرت ہوتی ہے، اور اللہ تعالیٰ کی حکم برداری میں ان کو وہ طبعی راحت محسوس ہوتی ہے جو مچھلی کو پانی میں۔ اس لیے وہ اپنے قصد و ارادہ سے کسی ادنیٰ سی معصیت کا تصور بھی نہیں لا سکتے۔ اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ ان میں بھوک، پیاس، غضب، محبت، اور اسی قسم کی دوسری قوتیں سرے سے موجود ہی نہیں ہوتیں۔ اگر ان میں یہ قوتیں موجود نہ ہوں، تو پھر ان کی عصمت اتنا بڑا کمال ہی کیوں ہو، اور ملائکۃ اللہ کی عصمت سے ان کو امتیاز ہی کیا رہے۔ یہاں فرق ہے تو یہی ہے کہ

ملائکۃ اللہ اگر معصوم ہیں تو اس لیے کہ ان میں سرے سے یہ قوتیں ہی موجود نہیں۔ وہ اگر معصیت کرنا چاہیں بھی تو نہیں کر سکتے۔ اسی لیے ان کی شان میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

آیت 94:۔ لَا يَعْصُونَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ○ (التحریم:٦)

ترجمہ وہ (فرشتے) کبھی اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم بھی انہیں دیا جاتا ہے اُسے بجالاتے ہیں۔

8.14:۔ انبیائے کرام علیہم السلام کے علاوہ اور کوئی معصوم نہیں ہے

حدیث 7:۔ حَدَّثَنَا رَبِيعٌ الْمُؤَذِّنُ، قَالَ: ثنا أَسَدٌ، قَالَ: ثنا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ، قَالَ: ثنا زِيَادُ بْنُ الْمُنْذِرِ، قَالَ: ثنا أَبُو بُرْدَةَ بْنُ أَبِي مُوسٰى، قَالَ: ثنا الْأَغَرُّ الْمُزَنِيُّ، قَالَ: خَرَجَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَافِعًا يَدَيْهِ وَهُوَ يَقُولُ: "يَا أَيُّهَا النَّاسُ! اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ، ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ، فَوَاللّٰهِ! إِنِّي لَأَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ، وَأَتُوبُ إِلَيْهِ فِي الْيَوْمِ، مِائَةَ مَرَّةٍ".

قَالُوا: فَهٰذَا كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُهُ، لِأَنَّهُ مَعْصُومٌ مِنَ الذُّنُوبِ، وَأَمَّا غَيْرُهُ فَلَا يَنْبَغِي أَنْ يَقُولَ ذٰلِكَ، لِأَنَّهُ غَيْرُ مَعْصُومٍ مِنَ الْعَوْدِ، فِيمَا تَابَ مِنْهُ. (شرح معانی الآثار، ج ۴ ص ۲۸۹ رقم 6955)

ترجمہ حضرت أَغَرُّ الْمُزَنِي رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ اُٹھا کر ارشاد فرمایا: ''اے لوگو! اپنے رب سے بخشش طلب کرو، پھر اسی کی طرف توبہ کرتے ہوئے رجوع کرو۔ پس اللہ کی قسم! میں بھی اللہ سے بخشش طلب کرتا ہوں اور اسی سے توبہ طلب کرتا ہوں، ہر دن میں سو (100) مرتبہ''۔

حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: علمائے کرام رحمہم اللہ کہتے ہیں: پس یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو یہ ایسا فرماتے تھے، اس لیے کہ وہ معصوم تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کو ایسا نہیں کہنا چاہیے، اس لیے کہ وہ معصوم نہیں ہے اور اپنی توبہ کے بعد واپس لوٹنے سے مامون نہیں ہے۔

8.15:۔ عصمتِ انبیائے کرام علیہم السلام پر بعض شبہات کا ازالہ

قرآن مجید میں بعض ایسے الفاظ ہیں جن سے ایک ظاہر بین کو یہ دھوکا ہو سکتا ہے کہ بعض پیغمبروں علیہم السلام کے دامن پر عدمِ معصومیت کے بھی داغ ہیں، مگر علمائے محققین نے ان میں سے ہر ایک شبہ کا تسلی بخش جواب دے دیا ہے۔ ان میں سے بعض کا جواب اگلے صفحات میں پیش کر دیا گیا ہے۔ اس مسئلہ میں جو غلط فہمیاں کسی کو پیش آتی ہیں، اس کے دو اسباب ہیں۔ ان اسباب کی تشریح کر دینا ہی ان غلط فہمیوں کو دور کر دینا ہے۔

1 پہلا سبب

سب سے پہلی بات یہ ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ انبیاء علیہم السلام کا پایہ اور رتبہ بندوں میں بلکہ تمام مخلوقات میں خواہ کس قدر بلند ہو، اور ان کا دامن گناہ وعصیاں کے گرد وغبار سے کتنا ہی پاک ہو۔ تاہم اس ربّ ذوالجلال والاکرام کے سامنے ان کی حیثیت ایک عبد، ایک بندہ، اور ایک عاجز مخلوق کی ہی ہے۔ ایک عبد وغلام خواہ کس قدر اطاعت کیش، کتنا ہی وفا شعار اور مُطیع وفرماں بردار ہو، تاہم اپنے آقا کے سامنے اس کو اپنے قصور کا معترف، اپنی کوتاہیوں پر خجل اور اپنی فروگزاشتوں پر نادم ہی ہونا چاہیے۔ اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام جن کی نیکی اور پاکی کی شہادت سے قرآن بھرا ہوا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال اور اس کی رحمت وشفقت کے ذکر میں فرماتے ہیں:

آیت 95:۔ وَالَّذِیْٓ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ خَطِیْٓـَٔتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ ○ (الشعراء: ۸۲)

ترجمہ اور جس سے میں اُمید رکھتا ہوں کہ روزِ جزا میں وہ میری خطا معاف فرما دے گا۔

نبی علیہ السلام کا یہ اعتراف واقرار اور خجالت وندامت اس کا نقص نہیں، بلکہ اس کی بندگی اور عبودیت کا کمال ہے، اور آقا کو حق پہنچتا ہے کہ اس کے غلام، اطاعت وفرماں برداری کے جس حیرت انگیز رتبہ تک بھی پہنچتے ہیں، وہ ان سے اطاعت کیشی اور وفا

شعاری کے اس سے بھی بلند رتبہ کا مطالبہ کرے کہ اس کے دربار میں ان کے عروج وترقی کی کرسی اور بھی اونچی ہوتی جائے۔ بعض آیتوں میں اگر کسی پیغمبر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگنے کی ہدایت کی گئی ہے، تو اس کا سبب گناہ کا وجود نہیں، بلکہ ہر قدم پر گذشتہ رتبہ اطاعت پر قناعت کر لینے اور مزید اطاعت کا مطالبہ ہے تا کہ وہ اس کے مزید تقریب کا ذریعہ بن سکے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے:

آیت 96:- اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ ○ وَرَاَیۡتَ النَّاسَ یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰهِ اَفۡوَاجًا ○ فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ وَاسۡتَغۡفِرۡهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ○ (النصر: ۱ تا ۳)

ترجمہ جب اللہ کی مدد آجائے اور فتح نصیب ہو جائے، اور (اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) تم دیکھ لیں کہ لوگ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں، تو اپنے ربّ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرو، اور اس سے مغفرت کی دعا مانگو۔ بے شک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔ (وہ بڑا ہی معاف فرمانے والا ہے)۔

غور کرو کہ خدائی مدد آنا، مکہ فتح ہونا، بت پرستی کی بیخ کنی، اور لوگوں کا مسلمان ہو جانا کوئی جرم ہے جس سے کوئی معافی چاہے۔ اسی طرح سورت فتح میں فرمایا:

آیت 97:- اِنَّا فَتَحۡنَا لَكَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا ○ لِّیَغۡفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَیُتِمَّ نِعۡمَتَهٗ عَلَیۡكَ وَیَهۡدِیَكَ صِرَاطًا مُّسۡتَقِیۡمًا ○ وَّیَنۡصُرَكَ اللّٰهُ نَصۡرًا عَزِیۡزًا ○ (الفتح: ۱ تا ۳)

ترجمہ اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! (یقیناً) ہم نے تم کو کھلی فتح عطا کر دی، تا کہ اللہ تمہاری اگلی پچھلی ہر کوتاہی سے درگزر فرمائے اور تم پر اپنی نعمت کی تکمیل کر دے اور تمہیں سیدھا راستہ دکھائے، اور تم کو (ناقابلِ شکست) زبردست نصرت بخشے۔

دوبارہ غور کرو کہ مکہ کی فتح کامل نصیب ہونے کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معافی سے بجز اس کے کیا تعلق ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کے حسنِ خدمت کو قبول فرما کر اپنی خوشنودی کا اظہار فرماتا ہے۔

اس استغفار سے مقصود (نعوذ باللہ) پیغمبر علیہ السلام کی گنہگاری کا ثبوت نہیں، بلکہ اس کی عبدیتِ کاملہ کا اظہار ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جن کے خدا کے بیٹے ہونے کے عیسائی، اور فرشتے جن کے خدا کی بیٹیاں ہونے کے اہل عرب قائل تھے، اور ان کو خدا کا درجہ دیتے تھے، ان کے متعلق قرآن مجید نے کہا:

آیت 98: لَنۡ یَّسۡتَنۡکِفَ الۡمَسِیۡحُ اَنۡ یَّکُوۡنَ عَبۡدًا لِّلّٰہِ وَلَا الۡمَلٰٓئِکَۃُ الۡمُقَرَّبُوۡنَ ؕ وَمَنۡ یَّسۡتَنۡکِفۡ عَنۡ عِبَادَتِہٖ وَیَسۡتَکۡبِرۡ فَسَیَحۡشُرُہُمۡ اِلَیۡہِ جَمِیۡعًا ۝

(النساء:۱۷۲)

ترجمہ: حضرت مسیح علیہ السلام نے کبھی اس بات کو عار نہیں سمجھا کہ وہ اللہ کا ایک بندہ ہو، اور نہ مقرب ترین فرشتے اس کو اپنے لیے عار سمجھتے ہیں۔ اگر کوئی اللہ کی بندگی کو اپنے لیے عار سمجھتا ہے اور تکبر کرتا ہے تو ایک وقت آئے گا جب اللہ سب کو گھیر کر اپنے سامنے حاضر کرے گا۔

اس سے مقصود (نعوذ باللہ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین نہیں، بلکہ ان کی عبدیت اور بندگی کا اعلان ہے۔

الغرض! انبیاء کرام علیہم السلام کا اللہ تعالیٰ کے حضور میں اپنی کوتاہی کا اعتراف، ان کی گنہگاری کا ثبوت نہیں، بلکہ ان کی عبدیت کاملہ کا اظہار ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا کسی پیغمبر علیہ السلام کی نسبت یہ فرمانا کہ میں نے تجھے معاف کیا، اس کی گنہگاری کا اعلان نہیں، بلکہ اپنی پسندیدگی، رضا اور قبولِ تام کی بشارت ہے۔ سورت فتح کی جو آیتیں اوپر گزریں، ان کو پڑھو، تو ظاہر ہوگا کہ چونکہ بت پرستی کی آلائش سے مکہ مکرمہ کی تطہیر اور کل جزیرۂ عرب میں حق و باطل کی تمیز مکہ کی فیصلہ کن فتح پر موقوف تھی، اس لیے جب وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی مسلسل کوششوں اور جان فروشیوں سے حاصل ہوئی، تو اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا کہ آج اس فتح سے نبوت کے فرض کی اور تجھ پر میرے سلسلۂ احسانات کی تکمیل ہوئی۔ پھر اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت کا اور اپنی زبردست مدد کا وعدہ کرتا ہے، حالانکہ ان میں سے ہر چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے ہی عنایت ہو چکی تھی۔ کیا فتح مکہ سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم صراطِ مستقیم یعنی اسلام پر نہ تھے، یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زبردست مدد نہیں پہنچی تھی، یہ سب

مرتبے حاصل تھے۔ مگر ان باتوں کے یہاں ذکر سے اللہ تعالیٰ کا مقصود یہ ہے کہ اس موقع پر اس طرح اپنی مزید رضامندی کا اظہار فرمائے، اور رسول ﷺ کی اگلی پچھلی تمام فروگزاشتوں پر (اگر ہوں) خطِ عفو پھیرنے کا اعلان کر کے ان کو نیا خلعت فاخرہ عطا اور نئے مراتبِ جلیلہ عنایت فرمائے۔

نکتہ عربی زبان میں گناہ کے لیے مختلف الفاظ ہیں، مثلاً ذنب، إثم، حنث، جرم وغیرہ۔ لیکن ذنب کا اطلاق ہر غلط فعل پر ہوتا ہے، خواہ وہ جان بوجھ کر کیا جائے، یا بغیر جانے غلط فہمی سے ہو، یا سوچ سمجھ کر۔ بھول چوک سے ہو، یا قصداً۔ اور ان کاموں پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے جو درحقیقت عام اُمت کے لیے گناہ نہیں، لیکن انبیائے کرام علیہم السلام کے حق میں اتنی غفلت بھی مؤاخذہ کے قابل ہے۔ اسی معنی میں کہا گیا ہے:

''حسنات الأبرار سيئات المقربين''

ترجمہ نیکوں کی نیکیاں مقربین کی برائیاں ہیں۔

ع جن کے رتبے ہیں سوا، ان کو سوا مشکل ہے

انبیاء کرام علیہم السلام کے استغفار کے موقع پر ہمیشہ ''ذنب'' کا لفظ استعمال ہوا ہے، جرم، اثم یا حنث کا نہیں۔ ذنب کا لفظ بھول چوک اور غفلت سے لے کر عصیان تک کو شامل ہے۔ اس لیے کسی نبی علیہ السلام کو اگر اللہ کی طرف سے استغفارِ ذنب کی ہدایت کی گئی، تو اس کے معنی صریح عصیاں وگناہ کے نہیں، بلکہ یہی انسانی بھول، چوک اور فروگذاشت ہے، جس کی اصلاح وتنبیہ اللہ تعالیٰ اپنے رحم وکرم ولطف وعنایت سے فرماتا رہتا ہے۔ اور اسی کے لیے استغفار کا حکم ان کو ہوتا رہتا ہے۔

اسی سے ایک اور نکتہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ بھول چوک اور بلا ارادہ غفلت گو اُمت کے حق میں قابلِ مؤاخذہ نہیں، مگر انبیاء علیہم السلام کے بلند مرتبہ کے لحاظ سے یہ چیزیں بھی گرفت میں آتی ہیں، کیونکہ اُن کا قول وفعل شریعت بن جاتا ہے۔ اس لیے شریعت کی حفاظت کے لیے ان کے ہر قول وفعل کی حفاظت بھی ضروری ہے۔ اس بنا پر اگر اُن سے احیاناً کوئی ایسی بات ہوجاتی ہے، تو فوراً اس پر تنبیہ کی جاتی ہے، اور ان کو ہوشیار کر دیا جاتا ہے، اور اسی کے ساتھ ان کی یہ چیز معاف کر کے ان کو بشارت سنا

دی جاتی ہے۔اس طرح ہر چھوٹے بڑے دانستہ اور نادانستہ تمام گناہوں سے ان کا دامن پاک وصاف رکھا جاتا ہے۔

آیت 99: ۔فَتَلَقّٰۤی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ○ (البقرۃ:۳۷)

ترجمہ اُس وقت حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے ربّ سے چند کلمات سیکھ کر توبہ کی، جس کو اس کے ربّ نے قبول کرلیا، کیونکہ وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

آیت 100: ۔ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَیْهِ وَهَدٰی ○ (طٰہٰ:۱۲۲)

ترجمہ پھر اُس (حضرت آدم علیہ السلام) کے رب نے اُسے برگزیدہ کیا اور اس کی توبہ قبول کرلی اور اسے ہدایت بخشی۔

آیت 101: ۔لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِیِّ وَالْمُهٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ۔ (التوبۃ:۱۱۷)

ترجمہ اللہ نے معاف کردیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور اُن مہاجرین رضی اللہ عنہم اور انصار رضی اللہ عنہم کو جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا۔

آیت 102: ۔فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَكَذٰلِكَ نُـْۨجِی الْمُؤْمِنِیْنَ ○ (الانبیاء:۸۸)

ترجمہ تب ہم نے اس (حضرت یونس علیہ السلام) کی دعا قبول کی اور غم سے اس کو نجات بخشی، اور اِسی طرح ہم مومنوں کو بچالیا کرتے ہیں۔

آیت 103: ۔لِیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ ۔ (الفتح:۲)

ترجمہ تا کہ اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اگلی پچھلی ہر کوتاہی سے درگزر فرمائے۔

- کامل اور عام عفو ومغفرت کا یہ مرتبہ بلند خود بندہ کی زندگی میں انبیاء علیہم السلام کے سوا کسی دوسرے کو نصیب نہیں۔

2 دوسرا سبب

انبیاء علیہم السلام کی معصومیت کے مسئلہ میں غلط فہمی کا دوسرا سبب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی قبل از

نبوت اور بعد از نبوت زندگیوں میں قوت اور فعل کا جو فرق ہے، اس کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا۔ علم اور جہل، ضلالت اور ہدایت اضافی الفاظ میں سے ہیں۔ علم کی ہر حد کو علم کے مافوق درجہ کے لحاظ سے جہل اور ہدایت کے بلند رتبہ کو اس سے بھی اوپر کے مرتبہ کے لحاظ سے ضلالت کہہ سکتے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کی قبل از نبوت اور بعد از نبوت زندگیوں میں قوت اور فعلیت کا فرق ہے۔ جس طرح تخم (بیج) میں تمام برگ و بار پوشیدہ ہوتا ہے، لیکن وہ اس وقت درخت نہیں ہوتا، اور نہ اس میں تنا، شاخیں، پتے، پھول اور پھل ہوتے ہیں، اور نہ اس کا عالم پناہ سایہ ہوتا ہے، لیکن ایک وقت آتا ہے جب وہی تخم بڑھ کر ایک نیا درخت بن جاتا ہے۔ اس کے پتے آنکھوں میں ہریالی پیدا کرتے ہیں، اس کے پھول مشامِ جان کو معطر کرتے ہیں، اس کے پھل کام و دہن میں شہد ٹپکاتے ہیں، اس کے سایہ میں تھکے ماندے مسافر آرام پاتے ہیں۔ اسی طرح نبوت کی سابقہ اور لاحقہ زندگیوں میں عظیم الشان فرق ہے۔ اسی فرق کی بنا پر اس کی قبل از نبوت زندگی ظہورِ نبوت کے بغیر تاریکی اور ضلالت، اور بعد کی زندگی نور اور ہدایت بن جاتی ہے۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام کی زندگی ان کی نظر میں نبوت کے بغیر ضلالت اور نبوت کے بعد ہدایت ہوتی ہے۔

غرض یہ ہے کہ ظہورِ نبوت سے پہلے کا زمانہ اُن کی ضلالت کا، اور بعد کا زمانہ ان کی ہدایت کا عہد کہلاتا ہے، لیکن ضلالت اور ہدایت کا یہ مفہوم اس مفہوم سے بالکل مختلف ہے، جو غیر انبیاء کے حق میں مستعمل ہے۔ اللہ تعالیٰ جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنے احسانات گناتا ہے، فرماتا ہے:

آیت 104:۔ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى○ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى○ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى○ (الضحیٰ: ٦ تا ٨)

ترجمہ: کیا اُس نے تم کو یتیم نہیں پایا اور پھر ٹھکانہ فراہم کیا؟ اور تم کو ناواقفِ راہ پایا اور پھر ہدایت بخشی۔ اور تمہیں نادار (محتاج) پایا اور پھر مالدار کر دیا۔

سطورِ بالا سے ظاہر ہے کہ یہاں ہدایت سے نبوت، اور ضلالت سے قبل نبوت کی زندگی مراد ہے، جو نبوت کے بعد کی زندگی کے مقابلہ میں نسبتاً ضلالت ہی ہے۔

ضلالت کے معنی عربی میں صرف صریح گمراہی ہی کے نہیں، بلکہ نادانستہ بھولنے، بھٹکنے اور غفلت کرنے کے بھی ہیں۔ عورتوں کی شہادت کے موقع پر ہے:

آیت 105:۔ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰىؕ (البقرۃ: ۲۸۲)

ترجمہ تاکہ ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد دِلا دے۔

ایک اور آیت میں علمِ الٰہی کی تعریف میں ہے:

آیت 106:۔ قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ فِیْ كِتٰبٍۚ لَا یَضِلُّ رَبِّیْ وَ لَا یَنْسَى ○ (طٰہٰ: ۵۲)

ترجمہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا ''اس کا علم میرے رب کے پاس ایک نوشتے میں محفوظ ہے۔ میرا رب نہ چوکتا ہے نہ بھولتا ہے''۔

ان آیتوں میں لفظ ضلالت کا استعمال بتاتا ہے کہ ''ضَالٌّ'' کے معنی عربی میں اور محاورۂ قرآن میں صرف گمراہ کے نہیں، بلکہ بھول چوک کے بھی ہیں۔ اسی طرح اس حالت کے بھی ہیں جس میں گمراہی گو گمراہی معلوم ہوتی ہے، لیکن ہنوز ہدایتِ الٰہی کا نور اس کے سامنے نہیں چمکا، غلطی کا احساس ہوتا ہے، مگر اس غلطی کی جگہ ہنوز صحت نظر نہیں آتی، جہل کی برائی تو معلوم ہوگئی ہے، مگر ہنوز علم کا دروازہ نہیں کھلا ہے، اور یہی قبل نبوت کی کیفیت ہوتی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی نبوت سے پہلے ایک ستم شعار قبطی کو گھونسہ مارا تھا، جس کے صدمہ سے وہ اتفاقاً مر گیا تھا۔ نبوت پا کر جب لوٹے، تو فرعون نے ان کو طعنہ دیا کہ تم تو میرے فراری مجرم ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا:

آیت 107:۔ قَالَ فَعَلْتُهَاۤ اِذًا وَّ اَنَا مِنَ الضَّآلِّیْنَ ○ (الشعراء: ۲۰)

ترجمہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا: ''اُس وقت وہ کام میں نے نادانستگی میں کر دیا تھا''۔

اس چوک اور ضلالت سے مقصد صرف یہی ہے کہ اس وقت مَیں نبوت کی عزت سے سرفراز نہ تھا، ورنہ ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نبوت سے پہلے کوئی گمراہی کی بات نہیں کی تھی، نہ بت کو پوجا تھا، نہ فرعون کو سجدہ کیا تھا، نہ کوئی شرک کیا تھا۔ کسی کے طمانچہ مارنے سے اتفاقیہ کسی کمزور کا مر جانا، مارنے والے کا بالقصد گناہ نہیں، جس کو

ضلالت کہیں۔اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنے کو اس وقت ''ضَالٌّ'' کہنے سے مراد نبوت سے سابقہ زندگی ہے۔اس قبل نبوت کی زندگی کو بعد نبوت کی زندگی کا لحاظ ہوتا ہے، جیسے یہاں ''ضلالت'' کہا گیا ہے۔دوسری جگہ اس کو ''غفلت'' (بے خبری) سے تعبیر کیا گیا ہے۔حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب ہے:

آیت 108: ۔نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ○ (یوسف:۳)

ترجمہ اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم اس قرآن کو تمہاری طرف وحی کر کے بہترین پیرایہ میں واقعات اور حقائق تم سے بیان کرتے ہیں، ورنہ اس سے پہلے تو (ان چیزوں سے) تم بالکل ہی بے خبر تھے۔

اس بے خبری کے عالم کی تفسیر دوسری آیت میں ہے جس میں پیغمبر علیہ السلام کی قبل از نبوت اور بعد از نبوت کی زندگی کا فرق ظاہر فرما دیا ہے:

آیت 109: ۔وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ (الشوریٰ:۵۲)

ترجمہ اور اسی طرح (اے نبیؐ!) ہم نے اپنے حکم سے ایک روح تمہاری طرف وحی کی ہے تمہیں کچھ پتہ نہ تھا کہ کتاب کیا ہوتی ہے؟ اور ایمان کیا ہوتا ہے؟ مگر اُس رُوح کو ہم نے ایک روشنی بنا دیا جس سے ہم راہ دکھاتے ہیں اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں۔یقیناً تم سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کر رہے ہو۔

''کتاب وایمان'' کے نور وہدایت ملنے سے پہلے کی یہی وہ کیفیت، حالت ہے جس کو کہیں ضلالت (بھول چوک) اور کہیں غفلت کہا گیا ہے۔اس سے مقصود حقیقی گنہگار، عصیاں کاری اور باطنی گمراہی نہیں ہے، بلکہ طلبِ حق، تلاش، معرفت اور انتظارِ حقیقت ہے کہ وہی ان کے حق میں ضلالت (بھول چوک) اور غفلت کا حکم رکھتا ہے۔ آخر وہ وقت آتا ہے جب روشنی چمکتی ہے، روحانی سکون کا چشمہ بہتا ہے، اور منزل

رسی کے بعد دوسروں کی رہنمائی کا منصب عطا ہوتا ہے۔ یہ ہدایت کا دور ہے۔ چنانچہ ایک موقع پر انبیاء علیہم السلام کے نبوت ملنے کو ہدایت کے لفظ سے ادا فرمایا گیا ہے:

آیت 110:۔ وَوَهَبْنَا لَهُۥٓ إِسْحَٰقَ وَيَعْقُوبَ ۚ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوحًا هَدَيْنَا مِن قَبْلُ ۖ وَمِن ذُرِّيَّتِهِۦ دَاوُۥدَ وَسُلَيْمَٰنَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَىٰ وَهَٰرُونَ ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِى ٱلْمُحْسِنِينَ ○ (الانعام: ۸۴)

ترجمہ پھر ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام جیسی اولاد دی، اور ہر ایک کو راہِ راست دکھائی (وہی راہِ راست جو) اس سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کو دکھائی تھی۔ اور اُسی کی نسل سے ہم نے حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت ایوب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو (ہدایت بخشی)۔ اس طرح ہم نیکو کاروں کو ان کی نیکی کا بدلہ دیتے ہیں۔

(سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۴ (۳) ص۷۶ تا ۸۱۔ المؤلف: علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ (التوفی ۱۹۱۴ء)، علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ (التوفی ۱۳۷۳ھ)۔ الناشر: ادارہ اسلامیات، ۱۹۰۔ انارکلی، لاہور، طبع اول ۱۴۲۳ھ)

3 کچھ مزید جوابات

1 شرح عقائد کا مختصر فیصلہ یہ ہے کہ اگر منافی عصمت امور خبر واحد سے ثابت ہوں تو مردود ہیں۔ اس لئے کہ خبر واحد قطعی نصوص کے ساتھ کبھی مقابلہ نہیں کر سکتی، قطعی نصوص سے انبیاء علیہم السلام کی عصمت ثابت ہے۔ البتہ اگر عصمت کے منافی امور کا ذکر قطعی نصوص میں ہو، تو وہ نصوص مؤول ہوں گے (یعنی ان کی تاویل کی جائے گی)۔

(شرح العقائد النسفیة، التفتازانی، ص۳۲۷، ۳۲۸)

2 قرآن مجید میں بعض واقعات سے ظاہری طور پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ گناہ کے ہیں، حالانکہ یہ واقعات گناہ کے نہیں ہیں بلکہ یا تو سرے سے ان میں کچھ عیب ہی نہیں ہے، یا صرف بھول چوک کے ہیں، جس کو خطائے اجتہادی کہتے ہیں۔ ویسے بھول چوک تو بڑے بڑے عقل

مندوں کو بھی پیش آجاتی ہے، اور سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی اس سے منزہ نہیں ہے۔ کسی مخالف مرضی کام کو موافق مرضی اور موافق مرضی کو مخالف مرضی سمجھ جائیں، اور اس وجہ سے بظاہر خلاف مرضی کام ہو جائے، تو ہو جائے، لیکن اس کو گناہ نہیں کہتے، کیونکہ گناہ کے لیے یہ ضروری ہے کہ جان بوجھ کر مخالفت کی جائے، بلکہ اس کو لغزش کہتے ہیں۔

3 موجودہ بائبل میں حضرات انبیاء علیہم السلام کی عجیب بے ادبی کی گئی ہے، اور اس میں جو کچھ کسر رہ گئی تھی، وہ تالمود وغیرہ یہود کے دوسرے مذہبی نوشتوں نے پوری کر دی۔ قرآن مجید انبیاء علیہم السلام (خصوصاً انبیائے بنی اسرائیل علیہم السلام) کی مقبولیت وصالحیت کا پُر زور اثبات بار بار انہی اتہامات کی تردید میں کرتا جاتا ہے۔

بعض مفسرین نے قرآن مجید کی تفسیر میں اسرائیلیات کو بڑے شد ومد سے بیان کیا ہے، اور ان کو بعض آیتوں کی تفسیر میں بھی بیان کر دیا ہے، جس سے انبیائے کرام علیہم السلام کی سیرت وکردار کو بدل کے رکھ دیا گیا۔ مثلاً حضرت داؤد علیہ السلام کی سیرت کو اسرائیلی روایت سے داغ دار کر کے پیش کیا گیا ہے۔

حضرت مولانا عبدالماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یہاں بعض لوگوں نے ایک بے سروپا روایت اسرائیلیات سے لے کر نقل کر دی ہے، لیکن محققین کا فیصلہ یہی ہے کہ ایسی روایت کسی عام مردِ صالح کے حق میں بھی قابلِ قبول نہیں، چہ جائے کہ ایک نبی برحق علیہ السلام کے حق میں۔

وَذَكَرَ الْمُفَسِّرُونَ فِي هٰذِهِ الْقِصَّةِ أَشْيَاءَ لَا تُنَاسِبُ مَنَاصِبَ الْأَنْبِيَاءِ، ضَرَبْنَا عَنْ ذِكْرِهَا صَفْحًا، وَتَكَلَّمْنَا عَلَى أَلْفَاظِ الْآيَةِ.

وَيُعْلَمُ قَطْعًا أَنَّ الْأَنْبِيَاءَ، عَلَيْهِمُ السَّلَامُ، مَعْصُومُونَ مِنَ الْخَطَايَا، لَا يُمْكِنُ وُقُوعُهُمْ فِي شَيْءٍ مِنْهَا ضَرُورَةً أَنْ لَوْ جَوَّزْنَا عَلَيْهِمْ شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ، بَطَلَتِ الشَّرَائِعُ، وَلَمْ نَثِقْ بِشَيْءٍ مِمَّا يَذْكُرُونَ أَنَّهُ أَوْحَى اللّٰهُ بِهِ إِلَيْهِمْ، فَمَا حَكَى اللّٰهُ تَعَالَى فِي كِتَابِهِ يَمُرُّ عَلَى مَا أَرَادَهُ تَعَالَى، وَمَا حَكَى الْقُصَّاصُ مِمَّا فِيهِ غَضٌّ عَنْ مَنْصِبِ النُّبُوَّةِ طَرَحْنَاهُ.

(البحر المحیط فی التفسیر، أبو حیان، ج۹ ص۱۴۶، ۱۵۱)

ترجمہ مفسرین رحمہم اللہ نے اس قصے میں ایسی باتیں بیان کر دی ہیں جو پیغمبروں علیہم السلام کے شایانِ شان نہیں، اس لیے ہم نے اُن سے قطع نظر کر لی ہے، اور اپنے بیان کی بنیاد صرف الفاظِ قرآنی پر رکھی ہے۔

پیغمبرانِ معصوم علیہم السلام سے بھی اگر اخلاقی لغزشیں تسلیم کر لی جائیں، تو سارا نظامِ شریعت ہی درہم برہم ہو جائے۔ اس لیے ہم نے صرف وہ لکھ دیا ہے، جو الفاظِ قرآنی سے نکلتا ہے، اور قصہ گویوں نے جو کچھ منافی مرتبۂ نبوت بیان کیا ہے، اس سے قطع نظر کر لی ہے۔

(تفسیر ماجدی ج ۶ ص ۶۴ تا ۷۰۔ المؤلف: مولانا عبد الماجد دریا آبادی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۹۷۷ء)۔ الناشر: مجلسِ نشریاتِ قرآن، کراچی طبع: ۲۰۱۳ء)

☐ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یہ بات اہلِ علم سے مخفی نہیں کہ عام طور پر حضرات مفسرین رحمہم اللہ اپنی تفسیروں میں اسرائیلی روایات بھی نقل کر دیتے ہیں جن کے بارے میں ان سب کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ روایات مستند و معتبر نہیں۔ کسی حکمِ شرعی کا ان پر مدار نہیں رکھا جا سکتا۔

(تفسیر معارف القرآن ج ۴ ص ۵۷۴)

4 موجودہ دور کے ایک عرب محقق عالم محمد بن محمد بن سویلم أبو شُهبة رحمہ اللہ (المتوفی: 1403ھ) نے ایک گراں قدر کتاب ''الإسرائیلیات والموضوعات فی کتب التفسیر'' تصنیف کی ہے جس کو مکتبۃ السنۃ نے شائع کیا ہے۔

5 اگلے صفحات میں انبیائے کرام علیہم السلام میں سے بعض واقعات کو بیان کیا جائے گا، جن کی تفسیر اسرائیلیات سے کر کے ان کی سیرت و کردار کو صحیح طور پر پیش نہیں کیا گیا ہے، اور اس سے عصمتِ انبیائے کرام علیہم السلام کا عقیدہ مجروح ہوتا ہے۔ اس لیے یہاں اسرائیلیات کو چھوڑ کر آیات کی صحیح تفسیر پیش کی جائے گی۔ آیات کی تفسیر زیادہ تر تفسیر ماجدی اور تفسیر بیان القرآن سے لی گئی ہے۔

8.16: حضرت آدم علیہ السلام کا واقعہ

اول الانبیاء حضرت آدم علیہ السلام ہیں، جب کہ تشریعی انبیاء میں حضرت نوح علیہ السلام آدم ثانی کہلاتے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق دو قسم کے واقعات ایسے ہیں، جو بظاہر ان کی عصمت کے خلاف معلوم ہوتے ہیں۔

1 پہلا واقعہ

عصمت کے منافی پہلا واقعہ شجر ممنوعہ کا کھانا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے پیدائش کے بعد ابتدائی تربیت کیلئے اپنے حریم خاص یعنی جنت میں بمعہ ان کی بیوی حضرت حوا علیہا السلام کے داخل فرمایا۔ بچے کی ابتدائی تربیت والدین کی گود میں ہوتی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی خلقت زمین پر خلافت کے لیے تھی، لیکن کچھ عرصہ تربیت کے لیے اپنے ہاں لے گئے، حضرت آدم علیہ السلام کو مردوں کے افعال کی تربیت اور حضرت حوا علیہا السلام کو عورتوں کے کام کی تربیت کے لیے اللہ تعالیٰ اپنے ہاں لے آئے، تو جنت میں مکمل آزادی دی، لیکن ایک چیز کی ممانعت فرمائی:

آیت 111: وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ۠ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ○ (البقرۃ:۳۵)

ترجمہ اور پھر ہم نے حضرت آدم علیہ السلام سے کہا: ''تم اور تمہاری بیوی، دونوں جنت میں رہو اور یہاں بفراغت جو چاہو، کھاؤ، مگر اِس درخت کا رُخ نہ کرنا، ورنہ ظالموں میں شمار ہو گے''۔

آیت 112: وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ○ (الاعراف:۱۹)

ترجمہ اور اے آدم! تو اور تیری بیوی، دونوں اس جنت میں رہو، جہاں جس چیز کو تمہارا جی چاہے کھاؤ، مگر اس درخت کے پاس نہ پھٹکنا ورنہ ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔

- پوری جنت میں مکمل آزادی ہے لیکن صرف ایک درخت کی پابندی یقیناً باعث حیرت وتشویش ہے۔ اس میں ضرور کوئی راز ہوگا۔

دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کو جنت ہمیشہ کے لیے نہیں لے گئے تھے، صرف تربیت اور دیگر مقاصد کے تحت کچھ عرصہ کے لیے جنت میں رکھے گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ حکیم ذات ہے، ہر کام میں ان کی حکمت ہوتی ہے، اس دخول میں اس طرف بھی اشارہ تھا کہ جنت بنی آدم کی میراث ہے، اس میں ہمارا دادا ابتداء ہی سے داخل ہوا تھا، تو یہ ہمارے لئے بڑی شرم کی بات ہوگی کہ اپنے باپ کی میراث کا حق دار نہ بنیں، اور جنت سے ہم شیطان کی وجہ سے بے دخل ہوجائیں۔ زمین کی خلافت کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کی تھی، بنی نوع انسان کی تکثیر کا ایک سلسلہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر شروع فرمانا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام سے خوب وضاحت کے ساتھ فرمایا تھا:

آیت 113: ۔فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ○ (طٰہٰ:۱۱۷)

ترجمہ: اس پر ہم نے حضرت آدم علیہ السلام سے کہا: ''دیکھو، یہ تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے، ایسا نہ ہو کہ یہ تمہیں جنت سے نکلوادے اور تم مصیبت میں پڑ جاؤ''۔

نکلنا تو ویسے ہی ہے لیکن کہیں تمہارا دشمن آپ کو نہ نکالے، یہ اخراج ان کی طرف منسوب نہ ہوجائے، شیطان کو اللہ تعالیٰ نے سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے ملعون فرمایا تھا، وہ بھی انتقام کی تاک میں تھا۔

ایک بات یہ بھی ہے کہ کسی جگہ مکمل آزادی والے شخص کو کوئی دھوکہ نہیں دے سکتا، لیکن جنت میں چونکہ ایک پابندی لگ گئی تھی۔ شیطان نے بھی اس پابندی کو بروئے کار لا کر اپنی چال چلائی، شیطان تو جنت سے ملعون تھا۔ باقی سماوی زندگی گزار رہا تھا۔ شیطان نے باہر سے جا کر سلام کیا اور کہا: ملاقات کا بہت شوق تھا۔ شکر ہے کہ ملاقات ممکن ہوئی۔ میں ایک بات آپ سے کرنا چاہتا ہوں، کچھ عرصہ بعد دوبارہ اس طرح ملاقات ہوئی، شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام سے کہا کہ میں سجدہ نہ کرنے پر بہت نادم ہوں جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھے ملعون قرار دیا ہے۔ میں اس پر آپ سے معافی چاہتا ہوں، مجھ سے بڑی غلطی ہوئی ہے ہاں میرے ساتھ ایک خاص علم ہے جس

کو میں آپ کے سامنے ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔

تیسری ملاقات میں شیطان نے خاص علم کا ظاہر کرنے اور تدارک مافات کے لیے حضرت آدم وحوا علیہما السلام سے کہا کہ اگر آپ جنت میں ہمیشہ رہنے اور اللہ تعالیٰ کے قرب کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں، تو اس کا مکمل راز اس شجر ممنوعہ کے کھانے میں ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

آیت 114: فَوَسْوَسَ إِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ۝ (طٰہٰ:۱۲۰)

ترجمہ لیکن شیطان نے اس (حضرت آدم علیہ السلام) کو پھسلایا، کہنے لگا: "آدم! بتاؤں تمہیں وہ درخت جس سے ابدی زندگی اور لازوال سلطنت حاصل ہوتی ہے؟"۔

ورنہ اللہ تعالیٰ آپ دونوں کو اس مقام سے نکال دیں گے ایک ایسی جگہ کو جہاں مصیبتیں، تکالیف، موت وحیات ہوگی، قرب کی بجائے بُعد ہوگا، ان تمام چیزوں سے بچنے کا علاج یہی اَکلِ شجر ممنوعہ ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سمجھے کہ شیطان دھوکہ دینا چاہتا ہے عرض کیا کہ اس شجر ممنوعہ سے کھانا تو ٹھیک نہیں ہے۔ اس سے تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں منع فرمایا ہے۔ اور حضرت حوا علیہا السلام نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے اس لعین کی اور اس کی حرکت کی ہمیں اطلاع فرمائی ہے۔

شیطان کی تاویل

شیطان نے حضرت آدم وحوا علیہما السلام کو اس ممنوعہ درخت کے کھانے پر مجبور کرنے کے لیے ایک تاویل بھی پیش کی کہ پہلی حالت میں اس درخت سے کھانے سے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ممانعت کی تھی کہ آپ میں کھانے کی صلاحیت نہ تھی، معدہ کمزور تھا برداشت کی قابلیت نہ تھی، اب تو بہت وقت ہو چکا ہے، جس سے وہ صلاحیت حاصل کر چکے ہیں۔ لہٰذا کھا لیجئے۔ یا یہ تاویل کی کہ اس خاص درخت سے ممانعت تھی اور اس جنس کے اور درختوں سے کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ شیطان نے اپنی بات پر قسمیں بھی کھائیں:

آیت 115:۔ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ○ (الاعراف:۲۰)

ترجمہ: پھر شیطان نے اُن کو بہکایا تا کہ اُن کی شرمگاہیں جوایک دوسرے سے چھپائی گئی تھیں ان کے سامنے کھول دے۔اس نے ان سے کہا: ''تمہارے ربّ نے تمہیں جواس درخت سے روکا ہے اس کی وجہ اِس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ، یا تمہیں ہیشگی کی زندگی حاصل نہ ہوجائے''۔

آیت 116:۔ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ○ (الاعراف:۲۱)

ترجمہ: اوراس نے قسم کھا کران سے کہا کہ میں تمہارا سچا خیر خواہ ہوں۔

آیت 117:۔ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۭ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ○ (الاعراف:۲۲)

ترجمہ: اس طرح دھوکا دے کروہ ان دونوں کورفتہ رفتہ اپنے ڈھب پر لے آیا۔ آخر کار جب انہوں نے اس درخت کا مزا چکھا تو ان کے ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل گئے اور وہ اپنے جسموں کو جنت کے پتوں سے ڈھانکنے لگے۔تب اُن کے ربّ نے انہیں پکارا: ''کیا میں نے تمہیں اس درخت سے نہ روکا تھا اور نہ کہا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے؟''۔

آیت 118:۔ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۠ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ○

(البقرۃ:۳۶)

ترجمہ: آخر کار شیطان نے ان دونوں کو اُس درخت کی ترغیب دے کر ہمارے حکم کی پیروی سے ہٹا دیا اور اُنہیں اُس حالت سے نکلوا کر چھوڑا جس میں وہ تھے۔ہم نے حکم دیا: ''اب تم سب یہاں سے اُتر جاؤ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمہیں ایک خاص وقت تک زمین میں ٹھہرنا اور وہیں گزر بسر کرنا ہے''۔

حضرت آدم علیہ السلام نے یہ کبھی نہیں سنا تھا کہ کوئی گستاخ ایسا بھی ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے اسم گرامی کی جھوٹی قسم کھائے گا، عاشق تو اپنی معشوق سے فراق کبھی برداشت نہیں کر سکتا۔ تو حضرت آدم علیہ السلام کے لیے یہ تاویل اور اللہ تعالیٰ کے اسم گرامی پر قسم نئی اور عجیب تھی اور ایک ایسے انداز سے تھی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہی دونوں کی ذہنوں سے نکل گئی اور وہ دونوں ممنوعہ درخت کھا گئے۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

آیت 119: وَلَقَدْ عَهِدْنَآ إِلَىٰٓ ءَادَمَ مِن قَبْلُ فَنَسِىَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُۥ عَزْمًا ۝ (طٰہٰ: ۱۱۵)

ترجمہ: ہم نے اس سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کو ایک حکم دیا تھا مگر وہ بھول گئے اور ہم نے اُس میں عزم نہ پایا۔

تو اللہ تعالیٰ کے نام کے اعتقاد اور محبت وعظمت کی وجہ سے اگر خطاء فی الاجتہاد اور نسیان آجائے تو یہ معصیت نہیں ہے بلکہ معصیت تو دیدہ دانستہ قصداً وارادتاً ارتکاب معصیت کا نام ہے جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں تو حضرت آدم علیہ السلام کا ارادہ معصیت کا نہیں تھا بلکہ قرب خداوندی اور اللہ تعالیٰ کے نام کی عظمت منظور نظر تھی۔

☐ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

شیطان انکارِ سجدہ کے جرم میں ملعون ومردود ہو چکا تھا اور اس جماعت ملائکہ سے نکال دیا گیا تھا۔ چونکہ یہ زخم اس کو حضرت آدم علیہ السلام کی وجہ سے پہنچا تھا، اس لیے ان کا جانی دشمن ہو گیا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ میں تو یوں مردود کیا گیا اور اِن کا یوں اعزاز ہوا ہے۔ اب اس فکر میں لگا کہ کسی طرح حضرت آدم علیہ السلام کو مع ان کی بیوی کے عیش وعشرت سے جدا کرنا چاہیے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بھی اس کی عداوت وفکر ایذا رسانی سے آگاہ فرما دیا تھا۔ غرض یہ حضرت آدم علیہ السلام کے پیچھے پڑا، اور ان کو جس طرح بن پڑا، بہکانا شروع کیا کہ (توجیہ لغزش حضرت آدم علیہ السلام بتقریر خالی از خدشات) اصل میں اس درخت کی خاصیت یہ ہے کہ اس کے کھانے سے حیات ابدی یا ملکیت حاصل ہو جاتی ہے، مگر جس وقت اللہ تعالیٰ نے تم کو منع کیا تھا، اس وقت تمھاری حالت کے مناسب یہی تھا کہ ملکیت یا خلود کے اسباب

کا ارتکاب نہ کیا جائے۔ اس وقت استعداد ضعیف تھی۔ ضعیف المعدہ کو غذائے قوی سے ممانعت ہوا ہی کرتی ہے۔ اب ماشاء اللہ! تمہاری استعداد اپنی کمال قوت کو پہنچ گئی ہے۔ اس حالت کے لیے ممانعت بھی نہیں ہے، کیوں کہ جب علت نہیں رہتی، معلول بھی نہیں رہا کرتا۔ جیسے ضعفِ معدہ رفع ہونے کے بعد پھر وہ ممانعتِ سابقہ باقی نہیں رہتی۔ اس مضمون پر قسمیں کھا گیا۔ چونکہ تاویل بڑی تمکین تھی، ادھر اللہ کی قسمیں کھا گیا، جس کا نام سن کر محبت والے تو کھل ہی جاتے ہیں۔ پھر لالچ دلایا حیاتِ دائمی و ملکیت کا، جس کا کمالات موجود پر مزید ہو جانا ـــــــــ۔ غرض اسباب ایسے ہی جمع ہو گئے کہ اس درخت کے کھانے کو اس وقت احاطۂ ممانعت سے خارج سمجھ گئے اور کھالیا۔ یہ حقیقت ہے لغزش میں آجانے کی۔

(بیان القرآن ج۱ ص ۸۳۔ المؤلف: حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۶۲ھ)۔ الناشر: دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی۔ اپریل ۲۰۱۵ء)

اشکال جب یہ معصیت نہیں تو اس آیت:

آیت 120: ـ فَأَكَلَا مِنۡهَا فَبَدَتۡ لَهُمَا سَوۡءٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخۡصِفٰنِ عَلَيۡهِمَا مِنۡ وَّرَقِ الۡجَنَّةِ وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ○ (طٰہٰ: ۱۲۱)

ترجمہ آخر کار دونوں (میاں بیوی) اُس درخت کا پھل کھا گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ فوراً ہی ان کے ستر ایک دوسرے کے آگے کھل گئے اور لگے دونوں اپنے آپ کو جنت کے پتوں سے ڈھانکنے۔ آدم علیہ السلام نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور راہِ راست سے ہٹ گیا۔

کی کیا توجیہ ہوگی؟ یہاں "وَعَصٰى" کے ساتھ "فَغَوٰى" کا بھی ذکر ہے اور دوسری آیت میں "ظَلَمۡنَاۤ اَنۡفُسَنَا" کے الفاظ بھی آئے ہیں۔

آیت 121: ـ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمۡنَاۤ اَنۡفُسَنَا وَاِنۡ لَّمۡ تَغۡفِرۡ لَنَا وَتَرۡحَمۡنَا لَنَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ ○ (الاعراف: ۲۳)

ترجمہ دونوں بول اُٹھے: "اے ربّ! ہم نے اپنے اوپر ستم کیا، اب اگر تو نے ہم سے درگزر نہ فرمایا اور رحم نہ کیا تو یقیناً ہم تباہ ہو جائیں گے"۔

جواب عصیان وغویٰ کا اطلاق اس اجتہادی خطاء اور نسیان پر صورتاً ہوا ہے۔ اس لیے کہ

بظاہر اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی ہے۔ لیکن حقیقت میں معصیت، غویٰ اور ظلم نہیں ہے۔ البتہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کی اتنی بات پر اتنا سخت عتاب کہ جنت سے نکالے گئے، اس لیے ہوا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کے مطابق زمین پر خلافت دلوانے کا ایک سبب تھا۔

علماء رحمہم اللہ نے لکھا ہے کہ ایک جنت کا دخول ہے دوسرا خروج اور جنت سے نکلنا ہے۔ تو دخول بلا سبب بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن جنت سے نکلنا بلا سبب نہیں ہو سکتا۔ نکلنے کے لیے ضرور کوئی سبب اور وجہ ہونی چاہئے۔ یہاں حضرت آدم علیہ السلام کے لئے بھی نکلنے کا یہی سبب وجود میں آیا۔

آیت 122: فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ○ (طٰہٰ: ۱۱۷)

ترجمہ: اس پر ہم نے آدم علیہ السلام سے کہا: ''دیکھو، یہ تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے، ایسا نہ ہو کہ یہ تمہیں جنت سے نکلوا دے اور تم مصیبت میں پڑ جاؤ''۔

اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ نکلنا تو ہوگا لیکن شیطان کہیں تم کو نہ نکالے۔ اب اس ترتیب کے ساتھ نکالنے میں کیا حکمت تھی؟ ویسے نکالنا تو ممکن تھا، نرمی سے حکم دینے سے بھی تو یہ کام ہو سکتا تھا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارا کام حکمتیں ڈھونڈنا نہیں بلکہ تسلیم و رضا ہے۔

~ زبان تازہ کردن بہ اقرار تو ❊ نہ انگیختن علت از کار تو

ہاں اگر کوئی طالب علم کہے کہ مجھے تو حکمت معلوم کرنا ضروری ہے۔ اس لیے کہ میں حکمت معلوم کرنے کی غرض سے گھر سے نکلا ہوں۔ تو سنیئے کہ اللہ تعالیٰ نے سعادت و شقاوت کو دنیا میں پیدا کیا ہے، دونوں اللہ تعالیٰ کی صفات کے مظاہر ہیں، اللہ تعالیٰ کی بعض صفات جلالی ہیں اور بعض جمالی ہیں۔ قیامت میں جنت و جہنم اس کے مظاہر ہیں، آخرت میں دو فرقے ہوں گے۔

آیت 123: فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ○ (الشوریٰ: ۷)

ترجمہ ایک گروہ کو جنت میں جانا ہے اور دوسرے گروہ کو دوزخ میں۔

دنیا میں کافر مؤمن جبکہ آخرت میں اہل جنت واہل جہنم ہیں۔تو شقاوت کے باب کو ابلیس کے ذریعے کھول دیا اور سعادت کے باب کو حضرت آدم علیہ السلام کے ذریعے کھول دیا۔حضرت آدم علیہ السلام معمولی اجتہادی خطا کی وجہ سے مسلسل روتے رہے۔تو امام المستغفرین ٹھہرے۔اس میں بنی آدم کو بھی تعلیم ہے کہ اگر کسی سے لغزش ہو جائے تو اپنے جدامجد حضرت آدم علیہ السلام کی حالت کو سامنے رکھے، جن کو گریہ وزاری کی وجہ سے معافی ہوئی:

آیت 124:۔ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ○ (طٰهٰ:۱۲۲)

ترجمہ پھر اُس کے رب نے اُسے برگزیدہ کیا اور اس کی توبہ قبول کر لی اور اسے ہدایت بخشی۔

اللہ تعالیٰ نے مزید قرب وبلند درجات عطا فرمائے جب کہ ابلیس نے شقاوت کے باب کو کھول کر تکبر، غرور اور فخر کیا:

آیت 125:۔ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ۫ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ○ (البقرة:۳۴)

ترجمہ پھر جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کے آگے جھک جاؤ، تو سب جھک گئے مگر ابلیس نے انکار کیا۔وہ اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں پڑ گیا اور نافرمانوں میں شامل ہو گیا۔

قیامت کے دن تک ملعون ذلیل ٹھہرا۔تو استغفار سعادت کا دروازہ ہے۔البتہ ظاہری خروج جنت سے یہی نسیان اور خطاء فی الاجتہاد ٹھہری۔علماء کرام رحمۃ اللہ علیہم لکھتے ہیں کہ معصیت سے انکار بھی کفر ہے۔اس لیے کہ لفظ معصیت تو نص قطعی میں وارد ہے لیکن حقیقتاً معصیت ثابت کرنا بھی کفر ہے۔

2 حضرت آدم علیہ السلام و حوا علیہا السلام کا دوسرا واقعہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرمایا، اس کے بعد حضرت حوا علیہا السلام کو بھی پیدا فرمایا۔

آیت 126: هُوَ الَّذِیۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا لِيَسۡكُنَ اِلَيۡهَا‌ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰٮهَا حَمَلَتۡ حَمۡلًا خَفِيۡفًا فَمَرَّتۡ بِهٖ‌ۚ فَلَمَّاۤ اَثۡقَلَتۡ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنۡ اٰتَيۡتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوۡنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيۡنَ ○ فَلَمَّاۤ اٰتٰٮهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيۡمَاۤ اٰتٰٮهُمَا‌ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ ○ (الاعراف:۱۸۹،۱۹۰)

ترجمہ: وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی کی جنس سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ اس کے پاس سکون حاصل کرے۔ پھر جب مرد نے عورت کو ڈھانک لیا تو اسے ایک خفیف سا حمل رہ گیا جسے لیے لیے وہ چلتی پھرتی رہی۔ پھر جب وہ اوجھل ہوگئی تو دونوں نے مل کر اللہ، اپنے ربّ سے دعا کی کہ اگر تو نے ہم کو اچھا سا بچہ دیا تو ہم تیرے شکرگزار ہوں گے۔ مگر جب اللہ نے ان کو ایک صحیح وسالم بچہ دے دیا تو وہ اس کی بخشش وعنایت میں دوسروں کو اس کا شریک ٹھہرانے لگے۔ اللہ بہت بلند وبرتر ہے ان مشرکانہ باتوں سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔

تفسیر تھانوی: حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وہ اللہ ایسا (قادر اور منعم) ہے جس نے تم کو ایک تنِ واحد (یعنی حضرت آدم علیہ السلام) سے پیدا کیا، اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا (مراد حضرت حوا علیہا السلام) تاکہ وہ اپنے اس جوڑے سے اُنس حاصل کرے۔ (پس جب وہ خالق بھی ہے، اور محسن بھی، تو عبادت اسی کا حق ہے)۔ پھر (آگے اُن کی اولاد بڑھی اور ان میں میاں بی بی ہوئے، لیکن ان میں بعض کی یہ حالت ہوئی کہ) جب میاں نے بی بی سے قربت کی، تو اس کو حمل رہ گیا (جو اوّل اوّل) ہلکا سا (رہا)۔ سو وہ اس کو (پیٹ میں) لیے ہوئے (بے تکلف) چلتی پھرتی رہی۔ پھر جب وہ (حاملہ اس حمل کے بڑھ جانے سے) بوجھل ہوگئی (اور دونوں میاں بی بی کو یقین ہوگیا کہ حمل ہے) تو (اس وقت ان کو طرح طرح کے احتمالات وتوہمات ہونے لگے، جیسا کہ بعضے حمل میں خطرات پیش آتے ہیں، اس لیے) دونوں میاں بی بی اللہ سے جو کہ اُن کا مالک ہے، دعا کرنے لگے کہ اگر آپ نے ہم کو صحیح سالم اولاد دے دی، تو ہم خوب شکرگزاری کریں گے (جیسا کہ عام عادت ہے کہ مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ سے بڑے بڑے عہد وپیمان ہوا کرتے

ہیں)۔ سو جب اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو صحیح سالم اولاد دے دی، تو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی چیز میں وہ دونوں اللہ کے شریک قرار دینے لگے (مختلف طور پر: کسی نے اعتقاد سے کہ یہ اولاد فلاں زندہ یا مردہ نے دی ہے، کسی نے عمل سے کہ اس کے نام کی نذر و نیاز کرنے لگے، یا بچہ کو لے جا کر اس کے سامنے ماتھا ٹیک دیا، یا قول سے کہ اس کی بندگی پر نام رکھ دیا، جیسے: عبد شمس، بندہ علی وغیرہما، یعنی یہ حق تو تھا خدا کو جو کہ منعم اور خالق اور قادر محسن ہے، اور صرف کیا اس کو دوسرے معبودوں کے لیے)۔ سو اللہ تعالیٰ پاک ہے ان کے شرک سے۔

فائدہ بعض تفاسیر میں اس جگہ ایک قصہ حضرت آدم وحوا علیہما السلام کے ایک اولاد ہونے کا اور اُس کا ایک خاص نام رکھنے کا آیا ہے۔ بعض نے بعض اشکالات کی وجہ سے اس کا انکار کیا ہے، اور نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ اور زَوْجَهَا کی تفسیر بدلی ہے۔ لیکن ترمذی کی تحسین اور حاکم کی تصحیح کے بعد قصہ کا انکار اور نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ کو غیر آدم پر محمول کرنا دشوار ہے۔ لیکن اس قصہ کا اس آیت کے لیے مفسر ہونا اس حدیث سے ثابت نہیں۔ بعض سلف سے جو منقول ہے تو ممکن ہے کہ ظاہر الفاظ آیت سے یہ ان کی رائے ہو، جو حجت نہیں رہا۔ ظاہر الفاظ سے اس کا مفہوم ہونا، سو یہ اس وقت ہوتا جب تَغَشّٰىهَا کی ضمیریں نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ اور زَوْجَهَا کی طرف بعینہٖ عائد ہوتیں۔ اگر یہ ضمائر مطلق زوج اور زوجہ کی طرف بطورِ صنعتِ استخدام کے راجع ہوں، جیسا کہ اس آیت میں کہا گیا ہے:

آیت 127: ـ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ (اے آدم!) مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ○ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ (ای الانسان الذی من نسلہ) نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ○

(المؤمنون: ۱۲، ۱۳)

تو نہ تفسیر میں بُعد ہوا، اور نہ بعد کی آیت میں اشکال ہوا۔ چنانچہ درمنثور میں بروایت ابن المنذر وابن ابی حاتم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول بعینہٖ اسی مضمون پر دال ہے:

وَأخرج ابْن الْمُنْذر وَابْن أبي حَاتِم عَن ابْن عَبَّاس قَالَ: مَا أشرك آدم أَن أَولهمَا شكر (أي تعليمه لعباده ببيان خلقهم من آدم وحواء)

وآخرهما مثل ضربه(الله) لمن بعده۔فدل لفظ بعده على كون المراد بالأول آدم)۔ وهٰذا من المواهب۔ ولله الحمد۔

رہا اس حدیث کا اشکال، سواس کا محمل دوسرا ہے۔آیت کی تفسیر اس پر موقوف نہیں۔

(بیانُ القرآن ج ۲ ص ۱۰۷ تا ۱۰۹۔ المولف: حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۶۲ھ)۔الناشر: دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی۔اپریل ۲۰۱۵ء)

تخریج قَوْلُهٗ تَعَالٰى: لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشَّاكِرِيْنَ:

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ الْهِسِنْجَانِيُّ، ثنا أَبُو عُمَرَ الْحَوْضِيُّ، ثنا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي هٰذِهِ الْآيَةِ يَعْنِي قَوْلَهُ: لَئِنْ آتَيْتَنَا صَالِحًا لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ قَالَ: "مَا أَشْرَكَ آدَمُ أَنْ ضَرَبَهُ لِمَنْ بَعْدَهُ".

(جيد رجاله رجال الصحيح:تفسير القرآن العظيم لابن أبي حاتم، ج ۵ ص ۱۶۳۳ رقم 8652)

وَأَخْرَجَ ابْنُ الْمُنْذِرِ وَابْنُ أَبِي حَاتِمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: مَا أَشْرَكَ آدَمُ إِنَّ أَوَّلَهَا: شُكْرٌ، وَآخِرَهَا: مَثَلٌ ضَرَبَهُ لِمَنْ بَعْدَهُ.

(الدر المنثور للسیوطی، ج ۳ ص ۶۲۶؛ فتح القدیر للشوکانی ج ۲ ص ۳۱۵)

تفسیر ماجدی: حضرت مولانا عبدالماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

آیت کے اندر شرک کی ساری قسمیں آگئیں۔

جَعَلَا کی ضمیر تثنیہ کس کی جانب ہے؟ بعض اس طرف گئے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام وحوا علیہا السلام مراد ہیں، لیکن قولِ محقق یہ ہے کہ بنی آدم میں سے ہر نفس اور زوجِ نفس مراد ہیں۔بعض تابعین رحمۃ اللہ علیہم سے بھی یہی منقول ہے۔

قال الحسن وقتادة الضمير في جَعَلَا عائد الى النفس و زوجه من ولد آدم، لا الى آدم وحوّاء۔ (جصاص)

جعل الزوج والزوجة لله شركاء۔ (كبير، عن القفال)

حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے قفال رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہ قصہ بطور تمثیل کے

مشرکین کی عام حالت کو بیان کررہا ہے۔ اور اس تفسیر کو بہت ہی پسند فرمایا ہے۔

هٰذا جواب في غاية الصحة والسداد۔ (كبير)

اور محققین رحمہ اللہ نے یہ بھی کہا ہے کہ آیت میں ضمیر کو آدم علیہ السلام و حوا علیہا السلام کی طرف راجع کرنے کی کوئی تائید نہ قرآن سے ملتی ہے، نہ حدیث صحیح سے، اور نہ ایسے قصے پیمبروں کے لائق ہیں۔

لم تثبت في قرآن ولا حديث صحيح۔ فأطرحتُ ذكرها۔ (بحر)

وأمثال ذٰلك لا تليق بالأنبياء۔ (بيضاوى)

(تفسیر ماجدی ج ۲ ص ۲۵۶۔ المؤلف: مولانا عبد الماجد دریا آبادی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۹۷۷ء)۔ الناشر: مجلسِ نشریاتِ قرآن، کراچی طبع: ۱۹۹۹ء)

تفسیر کاندھلوی: حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۳۹۴ھ) فرماتے ہیں:

محققین، مفسرین کی رائے یہ ہے کہ ابتداء آیت میں اگرچہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کا ذکر تھا، مگر وہ بطورِ تمہید تھا، مگر بعد میں مطلق مرد اور عورت کے ذکر کی طرف منتقل ہو گئے، کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کے ذکر سے مقصود یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے آدمیوں میں نر اور مادہ کو پیدا کیا تاکہ ایک دوسرے سے مانوس ہوں، جس کا اُن کو شکر گزار ہونا چاہیے تھا، مگر ان کی حالت یہ ہے کہ آڑے وقت میں تو صرف ہم کو پکارتے ہیں اور جب وقت نکل جاتا ہے تو ہمارے ساتھ اوروں کو شریک کرنے لگتے ہیں۔ غرض یہ کہ اصل مقصود مطلق مرد اور عورت کا حال بتلانا ہے۔ اس لیے محققین، مفسرین کی رائے یہ ہے کہ: "فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا" میں تثنیہ کی تینوں ضمیریں خاص حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کی طرف راجع نہیں، بلکہ ان دونوں کی اولاد کے مردوں اور عورتوں کی طرف راجع ہیں، یا یوں کہو کہ ان کی نسل میں سے دو مختلف جنسوں کی طرف راجع ہیں۔ تقدیرِ کلامِ الٰہی اس طرح ہے:

فَلَمَّآ اٰتى الله آدم و حواء الولد الصالح الذى تمنياه وطلباه جعل كفّار اولادهما ذٰلك مضافاً الى غير الله۔

یعنی جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کو فرزندِ صالح عطا فرمایا، جس

کی ان دونوں نے خواہش کی تھی، تو آئندہ چل کر ان کی کافر اولاد نے اس کو غیرِ خدا کی طرف منسوب کیا۔

اس تاویل کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ: ''فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ'' میں لفظ ''يُشْرِكُوْنَ'' صیغۂ جمع لایا گیا ہے۔اور''يُشْرِكَانِ'' صیغۂ تثنیہ کا نہیں لایا گیا۔

معلوم ہوا کہ خود حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام مراد نہیں، بلکہ یہ شرک کسی جماعت سے صادر ہوا ہے، جو اولادِ آدم (علیہ السلام) سے ہے، اور مسلسل شرک میں گرفتار ہیں، کیونکہ ''عَمَّا يُشْرِكُوْنَ'' مضارع کا صیغہ ہے جو استمرارِ تجددی کے لیے لایا گیا ہے۔ معاذ اللہ! جس کا حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کے بارہ میں تصور بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ معاذ اللہ! اگر آیت میں حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کا شرک مراد ہوتا تو ''فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكَانِ'' بصیغۂ تثنیہ آتا۔ معلوم ہوا کہ ''جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ'' کی ضمیر تثنیہ دو (۲) جنسیں یا نوعین مختلفین کی طرف راجع ہے، نہ کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کی طرف۔

غرض یہ کہ ان آیات میں خاص حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کا بیان کرنا مقصود نہیں؛ بلکہ عام آدمیوں کے مرد اور عورت کا حال بیان کرنا مقصود ہے۔ بے شک ابتداء کلام یعنی: ''هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا'' میں بطورِ تمہید حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کا ذکر تھا، مگر اس کے بعد مطلق مرد اور عورت کے ذکر کی طرف منتقل ہو گئے۔ قرآن کریم میں بکثرت ایسا ہے کہ شخص کے ذکر سے جنس کے ذکر کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں، جیسے:

آیت 128: وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ ○ (الملک:۵)

ترجمہ: ہم نے تمہارے قریب کے آسمان کو عظیم الشان چراغوں سے آراستہ کیا ہے اور انہیں شیاطین کو مار بھگانے کا ذریعہ بنا دیا ہے۔ اِن شیطانوں کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ ہم نے مہیا کر رکھی ہے۔

اس آیت میں جن سیاروں کو مصابیح فرمایا ہے، وہ ٹوٹنے والے نہیں، جن سے شیاطین کا رجم ہوتا ہے۔ مگر مشخص مصابیح سے جنسِ مصابیح کی طرف راجع کی گئی۔

اب بحمدہٖ تعالیٰ: ''جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا'' کی تفسیر میں کوئی اشکال نہیں رہا۔
بعض مفسرین اس طرف گئے ہیں کہ اس آیت میں روئے سخن حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا کی طرف ہے۔ اس لیے کہ بعض روایتوں میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کا حال ہے۔ حضرت حوا علیہا السلام کے کئی بچے مر چکے تھے۔ اس کے بعد وہ حاملہ ہوئیں، تو شیطان نے اُن سے آکر کہا کہ اگر اس کا نام عبدالحارث رکھو، تو یہ زندہ رہے گا۔ حضرت حوا شیطان کے فریب میں آگئیں، اور اس نام کے رکھنے کا وعدہ کرلیا۔ پھر حضرت حوا علیہا السلام نے حضرت آدم علیہ السلام کو بھی راضی کرلیا۔ جب بچہ پیدا ہوا، تو دونوں نے اس کا نام عبدالحارث رکھا۔ حارث ابلیس کا نام تھا۔ بظاہر حضرت حوا علیہا السلام کو اس کی خبر نہ تھی کہ حارث شیطان کا نام ہے، اور نہ یہ خبر تھی کہ مشورہ دینے والا شیطان ہے، یا بھیس بدل کر آیا ہوگا، اور حضرت حوا نے پہچانا نہ ہوگا۔ اس قسم کا مکر حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام نے نہ کبھی سنا تھا، اور نہ دیکھا تھا۔ یہ پہلا موقع تھا، بے خبری سے دھوکہ میں آگئے۔ سو یہ روایت اگرچہ ترمذی میں مذکور ہے، مگر متعدد وجوہ سے معلول ہے۔ حضرات محدثین رحمہم اللہ نے اس کی تضعیف کی ہے۔

علاوہ ازیں اسماءِ اعلام میں لغوی معنی کا لحاظ اور اعتبار نہیں ہوتا۔ اگر بالفرض کچھ لحاظ ہو بھی تو اس سے لازم نہیں آتا کہ جس کی طرف لفظ عبد کو مضاف کیا جائے، اس کو معبود سمجھ لیا جائے۔ عرب کا محاورہ ہے کہ میزبان کو عبدالضیف کہتے ہیں، یعنی مہمان کا غلام۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ مہمان اس کا معبود ہے، اور یہ اس کی پوجا کرتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جدِ امجد کا نام عبدالمطلب تھا۔ کوئی شخص اس کا مطلب نہیں سمجھتا تھا کہ وہ مُطلِب کے بندہ ہیں۔ اور مُطلِب ان کا معبود ہے۔ پس اگر عبدالحارث نام رکھنے کا واقعہ صحیح ہو، تو اس سے شرک فی التسمیہ مراد ہوگا۔ معاذ اللہ! یہ ممکن نہیں کہ حقیقۃً شرک کا ارتکاب کرے، لیکن ایسا نام رکھنا جس سے شرک کی بُو آتی ہو۔ یہ نبی کی شانِ رفیع کے مناسب نہیں۔ قرآن کریم کی عادت ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور مقربین کی چھوٹی سی چھوٹی باتوں، لغزشوں اور بھول چوک کو بھی سخت عنوان سے تعبیر کیا جاتا ہے، جیسا کہ حضرت یونس علیہ السلام کے قصہ میں ہے:

آیت 129:۔ وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي

الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ○ (الانبیاء:۸۷)

ترجمہ اور مچھلی والے کو بھی ہم نے نوازا۔ یاد کرو جب کہ وہ بگڑ کر چلا گیا تھا اور سمجھا تھا کہ ہم اس پر گرفت نہ کریں گے۔ آخر کو اس نے تاریکیوں میں سے پکارا: ''نہیں ہے کوئی خدا مگر تو، پاک ہے تیری ذات، بے شک میں نے قصور کیا''۔

اور دوسری جگہ ہے:

آیت 130:۔ حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْــٴَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَآءُ ۭ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ○ (یوسف:۱۱۰)

ترجمہ (پہلے پیغمبروں کے ساتھ بھی یہی ہوتا رہا ہے کہ وہ مدتوں نصیحت کرتے رہے اور لوگوں نے سن کر نہ دیا یہاں تک کہ جب پیغمبر لوگوں سے مایوس ہو گئے اور لوگوں نے بھی سمجھ لیا کہ ان سے جھوٹ بولا گیا تھا، تو یکا یک ہماری مدد پیغمبروں کو پہنچ گئی۔ پھر جب ایسا موقع آجاتا ہے تو ہمارا قاعدہ یہ ہے کہ جسے ہم چاہتے ہیں بچا لیتے ہیں اور مجرموں پر سے تو ہمارا عذاب ٹالا ہی نہیں جا سکتا۔

اسی طرح یہاں بھی سمجھیئے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے رتبہ کے لحاظ سے اس تسمیہ کو جس میں شرک کا ایہام تھا، تغلیظاً ان الفاظ میں ادا فرمایا: ''جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰهُمَا''۔

آخر درخت سے کچھ کھا لینا وہ بلا شبہ سہو اور نسیان سے تھا۔ سہو اور نسیان عقلاً ونقلاً قابلِ مؤاخذہ نہیں، مگر حضرت آدم علیہ السلام نے جو بھولے سے کھا لیا، اس پر قرآن کریم میں کس قدر عتاب آیا۔ یہ عتاب ان کی شانِ رفیع کے لحاظ سے تھا۔

(تفسیر معارف القرآن، کاندھلوی، ج ۳ ص ۲۶۶ تا ۲۶۸)

□ روایت اور اس کا ضعف

حدیث 8:۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَمَّا حَمَلَتْ حَوَّاءُ طَافَ بِهَا إِبْلِيسُ، وَكَانَ لَا يَعِيشُ لَهَا وَلَدٌ فَقَالَ: "سَمِّيهِ عَبْدَ الْحَارِثِ، فَإِنَّهُ يَعِيشُ". فَسَمَّوْهُ عَبْدَ الْحَارِثِ، فَعَاشَ، وَكَانَ ذٰلِكَ مِنْ وَحْيِ الشَّيْطَانِ، وَأَمْرِهِ".

(ضعیف: مسند أحمد رقم 20117؛ ترمذی رقم 3077؛ مستدرک حاکم رقم 4003)

ترجمہ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب حضرت حوا علیہا السلام کو حمل ہوا، تو ابلیس اُن کے پاس آیا۔ حضرت حوا علیہا السلام کے بچے زندہ نہیں رہتے تھے۔ شیطان نے اُن سے کہا: ''اب اس بچے کا نام عبد الحارث رکھنا، وہ زندہ رہے گا''۔ اس پر انھوں نے اس بچے کا نام عبد الحارث رکھ دیا۔ یہ نام شیطان کی بتائی ہوئی بات اور اس کے حکم سے رکھا گیا''۔

ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور حاکم رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ باقی سب محدثین کرام رحمہم اللہ نے اس حدیث کو منکر قرار دیا ہے۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

أَنَّ هٰذَا الْحَدِيثَ مَعْلُولٌ مِنْ ثَلَاثَةِ أَوْجُهٍ:

أَحَدُهَا: أَنَّ عُمَرَ بْنَ إِبْرَاهِيمَ هٰذَا هُوَ الْبَصْرِيُّ، وَقَدْ وَثَّقَهُ ابْنُ مَعِينٍ، وَلٰكِنْ قَالَ أَبُو حَاتِمٍ الرَّازِيُّ: لَا يُحْتَجُّ بِهِ.

الثَّانِي: أَنَّهُ قَدْ رُوِيَ مِنْ قَوْلِ سَمُرَةَ نَفْسِهِ لَيْسَ مَرْفُوعًا. كَمَا قَالَ ابْنُ جَرِيرٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى، حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ، عَنْ أَبِيهِ. وَحَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ بْنِ الشِّخِّيرِ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، قَالَ: سَمّٰى آدَمُ ابْنَهُ "عَبْدَ الْحَارِثِ".

الثَّالِثُ: أَنَّ الْحَسَنَ نَفْسَهُ فَسَّرَ الْآيَةَ بِغَيْرِ هٰذَا. فَلَوْ كَانَ هٰذَا عِنْدَهُ عَنْ سَمُرَةَ مَرْفُوعًا، لَمَا عَدَلَ عَنْهُ.

قَالَ ابْنُ جَرِيرٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَكِيعٍ، حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ يُوسُفَ، عَنْ عَمْرٍو، عَنِ الْحَسَنِ: {جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا آتَاهُمَا} قَالَ: كَانَ هٰذَا فِي بَعْضِ أَهْلِ الْمِلَلِ، وَلَمْ يَكُنْ بِآدَمَ.

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ ثَوْرٍ، عَنْ مَعْمَرٍ قَالَ: قَالَ الْحَسَنُ: عَنٰى بِهَا ذُرِّيَّةَ آدَمَ، وَمَنْ أَشْرَكَ مِنْهُمْ بَعْدَهُ - يَعْنِي: [قَوْلَهُ] {جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا آتَاهُمَا}.

وَحَدَّثَنَا بِشْرٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: كَانَ الْحَسَنُ

يَقُولُ: هُمُ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى، رَزَقَهُمُ اللهُ أَوْلَادًا، فَهَوَّدُوا وَنَصَّرُوا۔
وَهٰذِهِ أَسَانِيدُ صَحِيحَةٌ عَنِ الْحَسَنِ، رَحِمَهُ اللهُ، أَنَّهُ فَسَّرَ الْآيَةَ بِذٰلِكَ، وَهُوَ مِنْ أَحْسَنِ التَّفَاسِيرِ وَأَوْلَى مَا حُمِلَتْ عَلَيْهِ الْآيَةُ، وَلَوْ كَانَ هٰذَا الْحَدِيثُ عِنْدَهُ مَحْفُوظًا عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَمَا عَدَلَ عَنْهُ هُوَ وَلَا غَيْرُهُ، وَلَا سِيَّمَا مَعَ تَقْوَاهُ لِلّٰهِ وَوَرَعِه فَهٰذَا يَدُلُّكَ عَلَى أَنَّهُ مَوْقُوفٌ عَلَى الصَّحَابِيِّ، وَيُحْتَمَلُ أَنَّهُ تَلَقَّاهُ مِنْ بَعْضِ أَهْلِ الْكِتَابِ، مَنْ آمَنَ مِنْهُمْ، مِثْلِ: كَعْبٍ أَوْ وَهْبِ بْنِ مُنَبِّه وَغَيْرِهِمَا، كَمَا سَيَأْتِي بَيَانُهُ إِنْ شَاءَ اللهُ تَعَالَى إِلَّا أَنَّنَا بَرِئْنَا مِنْ عُهْدَةِ الْمَرْفُوعِ، وَاللهُ أَعْلَمُ.

(تفسیر القرآن العظیم، لابن کثیر، ج ۳ ص ۵۲۶، ۵۲۷)

ترجمہ یہ حدیث تین وجوہ کی بنا پر معلول ہے۔

1 اس حدیث کی سند میں ''عمر بن ابراہیم بصری رحمۃ اللہ علیہ'' ہے، جس کے بارے میں ابو حاتم رازی نے کہا ہے: یہ قابل احتجاج نہیں ہے''۔

2 یہ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کا اپنا قول ہے، حدیث مرفوع نہیں ہے۔

3 حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ (جو اس حدیث کے راوی ہیں) نے خود اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ یہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کے بارے میں ہے۔ پس اگر یہ حدیث مرفوع ہوتی، تو پھر اس سے کیوں عدول کیا ہے۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ روایت اسرائیلیات میں سے ہے۔ (ملخصاً)

1 حضرت علامہ شعیب الأرنؤوط، عادل مرشد اور دوسرے حضرات فرماتے ہیں:

إسناده ضعيف، عمر بن إبراهيم -وهو العبدي أبو حفص البصري- في روايته عن قتادة ضعف، والحسن مشهور بالتدليس ولم يذكر سماعه من سمرة.

(حاشیه: مسند الإمام أحمد بن حنبل، ج ۳۳ ص ۳۰۵، رقم 20117)

2 حضرت علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قلت: وليس كما قالوا، فإن الحسن في سماعه من سمرة خلاف مشهور، ثم هو مدلس ولم يصرح بسماعه من سمرة وقال الذهبي في ترجمته من "الميزان": كان

الحسن كثير التدليس، فإذا قال فى حديث: عن فلان، ضعف احتجاجه.
قلت: وأعله ابن عدى فى "الكامل" (3 / 1701) بتفرد عمر بن إبراهيم وقال: وحديثه عن قتادة مضطرب، وهو مع ضعفه يكتب حديثه.
ومما يدين ضعف هذا الحديث الذى فسر به قوله تعالى: "فلما آتاهما صالحا جعلا له شركاء فيما آتاهما ..." الآية، أن الحسن نفسه فسر الآية بغير ما فى حديثه هذا، فلو كان عنده صحيحا مرفوعا لما عدل عنه، فقال فى تفسيرها: كان هذا فى بعض أهل الملل ولم يكن بآدم، ذكر ذلك ابن كثير (2/ 274-275) من طرق عنه ثم قال: وهذه أسانيد صحيحة عن الحسن أنه فسر الآية بذلك، وهو من أحسن التفاسير وأولى ما حملت عليه الآية، وانظر تمام كلامه فإنه نفيس، ونحوه فى "التبيان فى أقسام القرآن" (ص 264) لابن القيم.
(سلسلة الأحاديث الضعيفة، الألبانى، ج ١ ص ٥١٦، ٥١٧، رقم 342)

3 وهذه الآثار يظهر عليها - والله أعلم - أنها من آثار أهل الكتاب، وقد صح الحديث عن رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أنه قال: "إذا حدثكم أهل الكتاب فلا تصدقوهم ولا تكذبوهم"، ثم أخبارهم على ثلاثة أقسام: فمنها: ما علمنا صحته بما دل عليه الدليل من كتاب الله أو سنة رسوله. ومنها ما علمنا كذبه بما دل على خلافه من الكتاب والسنة أيضًا. ومنها: ما هو مسكوت عنه، فهو المأذون فى روايته، بقوله، عليه السلام: "حدثوا عن بنى إسرائيل ولا حرج" وهو الذى لا يصدَّق ولا يكذب، لقوله: "فلا تصدقوهم ولا تكذبوهم".
وهذا الأثر: [هل] هو من القسم الثانى أو الثالث؟ فيه نظر. فأما من حدث به من صحابى أو تابعى، فإنه يراه من القسم الثالث، وأما نحن فعلى مذهب الحسن البصرى، رحمه الله، فى هذا [والله أعلم] وأنه ليس المراد من هذا السياق آدم وحواء، وإنما المراد من ذلك المشركون من ذريته؛ ولهذا قال الله: "فَتَعَالَى اللهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ". (الأعراف: 188)
(الأحاديث الضعيفة والموضوعة التى حكم عليها الحافظ ابن كثير فى تفسيره ص ١٩٥ تا ١٩٧، رقم 397 ـ المؤلف: أبو عبد الرحمن محمود بن محمد الملاح ـ قدم له: فضيلة الشيخ عبد الله بن مانع الروقى ـ الناشر: مكتبة العلوم والحكم، المدينة

المنورة-المملكة العربية السعودية۔الطبعة:الأولى،١٤٣١ھ)

تنبیہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی عِشَاللّٰہِ نے فرمایا ہے:

آیت میں صنعتِ استخدام ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک لفظ ذو معنی ہو۔صریح لفظ کے ساتھ ایک معنی مراد لیا جائے۔ضمیر کے مرجع کے ساتھ دوسرا معنی مراد لیا جائے۔ذو معنی لفظ ذکر کر کے اس کی طرف دو ضمیریں راجع کر دیئے جائیں۔ایک ضمیر کے ساتھ ایک معنی دوسرے کے ساتھ معنی لیا جائے۔ پہلے تو اس آیت میں حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کا ذکر ہے،لیکن بعد میں مطلق بنی آدم کا تذکرہ ہے۔

8.17:۔حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ساڑھے نو سو سال تبلیغ کی۔قوم کے ایمان لانے سے مایوس ہوئے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

آیت 131:۔ وَاُوۡحِیَ اِلٰی نُوۡحٍ اَنَّهٗ لَنۡ یُّؤۡمِنَ مِنۡ قَوۡمِكَ اِلَّا مَنۡ قَدۡ اٰمَنَ فَلَا تَبۡتَىِٕسۡ بِمَا كَانُوۡا یَفۡعَلُوۡنَ ۝ (ہود:۳۶)

ترجمہ حضرت نوح علیہ السلام پر وحی کی گئی کہ تمہاری قوم میں سے جو لوگ ایمان لا چکے،بس وہ لا چکے،اب کوئی ماننے والا نہیں ہے۔ان کے کرتوتوں پر غم کھانا چھوڑ دو۔

قوم نے حضرت نوح علیہ السلام کو بہت تکالیف پہنچائیں۔حضرت نوح علیہ السلام نے مجبور ہو کر باذن خدا بددعا کی:

آیت 132:۔ وَقَالَ نُوۡحٌ رَّبِّ لَا تَذَرۡ عَلَى الۡاَرۡضِ مِنَ الۡكٰفِرِیۡنَ دَیَّارًا ۝ (نوح:۲۶)

ترجمہ اور حضرت نوح علیہ السلام نے دعا کی:''میرے ربّ! ان کافروں میں سے کوئی زمین پر بسنے والا نہ چھوڑ''۔

اس بددعا کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام سے وعدہ لیا کہ ٹھیک ہے سب کو ختم

کروں گا لیکن پھر آپ کی طرف سے کوئی سفارش والی بات نہیں ہوگی۔

آیت 133:۔ وَاصۡنَعِ الۡفُلۡكَ بِاَعۡيُنِنَا وَوَحۡيِنَا وَلَا تُخَاطِبۡنِىۡ فِى الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا‌ۚ اِنَّهُمۡ مُّغۡرَقُوۡنَ ۝ (ہود:۳۷)

ترجمہ اور ہماری نگرانی میں ہماری وحی کے مطابق ایک کشتی بنانی شروع کر دو۔ اور دیکھو جن لوگوں نے ظلم کیا ہے ان کے حق میں مجھ سے کوئی سفارش نہ کرنا۔ یہ سارے کے سارے اب ڈوبنے والے ہیں۔

بحری بیڑہ بنتے ہی اللہ تعالیٰ کا حکم آیا کہ آپ علیہ السلام کو اور آپ علیہ السلام کے اہل کو بچاؤں گا اور مؤمنوں کو اور وہ حیوانات جن کا لوگوں کو فائدہ ہے اور پانی میں زندہ نہیں رہ سکتے وہ بھی، نر و مادہ، کشتی میں سوار کر لیجیے۔ طوفان تنور سے ابل پڑا، کافر تباہ ہوئے:

آیت 134:۔ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَمۡرُنَا وَفَارَ التَّنُّوۡرُ ۙ قُلۡنَا احۡمِلۡ فِيۡهَا مِنۡ كُلٍّ زَوۡجَيۡنِ اثۡنَيۡنِ وَاَهۡلَكَ اِلَّا مَنۡ سَبَقَ عَلَيۡهِ الۡقَوۡلُ وَمَنۡ اٰمَنَ‌ؕ وَمَاۤ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِيۡلٌ ۝ (ہود:۴۰)

ترجمہ یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آ گیا اور وہ تنور ابل پڑا تو ہم نے کہا: ''ہر قسم کے جانوروں کا ایک ایک جوڑا کشتی میں رکھ لو، اپنے گھر والوں کو بھی، سوائے اُن اشخاص کے جن کی نشاندہی پہلے کی جا چکی ہے۔ اس میں سوار کرا دو اور ان لوگوں کو بھی بٹھا لو، جو ایمان لائے ہیں''۔ اور تھوڑے ہی لوگ تھے جو حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ ایمان لائے تھے۔

حضرت نوح علیہ السلام کے اپنے بیٹے کنعان نے انکار کیا۔ بالآخر غرق ہو کر تباہ ہوا۔

آیت 135:۔ وَهِىَ تَجۡرِىۡ بِهِمۡ فِىۡ مَوۡجٍ كَالۡجِبَالِ وَنَادٰى نُوۡحُ ۨابۡنَهٗ وَكَانَ فِىۡ مَعۡزِلٍ يّٰبُنَىَّ ارۡكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنۡ مَّعَ الۡكٰفِرِيۡنَ ۝ قَالَ سَاٰوِىۡۤ اِلٰى جَبَلٍ يَّعۡصِمُنِىۡ مِنَ الۡمَآءِ‌ؕ قَالَ لَا عَاصِمَ الۡيَوۡمَ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنۡ رَّحِمَ‌ۚ وَحَالَ بَيۡنَهُمَا الۡمَوۡجُ فَكَانَ مِنَ الۡمُغۡرَقِيۡنَ ۝ (ہود:۴۲،۴۳)

ترجمہ کشتی ان لوگوں کو لیے چلی جا رہی تھی اور ایک ایک موج پہاڑ کی طرح اُٹھ رہی تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا دور فاصلے پر تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے پکار کر کہا: ''بیٹا!

ہمارے ساتھ سوار ہو جاؤ، کافروں کے ساتھ نہ رہ"۔ اس نے پلٹ کر جواب دیا: "میں ابھی ایک پہاڑ پر چڑھا جاتا ہوں جو مجھے پانی سے بچا لے گا"۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کہا: "آج کوئی چیز اللہ کے حکم سے بچانے والی نہیں ہے سوائے اس کے کہ اللہ ہی کسی پر رحم فرمائے"۔ اتنے میں ایک موج دونوں کے درمیان حائل ہو گئی اور وہ بھی ڈوبنے والوں میں شامل ہو گیا۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو پکارا: "اے اللہ تعالیٰ! آپ نے تو فرمایا تھا کہ آپ کے اہل کو بچاؤں گا اور میرا بیٹا میرے اہل میں سے تھا اور آپ کا وعدہ سچا تھا"۔

آیت 136:۔ وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِیْنَ ○ (ہود: ۴۵)

ترجمہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے ربّ کو پکارا: "اے ربّ! میرا بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے اور تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب حاکموں سے بڑا اور بہتر حاکم ہے"۔

آیت 137:۔ قَالَ یٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنِّیْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ ○ قَالَ رَبِّ اِنِّیْۤ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَیْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ وَاِلَّا تَغْفِرْ لِیْ وَتَرْحَمْنِیْۤ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ ○ (ہود: ۴۶، ۴۷)

ترجمہ جواب میں ارشاد ہوا: "اے نوح! وہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں ہے، وہ تو ایک بگڑا ہوا کام ہے۔ لہٰذا تو اُس بات کی مجھ سے درخواست نہ کر، جس کی حقیقت تو نہیں جانتا، میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے آپ کو ناواقف کی طرح نہ بنا لے"۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فوراً عرض کیا: "اے میرے ربّ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ وہ چیز تجھ سے مانگوں جس کا مجھے علم نہیں۔ اگر تو نے مجھے معاف نہ کیا اور رحم نہ فرمایا تو میں برباد ہو جاؤں گا"۔

اشکال اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو عذاب سے پہلے کفار کے متعلق سفارش سے منع فرمایا تھا لیکن حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے کافر بیٹے کیلئے سفارش کر کے اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کی، جو کہ عصمت کے منافی ہے۔

جواب قرآن مجید کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے معصیت نہیں کی۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے:

آیت 138: فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ. (ہود: ۴۶)

ترجمہ لہٰذا مجھ سے ایسی چیز نہ مانگو جس کی تمہیں خبر نہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کو اپنے بیٹے کے بارے میں علم نہیں تھا، کہ نہی کا تعلق اس سے بھی ہے ورنہ صریح نہی کی صورت میں آپ علیہ السلام اپنے بیٹے کو کیسے کہہ سکتے ہیں کہ کفر کی حالت کے باوجود ہمارے ساتھ کشتی میں سوار ہوجاؤ بلکہ حضرت نوح علیہ السلام نے تو اپنے بیٹے سے کہا:

آیت 139: وَنَادٰى نُوْحُ ٱبْنَهٗ وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ○ (ہود: ۴۲)

ترجمہ حضرت نوح علیہ السلام نے پکار کر کہا: "بیٹا! ہمارے ساتھ سوار ہو جاؤ، (ایمان لے آؤ اور) کافروں کے ساتھ نہ رہو"۔

اس صورت سے متعلق نہی نہیں آئی ہے اور

آیت 140: اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ. (ہود: ۴۰)

ترجمہ سوائے اُن اشخاص کے جن کی نشاندہی پہلے کی جا چکی ہے۔

مبہم ہے۔ اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ آپ علیہ السلام کے بیٹے کنعان کے حق میں بھی ہے۔

تفسیر تھانوی: حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ان آیات کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

آیت 141: وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ ○ قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنِّيْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ○ قَالَ رَبِّ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْئَلَكَ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاِلَّا تَغْفِرْ لِيْ وَتَرْحَمْنِيْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ○ (ہود: ۴۵ تا ۴۷)

تفسیر اور (جب) حضرت نوح علیہ السلام (نے کنعان کو ایمان لانے کے لیے فرمایا اور اُس نے

نہ مانا، تو اس کے غرق ہونے کے قبل انھوں) نے (اس اُمید پر کہ شاید حق تعالیٰ اپنی قدرت سے اس کے دل میں ایمان القا فرما دے، اور یہ ایمان لے آئے) اپنے ربّ کو پکارا اور عرض کیا کہ اے میرے ربّ! میرا یہ بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے، اور آپ کا (یہ) وعدہ بالکل سچا ہے (گھر والوں میں جو ایمان لانے والے ہیں، اُن کو بچا لوں گا) اور (گو یہ سرِ دست ایمان لانے والا اور مستحقِ نجات نہیں ہے لیکن) آپ احکم الحاکمین (اور بڑی قدرت والے) ہیں (اگر آپ چاہیں تو اس کو مؤمن بنا دیں تا کہ یہ بھی اس وعدۂ حقہ کا محل بن جائے۔ خلاصہ معروض کا دعا تھی۔ اس کے مؤمن ہونے کے لیے) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے نوح! یہ شخص (ہمارے علمِ ازلی میں) تمہارے (ان) گھر والوں میں نہیں (جو ایمان لا کر نجات پائیں گے یعنی اس کی قسمت میں ایمان نہیں بلکہ) یہ (خاتمہ تک) تباہ کار (یعنی کافر رہنے والا) ہے۔ سو مجھ سے ایسی چیز کی درخواست مت کرو، جس کی تم کو خبر نہیں (یعنی ایسے امرِ محتمل کی دعا مت کرو)۔ میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ تم (آیندہ) نادان نہ بن جاؤ (یعنی ایسی دعا نادانی کی بات ہے)۔ انھوں نے عرض کیا کہ اے میرے رب! میں اس امر سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں کہ (آیندہ) آپ سے ایسے امر کی درخواست کروں جس کی مجھ کو خبر نہ ہو، اور (گزشتہ معاف کر دیجیے کیوں کہ) اگر آپ میری مغفرت نہ فرمائیں گے اور مجھ پر رحم نہ فرمائیں گے، تو میں بالکل ہی تباہ ہو جاؤں گا۔

فائدہ وعدۂ نجاتِ مؤمنین اِحۡمِلۡ فِیۡهَا سے مستفاد ہوتا ہے۔ اِنَّ وَعۡدَكَ الۡحَقُّ میں یہی مراد ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اَهۡلَكَ کے ساتھ اِلَّا مَنۡ سَبَقَ عَلَيۡهِ الۡقَوۡلُ فرما دیا تھا، اور اس کا مصداق متعین نہ فرمایا تھا۔ عدمِ تعیین واقع میں اس لیے تھی کہ یہ اِنۡجَاءٌ (نجات دینا) یا اِغۡرَاقٌ (غرق کرنا) تک مبہم رہے، بجز ہمارے کسی کو اس کی اطلاع نہ ہو کہ کون مؤمن ہو گا؟ کون کافر؟ اور اس عدمِ اطلاع میں کوئی حکمت ہو گی۔ پس در پردہ اس میں ایسے مشتبہ کے حق میں دعا کرنے کی بھی ممانعت تھی۔ اور وَلَا تُخَاطِبۡنِیۡ فِی الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا میں بھی ظلم سے مراد ظلم فِیۡ عِلۡمِنَا تھا جو کہ عام تھا متیقن و مشتبہ کو، مگر حضرت نوح علیہ السلام یوں سمجھے کہ ظَلَمُوۡا سے مراد ظَلَمُوۡا فِیۡ عِلۡمِ نُوۡحٍ اور

سَبَقَ الْقَوْلُ سے بھی سَبَقَ فِیْ عِلْمِ نُوح یعنی مُتَیَقَّنُ الْکُفْرِ مراد ہے۔ پس چوں کہ کنعان مُتَیَقَّنُ الْکُفْرِ اِلَی الْمَوْت نہ تھا۔ البتہ غیر معلوم الایمان تھا جس کو جواب میں مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ سے تعبیر فرمادیا گیا ہے، اس لیے دعا کردی۔ چوں کہ بتفسیرِ مذکور اس کے لیے دعا کی اجازت نہ تھی، اس لیے نصیحت کی گئی کہ آیندہ ایسا نہ کرنا کہ ہم جس کو مبہم رکھنا چاہیں، اس میں درخواست کرو۔ اگر شبہ ہو کہ لَنْ یُّؤْمِنَ سے اس کا مُتَیَقَّنُ الْکُفْرِ ہونا معلوم ہوتا ہے۔ پھر کیوں دعا کی؟ جواب یہ ہے کہ وہ باعتبار قوم کے ہے، اَھْل (گھر والوں) کے اعتبار سے ہونا ثابت نہیں۔ پس عصمتِ نوح علیہ السلام میں کوئی اشکال نہ رہا۔ وَھٰذا التقریر لھٰذا المقام من مواھب اللہ العلّام۔

(بیانُ القرآن ج ۲ ص ۳۲۵۔ المؤلف: حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ (التوفی ۱۳۶۲ھ)۔ الناشر: دار الاشاعت، اردو بازار، کراچی۔ اپریل ۲۰۱۵ء)

8.18: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے توریاتِ ثلاثہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق ثلاث کِذبات منقول ہیں، حالانکہ جھوٹ نبی علیہ السلام کی عصمت پر سب سے زیادہ جارح ہے۔

توریہ 1

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم بت پرست اور نجوم پرست تھی۔ ایک موقع پر ان کا ایک تہوار اور میلہ کا دن تھا جس میں یہ سب مل کر خوشیاں مناتے تھے۔ انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بھی ساتھ جانے کو کہا۔ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ستاروں کی طرف دیکھا اور فرمایا میں بیمار ہوں، آپ کے ساتھ نہیں جاسکتا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

آیت 142:۔ فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ ○ فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ ○ (الصّٰفّٰت: ۸۸،۸۹)

ترجمہ: پھر اُس (حضرت ابراہیم علیہ السلام) نے ستاروں پر ایک نگاہ ڈالی، اور کہا: "میری طبعیت

خراب ہے"۔

اعتراض ستاروں میں نظر سے مراد یہ ہے کہ ستاروں کے اوضاع وحرکات سے معلوم کیا کہ بیمار ہوں تو اس پر جرح یہ ہے کہ معاذ اللہ! حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کواکب کو موثر مانا، دوسری بات یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: "میں بیمار ہوں"۔ بیمار شخص میلے اور مجلس میں حاضر نہیں ہوسکتا۔ اس لیے کہ اس سے پھر ساری مجلس کی رونق ختم ہوجاتی ہے حالانکہ آپ علیہ السلام بیمار نہیں تھے۔

جواب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ستاروں کو دیکھ کر قوم کو یہ جواب دینا کہ میں بیمار ہوں۔ اس سے ظاہری طور پر جھوٹ معلوم ہوتا ہے، لیکن یہ توریہ تھا، اور توریہ کا مقصد جھوٹ سے بچنا ہوتا ہے۔ توریہ کا مطلب ہے کہ ایک لفظ کا معنی قریب وبعید ہو، متکلم لفظ بول کر معنی بعید کا ارادہ کرے اور مخاطب کے ذہن میں معنی قریب آجائے۔

ہجرت کے موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے جارہے تھے، اس وقت کفار نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے بڑے انعامات کا اعلان کیا تھا۔ راستے میں ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پوچھا: "یہ کون ہے؟"۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا: "هٰذَا الرَّجُلُ يَهْدِينِي السَّبِيلَ"۔ وہ سامع یہ سمجھا کہ دوسرے چلنے والے کو راستہ معلوم نہیں، آگے والا آدمی اس کو راستہ دکھاتا ہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ تھا: "یہ عظیم شخصیت مجھے دین کا راستہ دکھاتے ہیں"۔

حدیث 9: حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ، حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: أَقْبَلَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَدِينَةِ وَهُوَ مُرْدِفٌ أَبَا بَكْرٍ، وَأَبُو بَكْرٍ شَيْخٌ يُعْرَفُ، وَنَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَابٌّ لَا يُعْرَفُ، قَالَ: فَيَلْقَى الرَّجُلُ أَبَا بَكْرٍ فَيَقُولُ: "يَا أَبَا بَكْرٍ! مَنْ هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْكَ؟" فَيَقُولُ: "هٰذَا الرَّجُلُ يَهْدِينِي السَّبِيلَ"۔ قَالَ: فَيَحْسِبُ الْحَاسِبُ أَنَّهُ إِنَّمَا يَعْنِي الطَّرِيقَ، وَإِنَّمَا يَعْنِي سَبِيلَ الْخَيْرِ۔ الحديث

(بخاری رقم 3911؛ مسند احمد رقم 12235، 13205، 14063؛ فضائل الصحابة لأحمد رقم 605)

اب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے توریہ سے کام لیا۔ خود معنی بعید کا ارادہ کیا جب کہ مخاطب نے معنی قریب مراد لیا۔ یوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑی مصیبت سے بچ گئے۔

اب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قوم کے ساتھ میلے میں جانے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ ان کی نحوست اور حوصلہ افزائی سے بچنے کے لیے انہوں نے توریہ سے کام لیا اور آپ علیہ السلام نے ستاروں کی طرف دیکھ کر فرمایا "میں بیمار ہوں"۔ اب قوم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عمل سے یہ سمجھی کہ انہوں نے ستاروں کو مؤثر مان کر کہا کہ میں بیمار ہوں اور نہیں جا سکتا، جب کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقصد اللہ تعالی کی قدرت کا مشاہدہ کرنا تھا کہ یا اللہ! آپ نے عجیب ستارے پیدا فرمائے ہیں۔ اسی طرح اِنِّیۡ سَقِیۡمٌ میں بھی توریہ ہے۔ سَقِیۡمٌ اسم فاعل کا صیغہ ہے، اس کا فاعل کبھی حال اور کبھی استقبال کے معنی میں آتا ہے۔ یہاں اسم فاعل استقبال کے معنی میں ہے۔ "أي سَأَسْقِمُ" میں جلد بیمار ہو جاؤں گا۔ اس لیے کہ پیغمبر مشرکانہ اعمال کو دیکھ کر پریشان ہو جاتے ہیں۔ جب میں تم کو وہاں پر مشرکانہ اعمال کرتے ہوئے دیکھوں گا، تو میرے مزاج میں فساد آئے گا اور مزاج میں فساد بیماری ہے۔

شیخ الحدیث مولانا فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سقم دو قسم پر ہے: سقم بدنی، سقم روحانی۔ یہاں سقم روحانی مراد ہے۔ اب یہ توریہ اس طرح ہوا کہ قوم نے سقم بدنی مراد لیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مراد سقم روحانی ہے۔ لہٰذا اس پر کذب کا اطلاق نہیں ہوتا۔ البتہ روایت میں اس پر کذب کا اطلاق صورتاً ہے۔

تفسیر ماجدی: حضرت مولانا عبدالماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

آیت 143: ۔فَنَظَرَ نَظۡرَۃً فِی النُّجُوۡمِ ○ فَقَالَ اِنِّیۡ سَقِیۡمٌ ○ (الصّٰفّٰت: ۸۸، ۸۹)

ترجمہ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ستاروں کو ایک نگاہ بھر کے دیکھا، اور کہہ دیا کہ میں مضمحل ہوں۔

تفسیر اب صورت واقعہ یہ ہے کہ قوم کے سالانہ میلہ کا وقت آ گیا ہے۔ (جاہلی قوموں میں

میلوں ٹھیلوں کی جو اہمیت ہوتی ہے، وہ ظاہر ہے)۔ اور لوگ آپ علیہ السلام کو اپنا ہم عقیدہ سمجھ کر آپ علیہ السلام سے بھی ہمراہ چلنے کو کہتے ہیں، آپ علیہ السلام عذر کر دیتے ہیں۔ یہ بیانِ اسی موقع کا ہے۔

فَنَظَرَ نَظۡرَةً فِي النُّجُومِ ○ گھڑی کی ایجاد سے قبل وقت وغیرہ کے علم کے لیے نظر قدرةً رات کے وقت ستاروں کی طرف اُٹھا کرتی تھی، جیسا کہ آج کل بھی ان ملکوں میں دستور ہے، جہاں گھڑیاں ابھی نہیں پہنچی ہیں۔ اور پھر اہل کلدانیہ (بابل) تو فنِ نجوم، جوتش وغیرہ کے پرستاروں میں فال وغیرہ کے کتنے احکام تاروں ہی سے لیا کرتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نظر آسمان کی طرف اُٹھائی، اور وہ لوگ اپنی حسبِ عادت یہ سمجھے کہ یہ ستاروں کی مدد سے اپنا مستقبل دریافت کر رہے ہیں۔

فَقَالَ اِنِّيۡ سَقِيۡمٌ ○ آپ علیہ السلام نے بطورِ عذر فرمایا کہ میں تو مضمحل ہوں، اس لیے تمہارا ساتھ دینے سے معذور۔

یہاں ایک مشہور سوال یہ چلا آرہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تو مریض نہ تھے، پھر کیسے اپنے کو مریض ظاہر کر دیا؟ جوابات اس کے مختلف اور متعدد دیئے گئے ہیں، لیکن ایک سوال نفسِ سوال ہی پر پیدا ہوتا ہے، وہ یہ کہ آپ علیہ السلام کا مریض نہ ہونا کہاں سے فرض کر لیا گیا ہے؟!! قرآن مجید میں تو اس کی صراحت کے کیا معنی، اشارہ بھی نہیں، اور نہ کسی معتبر روایت میں یہ ذکر ہے۔ بالکل آسانی سے ممکن ہے کہ آپ علیہ السلام مریض ہوں، اور اس کا اظہار بھی آپ علیہ السلام نے کر دیا۔ صرف ستاروں پر نظر کرنے کا جز الگ تھا، اور وہ اس مصلحت سے تھا کہ ستارہ پرست قوم کو مزید سوالات کا موقع نہ رہے۔

سَقِيۡمٌ کے معنی بھی مریض کیوں فرض کر لیے گئے؟ اور اس کا اردو ترجمہ "بیمار" سے کرنا کیوں لازم آگیا؟ سقیم کا اطلاق ہر مضمحل پر ہوتا ہے، جیسے خود قرآن مجید ہی میں، بلکہ اس کی اسی سورت میں آگے چل کر آرہا ہے:

آیت 144: فَنَبَذۡنٰهُ بِالۡعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيۡمٌ ○ (الصّٰفّٰت: ۱۴۵)

ترجمہ: پھر ہم نے ان کو ایک میدان میں ڈال دیا، اس حال میں کہ وہ نڈھال تھے۔

جہاں کوئی اس کے معنی ''بیمار'' کے نہیں لیتا۔

اور پھر جیسا کہ علامہ راغب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے، بیماری کا تعلق ماضی سے بھی ہوسکتا ہے، اور مستقبل سے بھی، اور حال سے بھی۔ اور صحتِ کامل تو کسی کی بھی نہیں ہوتی۔ کچھ نہ کچھ بیمار تو تقریباً ہر شخص رہتا ہی ہے۔ (راغب، ص ۲۶۴)

اِنِّیْ سَقِیْمٌ کے معنی لیے گئے ہیں: ''بیمار ہونے کو ہوں''، یا ''بیمار ہونے کے قریب ہوں''۔

أي: مشارف للسقم (کشاف: ج ۴ ص ۴۷)

أي: سأسقم (مدارک ص ۱۰۰۵)

أي: يشارف السقم (بحر، ج ۷ ص ۳۶۶)

أراد أنه سيسقم (روح، ج ۲۳ ص ۱۰۱)

(تفسیر ماجدی ج ۶ ص ۲۹، ۳۰۔ المولف: مولانا عبد الماجد دریا آبادی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۹۷۷ء)۔ الناشر: مجلسِ نشریاتِ قرآن، کراچی طبع: ۲۰۱۳ء)

تفسیر تھانوی: حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ان آیات کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

آیت 145: فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ ۝ فَقَالَ اِنِّیْ سَقِیْمٌ ۝ (الصّٰفّٰت: ۸۸، ۸۹)

ترجمہ: سو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ستاروں کو ایک نگاہ بھر کر دیکھا اور کہہ دیا کہ میں بیمار ہونے کو ہوں۔

تفسیر: (ایک بار کا واقعہ ہے کہ ان کا کوئی تہوار آیا۔ قوم نے ان سے بھی درخواست کی کہ ہمارے میلہ میں چلو: كذا في الدر عن زيد بن اسلم)۔ سو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ستاروں کو ایک نگاہ بھر کر دیکھا اور کہہ دیا کہ میں بیمار ہونے کو ہوں۔ (اس لیے میلہ میں نہیں جاسکتا کہ جاتے یا آتے تکلیف ہوگی۔ ان لوگوں کو لے جانا شاید اس غرض سے ہو کہ ہماری شان وشوکت دیکھ کر ہمارے طریقہ کی شاید کچھ وقعت ان کے دل میں پیدا ہوجائے۔ آپ علیہ السلام کو منظور یہ تھا کہ اکیلا رہ جاؤں، تو یہاں بتوں کی مرمت کروں۔ اسی لیے ستاروں کو دیکھ کر حیلہ کر دیا۔ یہ ستاروں کو دیکھنا بطورِ ایہام و توریہ کے تھا کہ وہ تو بوجہ اس کے کہ کواکب کو متصرف فی الحوادث سمجھتے تھے، یوں سمجھے

کہ ان کو کوئی قاعدہ نجوم کا آتا ہوگا، جس سے رفتار ستارہ کی دیکھ کر ان کو معلوم ہو گیا کہ میں تھوڑی دیر میں بیمار ہو جاؤں گا۔ اور چوں کہ وہ نجوم کے معتقد تھے، اس لیے اصرار نہیں کیا، اور واقع میں اس نظر سے وہی غرض تھی جو شریعت میں محمود ہے، یعنی صانع کی کمال محبت وعظمت کے استحضار کے لیے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

آیت 146: ۔اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۙ (الاعراف:۱۸۵)

ترجمہ کیا ان لوگوں نے آسمان وزمین کے انتظام پر کبھی غور نہیں کیا اور کسی چیز کو بھی اللہ نے پیدا کی ہے آنکھیں کھول کر نہیں دیکھا؟

آیت 147: ۔وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ (آل عمران:۱۹۱)

ترجمہ اور زمین آسمانوں کی ساخت میں غور وفکر کرتے ہیں۔

آیت 148: ۔قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ (یونس:۱۰۱)

ترجمہ ان سے کہو: ''زمین اور آسمانوں میں جو کچھ ہے، اسے آنکھیں کھول کر دیکھو''۔

یہ شبہ نہ کیا جائے کہ یہ ایہام ان کی ضلالت (گمراہی) کا سبب ہو گیا۔ بات یہ ہے کہ وہ تو پہلے ہی ضال (گمراہ) تھے۔ رہا بقا علی الضلالۃ (گمراہی پر باقی رہنا)، سو چوں کہ آپ علیہ السلام موقع پا کر توحید کے بارہ میں ان سے صریح مناظرہ کرنے والے تھے، نیز بہت سے مناظرے کر بھی چکے تھے۔ اس لیے یہ ایہام اس صریح اِعلام (بتلا دینے) کے ہوتے ہوئے بقا علی الضلالۃ (گمراہی پر باقی رہنا) میں مؤثر نہیں ہو سکتا۔ رہا یہ کہ اس تصریح کے بعد پھر ایہام کیسے ہو سکتا ہے؟ وہ لوگ جانتے تھے کہ آپ علیہ السلام معتقد نہیں۔ سو بات یہ ہے کہ جو اَمر نفس کے موافق ہوتا ہے، اس کا احتمالِ ضعیف بھی دل خوش کن ہوتا ہے۔ شاید وہ سمجھے ہوں کہ ان کی کچھ رائے بدل گئی ہو، اور یہ ہمارے طریق پر آجائیں گے۔ اور اگر اس میں بھی کوئی ضرر اضلال (گمراہ کرنے کا نقصان) متوہم ہے۔ تو اوّل عنقریب مناظرہ صریحہ سے وہ رفع ہو گیا۔

دوسرے اس اضرار (تکلیف پہنچانا) کا قصد نہ تھا، بلکہ مقصود اپنی جان چھڑانا تھا، جو وسیلہ بنے گا، ان سے مناظرہ کر کے ان کی حجت قطع کرنے کا۔ پس ایسی ضرورت میں

ایسا ضرر معتد بہ نہیں رہا۔

رہا، اِنِّیْ سَقِیْمٌ کہنا، ظاہر میں خلاف واقع ہونے کے موجب وسوسہ ہوسکتا ہے، لیکن واقع میں بالکل صحیح ہے، یعنی بمعنی مستقبل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میں آئندہ کبھی بیمار ہوں گا۔ سوچوں کہ موت یقینی ہے، اور اگر آدمی قبل موت کے بمعنی متعارف بیمار نہ بھی ہو، تب بھی جس وقت موت شروع ہوتی ہے، تو اس وقت مزاج میں اعتلال اور خروج عن الاعتدال لازم ہے۔ یہی مرض ہے۔ اور موت نام ہے زہوق روح (روح کے نکل جانے کا) کا۔ پس ہر موت سے پہلے مرض اور سقم کا ہونا ضروری ہوا)۔

(بیانُ القرآنِ ج ۳ ص ۳۰۷۔ المؤلف: حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (التوفی ۱۳۶۲ھ)۔ الناشر: دار الاشاعت، اردو بازار، کراچی۔ اپریل ۲۰۱۵ء)

توریہ 2

کذب کی دوسری جرح حضرت ابراہیم علیہ السلام پر یہ ہے کہ جب ان کی قوم تہوار منانے گئی، تو اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا:

آیت 149: ۔وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ○ (الانبیاء: ۵۷)۔

ترجمہ اور خدا کی قسم! میں تمہاری غیر موجودگی میں ضرور تمہارے بتوں کی خبر لوں گا۔

اور یہ بات بعض لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے سنی بھی تھی، جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے موقع پالیا، تو بت خانہ جا کر تمام بت توڑ ڈالے، بڑے بت کو مکمل نہیں توڑا بلکہ ان کے پاؤں کاٹ کر کلہاڑی کو اس کی گردن پر لٹکایا۔ قوم نے واپس جا کر جب اپنی معبودوں کا یہ حشر دیکھا تو نہایت غصہ میں آگئی اور یہ کہنے لگی:

آیت 150: ۔قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ○ (الانبیاء: ۵۹)

ترجمہ (انہوں نے آکر بتوں کا یہ حال دیکھا تو) کہنے لگے: ''ہمارے خداؤں کا یہ حال کس نے کردیا؟ بڑا ہی کوئی ظالم تھا وہ''۔

جن لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے یہ سنا تھا:

آیت 151: ۔وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ○ (الانبیاء: ۵۷)

ترجمہ اور خدا کی قسم! میں تمہاری غیر موجودگی میں ضرور تمہارے بتوں کی خبر لوں گا۔

وہ کہنے لگے:

آیت152:۔ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ○(الانبیاء:۶۰)

ترجمہ (بعض لوگ) بولے:''ہم نے ایک نوجوان کو ان کا ذکر کرتے سنا تھا جس کا نام حضرت ابراہیم علیہ السلام ہے''۔

آیت153:۔ قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ○(الانبیاء:۶۱)

ترجمہ انہوں نے کہا:''تو پکڑ لاؤ اُسے سب کے سامنے تاکہ لوگ دیکھ لیں (اُس کی کیسی خبر لی جاتی ہے)''۔

لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حاضر کر کے پوچھا:

آیت154:۔ قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ○(الانبیاء:۶۲)

ترجمہ (حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آنے پر) انہوں نے پوچھا:''کیوں ابراہیم! تو نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے؟''۔

جواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

آیت155:۔ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ○ (الانبیاء:۶۳)

ترجمہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا:''بلکہ یہ سب کچھ ان کے اس سردار نے کیا ہے، اِن ہی سے پوچھ لو، اگر یہ بولتے ہوں''۔

اشکال حالانکہ اس سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ میں بتوں کا حشر کروں گا اور اب توڑنے کی نسبت بڑے کی طرف کی۔

جواب اس کو مماشاۃ مع الخصم کہتے ہیں۔ یہ خصم کی تبکیت (ذلت) اور الزام کے لیے کیا جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آدمی اپنے خصم کے ساتھ نرم بات کرے، خصم کا یہ خیال ہو کہ شاید میری طرف مائل ہو رہا ہے۔ اور پھر اچانک خصم پر محال لازم کر دے، جس سے وہ لاجواب ہو جائے، جیسا کہ دوسرے موقع پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

آیت 156:۔ قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ○ (الزخرف:۸۱)

ترجمہ ان سے کہو: ”اگر واقعی رحمٰن کی کوئی اولاد ہوتی تو سب سے پہلے عبادت کرنے والا میں ہوتا“۔

اب قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ سے مشرکین کے خیال میں یہ بات آئی ہوگی کہ یہ ہماری طرف میلان ہے، لیکن جب فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ فرمایا گیا، تو یہ محال ہے جو خصم پر لازم کردیا گیا اور وہ خاموش ہوگئے۔ یہاں پر بھی

قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْئَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ○

اگر آپ کے یہ معبود بولنے والے ہوں تو اپنا قاتل تو بتلادیتے۔

ایسی بات محاورات میں خصم کو خاموش کرنے کے لیے استعمال ہوتی رہتی ہے۔ لہٰذا اس کو جھوٹ نہیں کہتے ہیں۔ مناطقہ کہتے ہیں: ”إن کان زید حمارًا کان ناھقاً“۔ (اگر زید گدھا ہوتا، تو وہ گدھے والی آوازیں بھی نکالتا)۔ اب زید ے گدھے ہونے کا جزم نہیں۔ اسی طرح

قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا۔ یہ جزماً نہیں کہا گیا بلکہ اس کو الزام خصم کیلئے ذکر کیا گیا۔ حدیث میں اس پر کذب کا اطلاق صورتاً ہے۔

تفسیر ماجدی: حضرت مولانا عبدالماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

آیت 157:۔ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْئَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ○ (الانبیاء:۶۳)

ترجمہ (آپ علیہ السلام نے) کہا: ”کہیں اس نے نہ کیا ہو۔ ان کے اسی بڑے نے۔ سو ان ہی سے پوچھ دیکھو، اگر یہ بولتے ہوں۔

تفسیر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا طنزیہ اندازِ گفتگو شروع ہی سے ظاہر ہے۔ اسی لب ولہجہ میں آپ علیہ السلام نے اس وقت بھی فرمایا: ”جی اور کیا۔ اور کہیں ان بڑے ٹھاکر جی ہی نے یہ حرکت نہ کی ہو۔ آپ ان ہی سے کیوں نہیں دریافت کرلیتے؟“۔

حدیثِ صحیح میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے اس قول کو ”کذب“ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور اس سے منکرینِ حدیث کو بخاری، مسلم، ترمذی کے خلاف خود ایک طومار

کذب باندھنے کا موقع مل گیا ہے۔ حالانکہ صاف ظاہر ہے کہ یہ کذب صرف صورۃً تھا، نہ حضرت علیہ السلام کی نیت کسی غلط بات کہنے کی تھی، نہ اس کلام سے اتنے بڑے مجمع میں کسی ایک متنفس کو بھی دھوکا یا مغالطہ ہوا۔ مقصود تمام تر مشرکین پر حجتِ الزامی قائم کرنا تھی۔ اور اس کے لیے آپ علیہ السلام اعلان پیشتر کر ہی چکے تھے۔

آیت 158: ۔وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ○ (الانبیاء: ۵۷)

یہ تو صرف ایک بلیغ، مؤثر، خطیبانہ پیرایۂ گفتگو، اسلوبِ بیان تھا، موقع کے مناسب حال۔ ایسا کذب (اور ''کذب'' جو عربی میں اردو کے ''جھوٹ'' کے مرادف نہیں، بلکہ اس سے کہیں زیادہ وسیع معنی رکھتا ہے)، ہرگز عصمتِ انبیاء کے منافی نہیں۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک توجیہ بھی یہی نقل کی ہے کہ فاعل كَبِيْرُهُمْ هٰذَا کو نہ مانا جائے بلکہ بجائے اس کے تقدیرِ کلام یوں مانی جائے ''فَعَلَهٗ مَنْ فَعَلَهٗ''، یعنی یہ حرکت تو کی جس نے کی۔ اور كَبِيْرُهُمْ هٰذَا کا تعلق صرف عبارتِ مابعد سے جوڑا جائے۔

أنه كناية عن غير مذكور أي فَعَلَهٗ مَنْ فَعَلَهٗ (كبير)

اور کسائی نحوی سے منقول ہے کہ وہ ''بَلْ فَعَلَهٗ'' پر پورا وقف کر لیتے تھے۔ اور ''كَبِيْرُهُمْ هٰذَا'' سے نیا فقرہ شروع کرتے تھے۔

و يروىٰ عن الكسائي أنّه كان يقف عند قوله: بَلْ فَعَلَهٗ. ثم يبتدئ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا. (كبير)

(تفسیر ماجدی ج ۳ ص ۳۱۰۔ المؤلف: مولانا عبدالماجد دریا آبادی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۹۷۷ء)۔ الناشر: مجلسِ نشریاتِ قرآن، کراچی طبع: ۲۰۱۳ء)

تفسیر تھانوی: حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ان آیات کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

آیت 159: ۔قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ○ (الانبیاء: ۶۳)

ترجمہ انھوں نے (جواب میں) فرمایا کہ نہیں، بلکہ ان کے اس بڑے (گرو) نے کی، سو ان ہی سے پوچھ لو، اگر یہ بولتے ہوں۔

تفسیر انھوں نے (جواب میں) فرمایا کہ (تم یہ احتمال کیوں نہیں فرض کرتے، کہ یہ حرکت میں نے) نہیں (کی)، بلکہ ان کے اس بڑے (گرو) نے کی (اور جب اس کبیر میں فاعل ہونے کا احتمال ہوسکتا ہے، تو ان صغار میں ناطق ہونے کا احتمال بھی ہوگا)، سو ان ہی سے پوچھ لو (نا)، اگر یہ بولتے ہوں۔ (اور اگر یہ شق احتمال فاعلیت و ناطقیت کی باطل ہے، تو عجز ان کا تمہارے نزدیک مسلّم ہوگیا۔ پھر اعتقادِ الوہیت کی کیا وجہ؟)۔

فائدہ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ کی جو تقریر کی گئی ہے، اس سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ یہ صدقِ محض ہے، مگر چوں کہ اس مضمون کے علیٰ سبیل الفرض ہونے پر محض قرینہ مقامیہ دال ہے، کوئی قرینہ مقالیہ دال نہیں، جیسا ''هٰذَا رَبِّيْ'' میں بھی ایسا ہی ہے۔ اس لیے حدیث میں صورتاً اس پر مجازاً کذب کا اطلاق آیا ہے۔

(بیانُ القرآن ج ۲ ص ۷۳۹۔ المؤلف: حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ (التوفی ۱۳۶۲ھ)۔ الناشر: دار الاشاعت، اردو بازار، کراچی۔ اپریل ۲۰۱۵ء)

توریہ 3

اشکال جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ سے نجات دے دی اور بیوی کو ساتھ لے کر ہجرت کر گئے، تو راستے میں ان کا گزر ایسے بادشاہ پر ہوا، جس کا طریقہ یہ تھا کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ ہوتا تو مرد کو قتل کر کے بیوی کو اپنے قبضہ میں لیتا۔ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی حضرت سارہ علیہا السلام سے فرمایا کہ جب آپ کو بادشاہ بلائے اور میرے متعلق پوچھے تو آپ اس کو کہیں: ''یہ میرا بھائی ہے، اور میں اس کی بہن ہوں''۔

ویسے بھی ہم دین کے اعتبار سے بہن بھائی ہیں تاکہ ان کے ظلم سے بچ جائیں اور یوں اس طریقے سے وہ بچ گئے۔ اب یہ بھی ظاہر میں ایک جھوٹ کے زمرے میں آتا ہے جس کا ارتکاب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا۔ حقیقت میں جھوٹ نہیں۔

جواب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی بیوی کو بادشاہ کے سامنے ''اُخت'' بہن کہا۔ اس سے

مراد "أخت فی الدین والتوحید" دینی بہن مراد تھی۔ لہٰذا اس میں کوئی اشکال نہیں، اگر نسباً أخت مراد ہوتی، تب بھی اشکال نہیں۔ اس لیے کہ حضرت سارہ علیہا السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنت العم چچا زاد لڑکی تھی، اور بنت العم کو عرف میں اُخت کہا جاتا ہے۔ اب اس میں کذب کا احتمال نہیں، ہاں اس پر کذب کا اطلاق صورتاً ہوا ہے۔ روایت ملاحظہ فرمائیں:

حدیث 10: ۔عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَمْ يَكْذِبْ إِبْرَاهِيمُ إِلَّا فِي ثَلَاثَ كَذَبَاتٍ: ثِنْتَيْنِ مِنْهُنَّ فِي ذَاتِ اللهِ قوله: "إِنِّي سَقِيمٌ". وقوله: "بَلْ فعله كبيرهم هٰذَا". وَقَالَ: بَيْنَا هُوَ ذَاتَ يَوْمٍ وَسَارَةُ إِذْ أَتَى عَلَى جَبَّارٍ مِنَ الْجَبَابِرَةِ. فَقِيلَ لَهُ: "إِن هٰهُنَا رَجُلًا مَعَهُ امْرَأَةٌ مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ". فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ فَسَأَلَهُ عَنْهَا: "مَنْ هٰذِهِ؟". قَالَ: "أُخْتِي". فَأَتَى سَارَةَ فَقَالَ لَهَا: "إِنَّ هٰذَا الْجَبَّارَ إِنْ يَعْلَمْ أَنَّكِ امْرَأَتِي يَغْلِبْنِي عَلَيْكِ فَإِنْ سَأَلَكِ فَأَخْبِرِيهِ أَنَّكِ أُخْتِي فَإِنَّكِ أُخْتِي فِي الْإِسْلَامِ لَيْسَ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ مُؤْمِنٌ غَيْرِي وَغَيْرُكِ". فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا فَأُتِيَ بِهَا قَامَ إِبْرَاهِيمُ يُصَلِّي فَلَمَّا دَخَلَتْ عَلَيْهِ ذَهَبَ يَتَنَاوَلُهَا بِيَدِهِ. فَأُخِذَ - وَيُرْوَى فَغُطَّ - حَتَّى رَكَضَ بِرِجْلِهِ. فَقَالَ: "ادْعِي اللهَ لِي وَلَا أَضُرُّكِ". فَدَعَتِ اللهَ فَأُطْلِقَ ثُمَّ تَنَاوَلَهَا الثَّانِيَةَ فَأُخِذَ مِثْلَهَا أَوْ أَشَدَّ فَقَالَ: "ادْعِي اللهَ لِي وَلَا أَضُرُّكِ". فَدَعَتِ اللهَ فَأُطْلِقَ فَدَعَا بَعْضَ حجبته فَقَالَ: "إِنَّكَ لم تَأْتِنِي بِإِنْسَانٍ إِنَّمَا أَتَيْتَنِي بِشَيْطَانٍ". فَأَخْدَمَهَا هَاجَرَ فَأَتَتْهُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصلي فأَومأ بيده: "مَهْيَمْ؟". قَالَتْ: "رَدَّ اللهُ كَيْدَ الْكَافِرِ فِي نَحْرِهِ وَأَخْدَمَ هَاجَرَ". قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: "تِلْكَ أُمُّكُمْ يَا بَنِي مَاءِ السَّمَاءِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(مشکوٰۃ رقم 5704؛ بخاری رقم 2217، 2635، 3357، 3358، 5084، 6950؛ مسلم رقم 154 ـ 2371؛ ترمذی رقم 3166؛ ابوداود رقم 2212؛ مسند احمد، رقم 9241؛ مسند ابی یعلی رقم 6039؛ مستخرج ابی عوانہ رقم 10432 (الجامعہ اسلامیہ)؛ مسند الشامیین رقم 2790؛ ابن حبان رقم 5737)

ترجمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کبھی جھوٹ نہیں بولا، سوائے تین جھوٹ (توریہ) کے۔ ان میں سے بھی دو جھوٹ (توریہ) اللہ تعالیٰ کے لیے بولے تھے۔ ان میں کا ایک تو ان کا یہ کہنا تھا: ''میں آج کل کچھ علیل سا ہوں''۔ دوسرا یہ کہنا تھا: ''بلکہ یہ کام بڑے بت نے کیا ہے''۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان سے جو تیسرا جھوٹ (توریہ) نکلا تھا، وہ اُن کا یہ کہنا تھا: ''یہ میری بہن ہے''۔ اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے:) جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اُن کی بیوی حضرت سارہ علیہا السلام کا گزر ایک بڑے ظالم وجابر حاکم کے شہر سے ہوا۔ چنانچہ اس حاکم کو بتایا گیا: ''یہاں ایک شخص آیا ہوا ہے جس کے ساتھ ایک نہایت حسین وجمیل عورت ہے''۔ اس حاکم نے ایک کارندہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بلانے کے لیے بھیجا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کے پاس پہنچے، تو اس نے پوچھا: ''تمھارے ساتھ کون عورت ہے؟ اور تمھاری کیا لگتی ہے؟''۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا: ''یہ میری بہن ہے''۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ علیہا السلام کے پاس واپس آکر کہا: ''اگر اس ظالم کو یہ معلوم ہو گیا کہ تم میری بیوی ہو، تو تمھیں زبردستی چھین لے گا۔ پس اگر وہ پوچھے، تو اس کو بتانا کہ تم میری بہن ہو۔ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ تم دین کے رشتہ سے میری بہن ہو۔ اس سرزمین پر سوائے میرے اور تمھارے کوئی دوسرا مؤمن نہیں ہے''۔ اس کے بعد اس ظالم نے ایک کارندہ بھیج کر حضرت سارہ علیہا السلام کو طلب کیا۔ ادھر حضرت سارہ علیہا السلام اس کے پاس لے جائی گئیں، اُدھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے۔ حضرت سارہ علیہا السلام جب اس ظالم کے پاس پہنچیں، تو اس نے ان پر ہاتھ ڈالنا چاہا، مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت سارہ علیہا السلام کی مدد کی، اور وہ ظالم پکڑا گیا۔ بہر حال وہ (عتابِ خداوندی کی گرفت میں آنے کے بعد) زمین پر پیر مارنے لگا۔ پھر اس نے کہا: ''میں ارادۂ بد سے باز آیا۔ تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو (کہ وہ مجھے اس مصیبت سے نجات دے۔ میرا وعدہ ہے) میں تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا''۔ حضرت سارہ علیہا السلام نے دعا کی، اور اس ظالم کو گلوخلاصی ہو گئی۔ لیکن اس نے دوبارہ دست درازی کرنا

چاہی، اور پھر پہلے کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت پکڑا گیا۔ اس نے پھر کہا: ''اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ مجھے اس مصیبت سے نجات دے۔ میں تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا''۔ حضرت سارہ علیہاالسلام نے پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اس ظالم کی گلوخلاصی ہوگئی۔ اس کے بعد اس ظالم نے اپنے دربانوں میں سے کسی کو بلایا اور کہا: ''تُو میرے پاس انسان کو نہیں لایا بلکہ کسی جِن کو میرے پاس لے آیا ہے''۔ پھر اس نے حضرت سارہ علیہاالسلام کی خدمت کے لیے حضرت حاجرہ علیہاالسلام کو عطا کیا۔ حضرت سارہ علیہاالسلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس واپس پہنچیں، تو وہ نماز پڑھنے میں مشغول تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نماز ہی میں اپنے ہاتھ کے اشارے سے پوچھا: ''کیا حال ہے؟ اور تم پر کیا بیتی؟''۔ حضرت سارہ علیہاالسلام نے کہا: ''اللہ تعالیٰ نے اس کافر کی بدنیتی کو اس کے سینہ میں لوٹا دیا، اور اس نے خدمت کے لیے حضرت ہاجرہ علیہاالسلام کو میرے ساتھ کر دیا ہے''۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اے آسمان کے پانی کے بیٹو! وہی حضرت حاجرہ علیہاالسلام تم سب کی ماں ہیں''۔

8.19:۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ

سوال 1 ارشاد باری تعالیٰ ہے:

آیت 16.0:۔ وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ۚ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ○

(یوسف: ۲۳)

ترجمہ جس عورت کے گھر میں وہ تھا وہ اس پر ڈورے ڈالنے لگی اور ایک روز دروازے بند کر کے بولی: ''آ جا''۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا: ''خدا کی پناہ! میرے رب نے تو مجھے اچھی منزلت بخشی (اور میں یہ کام کروں!) ایسے ظالم کبھی فلاح نہیں پایا کرتے''۔

اس آیت میں ''رَاوَدَتْ'' باب مفاعلہ کا صیغہ مستعمل ہے اور اس کا بامحاورہ معنی

مطالبہ ہے۔باب مفاعلہ کی خاصیت مشارکت من الجانبین ہے۔تومطلب یہ ہوا کہ مطالبہ میں حضرت یوسف علیہ السلام بھی شامل تھے۔

جواب یہاں باب مفاعلہ شرکت کیلئے نہیں ہے،رَاوَدَتْ فعل کی نسبت زلیخا کی طرف ہوئی ہے، بلکہ یہ مبالغہ کے لیے ہے۔

بَابِ الْمُفَاعَلَةِ لِلْمُغَالَبَةِ أَوِ الْمُبَالَغَةِ.

(عون المعبود شرح سنن أبي داود. ومعه حاشية ابن القيم: تهذيب سنن أبي داود وإيضاح علله ومشكلاته. ج ۱۴ ص ۱۱۱)

حضرت الاستاذ شیخ الحدیث مغفوراللہ باباجی دامت برکاتہم تحریر فرماتے ہیں: حضرت الاستاد علامہ مارتونگ بابا رحمہ اللہ کی زبانی مجھے یاد ہے، فرماتے تھے:

”المفاعلة للمغالبة فإن لم تكن للمغالبة فهو للمبالغه“

ترجمہ مفاعلہ ایک دوسرے پر غلبہ کے لیے ہوتا ہے۔اگر مغالبہ کیلئے نہ ہو،تو پھر مبالغہ کیلئے ہوگا۔

اب یہاں مطلب یہ ہوگا کہ زلیخا نے بھرپور انداز سے حضرت یوسف علیہ السلام کے نفس کو حاصل کرنے کا مطالبہ کیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف سے ادنیٰ مطالبہ بھی نہیں تھا۔تو اس میں عصمت کے منافی کوئی بات نہیں۔

(مسئلہ عصمت انبیاء علیہم السلام، از افادات شیخ الحدیث حضرت مولانا مغفوراللہ صاحب مدظلہ)

(مفصل و مدلل عقائد اہل سنت والجماعت، ج ۱ ص ۷۲۷۔ المؤلف: مولانا عزیز الرحمٰن حقانی حفظہ اللہ۔ الناشر: برکی اسلامی کتب خانہ، ڈیرہ اسماعیل خان، ۲۰۱۹ء)

سوال 2 حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

آیت 161: ۔وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ۭ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْۗءَ وَالْفَحْشَاۗءَ ۭ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ○ (یوسف: ۲۴)

ترجمہ وہ اس کی طرف بڑھی اور یوسف علیہ السلام بھی اس کی طرف بڑھتا اگر اپنے رب کی برہان نہ دیکھ لیتا۔ایسا ہوا، تاکہ ہم اس سے بدی اور بے حیائی کو دور کردیں، درحقیقت وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے تھا۔

یہاں حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف "ھَمَّ" کی نسبت ہوئی۔ "ھَمَّ" عزم کے قریب درجہ ہے، وسوسہ اور خیال کو نہیں کہا جاتا۔ اب آیت میں حضرت یوسف علیہ السلام اور زلیخا دونوں کیلئے یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ دونوں کا "ھَمَّ" ایک ہی طرح کا تھا۔ دونوں نے ایک دوسرے کے نفس کو حاصل کرنے کا "ھَمَّ" قصد کیا تھا۔ اس سے بھی عصمت انبیاء کرام علیہم السلام پر جرح ہو سکتی ہے۔

جواب یہاں دونوں کے "ھَمَّ" میں فرق ہے، زلیخا کا "ھَمَّ" عزم کے درجہ میں تھا، اور حضرت یوسف علیہ السلام کا "ھَمَّ" وسوسہ کے درجہ میں۔ لہٰذا دونوں کے "ھَمَّ" میں فرق ہوا۔ تو پھر دونوں کے لیے یہ لفظ مشاکلہ صوری کے لیے ذکر کیا گیا ہے۔ زلیخا کا "ھَمَّ" عزم اور حضرت یوسف علیہ السلام کا "ھَمَّ" نفس خیال اور وسوسہ کے درجہ میں تھا، اور یہ تقاضائے بشریت کی بنیاد پر تھا۔ اب جب زلیخا کا "ھَمَّ" عزم کے درجہ میں تھا۔ اس لیے وہاں الفاظ تاکید کے ساتھ ہیں: "وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ"۔ لفظ قَدْ اور لام تاکید ذکر ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام کے "ھَمَّ" کے ساتھ کوئی تاکیدی لفظ نہیں ہے، اور جب دونوں کا "ھَمَّ" ایک طرح کا نہ تھا، تو اس لیے باوجود اختصار کے "وَهَمَّا" بصیغہ تثنیہ یا "وَهَمَّ كُلٌّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالْآخَرِ" نہیں کہا گیا۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام کا نفس خیال اور وسوسہ بتقاضائے بشریت کے تھا اور یہ عصمت کے منافی نہیں، غیر اختیاری چیز کے ساتھ عمل کبھی موافق اور کبھی مخالف ہوتا ہے۔ تو یہاں بھی غیر اختیاری میلان کے ساتھ عمل مخالف رہا۔ رمضان میں افطار کے وقت دل ہر قسم کے کھانے پینے کو چاہتا ہے لیکن انسان شرعی ممانعت کی وجہ سے نہیں کھاتا پیتا۔ حالانکہ طبعی میلان موجود ہوتا ہے۔ اس قسم کے طبعی میلانات عصمت کے منافی نہیں۔

ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر سے باہر تشریف لے گئے تھے کہ اچانک ایک عورت پر نظر پڑی، ذہن میں خیال، وسوسہ اور قلبی میلان آیا۔ فوراً گھر تشریف لائے اور اپنی بیوی حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ جماع کیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس کے ساتھ بھی میرے جیسا معاملہ پیش آئے وہ اس طرح کرے جیسا کہ میں نے کیا"۔

اب ناجائز خواہش کا پورا کرنا حرام ہے اور جائز طریقے سے اس کا دفاع امر محمود ہے۔ انبیاء علیہم السلام باوجود معصوم ہونے کے طبیعت بشری کے خصوصیات کے حامل ہوتے ہیں اور طبیعت بشری میں غیر اختیاری میلان آسکتا ہے۔

2 حضرت یوسف علیہ السلام اور زلیخا دونوں میں سے ہر ایک کے ساتھ اس کا مناسب ''هَمَّ'' مراد ہے اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کے نفس کے حصول کا قصد کیا اور حضرت یوسف علیہ السلام نے فرار (بھاگنے) کا قصد کیا، آیت کا سیاق وسباق اس پر دلالت کرتا ہے۔

3 اگر ''هَمَّ'' کا وہی معنی مراد لیا جائے جو امرأۃ العزیز میں تھا، تو پھر یہ اس قید کے ساتھ مقید ہے: لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ (یوسف: ۲۴)

ترجمہ اگر وہ اپنے رب کی دلیل کو نہ دیکھ لیتے۔

برہان رب دیکھنے کی وجہ سے حضرت یوسف علیہ السلام محفوظ رہے اور ''هَمَّ'' نہیں کیا۔ ''بُرْهَانَ رَبِّهٖ'' سے مراد وہ خشیت الٰہی ہے جو رسالت کے ساتھ لازم ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ رسالت کی وجہ سے خشیت الٰہی ساتھ نہ ہوتی تو ''هَمَّ'' اس سے صادر ہوسکتا تھا لیکن خشیت الٰہی کی وجہ سے ''هَمَّ'' صادر نہ ہوا۔

تفسیر ماجدی: حضرت مولانا عبدالماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

آیت 162: ۔ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ۗ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ۗ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ○ (یوسف: ۲۴)

ترجمہ اور اس (عورت) کے دل میں تو ان کا خیال جم ہی رہا تھا اور انھیں بھی اس (عورت) کا خیال ہو چلا تھا اگر اپنے پروردگار کی دلیل کو انھوں نے نہ دیکھ لیا ہوتا۔ اسی طرح (ہم نے انھیں بچادیا) تاکہ ہم ان سے برائی اور بے حیائی کو دور رکھیں۔ وہ بے شک ہمارے برگزیدہ بندوں میں سے تھے۔

تفسیر وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ: اور اس (عورت) کے دل میں تو ان کا خیال جم ہی رہا تھا (درجۂ عزم واقدامِ عمل میں)۔

أي قصدت المخالطة وعزمت عليها عزماً جازماً (روح)

بمعنی القصد الجازم والقصد الثابت کما ھو المراد ھھنا(روح)۔
وَهَمَّ بِهَا: اورانھیں بھی اس (عورت) کا خیال ہو چلا تھا (امرِ طبعی کے درجہ میں)
خلوت کی یکجائی میں جوان عمر، تندرست مرد کا محض خیال اگر جوان حسین عورت کی طرف جائے، خصوصاً جب کہ پیش قدمی اور تشویق عورت کی طرف سے ہو رہی ہو، تو یہ عیب نہیں بلکہ دلیل ہے مرد کے صحیح و تندرست اور مرد ہونے کی۔
ای مال الی مخالطھا بمقتضی الطبیعة البشریّة، ومثل ذٰلك لا یکاد تدخل تحت التکلیف (روح)
والمراد بِهَمِّهِ ﷺ میل الطبع ومنازعة الشھوة لا القصد الاختیار (بیضاوی)
قال الشیخ ابومنصور الماتریدی: وھمّ بھا ھمّ خطرة، ولا منع للعبد فی ما یخطر بالقلب ولا مؤاخذة علیه (مدارك)۔
هَمَّتْ، هَمَّ: فعل هَمَّ، عام ہے نیت وارادہ کے معنی میں۔
ما هَمَّ به فی نفسه (قاموس)۔ وهَمَّ بالشئ یھمّ ھمّاً نواہ وأرادہ وعزم علیه۔(لسان)
لیکن خود ارادہ یا قصد بھی دو درجے رکھتا ہے۔ایک خیالِ قوی، بمنزلہ عزم، دوسرے خیالِ ضعیف امرِ طبعی کے درجہ میں۔زوجۂ عزیز کے لیے هَمَّتْ پہلے معنی یعنی عزم میں آیا ہے، اور حضرت یوسف علیہ السلام کے لیے دوسرے معنی: خیالِ ضعیف میں، یہ فرق اہل لغت ولسان نے تسلیم کیا ہے۔
وَسُئِلَ ثَعْلَبٌ عَنْ قَوْلِهٖ عَزَّ وَجَلَّ: وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِها لَوْلا أَنْ رَأى بُرْهانَ رَبِّهٖ؛ قَالَ: هَمَّتْ زَلِیخا بِالْمَعْصِیَةِ مُصِرَّةً عَلٰی ذٰلِكَ، وهَمَّ یوسفُ، عَلَیْهِ السَّلَامُ، بِالْمَعْصِیَةِ وَلَمْ یَأْتِها وَلَمْ یُصِرَّ عَلَیْهَا. فَبَیْنَ الْهَمَّتَیْنِ فَرْقٌ۔(لسان العرب، ج۱۲ ص۶۲۰)
اور اہل تفسیر نے بھی یہ فرق نظر میں رکھا ہے
وإنما عبر عنه بالھم لمجرد وقوعه فی صحبة ھمھا فی الذکر بطریق

المشاکلة لا لشبهه به كما قيل. (روح)
پیمبر اخلاقی خطاؤں اور لغزشوں سے معصوم اور محفوظ بلاشبہہ ہوتے ہیں، لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ ان کے احساسات طبعی مردہ ہو جاتے ہیں (اور حضرت یوسف علیہ السلام کے لیے تو یہی مسلّم نہیں کہ اس سن میں وہ نبی تھے بھی)۔ پیمبر علیہ السلام کے سامنے کوئی حرام غذا اگر لذیذ اور خوشبودار بنا کر رکھ دی جائے، تو اس کی ناک خوشبو تو بہر حال محسوس کرے گی، گو اس حرام غذا کے کھانے کے لیے التفات دل میں ذرا بھی نہ پیدا ہوگا۔
جوان حسین عورت کی طرف سے، اور وہ بھی خلوتِ خصوصی میں، مرد کی طرف پیش قدمی، مرد کے لیے شوق وتحریک کا انتہائی حکم رکھتی ہے، اور مرد کا اس سے درجۂ طبعی میں متاثر ہونا ہرگز کسی مرتبہ تقدس وتقویٰ کے منافی نہیں، بلکہ عین اس کی بشریت اور صحتِ جسمانی کا ثبوت ہے۔
لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ: اگر اپنے پروردگار کی دلیل کو انھوں نے نہ دیکھ لیا ہوتا (لیکن وہ دلیلِ خداوندی تو ان کے علم ومشاہدہ میں تھی، اس لیے وہ ادنیٰ خیال بھی نہیں پیدا ہونے پایا)۔
بُرْهَانَ رَبِّهٖ: سے مراد علم شریعت، تقویٰ وطہارت۔
والمراد برؤيته لها كمال إيقانه بها ومشاهدته لها مشاهدة واصلة إلى مرتبة عين اليقين. (روح)
غرض یہ کہ اگر آپ علیہ السلام خیال کے ابتدائی درجوں میں مبتلا ہو جاتے، جب بھی عصمتِ نبی علیہ السلام پر حرف نہیں آسکتا تھا، چہ جائیکہ آپ علیہ السلام کے لیے تو یہ بھی نہیں ہوا۔
(تفسیر ماجدی ج ۶ ص ۵۹۲، ۵۹۳۔ المؤلف: مولانا عبدالماجد دریا آبادی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۹۷۷ء)۔ الناشر: مجلسِ نشریاتِ قرآن، کراچی طبع: ۲۰۱۳ء)

تفسیر تھانوی: حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ ان آیات کی تفسیر میں فرماتے ہیں:
آیت 163: وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ۭ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْۗءَ وَالْفَحْشَاۗءَ ۭ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ○ (یوسف: ۲۴)
تفسیر اور اس عورت کے دل میں تو ان کا خیال (عزم کے درجہ میں) جم ہی رہا تھا، اور ان کو

بھی اس عورت کا کچھ کچھ خیال (امرِ طبعی کے درجہ میں) ہو چلا تھا (جو کہ اختیار سے باہر ہے، جیسا گرمی کے روزہ میں پانی کی طرف میلان طبعی ہوتا ہے، گو روزہ توڑنے کا وسوسہ تک نہیں آتا، البتہ) اگر اپنے ربّ کی دلیل کو (یعنی اس فعل کے گناہ ہونے کی دلیل کو کہ حکمِ شرعی ہے) انھوں نے نہ دیکھا ہوتا (یعنی ان کو علمِ شریعت جو مقرون قوت عملیہ کے ساتھ ہے، نہ ہوتا)، تو زیادہ خیال ہو جانا عجب نہ تھا (کیوں کہ دواعی اور اسباب ایسے قوی تھے مگر) ہم نے اسی طرح ان کو علم دیا تاکہ ان سے صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کو دور رکھیں (یعنی ارادہ سے بھی بچایا اور فعل سے بھی بچایا کیونکہ وہ ہمارے برگزیدہ بندوں میں سے تھے (اور برگزیدہ بھی اعلیٰ درجہ کے بوجہ نبی ہونے کے، جن کے لیے عصمت لازم ہے)۔

فائدہ وَهَمَّ بِهَا... الخ میں بہت محققین نے یہ بھی توجیہ فرمائی ہے کہ یہ مقید ہے: لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ کے ساتھ۔ جس میں حاصل معنیٰ یہ ہوگا کہ وہ بھی خیال کرتے، اگر برہان ربّ کو نہ دیکھتے، مگر اب خیال بھی نہ ہوا۔ یہ بھی نہایت لطیف تفسیر ہے۔ مگر احقر نے تفسیر متن کو اس لیے اختیار کیا کہ اس میں حضرت یوسف علیہ السلام کا کمال زیادہ ہے کہ باوجود رغبت کے جس کا منشا قوتِ طبیعت وصحتِ بدن وتعدیل مزاج وسلامتِ قویٰ ہے، رک گئے۔ اس میں صبر ومجاہدہ اشد ہے۔ اور جو اس میں اشکال تھا، وہ اس طرح رفع ہو گیا کہ زلیخا کا هَمَّ اور قسم کا ہے اور ان کا هَمَّ اور طرح کا، جیسا کہ ترجمہ سے ظاہر ہے۔ اور اسی وجہ سے هَمَّا، یا هَمَّ كُلٌّ وَاحِدٍ بِاٰخَر نہیں فرمایا۔ اور اوّل کو لام اور قَدْ کے ساتھ مؤکد کیا، دوسرے کو نہیں کیا جو کہ مؤید تغایر ہے۔ اور اس کا هَمَّ کہنا مشاکلۃً ہے، ورنہ یہ مرتبہ هَمَّ سے پہلے ہے۔ خوب سمجھ لو۔

(بیانُ القرآن ج ۲ ص ۲۶۸، ۲۶۹۔ المؤلف: حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۳۶۲ھ)۔ الناشر: دار الاشاعت، اردو بازار، کراچی۔ اپریل ۲۰۱۵ء)

سوال 3 قحط کے زمانہ میں حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر میں اپنے لئے قحط سے بچنے کے لئے ترتیب بنائی تھی۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی جب غلہ کے لئے مصر گئے، تو دوسری دفعہ اپنے حقیقی بھائی کو ساتھ لانے سے زیادہ دینے کا وعدہ فرمایا تھا۔ جب حضرت

یوسف علیہ السلام کے بھائی دوسری دفعہ گئے اور حضرت یوسف علیہ السلام کا حقیقی بھائی بھی ساتھ تھا، حضرت یوسف علیہ السلام پہچان گئے لیکن ابھی تک انہوں نے نہیں پہنچانا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کو شاہی مہمان بنایا۔ بنیامین کو اپنے ساتھ کھانے پر بٹھایا اور پھر یہ بات اس پر ظاہر کی کہ میں تیرا بھائی یوسف علیہ السلام ہوں، رخصتی کے وقت بنیامین نے اپنے بھائیوں کے ساتھ واپس جانے سے انکار کیا، حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی ساتھ رہنے کیے لیے اس کو ایک تدبیر پر راضی کیا اور صاع شاہی کو بنیامین کے سامان میں رکھا۔ قافلہ جب رخصت ہوا، تو متولی نے صاع کو گم پایا، قافلہ کو آواز دی کہ تم میں چور بھی ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

آیت 164:۔ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ ○ (یوسف:٧٠)

ترجمہ پھر ایک پکارنے والے نے پکار کر کہا: ''اے قافلے والو، تم لوگ چور ہو''۔

جو بالآخر تلاش کے بعد بنیامین کے سامان سے نکلا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

آیت 165:۔ فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَاۗءِ اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَاۗءِ اَخِيْهِ ۭ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ۭ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ اللّٰهُ ۭ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَاۗءُ ۭ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ○ (یوسف:٧٦)

ترجمہ تب یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی سے پہلے ان کی خرجیوں کی تلاشی لینی شروع کی، پھر اپنے بھائی کی خرجی سے گم شدہ چیز برآمد کر لی۔ اسی طرح ہم نے یوسف علیہ السلام کی تائید اپنی تدبیر سے کی۔ اس کا یہ کام نہ تھا کہ بادشاہ کے دین (یعنی مصر کے شاہی قانون) میں اپنے بھائی کو پکڑتا الا یہ کہ اللہ ہی ایسا چاہے۔ ہم جس کے درجے چاہتے ہیں بلند کر دیتے ہیں اور ایک علم رکھنے والا ایسا ہے جو ہر صاحب علم سے بالاتر ہے۔

اشکال اب اشکال یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے پیغمبر کے خاندان پر سرقہ کا طعن کیسے لگایا؟ حالانکہ سرقہ کبائر میں سے ہے۔ یہ تو پیغمبر علیہ السلام کی شان کے مناسب نہ تھا۔

اس طرح جب انہوں نے یہ کہا:

آیت 166:۔ قَالُوْٓا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ

نَفۡسِهٖ وَلَمۡ یُبۡدِهَا لَهُمۡ ۚ (یوسف:۷۷)

ترجمہ ان بھائیوں نے کہا: ''یہ چوری کرے تو کچھ تعجب کی بات بھی نہیں، اس سے پہلے اس کا بھائی (یوسف) بھی چوری کر چکا ہے''۔ یوسف علیہ السلام ان کی یہ بات سن کر پی گیا، حقیقت ان پر نہ کھولی۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کے بدلے میں کچھ نہیں کہا۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اسی طرح کچھ کہا ہوگا یہ بھی عصمت کے منافی ہے۔

جواب 1 حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو آواز متولی نے دی تھی اور متولی پیغمبر نہ تھا۔

2 استفہاماً کہا گیا ہو:

آیت 167:۔ اَیَّتُهَا الۡعِیۡرُ اِنَّکُمۡ لَسٰرِقُوۡنَ ○ (یوسف:۷۰)

ترجمہ ''اے قافلے والو، تم لوگ چور ہو؟''۔

البتہ یہ حیلہ جو کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بنایا تھا بعد میں صراحتاً آیا:

آیت 168:۔ کَذٰلِکَ کِدۡنَا لِیُوۡسُفَ ؕ (یوسف:۷٦)

ترجمہ اسی طرح ہم نے یوسف علیہ السلام کی تائید اپنی تدبیر سے کی۔

اب تو بات بالکل واضح ہوئی۔ یہ تدبیر اپنے والد اور خاندان کو مصر لانے اور اپنے بھائی کو روکنے کے لیے تھی۔

تفسیر ماجدی: حضرت مولانا عبدالماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

آیت 169:۔ فَلَمَّا جَهَّزَهُمۡ بِجَهَازِهِمۡ جَعَلَ السِّقَایَةَ فِیۡ رَحۡلِ اَخِیۡهِ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَیَّتُهَا الۡعِیۡرُ اِنَّکُمۡ لَسٰرِقُوۡنَ ○ (یوسف:۷۰)

ترجمہ پھر جب ان کا سامان تیار کر دیا، تو پانی کا گلاس اپنے (حقیقی) بھائی کے شلیتہ میں رکھ دیا، ایک پکارنے والے نے پکار کر کہا: ''اے قافلہ والو! ضرور تم ہی چور ہو''۔

تفسیر یہ ندا کرنے والا یقیناً مہمان خانہ کا کوئی افسر ہوگا۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ اُس نے بطور خود کہا، یا حضرت یوسف علیہ السلام کے حکم سے؟ قرینہ تو یہی کہتا ہے کہ از خود کہا ہوگا۔ وزیر تک اس صاف اور باضابطہ کارروائی کے لیے جانے کی ضرورت کیا تھی؟ اور نہ قرآن مجید ہی میں اس کی طرف کوئی اشارہ ہے۔ صرف بعض مفسرین کی یہ رائے ہے۔ اور

اگر اسے تسلیم کرلیا جائے، تو زیادہ سے زیادہ صورت توریہ کی لازم آتی ہے، یعنی سرقہ سے حقیقۃً مراد وہ سرقہ تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو حضرت یعقوب علیہ السلام سے غائب کردیا تھا، لیکن سامعین معنی قریب یعنی پیمانہ کا سرقہ سمجھے۔

لیکن اگر حضرت یوسف علیہ السلام کا اذن وحکم نہ فرض کیا جائے، تو اس توجیہ وتاویل کی بھی ضرورت نہیں۔ اس صورت میں بات بالکل صاف ہوکر رہتی ہے کہ مہمان خانہ کے اہل کاروں اور عملہ والوں نے از خود یہ قیاس کرکے یہ صدا اٹھائی۔

لَيۡسَ فِي الۡقُرۡآنِ أَنَّهُمۡ نَادُوا بِذٰلِكَ النِّدَاءِ عَنۡ أَمۡرِ يُوسُفَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ وَالۡأَقۡرَبُ إِلٰى ظَاهِرِ الۡحَالِ أَنَّهُمۡ فَعَلُوا ذٰلِكَ مِنۡ أَنۡفُسِهِمۡ. (کبیر)

قَالَ قَائِلٌ مِنَ الۡمُوَكَّلِينَ بِالصِّيعَانِ، وَقَدۡ فَقَدُوهُ وَلَمۡ يَدۡرُوا من أخذه: "أَيَّتُهَا الۡعِيرُ إِنَّكُمۡ لَسَارِقُونَ"، عَلٰى ظَنٍّ مِنۡهُمۡ أَنَّهُمۡ كَذٰلِكَ، وَلَمۡ يَأۡمُرۡهُمۡ يُوسُفُ بِذٰلِكَ. (جصاص)

قیل: قالوہ من غیر أمر یوسف۔ (معالم)

وھو من قبل المؤذن بناء علی زعمہ (روح)

ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ: یعنی جب قافلہ کچھ دور نکل گیا، اور شاہی مہمان خانہ کے اہل کاروں کو وہ پیمانہ غائب نظر آیا، تو قدرۃً انھیں شبہ اسی قافلہ والوں پر گزرا، اور ان میں سے کسی نے لپک کر یہ آواز دی۔

(تفسیر ماجدی ج ۲ ص ۶۲۰، ۶۲۱۔ المؤلف: مولانا عبد الماجد دریا آبادی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۹۷۷ء)۔ الناشر: مجلس نشریاتِ قرآن، کراچی طبع: ۲۰۱۳ء)

تفسیر تھانوی: حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ ان آیات کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

آیت 170: فَلَمَّا جَهَّزَهُمۡ بِجَهَازِهِمۡ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِيۡ رَحۡلِ اَخِيۡهِ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا الۡعِيۡرُ اِنَّكُمۡ لَسٰرِقُوۡنَ ○ (یوسف: ۷۰)

ترجمہ: پھر جب یوسف علیہ السلام نے ان کا سامان تیار کردیا، تو پانی پینے کا برتن اپنے بھائی کے اسباب میں رکھ دیا۔ پھر ایک پکارنے والے نے پکارا کہ اے قافلہ والو! تم ضرور چور ہو۔

تفسیر پھر جب یوسف علیہ السلام نے ان کا سامان (غلہ اور روانگی کا) تیار کر دیا، تو (خود یا کسی معتمد کی معرفت) پانی پینے کا برتن (کہ وہی پیمانہ غلہ دینے کا بھی تھا) اپنے بھائی کے اسباب میں رکھ دیا۔ پھر (جب یہ لاد پھاند کر چلے، تو یوسف علیہ السلام کے حکم سے پیچھے سے) ایک پکارنے والے نے پکارا کہ اے قافلہ والو! تم ضرور چور ہو۔

فائدہ ظاہر یہ ہے کہ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ کی ندا باذنِ یوسف علیہ السلام ہوئی، تو اس کی صدق کی کیا توجیہ ہے۔ احقر کے نزدیک یہ توریہ ہے۔ مراد وہ سرقہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو حضرت یعقوب علیہ السلام سے غائب کر دیا، جو کہ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا کا مفہوم ہے۔ اور سامعین معنی قریب یعنی سرقہ سقایہ کا مفہوم سمجھے، اور توریہ یہی ہے۔

(بیانُ القرآن ج۲ ص ۳۹۰، ۳۹۱۔ المؤلف: حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (التوفی ۱۳۶۲ھ)۔ الناشر: دار الاشاعت، اردو بازار، کراچی۔ اپریل ۲۰۱۵ء)

8.20: حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھی دو ادوار ہیں: نبوت سے پہلے، اور نبوت سے بعد کا۔ نبوت سے پہلے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک قبطی کو مارا تھا۔

1 نبوت سے پہلے کا واقعہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تربیت شاہی طریقے سے فرعون کے گھر میں ہوئی تھی۔ گویا شہزادہ تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طبیعت نہایت نازک تھی جیسا کہ شہزادوں کی طبیعت ہوتی ہے۔ ایک دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نکلے تو کیا دیکھتے ہیں کہ فرعون کے ایک طباخ نے ایک بنی اسرائیلی پر لکڑیوں کا ایک بڑا گٹھا لادا ہوا تھا، بنی اسرائیلی میں اس گٹھے کے لے جانے کی طاقت نہیں تھی اور یہ قبطی چھوڑتا نہیں تھا، بلکہ کو اس نہایت بے دردی سے مار رہا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس عمل سے باز آنے کو کہا، قبطی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بات کا نہایت برا منایا اور کہا کہ یہ اس کو ضرور لے جائے گا ورنہ آپ علیہ السلام لے جائیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جوش جوانی میں آکر بغرض تادیب

کے اور مظلوم کو بچانے کیلئے ایک مکا قبطی کو دے مارا جس کی وجہ سے اس پر موت طاری ہوئی۔

آیت 171: ۔وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهٖ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ○ (القصص:۱۵)

ترجمہ (ایک روز) وہ (حضرت موسیٰ علیہ السلام) شہر میں ایسے وقت داخل ہوا جبکہ اہلِ شہر غفلت میں تھے۔ وہاں اس نے دیکھا کہ دو آدمی لڑ رہے ہیں۔ ایک اس کی اپنی قوم کا تھا اور دوسرا اس کی دشمن قوم سے تعلق رکھتا تھا۔ اُس کی قوم کے آدمی نے دشمن قوم والے کے خلاف اُسے مدد کے لیے پکارا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو ایک گھونسا مارا اور اس کا کام تمام کر دیا۔ (یہ حرکت سرزد ہوتے ہی) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ''یہ شیطان کی کارفرمائی ہے، وہ سخت دشمن اور کھلا گمراہ کن ہے''۔

اشکال اب اشکال یہ ہے کہ قتل حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیا اور پھر اس کو شیطان کا عمل قرار دیا اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگنے لگے۔ مغفرت تو گناہ کے نتیجے میں ہوتی ہے، تو نبوت سے قبل یہی کبیرہ کا صدور ہوا۔

جواب یہ مذکورہ واقعہ تو سرے سے معصیت ہی نہیں ہے، یہ قبطی تو مباح الدم کافر تھا اور کافر کا قتل معصیت کیسے ہو سکتا ہے؟

دوسری بات یہ ہے کہ اس میں حق العبد بھی نہیں ہے، اس لیے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مارنا بقصد قتل نہیں تھا، بلکہ تادیب کی نیت سے اور مظلوم کا بچاؤ تھا۔ نیت تو صحیح تھی اور مکا مارنا آلہ قتل بھی نہیں۔ اور یہ قبطی حربی مباح الدم بھی تھا، یہ قتل خطا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے فعل میں یا قصد میں غلطی آئی، اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرنے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مغفرت بھی ہوئی۔

آیت 172: ۔قَالَ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَغَفَرَ لَهٗ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○ (القصص:۱۶)

ترجمہ	پھر وہ کہنے لگا: ''اے میرے رب، میں نے اپنے نفس پر ظلم کر ڈالا، میری مغفرت فرما دے۔'' چنانچہ اللہ نے اس کی مغفرت فرما دی، وہ غفور رحیم ہے۔

اب مغفرت کے بعد کیا بچا۔

۱ حضرت مولانا عبدالماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر

آیت 173: فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ ۖ

ترجمہ	سو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو گھونسا مارا۔ پس اس کا کام تمام کر دیا۔

تفسیر	حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پایا کہ مصری ظالم تھا اور اسرائیلی مظلوم۔ آپ علیہ السلام نے گھونسا رفعِ ظلم کے لیے تادیباً مارا، اور یہ محض اتفاق تھا کہ اس سے وہ مصری مر گیا۔ فرعون کی قاہرانہ و جابرانہ حکومت تو اسرائیلیوں پر قائم ہی تھی۔ زور و قہر کے قصے اسرائیلیوں پر روز ہی پیش آتے رہتے ہوں گے۔

یہ قتل نہ عمداً تھا، نہ ظلماً محض خطاء تھا۔ اور قتل خطا تو معصیت یوں بھی نہیں ہوتا، چہ جائیکہ کہ جب مقصود اس سے اصلاح و خیر، اور ایک مظلوم کی نصرت و رہائی ہو۔ یہ قتل ایسا ہی ہے جیسا کہ ہماری شریعت میں کسی مجرم پر حدّ یا تعزیر جاری ہو، اور وہ اتفاقاً اس میں مر جائے، تو نہ قاضی پر گناہ ہوگا، نہ جلاد پر۔

آیت 174: قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ○

ترجمہ	حضرت موسیٰ علیہ السلام بولے: ''یہ تو شیطانی حرکت ہو گئی۔ بے شک شیطان کھلا ہوا دشمن، بہکا دینے والا ہے۔

تفسیر	یعنی شیطان کا کام ہی انسان کو بہکانا، غلطیوں میں مبتلا کرنا ہے۔

عَمَلِ الشَّيْطٰنِ: حضرت موسیٰ علیہ السلام آخر ہونے والے پیغمبر تھے۔ کمالِ خشیت اسی سے ظاہر ہے کہ محض ایک اتفاقی حادثہ کو بھی اپنا شدید گناہ قرار دے رہے ہیں ____ ظاہر یہ کہ یہ قتل نہ تو ارادی تھا، اور نہ کسی مؤمن کا تھا۔ اس پر بھی آپ علیہ السلام نے اسے عمل شیطان ہی قرار دیا۔

هٰذَا: یعنی یہ قتل جو بالکل بے ارادہ عمل میں آ گیا۔

اشارة الی القتل الحاصل بغیر قصد (مدارک، ص ۸۶۴).

آیت 175: ۔قَالَ رَبِّ اِنِّیۡ ظَلَمۡتُ نَفۡسِیۡ فَاغۡفِرۡ لِیۡ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِيۡمُ ○ (القصص: ۱۵،۱۶)

ترجمہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: ''اے میرے پروردگار! مجھ سے قصور ہو گیا۔ سو تو مجھے بخش دے۔ پس (اللہ نے) انھیں بخش دیا۔ بے شک وہ تو ہے ہی بڑا بخشنے والا، بڑا رحمت کرنے والا۔

تفسیر: (اور جو نتیجہ میں نہیں چاہتا تھا، وہ نکل آیا)

ظَلَمۡتُ نَفۡسِیۡ: حضرت علیہ السلام کا اپنی زبان سے یہ ادا کرنا ہرگز اثباتِ جرم کے مرادف نہیں، یہ تو کاملین کی عام عادت ہی ہوتی ہے کہ اپنی خفیف سی بے احتیاطی کو بھی خطا ولغزش کا ایک پہاڑ بنا کر پیش کرتے ہیں۔

وإنما عده من عمل الشیطان وسماه ظلماً واستغفر منه علی عادتهم فی استعظام محقرات فرطت منهم. (بیضاوی ج ۴ ص ۱۲۵)

(تفسیر ماجدی ج ۵ ص ۱۳۴ تا ۱۳۶۔ المؤلف: مولانا عبد الماجد دریا آبادی رحمۃ اللہ علیہ (التوفی ۱۹۷۷ء)۔ الناشر: مجلس نشریاتِ قرآن، کراچی طبع: ۲۰۱۳ء)

۲ حضرت مولانا عبد الماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر

اللہ تعالیٰ نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی عطا کر کے فرعون کے پاس بحیثیتِ رسول بھیجا، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کچھ معروضات پیش کیں، تو ان میں سے ایک یہ بھی تھی:

آیت 176: ۔وَلَهُمۡ عَلَیَّ ذَنۡۢبٌ فَاَخَافُ اَنۡ يَّقۡتُلُوۡنِ ○ (الشعراء: ۱۴)

ترجمہ: اور میرے ذمہ ان لوگوں کا ایک جرم بھی ہے، سو مجھے اندیشہ ہے کہ مجھے قتل ہی کر ڈالیں گے۔

تفسیر: جرم سے مراد ایک قبطی کا قتل ہے، جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے قبل نبوت اتفاقی طور پر ہو گیا تھا۔

وَلَهُمۡ عَلَیَّ ذَنۡۢبٌ: سے یہ مراد نہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کا جرم ہونا تسلیم بھی

کرلیا تھا۔ آپ علیہ السلام کا مقصود صرف یہ تھا کہ ''ان کے خیال میں مَیں ان کا مجرم ہوں''۔

المراد لهم علیّ ذنب فی زعمهم۔ (کبیر، ج ۲۴ ص ۱۰۷)

وتسمیته ذنباً بحسب زعمهم بما ینبئ عنه قوله تعالیٰ لهم۔

(روح، ج ۱۹ ص ٦٦)

پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے دربار میں گئے، اور اُس کے سامنے اپنی رسالت اور پیغامِ رسالت پیش کیا، تو فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر یہ اعتراض بھی کیا تھا:

آیت 177:۔ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِي فَعَلْتَ وَأَنتَ مِنَ الْكٰفِرِينَ ○ (الشعراء:۱۹)

ترجمہ اورتم نے اپنی وہ حرکت بھی تو کی، جو کی تھی، اورتم بڑے ناشکرے ہو۔

تفسیر اشارہ ہے اُسی نادانستہ قتل کی جانب۔

معناه: وأنت ممن عادته کفران النعم۔ (کبیر، ج ۲۴ ص ۱۰۹)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب میں ارشاد فرمایا:

آیت 178:۔ قَالَ فَعَلْتُهَا إِذًا وَأَنَا مِنَ الضَّالِّينَ ○ (الشعراء:۲۰)

ترجمہ (حضرت موسیٰ علیہ السلام نے) کہا: ''(واقعی) میں وہ حرکت کر بیٹھا تھا اور وہ مجھ سے (نادانستہ) غلطی ہوگئی تھی۔

تفسیر (سو حقیقۃً قصوروار تو مَیں اُس وقت بھی نہ تھا)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جرمِ قتلِ عمد سے تبرّی لفظ ''الضَّآلِّينَ'' میں آجاتی ہے۔

ضَآلٌّ: کے معنی ہی ہیں: انجان کوئی حرکت کر بیٹھنے والا۔

وقال عن موسی علیه السلام: فَعَلْتُهَا إِذاً وَأَنَامِنَ الضَّالِّينَ۔[الشعراء/ 20]، تنبیه أنّ ذلك منه سهو۔ (راغب، ص ۳۳۴)

قَوْلُهُ: فَعَلْتُهَا إِذاً وَأَنَا مِنَ الضَّالِّينَ وَالْمُرَادُ بِذٰلِكَ الذَّاهِلِينَ عن معرفة ما يؤول إِلَيْهِ مِنَ الْقَتْلِ لِأَنَّهُ فَعَلَ الْوَكْزَةَ عَلٰى وَجْهِ التَّأْدِيبِ۔

(کبیر، ج ۲۴ ص ۱۰۹)

فَالْمُرَادُ أَنِّي فَعَلْتُ ذٰلِكَ الْفِعْلَ وَأَنَا ذَاهِلٌ عَنْ كَوْنِهِ مُهْلِكًا وَكَانَ مِنِّي فِي حُكْمِ السَّهْوِ۔ (کبیر، ج ۲۴ ص ۱۰۹)

عن قتادة: أنه فعل ذٰلك جاهلاً به غير متعمدٍ إيّاه۔ (روح، ج ۱۹ ص ۶۹)

ضَلَالٌ کا لفظ ارادی وغیر ارادی، بڑی اور چھوٹی ہر غلطی کے لیے عام ہے۔

ویقال الضَّلَالُ لکلّ عدولٍ عن المنهج، عمدا کان أو سهوا، یسیرا کان أو کثیرا۔ (راغب، ص ۳۳۳)

اور اسی لیے اس کا اطلاق ضلالِ انبیاء علیہم السلام وضلالِ کفار دونوں پر ہوتا ہے، حالانکہ اس ضلال اور اُس ضلال کے درمیان زمین وآسمان کا فرق ہے۔

صحّ أن يستعمل لفظ الضَّلَالِ ممّن يكون منه خطأ ما، ولذلك نسب الضَّلَالُ إلى الأنبياء، وإلى الكفّار، وإن كان بين الضَّلَالَيْنِ بون بعيد۔

(راغب، ص ۳۳۴)

آیت 179: فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِي رَبِّي حُكْمًا وَّجَعَلَنِي مِنَ الْمُرْسَلِينَ ○ (الشعراء:۲۱)

ترجمہ: پھر جب مجھے ڈر لگا، تو میں تمہارے ہاں سے مفرور ہو گیا، پھر میرے ربّ نے مجھے حکمت عطا کی اور مجھے پیمبروں میں شامل کر دیا۔

تفسیر: (چنانچہ اب میں اللہ ہی کے حکم سے اس کے پیمبر کی حیثیت سے آیا ہوں)
پیمبری کی استعداد منافی خطاء عمد ہے، نہ کہ مطلق غلطی اور بھول چوک کے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ گفتگو فرعون کے سامنے بہت ہی سبق آموز ہے۔ قتل، ظاہر بیں دنیا کی نگاہ میں ایک کھلا ہوا دینی جرم ہے، اور فرار ایک اخلاقی جرم۔ آپ علیہ السلام ان دونوں ظاہری جرموں کا اقرار کھلے لفظوں میں اپنے کھلے دشمن سے کر رہے ہیں، حالانکہ دنیا اس قسم کی کمزوریوں کو شدت سے چھپاتی ہے ـــــ صادقین کے اخلاق ایسے ہی ہوتے ہیں۔

(تفسیر ماجدی ج ۵ ص ۱۳ تا ۱۷۔ المؤلف: مولانا عبد الماجد دریا آبادی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۹۷۷ء)۔ الناشر: مجلسِ نشریاتِ قرآن، کراچی طبع: ۲۰۱۳ء)

۳ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر

آیت 180 :۔وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ ۖ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ ۖ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ۝ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَغَفَرَ لَهٗ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ (القصص:۱۵،۱۶)

ترجمہ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام شہر میں (یعنی مصر میں کہیں باہر سے) ایسے وقت پہنچے کہ وہاں کے (اکثر) باشندے بے خبر (پڑے سو رہے) تھے۔ تو انھوں نے دو آدمیوں کو لڑتے دیکھا، ایک تو ان کی برادری کا تھا اور دوسرا اُن کے مخالفین میں سے تھا۔ سو وہ جو اُن کی برادری کا تھا، اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس کے مقابلہ میں، جو اُن کے مخالفین میں سے تھا، مدد چاہی۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو (ایک) گھونسا مارا۔ سو اس کا کام ہی تمام کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے: ''یہ تو شیطانی حرکت ہوگئی۔ بے شک شیطان (بھی آدمی کا) کھلا دشمن ہے (غلطی میں ڈال دیتا ہے)۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: ''اے میرے پروردگار! مجھ سے قصور ہو گیا ہے۔ آپ معاف فرما دیجیئے''۔ سو اللہ تعالیٰ نے انھیں معاف فرما دیا۔ بلاشبہ وہ بڑا غفور رحیم ہے۔

تفسیر اور (ایک بار) حضرت موسیٰ علیہ السلام شہر میں (یعنی مصر میں، کذا فی الروح عن ابن اسحٰق، کہیں باہر سے) ایسے وقت پہنچے کہ وہاں کے (اکثر) باشندے بے خبر (پڑے سو رہے) تھے۔ (اکثر روایات سے یہ وقت دوپہر کا معلوم ہوتا ہے، اور بعض روایات سے کچھ رات گئے کا وقت معلوم ہوتا ہے، کذا فی الدر المنثور)۔ تو انھوں نے دو آدمیوں کو لڑتے دیکھا، ایک تو ان کی برادری (یعنی بنی اسرائیل میں) کا تھا اور دوسرا اُن کے مخالفین (یعنی فرعون کے متعلقین ملازمین) میں سے تھا۔ (دونوں کسی بات پر اُلجھ رہے تھے، اور زیادتی اس فرعونی کی تھی)۔ سو وہ جو اُن کی

برادری کا تھا، اس نے (جو) حضرت موسیٰ علیہ السلام (کو دیکھا، تو اُن) سے اس کے مقابلہ میں، جو اُن کے مخالفین میں سے تھا، مدد چاہی۔ (حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اوّل اُس کو سمجھایا، جب وہ اس پر باز نہ آیا)، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے (تادیباً دفع ظلم کے لیے) اس کو (ایک) گھونسا مارا۔ سو اس کا کام ہی تمام کر دیا۔ (یعنی اتفاق سے وہ مر ہی گیا)۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام (اس خلافِ توقع نتیجہ سے بہت پچھتائے اور) کہنے لگے: ''یہ تو شیطانی حرکت ہو گئی۔ بے شک شیطان (بھی آدمی کا) کھلا دشمن ہے (کیسی غلطی میں ڈال دیتا ہے، اور نادم ہو کر) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے (حق تعالیٰ سے) عرض کیا: ''اے میرے پروردگار! مجھ سے قصور ہو گیا ہے۔ آپ معاف فرما دیجیئے''۔ سو اللہ تعالیٰ نے انھیں معاف فرما دیا۔ بلاشبہ وہ بڑا غفور رحیم ہے۔ (گو ظہور اور علم اس معافی کا قطعی طور پر وقتِ عطائے نبوت کے ہوا، کما فی النمل: 11: إِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًا بَعْدَ سُوٓءٍ فَإِنِّي غَفُورٌ رَّحِيمٌ ○۔ اور اُس وقت خواہ الہام سے معلوم ہو گیا ہو، یا بالکل نہ معلوم ہوا ہو)۔

فائدہ: اس فرعونی کا قتل بوجہ حربیت کے مباح تھا، اور حق العبد نہ تھا، نیز قتل خطا تھا، اور مقصود تادیب تھی، لیکن خلافِ اولیٰ کو کمالِ خوف سے گناہ سمجھا۔ اولیٰ یہ تھا کہ زیادہ زور سے گھونسا نہ مارا جاتا۔

(بیانُ القرآن ج ۳ ص ۱۲۳ تا ۱۲۵۔ المؤلف: حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۶۲ھ)۔ الناشر: دار الاشاعت، اردو بازار، کراچی۔ اپریل ۲۰۱۵ء)

2 نبوت سے بعد کا واقعہ

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے باذن الٰہی بنی اسرائیلیوں کو مصر سے نکال کر بحرِ قلزم پار کیا اور میدان تیہ میں آئے۔ بنی اسرائیل بھی عجیب تھے، فرعون اور ان کے لشکر کے ظلم سے نجات ملی، تو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں ایک کتاب چاہیے جس میں ہمارے لئے زندگی گزارنے کا طریقہ درج ہو، قوانین واحکام رعیت ہونے چاہئیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی اللہ تعالی نے جواب میں فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر تیس دنوں کے لیے جاؤ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر چالیس دن گزارے۔

آیت 181:۔آیت 159 وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۚ (الاعراف:۱۴۲)

ترجمہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تیس شب و روز کے لیے (کوہِ سینا پر) طلب کیا اور بعد میں دس دن کا اور اضافہ کر دیا۔ اِس طرح اس کے ربّ کی مقرر کردہ مدّت پورے چالیس دن ہو گئی۔

ا حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عرض پر حق تعالیٰ نے وعدہ فرمایا: ”تم کوہِ طور پر آ کر ہماری عبادت میں مشغول رہو۔ ایک کتاب تم کو دیں گے“۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایسا ہی کیا، اور تورات مل گئی، مگر دس روز اور عبادت میں مشغول رہنے کا حکم اس لیے ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک ماہ روزے رکھنے کے بعد افطار فرما لیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کو روزے دار کے منہ کا رائحہ (جو کہ خلوِ معدہ کی تبخیر سے پیدا ہو جاتا ہے) پسند ہے۔ اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ دس روزے اور رکھیں تاکہ وہ رائحہ (خوشبو) پھر پیدا ہو جائے۔ اس طرح یہ چالیس روزے ہو گئے۔

تنبیہ اور یہ جو مشہور ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک ماہ کے بعد مسواک کر لی تھی۔ اس وجہ سے دس روزے اور رکھنے کا حکم دیا۔ یہ محض بے سند بات ہے۔ گو بعض تفاسیر میں نقل کر دی گئی ہے، مگر بلا سند ہونے کی وجہ سے حجت نہیں۔

(بیانُ القرآن ج۱ ص۹۵۔ المؤلف: حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۶۲ھ)۔ الناشر: دار الاشاعت، اردو بازار، کراچی۔ اپریل ۲۰۱۵ء)

تو تورات مل گئی، لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر تشریف لے جاتے وقت اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو، جس کو بھی اللہ تعالیٰ نے نبوت عطا کی تھی، لیکن پیغمبری کا

اصل بوجھ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تھا، حضرت ہارون علیہ السلام علیہ السلام بطور معاون تھے۔

آیت 182:۔وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ○ هٰرُوْنَ اَخِي ○ اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ ○

(طٰہٰ: ۲۹ تا ۳۱)

ترجمہ اور میرے لیے میرے اپنے کنبے سے ایک وزیر مقرر کردے۔ حضرت ہارون علیہ السلام، جو میرا بھائی ہے۔ اُس کے ذریعہ سے میرا ہاتھ مضبوط کر۔

جاتے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کو سمجھایا تھا کہ بنی اسرائیل ایک ضدی قوم ہے، ان کا خوب خیال رکھیں۔

آیت 183:۔وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ○ (الاعراف: ۱۴۲)

ترجمہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چلتے ہوئے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام سے کہا: ''میرے پیچھے تم میری قوم میں میری جانشینی کرنا اور ٹھیک کام کرتے رہنا اور بگاڑ پیدا کرنے والوں کے طریقے پر نہ چلنا''۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام کو ذمہ داری حوالہ کرکے کوہ طور پر تشریف لے گئے، ان کے جانے کے بعد سامری نے قوم کو گمراہ کرنے کی چال چلائی۔ بنی اسرائیلیوں نے مصر سے نکلنے کے وقت فرعونیوں سے بطور عاریت زیورات لئے تھے، جو بعد میں مال غنیمت ٹھہرا۔ سامری نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کے قدموں کے نیچے سے خاک محفوظ کرلی تھی۔ ایک جسم بنایا اور اس میں وہ مٹی ڈالی جس نے آواز دینی شروع کردی۔

آیت 184:۔وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ۭ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا ۘ اِتَّخَذُوْهُ وَكَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ○

(الاعراف: ۱۴۸)

ترجمہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیچھے اس کی قوم کے لوگوں نے اپنے زیوروں سے ایک بچھڑے کا پتلا بنایا جس میں سے بیل کی سی آواز نکلتی تھی۔ کیا انہیں نظر نہ آتا تھا کہ وہ نہ ان سے بولتا ہے نہ کسی معاملہ میں ان کی رہنمائی کرتا ہے؟ مگر پھر بھی انہوں نے اسے

معبود بنالیا اور وہ سخت ظالم تھے۔

۲ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر

حضرت موسیٰ علیہ السلام تو کوہِ طور پر رہے، اور وہاں سامری نے چاندی یا سونے کا ایک بچھڑے کا قالب بنا کر اس کے اندر ایک مٹی، جو حضرت جبریل علیہ السلام کے گھوڑے کے قدم کے نیچے سے اُٹھائی ہوئی، اس کے پاس تھی، ڈال دی۔ اس میں جان پڑ گئی۔ جہلائے بنی اسرائیل نے اس کی پرستش شروع کر دی۔

(بیانُ القرآن ج ۱ ص ۹۵۔ المؤلف: حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (التوفی ۱۳۶۲ھ)۔ الناشر: دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی۔ اپریل ۲۰۱۵ء)

بنی اسرائیلی بھی عجائب پرست تھے، عجیب بات اور کام کی طرف جلدی متوجہ ہو کر مانتے تھے۔ سامری نے بنی اسرائیلیوں سے کہا۔

آیت 185: فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَاۤ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى فَنَسِيَ ○ اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا ۙ وَّلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ○ (طٰہٰ: ۸۸، ۸۹)

ترجمہ پھر سامری ان کے لیے ایک بچھڑے کی مورت بنا کر نکال لایا جس میں سے بیل کی سی آواز نکلتی تھی۔ لوگ پکار اٹھے: "یہی ہے تمہارا معبود اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معبود، حضرت موسیٰ علیہ السلام اسے بھول گئے"۔ کیا وہ دیکھتے نہ تھے کہ نہ وہ اُن کی بات کا جواب دیتا ہے اور نہ ان کے نفع ونقصان کا کچھ اختیار رکھتا ہے؟

بہت بنی اسرائیلی گمراہ ہوئے۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے اپنی بساط کے مطابق خوب سمجھایا لیکن بہت سارے لوگ سامری کے ہتھے چڑھ گئے۔ مخالفین نے حضرت ہارون علیہ السلام کو قتل کی دھمکیاں بھی دیں اور ان کے پیچھے پڑ گئے۔

آیت 186: وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْۤا اَمْرِيْ ○ قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى ○ (طٰہٰ: ۹۰، ۹۱)

ترجمہ حضرت ہارون علیہ السلام (حضرت موسیٰ علیہ السلام کے آنے سے) پہلے ہی ان سے کہہ چکا تھا: ''لوگو! تم اس کی وجہ سے فتنے میں پڑ گئے ہو، تمہارا رب تو رحمٰن ہے۔ پس تم میری پیروی کرو اور میری بات مانو''۔ مگر انہوں نے اس سے کہہ دیا: ''ہم تو اسی کی پرستش کرتے رہیں گے جب تک کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہمارے پاس واپس نہ آجائے''۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر چلہ پورا کر کے تورات ساتھ لائے، راستے میں ان کو اطلاع ہوئی کہ قوم گمراہ ہوچکی ہے، تشریف لائے اور قوم کی حالت دیکھنے کے بعد نہایت غصہ ہوئے، قوم سے مخاطب ہوئے کہ میرے آنے تک صبر کرتے، میں سمجھاتا اور اتنی کوششوں کے بعد جب بنی اسرائیل دل وجان سے احکام الٰہی کے انقیاد ہونے کیلئے تیار ہوئے اور احکامات خداوندی کے مجموعے کا مطالبہ کیا۔ جب سامری نے اس قوم کو گمراہ کیا جس پر موسیٰ علیہ السلام نہایت ناراض اور غصہ ہوئے۔

آیت 187:۔ وَاِذۡ قَالَ مُوۡسٰی لِقَوۡمِهٖ یٰقَوۡمِ اِنَّکُمۡ ظَلَمۡتُمۡ اَنۡفُسَکُمۡ بِاتِّخَاذِکُمُ الۡعِجۡلَ فَتُوۡبُوۡۤا اِلٰی بَارِئِکُمۡ فَاقۡتُلُوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ ؕ ذٰلِکُمۡ خَیۡرٌ لَّکُمۡ عِنۡدَ بَارِئِکُمۡ ؕ فَتَابَ عَلَیۡکُمۡ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیۡمُ ○ (البقرۃ:۵۴)

ترجمہ یاد کرو جب حضرت موسیٰ علیہ السلام (یہ نعمت لیے ہوئے پلٹے، تو اُس) نے اپنی قوم سے فرمایا: ''لوگو! تم نے بچھڑے کو معبود بنا کر اپنے اُو پر سخت ظلم کیا ہے۔ لہٰذا تم لوگ اپنے خالق کے حضور توبہ کرو اور اپنی جانوں کو ہلاک کرو، اسی میں تمہارے خالق کے نزدیک تمہاری بہتری ہے''۔ اُس وقت تمہارے خالق نے تمہاری توبہ قبول کر لی کہ وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

۳ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر

تفسیر اور (وہ زمانہ یاد کرو) جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ''اے میری قوم! بے شک تم نے اپنا بڑا نقصان کیا، اپنے اس گوسالہ (پرستی) کی تجویز سے۔ سو تم اب اپنے خالق کی طرف متوجہ ہو۔ پھر بعض آدمی (جنھوں نے گوسالہ پرستی نہیں کی) بعض آدمیوں کو (جنھوں نے گوسالہ پرستی کی) قتل کرو۔ یہ (عمل درآمد) تمہارے لیے بہتر ہوگا،

تمہارے خالق کے نزدیک۔ پھر (اس عمل درآمد کرنے سے) حق تعالیٰ تمہارے حال پر (اپنی عنایت سے) متوجہ ہوئے۔ بے شک وہ تو ایسے ہی ہیں کہ توبہ قبول کر لیتے ہیں اور عنایت فرماتے ہیں۔

فائدہ یہ بیان ہے اس طریق کا جو اُن کی توبہ کے لیے تجویز ہوا، یعنی مجرم لوگ قتل کیے جائیں، جیسا ہماری شریعت میں بعض گناہوں کی سزا باوجود توبہ کے بھی قتل وجان ستانی مقرر ہے۔ مثلاً قتلِ عمد کے عوض میں قتل، اور ثبوت زنا بالشہادۃ پر رجم، کہ توبہ سے ساقط نہیں ہوتا۔ چنانچہ ان لوگوں نے اس پر عمل کیا۔ اس سے آخرت میں مُوردِ رحمت وعنایت ہو گئے۔

(بیانُ القرآن ج ۱ ص ۹۷، ۹۸۔ المؤلف: حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۶۲ھ)۔ الناشر: دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی۔ اپریل ۲۰۱۵ء)

قوم پر عتاب کے بعد اپنے بھائی کی طرف متوجہ ہوئے، اس خیال سے کہ اس نے اپنی فریضے میں کوتاہی کی ہے۔

آیت 188:۔ قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا ۝ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ۭ اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ ۝ (طٰہٰ: ۹۲، ۹۳)

ترجمہ حضرت موسیٰ علیہ السلام (قوم کو ڈانٹنے کے بعد حضرت ہارون علیہ السلام کی طرف پلٹے اور) فرمانے لگے: ''ہارون! تم نے جب دیکھا تھا کہ یہ گمراہ ہو رہے ہیں تو کس چیز نے تمہارا ہاتھ پکڑا تھا کہ میرے طریقے پر عمل نہ کرو؟ کیا تم نے میرے حکم کی خلاف ورزی کی؟''۔

سراور داڑھی سے پکڑ کر کھینچنے لگے:

آیت 189:۔ قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَاْسِيْ ۚ اِنِّىْ خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ ۝ (طٰہٰ: ۹۴)

ترجمہ حضرت ہارون علیہ السلام نے جواب دیا: ''اے میری ماں کے بیٹے! میری داڑھی نہ پکڑ، نہ میرے سر کے بال کھینچ، مجھے اس بات کا ڈر تھا کہ تو آکر کہے گا: تم نے بنی اسرائیل میں پھوٹ ڈال دی اور میری بات کا پاس نہ کیا''۔

آیت 190:۔وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗۤ اِلَيْهِ ۭ (الاعراف:۱۵۰)

ترجمہ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تختیاں پھینک دیں اور اپنے بھائی (حضرت ہارون علیہ السلام) کے سر کے بال پکڑ کر اسے کھینچا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم کی گمراہی کا سبب سامری اور اس کے فعل کو قرار دیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری کو بددعا دی کہ کوئی بھی اس کے قریب نہ آنے پائے کیونکہ پہلے تو ان لوگوں کو اپنے پاس جمع کیا تھا۔ اب کوئی بھی اسکے قریب جاتا تو "لَا مِسَاسَ" کہتا: "میرے قریب مت آیئے"۔ پھر اس بچھڑے کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے سمندر میں بہادیا۔

آیت 191:۔قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ ○ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَ كَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ ○ قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ وَاِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ ۚ وَانْظُرْ اِلٰۤى اِلٰهِكَ الَّذِيْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا ۭ لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ○ اِنَّمَاۤ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ○ (طٰہٰ:۹۵تا۹۸)

ترجمہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: "اے سامری! تیرا کیا معاملہ ہے؟"۔ اس نے جواب دیا: "میں نے وہ چیز دیکھی جو اِن لوگوں کو نظر نہ آئی، پس میں نے رسول کے نقشِ قدم سے ایک مٹھی اٹھالی اور اُس کو ڈال دیا میرے نفس نے مجھے کچھ ایسا ہی سُجھایا"۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: "اچھا! تو جا، اب زندگی بھر تجھے یہی پکارتے رہنا ہے کہ مجھے نہ چھونا۔ اور تیرے لیے باز پرس کا ایک وقت مقرر ہے جو تجھ سے ہرگز نہ ٹلے گا اور دیکھ اپنے اس خدا کو جس پر تو ریجھا ہوا تھا، اب ہم اسے جلا ڈالیں گے اور ریزہ ریزہ کرکے دریا میں بہادیں گے۔ لوگو! تمہارا معبود تو بس ایک ہی اللہ ہے، جس کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے، ہر چیز پر اُس کا علم حاوی ہے"۔

۴ بعض شبہات اوران کے جوابات

شبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کتاب اللہ کی بے احترامی کی۔ ان الواح (تختیوں) کو جس پر تورات لکھی ہوئی تھی، پھینکا۔

بڑے بھائی اور پیغمبر کی تحقیر کی۔ حالانکہ بڑا بھائی، بمنزلہ باپ کے ہوتا ہے، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس واقعہ میں کتاب اللہ کی تحقیر، پیغمبر کی تحقیر، بڑے بھائی کی توہین کی۔

جواب حقیقت حال کو بیان کر دیا گیا ہے۔

حدیث میں ہے:

''إِنَّ أَحَبَّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللهِ الْحُبُّ فِي اللهِ، وَالْبُغْضُ فِي اللهِ''

ترجمہ اللہ کے ہاں سب اعمال میں سے زیادہ پسندیدہ عمل اللہ تعالیٰ کے لیے محبت اور اللہ تعالیٰ کے لیے بغض کرنا ہے۔

صرف اللہ تعالیٰ کی وجہ سے غصہ ہونا امر محمود ہے۔

تخریج

حدیث 11: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ سُوَيْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "أَيُّ عُرَى الْإِسْلَامِ أَوْثَقُ؟". قَالُوا: "الصَّلَاةُ". قَالَ: "حَسَنَةٌ، وَمَا هِيَ بِهَا؟". قَالُوا: "الزَّكَاةُ". قَالَ: "حَسَنَةٌ، وَمَا هِيَ بِهَا؟". قَالُوا: "صِيَامُ رَمَضَانَ". قَالَ: "حَسَنٌ، وَمَا هُوَ بِهِ؟". قَالُوا: "الْحَجُّ". قَالَ: "حَسَنٌ، وَمَا هُوَ بِهِ؟". قَالُوا: "الْجِهَادُ". قَالَ: "حَسَنٌ، وَمَا هُوَ بِهِ؟". قَالَ: "إِنَّ أَوْثَقَ عُرَى الْإِيمَانِ أَنْ تُحِبَّ فِي اللهِ، وَتُبْغِضَ فِي اللهِ".

(حسن بشواهده: مسند أحمد، ج ۳۰ ص ۸۸ رقم 18524)

حدیث 12: حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ عَطَاءٍ، عَنْ يَزِيدَ يَعْنِي ابْنَ أَبِي زِيَادٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: خَرَجَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: "أَتَدْرُونَ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَحَبُّ إِلَى اللهِ؟". قَالَ

قَائِلٌ: "الصَّلَاةُ وَالزَّكَاةُ". وَقَالَ قَائِلٌ: "الْجِهَادُ". قَالَ: "إِنَّ أَحَبَّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللهِ الْحُبُّ فِي اللهِ، وَالْبُغْضُ فِي اللهِ".

(حسن لغيره: مسند أحمد، ج ۵ ص ۲۲۹ رقم 21303؛ أبو داود رقم 4599)

خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم حرمت اللہ کے ہتک کی وجہ سے نہایت غصہ ہوتے تھے، خلاف فطرت بات پر غصہ ہوتے تھے، اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے غصہ کا موقع ومحل کے مناسب تھا، ان کی انتہائی کوشش کی وجہ سے لوگ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی طرف منقاد ہوئے تھے، اوراس کی اس کوشش وسعی پر پانی پھیرا گیا، جس پر غصہ ہونا فطری امر تھا۔ یہی حالت غلبۂ حال کی ہوتی ہے۔اس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بڑی تکلیف پہنچی۔

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خیال میں حضرت ہارون علیہ السلام کی کوتاہی معلوم ہورہی تھی، تو بھائی کو پکڑنا اور غصہ کرنا پیغمبر ہونے کی وجہ سے تھا، بھائی ہونے کی وجہ سے نہ تھا بلکہ راعی ہونے کی حیثیت سے تھا:

كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ.

ترجمہ تم سب نگہبان ہو، اور تم سب سے اپنی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔

تخریج

حدیث 13: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ، فَالْأَمِيرُ الَّذِي عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ، وَهُوَ مَسْئُولٌ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ زَوْجِهَا، وَهِيَ مَسْئُولَةٌ، وَالْعَبْدُ رَاعٍ عَلَى مَالِ سَيِّدِهِ، وَهُوَ مَسْئُولٌ، أَلَا فَكُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ".

(صحيح على شرط الشيخين: مسند أحمد، رقم 4495، 5167، 5869، 5901، 6026؛ بخاری رقم 893، 5188، 5200، 7138؛ مسلم رقم 20 ـ 1829؛ ابوداود رقم 2928؛ ترمذی رقم 1705؛ ابن حبان رقم 4489، 4490، 4491، 4492)

اس بنیاد پر حضرت ہارون علیہ السلام سے پوچھا گیا، اور کوتاہی اور عدم خبر کے قصوروار

حضرت ہارون علیہ السلام ٹھہرے۔ حالانکہ حقیقت الحال یہ تھی کہ حضرت ہارون علیہ السلام نے اپنی پوری کوشش کی ہے۔ تو حضرت ہارون علیہ السلام کو غصہ کی حالت میں پکڑنا پیغمبر اور بڑے بھائی کی تحقیر نہ تھی بلکہ ان کو ذمہ داری میں کوتاہی پر جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خیال میں تھی، زجر دینا مقصود تھا۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حقیقت حال سے آگاہ کیا۔

آیت 192:۔ قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِيْ وَكَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِيْ فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْاَعْدَآءَ وَلَا تَجْعَلْنِيْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ○ (الاعراف:۱۵۰)

ترجمہ حضرت ہارون علیہ السلام نے کہا: ''اے میری ماں کے بیٹے! اِن لوگوں نے مجھے دبالیا اور قریب تھا کہ مجھے مار ڈالتے۔ پس تو دشمنوں کو مجھ پر ہنسنے کا موقع نہ دے اور اس ظالم گروہ کے ساتھ مجھے نہ شامل کر''۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام حقیقت حال سے باخبر ہوئے تو پھر حضرت ہارون علیہ السلام کی دل جوئی کی۔

آیت 193:۔ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِاَخِيْ وَاَدْخِلْنَا فِيْ رَحْمَتِكَ ۖ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ○ (الاعراف:۱۵۱)

ترجمہ تب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ''اے ربّ! مجھے اور میرے بھائی کو معاف کر اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل فرما، تو سب سے بڑھ کر رحیم ہے''۔

اپنے لئے اور بھائی کیلئے دعائے مغفرت کی۔ تو معلوم ہوا کہ بھائی کا زجر بمقصد تحقیر و توہین کے نہیں تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو بات اور فعل ضروری نہیں کہ برا اور گناہ ہو، جب تک اس میں نیت اور گناہ کا قصد نہ ہو، تو یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اجتہادی خطا تھی، جو عصیان نہیں ہے۔

رہا تورات کی الواح کو پھینکنا: تو یہ بات ذہن نشین کرلیں، لغت عربی میں دو الفاظ ہیں: "القاء" دوسرا "قذف"۔ القاء بمعنی ڈالنا، قذف بمعنی پھینکنا، اور پھر ''رکھنا'' دو طرح کا ہے ایک استقامت اور اچھے طریقے سے کسی چیز کو رکھنا ہے اور کبھی جلدی میں کسی چیز کو رکھا جاتا ہے تو قرآن میں ''اَلْقَى الْاَلْوَاحَ'' کے الفاظ آئے ہیں نہ کہ

"قَذَفَ الْأَلْوَاحَ"۔

اَلْقَى الْاَلْوَاحَ:۔أي "وضع الألواح بعجلة"

ترجمہ تورات کی لکھی ہوئی تختیوں کو جلدی سے کسی جگہ رکھا۔

تو تختیوں کا رکھنا تحمل سے تھا، لیکن جلدی سے رکھا، اس لیے کہ اس وقت پوری توجہ اپنے بھائی کی طرف تھی، اور دوسری طرف پوری قوم گمراہ ہو چکی تھی اس لیے تعبیر "القاء" سے ہوئی۔

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ان واقعات میں جو نبوت سے پہلے یا نبوت کے بعد کے ہوں، ان میں طعن کی کوئی بات نہیں ہے۔

8.21:۔حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کے واقعہ کو قرآن مجید میں مختلف جگہ ذکر فرمایا ہے۔

سورت الصّٰفّٰت میں اختصار کے ساتھ واقعہ یوں منقول ہے:

آیت 194:۔وَاِنَّ یُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ○ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ○ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِیْنَ ○ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِیْمٌ ○ فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِیْنَ ○ لَلَبِثَ فِیْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ○ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِیْمٌ ○ وَاَنْۢبَتْنَا عَلَیْهِ شَجَرَةً مِّنْ یَّقْطِیْنٍ ○ وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ یَزِیْدُوْنَ ○ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِیْنٍ ○ (الصّٰفّٰت: ۱۳۹ تا ۱۴۸)

ترجمہ اور یقیناً حضرت یونس علیہ السلام بھی رسولوں میں سے تھے۔ یاد کرو جب وہ ایک بھری کشتی کی طرف بھاگ نکلا، پھر قرعہ اندازی میں شریک ہوا اور اس میں مات کھائی۔ (وہ دھکیلا گیا)۔ آخر کار مچھلی نے اسے نگل لیا اور وہ ملامت زدہ تھا، (سزاوار)۔ اب اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتا، تو روزِ قیامت تک اسی مچھلی کے پیٹ میں رہتا۔ آخر کار ہم نے اسے بڑی سقیم (نڈھال) حالت میں ایک چٹیل زمین پر پھینک دیا۔ اور اس پر ایک بیلدار رخت اُگا دیا۔ اس کے بعد ہم نے اسے ایک لاکھ، یا اس سے زائد لوگوں کی طرف بھیجا۔ وہ ایمان لائے اور ہم نے ایک وقت خاص تک انہیں

باقی رکھا۔

مفسرین رحمہم اللہ نے اس کا بیان دو طریقوں سے کیا ہے۔ مولانا سید فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے الگ الگ انداز سے بیان فرمائے ہیں کہ حضرت یونس علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ الفاظ عتاب آئے ہیں۔

آیت 195:۔ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ○

ترجمہ جب وہ بھاگ کر بھری ہوئی کشتی میں پہنچے۔

اباق غلام کے بھاگنے کو کہتے ہیں، اور پھر تنبیہ کے لیے اللہ تعالیٰ نے مچھلی کے پیٹ میں رکھا۔

آیت 196:۔ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ○ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ ○

ترجمہ پھر وہ قرعہ اندازی میں شریک ہوئے، اور قرعے میں مغلوب ہوئے، پھر مچھلی نے انہیں نگل لیا، جبکہ وہ اپنے آپ کو ملامت کر رہے تھے۔

تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عتاب اور پھر تنبیہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام سے غلطی ہوئی ہے، حضرت یونس علیہ السلام کو (مقام نینوا میں جو کہ عراق میں موصل شہر کے قریب جگہ ہے) اللہ تعالیٰ نے پیدا فرما کر وہیں مبعوث فرمایا۔ یہ لوگ بت پرست مشرک تھے۔ حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی قوم کی نو سالہ تربیت کی اور صحیح راستے کی تعلیم دی، لیکن وہ نہ مانے، تو بقول مولانا سید فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ حضرت یونس علیہ السلام نے بالآخر جذبات میں آ کر قوم کو دھمکی دی اور ڈرایا کہ اگر نہیں مانتے تو عذاب سے ہلاک کر دیئے جاؤ گے، تین دن بعد عذاب آئے گا اور یہ امارات اور علامات ہوں گے۔ تو علماء لکھتے ہیں کہ تین دن بعد عذاب کی بات اور عذاب کے امارات (نشانات) کی بات حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی طرف سے کی تھی، اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ تعیین بذریعہ وحی نہیں آئی تھی، اب قوم کو دھمکی دینے کے بعد حضرت یونس علیہ السلام کو خیال آیا کہ ٹھیک ہے اللہ تعالیٰ کفر پر عذاب دیتے ہیں، لیکن آپ علیہ السلام نے تعیین اپنی طرف سے بذریعہ الہام کی ہے، اب یہ اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق نہ ہو، اور آپ علیہ السلام کی بات کی تصدیق اگر اللہ تعالیٰ نہ کریں اور عذاب نہ

آئے، تو قوم کا کیسے سامنا ہوگا؟ تو اسی خوف کے اور ملامت کے باعث قوم سے چھپ گئے۔ اس لیے کہ پھر وعدہ خلافی ہوگی اور نبوت کا کام چلانا پھر مشکل ہو جائے گا۔

حضرت یونس علیہ السلام قریبی کسی علاقے میں روپوش تھے، تین دن کے بعد عذاب کے امارات آنے شروع ہوئے جس طرح حضرت یونس علیہ السلام نے قوم کو بتایا، پیغمبر علیہ السلام کی زبان اور بات کو کبھی اللہ تعالیٰ جھوٹا نہیں کرتے۔ عام مؤمن متقی کی بات کو اللہ تعالیٰ جھوٹی نہیں کرتے، تو پیغمبر علیہ السلام کی بات کو کیسے جھٹلاتے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم عام مؤمن کے بارے میں فرماتے ہیں:

حدیث 14: فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ مِنْ عِبَادِ اللهِ مَنْ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللهِ لَأَبَرَّهُ"۔ (بخاری رقم 2703)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے کچھ بندے ایسے ہیں کہ اگر وہ اللہ کی قسم اٹھالیں، تو اللہ ان کی قسم کو پورا کر دیتے ہیں۔

تو تین دن کے بعد قوم پر عذاب کے آثار اور علامات نمودار ہوئے، قوم سمجھ گئی کہ یہ وہی حضرت یونس علیہ السلام کی پیشین گوئی تھی، جلدی ان کی تفتیش کرو، تاکہ ان کے ہاتھوں ایمان لا کر اس عذاب سے بچا جائے۔ حضرت یونس علیہ السلام باوجود تفتیش کے نہ ملے، تو پوری قوم بمع بچوں، بڑوں اور حیوانات کے ایک کھلے میدان کی طرف نکلے، انتہائی عاجزی سے توبہ واستغفار کی اور اجمالی ایمان لے آئے، اس ایمان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس عذاب کو جس کا معائنہ قوم یونس علیہ السلام نے کیا تھا، واپس کر دیا۔ یہاں یہ بات بھی یاد رکھیں کہ آخرت کے عذاب کا فقط معائنے سے توبہ قبول نہیں ہوتی، جس کو حالت غرغرہ یا حالت مشاہدہ کہا جاتا ہے، جب کہ دنیا کے عذاب میں مبتلا ہونے کے بعد توبہ قبول نہیں ہوتی، یہاں ابتلاء نہیں آیا تھا، صرف امارات دیکھے گئے تھے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

آیت 197: فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ؕ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى

حِيْنٍ○ (یونس:۹۸)

ترجمہ پھر کیا ایسی کوئی مثال ہے کہ ایک بستی عذاب دیکھ کر ایمان لائی ہو اور اس کا ایمان اس کے لیے نفع بخش ثابت ہوا ہو؟ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کے سوا؟ (اس کی کوئی نظیر نہیں)۔ وہ قوم جب ایمان لے آئی تھی، تو البتہ ہم نے اس پر سے دنیا کی زندگی میں رسوائی کا عذاب ٹال دیا تھا اور اس کو ایک مدت تک زندگی سے بہرہ مند ہونے کا موقع دے دیا تھا۔

عام مفسرین رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ یہ عین دستور کے موافق تھا، قوم نے اجمالی ایمان قبول کیا، تفصیلی ایمان کے لیے حضرت یونس علیہ السلام کی تلاش شروع کی، مگر وہ نہ مل سکے، جس کی وجہ سے اجمالی ایمان کارآمد ہوا، اور عذاب سے بچ گئے۔ البتہ حضرت یونس علیہ السلام کا خیال یہ تھا کہ اتمام حجت کی وجہ سے قوم مجھے نقصان پہنچانا چاہتی ہے۔ مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس قوم کا طریقہ یہ تھا کہ جھوٹ ثابت ہونے پر اس شخص کو قتل کر دیتے تھے۔ حضرت یونس علیہ السلام کو اپنی قوم کی یہی بات معلوم تھی۔ اسی خطرے اور طبعی خوف کی وجہ سے چھپ گئے اور سامنا کرنے سے کترا گئے، تو ہجرت کی نیت سے حضرت یونس علیہ السلام وہاں سے نکل گئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت اور اس جگہ سے جانے کی صریح اجازت نہیں آئی تھی، تو جانا مناسب نہیں تھا اور حضرت یونس علیہ السلام قوم پر غصہ کی وجہ سے وہاں سے نکلے۔ حالانکہ قوم میں رہنا چاہیے تھا۔ تو جاتے ہوئے بحیرہ روم پار کرنے کے لیے ایک ملاح نے پہچان کر اپنی کشتی میں بغیر کرائے کے سوار کیا۔ کشتی لوگوں سے بھری تھی۔ کچھ دیر بعد کشتی موجوں میں پھنس گئی، نہ آگے جا رہی تھی نہ پیچھے۔ تو کشتی میں کسی اور نیک آدمی نے یا ملاح نے قانون کے مطابق کہا: ''کشتی میں کون ہے جو اپنے آقا سے بغیر اجازت کے بھاگا ہے؟''۔ وہ سمندر میں کود جائے ورنہ پوری کشتی غرق ہو جائے گی۔ حضرت یونس علیہ السلام سمجھے اور فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ عَبْدٌ آبِقٌ (بھاگنے والا غلام) میں ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی صریحی اجازت کے بغیر آیا ہوں۔ لوگوں نے کہا: ''ہم آپ علیہ السلام کو جانتے ہیں۔ آپ علیہ السلام عبد آبق نہیں ہیں''۔ دو دفعہ اقرار کے بعد لوگوں نے قرعہ اندازی کی، نام

حضرت یونس علیہ السلام علیہ السلام کا نکلا۔

آیت 198:۔فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ ○ (الصفت:۱۴۱)

ترجمہ: پھر وہ قرعہ اندازی میں شریک ہوئے اور قرعے میں مغلوب ہوئے۔

تو خود چھلانگ سمندر میں لگائی یا انہوں نے سمندر میں ڈالا۔

اشکال: کیا دین میں خودکشی جائز ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام نے خود سمندر میں چھلانگ لگائی؟

جواب: مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ توجیہ فرماتے ہیں کہ حضرت یونس علیہ السلام کی نیت خودکشی اور قتل کی نہ تھی۔ اس لیے کہ کشتی اس وقت وسط سمندر میں نہیں پہنچی تھی، بلکہ کنارے کے قریب تھی، تو خیال یہ تھا کہ کنارہ قریب ہے، جلد کنارے پر پہنچ جاؤں گا۔ تو غرق ہونے کا خطرہ نہیں تھا، اور دیگر لوگ بھی غرق ہونے سے بچ جائیں گے۔

(تفسیر معارف القرآن ج۶ ص ۵۱۷، ۵۱۸۔ المؤلف: حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ (التوفی ۱۳۹۴ھ): حضرت مولانا محمد مالک کاندھلویؒ بن محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ (التوفی ۱۴۰۸ھ)۔ الناشر: الطاف اینڈ سنز، کراچی ۱۴۲۳ھ)

تو حضرت یونس علیہ السلام کے چھلانگ لگاتے ہی ایک بڑی مچھلی نے منہ کھولا ہوا تھا۔

آیت 199:۔فَالْتَقَمَهُ الْحُوتُ وَهُوَ مُلِيمٌ ○ (الصّٰفّٰت:۱۴۲)

ترجمہ: آخرکار مچھلی نے اسے نگل لیا اور وہ ملامت زدہ تھا،

مچھلی نے لقمہ کی طرح نگل لیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے مچھلی کو حکم تھا کہ یہ اس کی غذا نہیں ہے، بلکہ اس کا پیٹ کچھ وقت کیلئے رہائش ہے۔ اس وقت حضرت یونس علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے فریاد کی کہ اس مصیبت سے نجات دلائے جیسا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا طریقہ تھا۔ ان کلمات کا ورد شروع کیا:

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ۔

قرآن مجید مزید اس واقعہ کو بیان کرتا ہے۔

آیت 200:۔وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ○ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُنْجِى الْمُؤْمِنِيْنَ ○ (الانبیاء:۸۷، ۸۸)

ترجمہ اور مچھلی والے (حضرت یونس علیہ السلام) کو بھی ہم نے نوازا۔ یاد کرو جب کہ وہ بگڑ کر چلا گیا تھا اور سمجھا تھا کہ ہم اس پر گرفت نہ کریں گے۔ آخر کو اس نے تاریکیوں میں سے پکارا: ''نہیں ہے کوئی معبود مگر تو، پاک ہے تیری ذات! بے شک میں نے قصور کیا''۔ تب ہم نے اس کی دعا قبول کی اور غم سے اس کو نجات بخشی، اور اسی طرح ہم مومنوں کو بچا لیا کرتے ہیں۔

حضرت یونس نے گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر تنگی نہ کریں گے۔ اس لیے تشریف لے گئے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغمبر علیہ السلام کے حق میں ''مِنَ الظّٰلِمِيْنَ'' کے سخت الفاظ استعمال ہوئے، پھر بامرِ الٰہی مچھلی کے پیٹ سے نکلے۔ گرم ماحول میں رہنے کی وجہ سے بدن کے بال اڑ گئے تھے، گویا یہ نکلنا حضرت یونس علیہ السلام کی نئی زندگی، نئی پیدائش تھی۔ اس کے بعد اپنی ہی قوم میں دوبارہ بعثت کا حکم ہوا، نینوا گئے، قوم پہلے ہی توبہ تائب ہو کر اجمالی ایمان لا چکی تھی، حضرت یونس علیہ السلام کو دیکھ کر ان کے ہاتھوں تفصیلی ایمان لے آئے۔

اشکال اب حضرت یونس علیہ السلام کا یہ مذکورہ واقعہ قرآن میں کئی جگہ ذکر ہے۔ الفاظ بعض جگہوں میں حضرت یونس علیہ السلام ''اِذْ اَبَقَ''، ''فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ'' آئے ہیں اور یہ الفاظ منافی عصمت نبی کے معلوم ہوتے ہیں، تو اس واقعہ میں حضرت یونس علیہ السلام پر طعن آیا۔

جواب مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ نے معارف القرآن میں مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ پر خوب رد کیا ہے۔

مولانا مودودی صاحب نے لکھا ہے کہ شریعت کے دفعات میں ایک دفعہ یہ ہے کہ جب کوئی پیغمبر اپنی ذمہ داریوں میں کوتاہی کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی قوم پر عذاب نہیں لاتا، چونکہ حضرت یونس علیہ السلام سے تبلیغ اور ذمہ داریوں میں کوتاہیاں آئی تھیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی عدالت اور رحم نے اس کو گوارا نہ کیا کہ اسکی قوم پر عذاب لائے۔ اگر حضرت یونس علیہ السلام کی کوتاہیاں نہ ہوتیں، تو قوم یونس علیہ السلام پر عذاب آتا اور تباہ ہو جاتے۔ اب یہ کسی پر مخفی نہیں ہے کہ ذمہ داری میں کوتاہی کرنا خیانت ہے۔ تو مولانا

مودودی صاحب کی یہ بات قرآن کی اس آیت کے صریح خلاف ہے۔

آیت 201: فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَاۤ اِيْمَانُهَاۤ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَؕ لَمَّاۤ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ○ (یونس:۹۸)

ترجمہ: پھر کیا ایسی کوئی مثال ہے کہ ایک بستی عذاب دیکھ کر ایمان لائی ہو اور اس کا ایمان اس کے لیے نفع بخش ثابت ہوا ہو؟ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کے سوا؟ (اس کی کوئی نظیر نہیں)۔ وہ قوم جب ایمان لے آئی تھی، تو البتہ ہم نے اس پر سے دنیا کی زندگی میں رسوائی کا عذاب ٹال دیا تھا اور اس کو ایک مدت تک زندگی سے بہرمند ہونے کا موقع دے دیا تھا۔

جب قوم ایمان لائی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے وہ رسوا کن عذاب ختم کر دیا، جبکہ مودودی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول حضرت یونس علیہ السلام کی کوتاہیوں کی وجہ سے عذاب کا خاتمہ ہوا۔ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''ہمیں مودودی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات پہنچی تو ہم نے ان کو توبہ کا پیغام بھیجا کہ یہ معتمد مفسرین اور قرآن کے منطوق کے خلاف ہے لیکن مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے توبہ کی بجائے توجیہات کیں۔

(تفسیر معارف القرآن ج ۴ ص ۵۷۰ تا ۵۷۴۔ المؤلف: حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۹۶ھ)۔ الناشر: ادارۃ المعارف، کراچی ۱۴۳۳ھ)

حضرت یونس علیہ السلام کا مفصل واقعہ

حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ جس کا کچھ حصہ تو خود قرآن میں مذکور ہے اور کچھ روایات حدیث و تاریخ سے ثابت ہے، وہ یہ ہے:

حضرت یونس علیہ السلام کی قوم عراق میں موصل کے مشہور مقام نینویٰ میں بستی تھی، ان کی تعداد قرآن کریم میں ایک لاکھ سے زیادہ بتلائی ہے۔ ان کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو بھیجا۔ انھوں نے ایمان لانے سے انکار کیا، حق تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو حکم دیا کہ ان لوگوں کو آگاہ کر دو کہ تین دن کے اندر اندر تم پر

عذاب آنے والا ہے، حضرت یونس علیہ السلام نے قوم میں اس کا اعلان کر دیا، قوم یونس (علیہ السلام) نے آپس میں مشورہ کیا، تو اس پر سب کا اتفاق ہوا کہ ہم نے کبھی حضرت یونس علیہ السلام کو جھوٹ بولتے نہیں دیکھا۔ اس لیے ان کی بات نظر انداز کرنے کے قابل نہیں۔ مشورہ میں یہ طے ہوا کہ یہ دیکھا جائے کہ حضرت یونس علیہ السلام رات کو ہمارے اندر اپنی جگہ مقیم رہتے ہیں، تو سمجھ لو کہ کچھ نہیں ہوگا۔ اور اگر وہ یہاں سے کہیں چلے گئے، تو یقین کر لو کہ صبح کو ہم پر عذاب آئے گا۔ حضرت یونس علیہ السلام بارشاد خداوندی رات کو اس بستی سے نکل گئے۔ صبح ہوئی تو عذابِ الٰہی ایک سیاہ دھوئیں اور بادل کی شکل میں ان کے سروں پر منڈلانے لگا، اور فضائے آسمانی سے نیچے ان کے قریب ہونے لگا۔ تو ان کو یقین ہو گیا کہ اب ہم سب ہلاک ہونے والے ہیں۔ یہ دیکھ کر حضرت یونس علیہ السلام کو تلاش کیا کہ ان کے ہاتھ پر مشرف بایمان ہو جائیں اور پچھلے انکار سے توبہ کر لیں، مگر حضرت یونس علیہ السلام کو نہ پایا، تو خود ہی اخلاص نیت کے ساتھ توبہ و استغفار میں لگ گئے۔ بستی سے ایک میدان میں نکل آئے، عورتیں، بچے اور جانور سب اس میدان میں جمع کر دیئے گئے۔ ٹاٹ کے کپڑے پہن کر عجز و زاری کے ساتھ اس میدان میں توبہ کرنے اور عذاب سے پناہ مانگنے میں اس طرح مشغول ہوئے کہ پورا میدان آہ و بکا سے گونجنے لگا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمالی اور عذاب ان سے ہٹا دیا جیسا کہ اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے، روایات میں ہے کہ یہ عاشوراء یعنی دسویں محرم کا دن تھا۔

ادھر حضرت یونس علیہ السلام بستی سے باہر اس انتظار میں تھے کہ اب اس قوم پر عذاب نازل ہوگا۔ اس کے توبہ و استغفار کا حال ان کو معلوم نہ تھا۔ جب عذاب ٹل گیا، تو ان کو فکر ہوئی کہ مجھے جھوٹا قرار دیا جائے گا کیونکہ میں نے اعلان کیا تھا کہ تین دن کے اندر عذاب آجائے گا۔ اس قوم میں قانون یہ تھا کہ جس شخص کا جھوٹ معلوم ہو، اور وہ اپنے کلام پر کوئی شہادت نہ پیش کرے تو اس کو قتل کر دیا جاتا تھا۔ حضرت یونس علیہ السلام کو فکر ہوئی کہ مجھے جھوٹا قرار دے کر قتل کر دیا جائے گا۔

انبیاء علیہم السلام ہر گناہ و معصیت سے معصوم ہوتے ہیں مگر انسانی فطرت و طبعیت سے جدا

نہیں ہوتے۔اس وقت حضرت یونس علیہ السلام کو طبعی طور پر یہ ملال ہوا کہ میں نے بحکم الٰہی اعلان کیا تھا اور اب میں اعلان کی وجہ سے جھوٹا قرار دیا جاؤں گا، اپنی جگہ واپس جاؤں، تو کس منہ سے جاؤں؟ اور قوم کے قانون کے مطابق گردن زدنی بنوں، اس رنج وغم اور پریشانی کے عالم میں اس شہر سے نکل جانے کا ارادہ کر کے چل دیئے یہاں تک کہ بحر روم کے کنارہ پر پہنچ گئے وہاں ایک کشتی دیکھی جس میں لوگ سوار ہو رہے تھے۔حضرت یونس علیہ السلام کو ان لوگوں نے پہچان لیا اور بغیر کرایہ کے سوار کرلیا۔ کشتی روانہ ہو کر جب وسط دریا میں پہنچ گئی، تو دفعۃً ٹھہر گئی، نہ آگے بڑھتی ہے نہ پیچھے چلتی ہے، کشتی والوں نے منادی کی کہ ہماری اس کشتی کی من جانب اللہ یہی شان ہے کہ جب اس میں کوئی ظالم گنہگار یا بھاگا ہوا غلام سوار ہو جاتا ہے، تو یہ کشتی خود بخود رک جاتی ہے، اس آدمی کو ظاہر کر دینا چاہئے تا کہ ایک آدمی کی وجہ سے سب پر مصیبت نہ آئے۔

حضرت یونس علیہ السلام بول اٹھے کہ وہ بھاگا ہوا غلام گنہگار میں ہوں، کیونکہ اپنے شہر سے غائب ہو کر کشتی میں سوار ہونا ایک طبعی خوف کی وجہ سے تھا، باذنِ الٰہی نہ تھا، اس بغیر اذن کے اس طرف آنے کو حضرت یونس علیہ السلام کی پیغمبرانہ شان نے ایک گناہ قرار دیا کہ پیغمبر کی کوئی نقل وحرکت بلا اذن کے نہ ہونی چاہئے تھی۔اس لیے فرمایا: ”مجھے دریا میں ڈال دو تو تم سب اس عذاب سے بچ جاؤ گے“۔کشتی والے اس پر تیار نہ ہوئے بلکہ انہوں نے قرعہ اندازی کی تا کہ قرعہ میں جس کا نام نکل آئے، اس کو دریا میں ڈالا جائے، اتفاقاً قرعہ میں حضرت یونس علیہ السلام کا نام نکل آیا، ان لوگوں کو اس پر تعجب ہوا تو کئی مرتبہ قرعہ اندازی کی۔ہر مرتبہ بحکم قضاء وقدر حضرت یونس علیہ السلام کا ہی نام آتا رہا، قرآن کریم میں اس قرعہ اندازی اور اس میں یونس (علیہ السلام) کا نام نکلنے کا ذکر موجود ہے۔

فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ۔

حضرت یونس علیہ السلام کے ساتھ حق تعالیٰ کا یہ معاملہ ان کے مخصوص پیغمبرانہ مقام کی وجہ سے تھا کہ اگرچہ انہوں نے اللہ کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہیں کی تھی جس کو گناہ اور

معصیت کہا جاتا ہے اور کسی پیغمبر علیہ السلام سے اس کا امکان نہیں، کیونکہ وہ معصوم ہوتے ہیں لیکن پیغمبر علیہ السلام کے مقام بلند کے مناسب نہ تھا کہ محض خوف طبعی سے کسی جگہ بغیر اذن خداوندی منتقل ہو جاویں۔ اس خلاف شان عمل پر بطور عتاب یہ معاملہ کیا گیا۔

اس طرف قرعہ میں نام نکل کر دریا میں ڈالے جانے کا سامان ہو رہا تھا دوسری طرف ایک بہت بڑی مچھلی بحکم خداوندی کشتی کے قریب منہ پھیلائے ہوئے لگی ہوئی تھی کہ یہ دریا میں آئیں تو ان کو اپنے پیٹ میں جگہ دے، جس کو حق تعالیٰ نے پہلے سے حکم دے رکھا کہ حضرت یونس علیہ السلام کا جسم جو تیرے پیٹ کے اندر رکھا جائے گا، یہ تیری غذا نہیں بلکہ ہم نے تیرے پیٹ کو ان کا مسکن بنایا ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام دریا میں گئے، تو فوراً اس مچھلی نے منہ میں لے لیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت یونس علیہ السلام اس مچھلی کے پیٹ میں چالیس روز رہے۔ یہ ان کو زمین کی تہ تک لے جاتی اور دور دراز کی مسافتوں میں پھراتی رہی۔ بعض حضرات نے سات، بعض نے پانچ دن اور بعض نے ایک دن کے چند گھنٹے مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی مدت بتلائی ہے (مظہری)۔ حقیقت حال حق تعالیٰ کو معلوم ہے۔

اس حالت میں حضرت یونس علیہ السلام نے یہ دعا کی:

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔

اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو قبول فرمالیا اور بالکل صحیح وسالم حضرت یونس رضی اللہ عنہ کو دریا کے کنارے پر ڈال دیا۔

مچھلی کے پیٹ کی گرمی سے ان کے بدن پر کوئی بال نہ رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے قریب ایک کدو (لوکی) کا درخت اُگا دیا، جس کے پتوں کا سایہ بھی حضرت یونس رضی اللہ عنہ کے لیے ایک راحت بن گئی، اور ایک جنگلی بکری کو اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرما دیا کہ وہ صبح وشام ان کے پاس آ کھڑی ہوتی اور وہ اس کا دودھ پی لیتے تھے۔

اس قصہ میں جتنے اجزاء قرآن میں مذکور یا مستند روایات حدیث سے ثابت ہیں، وہ تو یقینی ہیں۔ باقی اجزاء تاریخی روایات کے ہیں جن پر کسی شرعی مسئلہ کا مدار نہیں رکھا جاسکتا۔

(تفسیر معارف القرآن ج ۴ ص ۵۷۰ تا ۵۷۴۔ المؤلف: حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۹۶ھ)۔ الناشر: ادارۃ المعارف، کراچی ۱۴۳۳ھ)

☐ مولانا سید فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے بقول قصہ یوں ہے:

حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی قوم کو نو (۹) سال تبلیغ کی لیکن انہوں نے توحید قبول نہ کی، تو حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی طرف سے اپنی جذبات کی بنیاد پر یہ بات کہی کہ اتنے دنوں بعد ایسا عذاب آئے گا۔ کفر پر عذاب کا آنا تو مسلم ہے لیکن تعیین انہوں نے اپنی طرف سے کی، جس کو بعد میں محسوس کر گئے کہ بغیر وحی کیسے قوم کو عذاب کی اطلاع دی۔ اس تنگ دلی اور ملال کی وجہ سے قوم سے علیحدگی اختیار کی، جب قوم نے تفتیش کی تو حضرت یونس علیہ السلام سمجھے کہ میری تفتیش قتل کی وجہ سے ہو رہی ہے، تو بغیر اذنِ صریح اور اجازت کے وہاں سے تشریف لے گئے۔

آیت 202:۔ وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ. (الانبیاء:۸۷)

ترجمہ اور مچھلی والے (حضرت یونس علیہ السلام) کو بھی ہم نے نوازا۔ یاد کرو جب کہ وہ بگڑ کر چلا گیا تھا اور سمجھا تھا کہ ہم اس پر گرفت نہ کریں گے۔

یہ حضرت یونس علیہ السلام کی اجتہادی خطا تھی، معصیت ہر گز نہیں تھی، پیغمبر قوم کو تو ترغیب دے سکتا ہے لیکن عذاب کی تعیین اپنی طرف سے کی جو کہ گناہ نہیں تھا۔ بعد میں حضرت یونس علیہ السلام اس تعیین پر اپنی طرف سے پشیمان تھے، اگر چہ اس تعیین کو بھی اللہ تعالیٰ نے سچا کر دیا جس طرح حضرت یونس علیہ السلام نے خبر دی تھی۔

اس طرح اللہ تعالیٰ عذاب لائے، بعد میں قوم کی مخلصانہ توبہ کی وجہ سے عذاب واپس ہوا۔ تو طبعی خوف اور اجتہادی فکر کے ذریعے وہاں سے ہجرت کی۔ تو اس واقعہ میں حضرت یونس علیہ السلام کی عصمت کے منافی کوئی ایسی بات نہیں ہے جو ان پر قدغن لگا سکے۔ البتہ یہ الفاظ قرآنی حضرت یونس علیہ السلام کے حق میں: "اِذْ اَبَقَ" اور "فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ"، حضرت یونس علیہ السلام کے علو مرتبہ کی وجہ سے آئے ہیں جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی اجتہادی خطا پر "عَصٰى" کے الفاظ آئے اور حضرت یوسف علیہ السلام کے میلان غیر اختیاری کو اللہ تعالیٰ نے "هَمَّ" قرار دیا ہے۔ تو یہاں پر بھی اجتہادی خطا

کی وجہ سے ''إِذْ أَبَقَ'' کے الفاظ آئے ورنہ ہجرت تو انبیاء علیہم السلام کا طریقہ ہے لیکن جب صریح اذن کے ساتھ ہو، جب کہ یہاں بغیر اذن صریح کے ہجرت ہوئی ہے جو کہ اجتہادی خطا ہے۔

تفسیر ''فَظَنَّ أَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ'' کی تفسیر میں مفسرین نے دو تفسیریں بیان کی ہیں:

پہلی تفسیر یہ حضرت یونس علیہ السلام کا گمان نہیں تھا جیسا کہ آیت میں ہے، عمل کی ظاہری شکل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ الفاظ بیان فرمائے ہیں۔ حضرت یونس علیہ السلام کے عمل کی ظاہری صورت گویا یہ بتلا رہی تھی کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر قادر نہیں ہے اور پیغمبر علیہ السلام کی تو ایسی شان نہیں کہ ایسا گمان اللہ تعالیٰ کے بارے میں کرے، اور اللہ تعالیٰ کی قدرت میں شک کرے لیکن ظاہری عمل کا مقتضی یہ تھا۔ تو خلافِ اولیٰ کا ارتکاب ہوا، لیکن خلاف اولیٰ کو معصیت نہیں کہا جا سکتا۔ اور ''ظلم'' اس لیے ہوا کہ اپنے آپ کو نقصان پہنچایا۔ مچھلی کے پیٹ میں عتاب کی وجہ سے پہنچ گئے۔ اس کے علاوہ اور کئی عتاب قولی و فعلی حضرت یونس علیہ السلام کے علو مرتبہ کی وجہ سے آئے۔

دوسری تفسیر: ''لَنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ'' بمعنی قدرت کے نہیں بلکہ بمعنی تنگی کے ہے۔ گویا ایک حاکم یا مولیٰ اپنے غلام کو غصہ ہو جائے، تو غصہ ہونے پر اس کو غائب ہونا چاہیے، ورنہ غصہ میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ آیت ''وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ'' کے بارے میں جن دو صحابہ رضی اللہ عنہما نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں آ کر خلاف طبع صریح نص کے خلاف بات پوچھی تھی، حالانکہ وہ ظاہری بات تھی، جس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غصہ ہوئے۔ تو وہ فوراً مجلس سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس لیے اگر وہ بیٹھے رہتے، تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غصہ میں اضافہ ہو جاتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمجھے کہ وہ میرے غصہ کو محسوس کر کے مجلس سے اٹھے۔ تو ایک ہدیہ جو کسی اور صحابی رضی اللہ عنہ نے لایا تھا، ان کے مابین تقسیم کر دیا، جس سے وہ سمجھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زیادہ غصہ نہیں تھے۔ تو یہ حاکم اور مولیٰ کی ایک عام عادت ہے۔

تو حضرت یونس علیہ السلام بھی اس لیے ڈر رہے تھے کہ کہیں اللہ تعالیٰ کے غصہ میں مزید اضافہ نہ ہو جائے، یا قوم کے سامنے حاضر ہونے پر ان کے غصہ میں مزید اضافہ ہوگا

اور وہ مجھے قتل کر دیں گے۔ اس لیے روپوش ہوئے۔ تو آیت کا ترجمہ یہ ہوا: ''فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَیْهِ'': حضرت یونس علیہ السلام نے یہ گمان کہ لیا کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر تنگی نہیں لائیں گے، میری گرفت نہیں کریں گے۔ اس لیے اپنے آپ کو تکلیف میں ڈال کے غائب کر دیا تا کہ اللہ تعالیٰ کی سزا سے بچ جاؤں۔ جیسا کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا تھا۔

اور اسی طرح گزشتہ ایک قوم کے ایک آدمی نے جو بہت گنہگار تھا، اپنے بیٹوں کو وصیت کی تھی کہ میرے مرنے کے بعد مجھے زندہ جلا دیا جائے اور میری راکھ کو کسی ایک ایسے دن جس میں تیز ہوائیں چل رہی ہوں، اُڑا دیا جائے تا کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب اور سزا سے بچ جاؤں، ورنہ اللہ تعالیٰ مجھ جیسے آدمی کو اتنی سخت سزا دیں گے کہ کسی اور کو نہیں دیں گے۔ بیٹوں نے اس کے مرنے کے بعد اس کی وصیت پر عمل کیا، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان منتشر اجزاء کو جمع کر کے اس سے پوچھا: ''ایسا کیوں کیا؟''۔ اس نے کہا: ''اے اللہ! تجھے معلوم ہے تیرے عذاب کے ڈر کی وجہ سے ایسا کیا''۔ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا: ''آپ کے دل میں میرا اتنا خوف ہے میں نے تجھے معاف کر دیا''۔ تو اس آدمی نے اللہ تعالیٰ کے خوف سے اپنے لیے ایسی سزا تجویز کی کہ شاید اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جائے۔

تو حضرت یونس علیہ السلام نے بھی اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچنے کے لیے خود اپنے لیے یہ سزا تجویز کی کہ کچھ وقت کے لیے غائب ہو جائے۔ تو حضرت یونس علیہ السلام کے واقعہ میں جتنے بھی عتاب کے الفاظ آئے ہیں۔ یہ معصیت کی بنیاد پر نہیں بلکہ اجتہادی خطا کی بنیاد پر ہیں۔ اور انبیاء علیہم السلام کو عتاب اجتہادی خطا پر ہوتا ہے۔

مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ کی توجیہ

حضرت یونس علیہ السلام نے وحی کے ذریعے قوم کو عذاب کی تعین کی، جب وہ نہ مانے اور وحی کے ذریعے قوم کو عذاب کے علامات بھی بتلائے۔ قوم نے جواب دیا کہ ہم آپ علیہ السلام کے پیغام کو نہیں مانتے۔ پھر قوم نے آپس میں یہ فیصلہ کر لیا کہ تیسرے دن کی

رات ہم حضرت یونس علیہ السلام کو ڈھونڈ لیں گے، اگر اس رات حضرت یونس علیہ السلام قوم میں موجود پائے گے، تو ان کا کہنا ویسے ترہیب ہوگی۔ اگر حضرت یونس علیہ السلام قوم میں نہ پائے گئے، تو ان کی یہ بات درست اور صحیح ہوگی، اور پھر عذاب آئے گا۔ اس لیے کہ حضرت یونس علیہ السلام نے ابھی تک قوم کے سامنے کبھی جھوٹ بولا ہی نہیں تھا۔ کچھ عرصہ بعد عذاب کے علامات حضرت یونس علیہ السلام کے کہنے کے مطابق ظاہر ہونا شروع ہوئے، اور قوم نے حضرت یونس علیہ السلام کو ڈھونڈا، اور وہ بھی موجود نہیں تھے، سمجھے کہ یہ عذاب یقینی ہے، فقط ترہیب نہیں۔ نہایت گریہ زاری کر کے پوری قوم توبہ تائب ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ کو قبول فرمایا۔ (تفسیر معارف القرآن ج ۴ ص ۵۷۵)

اور یہ قوم اجمالی ایمان لے آئی۔ تو اللہ تعالیٰ کی عادت بھی یہی ہے کہ پیغمبر علیہ السلام اور ان کے متبعین کو بچاتا ہے۔ تو حضرت یونس علیہ السلام قوم سے نکلے تھے، جب حضرت یونس علیہ السلام کو پتہ چلا کہ عذاب نہیں آیا اور قوم کی بھی یہی عادت تھی کہ جو شخص اپنی بات میں جھوٹا نکلے اس کی سزا قتل ہے، تو حضرت یونس علیہ السلام سمجھے کہ میرا واپس جانا سوائے قتل کے کچھ نہیں۔ اس لیے قتل سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے صریحی اذن کے بغیر ہجرت کر کے نکلے۔ اس وقت یہ اجتہادی خطا سرزد ہوئی، جس پر اللہ تعالیٰ نے ان کے عمل کے ظاہری شکل کی بنیاد پر عتاب نازل فرمایا۔ اِذْ اَبَقَ'' ''فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ'' کے الفاظ وارد ہوئے اور مچھلی کے پیٹ میں جانا پڑا۔

1 حضرت مولانا عبد الماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر

آیت 203:۔ وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۝

ترجمہ اور بے شک حضرت یونس علیہ السلام پیمبروں میں سے تھے۔ (اس وقت کا قصہ یاد کیجیے) جب وہ بھاگ کر بھری ہوئی کشتی کے پاس پہنچے۔

فائدہ (اور اس مسافروں اور سامان سے لدی ہوئی کشتی میں سوار ہو گئے)۔

آپ علیہ السلام نے اپنی نافرمان اور سرکش قوم کو بحکم الٰہی عذاب کی خبر سنائی، اور اس کے بعد اسی توقع پر شہر چھوڑ کر چلے گئے اور اس روانگی کے لیے کسی الگ اجازت کی

ضرورت نہ سمجھی۔ قوم میں ابھی کچھ سمجھ باقی تھی۔ عذابِ الٰہی ابھی آنے نہ پایا تھا۔ محض دُور سے اس کے ابتدائی آثار دیکھ کر ڈر گئے، اور توبہ واستغفار، گریہ وزاری میں مشغول ہو گئے۔ اس پر عذاب ٹل گیا۔ آپ علیہ السلام کو خبر پہنچی، تو آپ علیہ السلام حیائے طبعی کے اثر سے وطن واپس آنے کے بجائے، کسی بحری سفر پر روانہ ہو گئے، اور اس کے لیے اجازتِ الٰہی کے انتظار کی ضرورت نہ سمجھی۔

اَبَقَ: آیت میں بھی لفظ "اَبَقَ" بہت قابلِ لحاظ ہے۔ اس کے معنی محض "بھاگنے" کے نہیں، بلکہ آقا کے پاس سے غلام کے چھپ کر بھاگنے کے ہیں۔

آیت 204:۔ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ○

ترجمہ پھر وہ بھی شریک قرعہ ہوئے، تو وہ مجرم قرار پائے۔

فائدہ یعنی قرعہ میں نام انھیں کا نکلا۔ عقیدہ اس وقت یہ پھیلا ہوا تھا کہ کوئی بھگوڑا غلام یا کوئی مجرم اگر کشتی میں سوار ہو جائے، تو کشتی خطرے میں آجاتی ہے، اور اس کا علاج یہی ہے کہ اس شخص کو اُتار دیا جائے۔ حضرت یونس علیہ السلام کی کشتی کو طغیانی وطوفان کا سامنا ہوا۔ ملاحوں نے آپ علیہ السلام کو سمندر میں ڈال دیا۔

حضرت یونس علیہ السلام اپنے وقت کے نبی تھے، یعنی صدیقین واولیاء کے سردار، اور قرعہ میں نام آپ علیہ السلام کا بحیثیت مجرم کے نکل رہا ہے!___ کیا آپ علیہ السلام پر اس وقت گزری ہوگی!___ اللہ اللہ! کیا شان بے نیازی ہے!

آیت 205:۔ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ

ترجمہ انھیں مچھلی نے نگل لیا۔

فائدہ عجب نہیں کہ آپ علیہ السلام شناوری جانتے ہوں، اور ممکن تھا کہ پیر (تیر) کر کنارے تک پہنچ جاتے کہ حکم خداوندی سے ایک بڑی قدآور مچھلی نے آپ علیہ السلام کو نگل لیا۔ شارک وغیرہ کی قسم کی مچھلیوں کا انسان کو نگل لینا حال میں بھی مشاہدے میں آچکا ہے۔

اَلْحُوْتُ: "حُوْتٌ" کہتے ہیں بڑی مچھلی کو ہی۔

اَلْحُوْتُ: السمك العظيم (راغب، ص ۱۵۰)

وَهُوَ مُلِيْمٌ ○

ترجمہ درآنحالیکہ وہ اپنے کو ملامت کر رہے تھے۔

فائدہ، (اپنی اس اجتہادی غلطی پر)

مُلِیْمٌ: وہ قصوروار ہے جو بجائے خود مستحقِ ملامت ہو گیا ہو، خواہ اُسے کوئی ملامت کرے، یا نہ کرے۔

وأَلَامَ: استحقّ اللّوم. (راغب، ص۵۱۱)

مُلِیْمٌ: استحقّ اللّوم. (تاج، ج۱۷ص۶۶۱)

قربِ عذاب کے وقت شہر چھوڑ کر چلا جانا کوئی معصیت نہ تھی، تاہم ایک پیمبر علیہ السلام کے مرتبہ سے بعید تھا کہ ایمائے خداوندی کے بغیر اتنا قدم بھی اُٹھاتے۔ اور اس پر بطورِ تنبیہ کلفتِ جسمانی سے دوچار ہونا پڑا، ورنہ حقیقی معصیت اور حقیقی عذاب سے تو کسی نبی کو کوئی واسطہ ہی نہیں ہو سکتا۔۔۔۔۔۔۔ اللہ کے قانون کی گرفت سے پیمبر علیہ السلام تک مستثنیٰ نہیں، تو کسی ولی یا بزرگ کا کیا ذکر ہے!

آیت 206: فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ○ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ○

ترجمہ سو اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتے، تو اُسی کے پیٹ میں قیامت تک پڑے رہتے۔

فائدہ یعنی انھیں مچھلی کے پیٹ سے نکلنا نصیب نہ ہوتا، اور وہ اسی کی غذا بنا دیئے جاتے۔ یہ مطلب نہیں کہ مچھلی کا پیٹ قیامت تک محفوظ و سالم رہتا۔

فَلَوْ۔۔۔۔۔۔ الْمُسَبِّحِيْنَ: آیت سے معلوم ہوا کہ تسبیح و استغفار کی برکت سے جسمانی کلفتیں اور اذیتیں بھی دور ہو جاتی ہیں۔

آیت 207: فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ○

ترجمہ پھر ہم نے ان کو ایک میدان میں ڈال دیا، اس حال میں کہ وہ نڈھال تھے۔

فائدہ (شکمِ ماہی میں قید کے اثر سے)

مچھلی نے جب بحکمِ خداوندی آپ علیہ السلام کو ساحل پر اگل دیا، تو آپ علیہ السلام نے اپنے آپ علیہ السلام کو ایک چٹیل میدان میں پایا۔

عَرَآءِ سے یہ لازم نہیں آتا کہ کوئی ایک بھی درخت اس میدان میں نہ ہو

آپ علیہ السلام شکم ماہی میں کتنی مدت رہے؟ اس کے جواب میں متعدد قول سلف سے نقل ہوئے ہیں، لیکن جیسا کہ حضرت امام رازی رحمۃ اللہ نے لکھا ہے کہ کسی بھی مدت کی تعیین پر کوئی دلیل قائم نہیں۔

وَلَا أَدْرِي بِأَيِّ دَلِيلٍ عَيَّنُوا هٰذِهِ الْمَقَادِيرَ۔ (کبیر ج ۲۶ ص ۱۴۴)

(تفسیر ماجدی ج ۶ ص ۱۴۱ تا ۱۴۵۔ المولف: مولانا عبد الماجد دریا آبادی رحمۃ اللہ (التوفی ۱۹۷۷ء)۔ الناشر: مجلس نشریات قرآن، کراچی طبع: ۲۰۱۳ء)

2 حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر

آیت 208:- وَاِنَّ یُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ○ اِذْ اَبَقَ اِلَی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ○ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِیْنَ ○ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِیْمٌ ○ فَلَوْلَاۤ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِیْنَ ○ لَلَبِثَ فِیْ بَطْنِهٖۤ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ○ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِیْمٌ ○ وَاَنْۢبَتْنَا عَلَیْهِ شَجَرَةً مِّنْ یَّقْطِیْنٍ ○ وَاَنْۢبَتْنَا عَلَیْهِ شَجَرَةً مِّنْ یَّقْطِیْنٍ ○ وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰی مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ یَزِیْدُوْنَ ○ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰی حِیْنٍ ○ (الصّٰفّٰت: ۱۳۹ تا ۱۴۸)

ترجمہ: اور بے شک حضرت یونس علیہ السلام بھی پیغمبروں میں سے تھے، جب کہ بھاگ کر بھری ہوئی کشتی کے پاس پہنچے۔ سو حضرت یونس علیہ السلام بھی شریک قرعہ ہوئے، تو یہی ملزم ٹھہرے۔ پھر ان کو مچھلی نے (ثابت) نگل لیا، اور یہ اپنے آپ کو ملامت کر رہے تھے۔ سو اگر وہ (اُس وقت) تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتے، تو قیامت تک اُس کے پیٹ میں رہتے۔ سو ہم نے اُن کو ایک میدان میں ڈال دیا، اور وہ اس وقت مضمحل تھے، اور ہم نے اُن پر ایک بیل دار درخت بھی اُگا دیا تھا۔ اور ہم نے اُن کو ایک لاکھ یا اس سے بھی زیادہ آدمیوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا تھا۔ پھر وہ لوگ ایمان لے آئے، تو ہم نے اُن کو ایک زمانہ تک عیش دیا۔

تفسیر: اور بے شک حضرت یونس علیہ السلام بھی پیغمبروں میں سے تھے۔ (اُن کا اس وقت کا

قصہ یاد کیجیے) جب کہ (انھوں نے اپنی قوم سے ایمان نہ لانے پر بحکمِ الٰہی عذاب کے آنے کا وعدہ کیا اور خود وہاں سے چلے گئے، اور یومِ موعود پر جب آثار نمودار ہونے لگے، تو قوم کو بقصدِ ایمان لانے کے حضرت یونس علیہ السلام کی تلاش ہوئی، جب وہ نہ ملے، تو سب نے متفق ہو کر حق تعالیٰ کے سامنے گریہ وزاری کی، اور ایمان اجمالی لے آئے، اور وہ عذاب ٹل گیا۔ حضرت یونس علیہ السلام کسی ذریعہ سے یہ خبر معلوم کر کے بہ خیالِ طبعی شرمندگی کہ اپنے اجتہاد سے بلا اذن صریح حق تعالیٰ کے، کہیں دُور چلے جانے کے قصد سے اپنی جگہ سے) بھاگ کر (چلے۔ راہ میں دریا تھا۔ اس میں مسافروں سے بھری ہوئی کشتی تھی۔ اس) بھری ہوئی کشتی کے پاس پہنچے۔ (کشتی چلی، تو طوفان آیا، کشتی والے کہنے لگے: ''ہم میں کوئی نیا قصوروار ہے۔ اس کو کشتی سے علیحدہ کرنا چاہیے''۔ تعیین کے لیے قرعہ پر اتفاق ہوا)۔ سو حضرت یونس علیہ السلام بھی شریک قرعہ ہوئے، تو (قرعہ میں) یہی ملزم ٹھہرے۔ (یعنی ان ہی کا نام نکلا۔ پس انھوں نے اپنے آپ کو دریا میں ڈال دیا۔ شاید کنارہ قریب ہو گا۔ شناوری کر کے کنارہ پر جا پہنچنے کا ارادہ ہو گا۔ پس شبہ خودکشی کا لازم نہیں آتا)۔ پھر (جب دریا میں گرے، تو ہمارے حکم سے) ان کو مچھلی نے (ثابت) نگل لیا، اور یہ (اس وقت) اپنے آپ کو (اس اجتہادی غلطی پر) ملامت کر رہے تھے۔ (یہ تو دل سے توبہ ہوئی، اور زبان سے بھی توحید و تسبیح کے ساتھ استغفار کر رہے تھے، جیسا کہ دوسری آیت میں ہے: لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ)۔ سو اگر وہ (اُس وقت) تسبیح (واستغفار) کرنے والوں میں سے نہ ہوتے، تو قیامت تک اُس کے پیٹ میں رہتے۔ (مطلب یہ کہ پیٹ سے نکلنا میسر نہ ہوتا، بلکہ اس کی غذا بنا دیے جاتے۔ پس اس مطلب پر اس کا اور اس کے بطن کا قیامت تک باقی رہنا لازم نہیں آتا، یعنی اس اجتہادی غلطی پر بقاعدہ: ''نزدیکاں را بیش بود حیرانی''۔ یہ جسمانی کلفت کی پاداش دی جاتی، کیوں کہ انبیاء علیہم السلام حقیقی گناہ اور حقیقی عقوبت سے تو پاک ہی ہوتے ہیں)۔ سو (چوں کہ انھوں نے تسبیح اور توبہ کی۔ اس لیے) ہم نے (اُن کو اس سے محفوظ رکھا اور مچھلی کے پیٹ سے نکال کر) اُن کو ایک میدان میں ڈال دیا (یعنی مچھلی

کو حکم دیا کہ کنارے پر اُگل دے)، اور وہ اس وقت مضمحل تھے (کیونکہ کہ مچھلی کے پیٹ میں کافی ہوا اور غذا نہ پہنچتی تھی)۔ اور ہم نے (دھوپ سے بچانے کے لیے) اُن پر ایک بیل دار درخت بھی اُگا دیا تھا (اور کوئی بزکو (بکری، ہرنی) ہی بحکمِ الٰہی ان کو دودھ پلا جایا کرتی)۔ اور (ہم نے جو اوپر کہا ہے: وَاِنَّ یُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ۔ تو ان کے مُرسَل علیہم بڑی کثرت سے تھے، چنانچہ) ہم نے اُن کو ایک لاکھ یا اس سے بھی زیادہ آدمیوں کی طرف (شہرِ نینویٰ، قریب موصل میں) پیغمبر بنا کر بھیجا تھا۔ پھر وہ لوگ ایمان لے آئے تھے (معائنہ آثار کے وقت اجمالاً اور جب قصۂ حوت کے بعد حضرت یونس علیہ السلام وہاں دوبارہ تشریف لے گئے ہیں، اس وقت تفصیلاً)، تو (ایمان کی برکت سے) ہم نے اُن کو ایک زمانہ تک (یعنی مدتِ عمر تک خوبی سے) عیش دیا۔

(بیان القرآن ج ۳ ص ۲۷۶، ۳۷۷۔ المؤلف: حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۶۲ھ)۔ الناشر: دار الاشاعت، اردو بازار، کراچی۔ اپریل ۲۰۱۵ء)

3 حضرت مولانا عبدالماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر

آیت 209: وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا

ترجمہ اور مچھلی والے (پیغمبر علیہ السلام کا بھی ذکر کیجئے) جب کہ وہ خفا ہو کر چلے گئے۔

فائدہ (اپنی قوم سے جب کہ وہ ایمان نہیں لائے)۔

مُغَاضِبًا لقومه (بیضاوی)

غضبان علی قومه۔ (روح)

قال الضحاك مُغَاضِبًا لقومه، وهو رواية العوفي وغيره عن ابن عباس (ابن کثیر)

بعض صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ سے جو تفسیر مُغَاضِبًا لربه منقول ہے۔ سو یہ تفسیر خود تشریح طلب ہے۔ لربه کے معنی یہاں کیے جائیں گے: لأجل ربه حمية لدينه، یعنی اپنے پروردگار کی خاطر اور اپنی غیرتِ دینی کے باعث۔ اور کلمہ ''ل'' کو موصولہ

نہیں، بلکہ لامِ علّت کے معنی میں لیں گے۔

وقال النحاس: والمعنى: مُغَاضِبًا من أجل ربّه كما تقول غضبت لك، أي من أجلك (قرطبی)

لم يفعله الا غضباً لله وأنفة لدينه وبغضا للكفر (كشاف).

فَظَنَّ اَنۡ لَّنۡ نَّقۡدِرَ عَلَيۡهِ

ترجمہ: اور یہ سمجھے کہ ہم ان پر تنگی نہ کریں گے۔

فائدہ: (ان کے بلا انتظار وحی چلے جانے پر)

حضرت یونس علیہ السلام اپنے اجتہاد سے یہ سمجھے کہ جب قوم پر سے عذاب ٹل گیا، تو اب یہاں ٹھہرنا ضروری نہیں، اور نہ میرے چلے جانے میں کوئی حرج ہے۔ اس لیے بلا انتظارِ نص وحی وہاں سے چلے گئے، حالانکہ مرتبۂ نبوت کے شایانِ شان یہی تھا کہ انتظارِ وحی کیا جاتا۔

لَنۡ نَّقۡدِرَ: "قدر" بہ معنی استطاعت وقابو نہیں، تضیق وتنگی کے مفہوم میں ہے۔ یہ قدرت سے نہیں، تقدیر سے ہے۔

وذكر الثعلبي. وقال عطاء وسعيد بن جبير وكثير من العلماء معناه: فظن أن لن نضيق عليه. (قرطبی)

أي أن لن نضيق عليه. (كبير)

أي لن نقضي عليه بالعقوبة. قال مجاهد وقتادة والضحاك والكلبي، هو رواية العوفي عن ابن عباس (معالم)

كأنه جعل ذلك بمعنى التقدير، فان العرب تفعل قدر وقدّر بمعنى واحد. (ابن كثير)

اور یہ کسی مفسر کا اجتہاد نہیں، لغوی معنی بھی یہ ہیں۔ فعل "قدر" کا صلہ جب علیٰ کے ساتھ آئے گا، تو معنی یہی تنگی کے ہوں گے، نہ کہ قدرت کے۔

القدر: التضيق (قاموس)

يقال قدر عليه الشئ: ضيّقه (تاج)

فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ أي لن نضيّق عليه. قاله الفرّاء، وأبو الهيثم (تاج)

وقدرت عليه الشئ ضيّقه (راغب)

وقدر على عياله قدراً مثل قتر وقدر على الانسان رزقه قدراً مثل قتر. (جوهری)

بعض قرائتیں: "نُقَدِّرَ عَلَيْهِ" بِضَمِّ النُّونِ وَتَشْدِيدِ الدَّالِ مِنَ التَّقْدِيرِ. "يُقَدَّرَ عَلَيْهِ" بِضَمِّ الْيَاءِ مُشَدَّدًا عَلَى الْفِعْلِ الْمَجْهُولِ کی ہیں۔(قرطبی)

جو یہ جاہلانہ مفہوم کسی نے چلا دیا تھا کہ اللہ آپ علیہ السلام پر قادر نہ ہو سکے گا۔ تو اس کی بابت محققین کی صراحت موجود ہے کہ یہ قول مردود اور کافرانہ ہے:

وَهٰذَا قَوْلٌ مَرْدُودٌ مَرْغُوبٌ عَنْهُ لِأَنَّهُ كُفْرٌ. (قرطبی)

فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ

ترجمہ پھر انھوں نے اندھیرے میں کہا

فائدہ آپ علیہ السلام جس جہاز پر تھے، اس کے جہاز رانوں نے آپ علیہ السلام کو مجرم سمجھ کر طوفان کے وقت سمندر میں پھینک دیا تھا، اور کوئی بڑی مچھلی، شارک یا وہیل قسم کی، آپ علیہ السلام کو نگل گئی۔ یہ مناجات آپ علیہ السلام شکم ماہی سے فرما رہے تھے۔

اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

ترجمہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو ہی (سب نقائص سے) پاک ہے۔ بے شک میں قصور وار ہوں۔

فائدہ (کہ میرے منصب کے شایان وحی الٰہی کا انتظار کرنا تھا۔ میں بغیر انتظار کے نکل کھڑا ہوا)

آپ علیہ السلام کا اپنے کو ظالم کہنا اس معنی میں ہے کہ میں ترکِ عزیمت و افضلیت کا مرتکب ہوا۔ ہر نعمت ایک خاص مقام عبودیت کو مقتضی ہوتی ہے، اور ایک خاص درجہ ادائے حقوق کا چاہتی ہے۔ اس درجہ ومرتبہ کے ادائے حقوق میں کمی یا کوتاہی رہ جانا "ظلم" ہے۔ آپ علیہ السلام ظلم کا اطلاق اپنے حق میں اسی معنی میں کر رہے ہیں۔

پیمبروں علیہم السلام کے لہجہ کی یہ لجاجت اور شکستگی بعض مغلوب الحال اہل دعویٰ صوفیہ ومشائخ کی انانیت سے کتنی دور اور اس سے کتنی مختلف ہے!

آیت 210:۔ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ۭ وَكَذٰلِكَ نُــْۨجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ○

(الانبیاء: ۸۷، ۸۸)

ترجمہ سو ہم نے ان کی (پکار) سُن لی، اور انھیں غم سے نجات دے دی۔ اور ہم ایمان والوں کو ایسی ہی نجات دیا کرتے ہیں۔

فائدہ یعنی ایک یونس علیہ السلام ہی پر کیا موقوف ہے۔ جو مومن بھی ہم سے دعا کرے، اسے غم سے نجات دے دی جاتی ہے، بشرطیکہ اسے غم میں رکھنا ہی مصلحت نہ ہو۔

نَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ: غم سے متاثر ساری بشری مخلوق کی طرح حضرات انبیائے کرام علیہم السلام بھی ہوتے ہیں، اور اس سے نجات کی تمنا انھیں بھی رہا کرتی ہے۔

(تفسیر ماجدی ج ۳ص ۳۲۵ تا ۳۲۸۔ المؤلف: مولانا عبد الماجد دریا آبادی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۹۷۷ء)۔ الناشر: مجلسِ نشریاتِ قرآن، کراچی طبع: ۲۰۱۳ء)

4 حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر

آیت 211:۔ وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰي فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ڰ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ○ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ۭ وَكَذٰلِكَ نُــْۨجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ○ (الانبیاء: ۸۷، ۸۸)

ترجمہ اور مچھلی والے (پیغمبر یعنی حضرت یونس علیہ السلام) کا تذکرہ کیجیے، جب وہ اپنی قوم سے خفا ہو کر چل دیے۔ اور انھوں نے یہ سمجھا کہ ہم اُن پر (اس چلے جانے میں) کوئی دارو گیر نہ کریں گے۔ پس انھوں نے اندھیروں میں پکارا کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ آپ (سب نقائص سے) پاک ہیں۔ بے شک میں قصوروار ہوں۔ سو ہم نے ان کی دعا قبول کی، اور اُن کو اس گھٹن سے نجات دی۔ اور ہم اسی طرح (اور) ایمان والوں کو (بھی کرب وبلا سے) نجات دیا کرتے ہیں۔

تفسیر اور مچھلی والے (پیغمبر یعنی حضرت یونس علیہ السلام کے قصہ) کا تذکرہ کیجیے، جب وہ اپنی

قوم سے (جب کہ وہ ایمان نہ لائے) خفا ہو کر چل دیئے۔ (اور ان کی قوم سے عذاب ٹلنے کے بعد خود واپس نہ آئے، اور اس سفر کے لیے ہمارے حکم کا انتظار نہیں کیا)۔ اور انھوں نے (اپنے اجتہاد سے) یہ سمجھا کہ ہم (اس چلے جانے میں) اُن پر کوئی دارو گیر نہ کریں گے (یعنی چونکہ اس فرار کو انھوں نے اجتہاداً جائز سمجھا، اس لیے انتظار نص اور وحی کا نہ کیا، لیکن چوں کہ امید وحی تک وحی کا انتظار انبیاء علیہم السلام کے لیے مناسب ہے۔ اس ترکِ مناسب پر ان کو یہ ابتلاء پیش آیا کہ راہ میں ان کو کوئی دریا ملا، اور وہاں کشتی میں سوار ہوئے، کشتی چلتے چلتے رُک گئی۔ حضرت یونس علیہ السلام سمجھ گئے کہ میرا یہ فرار بلا اذن ناپسند ہوا، اس کی وجہ سے کشتی رکی۔ کشتی والوں سے فرمایا کہ مجھ کو دریا میں ڈال دو۔ وہ راضی نہ ہوئے۔ غرض! قرعہ پر اتفاق ہوا۔ تب بھی ان کا نام نکلا۔ آخر اُن کو دریا میں ڈال دیا۔ اللہ کے حکم سے ان کو ایک مچھلی نگل گئی۔ أخرجه ابن ابی حاتم عن ابن عباس رضی اللہ عنہ كذا فی الدر المنثور)۔ پس انھوں نے اندھیروں میں پکارا (ایک اندھیرا شکمِ ماہی کا، دوسرا قعرِ دریا کا، پھر دونوں گہرے اندھیرے بجائے بہت سے اندھیروں کے، یا تیسرا اندھیرا رات کا۔ قاله ابن مسعود رضی اللہ عنہ كذا فی الدر المنثور۔ غرض ان تاریکیوں میں دعا کی) کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے (یہ توحید ہے)۔ آپ (سب نقائص سے) پاک ہیں (یہ تنزیہ ہے)۔ بے شک میں قصوروار ہوں (یہ استغفار ہے، جس سے مقصود یہ ہے کہ میرا قصور معاف کر کے اس شدت سے نجات دیجیے)۔ سو ہم نے ان کی دعا قبول کی، اور اُن کو اس گھٹن سے نجات دی (جس کا قصہ سورت الصّٰفّٰت میں ہے فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ.... الخ)۔ اور (جس طرح دعا کرنے سے حضرت یونس علیہ السلام کو نجات دی)۔ ہم اسی طرح (اور) ایمان والوں کو (بھی کرب و بلا سے) نجات دیا کرتے ہیں (جب کہ چندے غم میں رکھنا مصلحت نہ ہو)۔

فائدہ حضرت یونس علیہ السلام سے اس واقعہ میں کوئی امر کی مخالفت نہیں ہوئی، صرف اجتہاد میں غلطی ہوئی، جو اُمّت کے لیے عفو ہے، مگر انبیاء علیہم السلام کی تربیت وتہذیب زائد مقصود ہوتی ہے۔ اس لیے یہ ابتلا ہوا اور کچھ قصہ حضرت یونس علیہ السلام کا سورت یونس میں آچکا

ہے، کچھ سورت صافات میں آئے گا۔ استغفار سے پہلے ثناء الہی یعنی توحید وتنزیہ کی تقدیم میں تعلیم ادب استغفار ہے۔

(بیانُ القرآن ج ۲ ص ۷۴۷ تا ۷۴۹۔ المؤلف: حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۶۲ھ)۔ الناشر: دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی۔ اپریل ۲۰۱۵ء)

حدیث 15:۔عَنۡ أَبِي هُرَيۡرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ: "مَا يَنۡبَغِي لِعَبۡدٍ أَنۡ يَقُولَ: إِنِّي خَيۡرٌ مِنۡ يُونُسَ بۡنِ مَتّٰى". مُتَّفَقٌ عَلَيۡهِ۔

وَفِي رِوَايَةِ الۡبُخَارِيِّ قَالَ: "مَنۡ قَالَ: أَنَا خَيۡرٌ مِنۡ يُونُسَ بۡنِ مَتّٰى فَقَدۡ كَذَبَ". (مشکوۃ رقم 5710)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "یہ ہرگز مناسب نہیں ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ میں حضرت یونس بن متّٰی علیہ السلام سے بہتر ہوں"۔
بخاری کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص یہ کہے کہ میں حضرت یونس بن متّٰی علیہ السلام سے بہتر ہوں، تو یقیناً وہ جھوٹا ہے"۔

تنبیہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں حضرت حضرت یونس بن متّٰی علیہ السلام کی شان کو کتنا بلند کر دیا، اور ان کے بارے میں ہر غلط فہمی کو دور کر دیا ہے۔

8.22:۔حضرت داؤد علیہ السلام کا واقعہ

1 حضرت مولانا عبدالماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر

آیت 212:۔وَهَلۡ اَتٰىكَ نَبَؤُا الۡخَصۡمِ ۘ اِذۡ تَسَوَّرُوا الۡمِحۡرَابَ ○ اِذۡ دَخَلُوۡا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنۡهُمۡ

ترجمہ: بھلا آپ کو اِن اہل مقدمہ کی خبر پہنچی ہے جب وہ دیوار پھاند کر حجرہ میں حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس آگئے، اور آپ علیہ السلام اُن سے گھبرا گئے تھے۔

تفسیر: (کہ یہ کیسے لوگ ہیں جو بجائے دروازے سے آنے کے خلوت خانہ کی دیوار پھاند کر آئے؟)

دروازے سے پہرہ داروں نے انھیں اس لیے آنے نہ دیا ہوگا کہ وہ وقت آپ علیہ السلام کے آرام یا عبادت کا تھا، کچہری میں بیٹھ کر مقدمات فیصل کرنے کا نہ تھا۔

فَفَزِعَ مِنْهُمْ : یعنی اس مجمع کے یوں بے اجازت اور ناوقت آنے سے آپ علیہ السلام کو قدرۃً ہراس پیدا ہوا کہ کہیں یہ کوئی خونی اور حملہ آور تو نہیں۔

یاد رہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام بادشاہ بھی تھے، اور بادشاہ کے دشمن بے شمار ہوا کرتے ہیں۔ شاہی محل میں کوئی بلا اجازت دڑانہ گھس آئے، تو بادشاہ کو خوف واندیشہ پیدا ہو جانا عین مقتضائے بشریت ہے۔

الْخَصْمِ : خَصْم کا اطلاق شخص واحد اور جماعت دونوں پر ہوتا ہے۔ یعنی فریق مقدمہ

قَالُوا لَا تَخَفْ

ترجمہ وہ بولے: ''آپ علیہ السلام ڈریئے نہیں''۔

تفسیر (ہمارے اس طرح بے قاعدہ اور بے وقت چلے آنے سے۔ ہم دشمن نہیں، دوست، خیر خواہ ہیں۔ آپ علیہ السلام کی رعایا ہیں۔ ایک مقدمہ لے کر آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں)

قَالُوا لَا تَخَفْ : آپ علیہ السلام کی پریشانی کو وہ مقدمہ والے بھی بھانپ گئے، جب ہی تو انھوں نے آپ علیہ السلام کو اطمینان دلانا چاہا۔

مفسرین نے یہاں جس قصے کو تفصیل سے بیان کیا ہے، اس کی بابت محققین کا فیصلہ ہے:

قَدْ ذَكَرَ الْمُفَسِّرُونَ هَاهُنَا قِصَّةً أَكْثَرُهَا مَأْخُوذٌ مِنَ الْإِسْرَائِيلِيَّاتِ وَلَمْ يَثْبُتْ فِيهَا عَنِ الْمَعْصُومِ حَدِيثٌ يَجِبُ اتِّبَاعُهُ.

(تفسیر القرآن العظیم، لابن کثیر، ج ۷ ص ۶۰)

ترجمہ اہل تفسیر نے یہاں جس قصے کو بیان کیا ہے، اس کا اکثر حصہ اسرائیلیات سے ماخوذ ہے، اور رسول معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث اس بارے میں وارد نہیں ہوئی ہے، جس کا اتباع کیا جائے۔

وَذَكَرَ الْمُفَسِّرُونَ فِي هٰذِهِ الْقِصَّةِ أَشْيَاءَ لَا تُنَاسِبُ مَنَاصِبَ الْأَنْبِيَاءِ، ضَرَبْنَا عَنْ ذِكْرِهَا صَفْحًا. وَتَكَلَّمْنَا عَلَى أَلْفَاظِ الْآيَةِ.

(البحر المحیط فی التفسیر، ج۹ ص۱۴۶، ۱۵۱)

ترجمہ مفسرین نے اس قصے میں ایسی باتیں بیان کر دی ہیں جو پیغمبروں کے شایانِ شان نہیں، اس لیے ہم نے اُن سے قطع نظر کر لی ہے، اور اپنے بیان کی بنیاد صرف الفاظِ قرآنی پر رکھی ہے۔

آیت 213:۔ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَآ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ ○

ترجمہ (ہم) دو اہلِ مقدمہ ہیں کہ ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے۔ سو آپ علیہ السلام ہم میں انصاف سے فیصلہ کر دیجیے، اور بے انصافی نہ کیجیے، اور ہمیں سیدھی راہ بتا دیجیے۔

تفسیر (صورتِ معاملہ سے متعلق)

حضرت داؤد علیہ السلام نبی تو تھے ہی، بحیثیتِ حاکم و فرماں روا اپنے عادلانہ اور بچے تلے فیصلوں کے لیے بھی خاص شہرت و امتیاز رکھتے تھے۔

خَصْمٰنِ: کے صیغۂ تثنیہ سے یہ خیال نہ گزرے کہ تعداد میں یہ فرد تھے۔ یہ دو فریق تھے، اور آج بھی مستغیث اور ملزم دونوں کا یہ عام معمول ہے کہ اپنے ساتھ عزیزوں، گواہوں اور ہمدردوں کو لے کر عدالت جایا کرتے ہیں۔ ’’تَسَوَّرُوا، دَخَلُوْا، مِنْهُمْ ‘‘ سب کے صیغۂ جمع سے ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ دو نہیں، کئی آدمی تھے۔

آیت 214:۔ اِنَّ هٰذَآ اَخِيْ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِيَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا وَعَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ ○

ترجمہ یہ شخص میرا بھائی ہے، اس کے پاس ننانوے (۹۹) دنبیاں ہیں، اور میرے پاس ایک دنبی ہے۔ سو یہ کہتا ہے: ’’وہ بھی مجھ کو دے ڈال، اور بات چیت میں مجھے دبا تا ہے۔

تفسیر (اور اپنے آگے میری بات نہیں چلنے دیتا)

اَخِيْ: ’’اَخٌ‘‘ سے، لازمی طور پر نسبی بھائی ہی مراد نہیں ہوتا، دوست یا دینی بھائی بھی مراد ہو سکتا ہے۔

لَهٗ......اَكْفِلْنِيْهَا: عہد داؤدی میں فلسطین میں بھیڑوں، دنبیوں کی گلہ بانی کا عام رواج تھا۔

آیت 215:- قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ ؕ

ترجمہ (حضرت داؤد علیہ السلام) نے کہا: ''اس نے تیری دنبی اپنی دنبیوں میں ملانے کی درخواست کر کے واقعی تجھ پر ظلم کیا، اور اکثر شرکاء (یوں ہی) ایک دوسرے پر زیادتی کیا کرتے ہیں، مگر ہاں وہ لوگ نہیں جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے، لیکن ایسے لوگ بہت ہی تھوڑے ہوتے ہیں۔

تفسیر حضرت انبیاء علیہم السلام کوئی ضمنی اور اتفاقی موقع بھی تبلیغ کا ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے جیل خانہ میں ایک قیدی کی تعبیرِ خواب پوچھنے پر ان لوگوں کے سامنے ایک مستقل وعظ ردّ شرک واقرارِ توحید میں فرما ڈالا۔

اِنَّ......بَعْضٍ: یہ سارا فقرہ مسلک شرک پر ایک تعریض ہے۔

وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ: ''ما'' زائدہ ان کی قلت پر اظہارِ تعجب کے لیے ہے، جیسے اردو میں کہیں ''اور وہ کتنے کم ہیں''

□ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ ۝

ترجمہ اور حضرت داؤد علیہ السلام کو خیال آیا کہ ہم نے اُن کا امتحان کیا ہے، سو انھوں نے اپنے پروردگار کے سامنے توبہ کی، اور وہ جھک پڑے، اور رجوع ہوئے۔

تفسیر (اپنے پروردگار کی طرف سے خاص طور سے)

وَظَنَّ دَاوٗدُ: آپ علیہ السلام کی اپنے نفس سے یہ بدظنی غایت خشیت وتقویٰ کی بنا پر تھی ـــ ''ظَنَّ'' کا لفظ خاص طور پر نظر میں رہے۔ قرآن مجید خود کسی واقعہ کا اثبات نہیں کرتا، صرف آپ علیہ السلام کے اس ''خیال'' کو بیان کر رہا ہے۔

اَنَّمَا فَتَنّٰهُ: یعنی یہ مقدمہ بھیج کر کہیں خود اُن کے صبر وتحمل کا امتحان نہ لیا ہو ـــ ان مقدمہ والوں کے یوں بے محابا چلے آنے اور پھر اپنی گفتگو میں آپ علیہ السلام کا مرتبہ

سلطانی ملحوظ نہ رکھنے سے متعدد پہلو آپ علیہ السلام کے لیے ناگواری اور اشتعالِ طبع کے نکلتے تھے۔ امتحان اس کا مقصود تھا کہ آیا آپ علیہ السلام ان گستاخیوں پر دارو گیر کرتے ہیں، یا غلبۂ نورِ نبوت سے عفوودرگزر سے کام لیتے ہیں۔

فَاسۡتَغۡفَرَ: یہ استغفار ہر اس لغزش یا کوتاہی سے تھا، جو بھی معصوم علیہ السلام سے ہوگئی ہو۔

خَرَّ رَاكِعًا: رکوع کو یہاں سجدہ کے معنی میں بھی سمجھا گیا ہے۔

آیت 216: فَغَفَرۡنَا لَهٗ ذٰلِكَ ؕ وَاِنَّ لَهٗ عِنۡدَنَا لَزُلۡفٰى وَحُسۡنَ مَاٰبٍ ۝ (ص: ۲۱ تا ۲۵)

ترجمہ ہم نے انھیں وہ معاف کر دیا، اور ہمارے ہاں ان کے لیے (خاص) قرب اور نیک انجامی ہے۔

تفسیر (ان کے مرتبۂ نبوت کے شایانِ شان)

موجودہ بائبل میں حضرات انبیاء علیہم السلام کی عجیب بے ادبی کی گئی ہے، اور اس میں جو کچھ کور کسر رہ گئی تھی، وہ تالمود وغیرہ یہود کے دوسرے مذہبی نوشتوں نے پوری کر دی۔

قرآن مجید انبیاء علیہم السلام (خصوصاً انبیائے بنی اسرائیل علیہم السلام) کی مقبولیت وصالحیت کا پُر زور اثبات بار بار انہی اتہامات کی تردید میں کرتا جاتا ہے۔

فَغَفَرۡنَا لَهٗ: یعنی ہم نے اس سے اس کمی کا بھی ازالہ کر دیا، جو ان کے مرتبہ ومعیار کے مطابق ان کے اجرِ کمالِ صبر پر مرتب ہوتا۔

ذٰلِكَ: یعنی خفیف سی غفلت اور ان کے مرتبۂ نبوت کے لحاظ سے لغزش۔

ذٰلِكَ: أَيْ زَلَّتَهٗ. (مدارک، ص ۱۰۲۰)

یہاں بعض لوگوں نے ایک بے سروپا روایت اسرائیلیات سے لے کر نقل کر دی ہے، لیکن محققین کا فیصلہ یہی ہے کہ ایسی روایت کسی عام مردِ صالح کے حق میں بھی قابلِ قبول نہیں، چہ جائے کہ ایک نبی برحق علیہ السلام کے حق میں۔

وَذَكَرَ الْمُفَسِّرُونَ فِي هٰذِهِ الْقِصَّةِ أَشْيَاءَ لَا تُنَاسِبُ مَنَاصِبَ الْأَنْبِيَاءِ، ضَرَبْنَا عَنْ ذِكْرِهَا صَفْحًا، وَتَكَلَّمْنَا عَلٰى أَلْفَاظِ الْآيَةِ.

وَيُعْلَمُ قَطْعًا أَنَّ الْأَنْبِيَاءَ، عَلَيْهِمُ السَّلَامُ، مَعْصُومُونَ مِنَ الْخَطَايَا، لَا يُمْكِنُ وُقُوعُهُمْ فِي شَيْءٍ مِنْهَا ضَرُورَةً أَنْ لَوْ جَوَّزْنَا عَلَيْهِمْ شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ،

بَطَلَتِ الشَّرَائِعُ، وَلَمْ نَثِقْ بِشَيْءٍ مِمَّا يَذْكُرُونَ أَنَّهُ أَوْحَى اللهُ بِهِ إِلَيْهِمْ. فَمَا حَكَى اللهُ تَعَالَى فِي كِتَابِهِ يَمُرُّ عَلَى مَا أَرَادَهُ تَعَالَى. وَمَا حَكَى الْقَصَّاصُ مِمَّا فِيهِ غَضٌّ عَنْ مَنْصِبِ النُّبُوَّةِ طَرَحْنَاهُ.

(البحر المحيط في التفسير، ج۹ ص۱۴۶، ۱۵۱)

ترجمہ مفسرین رحمہم اللہ نے اس قصے میں ایسی باتیں بیان کردی ہیں جو پیغمبروں کے شایانِ شان نہیں، اس لیے ہم نے اُن سے قطع نظر کرلی ہے، اور اپنے بیان کی بنیاد صرف الفاظِ قرآنی پر رکھی ہے۔

پیغمبران معصوم علیہم السلام سے بھی اگر اخلاقی لغزشیں تسلیم کرلی جائیں، تو سارا نظامِ شریعت ہی درہم برہم ہوجائے۔ اس لیے ہم نے صرف وہ لکھ دیا ہے، جو الفاظِ قرآنی سے نکلتا ہے، اور قصہ گویوں نے جو کچھ منافی مرتبۂ نبوت بیان کیا ہے، اس سے قطع نظر کرلی ہے۔

(تفسیر ماجدی ج۶ ص ۶۴ تا ۷۰۔ المؤلف: مولانا عبدالماجد دریا آبادی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۹۷۷ء)۔ الناشر: مجلسِ نشریاتِ قرآن، کراچی طبع: ۲۰۱۳ء)

☐ علامہ حقانی رحمہ اللہ نے ماخذ اس قصہ کا کتاب صمویل کو کہا ہے۔ آج تک پورا پتہ اہل کتاب کو بھی نہیں ملتا کہ اس کا مصنف کون ہے؟ وہ ایک تاریخ کی کتاب یہود میں مروّج تھی، جس کو یہود و نصاریٰ نے خواہ مخواہ الہامی فرض کرلیا ہے۔

(تفسیر فتح المنان المشہور بہ تفسیر حقانی، ج۶ ص ۲۱۰، ۲۱۱)

عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: "مَنْ حَدَّثَكُمْ بِحَدِيثِ دَاوُدَ عَلَى مَا يَرْوِيهِ الْقَصَّاصُ جَلَدْتُهُ مِائَةً وَسِتِّينَ"، وَهُوَ حَدُّ الْفِرْيَةِ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ.

(مفاتيح الغيب = التفسير الكبير، ج۲۶ ص۳۷۹)

روى سعيد بن المسيب والحارث الأعور عن علي بن أبي طالب رضي الله عنه أنه قال من حدثكم بحديث داود على ما يرويه القصاص جلدته مائة وستين جلدة وهو حد الفرية على الأنبياء.

(تفسیر خازن=لباب التأویل فی معانی التنزیل، ج ۴ ص ۳۶)

ترجمہ حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت حارث اعور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''جو شخص تم سے حضرت داؤد علیہ السلام کے بارہ میں وہ قصہ بیان کرے گا، جس کو عام طور پر واعظین اور قصہ گو بیان کرتے ہیں، میں اس کو ایک سو ساٹھ (۱۶۰) کوڑے ماروں گا، جو انبیاء علیہم السلام پر بہتان لگانے کی سزا ہے''۔

حضرت مولانا محمد مالک کاندھلویؒ بن محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۴۰۸ھ) نے ان آیات کی تفسیر میں شرح و بسط سے کلام فرمایا ہے۔ اور اس قصہ کا لغو ہونا بیان کیا ہے، جو قابل مطالعہ ہے۔

(تفسیر معارف القرآن ج ۷ ص ۱۵ تا ۲۶۔ المؤلف: حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۹۴ھ)؛ حضرت مولانا محمد مالک کاندھلویؒ بن محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۴۰۸ھ)۔ الناشر: الطاف اینڈ سنز، کراچی ۱۴۲۳ھ)

2 حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر

آیت 217:۔ اِصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِۚ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ○ اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ ○ وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةًؕ كُلٌّ لَّهٗۤ اَوَّابٌ ○ وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ○ وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِۘ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ○ اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْۚ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَاۤ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ ○ اِنَّ هٰذَاۤ اَخِيْ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِيَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا وَعَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ ○ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْؕ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ ○ فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَؕ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ○ يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ

النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ۝

(ص:١٧ تا ٢٦)

ترجمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کے اقوال پر صبر کیجیے اور ہمارے بندے حضرت داؤد علیہ السلام کو یاد کیجیے جو بڑی قوت (اور ہمت) والے تھے۔ وہ (اللہ کی طرف) رجوع ہونے والے تھے۔ ہم نے پہاڑوں کو حکم کر رکھا تھا کہ ان کے ساتھ شام اور صبح تسبیح کیا کریں۔ اور (اسی طرح) پرندوں کو بھی جو (تسبیح کے وقت ان کے پاس) جمع ہو جاتے تھے۔ سب ان کی (تسبیح کی) وجہ سے مشغولِ ذکر رہتے۔ اور ہم نے ان کی سلطنت کو بڑی قوت دی تھی اور ہم نے ان کو حکمت اور فیصلہ کرنے والی تقریر عطا فرمائی تھی۔ اور بھلا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان اہل مقدمہ کی خبر بھی پہنچی ہے جب کہ وہ لوگ (داؤد علیہ السلام کے) عبادت خانہ کی دیوار پھاند کر حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس آئے، تو وہ (ان کے اس طرح آنے سے) گھبرا گئے۔ وہ لوگ کہنے لگے: ''آپ علیہ السلام ڈریں نہیں۔ ہم دو اہل معاملہ ہیں کہ ایک نے دوسرے پر (کچھ) زیادتی کی ہے۔ سو آپ علیہ السلام ہم میں انصاف سے فیصلہ کر دیجیے، اور بے انصافی نہ کیجیے، اور ہم کو (معاملہ کی) سیدھی راہ بتا دیجیے۔ (پھر ایک شخص بولا کہ صورتِ مقدمہ یہ ہے کہ) یہ شخص میرا بھائی ہے۔ اس کے پاس ننانوے (۹۹) دنبیاں ہیں۔ اور میرے پاس (صرف) ایک دنبی ہے۔ سو یہ کہتا ہے کہ وہ بھی مجھ کو دے ڈال۔ اور بات چیت میں مجھ کو دباتا ہے''۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا: ''یہ جو تیری دنبی اپنی دنبیوں میں ملانے کی درخواست کرتا ہے، تو واقعی تجھ پر ظلم کرتا ہے، اور اکثر شرکاء (کی عادت ہے کہ) ایک دوسرے پر (یوں ہی) زیادتی کیا کرتے ہیں، مگر ہاں! جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں اور ایسے لوگ بہت کم ہیں''۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو خیال آیا کہ ہم نے ان کا امتحان کیا ہے۔ سو انھوں نے اپنے ربّ کے سامنے توبہ کی اور سجدے میں گر پڑے اور رجوع ہوئے۔ سو ہم نے ان کو وہ (امر) معاف کر دیا اور ہمارے یہاں ان کے لیے (خاص) قرب اور (اعلیٰ درجہ کی) نیک انجامی ہے۔

اے داؤد! ہم نے تم کو زمین پر حاکم بنایا ہے۔ سو لوگوں میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کرتے رہنا، اور آیندہ بھی نفسانی خواہش کی پیروی مت کرنا کہ (اگر ایسا کرو گے تو) وہ اللہ کے راستہ سے تم کو بھٹکا دے گی۔ جو لوگ اللہ کے راستے سے بھٹکتے ہیں، ان کے لیے سخت عذاب ہوگا، اس وجہ سے کہ وہ روزِ حساب کو بھولے رہے۔

تفسیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کے اقوال پر صبر کیجیے اور ہمارے بندے حضرت داؤد علیہ السلام کو یاد کیجیے جو (عبادت میں جس میں صبر بھی داخل ہے) بڑی قوت (اور ہمت) والے تھے۔ (اور) وہ (اللہ کی طرف) بہت رجوع ہونے والے تھے۔ (اور ہم نے ان کو نو (۹) نعمتیں عطا فرمائی تھیں۔ ایک یہ کہ) ہم نے پہاڑوں کو حکم کر رکھا تھا کہ ان کے ساتھ (شریک ہو کر) شام اور صبح (کہ یہ اوقات تھے تسبیح داؤد علیہ السلام کے) تسبیح کیا کریں۔ اور (اسی طرح) پرندوں کو بھی (یہی حکم دے رکھا تھا) جو (تسبیح کے وقت ان کے پاس) جمع ہو جاتے تھے۔ (اور جبال وطیور مذکورہ میں سے) سب ان کی (تسبیح کی) وجہ سے مشغولِ ذکر رہتے۔ اور (دوسری نعمت یہ کہ) ہم نے ان کی سلطنت کو نہایت قوت دی تھی اور (تیسری نعمت یہ کہ) ہم نے ان کو حکمت (نبوت) اور فیصلہ کرنے والی تقریر (جو نہایت جامع اور واضح ہو) عطا فرمائی تھی۔ (اور باوجود اس بڑی سلطنت کے جو اکثر احوال میں آدمی کو از خود رفتہ کر دیتی ہے، ببرکت نورِ نبوت کے نہایت ضابط اور صابر تھے، چنانچہ ان کے اخبار سے ثابت ہے) اور (ہاں ان اخبار علی الصبر میں سے) بھلا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان اہل مقدمہ کی خبر بھی پہنچی ہے (جو حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس مقدمہ لائے تھے) جب کہ وہ لوگ (حضرت داؤد علیہ السلام کے) عبادت خانہ کی دیوار پھاند کر حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس آئے (کیوں کہ دروازہ میں سے پہرہ داروں نے اس وجہ سے نہیں آنے دیا کہ وہ وقت خاص آپ علیہ السلام کی عبادت کا تھا، فصلِ خصومات کا نہ تھا)، تو وہ (ان کے اس بے قاعدہ طور آنے سے) گھبرا گئے (کہ کہیں یہ لوگ دشمن نہ ہوں کہ بقصد قتل تنہائی میں اس طرح آ گھسے ہوں)۔ وہ لوگ (ان سے) کہنے لگے: ''آپ علیہ السلام ڈریں نہیں۔ ہم دو اہل معاملہ ہیں کہ ایک نے دوسرے پر (کچھ) زیادتی کی ہے۔ (اس کے فیصلے کے لیے

ہم آئے ہیں۔ چوں کہ پہرہ داروں نے دروازہ سے نہیں آنے دیا۔ اس لیے اس طرح پر آنے کے مرتکب ہوئے)۔ سو آپ علیہ السلام ہم میں انصاف سے فیصلہ کردیجیے، اور بے انصافی نہ کیجیے، اور ہم کو (معاملہ کی) سیدھی راہ بتادیجیے۔ (پھر ایک شخص بولا کہ صورتِ مقدمہ یہ ہے کہ) یہ شخص میرا بھائی ہے (باعتبار دین کے: کما فی الدر عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ، یا باعتبار ملاقات کے اور) اس کے پاس ننانوے (۹۹) دنبیاں ہیں۔ اور میرے پاس (صرف) ایک دنبی ہے۔ سو یہ کہتا ہے کہ وہ بھی مجھ کو دے ڈال۔ اور بات چیت میں مجھ کو دباتا ہے (کہ میری بات کو منہ زوری سے چلنے نہیں دیتا)"۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا: "یہ جو تیری دنبی اپنی دنبیوں میں ملانے کی درخواست کرتا ہے، تو واقعی تجھ پر ظلم کرتا ہے، اور اکثر شرکاء (کی عادت ہے کہ) ایک دوسرے پر (یوں ہی) زیادتی کیا کرتے ہیں، مگر ہاں! جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں اور ایسے لوگ بہت کم ہیں"۔ (یہ مضمون تسلی مظلوم کے لیے فرمایا)۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام کو خیال آیا (کہ اس واقعہ کے پیش آنے میں حکمت یہ ہے) کہ ہم نے ان کا امتحان کیا ہے (کہ دیکھیں یہ کیسے صابر و متحمل ہیں، کیوں کہ ایسے بڑے جلیل القدر سلطان کے خلوت خانہ خاص میں کسی کا بے اجازت، پھر اس بے ڈھنگے پن سے آگھسنا، پھر بات چیت اس طرز سے کرنا کہ اوّل تو یہ کہنا کہ ڈرو مت، جس سے متکلم کا بڑا اور مخاطب کا چھوٹا ہونا مترشح ہوتا ہے۔ پھر یہ کہنا کہ انصاف سے فیصلہ کرنا، اور بے انصافی مت کرنا، جس سے ایہام ہوتا ہے کہ نعوذ باللہ آپ علیہ السلام سے بے انصافی کا بھی احتمال ہے۔ اور ان مضامین کے اقتران کے قرینہ سے وَاهْدِنَآ ۔۔۔ الخ کا مدلول بھی اسی کے قریب قریب مفہوم ہوتا ہے کہ ان کو احتمال اس کے خلاف کا بھی ہے، جس میں ترکِ واجب کا اتہام لازم آتا ہے۔ گو مناجات میں یہ صیغہ موجبِ سوءِ ادب نہیں۔ اوّل تو مناجات وتضرع اس ایہام سے مانع ہے۔ ثانیاً: حق تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں، جس سے محذور لازم آتا تھا۔ غرض ان کو مجموعہ اقوال وافعال نہایت درجہ گستاخی در گستاخی ہے۔ پس اس میں حضرت داؤد علیہ السلام کے تحمل و صبر کا امتحان ہوگیا کہ آیا زورِ سلطنت میں ان متواتر گستاخیوں پر دار و گیر کرتے ہیں،

اور اس مقدمہ کو ملتوی کر کے ان پر دوسرا مقدمہ قائم کرتے ہیں، یا غلبۂ نورِ نبوت سے عفو فرماتے ہیں، اور اس مقدمہ کو کمالِ عدل سے بلا شائبہ غیظ و غضب فیصل کرتے ہیں۔ چنانچہ امتحان میں صابر ثابت ہوئے اور مقدمہ کو نہایت ٹھنڈے دل سے سماعت اور فیصل فرمایا۔ لیکن انبیاء علیہم السلام کی جلالتِ شان عدل کے حد درجۂ علیا و ذروۂ قصویٰ کو مقتضی ہے، اس سے بظاہر ایک گونہ بعید اتنا خفیف سا یہ امر پیش آ گیا کہ بعد قیامِ برہانِ شرعی کی وہ بیّنہ ہو، یا اقرار، بجائے اس کے کہ صرف ظالم سے یہ خطاب فرماتے کہ تُو نے ظلم کیا، اس مظلوم سے خطاب فرمایا کہ تجھ پر ظلم کیا، جس سے ایک صورت طرف داری کی متوہم ہوتی ہے، اور گو مظلوم ہونے کی حیثیت سے یہ طرف داری بھی عبادت ہے، خصوص مقدمہ ختم ہو چکنے کے بعد۔ لیکن فریقِ مقدمہ ہونے کی حیثیت اور عدمِ تبدلِ مجلسِ تخاصم اور مجلسِ واحد کے جامع التفرقات ہونے کی حیثیت اس متوہم کی طرف داری کا بھی نہ ہونا اعدل و اکمل تھا)۔ سو (حضرت داؤد علیہ السلام غایت تقویٰ سے اتنی بات کو بھی مخل کمال صبر و منافی ثبات فی الامتحان سمجھے، اور) انھوں نے اپنے ربّ کے سامنے توبہ کی اور سجدے میں گر پڑے اور (خاص طور پر اللہ کی طرف) رجوع ہوئے۔ سو ہم نے ان کو وہ (امر) معاف کر دیا اور (اس سے جو کمی ان کے اجر مرتب علی کمال الصبر میں ہوتی ہے، اس کمی کا ازالہ کر دیا)۔ اور (وجہ ایسے خفیف امر پر توبہ اور) ہمارے یہاں ان کے لیے (خاص) قرب اور (اعلیٰ درجہ کی) نیک انجامی (یعنی جنت کا درجۂ علیا) ہے۔ (اور مقربین اور خوش انجاموں کی یہی شان ہوتی ہے کہ تل برابر بات کو بھی اپنے لیے پہاڑ سمجھتے ہیں۔ جب حضرت داؤد علیہ السلام اس امتحان میں پورے اُترے، تو ہم نے ان کا دل بڑھانے کو خاص طور پر خطاب فرمایا کہ) اے داؤد علیہ السلام! ہم نے تم کو زمین پر حاکم بنایا ہے۔ سو (جس طرح اب تک کرتے رہے ہو، اسی طرح آئندہ بھی) لوگوں میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کرتے رہنا، اور (جس طرح اب تک کبھی نفسانی خواہش کی پیروی نہیں کی، اسی طرح) آئندہ بھی نفسانی خواہش کی پیروی مت کرنا کہ (اگر ایسا کرو گے تو) وہ اللہ کے راستہ سے تم کو بھٹکا دے گی۔ (اور) جو لوگ اللہ کے راستے سے بھٹکتے ہیں، ان

کے لیے سخت عذاب ہوگا، اس وجہ سے کہ وہ روزِ حساب کو بھولے رہے (یہ بات اوروں کو بھی سنادی جو بھٹک رہے ہیں)۔

فائدہ فَتَنّٰہُ: کی تفسیر میں قولِ مشہور اور ہے، جس میں ایک بی بی سے نکاح کرنے کا واقعہ ہے، مگر محققین نے اس کا ابطال کیا ہے۔

(بیانُ القرآن ج ۳ ص ۳۸۹ تا ۳۹۲۔ المؤلف: حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۶۲ھ)۔ الناشر: دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی۔ اپریل ۲۰۱۵ء)

8.23: حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کا واقعہ

1 پہلا واقعہ

□ حضرت مولانا عبدالماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

آیت 218:- وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمٰنَ نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ اَوَّابٌ○

ترجمہ اور ہم نے حضرت داؤد علیہ السلام کو حضرت سلیمان علیہ السلام عطا کیا۔ وہ بہت اچھے بندے تھے، وہ بہت بڑے رجوع ہونے والے تھے۔

تفسیر (اللہ کی طرف، اور اس کے بڑے سچے پرستار اور موحد تھے، نہ کہ معاذ اللہ مشرک یا نیم مشرک، جیسا کہ بائبل اور دوسرے اسرائیلی نوشتوں میں آپ علیہ السلام کو ظاہر کیا گیا ہے)

حضرت سلیمان علیہ السلام (۹۹۹ ق م تا ۹۳۰ ق م) حضرت داؤد علیہ السلام کے فرزند وجانشین، علاوہ پیغمبر برحق ہونے کے شام وفلسطین کے عظیم الشان بادشاہ بھی تھے۔

نِعْمَ الْعَبْدُ: یہ وصف حضرت داؤد علیہ السلام کا بھی ہوسکتا ہے، لیکن ترجیح اسی قول کو ہے کہ یہ وصف حضرت سلیمان علیہ السلام کا ارشاد ہوا ہے۔

نِعْمَ الْعَبْدُ اور اَوَّابٌ: حضرت سلیمان علیہ السلام کے دونوں اوصاف یہود کی تردید میں ارشاد ہوئے ہیں، جنھوں نے آپ علیہ السلام کو بدنام کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی ہے، اور اپنے صحائفِ آسمانی تک میں یہ لغویات درج کردیئے ہیں۔

حضرت مولانا عبدالماجد دریادی رحمۃ اللہ علیہ نے اس جگہ سورت بقرہ کی آیت نمبر 102 کے

حاشیہ کا حوالہ دیا ہے، وہ پیشِ خدمت ہے:

آیت219:۔وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ۔ (البقرۃ:۱۰۲)

ترجمہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے (تو کبھی) کفر نہیں کیا۔

تفسیر (جیسا کہ ناسپاسوں، کافروں، افتراء پردازوں نے مشہور کر رکھا ہے)

آیت کے اس مقام پر پہنچ کر مؤمن کے قلب میں ذرا کھٹک پیدا ہوتی ہے کہ یہ کہنے والی کون سی بات تھی جو قرآن نے فرمادی؟ جب حضرت سلیمان علیہ السلام پیغمبر برحق تھے، تو یہ کھلی ہوئی اور موٹی سی بات ہے کہ آپ علیہ السلام شائبہ کفر وشبہ کفر سے بمراحل دور تھے۔ پیغمبر کے حق میں یہ نازل ہونا کہ وہ کفر سے بری تھے، یہ تو کچھ ایسی ہی بات ہوئی، جیسے کسی ملک کا بادشاہ یہ فرمان جاری کر کے رعایا کو بتائے کہ ہمارا نائب السلطنت باغی وغدار نہیں ہے۔ کھٹک بجا ہے۔ قرآن مجید کبھی کوئی چھوٹا سا بیان بھی بے ضرورت نہیں دیتا، مگر یہاں قرآن کو اس اعلان واعلام کی ضرورت تھی۔ اس ضرورت کا علم سادہ دل مسلمان کو کیا ہوسکتا ہے؟ اس کا علم تو اس کے ہمہ بین وہمہ دان پروردگار ہی کو ہوسکتا تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو پیغمبر ماننے والی دو (۲) قومیں مسلمانوں سے پہلے بھی ہو چکی ہیں۔ یہ دونوں وہی ہیں جو اہل کتاب کہلاتی ہیں، یعنی یہود ونصاریٰ۔ ان دونوں کے اکابر نے ستم ظریفی کا کمال یہ دکھایا ہے کہ ایک طرف تو ان کی عظمت وپیغمبری کے قائل ہیں، اور دوسری طرف ان کے نامۂ اعمال میں گندے سے گندے جرائم بھی ڈال دیئے ہیں! یہاں تک کہ کفر وشرک بھی، کہ اللہ کی عدالت میں کوئی جرم اس سے بڑھ کر، یا اس کے برابر بھی سنگین تصور میں نہیں آسکتا۔ یہودی قصص وحکایات اور مسیحی آثار وروایات کی کتابوں کو چھوڑیئے، خاص الخاص بائبل یعنی عہدِ عتیق کے صحائف، جن پر یہود ونصاریٰ دونوں کا ایمان ہے، اس میں ایسا ہی بیان ہے۔ الخ

(تفسیر ماجدی ج ۱ ص ۱۹۹، ۲۰۰۔ المؤلف: مولانا عبد الماجد دریا آبادی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۹۷۷ء)۔
الناشر: مجلسِ نشریاتِ قرآن، کراچی طبع: ۱۹۹۸ء)

آیت220:۔اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ۝

ترجمہ (وہ واقعہ بھی قابلِ ذکر ہے) جب شام کے وقت اُن کے رُوبرُو اصیل عمدہ گھوڑے پیش کیے گئے۔

تفسیر (اور آپ علیہ السلام خوش ہو کر ان کا جائزہ لیتے رہے)

الصّٰفِنٰتُ الْجِیَادُ: اور ظاہر ہے کہ یہ گھوڑے سیر و تفریح، نمائش اور شان و شوکت کے لیے نہیں، بلکہ غزا و جہاد وغیرہ عین دینی اغراض کے لیے تھے۔

اور گھوڑے اس دور میں موٹروں، فوجی موٹروں اور ہر قسم کی اعلیٰ سواریوں کے قائم مقام تھے۔

آیت 221:۔ فَقَالَ اِنِّیْۤ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَیْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّیْۚ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ۝

ترجمہ تو کہنے لگے: ”میں نے ان بہترین گھوڑوں کی محبت اپنے ربّ کے ذکر کی خاطر اختیار کی ہے“۔ یہاں تک کہ وہ اوٹ میں چھپ گئے۔

تفسیر یعنی نظروں سے غائب ہو گئے ــــــ اور دوڑ کے وقت گھوڑوں کا اتنی دور نکل جانا ذرا بھی مستبعد نہیں۔

الْخَیْر: ”خَیْر“ یہاں ”خَیل“ کے معنی میں ہے، اور یہ محاورہ عرب میں عام ہے۔

تَوَارَتْ: تقدیرِ کلام ”بالعشی“ کی مناسبت سے یوں سمجھی گئی ہے: تَوَارَتْ الشمس۔ لیکن محققین ہی کا ایک گروہ اس طرف بھی گیا ہے کہ ”تَوَارَتْ“ کی ضمیر ”شمس“ کی طرف نہیں، جس کا قرآن نے نام بھی نہیں لیا، بلکہ ”الصّٰفِنٰتُ“ کی طرف عائد ہوتی ہے ــــــ یعنی گھوڑے اصطبل میں چلے گئے، یا دوڑتے دوڑتے نظر سے غائب ہو گئے۔

وَالظَّاهِرُ أَنَّ الضَّمِيرَ فِي تَوَارَتْ عَائِدٌ عَلَى الصَّافِنَاتُ، أَيْ دَخَلَتِ اصْطَبْلَاتِهَا، فَهِيَ الْحِجَابُ. وَقِيلَ: حتى تورات فِي الْمُسَابَقَةِ بِمَا يَحْجُبُهَا عَنِ النَّظَرِ. (بحر ج۷، ص۳۹۶)

حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ أَيْ غَابَتْ عَنْ بَصَرِهٖ. (کبیر ج۲۶ ص۱۸۰)

حتی توارت الخیل (نیشاپوری، ج۵ ص۳۹۴)

آیت 222:۔ اِنِّیْۤ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَیْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّیْ:

یعنی میں جو اُن گھوڑوں کو اس درجہ عزیز رکھتا ہوں، یہ کسی حبّ جاہ یا حبّ مال کی بنا پر نہیں ہے، بلکہ اس سامانِ جہاد کو عین رضائے الٰہی کی خاطر عزیز رکھتا ہوں۔

وأمر بإحضار الخيل، وذكر أني لا أحبها لأجل الدنيا وحظ النفس وإنما أحبها لأمر الله وطلب تقوية دينه. (نیشاپوری ج۵ ص۵۹۳)

"عَنْ" تعليلية بھی ہوتا ہے۔ "اس وجہ سے"، "اس بنا پر"، "اس کی خاطر" کے معنی میں، جیسا کہ "مغنی اللبیب" میں اس عنوان کے تحت قرآن مجید کی دوسری آیتوں سے مثالیں پیش کی گئی ہیں۔ مثلاً: إِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ (التوبة: ۱۱۵)، وَمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ (هود: ۵۳). (مغنی اللبیب ص ۱۹۷)

أي آثرت حب الخير ولزمته لأن ربي أمرني بارتباطها ولم يصدر حب هذه المحبة الشديدة إلا عن ذكر الله وأمره. (نیشاپوری ج۵ ص۵۹۳)

□ رُدُّوْهَا عَلَيَّ ۚ فَطَفِقَ مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ ۝ (ص: ۳۰ تا ۳۳)

ترجمہ ان گھوڑوں کو پھر میرے سامنے لاؤ، پھر انھوں نے ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنا شروع کر دیا۔

تفسیر (جیسا کہ گھوڑوں سے ان کا پیار کرنے والا مالک کرتا رہتا ہے)

یہ معنی بالکل صاف اور بے غبار ہیں، اور ان کے لیے کسی دور از کار تاویل کی حاجت نہیں ______ اور قدیم ترین مفسر طبری رحمہ اللہ ہی نہیں، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ صحابی تک سے یہ منقول ہیں۔

ثُمَّ أَمَرَ الرَّائِضِينَ بِأَنْ يَرُدُّوا تِلْكَ الْخَيْلَ إِلَيْهِ فَلَمَّا عَادَتْ إِلَيْهِ طَفِقَ يَمْسَحُ سُوقَهَا وَأَعْنَاقَهَا. وَالْغَرَضُ مِنْ ذٰلِكَ الْمَسْحِ أُمُورٌ الْأَوَّلُ: تَشْرِيفًا لَهَا وَإِبَانَةً لِعِزَّتِهَا لِكَوْنِهَا مِنْ أَعْظَمِ الْأَعْوَانِ فِي دَفْعِ الْعَدُوِّ الثَّانِي: أَنَّهُ أَرَادَ أَنْ يُظْهِرَ أَنَّهُ فِي ضَبْطِ السِّيَاسَةِ وَالْمُلْكِ يَتَّضِعُ إِلَى حَيْثُ يُبَاشِرُ أَكْثَرَ الْأُمُورِ بِنَفْسِهِ. الثَّالِثُ: أَنَّهُ كَانَ أَعْلَمَ بِأَحْوَالِ الْخَيْلِ وَأَمْرَاضِهَا وَعُيُوبِهَا، فَكَانَ يَمْتَحِنُهَا وَيَمْسَحُ سُوقَهَا وَأَعْنَاقَهَا حَتّٰى يَعْلَمَ هَلْ فِيهَا مَا يَدُلُّ عَلَى الْمَرَضِ. (کبیر ج۲۶ ص۱۸۰)

ثم قال رُدُّوها عَلَيَّ أى أمر الرائضين بأن يردوا الخيل عليه، فلما عادت عليه طفق يمسح مسحا بسوقها وأعناقها تشريفا لها وإظهارا لعزتها لكونها من أعظم الأعوان فى دفع العدوّ۔ (نیشاپوری ج۵ ص ۵۹۴)

وَقَالَ آخَرُونَ: بَلْ جَعَلَ يَمْسَحُ أَعْرَافَهَا وَعَرَاقِيبَهَا بِيَدِهِ حُبًّا لَهَا۔

(ابن جریر ج۲۱ ص۱۹۶)

حَدَّثَنِي عَلِيٌّ، قَالَ: ثنا أَبُو صَالِحٍ، قَالَ: ثنى مُعَاوِيَةُ، عَنْ عَلِيٍّ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَوْلُهُ: "فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوقِ وَالْأَعْنَاقِ" [ص: 33] يَقُولُ: "جَعَلَ يَمْسَحُ أَعْرَافَ الْخَيْلِ وَعَرَاقِيبَهَا: حُبًّا لَهَا". وَهٰذَا الْقَوْلُ الَّذِي ذَكَرْنَاهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَشْبَهُ بِتَأْوِيلِ الْآيَةِ۔ (ابن جریر ۲۱ ص ۱۹۶)

وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَلْحَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: جَعَلَ يَمْسَحُ أَعْرَافَ الْخَيْلِ، وَعَرَاقِيبَهَا حِبَالُهَا. وَهٰذَا الْقَوْلُ اخْتَارَهُ ابْنُ جَرِيرٍ۔ (ابن کثیر ج۴ ص۳۱)

□ ہمارے بعض مفسرین رحمہم اللہ (اللہ ان کی لغزشوں کو معاف کرے) نے اس مقام پر بعض عجیب عجیب قصے یہود کی کتابوں سے نقل کر دیے ہیں، جو کسی طرح بھی حضرت سلیمان علیہ السلام جیسے پیغمبر برحق کے شایانِ شان نہیں، لیکن محققین نے ان کو قبول کرنے سے قطعی انکار کر دیا ہے۔ چنانچہ امام المفسرین حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَأَقُولُ أَنَا شَدِيدُ التَّعَجُّبِ مِنَ النَّاسِ كَيْفَ قَبِلُوا هٰذِهِ الْوُجُوهَ السَّخِيفَةَ مَعَ أَنَّ الْعَقْلَ وَالنَّقْلَ يَرُدُّهَا، وَلَيْسَ لَهُمْ فِي إِثْبَاتِهَا شُبْهَةٌ فَضْلًا عَنْ حُجَّةٍ۔ (کبیر ج۲۶ ص۱۸۰)

ترجمہ میں کہتا ہوں: مجھے بڑی حیرت لوگوں پر ہے کہ انھوں نے ایسی رکیک حکایات کو قبول ہی کیسے کر لیا، جب کہ عقل ونقل دونوں اس کی تردید کر رہے ہیں، اور ان کی تائید میں کوئی دلیل تو کیا ہوتی، احتمالات تک بھی نہیں۔

اور مسح کی تفسیر ہاتھ پھیرنے یا تھپکنے سے کرنے کے بعد امام موصوف لکھتے ہیں:

فَهٰذَا التَّفْسِيرُ الَّذِي ذَكَرْنَاهُ يَنْطَبِقُ عَلَيْهِ لَفْظُ الْقُرْآنِ انْطِبَاقًا مُطَابِقًا مُوَافِقًا، وَلَا يَلْزَمُنَا نِسْبَةُ شَيْءٍ مِنْ تِلْكَ الْمُنْكَرَاتِ وَالْمَحْذُورَاتِ۔

(کبیر ج۲۶ ص ۱۸۰)

ترجمہ یہ تفسیر جو ہم نے بیان کی ہے، الفاظ قرآنی اسی پر تمام تر صادق و منطبق ہوتے ہیں، اور اس سے ان منکرات و مہملات میں سے کوئی بھی لازم نہیں آتے۔

مسح کے ایک معنی بے شک قطع کرنے کے بھی آئے ہیں، لیکن یہ اس صورت میں جب کہ "مسح بالسیف" وارد ہو، ورنہ مسح کے عام معنی تو ہاتھ پھیرنے یا ہاتھ سے تھپتھپانے ہی کے ہیں:

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَالزُّهْرِيُّ: مَسْحُهُ بِالسُّوقِ وَالْأَعْنَاقِ لَمْ يَكُنْ بِالسَّيْفِ بَلْ بِيَدَيْهِ تَكْرِيمًا لَهَا وَمَحَبَّةً. وَرَجَّحَهُ الطَّبَرِيُّ. (بحر، ج۷ ص۳۹۶)

پس شروع کرد، دست رسانیدن بر ساقہا و گردنہا۔ (شاہ ولی اللہ دہلویؒ)

پس شروع کیا ہاتھ پھیرنا، پاؤں اور گردن پر۔ (شاہ رفیع الدین دہلویؒ)

اور صاحب بحر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی قول اسی معنی میں نقل کر کے لکھا ہے:

وَقَالَ الثَّعْلَبِيُّ: إِنَّ هٰذَا الْمَسْحَ كَانَ فِي السُّوقِ وَالْأَعْنَاقِ بِوَسْمِ حَبْسٍ فِي سَبِيلِ اللهِ. انْتَهٰى. وَهٰذَا الْقَوْلُ هُوَ الَّذِي يُنَاسِبُ مَنَاصِبَ الْأَنْبِيَاءِ.

(بحر، ج۷ ص۳۹۶)

ترجمہ یہی قول وہ ہے جو منصبِ انبیاء علیہم السلام کے لائق ہے، نہ کہ وہ قول جو جمہور کی جانب منسوب ہے، اس لیے کہ اس قول میں ایسی باتیں ہیں، جو کسی طرح انبیاء کرام علیہم السلام کے لائق نہیں۔

(تفسیر ماجدی ج۶ ص ۷۳ تا ۷۷۔ المؤلف: مولانا عبد الماجد دریا آبادی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۹۷۷ء)۔

الناشر: مجلسِ نشریاتِ قرآن، کراچی طبع: ۲۰۱۳ء)

2 دوسرا واقعہ

آیت 223:۔ وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَأَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ أَنَابَ ۝

ترجمہ اور ہم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کا امتحان میں ڈالا، اور ہم نے ان کے تخت پر ایک ادھورا جسم ڈالا۔ پھر انھوں نے رجوع کیا۔

تفسیر اسلامی روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے محل میں ستر (۷۰) کی تعداد میں حرم تھے۔ اولاد کی خواہش خصوصاً غزاد جہاد کے اغراض سے دل میں پیدا ہونی قدرتی تھی۔ ایک روز آپ علیہ السلام کے دل میں آیا کہ ایک شب میں اگر کل حرم حمل سے رہ جائیں، تو ستر کڑیل جوان غزاو جہاد کے لیے ہاتھ آسکتے ہیں۔ ارادے پر عمل بھی فرمایا، لیکن نتیجہ حسب مراد نہ نکلا۔ صرف ایک خاتون کے حمل رہا، اور ان سے بھی اولاد ناقص الخلقت پیدا ہوئی، جس کا جسم لاکر کرسی پر ڈال دیا گیا۔

ثُمَّ أَنَابَ: آپ علیہ السلام کو اپنی اس غفلت پر، کہ حق تعالیٰ پر بھروسہ کے بجائے اپنی تدبیر پر اعتماد کیا، معاً تنبہ ہوا، اور آپ علیہ السلام نے فوراً توبہ واستغفار کیا۔ یہ لغزش کوئی معصیت کے درجہ کی چیز ہرگز نہ تھی، جیسا کہ ظاہر ہے، لیکن آپ علیہ السلام کے مرتبۂ نبوت سے اتنی سی غفلت بھی فروتر تھی۔

بعض قصے اس سلسلے میں سرتاسر مہمل، ہماری کتابوں میں بار پا گئے ہیں۔ محققین ان کے یکسر منکر ہیں۔ حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:

وَاعْلَمْ أَنَّ أَهْلَ التَّحْقِيقِ اسْتَبْعَدُوا هٰذَا الْكَلَامَ مِنْ وُجُوهٍ۔

(کبیر ج ۲۶ ص ۱۸۲)

ترجمہ محققین رحمہم اللہ نے اس کلام کو دلائل کے ساتھ رد کر دیا ہے۔

اور ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے قصے کو نقل کرنے کے بعد لکھ دیا ہے:

وَقَدْ رُوِيَتْ هٰذِهِ الْقِصَّةُ مُطَوَّلَةً عَنْ جَمَاعَةٍ مِنَ السَّلَفِ، كَسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَزَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ وَجَمَاعَةٍ آخَرِينَ وَكُلُّهَا مُتَلَقَّاةٌ مِنْ قَصَصِ أَهْلِ الْكِتَابِ. وَاللهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ. (ابن کثیر، ج ۴ ص ۳۳)

ترجمہ میں نے یہ طویل قصہ سلف رحمہم اللہ کی ایک جماعت مثلاً حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ اور متاخرین سے نقل کر دیا ہے، لیکن یہ سارے کا سارا اہل کتاب سے ماخوذ ہے۔ اللہ ہی بہتر جاننے والا ہے۔

اور صاحب بحر رحمۃ اللہ علیہ نے قصہ کے بعض اجزا کی تردید وتغلیط کے بعد لکھا ہے:

وَإِنَّمَا هٰذِهِ مَقَالَةٌ مُسْتَرَقَةٌ مِنْ زَنَادِقَةِ السُّوفِسْطَائِيَّةِ. (بحر، ج ۷ ص ۳۹۷)

ترجمہ یہ مضمون (جو بعض تفسیروں میں بھی جگہ پا گیا ہے) سوفسطائی زندیقوں کے ہاں سے چرایا گیا ہے۔

آیت 224: قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ○

ترجمہ دعا مانگی: ''اے میرے پروردگار! میرا قصور معاف کر، اور مجھے ایسی سلطنت دے کہ میرے سوا کسی کو میسر نہ ہو۔ بے شک تو بڑا ہی دینے والا ہے۔

تفسیر حضرت علیہ السلام کو احساس اس کا ہوا کہ یہ جو یادِ الٰہی میں غفلت کسی درجہ میں بھی واقع ہوئی، اس کا منشا سامانِ جہاد وغیرہ میں انہماک تھا، اور خود کثرتِ اولاد کی تمنا جو آپ علیہ السلام کے دل میں پیدا ہوئی تھی، اس کا منشا بھی یہی خیالِ جہاد تھا۔

لیکن اگر کسی معاصر کے پاس زیادہ قوت واقتدار ہی نہ ہو، تو اس سے مقابلہ ومقاتلہ کے لیے بھی زیادہ ساز وسامان کی ضرورت نہ باقی رہ جائے۔ اس لیے آپ علیہ السلام کی یہ دعا بھی درحقیقت دوسروں کے حق میں بددعا نہیں، بلکہ آپ علیہ السلام کے کمال دینداری ہی کی شہادت دے رہی ہے۔

وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ: یعنی تاکہ جہاد وقتال کی، اور اس کے لیے زیادہ ساز وسامان کی ضرورت ہی باقی نہ رہے، اور یہ ساز وسامان خود میری نبوت پر ایک مستقل دلیل بن جائے۔

لِيَصِيْرَ اقْتِدَارِيْ عَلَيْهَا مُعْجِزَةً تَدُلُّ عَلٰى صِحَّةِ نُبُوَّتِيْ وَرِسَالَتِيْ.

(کبیر ج۲۶ ص ۱۸۳)

مِنْۢ بَعْدِيْ: ''بعد'' ہمیشہ تاخر زمانی ہی کے لیے نہیں آتا ہے۔ ''علاوہ'' اور ''سوا'' کے معنی میں بھی آتا ہے۔ خود قرآن مجید ہی میں ہے:

آیت 225: فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ (الجاثیہ: ۲۳)

یہاں ''بعد'' صاف ''غیر'' کے معنی میں ہے۔ چنانچہ مِنْۢ بَعْدِيْ، مِنْ غَيْرِيْ کے مرادف ہے۔

رَبِّ اغْفِرْ لِيْ: اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے کوئی معصیت بھی

صادر ہوئی ہو۔ حضرات انبیاء علیہم السلام تو غلبۂ خشیت سے استغفار بات بات پر کرتے رہتے ہیں، اور ہمارے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تو دن میں ستر ستر بار استغفار کرتے تھے، یہ استغفار ہرگز عصمتِ نبوی کا قادح نہیں۔

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِی: هٰذَا أَدَبُ الْأَنْبِیَاءِ وَالصَّالِحِینَ مِنْ طَلَبِ الْمَغْفِرَةِ مِنَ اللهِ هَضْمًا لِلنَّفْسِ وَإِظْهَارًا لِلذِّلَّةِ وَالْخُشُوعِ وَطَلَبًا لِلتَّرَقِّی فِی الْمَقَامَاتِ. (بحر، ج ۷ ص ۳۹۷)

وَلِأَنَّهُمْ أَبَدًا فِی مَقَامِ هَضْمِ النَّفْسِ، وَإِظْهَارِ الذِّلَّةِ وَالْخُضُوعِ.

(کبیر ج ۲۶ ص ۱۸۲)

وَهَبْ لِی مُلْكًا: اپنے لیے ملک وسلطنت تک کی تمنا کرنا، جب کہ غرض صحیح کے ساتھ ہو، مرتبہ پیغمبری کے بھی منافی نہیں، چہ جائے کہ مرتبۂ ولایت ومقبولیتِ عامہ کے۔

آیت 226: فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَاءً حَيْثُ أَصَابَ ○ وَالشَّيَاطِينَ كُلَّ بَنَّاءٍ وَغَوَّاصٍ ○ وَآخَرِينَ مُقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ○

ترجمہ پھر ہم نے ہوا کو ان کے تابع کر دیا کہ وہ اِن کے حکم سے جہاں وہ چاہتے، نرمی سے چلتی، اور سرکش جنوں کو بھی (ان کا تابع کر دیا)، یعنی تعمیر کرنے والوں کو، اور غوطہ خوروں کو، اور دوسروں کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔

تفسیر (کسی جرم کی بنا پر)

مطلب یہ ہوا کہ ہم نے یہ سامانِ کثیر انھیں دے کر معاصر سلاطین کو ان سے پست ومغلوب کر دیا۔

آیت 227: هٰذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○

ترجمہ یہ ہماری بخشش ہے، سو خواہ کسی کو دو، یا نہ دو، تم پر کچھ حساب نہیں۔

تفسیر یعنی تم اس سارے ساز وسامان، مال وجاہ کے محض خازن یا امین نہیں ہو، مالک ہو، اور ہر طرح تصرف کے مجاز ومختار، تم سے حساب کتاب نہ دینے پر ہوگا، اور نہ، نہ دینے پر۔

أی لا حساب علیك فی ذٰلك. (مدارك، ص ۱۰۲۳)

آیت 228:۔ وَاِنَّ لَهٗ عِنۡدَنَا لَزُلۡفٰی وَحُسۡنَ مَاٰبٍ○ (ص: ۴۰تا۳۴)

ترجمہ اور یقیناً اُن کے لیے ہمارے ہاں (خاص) قرب اور نیک انجامی ہے۔

تفسیر اوپر ساز وسامانِ دنیوی کا بیان تھا، اب مقبولیت عنداللہ واجرِ اُخروی کا بیان ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی مقبولیت و برگزیدگی کی یہ تصریحات بار بار اس لیے اور بھی آئی ہیں کہ یہود ونصاریٰ نے اپنے نوشتوں میں آپ علیہ السلام کو دل کھول کر بدنام کیا ہے، اور ہر طرح کی بدعقیدگی، برگشتگی وغیرہ کے الزامات آپ علیہ السلام پر تھوپ دیے ہیں۔

(تفسیر ماجدی ج۶ص ۷۶ تا۸۱۔ المؤلف: مولانا عبدالماجد دریا آبادی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۹۷۷ء)۔ الناشر: مجلسِ نشریاتِ قرآن، کراچی طبع: ۲۰۱۳ء)

□ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ ان آیات کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

آیت 229:۔ وَوَهَبۡنَا لِدَاوٗدَ سُلَيۡمٰنَ ؕ نِعۡمَ الۡعَبۡدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ○ اِذۡ عُرِضَ عَلَيۡهِ بِالۡعَشِىِّ الصّٰفِنٰتُ الۡجِيَادُ○ فَقَالَ اِنِّىۡۤ اَحۡبَبۡتُ حُبَّ الۡخَيۡرِ عَنۡ ذِكۡرِ رَبِّىۡ ۚ حَتّٰى تَوَارَتۡ بِالۡحِجَابِ○ رُدُّوۡهَا عَلَىَّ ؕ فَطَفِقَ مَسۡحًۢا بِالسُّوۡقِ وَالۡاَعۡنَاقِ○ وَلَقَدۡ فَتَنَّا سُلَيۡمٰنَ وَاَلۡقَيۡنَا عَلٰى كُرۡسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ○ قَالَ رَبِّ اغۡفِرۡ لِىۡ وَهَبۡ لِىۡ مُلۡكًا لَّا يَنۡۢبَغِىۡ لِاَحَدٍ مِّنۡۢ بَعۡدِىۡ ۚ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡوَهَّابُ○ فَسَخَّرۡنَا لَهُ الرِّيۡحَ تَجۡرِىۡ بِاَمۡرِهٖ رُخَآءً حَيۡثُ اَصَابَ○ وَالشَّيٰطِيۡنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ○ وَّاٰخَرِيۡنَ مُقَرَّنِيۡنَ فِى الۡاَصۡفَادِ○ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامۡنُنۡ اَوۡ اَمۡسِكۡ بِغَيۡرِ حِسَابٍ○ وَاِنَّ لَهٗ عِنۡدَنَا لَزُلۡفٰى وَحُسۡنَ مَاٰبٍ○ (ص: ۴۰تا۳۰)

ترجمہ اور ہم نے حضرت داؤد علیہ السلام کو حضرت سلیمان علیہ السلام عطا کیا۔ بہت اچھے بندے تھے کہ (اللہ کی طرف) بہت رجوع ہونے والے تھے۔ (چنانچہ وہ قصہ اُن کا یاد کرنے کے قابل ہے) جب کہ شام کے وقت اُن کے رُوبرُو اصیل (اور) عمدہ گھوڑے پیش کیے گئے۔ تو کہنے لگے: "(افسوس) میں اس مال کی محبت میں (لگ کر) اپنے ربّ کی یاد سے غافل ہو گیا، یہاں تک کہ آفتاب (مغرب) میں چھپ گیا۔ (پھر حشم وخدم کو حکم دیا کہ) اِن گھوڑوں کو ذرا پھر تو میرے سامنے لاؤ۔ سو انھوں

نے ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر (تلوار سے) ہاتھ صاف کرنا شروع کیا۔
اور ہم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو (ایک اور طرح سے بھی) امتحان میں ڈالا، اور ہم نے ان کے تخت پر (ایک ادھورا) دھڑ لا ڈالا۔ پھر انھوں نے (اللہ کی طرف) رجوع کیا۔ دعا مانگی: ''اے میرے ربّ میرا (پچھلا) قصور معاف کر، اور (آئندہ کے لیے) مجھ کو ایسی سلطنت دے کہ میرے سوا (میرے زمانہ میں) کسی کو میسر نہ ہو۔ آپ بڑے دینے والے ہیں۔ سو ہم نے ان کی دعا قبول کی، اور ہم (نے) ہوا کو ان کے تابع کر دیا تاکہ وہ اِن کے حکم سے جہاں وہ (جانا) چاہتے، نرمی سے چلتی۔ اور جنّات کو بھی ان کا تابع کر دیا، یعنی تعمیر بنانے والوں کو بھی، اور غوطہ خوروں کو بھی، اور دوسرے جنّات کو بھی، جو زنجیروں میں جکڑے رہتے تھے۔ (اور ہم نے یہ سامان دے کر ارشاد فرمایا کہ) یہ ہمارا عطیہ ہے، سو خواہ (کسی کو) دو، یا نہ دو، تم سے کچھ داروگیر نہیں۔ اور (علاوہ اس کے) ان کے لیے ہمارے یہاں (خاص) قرب اور نیک انجامی ہے۔

تفسیر اور ہم نے حضرت داؤد علیہ السلام کو حضرت سلیمان علیہ السلام (فرزند) عطا کیا۔ بہت اچھے بندے تھے کہ (اللہ کی طرف) بہت رجوع ہونے والے تھے۔ (چنانچہ وہ قصہ اُن کا یاد کرنے کے قابل ہے) جب کہ شام کے وقت اُن کے رُوبرُو اصیل (اور) عمدہ گھوڑے (جو بغرضِ جہاد وغیرہ رکھے جاتے تھے) پیش کیے گئے۔ (اور ان کے ملاحظہ کرنے میں اس قدر دیر ہوگئی کہ دن چھپ گیا اور کچھ معمول از قسم نماز فوت ہو گیا۔ کذا فی الدر المنثور عن علی رضی اللہ عنہ، اور بوجہ ہیبت وجلالت کے کسی خادم کی جرأت نہ ہوئی کہ مطلع ومتنبہ کرے، کذا فی الدر المنثور عن ابن عباس رضی اللہ عنہ، پھر جب خود ہی تنبہ ہوا)، تو کہنے لگے: ''(افسوس!) میں اس مال کی محبت میں (لگ کر) اپنے ربّ کی یاد سے (یعنی نماز سے) غافل ہو گیا، یہاں تک کہ آفتاب پردہ (مغرب) میں چھپ گیا۔ (پھر حشم وخدم کو حکم دیا کہ) اِن گھوڑوں کو ذرا پھر تو میرے سامنے لاؤ، (چنانچہ لائے گئے)۔ سو انھوں نے ان (گھوڑوں) کی پنڈلیوں اور گردنوں پر (تلوار سے) ہاتھ صاف کرنا شروع کیا۔ (کذا فی الدر المنثور

مرفوعاً بسندٍ حسنٍ۔ یعنی ان کو ذبح کر ڈالا۔ اس کو اصطلاح میں غیرت کہتے ہیں کہ جو چیز سبب غفلت عن اللہ کا ہو جائے، اس کو اپنے پاس نہ رہنے دیں)۔

اور (دوسرا قصہ یہ ہے کہ) ہم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو (ایک اور طرح سے بھی) امتحان میں ڈالا، (جیسا حدیثِ شیخین میں ہے کہ ایک بار حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے امراءِ لشکر پر ان کی کسی کوتاہی جہاد پر خفا ہوئے، اور فرمانے لگے: ''میں آج رات اپنی ستر بیبیوں سے ہم بستر ہوں گا کہ ان سے ستر مجاہد پیدا ہوں گے''۔ فرشتہ نے قلب میں القا کیا کہ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ کہہ لیجیے۔ آپ علیہ السلام کو کچھ خیال نہ رہا۔ چنانچہ صرف عورت حاملہ ہوئی، اور اس سے بھی ایک ناقص الخلقت بچہ پیدا ہوا، جس کے ایک طرف کا دھڑ نہ تھا)۔ اور (اسی کی نسبت کہا گیا ہے کہ) ہم نے ان کے تخت پر (ایک ادھورا) دھڑ لا ڈالا (یعنی قابلہ یعنی دایہ نے آپ علیہ السلام کے سامنے تخت پر لا رکھا کہ یہ پیدا ہوا۔ کذا فی الروح)۔ پھر انھوں نے (اللہ کی طرف) رجوع کیا۔ (اور ترک إِنْ شَاءَ اللّٰهُ سے توبہ کی، اور توبہ کرنا ایسے خفیف امر سے چوں کہ دلیل ہے کمال ثبات فی الدین کی۔ اس کو امتحان میں پورا اُترنا کہیں گے، اور اس وقت ان کے دل میں خیال آیا کہ یہ دو لغزشیں مجھ سے جہاد کے متعلق ہوئیں۔ ایک سواریوں کے سامان جمع کرنے میں، اور دوسری سواروں کے مہیا کرنے میں۔ تو گزشتہ لغزشوں سے توبہ کر کے آیندہ کے لیے ایسی دعا کرنی چاہیے کہ اس معتاد سامان کی ضرورت ہی نہ پڑے، جس میں پھر اندیشہ ایسی لغزش کا ہو، اس لیے اللہ سے) دعا مانگی: ''اے میرے ربّ میرا (پچھلا) قصور معاف کر، اور (آئندہ کے لیے) مجھ کو ایسی سلطنت دے کہ میرے سوا (میرے زمانہ میں) کسی کو میسر نہ ہو (خواہ کوئی غیبی وہبی سامان عطا فرما دیجیے، خواہ سلاطینِ زمانہ کو ویسے ہی دبا دیجیے تاکہ مقابلہ ہی نہ کر سکیں اور) آپ بڑے دینے والے ہیں (آپ کو اس دعا کا قبول کر لینا کچھ دشوار نہیں)۔ سو ہم نے ان کی دعا قبول کی (اور اُن کی خطا بھی معاف کر دی)، اور (نیز) ہم (نے) ہوا کو ان کے تابع کر دیا کہ وہ اِن کے حکم سے جہاں وہ (جانا) چاہتے، نرمی سے چلتی (کہ اس سے گھوڑوں سے استغناء ہو گیا)۔ اور جنّات کو بھی ان کا تابع کر دیا، یعنی تعمیر

بنانے والوں کو بھی، اور (موتی وغیرہ کے لیے) غوطہ خوروں کو بھی، اور دوسرے جنّات کو بھی، جو زنجیروں میں جکڑے رہتے تھے (غالباً جو خدمات مفوضہ سے گریز یا اُس میں کوتاہی کرتا ہو، اُس کو قید کی سزا ہوگی: کما قاله ابن کثیر۔ پس ان جنّات سے، آدمیوں سے جن میں سوار بھی آ گئے، استغناء ہو گیا، اور سب سلاطین کو اُن سے پست اور مغلوب کر دیا۔ اور ہم نے یہ سامان دے کر ارشاد فرمایا کہ) یہ ہمارا عطیہ ہے، سو خواہ (کسی کو) دو، یا نہ دو، تم سے کچھ دارو گیر نہیں (یعنی جتنا سامان ہم نے تم کو دیا ہے، اُس میں تم کو خازن وحارس نہیں بنایا جاتا، جیسا کہ دوسرے ملوک خزائنِ مُلکیہ کے مالک نہیں ہوتے، ناظم ہوتے ہیں، بلکہ تم کو مالک ہی بنا دیا ہے مالکانہ تصرفات کے مختار ہو، تو اس سے حقوق واجبہ کے ترک میں تخییر لازم نہیں آتی)۔ اور (علاوہ اس سامان کے جو دنیا میں اُن کو عطا ہوا تھا) ان کے لیے ہمارے یہاں (خاص) قرب اور (اعلیٰ درجہ کی) نیک انجامی ہے (جس کا ثمرہ پورے طور سے آخرت میں ظاہر ہوگا)۔

فائدہ: یہ نماز جو رہ گئی تھی، اگر نفل نماز تھی، تب تو کوئی اشکال نہیں، مگر انبیاء کرام علیہم السلام کی شان اعظم ہوتی ہے۔ اس لیے انھوں نے اس کا بھی تدارک کیا، اور اگر فرض تھی تو نسیان میں گناہ نہیں ہوتا۔

اور یہ قطع کر دینا سوق واعناق کا، اتلاف مال نہ تھا، بلکہ بطورِ قربانی کے تھا۔

(بیانُ القرآن ج ۳ ص ۳۹۵ تا ۳۹۷۔ المؤلف: حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۶۲ھ)۔ الناشر: دار الاشاعت، اردو بازار، کراچی۔ اپریل ۲۰۱۵ء)

8.24: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور واقعہ عصمت

1 حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی حرمِ نبوی میں شمولیت

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں آنے سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متبنیٰ اور آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے عقد میں تھیں۔

باہمی موافقت نہ ہونے کی وجہ سے حضرت زید رضی اللہ عنہ نے ان کو طلاق دے دی۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ چونکہ موالی میں سے تھے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا ایک نہایت شریف اور معزز خاندان سے تھیں اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن بھی تھیں۔ عرب کا یہ دستور تھا کہ موالی (آزاد کردہ غلاموں) سے مناکحت کو اپنے لیے باعثِ ننگ و عار سمجھتے تھے۔ اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا پیغام دیا تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور ان کے بھائی نے صاف انکار کر دیا۔ اس پر قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی۔

آیت 230: ۔وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهٗۤ أَمْرًا أَنْ يَّكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِيْنًا۔

(الاحزاب:۳۶)

ترجمہ اور جب اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کسی بات کا حتمی فیصلہ کر دیں تو نہ کسی مؤمن مرد کے لیے یہ گنجائش ہے، نہ کسی مؤمن عورت کے لیے کہ اُن کو اپنے معاملے میں کوئی اختیار باقی رہے۔ اور جس کسی نے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی، وہ کھلی گمراہی میں پڑ گیا۔

اس آیت میں مؤمن سے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ یعنی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھائی مراد ہیں اور مؤمنہ سے خود حضرت زینب رضی اللہ عنہا مراد ہیں۔ اور مطلب یہ ہے کہ کسی مؤمن اور مؤمنہ کے لیے یہ زیبا نہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کوئی فیصلہ کر دے تو اس پر راضی نہ ہوں۔ اس آیت کے نزول کے بعد یہ دونوں راضی ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت زید رضی اللہ عنہ سے ہو گیا۔ نکاح تو ہو گیا لیکن حضرت زید رضی اللہ عنہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی نظر میں ذلیل اور حقیر رہے۔ اس لیے گھر میں باہمی لڑائی ہوتی اور مزاج میں موافقت نہ ہوئی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ ہمیشہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی بے اعتنائی کا شکوہ کیا کرتے اور عرض کرتے کہ میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو چھوڑ دیتا ہوں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو طلاق دینے سے منع فرماتے کہ تم نے میری خاطر سے اس

تعلق کو قبول کیا ہے۔ اس لیے اب چھوڑنے سے اور ذلت ہوگی اور مجھے اپنے خاندان میں ندامت اور شرمندگی ہوگی۔

جب بار بار یہ جھگڑے اور مناقشات پیش آتے رہے، تو آپ ﷺ کے دل میں یہ خیال گزرا کہ اگر حضرت زید رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی دل جوئی بغیر اس کے ممکن نہیں کہ میں خود اس سے نکاح کروں۔ لیکن جاہل لوگوں اور منافقوں کی بدگوئی سے اندیشہ تھا کہ لوگ یہ طعنہ دیں گے کہ اپنے بیٹے کی بیوی کو گھر پر رکھ لیا یعنی اس سے نکاح کر لیا۔ حالانکہ لے پالک یعنی متبنیٰ کسی طرح بیٹے کے حکم میں نہیں۔

عرب میں مدت سے یہ ایک برا دستور چلا آرہا تھا کہ جس کو منہ بولا بیٹا بنالیں، اس کی مطلقہ بیوی سے نکاح کرنے کو غایت درجہ معیوب سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اس رسمِ بد کو حضور اکرم ﷺ کے فعل اور عمل سے توڑیں۔ چنانچہ آپ ﷺ کو بذریعہ وحی مطلع کر دیا گیا کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے طلاق دینے کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی زوجیت میں آئے گی تاکہ لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ منہ بولے بیٹے کی بیوی کا وہ حکم نہیں جو صلبی بیٹے کی بیوی کا حکم ہے۔

آپ ﷺ حضرت زید کو یہ مشورہ دیتے رہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق نہ دینا، اس لیے کہ شریعت کا حکم یہی ہے کہ شوہر کو یہی مشورہ دیا جائے کہ اپنی بیوی کو طلاق نہ دو اور بیوی کی بے اعتنائی اور چیرہ دستی پر صبر کرو۔ لیکن آخر ایک دن حضرت زید رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: ''یارسول اللہ! میں نے تنگ آکر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی ہے''۔ حضور اکرم ﷺ یہ سن کر خاموش ہو گئے۔

حدیث 16: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ مَيْمُونٍ، حَدَّثَنَا بَهْزٌ، ح وحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ، قَالَا جَمِيعًا: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، وَهٰذَا حَدِيثُ بَهْزٍ، قَالَ: لَمَّا انْقَضَتْ عِدَّةُ زَيْنَبَ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِزَيْدٍ: "فَاذْكُرْهَا عَلَيَّ". قَالَ: فَانْطَلَقَ زَيْدٌ حَتّٰى أَتَاهَا وَهِيَ تُخَمِّرُ عَجِينَهَا. قَالَ: "فَلَمَّا رَأَيْتُهَا

عَظُمَتْ فِي صَدْرِي، حَتّٰى مَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَنْظُرَ إِلَيْهَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَهَا، فَوَلَّيْتُهَا ظَهْرِي، وَنَكَصْتُ عَلٰى عَقِبِي". فَقُلْتُ: "يَا زَيْنَبُ! أَرْسَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُكِ". قَالَتْ: "مَا أَنَا بِصَانِعَةٍ شَيْئًا حَتّٰى أُوَامِرَ رَبِّي". فَقَامَتْ إِلٰى مَسْجِدِهَا.

(مسلم رقم:89۔1428)

ترجمہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عدت پوری ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو ہی حکم دیا کہ تم خود جا کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے میرے نکاح کا پیغام دو (تا کہ یہ بات اچھی طرح واضح ہو جائے کہ جو کچھ ہوا، وہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کی رضامندی سے ہوا)۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ جب وہاں پہنچے، تو اس وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا آٹا گوندرہی تھی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پھر جب میں نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو دیکھا تو میرے دل میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عظمت سما گئی، یہاں تک کہ میرے اندر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو دیکھنے کی ہمت بھی نہ ہوئی۔ مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو بھی ذکر کرنا تھا۔ اس لیے میں نے اپنی پشت کو پھیر لیا اور دروازہ کی طرف پشت کر کے کھڑا ہو گیا اور میں نے کہا: ''اے زینب! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے نکاح کا پیغام دے کر بھیجا ہے''۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے (فی البدیہہ) جواب دیا: ''میں اس وقت تک کچھ نہیں کہہ سکتی جب تک اپنے پروردگار سے مشورہ نہ کرلوں، یعنی استخارہ نہ کرلوں''۔ اسی وقت اُٹھیں اور گھر میں جو ایک جگہ مسجد کے نام سے عبادت کے لیے مخصوص کر رکھی تھی، وہاں جا کر استخارہ میں مشغول ہوگئیں۔

□ چونکہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اس بارہ میں کسی مخلوق سے مشورہ نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ سے مشورہ چاہا اور اسی سے خیر طلب کی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں میں فرشتوں کی موجودگی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے کر دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ آیت نازل کی:

آیت 231: وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ

زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ ۭ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَاۗىِٕهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ۭ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۝ (الاحزاب:۳۷)

ترجمہ: اور (اے پیغمبر!) یاد کرو جب تم اُس شخص سے جس پر اللہ تعالیٰ نے بھی احسان کیا تھا، اور تم نے بھی احسان کیا تھا، یہ کہہ رہے تھے کہ: ''اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں رہنے دو، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، اور تم اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے جسے اللہ تعالیٰ کھول دینے والا تھا، اور تم لوگوں سے ڈرتے تھے، حالانکہ اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ تم اُس سے ڈرو۔ پھر جب زید رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے تعلق ختم کر لیا تو ہم نے اُس سے تمہارا نکاح کر دیا، تاکہ مسلمانوں کے لیے اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں (سے نکاح کرنے) میں اُس وقت کوئی تنگی نہ رہے، جب انھوں نے اپنی بیوی سے تعلق ختم کر لیا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو حکم دیا تھا، اُس پر عمل تو ہو کر رہنا ہی تھا۔

مسلم کی حدیث میں ہے:

حدیث 17: وَنَزَلَ الْقُرْآنُ، وَجَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَدَخَلَ عَلَيْهَا بِغَيْرِ إِذْنٍ. (مسلم رقم:89-1428)

ترجمہ: قرآن مجید کی آیات اتریں۔ اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے مکان پر تشریف لے گئے اور اجازت اور اذن کے بغیر ہی داخل ہوئے۔

حدیث 18: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ، حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ مَنْصُورٍ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ، حَدَّثَنَا ثَابِتٌ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: "أَنَّ هٰذِهِ الآيَةَ: "وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللهُ مُبْدِيهِ". (الأحزاب:۳۷)، نَزَلَتْ فِي شَأْنِ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ وَزَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ". (بخاری رقم 4787)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یہ آیت:

"وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللهُ مُبْدِيهِ". (الأحزاب:۳۷)

ترجمہ اور تم اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے جسے اللہ تعالیٰ کھول دینے والا تھا۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

حدیث 19: ـحَدَّثَنَا أَحْمَدُ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: جَاءَ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ يَشْكُو، فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "اِتَّقِ اللهَ! وَأَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ". قَالَ أَنَسٌ: لَوْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاتِمًا شَيْئًا لَكَتَمَ هٰذِهِ. قَالَ: فَكَانَتْ زَيْنَبُ تَفْخَرُ عَلَى أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُولُ: "زَوَّجَكُنَّ أَهَالِيكُنَّ، وَزَوَّجَنِي اللهُ تَعَالَى مِنْ فَوْقِ سَبْعِ سَمٰوَاتٍ". وَعَنْ ثَابِتٍ: "وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ" (الأحزاب:٣٧). نَزَلَتْ فِي شَأْنِ زَيْنَبَ وَزَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ. (بخاری رقم 7420)

ترجمہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی شکایت کررہے تھے۔اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے فرمارہے تھے:

"أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللهَ". (الأحزاب:٣٧)۔

ترجمہ ''اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں رہنے دو، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو''۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی شے کو لوگوں سے چھپانا چاہتے تو اس آیت کو چھپاتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت زینب رضی اللہ عنہا دوسری ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے سامنے بڑے فخر سے کہتی تھیں: ''تمہارے نکاح تو تمہارے خاندان کے لوگوں نے پڑھائے ہیں جب کہ میرا نکاح سات آسمانوں کے اوپر اللہ تعالیٰ نے خود کیا ہے''۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یہ آیت:

"وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللهُ مُبْدِيهِ". (الأحزاب:٣٧)

ترجمہ اور تم اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے جسے اللہ تعالیٰ کھول دینے والا تھا۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی

ہے۔

حدیث 20: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ: "وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ". (الأحزاب:٣٧). فِي شَأْنِ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ. جَآءَ زَيْدٌ يَشْكُو فَهَمَّ بِطَلَاقِهَا فَاسْتَأْمَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللهَ". (الأحزاب:٣٧).

هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. (ترمذی رقم 3212)

ترجمہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یہ آیت:

"وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللهُ مُبْدِيهِ". (الاحزاب:٣٧)

ترجمہ اور تم اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے جسے اللہ تعالیٰ کھول دینے والا تھا۔ اور تم لوگوں سے ڈرتے تھے۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی شکایت کر رہے تھے۔ پس حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ طلاق دینے کا ارادہ کیے ہوئے تھے۔ وہ اس بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ طلب کر رہے تھے۔ اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے فرما رہے تھے:

"أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللهَ". (الاحزاب:٣٧)

ترجمہ ''اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں رہنے دو، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو''۔

حدیث 21: وفی خبر تزویجها عند ابن سعد من طریق الواقدی بسند مرسل: فبینا رسول الله صلّى الله عليه وسلّم يتحدث عند عائشة إذ أخذته غشية فسرّى عنه وهو يتبسم، ويقول: "من يذهب إلى زينب يبشرها؟". وتلا: وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِيٓ أَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللهَ. (الأحزاب: ٣٧) الآية. قالت عائشة: "فأخذني ما قرب وما بعد لما يبلغنا من جمالها، وأخرى هي أعظم وأشرق ما

صنع لها: زوّجها الله من السماء". وقلت: "هي تفخر علينا بهذا".

وبسند ضعيف، عن ابن عباس: لما أخبرت زينب بتزويج رسول الله صلّى الله عليه وسلّم لها سجدت. (الإصابة في تمييز الصحابة، ج ۸ ص ۱۵۳)

ترجمہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تشریف فرما تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ جب وحی کا نزول ہو چکا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے ہوئے ہماری طرف متوجہ ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کوئی ہے جو جا کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو یہ بشارت سنائے''۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھ کر سنائی:

وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِيٓ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ أَحَقُّ أَن تَخْشَاهُ ۖ فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا لِكَيْ لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ۚ وَكَانَ أَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُولًا ۔ (الاحزاب: ۳۷)

ترجمہ اور (اے پیغمبر!) یاد کرو جب تم اُس شخص سے جس پر اللہ تعالیٰ نے بھی احسان کیا تھا، اور تم نے بھی احسان کیا تھا، یہ کہہ رہے تھے کہ: ''اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں رہنے دو، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، اور تم اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے جسے اللہ تعالیٰ کھول دینے والا تھا، اور تم لوگوں سے ڈرتے تھے، حالانکہ اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ تم اُس سے ڈرو۔ پھر جب زید رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے تعلق ختم کر لیا تو ہم نے اُس سے تمہارا نکاح کر دیا، تاکہ مسلمانوں کے لیے اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں (سے نکاح کرنے) میں اُس وقت کوئی تنگی نہ رہے، جب انھوں نے اپنی بیوی سے تعلق ختم کر لیا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو حکم دیا تھا، اُس پر عمل تو ہو کر رہنا ہی تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آیت تلاوت فرما چکے تو مجھ کو خیال آیا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا میں جمال تو تھا ہی، اب وہ اس بات پر بھی فخر کریں گی کہ ان کا نکاح اللہ تعالیٰ نے آسمان پر کیا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا اس بات پر بہت فخر کیا کرتی تھیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''جس وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو یہ خبر پہنچی تو سجدۂ شکر میں گر گئیں''۔

حدیث 22: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ مَيْمُونٍ، حَدَّثَنَا بَهْزٌ، ح وحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ، قَالَا جَمِيعًا: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، وَهَذَا حَدِيثُ بَهْزٍ، قَالَ: لَمَّا انْقَضَتْ عِدَّةُ زَيْنَبَ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِزَيْدٍ: "فَاذْكُرْهَا عَلَيَّ". قَالَ: فَانْطَلَقَ زَيْدٌ حَتَّى أَتَاهَا وَهِيَ تُخَمِّرُ عَجِينَهَا. قَالَ: "فَلَمَّا رَأَيْتُهَا عَظُمَتْ فِي صَدْرِي، حَتَّى مَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَنْظُرَ إِلَيْهَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَهَا، فَوَلَّيْتُهَا ظَهْرِي، وَنَكَصْتُ عَلَى عَقِبِي". فَقُلْتُ: "يَا زَيْنَبُ! أَرْسَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُكِ". قَالَتْ: "مَا أَنَا بِصَانِعَةٍ شَيْئًا حَتَّى أُوَامِرَ رَبِّي". فَقَامَتْ إِلَى مَسْجِدِهَا.

قَالَ، فَقَالَ: وَلَقَدْ رَأَيْتُنَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَطْعَمَنَا الْخُبْزَ وَاللَّحْمَ حِينَ امْتَدَّ النَّهَارُ. فَخَرَجَ النَّاسُ وَبَقِيَ رِجَالٌ يَتَحَدَّثُونَ فِي الْبَيْتِ بَعْدَ الطَّعَامِ. فَخَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاتَّبَعْتُهُ، فَجَعَلَ يَتَتَبَّعُ حُجَرَ نِسَائِهِ يُسَلِّمُ عَلَيْهِنَّ. وَيَقُلْنَ: "يَا رَسُولَ اللهِ! كَيْفَ وَجَدْتَ أَهْلَكَ؟". قَالَ: فَمَا أَدْرِي أَنَا أَخْبَرْتُهُ أَنَّ الْقَوْمَ قَدْ خَرَجُوا أَوْ أَخْبَرَنِي. قَالَ: فَانْطَلَقَ حَتَّى دَخَلَ الْبَيْتَ، فَذَهَبْتُ أَدْخُلُ مَعَهُ. فَأَلْقَى السِّتْرَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ، وَنَزَلَ الْحِجَابُ. قَالَ: وَوُعِظَ الْقَوْمُ بِمَا وُعِظُوا بِهِ. زَادَ ابْنُ رَافِعٍ فِي حَدِيثِهِ: "لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ". (الأحزاب:٥٣)، إِلَى قَوْلِهِ "وَاللهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ". (الأحزاب:٥٣). (مسلم رقم:89-1428)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عدت پوری ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو ہی حکم دیا کہ تم خود جا کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے

میرے نکاح کا پیغام دو (تا کہ یہ بات اچھی طرح واضح ہو جائے کہ جو کچھ ہوا، وہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کی رضامندی سے ہوا)۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ جب وہاں پہنچے تو اس وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا آٹا گوندرہی تھی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پھر جب میں نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو دیکھا تو میرے دل میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عظمت سما گئی، یہاں تک کہ میرے اندر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو دیکھنے کی ہمت بھی نہ ہوئی۔ مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیغام کو بھی ذکر کرنا تھا۔ اس لیے میں نے اپنی پشت کو پھیر لیا اور دروازہ کی طرف پشت کر کے کھڑا ہو گیا اور میں نے کہا: ''اے زینب! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم سے نکاح کا پیغام دے کر بھیجا ہے''۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے (فی البدیہہ) جواب دیا: ''میں اس وقت تک کچھ نہیں کہہ سکتی جب تک اپنے پروردگار سے مشورہ نہ کرلوں، یعنی استخارہ نہ کرلوں''۔ اسی وقت اُٹھیں اور گھر میں جو ایک جگہ مسجد کے نام سے عبادت کے لیے مخصوص کر رکھی تھی، وہاں جا کر استخارہ میں مشغول ہو گئیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ولیمہ میں دوپہر کے وقت ہم سب لوگوں کو گوشت اور روٹی کھلائی۔ کھانا کھا کر لوگ چلے گئے مگر کچھ لوگ کھانے کے بعد بھی گھر میں بیٹھے ہوئے باتیں کرتے رہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے چلے گئے اور میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے چل پڑا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باری باری ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے حجروں میں جاتے، ان کو سلام کہتے، اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہتیں: ''یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اہل (بیوی) کو کیسے پایا؟''۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتلایا کہ وہ لوگ چلے گئے ہیں، یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے خبر دی۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے چلے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجرۂ زینب میں داخل ہوئے۔ تو میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہی حجرہ میں داخل ہونے لگا۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے اور اپنے درمیان پردہ ڈال دیا۔ اور پردے کا حکم نازل ہو گیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قوم کو وعظ ونصیحت کی گئی اور ان کو خصوصی ہدایات دی گئیں۔ قرآن مجید کی یہ آیات نازل ہوئیں:

آیت 232: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ وَلَكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا. فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ. إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنْكُمْ. وَاللهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ. وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعاً فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ. ذَلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ. وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللهِ وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَداً. إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللهِ عَظِيماً. (الاحزاب: ۵۳)

ترجمہ اے ایمان والو! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں (بلا اجازت) داخل نہ ہو، مگر یہ کہ تمہیں کھانے پر آنے کی اجازت دی جائے، وہ بھی اس طرح کہ تم اُس کھانے کی تیاری کے انتظار میں نہ بیٹھے رہو، لیکن جب تمہیں دعوت دی جائے تو جاؤ۔ پھر جب کھانا کھا چکو تو اپنی اپنی راہ لو، اور باتوں میں جی لگا کر نہ بیٹھو۔

حقیقت یہ ہے کہ اس بات سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچتی ہے، اور وہ تم سے (کہتے ہوئے) شرماتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ حق بات میں کسی سے نہیں شرماتا۔ اور جب تمہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں سے کچھ مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگو۔ یہ طریقہ تمہارے دِلوں کو بھی اور اُن کے دلوں کو بھی زیادہ پاکیزہ رکھنے کا ذریعہ ہوگا۔ اور تمہارے لیے جائز نہیں ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچاؤ، اور نہ یہ جائز ہے کہ اُن کے بعد اُن کی بیویوں سے کبھی بھی نکاح کرو۔ یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی سنگین بات ہے۔

حدیث 23: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ: أَنَا أَعْلَمُ النَّاسِ بِهَذِهِ الْآيَةِ: آيَةِ الْحِجَابِ، لَمَّا أُهْدِيَتْ زَيْنَبُ بِنْتُ جَحْشٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَتْ مَعَهُ فِي الْبَيْتِ صَنَعَ طَعَامًا وَدَعَا الْقَوْمَ، فَقَعَدُوا

يَتَحَدَّثُونَ، فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ ثُمَّ يَرْجِعُ، وَهُمْ قُعُودٌ يَتَحَدَّثُونَ، فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى: "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ" (الأحزاب:٥٣) إِلَى قَوْلِهِ "مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ" (الأحزاب:٥٣). فَضُرِبَ الْحِجَابُ وَقَامَ الْقَوْمُ.

(بخاری رقم 4792)

ترجمہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں سب سے زیادہ آیت حجاب کے نزول کے بارے میں جانتا ہوں۔ جب حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی شادی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوئی، تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گھر میں تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا پکوایا اور لوگوں کو مدعو کیا۔ لوگ بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکل گئے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس آئے۔ وہ لوگ ابھی تک بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ وَلَكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا. فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ. إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنْكُمْ. وَاللهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ. وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ. ذَٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ. وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللهِ وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا. إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللهِ عَظِيمًا. (الاحزاب:٥٣)

ترجمہ اے ایمان والو! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں (بلا اجازت) داخل نہ ہو، مگر یہ کہ تمہیں کھانے پر آنے کی اجازت دی جائے، وہ بھی اس طرح کہ تم اُس کھانے کی تیاری کے انتظار میں نہ بیٹھے رہو، لیکن جب تمہیں دعوت دی جائے تو جاؤ۔ پھر جب کھانا کھا چکو، تو اپنی اپنی راہ لو، اور باتوں میں جی لگا کر نہ بیٹھو۔

حقیقت یہ ہے کہ اس بات سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچتی ہے، اور وہ تم سے (کہتے ہوئے) شرماتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ حق بات میں کسی سے نہیں شرماتا۔ اور جب تمہیں

نبی ﷺ کی بیویوں سے کچھ مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگو۔ یہ طریقہ تمہارے دِلوں کو بھی اور اُن کے دلوں کو بھی زیادہ پاکیزہ رکھنے کا ذریعہ ہوگا۔ اور تمہارے لیے جائز نہیں ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کو تکلیف پہنچاؤ، اور نہ یہ جائز ہے کہ اُن کے بعد اُن کی بیویوں سے کبھی بھی نکاح کرو۔ یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی سنگین بات ہے۔

اس آیت کے نزول کے بعد پردہ فرض کیا گیا اور لوگ گھر سے واپس ہو گئے۔

2 حضرت مولانا عبدالماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر

آیت 233:۔ وَاِذْ تَقُوْلُ

ترجمہ اور (اس وقت کو بھی یاد کیجیے) جب آپ ﷺ اس شخص سے کہہ رہے تھے۔

تفسیر (بطورِ فہمائش ومشورہ، نہ بطورِ حکمِ وجوبی)

أی أمرُ ندبٍ۔ (بحر، ج ۷ ص ۲۳۴)

لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْہِ

ترجمہ جس پر اللہ نے بھی فضل کیا ہے، اور آپ ﷺ نے بھی اس پر عنایت کی ہے۔

تفسیر مراد وہی حضرت زید رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ اللہ کا انعام تو ظاہر ہے کہ اسلام وایمان کی توفیق دی، جو سب سے بڑی دنیوی نعمت ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے انعام یہ ہے کہ آپ ﷺ نے امورِ دین کی تعلیم فرمائی، غلامی سے آزاد کیا، اپنی قریبی رشتے کی بہن سے نکاح کرادیا۔ حدیث میں ان کے لیے الفاظ آئے ہیں:

کان من أحب الناس إلیّ۔

ترجمہ میرے محبوب ترین انسانوں میں ہیں۔

تخریج

حدیث 24:۔ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا زُهَیْرٌ، عَنْ مُوسَی بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِینَ أَمَّرَ أُسَامَةَ بَلَغَهُ أَنَّ النَّاسَ یَعِیبُونَ أُسَامَةَ وَیَطْعَنُونَ فِي

إِمَارَتِهِ، فَقَامَ - كَمَا حَدَّثَنِي سَالِمٌ - فَقَالَ: "إِنَّكُمْ تَعِيبُونَ أُسَامَةَ وَتَطْعَنُونَ فِي إِمَارَتِهِ، وَقَدْ فَعَلْتُمْ ذٰلِكَ فِي أَبِيهِ مِنْ قَبْلُ، وَإِنْ كَانَ لَخَلِيقًا لِلْإِمَارَةِ، وَإِنْ كَانَ لَأَحَبَّ النَّاسِ كُلِّهِمْ إِلَيَّ، وَإِنَّ ابْنَهُ هٰذَا بَعْدَهُ مِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ فَاسْتَوْصُوا بِهِ خَيْرًا فَإِنَّهُ مِنْ خِيَارِكُمْ.

(صحيح على شرط الشيخين: مسند أحمد رقم 5630؛ مسلم رقم 64-2426)

◻ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ

ترجمہ: کہ اپنی بیوی کو (اپنی زوجیت میں) رہنے دے، اور اللہ سے ڈر۔

تفسیر: یعنی بیوی کے حقوق میں کوتاہی نہ کرو۔

وَاتَّقِ اللّٰهَ فِي مُعَاشَرَتِهَا۔ (بحر، ج ۷ ص ۲۳۴)

زَوْجَكَ: یہ بیوی صاحبہ وہی حضرت زینب رضی اللہ عنہا تھیں۔ آخر ان شوہر کو بھی راضی نہ رکھ سکیں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے طلاق دینے کا فیصلہ کرلیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو فہمائش کی کہ جہاں تک بن پڑے، نباہ کرو۔

اتَّقِ اللّٰهَ: قرآن مجید نے یہ ایک ایسی جامع ہدایت کردی کہ خانگی زندگی کو خوش گوار بنانے اور رکھنے کے لیے پھر اس کے بعد کسی اور ہدایت کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ تقویٰ الٰہی پر اگر عمل ہو، تو ازدواجی زندگی بلکہ خانگی زندگی ہی پر کیا موقوف ہے، ہر شعبۂ زندگی کی تلخیاں شیرینیوں میں تبدیل ہوسکتی ہیں۔

وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ

ترجمہ: اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دل میں وہ چھپاتے رہے، جسے اللہ ظاہر کرنے والا تھا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں (کی طرف) سے اندیشہ کررہے تھے، حالانکہ اللہ ہی اس کا زیادہ حق دار ہے کہ اُس سے ڈرا جائے۔

تفسیر: جب شکایتیں اور رنجشیں حد سے بڑھ گئیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواہ وحی سے، خواہ قرائن سے، اور دونوں سے یقین ہوگیا کہ اب یہ تعلقِ ازدواج نبھ نہیں سکتا، تو قدرۃً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بڑی فکر اس کی پیدا ہوئی کہ اب آیندہ کے لیے انتظام کیا ہو؟ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی ایک دل شکنی تو پہلے ہوچکی تھی، جب اُن کا عقد اُن کی عالی نسبی کے

باوجود ایک آزاد شدہ غلام سے کرایا گیا تھا۔ دوسرا داغ اس سے بڑھ کر ان کی عزتِ عرفی اور نیک نامی پر یہ لگ رہا تھا کہ نباہ ان آزاد شدہ غلام کے ساتھ بھی نہ ہو سکا! طلاق ان سے بھی مل رہی ہے، اور اب ساری زندگی ایک آزاد شدہ غلام کی مطلقہ ہی کہلا کر بسر کرنا ہوگی! یہ ننگ و رننگ جس قدر شاق ہوا ہوگا، ظاہر ہے۔

اس موقع پر اشک شوئی اور دل شکنی کے تدارک کی صورت یہی تھی کہ سردارِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو خود اپنے نکاح میں لا کر اُن کی دل جوئی اور قدر افزائی کریں۔ ساتھ ہی یہ خیال بھی تھا کہ قومِ عرب (جو منہ بولے بیٹے کے ساتھ نکاح کو اتنا معیوب سمجھ رہی ہے، وہ) کیا کہے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی فکر و تردد میں تھے کہ حکمِ الٰہی ملا کہ طعنِ خلق سے بے پرواہ ہو کر نکاح کر لیجیے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی اشک شوئی و دل دہی جو تھی، وہ تو تھی ہی، اصلاحِ عامہ کی طرف بھی کتنا بڑا قدم اس طرح اُٹھ گیا کہ متبنیٰ کی زوجہ سے نکاح کا جواز خود فعلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو گیا۔

وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ: یعنی یہی ارادۂ نکاح بغرضِ اشک شوئی و دل دہی جس کا اظہارِ حق تعالیٰ نے کلامِ مجید کے ذریعہ سے کر دیا۔

یعنی من نکاحك لها۔ (ابن العربی، ج ۳ ص ۵۷۸)

والمراد بالموصول علی ما أخرج الحکیم الترمذی وغیرہ عن علی بن الحسین رضی اللہ تعالی عنهما ما أوحی اللہ تعالی به إلیه أن زینب سیطلقها زید ویتزوجها بعد علیه الصلاۃ والسلام۔ وإلی هذا ذهب أهل التحقیق من المفسرین۔ (روح ج ۲۲ ص ۲۴)

وَتَخْشَى النَّاسَ: یعنی وہی عرفِ عام و رواج کے خلاف ہونے کی بنا پر اہلِ قوم و قبیلہ طرح طرح طنز کریں گے کہ دیکھیے! منہ بولی بہو کے ساتھ نکاح کر لیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بدنامی کا اندیشہ تھا۔

أن یتکلموا فیك۔ (ابن العربی، ج ۳ ص ۵۷۶)

یہاں بعض اہلِ تفسیر کے قلم کو لغزش ہو گئی ہے، اور بعض ایسے قصے درج کر دیئے ہیں، جو ایک طرف تو نقلاً بے سند ہیں، اور دوسری طرف عقلاً بے سروپا اور شانِ رسالت

کے منافی، یعنی نا قابلِ قبول، نہ روایۃً، نہ درایۃً۔ محققین مفسرین نے اسی لیے ایسے قصوں کی بلانقل کیے بھی تردید وتکذیب کر دی ہے۔

وَلِبَعْضِ الْمُفَسِّرِينَ كَلَامٌ فِي الْآيَةِ يَقْتَضِي النَّقْصَ مِنْ مَنْصِبِ النُّبُوَّةِ، ضَرَبْنَا عَنْهُ صَفْحًا. (بحر، ج ۷ ص ۲۳۴)

أَحْبَبْنَا أن نضرب عَنْهَا صفحاً لِعَدَمِ صِحَّتِهَا فَلَا نُورِدُهَا.

(ابن کثیر، ج ۳ ص ۴۵۸)

وللقصاص فی هذه القصة كلام لا ينبغي أن يجعل فی حيز القبول.

(روح ج ۲۲ ص ۲۴)

مَا اللّٰهُ مُبْدِيهِ: کی تفسیر محبت وغیرہ سے کرنا جیسا بعض اقوالِ شاذہ غیر مستند الی الدلیل الصحیح میں ہے، صحیح نہیں، کیوں کہ ان سے پوچھا جائے گا کہ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کا ابداء کہاں کیا، بخلافِ تفسیرِ اِنکاح کے کہ ''زَوَّجْنٰكَهَا'' میں بھی ابداء ہوا ہے۔ (تھانوی، ج ۲ ص ۳۰۹)

☐ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا

ترجمہ پھر جب حضرت زید رضی اللہ عنہ کا دل اس (عورت) سے بھر گیا۔

تفسیر (اور کوئی واسطہ اس سے باقی نہ رہا)

یعنی جب حضرت زید رضی اللہ عنہ نے طلاق دے دی اور عدت بھی گزر گئی۔ ''قضاء وطر'' کا اطلاق اس صورت میں ہوتا ہے جب کوئی بھی واسطہ فریقین میں باقی نہ رہ جائے، اور یہ اسی وقت ہوتا ہے جب طلاق پر مدتِ عدت بھی گزر جائے۔

والمعنى: فلما لم يبق لزيد فيها حاجة، وتقاصرت عنها همته، وطابت عنها نفسه، وطلقها، وانقضت عدتها۔ (کشاف، ج ۳ ص ۵۲۶)

أى طلقها كما روى عن قتادة. (روح ج ۲۲ ص ۲۵)

اى لمّا طلقها زيد وانقضت عدتها (کبیر، ج ۲۵ ص ۲۶)

وقيل: إن قضاء الوطر يشعر بانقضاء العدة. (روح ج ۲۲ ص ۲۶)

تمام صحابیوں میں یہ شرف حضرت زید رضی اللہ عنہ ہی کو حاصل ہے کہ ان کا نام صراحت کے

ساتھ قرآن مجید میں آیا ہے ـــــ اور اسی بنا پر بعض لوگوں نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو افضل الصحابہ قرار دیا ہے۔

زَوَّجْنٰكَهَا

ترجمہ تو ہم نے اس کا نکاح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کر دیا۔

تفسیر صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس کی تصریح موجود ہے کہ جب عدت ختم ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نکاح کا پیغام بھی حضرت زید رضی اللہ عنہ ہی کی معرفت بھیجا۔ ضیافتِ ولیمہ بڑے پیمانے پر ہوئی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اور بیوی صاحبہ کا ولیمہ اس پیمانے پر اور اتنا اچھا نہیں کیا۔ (مسلم، رقم: ۱۴۲۸)

لِكَيْ لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ

ترجمہ تاکہ اہل ایمان پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں کچھ تنگی نہ رہے، جب وہ ان سے اپنا جی بھر چکیں۔

تفسیر لِكَيْ...... اَدْعِيَآئِهِمْ: مطلب یہ ہوا کہ اس عالمِ تشریع کا اعلان تو ہمیں مقصود ہی تھا ـــــ فقہاء نے یہیں سے یہ استنباط کیا ہے کہ جو احکامِ تشریعی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہیں (جب تک ان کی خصوصیت کی تصریح نہ کر دی جائے)، وہی ساری اُمت کے لیے بھی ہوتے ہیں۔

أَنَّ الْأُمَّةَ مُسَاوِيَةٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحُكْمِ إِلَّا مَا خَصَّهُ اللهُ تَعَالَى بِهِ؛ لِأَنَّهُ أَخْبَرَ أَنَّهُ أَحَلَّ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَكُونَ الْمُؤْمِنُونَ مُسَاوِينَ لَهُ. (جصاص، ج۳ ص۳۶۱)

واستدل بهذا على أن ما ثبت له صلّى الله عليه وسلم من الأحكام ثابت لأمته إلا ما علم أنه من خصوصياته عليه الصلاة والسلام بدليل. (روح ج ۲۲ ص ۲۶)

وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۝ (الاحزاب: ۳۷)

ترجمہ اور اللہ کا حکم پورا ہو کر رہنے والا تھا۔

تفسیر (کہ حکمتِ تکوینی مقتضی ہی اس کی تھی)

(تفسیر ماجدی ج ۵ ص ۳۵۶ تا ۳۶۱۔ المؤلف: مولانا عبدالماجد دریا آبادی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۹۷۷ء)۔

الناشر: مجلسِ نشریاتِ قرآن، کراچی طبع: ۲۰۱۳ء)

تنبیہ یہاں پر بعض مفسرین رحمہم اللہ اور صاحب جلالین رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہ بات بلا تصریح لکھی ہے کہ ایک دفعہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا آٹا گوندرہی تھیں۔ آستین اوپر چڑھائے ہوئے تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھ لیا، محبت پیدا ہوئی، تو دل میں یہ بات آئی کہ میں اس کے ساتھ نکاح کروں گا جب زید رضی اللہ عنہ اس کو طلاق دیدیں، تو "وَ تُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ"۔ (الأحزاب: ۳۷) سے مراد حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی محبت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو چھپانا چاہتا تھا اور اللہ تعالی اس کو ظاہر کرنا چاہتا تھا۔ بعض مفسرین رحمہم اللہ کی یہ بات پیغمبر علیہ السلام کی شان اور بالخصوص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرتبے کے مناسب نہیں۔

اجنبی عورت کو دیکھنا، محبت رکھنا اور پھر اس کے ساتھ نکاح کی طمع اور امید رکھنا تو اس شخص کا کام ہے جو شہوت کا حریص ہو، اس پر نفس کا غلبہ اور تتبع خواہشات ہو۔ پیغمبر کی شان ایسی نہیں۔ یہ بے جا طعن ہے۔ اصل تفسیر وہی ہے جو پہلے ذکر ہو چکی ہے۔

8.25:۔ عصمتِ انبیائے کرام علیہم السلام کے بارے میں مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۹۷ھ) کی تحقیق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احقر کے خیال میں انبیاء علیہم السلام چھوٹے اور بڑے گناہوں سے، نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد، دونوں صورتوں میں معصوم ہیں۔ اور یہ جدید رائے ہر چند کہ بظاہر اکابر علماء کے اقوال کے مخالف ہے، لیکن جس شخص کو سمجھ کا اللہ تعالیٰ نے حصہ دیا ہے وہ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اصل مدعا کی وضاحت کے بعد میری رائے کو اکابر کے اقوال کے موافق

پائے گا۔

چوں کہ ہر دعوے کے لیے دلیل کی ضرورت ہے، صرف لَا نُسَلِّمُ اور انکار کر دینا کافی نہیں۔ اس لیے مناسب ہے کہ میں پہلے اس دعوے کی دلیل پیش کروں۔

میرے بھائی! اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں فرماتے ہیں:

آیت 234: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (آل عمران: ۳۱)

ترجمہ: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! لوگوں سے کہہ دو: ''اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خطاؤں سے درگزر فرمائے گا۔ وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحیم ہے''۔

اور اسی طرح:

آیت 235: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ○ (الاحزاب: ۲۱)

ترجمہ: درحقیقت تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک بہترین نمونہ تھا، ہر اُس شخص کے لیے جو اللہ اور یومِ آخر کا امیدوار ہو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرے۔

فرمایا ہے۔ یہ دونوں آیتیں بغیر کسی شرط کے پیروی کی ہدایت کرتی ہیں۔ اور اسی طرح آیت:

آیت 236: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ○ (الذاریات: ۵۶)

ترجمہ: میں نے جن اور انسانوں کو اس کے سوا کسی کام کے لیے پیدا نہیں کیا ہے کہ وہ میری بندگی (یعنی نہ صرف پرستش و بندگی بلکہ غلامی و اطاعت بھی) کریں۔

آیت 237: وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۔ (البینۃ: ۵)

ترجمہ: اور ان کو اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا کہ اللہ کی بندگی کریں، اپنے دین کو اس کے لیے خالص کر کے (بالکل یکسو ہو کر)۔

یہ دونوں آیتیں ملا کر اس طرف اشارہ کر رہی ہیں کہ انسان کی پیدائش کا مقصد وہی

ہے کہ جس کا حکم دیا گیا ہے۔ اور وہ عبادت کے سوا کچھ نہیں ہے۔ مگر تمہیں معلوم ہے کہ ہر چیز کے لیے ذاتی لوازمات ہونا ضروری ہے۔

کیوں کہ: ''اَلشَّیْءُ اِذَا ثَبَتَ، ثَبَتَ بِلَوَازِمِهٖ''

ترجمہ جب کوئی چیز پائی جاتی ہے تو اپنے لوازمات کے ساتھ پائی جاتی ہے۔

اور اس طرف فرشتوں اور شیطان کی تعریف کے متعلق آپ پڑھتے ہی ہیں کہ:

آیت 238:۔ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ○ (بنی اسرائیل:۲۷)

ترجمہ اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔

آیت 239:۔ لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ○ (التحریم:۶)

ترجمہ فرشتے کبھی اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم بھی انہیں دیا جاتا ہے اُسے بجا لاتے ہیں۔

پس شیطان کو نافرمانی اور فرشتوں کے لیے فرماں برداری لازم اور ضروری ہوگئی۔ اور چوں کہ اتنی بات آں عزیز کے کان میں پہلے سے پڑی ہوئی ہے کہ لازم ذات اپنے ملزوم سے عام نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کی ذات کے لیے لازم ہوتا ہے، وہ تو کسی دوسری جگہ جا ہی نہیں سکتا۔ اور ایسا کس طرح ہوسکتا ہے۔

اَلْوَاحِدُ لَا يَصْدُرُ اِلَّا عَنِ الْوَاحِدِ۔ (مقولہ)

ترجمہ ایک چیز سے ایک ہی چیز پیدا ہوتی ہے۔

کے مطابق لازم آیا کہ (اس آیت کے) معنی میں:

آیت 240:۔ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا (التوبۃ:۱۰۲)

ترجمہ انہوں نے نیک عمل میں برائی کی ملاوٹ کرلی۔

دونوں قسم سے کچھ کچھ حصہ انسان کی فطرت میں رکھ دیا ہے۔ نہیں، بلکہ جس کسی کے اچھا خیال اور شر کا خطرہ دل میں گزرتا ہے تو دونوں خیر اور شر کی قسم کا کچھ کچھ حصہ اس کے اندر رکھ دیا ہے اور نیکی و بدی کی ہر قسم سے کچھ کچھ مقدار اس کی ذات میں رکھ دی ہے۔ ورنہ لازم آتا ہے کہ لازم ذات عام ہو۔

اس صورت میں انسانی رُوحوں کی ترکیب کی مثال ان دو قسموں یعنی خیر و شر کے مادوں

سے اسی طرح ہوگی جیسے کہ چار عنصروں سے مرکب ہونے والی اشیاء کی ترکیب کے بارے میں تم نے سنا ہے۔ بلکہ جس طرح کہ چار خاصیتیں خشکی، تری، ٹھنڈک اور گرمی اجسامِ مرکبہ میں پائی جاتی ہیں اور وہ خاک، پانی، ہوا اور آگ کے ذاتی لوازم ہیں۔ انہی چار خاصیتوں کے ذریعہ سے اجسام کے چار عنصروں سے مرکب ہونے کا پتہ ملا ہے ورنہ کون ہے جس نے پیدائش کے وقت دیکھا ہو۔ اس طرح ہم تم جیسے لوگوں کی روح کے شیطانی اور ملکوتی عنصر سے مرکب ہونے کا سراغ لگایا جا سکتا ہے۔ اگرچہ ان دو چیزوں کے علاوہ اور چیزیں بھی ہوا کریں۔ اس صورت میں لازم آیا کہ حضرت خلاصہ موجودات سرورِ کائنات علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوات واکمل التسلیمات کی ذات بابرکات شیطانی شائبہ سے (بالکل) پاک اور خالص ہو۔ ورنہ بلا شرط آپ ﷺ کی پیروی کس طرح ہو سکتی ہے؟ ہاں! اگر ذات کے لوازم سے جدا ہونے کی امید ہو سکتی ہو، تو یہ کہہ سکتے تھے کہ ہر چند کہ حضرت حبیب رب العالمین ﷺ کی ذاتِ شریف میں بالفرض نوعِ شیطانی کا ایک جز ہے، لیکن گناہ جو اس جز کے لیے لازم تھا۔ حضور ﷺ کے مادے میں، اس گناہ نے اس جز شیطانی سے علیحدگی اختیار کر لی۔

بالجملہ: ''اَلشَّیُٔ اِذَا ثَبَتَ، ثَبَتَ بِلَوَازِمِہٖ'' (مقولہ)

ترجمہ کوئی چیز جب وجود میں آتی ہے تو اس کے ساتھ کی ضروری چیزیں بھی ساتھ آتی ہیں۔

اگر نعوذ باللہ حضرت سرورِ انبیاء ﷺ کے خمیر میں کوئی برائی کا مادہ ہوتا، تو بلا شرط اتباع کے آپ ﷺ لائق نہ ہوتے۔ آخر کم از کم اس سے کوئی کیفیت ان کے عارضِ حال ہوتی اور کوئی رنگ معصیت کا ظاہر ہوتا۔ پس اگر ان کے ہر طرح اتباع کا حکم فرمایا جائے تو معصیت کا بھی حکم دینا پڑے گا۔ اس صورت میں اس حصر کا ہونا کہ:

آیت 241:۔ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۔ (البینۃ: ۵)

ترجمہ اور ان کو اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا کہ اللہ کی بندگی کریں، اپنے دین کو اس کے لیے خالص کر کے (بالکل یکسو ہو کر)۔

کس طرح درست ہوسکتا ہے؟

اور چوں کہ گناہ کا منشا خواہ گناہ صغیرہ ہو یا کبیرہ، وہی شیطانی مادہ ہے، تو لازم آیا کہ معصوم نبیوں کے سردار حضرت محمد ﷺ گناہ کے خیال سے بھی معصوم ہوں۔ پھر سننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

آیت 242:۔ أُولَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ هَدَى ٱللَّهُ فَبِهُدَىٰهُمُ ٱقْتَدِهْ (الانعام: ۹۰)

ترجمہ اے نبی ﷺ! وہی لوگ اللہ کی طرف سے ہدایت یافتہ تھے، انہی کے راستہ پر تم چلو۔

اور یہ حکم بھی بغیر کسی شرط کے پیروی کرنے کا ہوا ہے۔ افعال میں سے کسی خاص فعل اور اخلاق میں سے کسی خاص خلق کی قید نہیں ہے۔ اور یہ بھی طے شدہ ہے کہ جب صلہ کو بغیر قرینہ کے حذف کرتے ہیں، جیسا کہ ''اللہ اکبر'' میں اکبر کے صلے کو حذف فرمادیا ہے تو یہ حذف تعمیم کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی (اکبریت) کسی ایک شخص ہی کے اعتبار سے نہیں ہے، بلکہ ہر ایک کے اعتبار سے ہے۔ پس لازم آیا کہ دوسرے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی اس عیب سے مبرّا ہوں۔

اس کے علاوہ (اس) آیت میں:

آیت 243:۔ عَٰلِمُ ٱلْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِۦٓ أَحَدًا ۝ إِلَّا مَنِ ٱرْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ فَإِنَّهُۥ يَسْلُكُ مِنۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِۦ رَصَدًا ۝ (الجن: ۲۶، ۲۷)

ترجمہ وہ عالم الغیب ہے، اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ سوائے اُس رسول کے جسے اُس نے پسند کرلیا ہو، تو اس کے آگے اور پیچھے وہ محافظ لگا دیتا ہے۔

فعل ''ارْتَضٰی'' کی (آیتِ بالا) میں فاعل ضمیر ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتی ہے اور مفعول کی ضمیر جو کہ ''مَنْ'' کی طرف (آیتِ بالا) میں راجع ہے۔ یعنی ''ارْتَضَاهُ'' میں (ہ) وہ حذف کردی گئی۔ پھر فعل ''ارْتَضٰی'' کو کسی شرط کے بغیر مطلق رکھا ہے۔ یعنی یہ نہیں فرمایا کہ اعمال یا اچھے عادات کے باعث یا اس امر میں اور اُس امر میں چُن لیا۔ اور ان سب کے بعد ''مِنْ رَّسُوْلٍ'' فرمایا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ''مِنْ'' مذکورہ بالا آیت کے جز میں ''مِنْ رَّسُوْلٍ'' میں چنے جانے

والے شخص کے بیان کے لیے ہے، نہ اس کے سوا کسی اور چیز میں یعنی تبعیض کے لیے۔ لہٰذا ضروری ہوا کہ رسولوں کے تمام روحانی عناصر اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ اور محبوب ہوں۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ جیسا کہ سونے اور چاندی کو کسوٹی پر رگڑ کر دیکھتے ہیں، تا کہ کھرا اور کھوٹا معلوم ہو جائے۔ اسی طرح روحانی عناصر یعنی عادات، خصائل اور روحانی قوتوں کا اعمال کے ذریعہ امتحان کرتے ہیں، تا کہ اچھے کی برے سے تمیز ہو جائے۔

چناں چہ خود فرماتے ہیں:

آیت 244: لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا (الملک:۲)

ترجمہ تا کہ تم لوگوں کو آزما کر دیکھے تم میں سے کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔

اور ظاہر ہے کہ عطا و بخشش سخاوت کے ملکہ کی علامات میں سے ہے۔ اور جنگ جوئی، جنگ میں بہادری کی علامات میں سے ہے۔ اسی طرح تمام افعال، پوشیدہ اخلاق اور قوتوں کی علامات میں سے ہوتے ہیں۔ اور ان افعال اور آثار کو ان اخلاق اور ملکات کے ساتھ وہی نسبت ہے جو کہ کسوٹی کی لکیروں کو سونے اور چاندی کے ساتھ۔

پس جیسا کہ سونے اور چاندی میں، اسی سونے اور چاندی کی قدر و قیمت ہوتی ہے، نہ کہ ان لکیروں کی۔ اور اصلی اور پسندیدہ مقصد سونے اور چاندی ہی ہوتے ہیں، نہ کہ لکیریں، بلکہ وہ لکیریں سونے اور چاندی کی اچھائی اور برائی کو صرف ظاہر کرنے والی ہوتی ہیں۔ نہ کہ اصل مقصد اور محبوب اور مطلوب و مرغوب ہوتی ہیں۔

اسی طرح سے دین کا قصہ ہے۔ اصل محبوب اور مقصد اور مطلوب اچھے اخلاق ہیں نہ کہ اعمال۔ اور آخرت کے بازار میں دراصل انہی اخلاق کی قدر و قیمت ہوگی نہ کہ اعمال کی۔ یہ اعمال تو ان اخلاق اور عادات کو ظاہر کرنے والے ہیں نہ کہ بذاتِ خود محبوب اور پسندیدہ ہیں۔ اس صورت میں ضروری ہے کہ پیغمبروں کے تمام اخلاق، عادات اور قوتیں خدا تعالیٰ کو پیاری اور پسندیدہ ہوں۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ بعض مرضی کے خلاف ہوں۔ ورنہ "ارتضی" کا مطلق ہونا بے کار ہو جاتا ہے۔ مگر تمہیں معلوم ہے کہ اس صورت میں چھوٹے اور بڑے گناہوں سے انبیاء علیہم السلام کا پاک ہونا ضروری

ہے۔اوراس ''اِرْتَضٰی'' کے بعد''مِنْ رَّسُوْلٍ'' کو لاکر کہ اس میں ''مِنْ'' بیانیہ لائے ہیں۔اس مطلب کو بیان فرمایا ہے کہ جو شخص بھی خدا کا پسندیدہ ہوگا،اس کا رسول ہونا ضروری ہے۔

سب نے سمجھ لیا ہوگا کہ انبیاء علیہم السلام کے سوا کسی کو بھی گناہ سے پاک ہونے کے ساتھ خواہ گناہ چھوٹا ہو یا بڑا،متصف نہیں کر سکتے کہ اس سے گناہ کا صادر ہونا ممکن نہ ہو۔

مگر میری غرض گناہ کے صادر ہونے سے یہ ہے کہ گناہ کا منبع یعنی وہ قوت کہ اس کا تقاضا گناہ ہوتا ہے۔خمیر میں ہو،نہ کہ گرم پانی کی مانند کہ باہر کی گرمی اس کی ذات کو لگ سکتی ہے۔بیرونی گناہ سے وہ ملوث نہیں ہوسکتا۔ہاں!گناہ کے انبیاء علیہم السلام کو لگ جانے کے ممکن ہونے کے باوجود،انبیاء علیہم السلام کو گناہ کے چھو جانے سے محفوظ رکھتے ہیں۔

چنانچہ فرمایا ہے:

آیت 245:۔ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ○ (یوسف:۲۴)

ترجمہ ایسا ہوا،تا کہ ہم اس (حضرت یوسف علیہ السلام) سے بدی اور بے حیائی کو دور کر دیں،در حقیقت وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے تھا۔

مگر یہ کہ گناہ کی بعض قسمیں برائی اور بے حیائی سے باہر ہوتی ہیں۔تاہم یہ آیت انبیاء علیہم السلام کو گناہ چھو جانے پر دلالت کرتی ہے۔ورنہ گناہ کا نبی سے پھیر دینے کا کیا مطلب ہوسکتا ہے؟اور یہی آیت انبیاء علیہم السلام کے محفوظ رہنے کی دلیل ہے۔ورنہ گناہ کا نبی سے پھیر دینے اور ہٹا دینے کا مقصد فوت ہوکر رہ جاتا ہے۔

بہر حال!مذکورہ معنی میں گناہوں سے پاکی صرف انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے۔اولیاء کو ان انبیاء علیہم السلام کے ساتھ اس صفت معصومیت میں شریک نہیں کر سکتے۔جیسا کہ آیت (ذیل):

آیت 246:۔ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ۔ (الانفال:۳۴)

ترجمہ نہیں ہیں اس اللہ تعالیٰ کے دوست مگر پرہیز گار لوگ۔

کہ اولیاء کی تعریف میں اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے۔ اس معنی کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

اجمال کی تفصیل

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ''مُتَّقُوْنَ'' اسمِ فاعل کا صیغہ ہے اور اس کی ضمیر ''اولیاء'' کی طرف راجع ہے۔ اور اس کا مفعول جو بھی ہو، محذوف ہے۔ لیکن تقوے کا حاصل یہی ''گناہوں اور اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدہ باتوں سے بچنا'' ہے۔

اس کے بعد سنیئے کہ متقی کا خلاصہ یہ ہے کہ ''تقوے سے متصف شخص ہو''۔ اور ظاہر ہے کہ تقوے کا پایا جانا فاعلی صورت میں مفعول کی طرف متعدی ہونے پر موقوف نہیں ہے۔

اور یہ اسی کے مانند ہے کہ برسات کے موسم میں مثلاً چلتے پھرتے وقت لوگ اپنے آپ کو گر پڑنے سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود کبھی گزرنے والے کا پاؤں پھسل جاتا ہے اور وہ گر پڑتا ہے۔ اسی بنا ہر دوسروں سے گرنے والا کہتا ہے کہ میں نے اپنے آپ کو گر پڑنے سے محفوظ رکھنے کی بہت کوشش کی مگر محفوظ نہ رکھ سکا۔

غرض! اس تعریف سے کہ جو کلام اللہ میں ذکر کی گئی ہے (اولیاء سے) گناہوں کے صادر ہونے کا ممکن نہ ہونا نہیں نکلتا ہے۔ ہاں! اس آیت کی شہادت کی بنا پر:

آیت 247: ـيُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ (ابراہیم:۲۷)

ترجمہ ایمان لانے والوں کو اللہ ایک قولِ ثابت (یعنی: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ) کی بنیاد پر دنیا اور آخرت، دونوں میں ثبات عطا کرتا ہے۔

ان اولیاء کا گناہوں سے محفوظ رہنا ظاہر ہوتا ہے، کیوں کہ ''اٰمَنُوْا'' کا مطلق ہونا، کامل ایمان ہونے کی طرف اشارہ کرتا ہے، جیسا کہ علماء نے فرمایا ہے کہ:

المطلق یراد بہ الفرد الکامل

ترجمہ مطلق بول کر اس سے اس صفت کا کامل فرد مراد ہوتا ہے۔

اور ظاہر ہے کہ ایمان کا کمال ولایت کے ساتھ ساتھ پایا جاتا ہے۔ پھر ''بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ'' میں باجو کہ مدد طلب کرنے کے لیے ہے، اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ (اللہ تعالیٰ اولیاء کو) جس چیز پر ثابت قدم رکھتے ہیں وہ اور ہی چیز ہے۔

لیکن ظاہر ہے کہ وہ چیز جس کے پائے جانے میں قولِ ثابت یعنی ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کو دخل ہے، یہی بندگی اور پرہیز گاری ہے۔

اس پر نظر رکھتے ہوئے اگر کہیں کہ کامل مومن لوگوں کو ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کی برکت سے بندگی اور پرہیز گاری پر ثابت رکھتے ہیں، تو درست ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اس وقت گناہوں سے حفاظت ضروری ہے۔

باقی انبیاء علیہم السلام کے لیے معصوم ہونے کی خصوصیت اور اولیاء کے لیے حفاظت کی تخصیص، باوجودیکہ کہ دونوں کا مطلب ایک ہی معلوم ہوتا ہے۔ اس خط میں اس مضمون کے لکھنے کی گنجائش نہیں، ورنہ ان شاء اللہ اس بارے میں بھی کچھ لکھتا۔

شبہ باقی رہی یہ بات کہ یہ دلیل سے مانے ہوئے جرائم کہاں سے پیدا ہو گئے، جب کہ مادہ مذکورہ گناہ کا نہ تھا، تو جرائم کا صادر ہونا محال تھا؟

جواب اس کا جواب یہ ہے کہ افعال کا رخ دو چیزوں کی طرف ہوتا ہے۔ ایک تو نیت اور اس کی ابتدائی باتوں کی طرف کہ ان کو افعال کا مصدر کہہ سکتے ہیں۔ دوسرے، اس فعل کا وجود اور اس کی جزئی صورتیں کہ اس کو مظہر کہہ سکتے ہیں۔ لیکن ظاہر ہے کہ فعل کے صادر ہونے کی جگہ اور اس کے ظاہر ہونے کی جگہ کو ایک ہی طور پر نہیں رکھا ہے۔ ایک فعل کا ایک ہی مظہر ہوتا ہے اور نیتوں کی مختلف قسمیں، بلکہ ایک ہی قسم کی نیت کے مختلف درجے بھی اس کی وجہ سے مختلف ہوتے ہیں۔ اس صورت میں ہوسکتا ہے کہ معصیت کا ایک مجسمہ اور ایک مظہر گناہ کے متعدد دروازوں کا سوالی ہو۔

ہاں! اتنی بات سے انکار نہیں کر سکتے کہ گناہوں کے بعض مظاہر بعض مصادر سے طبعی ربط رکھتے ہیں۔ اور اس سبب سے اس کا دوسرے مصدر سے صادر ہونا دیکھنے والے کو غلطی میں ڈال دیتا ہے۔ خود دوسرے مصدر کے ساتھ موافقت کر لیتا ہے، مثلاً: نماز کا ڈھانچہ یعنی یہ خاص شکل جس میں رکوع اور سجدہ ہے خاص مصدر کے ساتھ جو کہ

اخلاص ہے، طبعی تعلق رکھتا ہے۔

اور ان تمام کے باوجود نماز کبھی فاسد نیتوں کی جگہ سے بھی صادر ہوتی ہے۔ اور دوسری نیتوں مثلاً ریاکاری اور دکھاوے کی نیت کے ماتحت بھی ظہور میں آتی ہے۔ لیکن اسی طبعی تعلق کی وجہ سے جس کا ذکر ہوا، ظاہری نظر میں اخلاص پر مبنی سمجھی جاسکتی ہے۔ جو کہ ہو بہو عبادت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ منافقوں کے حق میں (یہ ریاکاری کی نماز) اطمینان اور امن کا سبب بن گئی، ورنہ ان کے کفر میں کیا کمی تھی کہ اللہ تعالیٰ کے لشکر کی تلوار کی آب نہ چکھتے۔

اسی طرح پر بعض افعال کی شکلیں اور ڈھانچے مثلاً: گالم گلوچ، مال و جان کا نقصان، ایک دوسرے سے لڑنا جھگڑنا اور جھوٹ اور اسی طرح کی دوسری چیزوں کا گناہ کے ساتھ خاص تعلق ہے۔ اگرچہ کبھی کبھی ان کے صادر ہونے کا سبب دوسری باتیں بھی ہوں۔ جہاد کی جنگ اور فساد اور دشمنی کا خون خرابہ ہر چند ایک دوسرے کی شکل جیسے ہیں۔ لیکن اس وجہ سے اس ارادے کو دشمنی کا وسیلہ اور اطاعتِ خداوندی کے مظہر بھی ہو سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے انسان کی شکل رکھنے والے لوگ جہاد کو ظلم و ستم خیال کر کے دل کو اسلام کی حقیقت سے انہوں نے ہٹالیا ہے۔

جب اس مقدمہ کی تمہید بیان ہو چکی تو دوسری بات بھی جو اس سے نکلتی ہے، سنی چاہیئے۔ بحکم (حدیث):

حدیث 25:۔ إِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ۔ (بخاری رقم 1)

ترجمہ ''سوائے اس کے نہیں کہ اعمال نیتوں پر ہیں۔''

اور

حدیث 26:۔ إِنَّ اللهَ لَا يَنْظُرُ إِلٰى صُوَرِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ، وَلٰكِنَّ اللهَ يَنْظُرُ إِلٰى قُلُوبِكُمْ وَنِيَّاتِكُمْ۔ أَوْ كَمَا قَالَ۔ (حدیث)

ترجمہ بے شک، اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور اعمال کو نہیں دیکھتا، لیکن اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں اور نیتوں کو دیکھتا ہے۔ یا جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

تخریج إِنَّ اللهَ لَا يَنْظُرُ إِلٰى صُوَرِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ، وَلٰكِنْ يَنْظُرُ إِلٰى قُلُوبِكُمْ

وَأَعْمَالِكُمْ۔ (مسلم34۔2564)

آدمی کے کاروبار کے اعتبار کا دارومدار، مصادر یعنی نیتوں اور اس کے مبادی پر ہوگا۔ کوئی اچھائی یا کوئی برائی کہ افعال کی ذات میں امانت رکھی ہے، اس کا حساب نہیں فرمائیں گے۔ اس صورت میں ایک قسم کی اچھائی یا برائی مصادر کی طرف سے، مظاہر کی طرف ضرور آئے گی اور ضروری طور پر وہ اچھائی یا برائی مصادر کے حق میں لازمِ ذاتی اور مظاہر کے حق میں لازمِ عارض ہوگی۔

پس! اگر اس فعل ہونے کے مقامات ذاتی طور پر برے ہیں اور بلند درجات والی ذات کی بارگاہ میں برے ہیں۔ جیسا کہ انکار، گھمنڈ اور خواہشِ نفسانی، تو ان کو گناہ سمجھنا چاہیے۔ اور اگر اس کے صادر ہونے کے مقامات ذاتی طور پر اچھے اور کائنات کے خالق کے نزدیک پسندیدہ ہیں، تو اگر اس قسم سے ہے کہ اس کو برے مصادر کے ساتھ طبعی طور پر تعلق ہے تو دو حال سے تصور کیا گیا ہے۔

ایک تو یہ غلطی اَخلاقِ حمیدہ کو حرکت میں لانے کا باعث بنی کہ یہ ڈھانچہ اس کے ساتھ وابستہ ہے، اس کو اجتہادی غلطی کہنا چاہیے۔

دوسرے یہ کہ غلطی فہمی کو اس سلسلے میں کوئی دخل نہ ہو۔ اس قسم کو لغزشیں کہنا چاہیے۔

پہلے کی مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت ہارون علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ مناقشہ ہے۔

دوسرے کی مثال: حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا ان کے ساتھ معاملہ اور حضرت یونس علیہ السلام کے (قوم کے پاس سے) بھاگنے کا واقعہ معلوم ہوتا ہے۔ کیوں کہ برادرانِ یوسف سے ان حرکتوں کا مصدر اور حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں سے اس سلوک کا صادر ہونا دنیا کی محبت نہ تھی۔ آیت کا حصہ:

آیت 248: لَيُوسُفُ وَأَخُوهُ أَحَبُّ إِلَىٰ أَبِينَا مِنَّا۔ (یوسف:۸)

ترجمہ یہ یوسف علیہ السلام اور اس کا بھائی دونوں ہمارے والد کو ہم سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

خود اتنی بات پر گواہ ہے کہ ان حرکتوں کا سبب، حضرت یعقوب علیہ السلام کی عنایتیں تھیں۔ اور ظاہر ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام زمانے کے بادشاہوں یا وقت کے

امیروں اور سرداروں میں سے نہ تھے کہ ان کی عنایتیں حضرت یوسف علیہ السلام کے حال پر دنیا کے جاہ و منصب کے باعث ہوتیں۔ اور اسی سبب سے بھائیوں کے حسد کی پسلی پھڑک اٹھتی، نہیں، بلکہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی توجہ دینی برکتوں کا سبب اور یقینی مقاصد کے حصول کا باعث تھی۔ اس سبب سے ان کے بھائیوں کے دل سے حسد نے سر نکالا۔ اور تمہیں پتہ ہے کہ حسد محبت کے لوازمات اور اس کے آثار میں سے ہے، خواہ کسی قسم کی محبت ہو۔ پس اگر دنیوی محبت ہے تو حسد بھی لازم ہے اور حکم اور اعتبار میں اس محبت کے تابع ہوگا۔ اور اگر محبت خداوندی ہے تو اسی طرح اس کا حسد اسی حساب میں شمار ہوگا۔

بالجملہ یہ ان کا رشک محبت خدواندی کے آثار میں سے دکھائی دیتا ہے۔ ہاں! اس حسد نے نامناسب صورت اختیار کر لی۔ ظاہری دیکھنے والے اس کو جرم کہتے ہیں۔ اور اس فعل کا ارتکاب کرنے والوں کو گناہ گار خیال کرتے ہیں۔ اور یہ گم نام (محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ) اس کو لغزشوں کی قسم سے شمار کرتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ وہ بخشے گئے۔ ورنہ آپس میں فساد کو (حدیث میں) ایمان پر استرا پھیرنے والا فرمایا گیا ہے اور یہیں سے اس حدیث کے معنی کہ:

حدیث 27: ۔لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ.... مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ (مشکوٰۃ رقم 202)

ترجمہ نہیں ہے حسد مگر دو چیزوں میں۔

ظاہر ہو گئے اور یہ بھی آپ پر واضح ہو گیا ہوگا کہ اس حدیث میں حسد اپنے اصلی معنی میں ہے۔ یعنی دوسرے سے زوالِ نعمت "غبطہ" کے معنی میں کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔

مگر میری غرض یہ نہیں کہ اس قسم کے حسد پر کاربند بھی ہونا چاہیے اور مارنا، پیٹنا اور ایذاء پہنچانے میں مشغول ہونا چاہیے۔ نہیں، بلکہ میرا مطلب یہ ہے کہ اس قسم کا حسد محبتِ خداوندی کے آثار میں سے ہے۔ اور اس کے طبیعت پر عارض ہونے میں کسی کو اختیار نہیں ہے۔ (یہ حسد) اپنی ذات سے برا نہیں ہے۔

یہیں سے پتہ چل گیا ہوگا کہ جرم دوسری چیز ہے اور لغزش اور اجتہادی بھول چوک

دوسری چیز ہے۔ ڈھانچے کے اعتبار سے ایک کو دوسری قسم سے نہیں خیال کرنا چاہیے۔ اور تم نے یہ بھی معلوم کرلیا ہوگا کہ بھیڑیے کے کھالینے کا جھوٹ وغیرہ کہ اس کا منشا یہی محبتِ خداوندی پر مرتب ہونے والا حسد ہوا۔ اسی حسد کے شمار اور اعتبار اور حکم میں ہوگا۔ اس صورت میں برادرانِ یوسف علیہ السلام کے کئی دفعہ جھوٹ بولنے کو جرم نہیں کہنا چاہیے، بلکہ لغزش پکارنا چاہیے۔

باقی! وجہ تسمیہ بھی اسی بیان سے تمہیں معلوم ہو جائے گی۔ لیکن مجھے اتنا تو لکھ دینا چاہیے کہ اس صورت میں کہ گناہ کے صادر ہونے کی جگہ خواہ گناہ بڑا ہو یا چھوٹا، وہی شیطانی مادہ ہوا۔ آخر کیا ضرورت پیش آئی کہ دین کے بڑوں نے بڑے گناہوں کو تو نبوت سے پہلے اور بعد میں ممتنع ہونے کو برا خیال کیا اور صغیرہ گناہوں کو نبوت کے زمانے کے بعد خاص رکھا۔ منشا کے ایک ہونے کا تقاضا تو یہ تھا دونوں حالتیں برابر ہوتیں۔

جواب اس کے جواب میں جو احقر کو سمجھ آتا ہے، یہ ہے کہ بڑے گناہ بذاتِ خود مقصود ہوتے ہیں اور چھوٹے گناہ بڑے گناہوں کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ بڑے گناہوں کی برائی چھوٹوں کی بنسبت ذاتی ہوتی ہے اور صغیرہ گناہوں کا قبح عرضی ہوتا ہے۔ کیوں کہ بڑے گناہوں کا ایک مصدرِ معین کے سوا اور دوسرا مصدر نہیں ہوتا ہے اور ذرائع کے بہت سے مصدر ہو سکتے ہیں۔ اور وہ بھی بسا اوقات بدل جاتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ زنا جس کے ساتھ بھی ہو، منع ہے۔ اور اپنے بچوں کو پیار کرنا، چومنا چاٹنا اور گود میں لینا پسندیدہ ہے۔ اور تمہیں معلوم ہے کہ ان صورتوں میں بڑے گناہ ذاتی طور پر موصوف اور چھوٹے بالعرض اور قابلِ عروض ہوں گے۔ گناہ کے عارض ہونے سے پہلے گناہ کی استعداد کی خبر بہت مشکل، ذاتی طور پر موصوف کی اطلاع کی طرح آسان اور واضح نہیں ہے۔ اس کے ساتھ حدود کا متعین کر دینا خداوندِ معبود کا کام ہے۔ نبی کو بھی اگر یہ علم میسر آتا ہے تو وحی کے ذریعہ میسر آتا ہے اور غالباً:

آیت 249: وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ○ (الضحیٰ:۷)

ترجمہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حد بندیوں سے ناواقف تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان حدود کی طرف راہ

نمائی فرمادی۔

کے یہی معنی ہوں۔ مگر بڑے گناہوں کی حد بندیوں کا علم اس کا مقصود ہونا اور اس کی برائی کا مشہور ہونا ہر زمانے میں ہے اور انبیاء علیہم السلام کا متفق ہونا زیادہ واضح ہے، چنداں وحی کا محتاج نہیں ہے۔ اس وجہ سے ضروری ہوا کہ نبوت سے پہلے اور نبوت سے بعد بھی گناہ کا ہونا ممتنع ہو۔

باقی رہے چھوٹے گناہ، چوں کہ وہ اس درجے میں مشہور نہیں ہوتے اور نہ مقصود، اس لیے ان گناہوں پر ایک گونہ مخفی ہونے کی صورت پیدا ہوگئی کہ وحی کا نازل ہونے کے بغیر اس کے اکثر حصے کا علم ہونا ممتنع ہونے کے حکم میں ہے۔ آخر کون ہے کہ وہ نہیں جانتا ہے کہ زنا کے ان اسباب کی ممانعت جو حدیث اور قرآن سے معلوم ہوئی ہے۔ ہرگز نہیں، کسی کے خیال میں نہیں آسکتی۔ ان میں سے بعض گناہ جیسا کہ جھوٹ کہ اس کے باطل ہونے کا علم فطری ہے۔ انبیاء علیہم السلام کا اس جھوٹ سے بچنا اور ان کے حق میں اس کا ممتنع ہونا وحی کا محتاج نہیں ہے۔ مگر یہ سب کچھ اسی وقت تک ہے کہ گناہ جرم کے درجے میں ہو۔ اور اگر گناہ لغزش کی قسم سے ہو تو اس کا ناممکن ہونا ان کے حق میں ناممکن نہیں دکھائی دیتا ہے۔ ہاں! اتنا صحیح ہے کہ علمیہ قوت اور عملیہ قوت ذاتی کمالات مین سے ہے۔ بلکہ اس کی اصل ہے اور جھوٹ ظاہر میں فسادِ اول پر دلالت کرتا ہے کہ اشرف ہے۔ اور دنیا کی خبروں میں عمداً جھوٹ کی اطلاع کے بعد مطلق اعتماد کو ختم کردینے والا ہے۔ پس خدا کو کیا امید کہ نبی وحی کو اس طرح پہنچادے گا۔ اور لوگوں کو کیا یقین کہ وہ جو کچھ خدا کی طرف سے لایا ہے، گھٹائے بڑھائے بغیر لایا ہے۔ اس وجہ سے جو شخص کہ اس کی فطرت کا تقاضا ہی جھوٹ ہو، وہ نبوت کے لائق نہیں ہے۔ لیکن اگر پاک طینت حضرات سے مصدر کے غالب ہونے کے وقت جیسا کہ بڑے گناہوں کا ہو جانا ممکن ہے اور جملہ:

آیت 250: لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ (یوسف: ۲۴)

ترجمہ اگر نہ دیکھ لیتے اپنے رب کی دلیل۔

اس کا گواہ ہے تو جھوٹ اور وہ بھی لغزش کے طور پر اولیٰ درجے میں ممکن ہے۔ البتہ گناہ

کبیرہ مصدر کے تعین کی وجہ سے لغزش کے طور پر بھی صادر نہیں ہوسکتا۔ اس وجہ سے انبیاء علیہم السلام کے لیے معصوم ہونا ضروری ہوا۔

فقط عصمتِ انبیاء علیہم السلام کی تقریر ختم ہوئی۔

(قاسم العلوم (مکتوبات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ) مع اردو ترجمہ انوار النجوم، تیسرا مکتوب، ص ۱۲۳ تا ۱۴۴۔ مترجم: پروفیسر محمد انوار الحسن شیر کوٹی۔ ناشر: ناشران قرآن لمیٹڈ، اردو بازار، لاہور۔ ۱۳۹۴ھ)

1 حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کا خلاصہ

عصمت انبیاء علیہم السلام کے بارے میں ایک نہایت مکمل و مدلل تحقیق حضرت حجۃ الاسلام مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات میں ملتی ہے۔ اس کا بھی خلاصہ ملاحظہ کیجئے۔ آپ کے نزدیک انبیاء کرام علیہم السلام تمام صغائر و کبائر سے قبل نبوت اور بعد نبوت ہر زمانے میں معصوم معصوم ہوتے ہیں مندرجہ ذیل ہر دور میں آپ کے مکتوب گرائی سے ماخوذ ہیں۔

(1) قرآن مجید میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت مطلقہ کا امر کیا گیا ہے جب ہر معاملہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع ضروری ہوئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عصمت ضروری ٹھہری۔ ورنہ معصیت میں بھی اتباع ماننی پڑے گی جو اللہ کا حکم نہیں ہوسکتا۔

حق تعالیٰ نے فرمایا: ''میں نے جن وانس کو صرف عبادت کے لئے پیدا کیا ہے''۔ ظاہر ہے کہ معصیت عبادت و طاعت کی ضد ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اندر مادۂ شیطانی نہیں ہے جس سے معصیتوں کا صدور ہوتا ہے۔ عام انسانوں میں چونکہ مادہ مَلکی اور مادۂ شیطانی دونوں ہوتے ہیں اس لئے ان سے دونوں کے لوازم و آثار یعنی اچھے بُرے اعمال بھی صادر ہوتے ہیں۔ ملائکہ میں چونکہ صرف نیکی کا مادہ ودیعت کیا گیا ہے، وہ صرف نیک اعمال کرتے ہیں، گناہ نہیں کر سکتے۔ اس کے برعکس شیاطین میں صرف مادۂ معصیت و کفر رکھا گیا ہے ان سے کفر و معصیت ہی کا صدور ہوتا ہے۔ ایمان و اعمالِ صالحہ کا نہیں ہوسکتا۔

نبی کریم ﷺ کے اندر چونکہ صرف مادہ مَلکی ودیعت کیا گیا ہے، اس لیے ان سے بھی ملائکہ کی طرح صرف نیکیاں صادر ہوں گی۔ اس لئے وہ معصوم ہیں، اور ان کی کامل اتباع کا حکم دیا گیا ہے اور چونکہ خود حضور اکرم ﷺ کو حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ انبیاء سابقین علیہم السلام کے طریقوں کی پیروی کیجئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ سب بھی معصوم تھے، ورنہ یہاں حضور ﷺ کو ان کی مطلق اتباع واقتداء کا حکم نہ ہوتا۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں اس امر کی بھی وضاحت فرمادی ہے کہ اگرچہ انبیاء علیہم السلام کی ذات میں وہ قوت نہیں ہوتی جو صدورِ عصیان کا اقتضاء کرتی ہے، مگر کسی خارجی وعارضی سبب سے صدورِ عصیان کا امکان ضرور باقی رہتا ہے۔ اسی لیے قدرت ان کی نگہبان رہتی ہے۔ اور اس قسم کی نافرمانی سے بھی بچالیتی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا:

آیت 251:۔ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ○ (یوسف: ۲۴)

ترجمہ: ایسا ہوا، تاکہ ہم اس سے بدی اور بے حیائی کو دور کردیں، درحقیقت وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے تھے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ اس آیت سے چند فوائد معلوم ہوئے:

۱۔ جو نوع سوء اور فحشاء کی تعریف میں نہ آتی ہو، اس کا صدور کسی عارضی وجہ سے متمنٰی ہوسکتا ہے۔

۲۔ سوء وفحشاء کا تحقق خارجی اسباب سے یہاں بھی ہوسکتا ہے۔

۳۔ اس امکانِ مذکور کے باوجود قدرت ان کے صدور سے بھی نگہبان رہتی ہے۔

پھر لکھا: معصومیت بایں معنیٰ کہ ذاتِ معصوم میں صدورِ معاصی کا منشا بھی نہ ہو، صرف انبیاء علیہم السلام کا خاصہ ہے۔ اولیاء اللہ کی بھی یہ شان نہیں۔ البتہ بعض آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی بھی حفاظت فرماتے ہیں۔ تو ان کا درجہ محفوظیت کا ہے جو معصومیت سے کم تر ہے۔

(2) قرآن مجید میں ہے:

آیت 252:۔ عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ○ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ

رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ○ (الجن: ۲۷،۲۷)

ترجمہ وہ عالم الغیب ہے، اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ سوائے اُس رسول کے جسے اُس نے پسند کرلیا ہو تو اس کے آگے اور پیچھے وہ محافظ لگا دیتا ہے۔

معلوم ہوا کہ پیغمبروں کے علوم واخبار میں غلطی کا کوئی امکان نہیں۔ اس کے علاوہ انبیاء علیہم السلام کا اپنے تمام اعمالِ زندگی میں معصوم ہونا، وہ بھی اسی آیت سے ثابت ہے۔ جس کے لیے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا طریقِ استدلال یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام رسولوں کو اپنا برگزیدہ وپسندیدہ فرمایا اور یہاں کوئی قید وشرط بھی نہیں کہ فلاں عمل کے باعث وہ مرتضیٰ ہوئے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ وہ اپنی پوری زندگی کے اعمال کی رُو سے برگزیدہ وپسندیدہ ہیں اور یہی شانِ عصمت ہے۔ (انوار الباری ج ۳ ص ۱۳۸)

باب 9

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص وامتیازات

9.1: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین ہیں

قرآن پاک میں ہے۔

آیت 1: مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا۔ (الاحزاب: ۴۰)

ترجمہ (لوگو!) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں، اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔

تمام مفسرین رحمۃ اللہ علیہم کا اس پر اتفاق ہے کہ خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی کو منصب نبوت پر فائز نہیں کیا جائے گا۔

امام حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فَهٰذِهِ الْاٰيَةُ نَصٌّ فِي أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ، وَإِذَا كَانَ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ فَلَا رَسُولَ بَعْدَهُ بِطَرِيقِ الْأَوْلٰى وَالْأَحْرٰى، لِأَنَّ مَقَامَ الرِّسَالَةِ أَخَصُّ مِنْ مَقَامِ النُّبُوَّةِ، فَإِنَّ كُلَّ رَسُولٍ نَبِيٌّ، وَلَا يَنْعَكِسُ. وَبِذٰلِكَ وَرَدَتِ الْأَحَادِيثُ الْمُتَوَاتِرَةُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حَدِيثِ جَمَاعَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ.

(تفسیر القرآن العظیم، لابن کثیر، ج٦ ص ٤٢٨)

ترجمہ یہ آیت اس مسئلہ میں نص اور صریح ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور جب

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں، تو رسول بدرجۂ اولیٰ نہیں ہوسکتا۔ اور اس مسئلہ پر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی ورسول نہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی متواتر احادیث وارد ہیں، جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی جماعت سے مروی ہیں۔

□ وَالْأَحَادِيثُ فِي هٰذَا كَثِيرَةٌ، فَمِنْ رَحْمَةِ اللهِ تَعَالَى بِالْعِبَادِ إِرْسَالُ مُحَمَّدٍ، صَلَوَاتُ اللهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ، إِلَيْهِمْ. ثُمَّ مِنْ تَشْرِيفِهِ لَهُمْ خَتْمُ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ بِهِ، وَإِكْمَالُ الدِّينِ الْحَنِيفِ لَهُ. وَقَدْ أَخْبَرَ تَعَالَى فِي كِتَابِهِ، وَرَسُولِهِ فِي السُّنَّةِ الْمُتَوَاتِرَةِ عَنْهُ: أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ؛ لِيَعْلَمُوا أَنَّ كُلَّ مَنِ ادعى هذا المقام بعده فَهُوَ كَذَّابٌ أَفَّاكٌ، دَجَّالٌ ضَالٌّ مُضِلٌّ، وَلَوْ تَخَرَّقَ وَشَعْبَذَ، وَأَتَى بِأَنْوَاعِ السِّحْرِ وَالطَّلَاسِمِ والنيرجيّات، فَكُلُّهَا مُحَالٌ وَضَلَالٌ عِنْدَ أُولِي الْأَلْبَابِ.

(تفسير القرآن العظيم، لابن كثير، ج٦ ص٤٣٠، ٤٣١)

ترجمہ احادیث مبارکہ اس باب میں بہت ہی زیادہ ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل ورحمت سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بندوں کی طرف مبعوث کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ختم الانبیاء والمرسلین بنایا۔ دین حنیف کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کامل واکمل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں اس کی خبر بتلادی ہے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیثِ متواترہ میں اس کو بیان کر دیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہے، تاکہ سب لوگ اس کو جان لیں کہ جس نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا، تو وہ بہت بڑا جھوٹا، جھوٹ گھڑنے والا، مکار، دجال، گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے، اگرچہ بڑے بڑے خرق عادت کام بھی کر ڈالے، اور شعبدہ بازی کرے، اور بہت بڑے جادو، طلسم وغیرہ کر کے دکھلا دے۔ پس اہل علم ودانش کے ہاں یہ سب محال اور گمراہی ہے۔

□ وهذه الألفاظ عند جماعة علماء الأمة خلفا وسلفا متلقاة على العموم التام مقتضية نصا أنه لا نبي بعده صلى الله عليه وسلم۔

(المحرر الوجيز في تفسير الكتاب العزيز، بن عطية الأندلسي، ج٤ ص٣٨٨)

□ قَالَ ابْنُ عَطِيَّةَ: هٰذِهِ الْأَلْفَاظُ عند جَمَاعَةُ عُلَمَاءِ الْأُمَّةِ خَلَفًا وَسَلَفًا

مُتَلَقَّاةٌ عَلَى الْعُمُومِ التَّامِّ مُقْتَضِيَةٌ نَصًّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (الجامع لأحكام القرآن=تفسیر القرطبی، ج ۱۴ ص ۱۹۶)

ترجمہ ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خاتم النبیین کے یہ الفاظ تمام قدیم وجدید علماء امت کے نزدیک کامل عموم پر ہیں جو نص قطعی کے ساتھ تقاضا کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی بھی نبی نہیں۔

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ "الاقتصاد" میں فرماتے ہیں

أن الأمة فهمت بالإجماع من هذا اللفظ ومن قرائن أحواله أنه أفهم عدم نبي بعده أبداً وعدم رسول الله أبداً وأنه ليس فيه تأويل ولا تخصيص فمنكر هذا لا يكون إلا منكر الإجماع.

(الاقتصاد فی الاعتقاد ص ۱۳۷)

ترجمہ بے شک امت نے بالاجماع اس لفظ (خاتم النبیین) کا یہ مطلب سمجھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی (اور رسول) نہ ہوگا۔ اور اس پر اجماع ہے کہ اس لفظ میں کوئی تاویل و تخصیص نہیں۔ پس اس کا منکر یقیناً اجماع امت کا منکر ہے۔

آیت 2:۔ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ. (آل عمران: ۸۵)

ترجمہ اس فرماں برداری (اسلام) کے سوا جو شخص کوئی اور طریقہ اختیار کرنا چاہے اُس کا وہ طریقہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور آخرت میں وہ ناکام ونامراد رہے گا۔

اعلم ان الاجماع قد انعقد على انه ﷺ خاتم المرسلين كما انه خاتم النبيين وان كان المراد بالنبيين فى الآية هم المرسلين.

(الیواقیت والجواہر: ج ۲ ص ۳۷)

□ قَوْلُهُ: "وَكُلُّ دَعْوَى النُّبُوَّةِ بَعْدَهُ فَغَيٌّ وَهَوًى".

ش: لَمَّا ثَبَتَ أَنَّهُ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ، عُلِمَ أَنَّ مَنِ ادَّعَى بَعْدَهُ النُّبُوَّةَ فَهُوَ كَاذِبٌ. (شرح العقيدة الطحاوية. لابن أبي العز، ص ۱٦٦)

ترجمہ حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بعد ہر قسم کی نبوت کا

دعویٰ گمراہی اور خواہشِ نفس کی پیروی ہے''۔

شرح جب یہ بات طے شدہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ خاتم النبیین ہیں، تو اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جو بھی آپ ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے گا، وہ جھوٹا ہے۔

9.2:۔ ختمِ نبوت پر احادیثِ متواترہ موجود ہیں

حضور اکرم ﷺ نے متواتر احادیث میں اپنے خاتم النبیین ہونے کا اعلان فرمایا ہے، اور ختم نبوت کی ایسی تشریح بھی فرما دی ہے کہ اس کے بعد آپ ﷺ کے آخری نبی ہونے میں کسی شک وشبہ اور تاویل کی گنجائش باقی نہیں رہی۔

حدیث 1: ۔حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِنَّ مَثَلِي وَمَثَلَ الأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِي، كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى بَيْتًا فَأَحْسَنَهُ وَأَجْمَلَهُ، إِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِيَةٍ، فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوفُونَ بِهِ، وَيَعْجَبُونَ لَهُ، وَيَقُولُونَ هَلَّا وُضِعَتْ هَذِهِ اللَّبِنَةُ؟"۔ قَالَ: "فَأَنَا اللَّبِنَةُ وَأَنَا خَاتِمُ النَّبِيِّينَ"۔ (بخاری رقم 3535؛ مسلم رقم 22۔2286)

ترجمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میری اور مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص نے بہت ہی حسین وجمیل محل بنایا، مگر اس کے کسی کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔ لوگ اس کے گرد گھومنے اور اس پر عش عش کرنے لگے اور یہ کہنے لگے کہ یہ ایک اینٹ بھی کیوں نہ لگا دی گئی؟''۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں وہی (کونے کی آخری) اینٹ ہوں اور میں نبیوں کو ختم کرنے والا ہوں''۔

حدیث 2: ۔حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ إِبْرَاهِيمَ بْنَ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ: "أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ، مِنْ مُوسَى، إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي"۔ (بخاری رقم 4416؛ مسلم رقم 30۔2404)

ترجمہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے

فرمایا: ''تم مجھ سے وہی نسبت رکھتے ہو جو حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھی مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں''۔

حدیث 3:۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي أَسْمَاءَ الرَّحَبِيِّ، عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "... وَإِنَّهُ سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي ثَلَاثُونَ كَذَّابُونَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي". هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ۔ (ترمذی رقم 2219)

حدیث 4:۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي أَسْمَاءَ، عَنْ ثَوْبَانَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "... وَإِنَّهُ سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي كَذَّابُونَ ثَلَاثُونَ، كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ، وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ...."

(صحیح: سنن أبي داود، رقم 4252؛ مسند احمد رقم 22395؛ ابن ماجہ رقم 3952؛ ابن حبان رقم 6714، 7238؛ البدع والنهي عنها، لابن وضاح رقم 252؛ قال الحاكم: هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ، و قال الذهبي أيضاً: على شرط البخاري و مسلم: مستدرک حاکم رقم 8390؛ حلية الأولياء وطبقات الأصفياء ج ۲ ص ۲۸۹؛ وأبو عمرو الداني في الفتن، رقم 442، 444)

ترجمہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میری امت میں تیس (30) جھوٹے پیدا ہوں گے۔ ہر ایک یہی کہے گا کہ میں نبی ہوں، حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کسی قسم کا نبی نہیں''۔

حدیث 5:۔ حَدَّثَنَا الحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الزَّعْفَرَانِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الْمُخْتَارُ بْنُ فُلْفُلٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُولَ بَعْدِي وَلَا نَبِيَّ". الحديث

(ترمذی رقم 2272)

ترجمہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بلاشبہ

رسالت ونبوت ختم ہو چکی ہے۔ پس میرے بعد نہ کوئی رسول ہے اور نہ نبی''۔

حدیث 6:۔(خ م ت) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنهما قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: ("مَثَلِي وَمَثَلُ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِي كَرَجُلٍ بَنٰى بَيْتًا فَأَحْسَنَهُ وَأَجْمَلَهُ (بخاری رقم 3342؛ مسلم رقم 2286)(وَتَرَكَ مِنْهُ مَوْضِعَ لَبِنَةٍ (ترمذی رقم 3613؛ بخاری رقم 3342) (مِنْ زَاوِيَةٍ مِنْ زَوَايَاهُ) (مسلم رقم 2286؛ بخاری رقم 3342) (فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوفُونَ بِالْبِنَاءِ) (ترمذی رقم 3613؛ بخاری رقم 3342)(وَيُعْجِبُهُمْ، وَيَقُولُونَ: مَا رَأَيْنَا بُنْيَانًا أَحْسَنَ مِنْ هٰذَا، إِلَّا هٰذِهِ اللَّبِنَةَ، هَلَّا وَضَعْتَ هٰذِهِ اللَّبِنَةَ فَيَتِمَّ بُنْيَانُكَ؟) (مسلم رقم 2286؛ بخاری رقم 3342)۔(قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: فَكُنْتُ أَنَا تِلْكَ اللَّبِنَةَ) (مسلم رقم 2286؛ بخاری رقم 3342) (وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ) (بخاری رقم 3342؛ مسند احمد 9156) وفی رواية: "وَأَنَا فِي النَّبِيِّينَ مَوْضِعُ تِلْكَ اللَّبِنَةِ"۔ (ترمذی رقم 3613؛ مسند احمد رقم 9326)

(الجامع الصحيح للسنن والمسانيد لصهيب عبد الجبار ج1 ص435؛ ج21 ص1)

ترجمہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میری اور مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص نے بہت ہی حسین وجمیل محل بنایا، مگر اس کے کسی کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔ لوگ اس کے گرد گھومنے اور اس پر عش عش کرنے لگے اور یہ کہنے لگے: ''ہم نے اس سے بہتر کوئی عمارت نہیں دیکھی، مگر اس میں اس اینٹ کی کمی رہ گئی ہے، یہ ایک اینٹ بھی کیوں نہ لگا دی گئی؟ تاکہ اپنی عمارت مکمل کر لیتے''۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں وہی (کونے کی آخری) اینٹ ہوں اور میں نبیوں کو ختم کرنے والا ہوں''۔ دوسری روایت میں ہے: ''میں نبیوں میں اس اینٹ کی جگہ میں ہوں''۔

حدیث 7:۔(حم حب ك): عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رضی الله عنه قَالَ: (قَالَ رَجُلٌ لِرَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم: يَا رَسُولَ اللهِ! أَخْبِرْنَا عَنْ نَفْسِكَ) (مستدرک حاکم رقم 4174) (كَيْفَ كَانَ أَوَّلُ شَأْنِكَ؟) (مسند احمد رقم 17685) (قَالَ:

"نَعَمْ) (الطبقات الکبریٰ لابن سعد: 341) (إِنِّي عَبْدُ اللهِ) (مسند احمد رقم 17190) (وَمَكْتُوبٌ فِي أُمِّ الْكِتَابِ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ) (مسند الشامیین: رقم 1455) (وَإِنَّ آدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِي طِينَتِهِ، وَسَأُنَبِّئُكُمْ بِأَوَّلِ ذٰلِكَ. أَنَا دَعْوَةُ أَبِي إِبْرَاهِيمَ، وَبِشَارَةُ عِيسٰى، وَرَأَتْ أُمِّي حِينَ حَمَلَتْ بِي أَنَّهُ خَرَجَ مِنْهَا نُورٌ أَضَاءَ لَهَا قُصُورَ بُصْرٰى مِنْ أَرْضِ الشَّامِ) (مستدرک حاکم رقم 4174؛ مسند احمد رقم 17190) (وَاسْتُرْضِعْتُ) (الطبقات الکبریٰ لابن سعد: 341) (فَكَانَتْ حَاضِنَتِي مِنْ بَنِي سَعْدِ بْنِ بَكْرٍ) (مسند احمد رقم 17685) (فَانْطَلَقْتُ أَنَا وَابْنٌ لَهَا فِي بَهْمٍ لَنَا، وَلَمْ نَأْخُذْ مَعَنَا زَادًا، فَقُلْتُ: يَا أَخِي! اذْهَبْ فَأْتِنَا بِزَادٍ مِنْ عِنْدِ أُمِّنَا. فَانْطَلَقَ أَخِي وَمَكَثْتُ عِنْدَ الْبَهْمِ) (مسند احمد رقم 17685) (فَأَتَانِي رَجُلَانِ عَلَيْهِمَا ثِيَابٌ بِيضٌ) (الطبقات الکبریٰ لابن سعد: 341) (بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مَمْلُوءَةٍ ثَلْجًا) (البدایہ والنہایہ: 2/275)۔ (فَقَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ: أَهُوَ هُوَ؟ فَقَالَ الْآخَرُ: نَعَمْ ۔ فَأَخَذَانِي فَبَطَحَانِي لِلْقَفَا، فَشَقَّا بَطْنِي، ثُمَّ اسْتَخْرَجَا قَلْبِي فَشَقَّاهُ) (دارمی رقم 13) (فَاسْتَخْرَجَا مِنْهُ عَلَقَةً سَوْدَاءَ فَطَرَحَاهَا) (الطبقات الکبریٰ لابن سعد: 341) (ثُمَّ قَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ: ائْتِنِي بِمَاءِ ثَلْجٍ. فَغَسَلَ بِهِ جَوْفِي، ثُمَّ قَالَ: ائْتِنِي بِمَاءِ بَرَدٍ، فَغَسَلَ بِهِ قَلْبِي، ثُمَّ قَالَ: "ائْتِنِي بِالسَّكِينَةِ"۔ فَذَرَّهَا فِي قَلْبِي، ثُمَّ قَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ: "حُصْهُ"۔ فَحَاصَهُ وَخَتَمَ عَلَيْهِ بِخَاتَمِ النُّبُوَّةِ، ثُمَّ قَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ: "اجْعَلْهُ فِي كِفَّةٍ، وَاجْعَلْ أَلْفًا مِنْ أُمَّتِهِ فِي كِفَّةٍ"۔ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: "فَإِذَا أَنَا أَنْظُرُ إِلَى الْأَلْفِ فَوْقِي أُشْفِقُ أَنْ يَخِرَّ عَلَيَّ بَعْضُهُمْ"۔ فَقَالَ: "لَوْ أَنَّ أُمَّتَهُ وُزِنَتْ بِهِ لَمَالَ بِهِمْ"۔ ثُمَّ انْطَلَقَا وَتَرَكَانِي. قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: وَفَرِقْتُ فَرَقًا شَدِيدًا، ثُمَّ انْطَلَقْتُ إِلَى أُمِّي فَأَخْبَرْتُهَا بِالَّذِي لَقِيتُ، فَأَشْفَقَتْ أَنْ يَكُونَ قَدِ الْتَبَسَ بِي، فَقَالَتْ: "أُعِيذُكَ بِاللهِ"۔ فَرَحَلَتْ بَعِيرًا لَهَا، فَجَعَلَتْنِي عَلَى الرَّحْلِ وَرَكِبَتْ خَلْفِي حَتّٰى بَلَغْنَا إِلٰى أُمِّي. فَقَالَتْ: "أَدَّيْتُ أَمَانَتِي وَذِمَّتِي؟"۔ وَحَدَّثْتُهَا بِالَّذِي لَقِيتُ، فَلَمْ

يَرُعْهَا ذٰلِكَ. وَقَالَتْ: "إِنِّي رَأَيْتُ حِينَ خَرَجَ مِنِّي شَيْئًا، يَعْنِي: نُورًا أَضَاءَتْ مِنْهُ قُصُورُ الشَّامِ" (دارمی رقم 13؛ مسند احمد رقم 17685) (صححه الألبانی فی المشكاة: 5759, والصَّحِيحَة: 373, 1545, 1546, 1925, 2529؛ صحيح السيرة ص16 وما بعدها)

(الجامع الصحيح للسنن والمسانيد لصهيب عبد الجبار ج 1 ص 436؛ ج 14 ص 237؛ ج 17 ص 347؛ ج 21 ص 470)

ترجمہ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بارے میں خبر دیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی شان اور حالت کیا تھی؟''۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں۔ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ میں اُمّ الکتاب (لوحِ محفوظ) میں خاتم النبیین لکھا گیا ہوں۔ جب کہ حضرت آدم علیہ السلام ابھی گارے کی شکل میں ہی پڑے ہوئے تھے (یعنی ان میں روح نہیں پھونکی گئی تھی)۔ میں تمہیں اپنے اوّل حالات کے بارے میں بتاتا ہوں: میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں، میری ماں نے دورانِ حمل خواب میں دیکھا کہ اُن سے ایک ایسی روشنی نمودار ہوئی جس نے ملکِ شام کے شہر ''بُصریٰ'' کے محلات کو روشن کر دیا ہے۔ میرے لیے دودھ پلانے والی دائی تلاش کی گئی جو قبیلہ بنی سعد بن بکر کی تھیں۔ پھر ایک دن میں اور اس کا بیٹا اپنی بکریوں کو چرانے کے لیے لے کر گئے۔ ہم اپنے ساتھ اس روز کھانا لے کر نہ گئے تھے۔ پھر میں نے کہا: ''اے میرے بھائی! تم جاؤ اور ہمارے لیے ہماری امی جان سے کھانا لے کر آؤ''۔ میرا بھائی چلا گیا اور میں بکریوں کے پاس ہی ٹھہر گیا۔ پھر سفید کپڑوں میں ملبوس دو آدمی میرے پاس آئے۔ جن کے پاس برف سے بھرا ہوا ایک سونے کا تھال تھا۔ پھر ان دونوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: ''کیا یہ وہی ہے؟''۔ دوسرے نے کہا: ''ہاں، یہ وہی ہے''۔ پھر ان دونوں نے مجھے پکڑا، اور مجھے کمر کی جانب لٹا دیا۔ پھر ان دونوں نے میرے پیٹ کو شق کیا، پھر میرے دل کو باہر نکالا، پھر اس کو شق کیا۔ پھر اس میں سے سیاہ رنگ کا جما ہوا خون نکالا۔ پھر ان

دونوں نے اس کو باہر پھینک دیا۔ پھر ایک نے دوسرے سے کہا: ''میرے پاس برف کا پانی لاؤ، پھر اس پانی سے میرے پیٹ کے اندرونی حصہ کو دھویا۔ پھر کہنے لگا: ''میرے پاس ٹھنڈا پانی لاؤ''۔ پھر اس نے اس سے میرے دل کو دھویا، پھر وہ کہنے لگا: ''میرے پاس طمانینت، رعب و دبدبہ اور عزت و وقار لاؤ''۔ پھر اس کو میرے دل میں پیوست کر دیا۔ پھر ایک نے دوسرے سے کہا: ''اس کی سلائی کر دو''۔ پھر اس نے اس کی سلائی کر دی۔ اور اس کے اوپر ختمِ نبوت کی مہر لگا دی۔ پھر ایک نے دوسرے سے کہا: ''اس کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھو، اور دوسرے پلڑے میں اس کی اُمت کے ایک ہزار آدمیوں کو رکھو''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''(میرا پلڑا بہت زیادہ جھک گیا اور دوسرا پلڑا بہت زیادہ اونچا ہو گیا)۔ میں ان ہزار آدمیوں کو دیکھتا ہوں (ہلکے وزن ہونے کی وجہ سے) میرے اوپر آ گئے ہیں۔ مجھے یہ خوف دامن گیر ہوا کہ کہیں ان میں بعض میرے اوپر نہ گر جائیں''۔ پھر اس نے کہا: ''اگر اس کی ساری اُمت بھی اس کے ساتھ وزن کی جائے، تو یہ سب پر بھاری ہوں گے''۔ پھر وہ دونوں چلے گئے، اور مجھے وہیں چھوڑ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میں بہت زیادہ خوف زدہ ہو گیا۔ پھر میں اپنی امی جان (حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا) کے پاس چلا گیا۔ میں نے اُن کو اس سارے واقعہ کی خبر بتا دی۔ وہ اس بات سے ڈر گئی کہ میرے ساتھ دوبارہ ایسا واقعہ پیش نہ آ جائے۔ تو وہ کہنے لگیں: ''میں تجھے اللہ کی پناہ میں دیتی ہوں''۔ پھر اس نے اپنے اونٹ پر کجاوہ باندھا۔ پھر مجھے آگے بٹھایا اور خود میرے پیچھے بیٹھ گئیں۔ یہاں کہ ہم اپنی امی جان (حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا) کے پاس جا پہنچے۔ پھر وہ کہنے لگیں: ''میں نے اپنی امانت اور ذمہ داری کو آپ کے سپرد کر دیا؟''۔ پھر انھوں نے میرے ساتھ پیش آنے والے اس واقعہ کو بیان کر دیا۔ لیکن اس سے میری والدہ بالکل نہ گھبرائیں۔ اور فرمانے لگیں: ''میں نے دیکھا ہے کہ مجھ سے ایک نور نکلا ہے جس نے شام کے محلات کو روشن کر دیا ہے''۔

حدیث 8: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا تَقُومُ

السَّاعَةُ حَتّٰى يُبْعَثَ دَجَّالُونَ كَذَّابُونَ، قَرِيبٌ مِنْ ثَلَاثِينَ، كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ رَسُولُ اللهِ"۔

(صحيح على شرط الشيخين: مسند أحمد رقم 7228، 8137، 10865: مسلم ص 2239 رقم 84 بخاری رقم 3609، 7121: ابن وضاح فی "البدع" ص 86، الخطیب فی "تاریخه" 34/3: ترمذی رقم 2218، البغوی رقم 4244)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی، جب تک تیس (30) کے قریب جھوٹے دجال نبوت کے دعوے دار بن کر ظاہر نہیں ہوں گے''۔

حدیث 9:۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي أَسْمَاءَ الرَّحَبِيِّ، عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "... وَإِنَّهُ سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي ثَلَاثُونَ كَذَّابُونَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي"۔ هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ.

(صحیح: ترمذی رقم 2219؛ سنن أبي داود، رقم 4252؛ مسلم رقم؛ (2889)، ترمذی رقم 2317، 2379، ابن ماجه رقم 3952،10: "مسند أحمد" رقم 22394، صحیح ابن حبان رقم 6714، 7238)

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت میں تیس جھوٹے پیدا ہوں گے۔ ہر ایک یہی کہے گا کہ میں نبی ہوں حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کسی قسم کا نبی نہیں''۔

حدیث 10:۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا مُعَاذٌ يَعْنِي ابْنَ هِشَامٍ، قَالَ: وَجَدْتُ فِي كِتَابِ أَبِي بِخَطِّ يَدِهِ وَلَمْ أَسْمَعْهُ مِنْهُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ، أَنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "فِي أُمَّتِي كَذَّابُونَ وَدَجَّالُونَ سَبْعَةٌ وَعِشْرُونَ: مِنْهُمْ أَرْبَعُ نِسْوَةٍ، وَإِنِّي خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي"۔

(صحیح: مسند أحمد، رقم 23358: الطبرانی فی "الکبیر" رقم 3026: الطحاوی فی "شرح

المشکل الآثار- رقم 2953، الطبرانی فی "الأوسط- رقم 5446؛ البزار رقم 2888)

ترجمہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میری اُمت میں ستائیس (27) جھوٹے پیدا ہوں گے، ان میں چار (4) عورتیں ہوں گی، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ میں خاتم النبیین (آخری نبی) ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا''۔

حدیث 11:۔ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"وَإِنَّهُ وَاللهِ! لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَخْرُجَ ثَلَاثُونَ كَذَّابًا آخِرُهُمُ الْأَعْوَرُ الدَّجَّالُ. الحدیث. (مسند أحمد، ج ۳۳ ص ۳۴۸، ۳۴۹، رقم 20178)

ترجمہ اللہ کی قسم! قیامت قائم نہ ہوگی جب تک تیس جھوٹے دجّال ظاہر نہ ہوجائیں۔ اس سلسلے کی آخری کڑی کانا مسیح دجال ہوگا''۔

تنبیہ مسیح دجال پہلے نبوت کا دعویٰ کرے گا۔ اس کے بعد خدائی کا دعویٰ کرے گا۔

حدیث 12:۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي أَسْمَاءَ الرَّحَبِيِّ، عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَلْحَقَ قَبَائِلُ مِنْ أُمَّتِي بِالْمُشْرِكِينَ، وَحَتّٰى يَعْبُدُوا الْأَوْثَانَ، وَإِنَّهُ سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي ثَلَاثُونَ كَذَّابُونَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي". هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ.

(ترمذی رقم 2219)

ترجمہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت برپا نہیں ہوگی:

۱ یہاں تک کہ میری اُمت کے کچھ قبیلے مشرکین کے ساتھ مل جائیں گے۔

۲ یہاں تک کہ وہ مورتیوں کی پوجا کریں گے۔

۳ عنقریب ہوں گے میری اُمت میں تیس (30) بڑے جھوٹے، اس کا دعویٰ کرنے والے ہوں گے کہ وہ نبی ہیں، حالانکہ میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں''۔

9.3:۔ ''تحذیر الناس'' میں ختم نبوت پر دلائل کا خلاصہ

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''تحذیر الناس'' میں ختم نبوت پر جو دلائل لائے ہیں، اس کا خلاصہ یہ ہے:

سید المرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسے امت کے نبی ہیں اسی طرح انبیاء علیہم السلام کے بھی نبی ہیں جس کے دلائل یہ ہیں:

آیت 3:۔ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ۔ (آل عمران:۸۱)

ترجمہ یاد کرو، اللہ نے پیغمبروں علیہم السلام سے عہد لیا تھا کہ: ''آج میں نے تمہیں کتاب اور حکمت و دانش سے نوازا ہے، کل اگر کوئی دوسرا رسول تمہارے پاس اُسی تعلیم کی تصدیق کرتا ہوا آئے جو پہلے سے تمہارے پاس موجود ہے، تو تم کو اس پر ایمان لانا ہوگا اور اس کی مدد کرنی ہوگی''۔ یہ ارشاد فرما کر اللہ نے پوچھا: ''کیا تم اِس کا اقرار کرتے ہو اور اِس پر میری طرف سے عہد کی بھاری ذمہ داری اُٹھاتے ہو؟''۔ انہوں نے کہا: ''ہاں، ہم اقرار کرتے ہیں''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اگر (حضرت) موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو میرا ہی اتباع کرتے''۔

نزول کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر عمل کریں گے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی الانبیاء ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام سے مرتبہ میں فائق ہیں۔ کوئی اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کا ہے اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر۔ اور سلسلہ نبوت مرتبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک جا کر ختم ہو جاتا ہے۔

اور چونکہ نبوت کمالات علمی سے ہے تو نبوت میں تمام انبیاء علیہم السلام سے فائق بلند مرتبہ ہونے کا مطلب یہ ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیگر تمام انبیاء علیہم السلام سے زیادہ علم حاصل ہے اور یہی وجہ

ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن ملا جو تبیاناً لکل شئ ہے یعنی ایسی کتاب ہے جس میں تمام علوم ہدایت اور اصول دین اور فلاح دارین سے متعلق ضروری امور کا نہایت مکمل اور واضح بیان ہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن ہی ملنا تھا جس کے بارے میں یہ محکم وعدہ الٰہی ہے:

آیت 4:۔ اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ۔ (الحجر:۹)

ترجمہ رہا یہ ذکر، تو اس کو ہم نے نازل کیا ہے اور ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔

تو قرآن کے علوم کا باقی اور محفوظ رہنا بھی ضروری تھا۔ اب اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے پہلے آتے یا سلسلہ نبوت کے درمیان میں آتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آنے والے انبیاء علیہم السلام کا دین اگر دین محمدی کے مخالف ہوتا تو اعلیٰ کا ادنیٰ سے منسوخ ہونا لازم آتا حالانکہ خود اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

آیت 5:۔ مَا نَنۡسَخۡ مِنۡ اٰيَةٍ اَوۡ نُنۡسِهَا نَاۡتِ بِخَيۡرٍ مِّنۡهَاۤ اَوۡ مِثۡلِهَا ؕ اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ۔ (البقرہ:۱۰۶)

ترجمہ ہم اپنی جس آیت کو منسوخ کر دیتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں، اس کی جگہ اس سے بہتر لاتے ہیں یا کم از کم ویسی ہی۔ کیا تم جانتے نہیں ہو کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے؟

انبیاء علیہم السلام متاخرین کا دین اگر مخالف نہ ہوتا تو چونکہ وحی انبیاء علیہم السلام کا خاصہ لازم ہے، اس لئے ان پر وحی آتی اور افاضہ علوم کیا جاتا ہے اور اس صورت میں اگر وحی علوم محمدی ہی ہوتے تو اس کی کیا ضرورت ہوتی؟ اور اگر علوم محمدی کے علاوہ ہوتے تو پھر قرآن کا تِبۡيَانًا لِّكُلِّ شَىۡءٍ ہونا غلط ہوتا۔

لہٰذا ضروری ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے آخر میں آئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی بھی نبی نہ ہو۔ بالفاظ دیگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاتمیت مرتبہ (یعنی مرتبہ نبوت کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ختم ہونے) کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاخر زمانی (یعنی تمام انبیاء علیہم السلام کے بعد ہونا) لازم ہے۔

(تَحۡذِيۡرُ النَّاسِ مِنۡ إِنۡكَارِ أَثَرِ إِبۡنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ، ص ۴۴ تا ۵۳۔ المولف: حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۹۷ھ)۔ الناشر: مکتبہ حفیظیہ، مکی مسجد، گوجرانوالہ، ۱۹۸۷ء)

9.4:۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مدعیٔ نبوت سے دلیل طلب کرنا کفر ہے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی شخص کسی جھوٹے مدعیٔ نبوت سے دلیل یا معجزے کا مطالبہ کرے،تو وہ بھی دائرۂ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔اس لیے کہ یہ مطالبہ عقیدۂ ختم نبوت میں شک کے مترادف ہے۔

فهذا الإمام أبو حنيفة رحمه الله تعالى: تنبأ رجل فى زمنه وطلب الإمهال حتى يأتى بالعلامات، يقول الإمام أبو حنيفة: "من طلب منه علامة فقد كفر لقوله صلى الله عليه وسلم: "لا نبى بعدى...".

(مناقب الإمام أبي حنيفة للمكي 161/1؛ أصول الدين عند الإمام أبي حنيفة، ص ٤٨٧۔ المؤلف: محمد بن عبد الرحمن الخميس. الناشر: دار الصميعي، المملكة العربية السعودية)

وتنبأ رجل فى زمن ابى حنيفة وقال أمهلونى حتى أجىء بالعلامات فقال ابو حنيفة من طلب منه علامة فقد كفر لقوله عليه السلام (لا نبي بعدى) كذا فى مناقب الامام.

(روح البيان، لإسماعيل حقی، ج ٧ ص ١٨٨)

9.5:۔حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ونبوت تمام عالم کے لیے ہے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت اور نبوت تمام عالم کے لئے عام ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام جہان کے لئے نبی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی دعوت جن وانس سب کو شامل ہے۔جیسا کہ قرآن کریم اور احادیث متواترہ سے قطعی دلالت کے ساتھ

ثابت ہے۔

آیت 6:۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ (سبا:۲۸)

ترجمہ اور (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے تم کو تمام ہی انسانوں کے لیے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے، مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔

آیت 7:۔ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ا۟لَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ۔ (الاعراف:۱۵۸)

ترجمہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! کہو: ''اے انسانو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا پیغمبر ہوں جو زمین اور آسمانوں کی بادشاہی کا مالک ہے، اُس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے، وہی زندگی بخشتا ہے اور وہی موت دیتا ہے، پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے بھیجے ہوئے نبیِّ اُمّی پر جو اللہ اور اس کے ارشادات کو مانتا ہے، اور پیروی اختیار کرو اُس کی، اُمید ہے کہ تم راہِ راست پالو گے''۔

آیت 8:۔ تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۙ۔ (فرقان:۱)

ترجمہ نہایت متبرک ہے وہ جس نے یہ فرقان اپنے بندے پر نازل کیا تا کہ سارے جہان والوں کے لیے خبردار کردینے والا ہو۔

آیت 9:۔ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۣ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ۔ (آل عمران:۱۹)

ترجمہ اللہ کے نزدیک دین صرف الاسلام ہے۔ اس دینِ اسلام سے ہٹ کر جو مختلف طریقے اُن لوگوں نے اختیار کیے (یعنی یہودیت اور عیسائیت) جنہیں کتاب دی گئی تھی، اُن کے اس طرزِ عمل کی کوئی وجہ اس کے سوا نہ تھی کہ انہوں نے علم آجانے کے بعد آپس میں ایک دوسرے پر زیادتی کرنے کے لیے ایسا کیا اور جو کوئی اللہ کے احکام و ہدایات کی اطاعت سے انکار کردے، اللہ کو اُس سے حساب لیتے کچھ دیر نہیں

لگتی۔

آیت 10:۔اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَ اَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَ رَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا ؕ (المائدہ:۳)

ترجمہ آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لیے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے اور تمہارے لیے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کر لیا ہے۔

آیت 11:۔وَمَنۡ یَّبۡتَغِ غَیۡرَ الۡاِسۡلَامِ دِیۡنًا فَلَنۡ یُّقۡبَلَ مِنۡہُ ۚ وَ ہُوَ فِی الۡاٰخِرَۃِ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ۔ (آل عمران:۸۵)

ترجمہ اس فرماں برداری (اسلام) کے سوا جو شخص کوئی اور طریقہ اختیار کرنا چاہے اُس کا وہ طریقہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور آخرت میں وہ ناکام و نامراد رہے گا۔

حدیث میں ہے کہ جس یہودی اور نصرانی کو میری خبر پہنچے اور وہ مجھ پر ایمان نہ لائے اور اسی حالت میں مر جائے تو وہ دوزخیوں میں سے ہوگا (مسلم)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جن وانس دونوں کے رسول ہیں۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول الثقلین کہتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں جنات کا حاضر ہونا اور قرآن شریف کا سننا اور ایمان لانا اور پھر واپس جا کر اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دینا قرآن کریم کی سورت جن اور سورت احقاف میں تفصیل کے ساتھ ذکر ہے۔

حدیث 13:۔أَخْبَرَنَا أَبُو زَكَرِيَّا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدٍ الْعَنْبَرِيُّ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ السَّلَامِ، ثنا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَنْبَأَ يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَكِيمٍ، ثنا الْحَكَمُ بْنُ أَبَانَ، قَالَ: سَمِعْتُ عِكْرِمَةَ، يَقُولُ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: "إِنَّ اللهَ فَضَّلَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَهْلِ السَّمَاءِ، وَفَضَّلَهُ عَلَى أَهْلِ الْأَرْضِ". قَالُوا: "يَا ابْنَ عَبَّاسٍ! فَبِمَا فَضَّلَهُ اللهُ عَلَى أَهْلِ السَّمَاءِ". قَالَ: "قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: وَمَنْ يَقُلْ مِنْهُمْ إِنِّي إِلٰهٌ مِنْ دُونِهِ فَذٰلِكَ نَجْزِيهِ جَهَنَّمَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ. [الأنبياء: 29]. وَقَالَ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا لِيَغْفِرَ لَكَ اللهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ. [الفتح: 2] الْآيَةَ". قَالُوا: "فَبِمَا فَضَّلَهُ اللهُ عَلَى أَهْلِ الْأَرْضِ؟".

قَالَ: "إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ: وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ. [ابراهيم: 4] الْآيَةُ. وَقَالَ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا. [سبأ: 28] فَأَرْسَلَهُ إِلَى الْجِنِّ وَالْإِنْسِ".

هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ. فَإِنَّ الْحَكَمَ بْنَ أَبَانَ قَدِ احْتَجَّ بِهِ جَمَاعَةٌ مِنْ أَئِمَّةِ الْإِسْلَامِ وَلَمْ يُخَرِّجْهُ الشَّيْخَانِ. [التعليق - من تلخيص الذهبي] - صحيح

(المستدرك على الصحيحين، ج ۳ ص ۳۸۱ رقم 3335؛ المعجم الكبير، ج ۱۱ ص ۲۳۹ رقم 11610؛ شعب الإيمان، ج ۱ ص ۳۰۹، ۳۱۰ رقم 149؛ مسند الدارمي المعروف بـ (سنن الدارمي)، ج ۱ ص ۱۹۳ رقم 47؛ رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ، وَرِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ غَيْرَ الْحَكَمِ بْنِ أَبَانَ وَهُوَ ثِقَةٌ. وَرَوَاهُ أَبُو يَعْلَى بِاخْتِصَارٍ كَثِيرٍ: مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج ۸ ص ۲۵۴، ۲۵۵ رقم 13927)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام آسمان اور زمین والوں پر فضیلت دی ہے''۔ ایک شخص کہنے لگا: ''اے ابو عباس! اللہ تعالیٰ نے کس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام آسمان اور زمین والوں پر فضیلت دی ہے؟''۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: ''اللہ تعالیٰ نے آسمان والوں کے بارے میں کہا ہے:

آیت 12: وَمَنْ يَقُلْ مِنْهُمْ إِنِّي إِلٰهٌ مِّنْ دُونِهِ فَذٰلِكَ نَجْزِيهِ جَهَنَّمَ ۚ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِينَ. (الانبیاء: ۲۹)

ترجمہ اور جو اُن میں سے کوئی کہہ دے کہ اللہ کے سوا میں بھی ایک خدا ہوں، تو اُسے ہم جہنم کی سزا دیں گے، ہمارے ہاں ظالموں کا یہی بدلہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا ہے:

آیت 13: إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۙ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا. (الفتح: ۱، ۲)

ترجمہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! (یقیناً) ہم نے تم کو کھلی فتح عطا کر دی ہے، تا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری اگلی پچھلی ہر خطا سے درگزر فرمائے اور تم پر اپنی نعمت کی تکمیل کر دے اور تمہیں سیدھا راستہ دکھائے۔

پھر حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: ''اے ابوعباس! پھر اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام انبیاء علیہم السلام پر کس وجہ سے فضیلت دی ہے؟''۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

آیت 14: وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ؕ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ. (ابراہیم: ۴)

ترجمہ: ہم نے اپنا پیغام دینے کے لیے جب کبھی کوئی رسول بھیجا ہے، اس نے اپنی قوم ہی کی زبان میں پیغام دیا ہے تا کہ وہ انہیں اچھی طرح کھول کر بات سمجھائے۔ پھر اللہ جسے چاہتا ہے بھٹکا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت بخشتا ہے، وہ بالادست اور حکیم ہے۔

جب کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں فرمایا ہے:

آیت 15: وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ. (سبا: ۲۸)

ترجمہ: اور (اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم نے تم کو تمام ہی انسانوں کے لیے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے، مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام انسانوں اور جنوں کے لیے مبعوث فرمایا ہے۔

افضل الانبياء محمد ﷺ لقوله تعالى: "كنتم خير امة الآية..." عندنا في الاستدلال وجهان: احدهما: الاجماع، فهو قول لم يعرف له مخالف من اهل السنة بل من اهل القبلة كلهم. ثانيهما: الاحاديث المتظاهرة كقوله ﷺ: "ان الله فضلني على الانبياء، وفضّل امتي على الامم"، رواه الترمذي. وقوله: "انا سيد الناس يوم القيمة"، رواه مسلم. وقوله: "أنا اكرم الاولين والآخرين على الله ولا فخر"، رواه الترمذي والدارمي. وقوله: "اذا كان يوم القيمة كنت امام النبيين، وخطيبهم، وصاحب شفاعتهم، غير فخر"، رواه الترمذي. وأمثالها كثيرة.

(النبراس شرح: شرح العقائد النسفية، عبد العزيز الفريهاري، ص ۳۷)

ترجمہ سب نبیوں سے افضل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

آیت 16:۔ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (آل عمران:١١٠)

ترجمہ اب دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت واصلاح کے لیے میدان میں لایا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

ہمارا استدلال دو وجہ سے ہے:

اوّل اجماع۔ پس جو شخص اس کو پہچانتا نہیں ہے، وہ اہل السنت والجماعت کا مخالف ہے، بلکہ تمام اہل اسلام کی مخالفت کرنے والا ہے۔

دوم اس مسئلہ میں بہت سی احادیثِ مبارکہ ہیں:

حدیث 14:۔ "إِنَّ اللهَ فَضَّلَنِي عَلَى الْأَنْبِيَاءِ"، أَوْ قَالَ: "أُمَّتِي عَلَى الْأُمَمِ، وَأَحَلَّ لَنَا الْغَنَائِمَ". (ترمذی رقم 1553؛ مسند الإمام أحمد بن حنبل، رقم 22137)

ترجمہ "اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر مجھے فضیلت دی ہے۔ میری اُمت کو تمام اُمتوں پر فضیلت دی ہے"۔

حدیث 15:۔ "أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ". (مسلم رقم 327-194)

ترجمہ "میں قیامت کے دن تمام لوگوں کا سردار ہوں گا"۔

حدیث 16:۔ "وَأَنَا أَكْرَمُ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ وَلَا فَخْرَ".

(ترمذی رقم 3616؛ دارمی رقم 48؛ الاحادیث المختارۃ رقم 1183،409)

ترجمہ "میں تمام پہلے اور پچھلے لوگوں میں سب سے زیادہ عزت واکرام والا ہوں۔ میں اس پر فخر نہیں کرتا ہوں"۔

حدیث 17:۔ "إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ كُنْتُ إِمَامَ النَّبِيِّينَ وَخَطِيبَهُمْ وَصَاحِبَ شَفَاعَتِهِمْ، غَيْرُ فَخْرٍ". (ترمذی رقم 3613؛ مسند احمد رقم 21245)

ترجمہ "جب قیامت کا دن ہوگا تو میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا امام، ان کا خطیب اور ان کا شفاعت کرنے والا ہوں گا۔ میں اس پر فخر نہیں کرتا ہوں"۔

اس طرح کی بہت سی مثالیں ہیں۔

9.6:۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا سابقہ آسمانی کتابوں سے ثبوت

قرآن مجید اس بارے میں گواہ ہے کہ یہود و نصاریٰ اپنی آسمانی کتابوں کی وجہ سے کہ ان میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں بڑی کھلی کھلی بشارتیں تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوب اچھی طرح پہچانتے تھے:

آیت 17:۔ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَھُمْ ؕ وَاِنَّ فَرِیْقًا مِّنْھُمْ لَیَکْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ ۝ (البقرۃ:۱۴۶)

ترجمہ: جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے، وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسا پہچانتے ہیں، جیسا اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں، مگر ان میں سے ایک گروہ جانتے بوجھتے حق کو چھپا رہا ہے۔

آیت 18:۔ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَھُمْ ۘ اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَھُمْ فَھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝20 (الانعام:۲۰)

ترجمہ: جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس طرح (غیر مشتبہ طور پر) پہچانتے ہیں جیسے ان کو اپنے بیٹوں کے پہچاننے میں کوئی اشتباہ پیش نہیں آتا، مگر جنہوں نے اپنے آپ کو خود خسارے میں ڈال دیا ہے، وہ اِسے نہیں مانتے۔

- حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی بشارت دی تھی۔

آیت 19:۔ وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ؕ فَلَمَّا جَآءَھُمْ بِالْبَیِّنٰتِ قَالُوْا ھٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ۝ (الصف:۶)

ترجمہ: اور یاد کرو عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی وہ بات جو اس نے کہی تھی کہ: ''اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں، تصدیق کرنے والا ہوں، اُس توراۃ کی جو مجھ سے پہلے آئی ہوئی موجود ہے، اور بشارت دینے والا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوگا''۔ مگر جب وہ ان کے پاس کھلی کھلی

نشانیاں لے کر آیا تو انہوں نے کہا یہ تو صریح دھوکا ہے۔

حدیث 18: ۔حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ يَعْنِي ابْنَ صَالِحٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ سُوَيْدٍ الْكَلْبِيِّ، عَنْ عَبْدِ الْأَعْلَى بْنِ هِلَالٍ السُّلَمِيِّ، عَنْ عِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنِّي عَبْدُ اللهِ لَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ، وَإِنَّ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمُنْجَدِلٌ فِي طِينَتِهِ، وَسَأُنَبِّئُكُمْ بِأَوَّلِ ذٰلِكَ دَعْوَةُ أَبِي إِبْرَاهِيمَ، وَبِشَارَةُ عِيسٰى بِي، وَرُؤْيَا أُمِّي الَّتِي رَأَتْ، وَكَذٰلِكَ أُمَّهَاتُ النَّبِيِّينَ تَرَيْنَ"۔

(صحيح لغيره: مسند أحمد رقم 17150، 17151، 17163؛ تاريخ المدينة لابن شبة، ج ۲ ص ٦٣٦؛ مسند البزار رقم 4199؛ ابن حبان رقم 6404؛ الطبرانی فی "الکبیر" 18/ (629)، 630، 631؛ مسند الشامیین رقم 1455، 1939؛ صححه الحاكم، ووافقه الذهبي: مستدرک حاکم رقم 3566، 4175؛ حلیۃ الاولیاء ج ٦ ص ٨٩؛ شعب الایمان رقم 1322؛ شرح السنۃ بغوی رقم 3626؛ البخاري في "التاريخ الكبير" 6/ 68-69؛ يعقوب بن سفيان في "المعرفة والتاريخ" 2/ 345؛ الطبري في "تفسيره" رقم 2072، 2073، 28/ 87؛ الآجري في "الشريعة" رقم 421؛ أبو نعيم في "الدلائل" رقم 9؛ البيهقي في "الدلائل" 2/ 130؛ الصحيحة: رقم 1546، 1925)

ترجمہ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میں اللہ کا بندہ ہوں۔ میں خاتم النبیین ہوں، جب حضرت آدم علیہ السلام ابھی مٹی کی صورت میں ہی تھے، میں تم لوگوں کو اپنے اوّل امر (اپنی ابتداء) میں بارے میں بتلاتا ہوں: میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں (یعنی ان کی دعا کی قبولیت کا ظہور ہوں)، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں (یعنی وہ نبی ہوں جس کی آمد کی بشارت انھوں نے دی تھی)، اور اپنی والدہ کا خواب ہوں (یعنی ان کے اس خواب کی تعبیر ہوں) جو انھوں نے (میری ولادت کے وقت) دیکھا تھا۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام کی مائیں دیکھتی ہیں''۔

حدیث 19: ۔حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ، حَدَّثَنَا الْفَرَجُ حَدَّثَنَا لُقْمَانُ بْنُ عَامِرٍ قَالَ:

سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ قَالَ: قُلْتُ: "يَا نَبِيَّ اللهِ! مَا كَانَ أَوَّلُ بَدْءِ أَمْرِكَ؟". قَالَ: "دَعْوَةُ أَبِي إِبْرَاهِيمَ وَبُشْرَىٰ عِيسٰى، وَرَأَتْ أُمِّي أَنَّهُ يَخْرُجُ مِنْهَا نُورٌ أَضَاءَتْ مِنْهُ قُصُورُ الشَّامِ".

(صحیح لغیرہ: مسند أحمد رقم 22261؛ مسند ابی داؤد طیالسی رقم 1236؛ مسند الحارث رقم 927؛ مسند الرؤیانی رقم 1267؛ معجم کبیر طبرانی رقم 7729؛ مسند الشامیین رقم 1582؛ مستدرک حاکم رقم 4174؛ ابن سعد 102/1؛ ابن عدی فی "الکامل" 2055/6؛ أبو أحمد الحاکم فی "الکنی" 9/2؛ البیہقی فی "الدلائل" 84/1)

ترجمہ حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: ''اے اللہ کے نبی! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوّل امر (یعنی ابتداء) کیسے ہوا؟''۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں (یعنی ان کی دعا کی قبولیت کا ظہور ہوں)، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں (یعنی وہ نبی ہوں جس کی آمد کی بشارت انھوں نے دی تھی)، اور اپنی والدہ کا خواب ہوں (یعنی ان کے اس خواب کی تعبیر ہوں) جو انھوں نے (میری ولادت کے وقت) دیکھا تھا کہ ایک ایسا نور ظاہر ہوا جس سے میری والدہ کے لیے ملکِ شام کے محل بھی روشن ہو گئے''۔

حدیث 20: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَخْزَمَ الطَّائِيُّ الْبَصْرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو قُتَيْبَةَ سَلْمُ بْنُ قُتَيْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو مَوْدُودٍ الْمَدَنِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ الضَّحَّاكِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: "مَكْتُوبٌ فِي التَّوْرَاةِ صِفَةُ مُحَمَّدٍ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ يُدْفَنُ مَعَهُ". قَالَ: فَقَالَ أَبُو مَوْدُودٍ: "وَقَدْ بَقِيَ فِي الْبَيْتِ مَوْضِعُ قَبْرٍ". هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ. (ترمذی رقم 3617؛ مسند احمد رقم 16408، رقم 23834؛ مشکوۃ رقم 5772)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''تورات میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حال بیان کیا گیا ہے۔ (اس میں یہ بھی ہے کہ) حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہی) دفن کیے جائیں گے''۔

حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث کے راوی حضرت ابومودود رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں: ''حجرہ شریفہ (جواب روضۂ مقدسہ ہے) میں ایک قبر کی جگہ باقی ہے''۔

9.7: حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمام پیغمبروں کے سردار اور سب سے افضل ہیں

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمام انبیائے کرام علیہم السلام کے سردار اور سب سے افضل ہیں۔

آیت 20: وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ○ (آل عمران:۸۱)

ترجمہ: یاد کرو، اللہ نے پیغمبروں سے عہد لیا تھا کہ: ''آج میں نے تمہیں کتاب اور حکمت و دانش سے نوازا ہے، کل اگر رسول تمہارے پاس اُسی تعلیم کی تصدیق کرتا ہوا آئے جو پہلے سے تمہارے پاس موجود ہے، تو تم کو اس پر ایمان لانا ہوگا اور اس کی مدد کرنی ہوگی''۔ یہ ارشاد فرما کر اللہ نے پوچھا ''کیا تم اِس کا اقرار کرتے ہو اور اِس پر میری طرف سے عہد کی بھاری ذمہ داری اُٹھاتے ہو؟''۔ انہوں نے کہا: ''ہاں، ہم اقرار کرتے ہیں''۔ اللہ نے فرمایا: ''اچھا، تو گواہ رہو، اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں''۔

□ قَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَابْنُ عَمِّهٖ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: "مَا بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ إِلَّا أُخِذَ عَلَيْهِ الْمِيثَاقُ، لَئِنْ بَعَثَ مُحَمَّدًا وَهُوَ حَيٌّ لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ وَلَيَنْصُرَنَّهٗ، وَأَمَرَهٗ أَنْ يَأْخُذَ الْمِيثَاقَ عَلٰى أُمَّتِهٖ: لَئِنْ بُعِثَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمْ أَحْيَاءٌ لَيُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَيَنْصُرُنَّهٗ".

(تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، ج ۲ ص ۶۷؛ تفسیر طبری رقم 7329، 7333؛ جامع المسانید لابن کثیر، ج ۱ ص ۵۶؛ فتح الباری لابن حجر، ج ۶ ص ۴۳۴)

ترجمہ: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی حضرت عبداللہ بن عباس

رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”جس نبی کو بھیجا اس سے اس بات کا عہد لیا کہ اگر تمہاری زندگی میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائیں، تو ضرور بالضرور ان پر ایمان لانا اور ان کی مدد اور نصرت کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات کا بھی ان کو حکم دیا کہ وہ اپنی امت سے بھی اس بات کا عہد لینا کہ ان کی زندگیوں میں اگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائیں، تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ضرور ایمان لائیں گے اور ان کی نصرت و امداد کریں گے“۔

حدیث 21: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُصْعَبٍ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ، وَأَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ، وَأَوَّلُ شَافِعٍ، وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ"۔

(صحیح: مسند أحمد رقم 10972، 7586، 9623؛ مسلم رقم 3-2278؛ مصنف ابن ابی شیبہ رقم 35849؛ ابوداود رقم 4673؛ السنۃ لابن ابی عاصم رقم 792؛ التوحید لابن خزیمہ رقم ج ۲ ص ۶۱۹؛ حدیث السراج رقم 2629، 2632؛ مستخرج ابی عوانہ رقم 10060، 10061 (الجامعۃ الاسلامیہ)؛ شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة رقم 1453؛ البعث والنشور بیہقی رقم 447 (الشوامی)؛ سنن کبریٰ بیہقی رقم 17713؛ شعب الایمان رقم 1406؛ شرح السنۃ بغوی، رقم 3625)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”میں (قیامت کے دن) تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں گا۔ اور میں پہلا وہ شخص ہوں گا، جس کی قبر شق ہوگی (یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حکم سے سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی اور سب سے پہلے میں ہی قبر سے اُٹھوں گا)۔ سب سے پہلے میں ہی شفاعت کروں گا (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے سب سے پہلے شفاعت کی اجازت مجھے ملے گی اور سب سے پہلے میں ہی اس کی بارگاہ میں شفاعت کروں گا)، اور میں ہی وہ شخص ہوں گا جس کی شفاعت سب سے پہلے قبول فرمائی جائے گی“۔

حدیث 22: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ، وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ، وَأَنَا أَوَّلُ شَافِعٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ"۔

(صحیح لغیرہ: مسند أحمد رقم 10987؛ ترمذی رقم 3615، مطولاً بذکر قصة الشفاعة رقم 3148؛ ابن ماجہ رقم 4308؛ حدیث السراج رقم 2627 مطولاً؛ شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة رقم 1455؛ معجم ابن عساکر رقم 985)

ترجمہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میں قیامت کے دن تمام اولاد آدم کا سردار ہوں گا، اور یہ میں فخر کے طور پر نہیں کہتا۔ اور میں پہلا وہ شخص ہوں گا، جس کی قبر شق ہوگی (یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حکم سے سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی اور سب سے پہلے میں ہی قبر سے اُٹھوں گا)، یہ بھی میں فخر کے طور پر نہیں کہتا۔ سب سے پہلے میں ہی شفاعت کروں گا (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے سب سے پہلے شفاعت کی اجازت مجھے ملے گی اور سب سے پہلے میں ہی اس کی بارگاہ میں شفاعت کروں گا)، اور میں ہی وہ شخص ہوں گا جس کی شفاعت سب سے پہلے قبول فرمائی جائے گی، یہ بھی میں فخر کے طور پر نہیں (بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کے انعام واحسان کا بیان کر رہا ہوں)''۔

حدیث 23: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ جُدْعَانَ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ القِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ، وَبِيَدِي لِوَاءُ الحَمْدِ وَلَا فَخْرَ، وَمَا مِنْ نَبِيٍّ يَوْمَئِذٍ آدَمُ فَمَنْ سِوَاهُ إِلَّا تَحْتَ لِوَائِي، وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الأَرْضُ وَلَا فَخْرَ". وَفِي الحَدِيثِ قِصَّةٌ. وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ. (صحیح: ترمذی رقم 3615)

ترجمہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''قیامت کے دن میں تمام بنی آدم کا سید (سردار) ہوں گا اور یہ میں فخر کے طور پر نہیں کہتا، اور حمد کا جھنڈا اس دن میرے ہاتھ میں ہوگا، یہ بھی میں فخر کے طور پر نہیں کہتا۔ تمام انبیاء علیہم السلام: حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے سوا بھی سب انبیاء و مرسلین علیہم السلام، اس دن میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے، اور میں پہلا شخص ہوں گا، جس کی قبر کی زمین اوپر سے شق ہوگی۔ یہ بھی میں فخر کے طور پر نہیں کہتا (بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کے انعام واحسان کا بیان کر رہا ہوں)۔

حدیث 24:۔أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْحَكَمِ الْمِصْرِيُّ، حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ مُضَرَ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ صَالِحٍ هُوَ ابْنُ عَطَاءِ بْنِ خَبَّابٍ مَوْلَى بَنِي الدُّئِلِ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "أَنَا قَائِدُ الْمُرْسَلِينَ وَلَا فَخْرَ، وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ وَلَا فَخْرَ، وَأَنَا أَوَّلُ شَافِعٍ وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ وَلَا فَخْرَ"۔

(اسنادہ جید: سنن الدارمی، رقم 50؛ معجم اوسط طبرانی رقم 170؛ الاعتقاد، بیہقی، ص ۱۹۲؛ البعث والنشور بیہقی رقم 444 (الشوامی)؛ البیہقی فی الدلائل 5/ 480؛ مشکوۃ رقم 5764؛ رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْأَوْسَطِ، وَفِيهِ صَالِحُ بْنُ عَطَاءِ بْنِ خَبَّابٍ وَلَمْ أَعْرِفْهُ، وَبَقِيَّةُ رِجَالِهِ ثِقَاتٌ: مجمع الزوائد رقم 13924؛ قال الصدر المناوی: رجاله وثقهم الجمهور: فیض القدیر شرح الجامع الصغیر رقم 2694)

ترجمہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میں (قیامت کے روز) پیغمبروں کا قائد اور پیش رو ہوں گا، اور یہ بات میں بطورِ فخر نہیں کہتا۔ میں خاتم النبیین ہوں، اور یہ بھی میں فخر کے طور پر نہیں کہتا۔ میں پہلا شفاعت کرنے والا ہوں گا، اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول فرمائی جائے گی، اور یہ بھی میں بطورِ فخر نہیں کہتا''۔

حدیث 25:۔أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الصَّفَّارُ، ثنا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِسْحَاقَ الْقَاضِي، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ، ثنا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ، ثنا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ يَحْيَى، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ، مَا مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَهُوَ تَحْتَ لِوَائِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَنْتَظِرُ الْفَرَجَ وَإِنَّ مَعِي لِوَاءَ الْحَمْدِ، أَنَا أَمْشِي وَيَمْشِي النَّاسُ مَعِي حَتَّى آتِيَ بَابَ الْجَنَّةِ فَأَسْتَفْتِحُ، فَيُقَالُ: "مَنْ هٰذَا؟"۔ فَأَقُولُ: "مُحَمَّدٌ"۔ فَيُقَالُ: "مَرْحَبًا بِمُحَمَّدٍ"۔ فَإِذَا رَأَيْتُ رَبِّي خَرَرْتُ لَهُ سَاجِدًا أَنْظُرُ إِلَيْهِ"۔

هٰذَا حَدِيثٌ كَبِيرٌ فِي الصِّفَاتِ وَالرُّؤْيَةِ. صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ۔

التعلیق-من تلخیص الذہبی-علی شرطهما ولم یخرجاه
(المستدرك على الصحيحين، رقم 82؛ رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ، وَإِسْحَاقُ بْنُ يَحْيَى لَمْ يُدْرِكْ عُبَادَةَ، وَبَقِيَّةُ رِجَالِهِ ثِقَاتٌ: مجمع الزوائد رقم 18512)

ترجمہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میں قیامت کے دن سب لوگوں کا سردار ہوں گا، اور اس پر کوئی فخر نہیں ہے۔ قیامت کے دن ہر شخص میرے جھنڈے کے نیچے ہی ہوگا، ہر شخص آسانی کا منتظر ہوگا۔ میرے پاس ''حمد'' کا جھنڈا ہوگا۔ میں آگے آگے چلوں گا تو لوگ بھی میرے ساتھ چل رہے ہوں گے۔ یہاں تک کہ میں جنت کے دروازے پر پہنچ جاؤں گا۔ پھر میں جنت کے دروازے کو کھولنے کے لیے کہوں گا۔ تو اس وقت کہا جائے گا: ''کون ہے؟''۔ میں کہوں گا: ''حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم''۔ تو اس وقت کہا جائے گا: ''حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مرحبا (خوش آمدید) ہے''۔ پھر میں اپنے رب کی زیارت کروں گا، میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کرتے ہوئے سجدے میں گر جاؤں گا''۔

حدیث 26: -وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، قَالُوا: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ، عَنِ الْعَلَاءِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ: أُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ، وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ، وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ، وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ طَهُورًا وَمَسْجِدًا، وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً، وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّونَ"۔

(مسلم رقم 5-523؛ مسند حمیدی رقم 975؛ مسند احمد رقم 9337؛ ترمذی رقم 1553؛ ابن ماجہ رقم 567؛ مسند الحارث رقم 942؛ مسند البزار رقم 7775، 8674، 9356؛ سنن الکبریٰ نسائی رقم 4280؛ مسند ابی یعلی رقم 6491، 6492؛ حدیث السراج رقم 292، 303، 492، 506؛ مستخرج ابی عوانہ رقم 1169؛ شرح مشکل الآثار رقم 1025؛ ابن حبان رقم 2313، 6401، 6403؛ الشریعۃ للآجری رقم 1047؛ شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة رقم 1441؛ المسند المستخرج على صحيح الإمام مسلم، لأبي نعيم رقم 1153؛ سنن کبریٰ بیہقی رقم 4265، 17718؛ شرح

السنۃ بغوی رقم 3617)

ترجمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مجھ کو تمام انبیاء علیہم السلام پر چھ چیزوں میں فضیلت دی ہے: (۱): مجھ کو جوامع الکلم عطا کیے گئے (یعنی ایسے کلماتِ جامعہ جن کے الفاظ تو بہت مختصر ہوں مگر بے شمار علوم اور معارف کے جامع ہوں)۔ (۲): (ایک مہینے کی مسافت تک رہنے والے کافروں کے دل میں بلا سببِ ظاہری) میرا رعب ڈال کر میری مدد کی گئی ہے۔ (۳): مالِ غنیمت میرے لیے (اور میری اُمت کے لیے) حلال کر دیا گیا ہے (جو پہلی اُمتوں کے لیے حلال نہ تھا)۔ (۴): میرے لیے پوری زمین کو تیمم کا ذریعہ اور سجدہ گاہ بنا دیا ہے۔ (۵): میں قیامت تک کے لیے تمام عالم کی مخلوق کا نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ (٦): مجھ پر نبوت ختم کی گئی ہے۔

حدیث 27: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ مُضَرَ، عَنِ ابْنِ الْهَادِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ غَزْوَةِ تَبُوكَ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يُصَلِّي، فَاجْتَمَعَ وَرَاءَهُ رِجَالٌ مِنْ أَصْحَابِهِ يَحْرُسُونَهُ، حَتَّى إِذَا صَلَّى وَانْصَرَفَ إِلَيْهِمْ. فَقَالَ لَهُمْ: "لَقَدْ أُعْطِيتُ اللَّيْلَةَ خَمْسًا، مَا أُعْطِيَهُنَّ أَحَدٌ قَبْلِي: أَمَّا أَنَا فَأُرْسِلْتُ إِلَى النَّاسِ كُلِّهِمْ عَامَّةً، وَكَانَ مَنْ قَبْلِي إِنَّمَا يُرْسَلُ إِلَى قَوْمِهِ، وَنُصِرْتُ عَلَى الْعَدُوِّ بِالرُّعْبِ، وَلَوْ كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ مَسِيرَةُ شَهْرٍ لَمُلِئَ مِنْهُ رُعْبًا، وَأُحِلَّتْ لِي الْغَنَائِمُ آكُلُهَا، وَكَانَ مَنْ قَبْلِي يُعَظِّمُونَ أَكْلَهَا، كَانُوا يُحْرِقُونَهَا، وَجُعِلَتْ لِي الْأَرْضُ مَسَاجِدَ وَطَهُورًا، أَيْنَمَا أَدْرَكَتْنِي الصَّلَاةُ تَمَسَّحْتُ وَصَلَّيْتُ، وَكَانَ مَنْ قَبْلِي يُعَظِّمُونَ ذَلِكَ، إِنَّمَا كَانُوا يُصَلُّونَ فِي كَنَائِسِهِمْ وَبِيَعِهِمْ، وَالْخَامِسَةُ هِيَ مَا هِيَ، قِيلَ لِي: سَلْ فَإِنَّ كُلَّ نَبِيٍّ قَدْ سَأَلَ، فَأَخَّرْتُ مَسْأَلَتِي إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، فَهِيَ لَكُمْ وَلِمَنْ شَهِدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ".

(صحیح: مسند احمد رقم 7068؛ شرح مشکل الآثار رقم 4489؛ شرح أصول اعتقاد أهل السنة

والجماعۃ رقم 1451؛ إِسْنَادٌ جَيِّدٌ قَوِيٌّ وَلَمْ يُخْرِجُوهُ: تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۹۰:::: رَوَاهُ أَحْمَدُ وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ: مجمع الزوائد رقم 18486 ؛قد صحح إسنادہ المنذری- الترغیب 4/ 332 رقم 5319؛ صحیح الترغیب رقم 3634)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: غزوۂ تبوک کے سال (۹ ھ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے جمع ہو گئے، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پہرہ دے رہے تھے۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی، اور لوگوں کی طرف متوجہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا: ”مجھے آج رات پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں، مجھ سے پہلے یہ کسی کو عطا نہیں کی گئی ہیں: (۱) مجھے عام و خاص تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے، مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قوموں کی طرف ہی بھیجے گئے تھے۔ (۲) ایک مہینے کی مسافت تک (رہنے والے کافروں کے دل میں بلا سببِ ظاہری) میرا رعب ڈال کر میری مدد کی گئی ہے۔، کافروں کے دل رعب سے بھر گئے تھے (۳): مالِ غنیمت میرے لیے (اور میری اُمت کے لیے) کھانا (اور استعمال کرنا) حلال کر دیا گیا ہے، جو پہلی اُمتوں کے لیے کھانا (اور استعمال کرنا) ممنوع تھا، وہ اس کو آگ میں جلا دیتے تھے۔ (۴): میرے لیے پوری زمین کو تیمم کا ذریعہ اور سجدہ گاہ بنا دیا گیا ہے۔ جہاں بھی مجھے نماز کا وقت آ جائے، (پانی کی عدمِ موجودگی میں) میں مسح کر کے نماز پڑھ لوں۔ مجھ سے پہلے لوگوں ایسا کرنا جائز نہیں تھا۔ وہ صرف گرجوں اور معبد خانوں میں ہی نماز و عبادت ادا کر سکتے تھے۔ (۵) پانچویں وہ کیا ہی اعلیٰ ہے۔ مجھ سے کہا گیا: ”سوال کر لو، اس لیے کہ ہر نبی علیہ السلام نے سوال کر لیا ہے۔ تو میں نے اپنے اس سوال کو قیامت تک کے لیے مؤخر کر لیا ہے۔ وہ تمہارے لیے اور ہر اس شخص کے لیے ہے جس نے کلمہ ”أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ“ کی گواہی دی ہو“۔

حدیث 28: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "بُعِثْتُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ، وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ، فَبَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أُتِيتُ بِمَفَاتِيحِ خَزَائِنِ الْأَرْضِ، فَوُضِعَتْ فِي يَدِيْ". قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: "وَقَدْ ذَهَبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنْتُمْ تَنْتَثِلُونَهَا".

(بخاری رقم 2977، 6998، 7013، 7273؛ مسلم رقم 6-523، 7-523؛ نسائی رقم 3087، 3089؛ مسند احمد رقم 7585، 7632، 9141، 9867، 10517؛ ابن حبان رقم 6363؛ مسند بزار رقم 7775؛ سنن کبریٰ نسائی رقم 4280، 4282؛ مسند السراج رقم 509؛ مستخرج ابی عوانہ رقم 1170؛ مسند الشامیین رقم 1712، 3029؛ المسند المستخرج علی صحیح الإمام مسلم رقم 1154؛ شعب الایمان رقم 137؛؛؛)

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''مجھ کو جوامع الکلم کے ساتھ مبعوث کیا گیا (یعنی ایسے کلماتِ جامعہ جن کے الفاظ تو بہت مختصر ہوں مگر بے شمار علوم اور معارف کے جامع ہوں)۔ (ایک مہینے کی مسافت تک رہنے والے کافروں کے دل میں بلا سببِ ظاہری) میرا رعب ڈال کر میری مدد کی گئی ہے۔ میں سویا ہوا تھا کہ مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دے دی گئیں، پھر وہ میرے ہاتھ پر رکھ دی گئیں''۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو دنیا سے تشریف لے گئے اور تم ان خزانوں کو حاصل کر رہے ہو''۔

حدیث 29: حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنِ الطُّفَيْلِ بْنِ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ كُنْتُ إِمَامَ النَّبِيِّينَ وَخَطِيبَهُمْ، وَصَاحِبَ شَفَاعَتِهِمْ غَيْرَ فَخْرٍ".

(صحیح لغیرہ: مسند أحمد رقم 21245، 21247، 21249، 21253، 21256، 21259؛ الزهد والرقائق لابن المبارك رقم 1617؛ مسند عبد بن حمید رقم 171؛ ابن ماجہ رقم 4314؛ ترمذی رقم 3613؛ المسند للشاشی رقم 1442، 1443، 1444؛ السنة لابن أبي عاصم رقم 787؛ المستدرك على الصحيحين رقم 240، 241، 6969؛ البعث والنشور بیہقی (الشوامل) رقم 445؛ الضياء المقدسي في "المختارة" رقم 1179، 1183؛ صحيح الجامع

رقم: 781، المشکوٰۃ رقم: 5768)

ترجمہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''قیامت کے دن میں تمام انبیاء علیہم السلام کا امام اور پیشوا، ان کا خطیب اور ان کی شفاعت کرنے والا ہوں گا۔ اس پر فخر نہیں ہے''۔

حدیث 30:۔ حَدَّثَنَا حَسَنٌ، حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَنَا أَوَّلُ مَنْ يُؤْذَنُ لَهُ بِالسُّجُودِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ يُؤْذَنُ لَهُ أَنْ يَرْفَعَ رَأْسَهُ، فَأَنْظُرَ إِلَى بَيْنِ يَدَيَّ، فَأَعْرِفَ أُمَّتِي مِنْ بَيْنِ الْأُمَمِ، وَمِنْ خَلْفِي مِثْلُ ذٰلِكَ، وَعَنْ يَمِينِي مِثْلُ ذٰلِكَ، وَعَنْ شِمَالِي مِثْلُ ذٰلِكَ". فَقَالَ رَجُلٌ: "يَا رَسُولَ اللهِ! كَيْفَ تَعْرِفُ أُمَّتَكَ مِنْ بَيْنِ الْأُمَمِ فِيمَا بَيْنَ نُوحٍ إِلَى أُمَّتِكَ؟" قَالَ: "هُمْ غُرٌّ مُحَجَّلُونَ مِنْ أَثَرِ الْوُضُوءِ، لَيْسَ أَحَدٌ كَذٰلِكَ غَيْرَهُمْ، وَأَعْرِفُهُمْ أَنَّهُمْ يُؤْتَوْنَ كُتُبَهُمْ بِأَيْمَانِهِمْ، وَأَعْرِفُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ أَيْدِيهِمْ ذُرِّيَّتُهُمْ"۔

(حسن لغیرہ: مسند أحمد، رقم 21737، 21739، 21740؛ شعب الایمان رقم 2490؛ الزھد والرقائق لابن المبارک، والزھد لنُعَيمِ بْنِ حَمَّادٍ، ج ۲ ص ۱۱۲؛ تعظیم قدر الصلاۃ لمحمد بن نصر بن الحجاج المَرْوَزِی، رقم 261؛ مستدرک حاکم رقم 3784؛ البزار رقم 3457 ۔ کشف الأستار؛ الطبرانی فی "الأوسط" رقم 3258؛ صَحِیحُ التَّرْغِیبِ وَالتَّرْهِیبِ رقم: 180؛ ھدایۃ الرواۃ رقم: 288)

ترجمہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میں ہی وہ ہوں جس کو سب سے پہلے قیامت کے دن سجدہ کی اجازت مرحمت ہوگی، میں ہی وہ ہوں جس کو سب سے پہلے (سفارش کے قبول ہونے کے بعد) سجدہ سے سر اُٹھانے کی اجازت ہوگی۔ پھر میں اپنے سامنے موجود لوگوں کو دیکھوں گا، تو میں اپنی اُمت کو تمام اُمتوں میں سے پہچان لوں گا۔ اسی طرح اپنے پیچھے، دائیں طرف اور بائیں طرف موجود لوگوں میں سے اُمت کو پہچان لوں گا''۔ ایک شخص کہنے لگا: ''یا رسول

اللہ! آپ ﷺ اپنی اُمت کو حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر آپ ﷺ تک کی تمام اُمتوں میں سے کیسے پہچان لیں گے؟"۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "میری اُمت کے لوگوں کے چہرے اور ہاتھ پاؤں وضو کی وجہ سے (نور سے) چمک رہے ہوں گے۔ ان کے سوا دوسری کوئی اُمت ایسی نہیں ہوگی۔ میں ان کو اس بات سے بھی پہچان لوں گا کہ اُن کو اعمال نامے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے، میں ان کو اس بات سے بھی پہچان لوں گا کہ اُن کے آگے اُن کی اولاد دوڑ رہی ہوگی"۔

حدیث 31:۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ نَصْرِ بْنِ عَلِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا زَمْعَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ وَهْرَامٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: جَلَسَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْتَظِرُونَهُ. قَالَ: فَخَرَجَ حَتَّى إِذَا دَنَا مِنْهُمْ سَمِعَهُمْ يَتَذَاكَرُونَ فَسَمِعَ حَدِيثَهُمْ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: "عَجَبًا إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ اتَّخَذَ مِنْ خَلْقِهِ خَلِيلًا، اتَّخَذَ مِنْ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا". وَقَالَ آخَرُ: "مَاذَا بِأَعْجَبَ مِنْ كَلَامِ مُوسَى كَلَّمَهُ تَكْلِيمًا". وَقَالَ آخَرُ: "فَعِيسَى كَلِمَةُ اللهِ وَرُوحُهُ". وَقَالَ آخَرُ: "آدَمُ اصْطَفَاهُ اللهُ". فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ فَسَلَّمَ وَقَالَ: "قَدْ سَمِعْتُ كَلَامَكُمْ وَعَجَبَكُمْ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلُ اللهِ وَهُوَ كَذٰلِكَ، وَمُوسَى نَجِيُّ اللهِ وَهُوَ كَذٰلِكَ، وَعِيسَى رُوحُهُ وَكَلِمَتُهُ وَهُوَ كَذٰلِكَ وَآدَمُ اصْطَفَاهُ اللهُ وَهُوَ كَذٰلِكَ، أَلَا وَأَنَا حَبِيبُ اللهِ وَلَا فَخْرَ، وَأَنَا حَامِلُ لِوَاءِ الْحَمْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ، وَأَنَا أَوَّلُ شَافِعٍ وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ، وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ يُحَرِّكُ حِلَقَ الْجَنَّةِ فَيَفْتَحُ اللهُ لِي فَيُدْخِلُنِيهَا وَمَعِي فُقَرَاءُ الْمُؤْمِنِينَ وَلَا فَخْرَ، وَأَنَا أَكْرَمُ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ وَلَا فَخْرَ". هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ.

(ترمذی رقم 3616؛ سنن دارمی رقم 48؛ مشکوۃ رقم 5762)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ اسی حال میں رسول اللہ ﷺ اندر سے تشریف لائے۔ جب آپ ﷺ ان لوگوں کے قریب پہنچے، تو آپ ﷺ نے سنا کہ وہ

آپس میں یہ باتیں کر رہے ہیں۔ ان میں سے ایک نے (حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عظمتِ شان بیان کرتے ہوئے) کہا: ''اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا''۔ ایک دوسرے صاحب نے کہا: ''حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہم کلامی کا شرف بخشا''۔ پھر ایک اور صاحب نے کہا: ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ مقام ہے کہ وہ کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں''۔ پھر ایک اور صاحب نے کہا: ''حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ کیا (کہ ان کو براہِ راست اپنے دستِ قدرت سے بنایا اور ان کو سجدہ کرنے کا فرشتوں کو حکم دیا۔ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ باتیں کر رہے تھے کہ) اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف لے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میں نے تمہاری گفتگو اور تمہارا اظہارِ تعجب سنا ہے۔ بے شک حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے خلیل ہیں اور وہ ایسے ہی ہیں (ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیل بنایا ہے)۔ بے شک حضرت موسیٰ علیہ السلام نجی اللہ (اللہ کے ہم راز اور ہم سخن ہیں)، اور وہ ایسے ہی ہیں۔ بے شک حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں، اور وہ ایسے ہیں ہیں۔ بے شک حضرت آدم علیہ السلام صفی اللہ (اللہ کے برگزیدہ) ہیں، حقیقت میں وہ ایسے ہی ہیں۔ اور تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ میں حبیب اللہ (اللہ کا محبوب) ہوں، اور یہ میں بطورِ فخر نہیں کہتا۔ قیامت کے دن میں ہی لواء الحمد (حمد کا جھنڈا) اُٹھانے والا ہوں۔ حضرت آدم علیہ السلام اور اُن کے سوا بھی سب (انبیاء اور مرسلین علیہم السلام) میرے اس جھنڈے کے نیچے ہوں گے، اور یہ بات میں بطورِ فخر کے نہیں کہتا۔ میں سب سے پہلے وہ شخص ہوں گا، جو قیامت کے دن بارگاہِ خداوندی میں شفاعت کرے گا، اور سب سے پہلے جس کی شفاعت قبول فرمائی جائے گی۔ میں پہلا وہ شخص ہوں گا جو (جنت کا دروازہ کھلوانے کے لیے) اس کے حلقہ کو ہلائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ میرے لیے اس کو کھلوا دے گا اور مجھے جنت میں داخل فرمائے گا۔ میرے ساتھ فقراء مؤمنین ہوں گے، یہ بات بھی میں فخر سے نہیں کہتا۔ بارگاہِ خداوندی میں اوّلین و آخرین میں سب سے زیادہ میرا اکرام و اعزاز ہوگا اور یہ بھی میں فخر سے نہیں کہتا''۔

حدیث 32: ۔حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ زَائِدَةَ،

عَنِ الْمُخْتَارِ بْنِ فُلْفُلٍ، قَالَ: قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَنَا أَوَّلُ شَفِيعٍ فِي الْجَنَّةِ، لَمْ يُصَدَّقْ نَبِيٌّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ مَا صُدِّقْتُ، وَإِنَّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ نَبِيًّا مَا يُصَدِّقُهُ مِنْ أُمَّتِهِ إِلَّا رَجُلٌ وَاحِدٌ".

(مسلم رقم32-196)

ترجمہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میں جنت کے لیے سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں۔ انبیاء سابقین میں اس کثرت کے ساتھ کسی کی تصدیق نہیں کی گئی، جتنی کہ میری۔ بعض انبیاء تو ایسے بھی ہوئے ہیں جن کی تصدیق صرف ایک ہی شخص نے کی ہے''۔

حدیث 33: ۔حَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ، وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "آتِي بَابَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَسْتَفْتِحُ، فَيَقُولُ الْخَازِنُ: "مَنْ أَنْتَ؟". فَأَقُولُ: "مُحَمَّدٌ". فَيَقُولُ: "بِكَ أُمِرْتُ لَا أَفْتَحُ لِأَحَدٍ قَبْلَكَ". (مسلم رقم333-197)

ترجمہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''قیامت کے دن میں جنت کے دروازہ پر آؤں گا، اور دروازہ کھلواؤں گا۔ جنت کا دربان پوچھے گا: ''آپ کون؟''۔ میں کہوں گا: ''میں ہوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم''۔ وہ عرض کرے گا: ''مجھ کو حکم ملا ہے کہ سب سے پہلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لیے دروازہ کھولوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی شخص کے لیے نہ کھولوں''۔

حدیث 34: ۔أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنِي مُعَاوِيَةُ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ رُوَيْمٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ اللهَ أَدْرَكَ بِيَ الْأَجَلَ الْمَرْحُومَ وَاخْتَصَرَ لِيَ اخْتِصَارًا فَنَحْنُ الْآخِرُونَ، وَنَحْنُ السَّابِقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَإِنِّي قَائِلٌ قَوْلًا غَيْرَ فَخْرٍ: إِبْرَاهِيمُ خَلِيلُ اللهِ، وَمُوسَى صَفِيُّ اللهِ، وَأَنَا حَبِيبُ اللهِ، وَمَعِي لِوَاءُ الْحَمْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَإِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ وَعَدَنِي فِي أُمَّتِي وَأَجَارَهُمْ مِنْ ثَلَاثٍ: لَا يَعُمُّهُمْ بِسَنَةٍ، وَلَا

يَسْتَأْصِلُهُمْ عَدُوٌّ، وَلَا يَجْمَعُهُمْ عَلَى ضَلَالَةٍ".

(سنن الدارمی رقم 55؛ مشکوٰۃ رقم 5763؛ ورجال سنده وثقهم جمهور المحدثين: كَشْفُ المَنَاهِجِ وَالتَّنَاقِيحِ فِي تَخْرِيجِ أَحَادِيثِ المَصَابِيحِ، صدر الدين المُنَاوِي، رقم 4634)

(وَعَنْ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ) قَالَ الْمُؤَلِّفُ: وَقِيلَ: وَهُوَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو الْقُرَشِيُّ الْعَامِرِيُّ الْأَعْمَى، وَهُوَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ، وَاسْمُ أُمِّ مَكْتُومٍ عَاتِكَةُ، وَهِيَ خَالَةُ خَدِيجَةَ بِنْتِ خُوَيْلِدٍ: مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج۹ ص۳۶۸۸، رقم 5763)

ترجمہ حضرت عمرو بن قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "دنیا میں گو ہم سب سے بعد میں آئے ہیں، لیکن قیامت میں ہم سب سے آگے ہوں گے، اور دیکھو، میں ایک بات کہتا ہوں، اور کسی فخر سے نہیں کہتا، حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ ہیں، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام صفی اللہ ہیں، لیکن میں حبیب اللہ ہوں۔ قیامت میں حمد وثنا کا جھنڈا میرے ساتھ ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ نے میری اُمت کے معاملہ میں مجھ سے وعدہ فرمایا ہے، اور تین باتوں سے ان کو پناہ دے دی ہے: ایک یہ کہ عام قحط میں اُن کو مبتلا نہیں کرے گا۔ دوم یہ کہ اُن کا دشمن بیخ و بُن سے اُن کو ہلاک نہیں کر سکے گا۔ تیسرے یہ کہ میری پوری کی پوری اُمت گمراہی میں پڑ جائے، ایسا نہیں ہوگا"۔

9.8: حدیثِ شفاعت

حدیث 35: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو حَيَّانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو زُرْعَةَ بْنُ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: أُتِيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَحْمٍ، فَدُفِعَ إِلَيْهِ الذِّرَاعُ، وَكَانَتْ تُعْجِبُهُ، فَنَهَسَ مِنْهَا نَهْسَةً، ثُمَّ قَالَ: "أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَهَلْ تَدْرُونَ لِمَ ذَلِكَ؟ يَجْمَعُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ، يُسْمِعُهُمُ الدَّاعِي، وَيَنْفُذُهُمُ الْبَصَرُ، وَتَدْنُو الشَّمْسُ فَيَبْلُغُ النَّاسَ مِنَ الْغَمِّ وَالْكَرْبِ مَا لَا يُطِيقُونَ، وَلَا يَحْتَمِلُونَ، فَيَقُولُ بَعْضُ النَّاسِ لِبَعْضٍ: "أَلَا تَرَوْنَ إِلَى مَا أَنْتُمْ فِيهِ؟ مَا قَدْ بَلَغَكُمْ؟ أَلَا تَنْظُرُونَ مَنْ يَشْفَعُ لَكُمْ إِلَى رَبِّكُمْ عَزَّ

وَجَلَّ؟"۔ فَيَقُولُ بَعْضُ النَّاسِ لِبَعْضٍ: "أَبُوكُمْ آدَمُ"۔ فَيَأْتُونَ آدَمَ، فَيَقُولُونَ: "يَا آدَمُ! أَنْتَ أَبُو الْبَشَرِ، خَلَقَكَ اللهُ بِيَدِهٖ، وَنَفَخَ فِيكَ مِنْ رُوحِهٖ، وَأَمَرَ الْمَلَائِكَةَ فَسَجَدُوا لَكَ، فَاشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ، أَلَا تَرٰى مَا نَحْنُ فِيهِ؟ أَلَا تَرٰى مَا قَدْ بَلَغَنَا؟"۔ فَيَقُولُ آدَمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: "إِنَّ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَإِنَّهُ نَهَانِي عَنِ الشَّجَرَةِ فَعَصَيْتُهُ، نَفْسِي نَفْسِي، نَفْسِي نَفْسِي، اذْهَبُوا إِلٰى غَيْرِي اذْهَبُوا إِلٰى نُوحٍ"۔ فَيَأْتُونَ نُوحًا، فَيَقُولُونَ: "يَا نُوحُ! أَنْتَ أَوَّلُ الرُّسُلِ إِلٰى أَهْلِ الْأَرْضِ، وَسَمَّاكَ اللهُ عَبْدًا شَكُورًا، فَاشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ، أَلَا تَرٰى مَا نَحْنُ فِيهِ؟ أَلَا تَرٰى مَا قَدْ بَلَغَنَا؟"۔ فَيَقُولُ نُوحٌ: "إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَإِنَّهُ كَانَتْ لِي دَعْوَةٌ عَلٰى قَوْمِي، نَفْسِي نَفْسِي، نَفْسِي نَفْسِي، اذْهَبُوا إِلٰى غَيْرِي، اذْهَبُوا إِلٰى إِبْرَاهِيمَ"۔ فَيَأْتُونَ إِبْرَاهِيمَ فَيَقُولُونَ: "يَا إِبْرَاهِيمُ! أَنْتَ نَبِيُّ اللهِ وَخَلِيلُهُ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ، اشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ، أَلَا تَرٰى إِلٰى مَا نَحْنُ فِيهِ؟ أَلَا تَرٰى مَا قَدْ بَلَغَنَا؟"۔ فَيَقُولُ لَهُمْ إِبْرَاهِيمُ: "إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ فَذَكَرَ كَذِبَاتِهٖ، نَفْسِي نَفْسِي، نَفْسِي نَفْسِي، اذْهَبُوا إِلٰى غَيْرِي، اذْهَبُوا إِلٰى مُوسٰى"۔ فَيَأْتُونَ مُوسٰى، فَيَقُولُونَ: "يَا مُوسٰى! أَنْتَ رَسُولُ اللهِ، اصْطَفَاكَ اللهُ بِرِسَالَاتِهٖ، وَبِتَكْلِيمِهٖ عَلَى النَّاسِ، اشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ، أَلَا تَرٰى إِلٰى مَا نَحْنُ فِيهِ؟ أَلَا تَرٰى مَا قَدْ بَلَغَنَا؟"۔ فَيَقُولُ لَهُمْ مُوسٰى: "إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَإِنِّي قَتَلْتُ نَفْسًا لَمْ أُومَرْ بِقَتْلِهَا، نَفْسِي نَفْسِي، نَفْسِي نَفْسِي، اذْهَبُوا إِلٰى غَيْرِي، اذْهَبُوا إِلٰى عِيسٰى"۔ فَيَأْتُونَ عِيسٰى، فَيَقُولُونَ: "يَا عِيسٰى! أَنْتَ رَسُولُ اللهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلٰى مَرْيَمَ، وَرُوحٌ مِنْهُ"۔ قَالَ: هٰكَذَا هُوَ، "وَكَلَّمْتَ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ، فَاشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ، أَلَا تَرٰى إِلٰى مَا

نَحْنُ فِيهِ؛ أَلَا تَرَىٰ مَا قَدْ بَلَغَنَا؟"۔ فَيَقُولُ لَهُمْ عِيسَىٰ: "إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ"، وَلَمْ يَذْكُرْ لَهُ ذَنْبًا، "اذْهَبُوا إِلَىٰ غَيْرِي، اذْهَبُوا إِلَىٰ مُحَمَّدٍ"۔ فَيَأْتُونِي فَيَقُولُونَ: "يَا مُحَمَّدُ! أَنْتَ رَسُولُ اللهِ، وَخَاتَمُ الْأَنْبِيَاءِ، غَفَرَ اللهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ، وَمَا تَأَخَّرَ، فَاشْفَعْ لَنَا إِلَىٰ رَبِّكَ، أَلَا تَرَىٰ إِلَىٰ مَا نَحْنُ فِيهِ؛ أَلَا تَرَىٰ مَا قَدْ بَلَغَنَا؟"۔ فَأَقُومُ فَآتِي تَحْتَ الْعَرْشِ، فَأَقَعُ سَاجِدًا لِرَبِّي عَزَّ وَجَلَّ، ثُمَّ يَفْتَحُ اللهُ عَلَيَّ وَيُلْهِمُنِي مِنْ مَحَامِدِهِ، وَحُسْنِ الثَّنَاءِ عَلَيْهِ، شَيْئًا لَمْ يَفْتَحْهُ عَلَىٰ أَحَدٍ قَبْلِي، فَيُقَالُ: يَا مُحَمَّدُ! ارْفَعْ رَأْسَكَ، سَلْ تُعْطَهْ، اشْفَعْ تُشَفَّعْ، فَأَقُولُ: يَا رَبِّ! أُمَّتِي أُمَّتِي، يَا رَبِّ! أُمَّتِي أُمَّتِي، يَا رَبِّ! أُمَّتِي أُمَّتِي، يَا رَبِّ! فَيَقُولُ: يَا مُحَمَّدُ، أَدْخِلْ مِنْ أُمَّتِكَ مَنْ لَا حِسَابَ عَلَيْهِ مِنَ الْبَابِ الْأَيْمَنِ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ، وَهُمْ شُرَكَاءُ النَّاسِ فِيمَا سِوَاهُ مِنَ الْأَبْوَابِ"۔ ثُمَّ قَالَ: "وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ! لَمَا بَيْنَ مِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَصَارِيعِ الْجَنَّةِ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَهَجَرَ، أَوْ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَبُصْرَىٰ"۔

(صحیح علی شرط الشیخین: مسند أحمد رقم 10972،9623؛ مسلم رقم 327 ـ 194، 328 ـ 194؛ بخاری رقم 4712،3361،3340؛ مصنف ابن ابی شیبہ رقم 31674؛ مستخرج ابی عوانہ رقم 437، 438؛ النسائی فی "الکبری" رقم 11222؛ ابن خزیمۃ فی "التوحید" 596ـ592/2؛ ابن المبارک فی "مسندہ" رقم 101؛ تعظیم قدر الصلاۃ المَرْوَزِی رقم 270؛ إسحاق بن راھویہ رقم 185؛ ترمذی رقم 184، 2434؛ ابن أبی عاصم فی "السنۃ" رقم 811؛ ابن حبان رقم 7389،6465؛ ابن مندہ فی "الإیمان" رقم 879، 880، 881، 882؛ المسند المستخرج علی صحیح الإمام مسلم، لأبی نعیم رقم 483؛ أبو نعیم فی "صفۃ الجنۃ" رقم 175؛ البیہقی فی "الدلائل" 5/476ـ478؛ "الأسماء والصفات" رقم 417 (عن ابی ہریرۃ)؛ شرح السنۃ، البغوی، رقم 4332؛ مسند البزار رقم 9801؛ البعث والنشور، بیہقی، (الشوامی) رقم 475؛ عن سلمان: السنۃ لابن ابی عاصم رقم 813)

ترجمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے گوشت لایا گیا، جس

میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو (جانور کے) بازو کا گوشت پیش کیا گیا، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ایک بار نوچ کر کھایا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''قیامت کے روز میں سب لوگوں کا سردار ہوں گا۔ کیا تم جانتے ہو، ایسا کس لیے ہوگا؟ اللہ تعالیٰ اس روز اگلے پچھلے سارے لوگوں کو ایک ہموار میدان میں اکٹھا کرے گا، جہاں پکارنے والا انھیں اپنی آواز سنا سکے گا اور دیکھنے والا ان سب کو دیکھ سکے گا۔ سورج قریب آجائے گا۔ لوگوں کو اتنی تکلیف اور پریشانی ہوگی جس کی وہ طاقت نہیں رکھیں گے اور برداشت نہیں کر پائیں گے۔ لوگ آپس میں کہیں گے: ''دیکھو! کیسا سخت وقت آن پہنچا ہے۔ کوئی ایسا آدمی تلاش کرو، جو تمہارے رب کے حضور سفارش کر سکے''۔ ایک دوسرے سے مشورہ کے بعد وہ کہیں گے: ''تمھیں حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جانا چاہیے''۔ لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے: ''آپ علیہ السلام ابوالبشر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو اپنے ہاتھ سے بنایا۔ اپنی روح پھونکی، فرشتوں کو حکم دیا، انھوں نے آپ علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ آج آپ علیہ السلام اپنے رب کے حضور ہماری سفارش کر دیں (کہ ہمارا حساب کتاب لے کر ہمیں حشر کی تکلیف سے نجات دے)۔ آپ علیہ السلام دیکھ رہے ہیں کہ ہم کس مصیبت میں مبتلا ہیں اور کس حال کو پہنچ چکے ہیں؟''۔ حضرت آدم علیہ السلام کہیں گے: ''آج میرا رب اس قدر غصہ میں ہے کہ نہ اس سے پہلے کبھی اتنا غصہ ہوا، نہ اس کے بعد کبھی ہوگا۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے (جنت میں) درخت کے قریب جانے سے منع فرمایا تھا، لیکن میں نافرمانی کر بیٹھا، جس کی وجہ سے مجھے اپنی جان کی فکر ہے۔ ہائے میری جان! ہائے میری جان! (تم لوگ) میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ۔ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ''۔

لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے: ''اے نوح! آپ علیہ السلام اہل زمین کی طرف سب سے پہلے رسول تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو شکر گزار بندہ کہا ہے۔ اپنے رب کے حضور ہماری سفارش کر دیجیے۔ آپ علیہ السلام دیکھ رہے ہیں: ہماری کیا حالت ہو رہی ہے؟''۔ حضرت نوح علیہ السلام کہیں گے: ''آج میرا

رب اتنے غصہ میں ہے کہ نہ اس سے پہلے کبھی اتنے غصہ میں آیا، نہ اس کے بعد کبھی اتنے غصہ میں آئے گا (مجھ سے دنیا میں یہ لغزش ہوئی کہ) میں نے اپنی قوم کے لیے بددعا کی (اور وہ ساری ہلاک ہوگئی)۔ اس لیے آج تو مجھے بس اپنی جان کی فکر ہے۔ ہائے میری جان! ہائے میری جان! (تم لوگ) میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ"۔

لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے: "اے ابراہیم! آپ علیہ السلام اللہ کے نبی اور اس کے خلیل ہیں۔ اپنے رب کے حضور ہماری سفارش کر دیجیے۔ آپ علیہ السلام دیکھ رہے ہیں کہ ہم کس حال کو پہنچ چکے ہیں؟"۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کہیں گے: "آج میرا رب اس قدر غصہ میں ہے کہ نہ اس سے پہلے کبھی اس قدر غصہ میں آیا، نہ اس کے بعد آئے گا۔ (دنیا میں) مَیں نے تین باتیں توریہ کی صورت میں کہی تھیں، جس کی وجہ سے مجھے اپنی جان کی فکر ہے (اللہ اس پر پکڑ نہ لے)۔ ہائے میری جان! ہائے میری جان! میرے علاوہ تم کسی اور کے پاس جاؤ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ (شاید وہ تمہاری سفارش کرسکیں)"۔

لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے: "اے موسیٰ! آپ علیہ السلام اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت سے آپ علیہ السلام کو فضیلت عطا فرمائی ہے اور آپ علیہ السلام سے ہمکلام ہو کر سارے لوگوں پر فضیلت دی۔ آپ علیہ السلام اپنے رب کے حضور ہماری سفارش کر دیجیے۔ آپ علیہ السلام دیکھ ہی رہے ہیں کہ ہماری حالت کیا ہو رہی ہے؟"۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کہیں گے: "آج میرا رب اس قدر غصہ میں ہے کہ نہ اس سے پہلے کبھی اتنا غصہ میں آیا، نہ اس کے بعد کبھی اتنے غصہ میں آئے گا۔ (دنیا میں) میں نے ایک آدمی کو قتل کر دیا تھا جسے قتل کرنے کا مجھے کوئی حکم نہ تھا، جس کی وجہ سے مجھے اپنی جان کی فکر ہے۔ ہائے میری جان! ہائے میری جان! تم لوگ میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ"۔

لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے: "اے عیسیٰ! آپ علیہ السلام اللہ کے رسول ہیں اور اس کا کلمہ (فرمان) ہیں، جو اس نے حضرت مریم علیہا السلام کی

طرف القا کیا اور اللہ کی رُوح ہیں۔ آپ علیہ السلام نے بچپن کی عمر میں گود میں رہ کر لوگوں سے باتیں کیں۔ آج ہمارے لیے (اللہ کے حضور) سفارش کر دیجیے۔ آپ علیہ السلام دیکھ ہی رہے ہیں کہ ہماری حالت کیا ہو رہی ہے؟''۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جواب دیں گے: ''آج میرا رب اس قدر غصہ میں ہے کہ نہ اس سے پہلے کبھی ایسا غصہ میں آیا، نہ اس کے بعد کبھی ایسے غصہ میں آئے گا''۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کسی لغزش کا ذکر نہیں فرمایا۔ جواب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے: ''میرے علاوہ کسی دوسرے کے پاس جاؤ۔ ہاں! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے جاؤ''۔

لوگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے: ''اے محمد! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے پچھلے سارے گناہ معاف فرما دیئے ہیں۔ اپنے رب کے حضور ہمارے لیے سفارش فرما دیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ ہی رہے ہیں، ہماری حالت کیا ہو رہی ہے؟''۔ میں (میدانِ حشر سے) چلوں گا اور عرش کے نیچے پہنچ کر اپنے رب کے حضور سجدہ میں گر پڑوں گا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ اپنی حمد و ثنا کے وہ کلمات میرے دل میں ڈال دیں گے جو اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں بتلائے''۔ پھر ارشاد ہوگا: ''اے محمد! اپنا سر اُٹھائیں اور سوال کریں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا جائے گا۔ سفارش کریں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش قبول کی جائے گی''۔ تو میں عرض کروں گا: ''اے میرے رب! میری اُمت! میری اُمت!، اے میرے رب! میری اُمت! میری اُمت!، اے میرے رب! میری اُمت! میری اُمت! اے میرے رب!''۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: ''اے محمد! اپنی اُمت میں سے ان لوگوں کو بابِ ایمن سے جنت میں داخل کرو، جن پر کوئی حساب کتاب نہیں۔ اور وہ لوگ باقی دروازوں میں سے جنت میں داخل ہونے والوں کے ساتھ بھی شریک ہیں (یعنی اگر چاہیں تو دوسرے دروازوں سے بھی داخل ہو سکتے ہیں)''۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے! جنت کے ایک دروازے کے دو کواڑوں کا درمیانی فاصلہ اتنا ہے جتنا کہ مکہ اور ہجر کا ہے، یا جتنا مکہ اور (شام کے شہر) بُصریٰ کا درمیانی فاصلہ ہے''۔

حدیث 36: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَرُوبَةَ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَجْتَمِعُ الْمُؤْمِنُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَيُلْهَمُونَ ذَلِكَ فَيَقُولُونَ: "لَوِ اسْتَشْفَعْنَا عَلَى رَبِّنَا، فَأَرَاحَنَا مِنْ مَكَانِنَا هَذَا". فَيَأْتُونَ آدَمَ، فَيَقُولُونَ: "يَا آدَمُ! أَنْتَ أَبُو الْبَشَرِ، خَلَقَكَ اللهُ بِيَدِهِ، وَأَسْجَدَ لَكَ مَلَائِكَتَهُ وَعَلَّمَكَ أَسْمَاءَ كُلِّ شَيْءٍ، فَاشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ، يُرِيحُنَا مِنْ مَكَانِنَا هَذَا". فَيَقُولُ لَهُمْ آدَمُ: "لَسْتُ هُنَاكُمْ". وَيَذْكُرُ ذَنْبَهُ الَّذِي أَصَابَ فَيَسْتَحْيِي رَبَّهُ وَيَقُولُ: "وَلَكِنِ ائْتُوا نُوحًا، فَإِنَّهُ أَوَّلُ رَسُولٍ بَعَثَهُ اللهُ إِلَى أَهْلِ الْأَرْضِ". فَيَأْتُونَ نُوحًا فَيَقُولُ: "لَسْتُ هُنَاكُمْ". وَيَذْكُرُ لَهُمْ خَطِيئَتَهُ سُؤَالَهُ رَبَّهُ مَا لَيْسَ لَهُ بِهِ عِلْمٌ، فَيَسْتَحْيِي رَبَّهُ مِنْ ذَلِكَ، "وَلَكِنِ ائْتُوا إِبْرَاهِيمَ خَلِيلَ الرَّحْمَنِ، فَيَأْتُونَهُ فَيَقُولُ: "لَسْتُ هُنَاكُمْ، وَلَكِنِ ائْتُوا مُوسَى، عَبْدًا كَلَّمَهُ اللهُ وَأَعْطَاهُ التَّوْرَاةَ". فَيَأْتُونَ مُوسَى، فَيَقُولُ: "لَسْتُ هُنَاكُمْ". وَيَذْكُرُ لَهُمُ النَّفْسَ الَّتِي قَتَلَ بِغَيْرِ نَفْسٍ، فَيَسْتَحْيِي رَبَّهُ مِنْ ذَلِكَ، "وَلَكِنِ ائْتُوا عِيسَى عَبْدَ اللهِ وَرَسُولَهُ، وَكَلِمَتَهُ وَرُوحَهُ". فَيَأْتُونَ عِيسَى، فَيَقُولُ: "لَسْتُ هُنَاكُمْ، وَلَكِنِ ائْتُوا مُحَمَّدًا عَبْدًا غَفَرَ اللهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ". فَيَأْتُونِي. قَالَ الْحَسَنُ هَذَا الْحَرْفَ: "فَأَقُومُ فَأَمْشِي بَيْنَ سِمَاطَيْنِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ" - قَالَ أَنَسٌ - "حَتَّى أَسْتَأْذِنَ عَلَى رَبِّي، فَيُؤْذَنَ لِي، فَإِذَا رَأَيْتُ رَبِّي وَقَعْتُ أَوْ خَرَرْتُ سَاجِدًا لِرَبِّي، فَيَدَعُنِي مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَدَعَنِي". قَالَ: ثُمَّ يُقَالُ: "ارْفَعْ مُحَمَّدُ! قُلْ: تُسْمَعْ، وَسَلْ: تُعْطَهْ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ". فَأَرْفَعُ رَأْسِي، فَأَحْمَدُ بِتَحْمِيدٍ يُعَلِّمُنِيهِ، ثُمَّ أَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِي حَدًّا، فَأُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ، ثُمَّ أَعُودُ إِلَيْهِ الثَّانِيَةَ، فَإِذَا رَأَيْتُ رَبِّي وَقَعْتُ، أَوْ خَرَرْتُ سَاجِدًا لِرَبِّي، فَيَدَعُنِي مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَدَعَنِي، ثُمَّ يُقَالُ: "ارْفَعْ مُحَمَّدُ! قُلْ: تُسْمَعْ، وَسَلْ تُعْطَهْ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ". فَأَرْفَعُ رَأْسِي، فَأَحْمَدُهُ بِتَحْمِيدٍ يُعَلِّمُنِيهِ، ثُمَّ أَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِي حَدًّا فَأُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ، ثُمَّ أَعُودُ

إِلَيْهِ الثَّالِثَةَ، فَإِذَا رَأَيْتُ رَبِّي وَقَعْتُ، أَوْ خَرَرْتُ سَاجِدًا لِرَبِّي، فَيَدَعُنِي مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَدَعَنِي، ثُمَّ يُقَالُ: "ارْفَعْ مُحَمَّدُ! وَقُلْ: تُسْمَعْ، وَسَلْ تُعْطَهْ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ". فَأَرْفَعُ رَأْسِي، فَأَحْمَدُهُ بِتَحْمِيدٍ يُعَلِّمُنِيهِ، ثُمَّ أَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِي حَدًّا، فَأُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ، ثُمَّ أَعُودُ الرَّابِعَةَ، فَأَقُولُ: "يَا رَبِّ مَا بَقِيَ إِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْآنُ".

فَحَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "فَيَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَكَانَ فِي قَلْبِهِ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ شَعِيرَةً، ثُمَّ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَكَانَ فِي قَلْبِهِ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ بُرَّةً، ثُمَّ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَكَانَ فِي قَلْبِهِ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ ذَرَّةً".

(صحیح علی شرط الشیخین:مسند أحمد رقم 12153، 13562، 13590؛بخاری رقم 4476،6565،7410،7440، 7510، 7516؛مسلم رقم 322 ـ 193، 323 ـ 193،325 ـ 193، 326 ـ 193؛مسند ابی داؤد طیالسی رقم 2122؛مصنف ابن ابی شیبہ رقم 31677؛ مستخرج ابی عوانہ رقم 444، 451؛ابن أبی عاصم فی "السنة" رقم 804،805، 806،807،808،809،810؛اللالکائی فی "شرح أصول الاعتقاد" رقم 830، 2062؛ المسند المستخرج علی صحیح الإمام مسلم، أبو نعیم، رقم 482؛ابن ماجه رقم 4312؛النسائی فی "الکبری" رقم 11066، 11179، 11369؛ابن منده فی "الایمان" رقم 861،862، 863، 864،865،873؛عبد بن حمید رقم 1187؛ابن حبان رقم 6464؛ والآجری فی "الشریعة" رقم 809؛البیهقی فی "الأسماء والصفات" 255، 268، 341، 417؛ "الاعتقاد" بیهقی، ص 89،192ـ194؛سنن الکبریٰ بیهقی رقم 19895؛ البعث والنشور، بیهقی، (الشوامی) رقم 471؛ شعب الایمان رقم 303؛ البغوی رقم 4333،4334 ؛ ابن خزیمة فی "التوحید" 2/603ـ605، 605ـ606، 2/607، 607ـ609، 2/714ـ716؛المزی فی ترجمة معبد من "تهذیب الکمال" 28/241ـ243؛مسند بزار رقم 6223،7032؛مسند ابی یعلی رقم 2899،3064؛تعظیم قدر الصلاة المَرْوَزِی، رقم 262، 265، 274؛ابن أبی عاصم فی "السنة" رقم 816،817 موقوفاً؛ابن خزیمة فی "التوحید" 2/716ـ717 موقوفاً؛ابن منده رقم 874 موقوفاً)

حدیث 37:۔عَنْ أَنَسٍ قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:"إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ مَاجَ النَّاسُ بَعْضُهُمْ فِي بَعْضٍ فَيَأْتُونَ آدم فَيَقُولُونَ: "اِشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ". فَيَقُولُ:"لَسْتُ لَهَا،وَلٰكِنْ عَلَيْكُمْ بِإِبْرَاهِيمَ،فَإِنَّهُ خَلِيلُ الرَّحْمٰنِ". فَيَأْتُونَ إِبْرَاهِيمَ. فَيَقُولُ: "لَسْتُ لَهَا،وَلٰكِنْ عَلَيْكُمْ بِمُوسٰى، فَإِنَّهُ كَلِيمُ اللهِ". فَيَأْتُونَ مُوسٰى فَيَقُولُ: "لَسْتُ لَهَا، وَلٰكِنْ عَلَيْكُمْ بِعِيسٰى، فَإِنَّهُ رُوحُ اللهِ وَكَلِمَتُهُ". فَيَأْتُونَ عِيسٰى. فَيَقُولُ: "لَسْتُ لَهَا،وَلٰكِنْ عَلَيْكُمْ بِمُحَمَّدٍ". فَيَأْتُونِّي فَأَقُولُ: "أَنَا لَهَا". فَأَسْتَأْذِنُ عَلٰى رَبِّي. فَيُؤْذَنُ لِي وَيُلْهِمُنِي مَحَامِدَ أَحْمَدُهُ بِهَا لَا تَحْضُرُنِي الْآنَ. فَأَحْمَدُهُ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ وَأَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا فَيُقَالُ: "يَا مُحَمَّدُ! ارْفَعْ رَأْسَكَ، وَقُلْ: تُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ". فَأَقُولُ: "يارب! أُمَّتِي أُمَّتِي!". فَيُقَالُ: "انْطَلِقْ، فَأَخْرِجْ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ شَعِيرَةٍ مِنْ إِيمَانٍ". فَأَنْطَلِقُ فأفعل. ثُمَّ أَعُودُ فأحمده بِتِلْكَ المحامد وأخر لَهُ سَاجِدًا. فَيُقَالُ: "يَا مُحَمَّدُ! ارْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ تُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ". فَأَقُولُ: "يارب! أُمَّتِي أُمَّتِي!". فَيُقَالُ: "انْطَلِقْ، فَأَخْرِجْ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ أَوْ خَرْدَلَةٍ مِنْ إِيمَانٍ". فَأَنْطَلِقُ فَأَفْعَلُ. ثُمَّ أَعُودُ فَأَحْمَدُهُ بِتِلْكَ المحامد وأخر لَهُ سَاجِدًا. فَيُقَالُ: "يَا مُحَمَّدُ! ارْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ تُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ". فَأَقُولُ: "يارب! أُمَّتِي أُمَّتِي!". فَيُقَالُ: "انْطَلِقْ فَأَخْرِجْ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ أَدْنٰى أَدْنٰى أَدْنٰى مِثْقَالِ حَبَّةٍ من خَرْدَلَةٍ مِنْ إِيمَانٍ، فَأَخْرِجْهُ مِنَ النَّارِ". فَأَنْطَلِقُ فأفعل ثُمَّ أَعُود الرَّابِعَةَ. فأحمده بِتِلْكَ المحامد وأخر لَهُ سَاجِدًا. فَيُقَالُ: "يَا مُحَمَّدُ! ارْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ: تُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ". فَأَقُولُ: "يارب! ائْذَنْ لِي فِيمَنْ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ". قَالَ: "لَيْسَ ذٰلِكَ لَكَ وَلٰكِنْ وَعِزَّتِي وَجَلَالِي وَكِبْرِيَائِي وَعَظَمَتِي! لَأُخْرِجَنَّ مِنْهَا مَنْ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

(مشکوۃ المصابیح رقم 5573)

ترجمہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا (اور سب اولین و آخرین میدانِ حشر میں جمع ہوں گے) تو لوگوں میں سخت اضطراب اور اژدحام کی کیفیت ہوگی۔ پس وہ لوگ (یعنی اہل محشر کے کچھ نمائندے) حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے: ''اپنے رب سے ہماری سفارش کر دیجیے (کہ ہمیں اس حالت سے چھٹکارا ملے)''۔ حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے: ''میں اس کام کے لائق اور اس مرتبہ کا نہیں ہوں۔ لیکن تم کو چاہیے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ، وہ اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں (شاید وہ تمہارے کام آسکیں)''۔ پس وہ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ (اور ان کے سامنے شفاعت کا اپنا سوال رکھیں گے)۔ وہ بھی فرمائیں گے کہ میں اس کام کے لائق نہیں ہوں لیکن تمہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جانا چاہیے وہ اللہ تعالیٰ کے کلیم ہیں (جنہیں اللہ تعالیٰ نے بلاواسطہ اپنی ہم کلامی کا شرف بخشا ہے)۔ شاید وہ تمہارا کام کر سکیں''۔ پس وہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے (اور اپنی وہی عرض ان کے سامنے رکھیں گے)۔ وہ بھی یہی فرمائیں گے: ''میں اس کام کے لائق نہیں ہوں لیکن تمہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جانا چاہیے، وہ روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں (یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو انسانی پیدائش کے عام مقررہ اسباب کے بغیر صرف اپنے حکم سے پیدا کیا ہے اور ان کو غیر معمولی قسم کی روح اور روحانیت بخشی ہے)۔ تم ان کی خدمت میں جاؤ، شاید وہ تمہارے لیے حق تعالیٰ سے عرض کرنے کی جرأت کر سکیں''۔ پس یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے (اور ان سے شفاعت کی درخواست کریں گے)۔ وہ بھی یہی فرمائیں گے: ''میں اس کام کا اور اس مرتبہ کا نہیں ہوں تم کو (اللہ تعالیٰ کے آخری نبی) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیے''۔ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ) پھر وہ لوگ میرے پاس آئیں گے (اور شفاعت کے لیے مجھ سے کہیں گے)۔ پس میں کہوں گا: ''میں اس کام کا ہوں (اور یہ میرا ہی کام ہے)''۔ پس میں اپنے ربّ کریم کی بارگاہِ خاص میں حاضری کی اجازت طلب کروں گا۔ مجھے اجازت دے دی

جائے گی (میں وہاں حاضر ہو جاؤں گا) اور اللہ تعالیٰ اس وقت مجھے اپنی کچھ خاص تعریفیں اپنی حمد کے لیے الہام فرمائیں گے (جو اس وقت مجھے معلوم نہیں ہیں)۔ تو اس وقت میں انہی الہامی محامد کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کروں گا اور اس کے آگے سجدہ میں گر جاؤں گا (مسند احمد کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں ایک ہفتہ تک سجدہ میں پڑے رہیں گے۔ اس کے بعد) اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا جائے گا: ''اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! سر اُٹھاؤ اور جو کہنا ہو، کہو۔ تمہاری سنی جائے گی۔ اور جو مانگنا ہو، مانگو، تم کو دیا جائے گا۔ اور جو سفارش کرنا چاہو، کرو کہ وہ تمہاری مانی جائے گی''۔ پس میں کہوں گا: ''اے پروردگار! میری اُمت! میری اُمت! (یعنی میری اُمت پر آج رحم فرمایا جائے اور اس کو بخش دیا جائے)''۔ پس مجھ سے کہا جائے گا: ''جاؤ اور جس کے دل میں جو کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو اس کو نکال لو۔ پس میں جاؤں گا اور ایسا کروں گا (یعنی جن کے دل میں جو کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا۔ اس کو نکال لاؤں گا)''۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ کرم کی طرف لوٹوں گا اور پھر ان ہی الہامی محامد کے ذریعے اس کی حمد وثنا کروں گا۔ اور اس کے آگے پھر سجدہ میں گر جاؤں گا۔ پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرمایا جائے گا: ''اے محمد! سر اُٹھاؤ اور جو کہنا ہو، کہو، تمہاری بات سنی جائے گی۔ اور جو مانگنا ہو، مانگو، تم کو دیا جائے گا۔ اور جو سفارش کرنا چاہو، کرو، تمہاری سفارش مانی جائے گی''۔ پس میں عرض کروں گا: ''اے پروردگار! میری اُمت! میری اُمت!''۔ تو مجھ سے فرمایا جائے گا: ''جاؤ اور جن کے دل میں ایک ذرہ کے بقدر (یا فرمایا کہ رائی کے دانہ کے بقدر) بھی ایمان ہو، ان کو بھی نکال لو''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''میں جاؤں گا اور ایسا کروں گا (یعنی جن کے دلوں میں ذرہ برابر یا رائی کے دانہ کے برابر نورِ ایمان ہوگا ان کو بھی نکال لاؤں گا)''۔ اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کرم کی طرف پھر لوٹوں گا اور پھر ان ہی الہامی محامد کے ذریعہ اس کی حمد وثنا کروں گا۔ اور اس کے آگے پھر سجدہ میں گر جاؤں گا۔ پھر مجھ سے فرمایا جائے گا: ''اے محمد! اپنا سر اُٹھاؤ اور جو کہنا کہو، کہو۔ تمہاری سنی جائے گی۔ اور جو مانگنا چاہو، مانگو۔ تم کو دیا جائے گا۔ اور جو سفارش کرنا

چاہو، کرو۔ تمہاری سفارش قبول کی جائے گی"۔ پس میں عرض کروں گا: "میرے رب! میری اُمت! میری اُمت!"۔ پس مجھ سے فرمایا جائے گا: "جاؤ اور جن کے دل میں رائی کے دانہ سے کم سے کم تر بھی ایمان ہو، ان کو نکال لو"۔ جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: "پس میں جاؤں گا اور ایسا کروں گا (یعنی جن کے دل میں رائی کے دانہ سے کم سے کم تر بھی ایمان کا نور ہوگا، ان کو بھی نکال لاؤں گا)"۔ اور اس کے بعد چوتھی دفعہ پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کرم کی طرف لوٹ آؤں گا اور ان ہی الہامی محامد کے ذریعے اس کی حمد کروں گا۔ پھر اس کے آگے سجدہ میں گر جاؤں گا۔ پس مجھ سے فرمایا جائے گا: "اے محمد! اپنا سر سجدہ سے اُٹھاؤ اور جو کہنا ہو، کہو۔ تمہاری سنی جائے گی اور جو مانگنا چاہو، مانگو۔ تم کو دیا جائے گا اور جو سفارش کرنا چاہو، کرو۔ تمہاری سفارش مانی جائے گی"۔ پس میں عرض کروں گا: "اے پروردگار! مجھے اجازت دیجیے کہ ان سب کے حق میں جنھوں نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا ہو"۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: "یہ کام تمہارا نہیں ہے، لیکن میری عزت وجلال اور میری عظمت وکبریائی کی قسم! میں خود دوزخ سے ان سب کو نکال لوں گا جنھوں نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا ہو"۔

حدیث 38:۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی مرفوعاً دوسری روایت میں ہے کہ جب تمام لوگ محشر میں باقی انبیاء علیہم السلام کی خدمت میں طلبِ سفارش کے لیے حاضر ہوں گے اور وہ حضرات ان کو صاف جواب دیں گے۔ تو آخر میں خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔

قَالَ: فَيَأْتُونِي فَأَسْتَأْذِنُ عَلَى رَبِّي فِي دَارِهٖ. فَيُؤْذَنُ لِي عَلَيْهِ، فَإِذَا رَأَيْتُهٗ وَقَعْتُ سَاجِدًا، فَيَدَعُنِي مَا شَآءَ اللّٰهُ أَنْ يَدَعَنِي فَيَقُولُ: "ارْفَعْ مُحَمَّدُ، وَقُلْ: تُسْمَعْ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ، وَسَلْ تُعْطَهْ". قَالَ: فَأَرْفَعُ رَأْسِي فَأُثْنِي عَلَى رَبِّي بِثَنَاءٍ وَتَحْمِيدٍ يُعَلِّمُنِيهِ ثُمَّ أَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِي حَدًّا، فَأَخْرُجُ فَأُخْرِجُهُمْ مِنَ النَّارِ وَأُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ. ثُمَّ أَعُودُ الثَّانِيَةَ. فَأَسْتَأْذِنُ عَلَى رَبِّي فِي دَارِهٖ. فَيُؤْذَنُ لِي عَلَيْهِ. فَإِذَا رَأَيْتُهٗ وَقَعْتُ سَاجِدًا فَيَدَعُنِي مَا شَآءَ اللّٰهُ أَنْ يَدَعَنِي. ثُمَّ يَقُولُ: "ارْفَعْ مُحَمَّدُ! وَقُلْ تُسْمَعْ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ، وَسَلْ تُعْطَهْ".

قَالَ: فَأَرْفَعُ رَأْسِي فَأُثْنِي عَلَى رَبِّي بِثَنَاءٍ وَتَحْمِيدٍ يُعَلِّمُنِيهِ. ثُمَّ أَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِي حَدًّا، فَأَخْرُجُ فَأُخْرِجُهُمْ مِنَ النَّارِ وَأُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ. ثُمَّ أَعُودُ الثَّالِثَةَ، فَأَسْتَأْذِنُ عَلَى رَبِّي فِي دَارِهِ. فَيُؤْذَنُ لِي عَلَيْهِ، فَإِذَا رَأَيْتُهُ وَقَعْتُ سَاجِدًا، فَيَدَعُنِي مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَدَعَنِي. ثُمَّ يَقُولُ: "ارْفَعْ مُحَمَّدُ! وَقُلْ تُسْمَعْ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ، وَسَلْ تُعْطَهْ". قَالَ: فَأَرْفَعُ رَأْسِي فَأُثْنِي عَلَى رَبِّي بِثَنَاءٍ وَتَحْمِيدٍ يُعَلِّمُنِيهِ. ثُمَّ أَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِي حَدًّا. فَأَخْرُجُ فَأُخْرِجُهُمْ مِنَ النَّارِ وَأُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ، حَتّٰى مَا يَبْقٰى فِي النَّارِ إِلَّا مَنْ قَدْ حَبَسَهُ الْقُرْآنُ، أَيْ: وَجَبَ عَلَيْهِ الْخُلُودُ. ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْآيَةَ: "عَسٰى أَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا" (الإسراء:۷۹). قَالَ: "وَهٰذَا الْمَقَامُ الْمَحْمُودُ الَّذِي وُعِدَهُ نَبِيُّكُمْ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. الحديث. (مشکوٰۃ المصابیح رقم 5572)

ترجمہ: پس لوگ میرے پاس آئیں گے۔ پس میں اپنے رب سے سرائے شرف (مقامِ محمود) میں داخل ہونے کی اجازت مانگوں گا۔ پس مجھ کو اللہ تعالیٰ پر داخل ہونے کی اجازت دی جائے گی۔ پس جب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھوں گا تو میں سجدہ کرنے کے لیے جھک جاؤں گا۔ پس اللہ تعالیٰ مجھ کو اسی حالت میں رہنے دے گا جتنی مدت مجھے اسی حالت میں اللہ تعالیٰ چھوڑنا چاہے گا (یعنی ایک ہفتہ کی مقدار، مسند احمد)۔ پس اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: ''اے محمد! آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ سے سر اُٹھائیے، اور عرض کیجیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی درخواست سنی جائے گی اور سفارش فرمایئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش قبول کی جائے گی۔ اور مانگ لو، دیئے جاؤ گے''۔ میں اپنا سر سجدہ سے اُٹھاؤں گا۔ پس میں اپنے رب کی تعریف کروں گا، ایسی ثناء اور تعریف جو اللہ تعالیٰ مجھے سکھلائے گا، وہ تعریف یعنی اسی وقت جس کو اب میں نہیں جانتا (مرقاۃ)۔ پس میں سفارش کروں گا۔ پس میرے لیے ایک معین حد مقرر کی جائے گی۔ پس میں اس مقام سے نکلوں گا۔ پس میں ان کو دوزخ سے نکالوں گا۔ اور ان کو جنت میں داخل کروں گا۔ پھر دوسری بار واپس آؤں گا۔ پس میں اپنے رب سے سرائے شرف (مقام محمود) میں داخل ہونے کی اجازت مانگوں گا۔ پس مجھے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ داخل

ہونے کی اجازت دی جائے گی۔ پس جب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھوں گا، تو سجدہ کرنے کے لیے گر جاؤں گا۔ پس اللہ تعالیٰ مجھے اسی حال میں چھوڑے گا جتنی مدت اللہ تعالیٰ چاہیں گے۔ (یعنی ایک ہفتہ کی مقدار، مسند احمد)۔ پس اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: ''اے محمد! سجدہ سے سر اُٹھایئے، اور عرض کیجیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی درخواست سنی جائے گی۔ اور سفارش فرمایئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش قبول کی جائے گی اور مانگو، دیئے جاؤ گے''۔ پس میں اپنا سر سجدہ سے اُٹھاؤں گا۔ پس میں اپنے رب کی تعریف کروں گا، ایسی ثنا اور تعریف جو مجھے اللہ تعالیٰ سکھائے گا، وہ تعریف یعنی اسی وقت جس کو میں نہیں جانتا (مرقاۃ)۔ پس میں سفارش کروں گا۔ پس میرے لیے ایک حد معین مقرر کی جائے گی۔ پس میں اس مقام سے نکلوں گا۔ پس میں ان کو دوزخ سے نکالوں گا۔ اور ان کو جنت میں داخل کروں گا۔ پھر میں تیسری بار واپس آؤں گا۔ پس میں اپنے رب سے سرائے شرف (مقام محمود) میں داخل ہونے کی اجازت مانگوں گا۔ پس مجھے اللہ تعالیٰ پر داخل ہونے کی اجازت دی جائے گی۔ پس جب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھوں گا، تو میں سجدہ کرنے کے لیے گر جاؤں گا۔ پس مجھے اللہ تعالیٰ اسی حالت میں جتنی مدت چھوڑنا چاہے گا، چھوڑے رکھے گا (یعنی ایک ہفتہ کی مقدار، مسند احمد)۔ پس اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: ''اے محمد! سجدہ سے سر اُٹھایئے، عرض کیجیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی درخواست سنی جائے گی۔ اور سفارش کیجیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش قبول کی جائے گی۔ اور مانگ لیجیے، دیئے جاؤ گے''۔ پس میں اپنا سر سجدہ سے اُٹھاؤں گا۔ پس میں اپنے رب کی تعریف کروں گا، ایسی ثنا اور تعریف جو مجھ کو اللہ تعالیٰ سکھلائیں گے، وہ تعریف یعنی اسی وقت جس کو میں اب نہیں جانتا (مرقاۃ)۔ پس سفارش کروں گا۔ پس میرے لیے ایک حد معین مقرر کی جائے گی۔ پس میں اس مقام سے نکلوں گا۔ پس میں ان کو دوزخ سے نکالوں گا اور جنت میں داخل کروں گا۔ یہاں تک کہ دوزخ میں باقی نہ رہے گا، مگر وہ شخص جس کو قرآن مجید نے روک رکھا ہے یعنی جس پر جہنم میں ہمیشہ رہنا واجب ہوا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی:

آیت 21: عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝ (بنی اسرائیل: ۷۹)

ترجمہ اُمید ہے کہ تمہارا پروردگار تمہیں مقامِ محمود تک پہنچائے گا۔
پھر فرمایا: یہی مقام محمود ہے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا ہے۔

نوٹ مسئلہ شفاعت کی وضاحت أَزْهَارُ الْقَلَا ئِدِ فِيْ تَوْضِيْحِ الْعَقَائِدِ: عقائدِ اہلِ السنت والجماعت (5): قیامت، باب 5 میں ملاحظہ فرمائیں۔

9.9:۔واقعۂ معراج

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَكَانَ لِنَبِيِّنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ اللهِ تَعَالَى مَقَامَاتٌ يَغْبِطُهُمَا الْأَوَّلُونَ وَالْآخِرُونَ. أَحَدُهُمَا فِي الدُّنْيَا لَيْلَةَ الْمِعْرَاجِ وَثَانِيهِمَا فِي الْعُقْبٰى، وَهُوَ الْمَقَامُ الْمَحْمُودُ، وَلَا اهْتَمَّ فِيهِمَا إِلَّا بِشَأْنِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ الْمَرْحُومَةِ. (مرقاۃ المفاتیح ج۹ ص ۳۷۷۳)

ترجمہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دو مقام ایسے حاصل ہوئے ہیں، جن پر اولین و آخرین غبطہ کریں گے: ایک دنیا میں شبِ معراج کے اندر، دوسرا عالمِ آخرت میں جس کو مقامِ محمود کہتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان دونوں مقام میں اُمتِ مرحومہ ہی کی فکر و اہتمامِ شان نقل ہوئی ہے۔

علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

والمعاريج ليلة الإسراء عشرة، سبع إلى السماوات، والثامن إلى سدرة المنتهى، والتاسع إلى المستوى الذى سمع فيه صريف الأقلام فى تصاريف الأقدار، والعاشر إلى العرش والرفرف والرؤية وسماع الخطاب بالمكافحة والكشف الحقيقي،

وقد وقع له صلى الله عليه وسلم فى سنى الهجرة العشرة ما كان فيه مناسبات لطيفة لهذه المعاريج العشرة. ولهذا ختمت سنى الهجرة بالوفاة، وهى لقاء الحق جل جلاله، والانتقال من دار الفناء إلى دار

البقاء، والعروج بالروح الكريمة إلى المقعد الصدق، وإلى الموعد الحق وإلى الوسيلة، وهى المنزلة الرفيعة. كما ختمت معاريج الإسراء باللقاء والحضور بحظيرة القدس.

(المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، ج۲ص ۴۳۳؛شرح الزرقانی علی المواهب اللدنية بالمنح المحمدية ج۸ ص ۲۳)

ترجمہ شبِ معراج میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو معراجِ اعظم حاصل ہوئی، وہ دس معراجوں پر مشتمل ہے: سات معراج سات آسمانوں تک، آٹھویں: سدرۃ المنتہیٰ تک، نویں: مستویٰ تک، جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اقلامِ قدرت کی آوازیں سنیں، دسویں: عرش، رفرف، اور رؤیتِ باری تعالیٰ کے لیے، جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کلامِ باری تعالیٰ و خطابِ خصوصی سے بھی مشرف ہوئے۔ اس کے بعد ہجرت کے دس سالوں میں ان ہی دس معراجوں سے مناسبت رکھنے والے حالات رُونما ہوئے۔ اسی لیے ہجرت کے سالوں کا اختتام بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفاتِ مقدسہ پر ہو گیا، جو درحقیقت لقاء خداوندی، انتقالِ آخرت و دار البقاء اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مقدس و مکرم کی مقعدِ صدق کی طرف معراج اعلیٰ کا پیش خیمہ تھی۔ جس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حسبِ وعدۂ خداوندی مرتبہ وسیلہ و منزلِ رفیعہ حاصل ہونے والا ہے، جس طرح معراج و اسراء کے خاتمہ پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لقاء و حاضری حظیرۃ القدس کا شرف حاصل ہوا ہے۔

1 حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معراجِ جسمانی حق ہے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے حالتِ بیداری میں ایک ہی رات کے اندر مسجدِ حرام سے بیت المقدس تک (جس کا ثبوت قرآن کریم سورتِ بنی اسرائیل کی پہلی آیت اور احادیثِ متواترہ سے ہے)، پھر وہاں سے ساتوں آسمانوں اور سدرۃ المنتہیٰ وغیرہ کی سیر کرائی (جس کا بیان قرآن کریم سورت النجم میں مجملاً اور احادیثِ متواترہ میں مفصلاً مذکور ہے)۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

آیت 22:۔ سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ○
(بنی اسرائیل:۱)

ترجمہ پاک ہے وہ جو لے گیا ایک رات اپنے بندے کو مسجدِ حرام سے دور کی اُس مسجد تک جس کے ماحول کو اُس نے برکت دی ہے، تا کہ اسے اپنی کچھ نشانیوں کا مشاہدہ کرائے۔ حقیقت میں وہی ہے سب کچھ سننے اور دیکھنے والا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تین چیزیں ارشاد فرمائی ہیں؛

1 لفظ "سُبْحٰنَ": یہ لفظ اس وقت بولا جاتا ہے جب کہ عجیب وغریب اور خارقِ عادت نشانیاں دیکھنے میں آتی ہیں۔ یہ لفظ اس چیز کی دلیل ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جسمِ عنصری کے ساتھ حالتِ بیداری میں معراج کرائی گئی، ورنہ خواب کوئی ایسی چیز نہیں ہوتی، جس پر اللہ تعالیٰ "سُبْحٰنَ" کا اطلاق کرتا۔ (البدایہ والنہایہ)

2 یہاں لفظ "عبد" کا اطلاق کیا گیا ہے۔ زندہ انسان پر عبد کا اطلاق جسم اور روح دونوں کے مجموعہ پر ہی آتا ہے۔ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جسمِ مبارک کے ساتھ سیر نہ کرائی گئی ہوتی، تو "اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ" نہ بولا جاتا، بلکہ "اَسْرٰی بِرُوْحِ عَبْدِهٖ" ہوتا، حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے (شفا قاضی عیاضؒ)

3 مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک سفر کو اللہ تعالیٰ نے لفظ "اَسْرٰی" سے تعبیر فرمایا ہے۔ اَسْرٰی کا اطلاق حقیقتاً رات کی اس سیر پر ہوتا ہے جو جسم اور روح دونوں کے ساتھ ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

آیت 23:۔ قَالُوْا یٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ یَّصِلُوْۤا اِلَیْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ وَلَا یَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ؕ اِنَّهٗ مُصِیْبُهَا مَاۤ اَصَابَهُمْ ؕ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ اَلَیْسَ الصُّبْحُ بِقَرِیْبٍ ○ (ہود:۸۱)

ترجمہ تب فرشتوں نے اس سے کہا کہ "اے لوط! ہم تیرے ربّ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں، یہ لوگ تیرا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ بس تو کچھ رات رہے اپنے اہل وعیال کو لے کر

نکل جا۔ اور دیکھو، تم میں سے کوئی شخص پیچھے پلٹ کر نہ دیکھے۔ مگر تیری بیوی (ساتھ نہیں جائے گی) کیونکہ اس پر بھی وہی کچھ گزرنے والا ہے جو ان لوگوں پر گزرنا ہے۔ ان کی تباہی کے لیے صبح کا وقت مقرر ہے۔ صبح ہوتے اب دیر ہی کتنی ہے!"۔

آیت 24:۔ فَاَسۡرِ بِاَهۡلِكَ بِقِطۡعٍ مِّنَ الَّيۡلِ وَاتَّبِعۡ اَدۡبَارَهُمۡ وَلَا يَلۡتَفِتۡ مِنۡكُمۡ اَحَدٌ وَّامۡضُوۡا حَيۡثُ تُؤۡمَرُوۡنَ ○ (الحجر:۶۵)

ترجمہ لہٰذا اب تم کچھ رات رہے اپنے گھر والوں کو لے کر نکل جاؤ اور خود اُن کے پیچھے پیچھے چلو۔ تم میں سے کوئی پلٹ کر نہ دیکھے۔ بس سیدھے چلے جاؤ جدھر جانے کا تمہیں حکم دیا جارہا ہے۔

اس سے یہ تو قطعاً مراد نہیں کہ لوگوں کی ارواح کو لے کر چلیں اور جسم یہاں ہی دھرے رہیں، بلکہ جسم اور رُوح دونوں کو ساتھ لے کر جانا مراد ہے۔

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں ارشاد ہوتا ہے:

آیت 25:۔ وَلَقَدۡ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰى مُوۡسٰٓى اَنۡ اَسۡرِ بِعِبَادِىۡ فَاضۡرِبۡ لَهُمۡ طَرِيۡقًا فِى الۡبَحۡرِ يَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخۡشٰى ○ (طٰہٰ:۷۷)

ترجمہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی کی کہ اب راتوں رات میرے بندوں کو لے کر چل پڑ، اور اُن کے لیے سمندر میں سے سوکھی سڑک بنالے، تجھے کسی کے تعاقب کا ذرا خوف نہ ہو اور نہ (سمندر کے بیچ سے گزرتے ہوئے) ڈر لگے۔

وَاَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰى مُوۡسٰٓى اَنۡ اَسۡرِ بِعِبَادِىۡۤ اِنَّكُمۡ مُّتَّبَعُوۡنَ ○ (الشعراء:۵۲)

ترجمہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ "راتوں رات میرے بندوں کو لے کر نکل جاؤ، تمہارا پیچھا کیا جائے گا"۔

آیت 26:۔ فَاَسۡرِ بِعِبَادِىۡ لَيۡلًا اِنَّكُمۡ مُّتَّبَعُوۡنَ ○ (الدخان:۲۳)

ترجمہ (جواب دیا گیا:) "اچھا، تو راتوں رات میرے بندوں کو لے کر چل پڑ، تم لوگوں کا پیچھا کیا جائے گا"۔

اس آیت میں بھی "اَسۡرِ بِعِبَادِىۡ" سے زندہ انسانوں کو حالتِ بیداری میں ساتھ لے جانا مراد ہے، نہ کہ روحانی اسراء، اور خواب اور کشف۔

آیت 27: ﴿وَإِذْ قُلْنَا لَكَ إِنَّ رَبَّكَ أَحَاطَ بِالنَّاسِ وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُونَةَ فِي الْقُرْآنِ وَنُخَوِّفُهُمْ فَمَا يَزِيدُهُمْ إِلَّا طُغْيَانًا كَبِيرًا﴾ (بنی اسرائیل:۶۰)

ترجمہ یاد کرواے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے تم سے کہہ دیا تھا کہ تیرے رب نے ان لوگوں کو گھیر رکھا ہے۔ اور یہ جو کچھ ابھی ہم نے تمہیں دکھایا ہے، اس (شبِ معراج) کو (فتنہ بنا دیا) اور اُس درخت کو بھی (فتنہ بنا دیا) جس پر قرآن میں لعنت کی گئی ہے، ہم نے ان لوگوں کے لیے بس ایک فتنہ بنا کر رکھ دیا۔ ہم انہیں تنبیہ پر تنبیہ کیے جا رہے ہیں، مگر ہر تنبیہ ان کی سرکشی ہی میں اضافہ کیے جاتی ہے۔

- یہ آیت بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج سے تعلق رکھتی ہے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جسم اور رُوح دونوں کے ساتھ معراج نہ کرائی گئی ہوتی، تو اس میں لوگوں کے لیے کیا آزمائش تھی؟ خواب کا معاملہ نہ فتنہ ہوتا ہے، اور نہ آزمائش، بلکہ ایک تعبیر طلب امر ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو چیز سب لوگوں کے لیے آزمائش تھی، وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معراجِ جسمانی ہی تھی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

حدیث 39: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، فِي قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ: "وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلا فِتْنَةً لِلنَّاسِ" [الإسراء: 60] قَالَ: "هِيَ رُؤْيَا عَيْنٍ رَآهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهِ".

(صحیح علی شرط البخاری: مسند أحمد، رقم 1916، 3500: بخاری رقم 3888، 4716، 6613؛ ترمذی رقم 3134؛ ابن أبی عاصم فی "السنة" رقم 462؛ النسائی فی "الکبری" رقم 11292، الطبری 110/15؛ ابن خزیمة فی "التوحید" ج 2 ص 494؛ ابن حبان رقم 56، الطبرانی رقم 11641؛ البیہقی فی "الدلائل" 365/2؛ البغوی فی "شرح السنة" رقم 3755؛ مستدرک حاکم رقم 3380)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''رؤیا سے آنکھوں کا دکھاوا مراد ہے جو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی رات دکھایا گیا تھا''۔

بلکہ ساتھ ہی وہ خواب کی نفی کرتے ہیں: لَيْسَ رُؤْيَا مَنَامٍ ۔ (مسند احمد رقم 3546؛ مسند ابی یعلی رقم 2720؛ ابن خزیمۃ فی "التوحید" ج 2 ص 494) کہ اس دکھاوے سے خواب کا "دکھاوا" مراد نہیں ہے۔

(ضَوْءُ السِّرَاجِ فِيْ تَحْقِيْقِ الْمِعْرَاجِ چراغ کی روشنی، ص ۳۲ تا ۳۵۔ المؤلف: حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۴۳۰ھ)۔ الناشر: مکتبہ صفدریہ، نزد مدرسہ نصرۃ العلوم، گھنٹہ گھر، گوجرانوالہ۔ طبع نہم، اکتوبر ۲۰۰۹ء)

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَهٰذَا مَذْهَبُ جُمْهُوْرِ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ، مِنْ أَنَّ الْإِسْرَاءَ كَانَ بِبَدَنِهٖ وَرُوْحِهٖ صَلَوَاتُ اللهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ، كَمَا دَلَّ عَلٰى ذٰلِكَ ظَاهِرُ السِّيَاقَاتِ مِنْ رُكُوْبِهٖ وَصُعُوْدِهٖ فِي الْمِعْرَاجِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ، وَلِهٰذَا قَالَ تَعَالٰى: "سُبْحَانَ الَّذِيْ أَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصٰى" [الإسراء: 1]. وَالتَّسْبِيْحُ إِنَّمَا يَكُوْنُ عِنْدَ الْآيَاتِ الْعَظِيْمَةِ الْخَارِقَةِ، فَدَلَّ عَلٰى أَنَّهٗ بِالرُّوْحِ وَالْجَسَدِ، وَالْعَبْدُ عِبَارَةٌ عَنْهُمَا. وَأَيْضًا فَلَوْ كَانَ مَنَامًا لَمَا بَادَرَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ إِلَى التَّكْذِيْبِ بِهٖ وَالِاسْتِبْعَادِ لَهٗ، إِذْ لَيْسَ فِيْ ذٰلِكَ كَبِيْرُ أَمْرٍ، فَدَلَّ عَلٰى أَنَّهٗ أَخْبَرَهُمْ بِأَنَّهٗ أُسْرِيَ بِهٖ يَقْظَةً لَا مَنَامًا.

(البدایۃ والنہایۃ، ج ۴ ص ۲۸۱، ۲۸۲)

ترجمہ: جمہور سلف اور خلف کا یہی مذہب ہے کہ اسراء اور معراج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بدن اور روح کے ساتھ کروایا گیا ہے، جیسا کہ آیات اور احادیث کا ظاہری سیاق بتلاتا ہے کہ معراج کے سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سواری پر سوار کرایا گیا اور آسمان کی بلندیوں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے جایا گیا، وغیرہ۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

آیت 28:۔ سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝

(بنی اسرائیل: 1)

ترجمہ: پاک ہے وہ جو لے گیا ایک رات اپنے بندے کو مسجدِ حرام سے دور کی اُس مسجد تک

جس کے ماحول کو اُس نے برکت دی ہے، تا کہ اسے اپنی کچھ نشانیوں کا مشاہدہ کرائے۔ حقیقت میں وہی ہے سب کچھ سننے اور دیکھنے والا۔

اس آیت میں ''سبحان اللہ'' کا لفظ بتلاتا ہے کہ اسراء و معراج میں بہت بڑی بڑی خرقِ عادت آیات اور نشانیوں کا ظہور ہوا ہے۔ یہ آیت بھی اس پر دلالت کرتی ہے کہ معراج روح اور جسم کے ساتھ ہی ہوا ہے۔ لفظ ''عبد'' بھی اسی پر دلالت کر رہا ہے۔ اگر معراج کا واقعہ خواب کا ہوتا، تو قریش اس کی تکذیب نہ کرتے، اور نہ ہی اس کو بعید جانتے، کیونکہ خواب دیکھنا کوئی بڑا عجوبہ نہیں ہے۔ یہ بھی اس پر دلالت کرتا ہے کہ آپ ﷺ نے ان کو اس بات کی خبر دی تھی کہ آپ ﷺ کو حالتِ بیداری میں ہی اسراء اور معراج کرایا گیا تھا، نہ کہ خواب میں۔

آیت 29: ۔ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝ فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ۝ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۝ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ۝ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۝ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ۝ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ۝ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ۝ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ۝ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ۝ (النجم: ۸ تا ۱۸)

ترجمہ: پھر قریب آیا، پس اور نزدیک ہوا، یہاں تک کہ دو کمانوں کے برابر یا اس سے کچھ کم فاصلہ رہ گیا۔ تب اس نے اللہ کے بندے (محمد ﷺ) کو وحی پہنچائی جو وحی بھی اُسے پہنچانی تھی۔ (رسول ﷺ کی) نظر نے جو کچھ دیکھا دل نے اس میں جھوٹ نہ ملایا۔ اب کیا تم اُس چیز پر اُس سے جھگڑتے ہو، جسے وہ آنکھوں سے دیکھتا ہے؟۔ اور ایک مرتبہ پھر اس نے سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اس کو اترتے دیکھا، جہاں پاس ہی جنت الماویٰ ہے۔ اس وقت سدرہ (بیری کے درخت) پر چھا رہا تھا جو کچھ کہ چھا رہا تھا۔ نگاہ نہ چوندھیائی، نہ حد سے متجاوز ہوئی۔ اور اُس نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔

☐ اِن آیات میں جناب رسول اللہ ﷺ کے اس سفر کا ذکر ہے جو بیت المقدس سے سدرۃ المنتہیٰ تک واقع ہوا ہے، جس میں آنکھ اور دِل نے بیداری میں سب کچھ دیکھا

ہے، اور دِل اور آنکھوں کو غلطی اور لغزش بھی نہیں ہوئی۔ لوگ اس عجیب سفر پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جھگڑا بھی کرتے تھے۔ اِس سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی عجیب اور غریب نشانیاں دیکھیں۔

حدیث 40: ۔ثُمَّ رُفِعَتْ إِلَيَّ سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى، فَإِذَا نَبِقُهَا مِثْلُ قِلَالِ هَجَرَ، وَإِذَا وَرَقُهَا مِثْلُ آذَانِ الْفِيَلَةِ، قَالَ: هٰذِهِ سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى۔

(بخاری رقم 3887، 3207، 3393، 3430؛ مسند أحمد رقم 12673، 17833، 17834، 17835؛ سنن نسائی رقم 448؛ مسند ابی یعلی رقم 3185؛ ابن خزیمہ رقم 301، 302؛ حدیث السراج رقم 2585، 2680؛ مستخرج ابی عوانہ رقم 337؛ ابن حبان رقم 48، 7415؛ سنن دار قطنی رقم 33؛ ابن مندہ فی "الإیمان" 715، 716، 717، 718؛ التوحید لابن مندہ رقم 20؛ مستدرک حاکم رقم 271؛ الطب النبوی لأبی نعیم رقم 804؛ البعث والنشور بیہقی رقم 181؛ السنن الصغیر للبیہقی رقم 253؛ سنن کبریٰ بیہقی رقم 1259؛ معرفۃ السنن والآثار رقم 1902؛ شرح السنۃ بغوی، رقم 3752، 3753؛ الطبرانی فی "الکبیر" 19/ (رقم 598)؛ أبو نعیم فی "صفۃ الجنۃ" رقم 302؛ البیہقی فی "الدلائل" 2/378)

ترجمہ: پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا۔ میں نے دیکھا کہ بیری کے پھل قبیلۂ ہجر کے مٹکوں جیسے ہیں، اور بیری کے پتے ہاتھی کے کان کی طرح بڑے بڑے ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: "یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے"۔

- پھر وہاں اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جو کچھ کہ اس کو منظور تھا، اپنا حکم بھیجا۔

حدیث 41: ۔حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ، ح، وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، جَمِيعًا عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ، وَأَلْفَاظُهُمْ مُتَقَارِبَةٌ، قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ: حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ، عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَدِيٍّ، عَنْ طَلْحَةَ، عَنْ مُرَّةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: "لَمَّا أُسْرِيَ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، انْتُهِيَ بِهِ إِلَى سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى،... قَالَ: "إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى" [النجم: 16]. قَالَ: "فَرَاشٌ مِنْ

ذَهَبٍ"۔ الحدیث

(مسلم رقم 279_173؛ مصنف ابن ابی شیبہ رقم 291؛ مسند إسحاق بن راھویہ رقم 99؛ مسند احمد رقم 3665، 4011؛ ترمذی رقم 3276؛ سنن کبری نسائی رقم 311؛ سنن نسائی رقم 451؛ مسند ابی یعلی رقم 5303؛ التوحید لابن خزیمہ رقم 5303؛ حدیث السراج رقم 2597، 2599؛ مستخرج ابی عوانہ رقم 414 (الجامعۃ الاسلامیہ)؛ شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة رقم 1424، 1969، 1970؛ المسند المستخرج على صحيح الإمام مسلم، لأبي نعيم، رقم 434؛ حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۲۴؛ البعث والنشور بیہقی (الشوی) رقم 526؛ السنن الصغیر رقم 959؛ شعب الایمان رقم 2177؛ شرح السنۃ بغوی رقم 3756)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسراء اور معراج کرائی گئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچایا گیا، جہاں سونے کے پروانے اس کو گھیرے ہوئے تھے''۔

2 معراج کی رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے

واقعہ معراجِ اعظم نبوی میں سب سے زیادہ اہمیت رؤیت یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ اس لیے اس بحث کو بہت ہی احتیاط وتیقظ کے ساتھ لکھنا ضروری ہے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ''وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۝'' (النجم: ۱۳) کی ضمیر مفعول میں اختلاف ہے کہ اس کا مرجع کون ہے؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں؟ اللہ تعالیٰ ہے؟

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ فرماتے ہیں: ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے، یعنی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور دیگر اکابر یہ فرماتے ہیں: مفعول کی ضمیر حضرت جبرائیل علیہ السلام کی طرف راجع ہے، یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اصلی شکل میں صرف دو مرتبہ دیکھا تھا۔ ان میں ایک مرتبہ جب کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام سدرۃ المنتہیٰ کے پاس نیچے اتر رہے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت مسلم (مسلم رقم 287_177) وغیرہ میں موجود ہے۔

روایات ملاحظہ فرمائیں:

3 حدیثِ ابن عباس رضی اللہ عنہ

حدیث42:۔حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَأَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ جَمِيعًا عَنْ وَكِيعٍ، قَالَ الْأَشَجُّ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ زِيَادِ بْنِ الْحُصَيْنِ أَبِي جَهْمَةَ، عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: {مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى} [النجم: 11] {وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَى} [النجم: 13]، قَالَ: "رَآهُ بِفُؤَادِهِ مَرَّتَيْنِ".

(مسلم رقم 285-176؛ مسند أحمد رقم 1956؛ سنن کبریٰ نسائی رقم 11471؛ حدیث السراج رقم 1388؛ مستخرج ابی عوانہ رقم 398، 401؛ رؤیۃ اللہ للدارقطنی رقم 273؛ الإیمان لابن مندہ رقم 754، 756؛ شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة رقم 917؛ الأسماء والصفات للبیهقی رقم 926؛ السیوطی فی "الدر المنثور" 7/646 ونسبه لابن مردویه؛ الطبری 52/27؛ الطبرانی رقم 12941)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت:

آیت30:۔مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ○ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ○ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ○ (النجم: ۱۱ تا ۱۳)

ترجمہ غلطی نہیں کھائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل نے جو دیکھا۔

کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کی اپنے دل سے دومرتبہ زیارت کی ہے''۔

حدیث43:۔حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا حَفْصٌ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: "رَآهُ بِقَلْبِهِ".

(مسلم رقم 284-176؛ ترمذی رقم 3281؛ سنن کبریٰ نسائی رقم 11471؛ التوحید لابن خزیمة، ج ۲ ص ۴۸۹؛ حدیث السراج رقم 1390؛ مستخرج ابی عوانہ رقم 399؛ رؤیۃ اللہ للدارقطنی رقم 279؛ الایمان لابن مندہ رقم 755، 758؛ شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة، رقم 913)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کی اپنے دل سے زیارت کی ہے''۔

حدیث 44: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكشورِيُّ، ثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ الصَّبَّاحِ بْنِ ضَمْرَةَ قَالَ: قَرَأْنَا عَلَى مُطَرِّفِ بْنِ مَازِنٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ حَبِيبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَطَاءً يَقُولُ: إِنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ قَالَ: "لَمْ يَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبَّهُ بِعَيْنَيْهِ إِنَّمَا رَآهُ بِقَلْبِهِ". (معجم کبیر طبرانی رقم 11421)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کی آنکھوں سے زیارت نہیں ہے۔ یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دل سے زیارت کی ہے''۔

حدیث 45: حَدَّثَنَا أَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "رَأَيْتُ رَبِّي تَبَارَكَ وَتَعَالَى".

(صحیح موقوفاً، وهذا إسناد رجاله رجال الصحيح: مسند أحمد رقم 2580، 2634: ابن أبي عاصم في "السنة" رقم 433، 440: معجم ابن الاعرابی رقم 405: الشریعۃ للآجری رقم 1033: رؤیۃ اللہ للدارقطنی رقم 264، 265: اللالکائی فی شرح أصول الاعتقاد رقم 897، 901: المختارۃ رقم 256، 257، 258، 259، 260)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میں نے اپنے رب تعالیٰ کی زیارت کی ہے''۔

حدیث 46: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْحَضْرَمِيُّ قَالَ: نا جُمْهُورُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَ: ثنا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُجَالِدٍ، عَنْ مُجَالِدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ، كَانَ يَقُولُ: "إِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، رَأَى رَبَّهُ مَرَّتَيْنِ: مَرَّةً بِبَصَرِهِ، وَمَرَّةً بِفُؤَادِهِ".

(معجم اوسط طبرانی رقم 5761: معجم کبیر طبرانی رقم 12564: رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْأَوْسَطِ، وَرِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ، خَلَا جَهْوَرِ بْنِ مَنْصُورٍ الْكُوفِيِّ وَجَهْوَرُ بْنُ مَنْصُورٍ ذَكَرَهُ ابْنُ حِبَّانَ

فی الثقات: مجمع الزوائد رقم 249: روی الطبرانی باسناد رجاله رجال الصحیح: لمعات التنقیح فی شرح مشکاۃ المصابیح، لعبد الحق الدهلوی ج۹ ص۲۱۰: صحیح: مشکلات القرآن ص۳۹۶)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کی دو مرتبہ زیارت کی ہے: ایک مرتبہ اپنی آنکھوں سے، اور ایک مرتبہ اپنے دل سے زیارت کی ہے''۔

حدیث 47: ۔أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحَاقَ الْفَقِيهُ أَنْبَأَ هِشَامُ بْنُ عَلِيٍّ السَّدُوسِيُّ، ثنا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ، ثنا هِشَامُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: وَأَخْبَرَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَا: ثنا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "أَتَعْجَبُونَ أَنْ يَكُونَ الْخُلَّةُ لِإِبْرَاهِيمَ، وَالْكَلَامُ لِمُوسَى، وَالرُّؤْيَةُ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ".

هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ.

[التعليق - من تلخيص الذهبي] - على شرط البخاري

(صحیح: مستدرک حاکم رقم 216، 3114، 3747: ابن أبی عاصم فی "السنة" رقم 442، النسائی فی "الکبری" رقم 11475، ابن خزیمة فی "التوحید" ج 2 ص 479، ابن منده فی "الإیمان" رقم 762، اللالکائی رقم 905: حدیث السراج رقم 1391: رؤیة الله للدارقطنی رقم 66، 261، 263، 282، 284: الإیمان لابن منده رقم 762: شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة رقم 861، 905: الاحادیث المختارۃ رقم 252، 339: صححه الألبانی فی ظلال الجنة: 442: الرد علی من یقول القرآن مخلوق للنجاد رقم 57: أَخْرَجَهُ النَّسَائِيُّ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ: فتح الباری ج۸ ص۶۰۸)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''کیا تم اس بات کو عجیب خیال کرتے ہو کہ خُلّت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے، کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے، اور رؤیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہو''۔

4 حدیثِ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ

حدیث 48: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنَا أَبِي ح، وَحَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ، حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ كِلَاهُمَا عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ، قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي ذَرٍّ، لَوْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَسَأَلْتُهُ. فَقَالَ: "عَنْ أَيِّ شَيْءٍ كُنْتَ تَسْأَلُهُ؟". قَالَ: "كُنْتُ أَسْأَلُهُ هَلْ رَأَيْتَ رَبَّكَ؟". قَالَ أَبُو ذَرٍّ: قَدْ سَأَلْتُ، فَقَالَ: "رَأَيْتُ نُورًا".

(مسلم رقم 292۔178؛ السنة لابن أبي عاصم رقم 441؛ التوحید لابن خزیمہ ج ۲ ص ۵۱۲؛ مستخرج ابی عوانہ رقم 384؛ معجم ابن الاعرابی رقم 2053؛ ابن حبان رقم 58؛ الإیمان لابن مندہ رقم 772، 773)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن شقیق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: "اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل کرتا، تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ضرور ایک سوال کرتا"۔ یہ سن کر حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "تم کس چیز کے بارے میں سوال کرتے؟"۔ حضرت عبد اللہ بن شقیق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کرتا: کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کی زیارت کی ہے"۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں نے یہ سوال کر لیا تھا"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں نے نور (ہی نور) دیکھا تھا (اس کے علاوہ کچھ اور نہیں دیکھا)"۔

حدیث 49: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "هَلْ رَأَيْتَ رَبَّكَ؟". قَالَ: "نُورٌ أَنَّى أَرَاهُ؟".

(مسلم رقم 291۔178؛ ترمذی رقم 3282؛ مسند ابی داود طیالسی رقم 476؛ مسند احمد رقم 21527، 21498؛ مسند بزار رقم 3931؛ التوحید لابن خزیمہ رقم ج ۲ ص ۵۰۹، ۵۱۰؛ حدیث السراج

رقم 1417؛ مستخرج ابی عوانہ رقم 452 (الجامعۃ الاسلامیہ)؛ ابن حبان رقم 58؛ معجم اوسط رقم 8300؛ رؤية الله للدارقطني، رقم 260؛ الإيمان لابن منده رقم 770، 771، 774؛ شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة رقم 918؛ المسند المستخرج على صحيح الإمام مسلم لأبي نعيم، رقم 446، 447؛ حلیۃ الاولیاء، ج ۹ ص ۶۱)

ترجمہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: ''کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار کو (شبِ معراج میں) دیکھا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: ''وہ نُور تھا، میں اسے (نظر جما کر) بھلا کیسے دیکھ پاتا؟''۔

حدیث 50:۔ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، وَبَهْزٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ قَتَادَةَ قَالَ بَهْزٌ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ، قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي ذَرٍّ: "لَوْ أَدْرَكْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلْتُهُ". قَالَ: "عَنْ أَيِّ شَيْءٍ؟". قُلْتُ: "هَلْ رَأَيْتَ رَبَّكَ؟". فَقَالَ: قَدْ سَأَلْتُهُ فَقَالَ: "نُورَانِيٌّ أَرَاهُ". يَعْنِي عَلَى طَرِيقِ الْإِيجَابِ.

تحقیق "نُورَانِيٌّ" بضم النون الأولى وكسر النون الثانية وياء مشددة نسبة إلى النور.
وقوله في آخر الحديث: "يعني على طريق الإيجاب" يظهر أنه من كلام عبد الله بن أحمد أو من كلام الإمام أحمد وحينئذ تقرأ الكلمة "نُورَانِيٌّ أَرَاهُ".

(صحیح علی شرط مسلم: مسند احمد رقم 21392)

☐ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "هَلْ رَأَيْتَ رَبَّكَ؟". قَالَ: "نُورَانِيٌّ أَرَاهُ".

(مسلم رقم 291-178)

ترجمہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: ''کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار کو (شبِ معراج میں) دیکھا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: ''نورانی دیکھا تھا''۔

تشریح اس روایت کے الفاظ میں اختلاف ہے۔ کوئی ''نُورٌ أَنّٰى أَرَاهُ؟'' پڑھتا ہے۔ ہم نے

''نُوْرَانِيٌّ'' کے لفظ کو ترجیح دی ہے، کیونکہ بعض روایات میں ''رَأَيْتُ نُوْرًا'' کا لفظ بھی موجود ہے۔ ترجمہ اسی کے مطابق کیا گیا ہے۔ اگر ''نُوْرٌ أَنّٰى أَرَاهُ'' پڑھا جائے تو ترجمہ ہوگا کہ ''وہ نور تھا میں اسے نظر جما کر بھلا کیسے دیکھ پاتا؟''۔ اس بنا پر بھی بارگاہِ الٰہی میں نور ہی کا اطلاق ثابت ہوگا۔ قرآن وحدیث میں خدائی بارگاہ کا جہاں ذکر کرتے ہیں، ماحول میں نور ہی نور کا پتہ دیتے ہیں۔ کیوں نہ ہو جب کہ اسماءِ الٰہیہ میں اس کا ایک اسم ہی ''النُّوْرُ'' ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

آیت 31:۔ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (النور: ۳۵)

ترجمہ آسمانوں اور زمین میں اللہ تعالیٰ ہی کا نور و جمال روشن ہے۔

مادیات کا عالم سرتا سر ظلمت و تاریکی ہے اور مجردات کا سرتا سر نور۔ یہ نور جس قدر لطیف اور قوی ہوتا جاتا ہے، اسی قدر ادراک نظر و بصر سے باہر ہوتا جاتا ہے، حتیٰ کہ جو ذات پاک کہ تجرد کے انتہائی مراتب میں ہے۔ وہ تمام دنیا کے ادراکِ نظر و بصر سے بھی باہر ہے۔

آیت 32:۔ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ (الانعام: ۱۰۳)

ترجمہ نگاہیں اس کو نہیں پاسکتیں اور وہ نگاہوں کو پالیتا ہے۔

خدا کو کسی کی بصر نہیں پا سکتی۔

احادیث میں عالمِ مجردات کا جہاں تذکرہ ہے، وہاں اس کو نور ہی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس کو اس نور پر قیاس نہ کرنا چاہیے۔ نورِ آفتاب سے نورِ بصر زیادہ اہم ہے، اور نورِ بصر سے نورِ عقل زیادہ اہم۔ پھر جو ان میں جس قدر اہم اور قوی ہے، اسی قدر غیر محسوس ہے۔ جب مادیات میں یہ نسبت ہے تو اس سے مجردات کا اندازہ کر لیجئے۔

(ترجمان السُّنَّة، لمولانا بدر عالمؒ، ج ۱ ص ۲۷۳)

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قوله (نوراني أراه) فيه تأويلان: أي هو نور فكيف أراه، أو الذي رأيته نور، وأما الرب تبارك وتعالى فكيف أراه. وقيل: هو بتمامه لفظ واحد أي نوراني أراه، وهو يحتمل الوجهين أيضًا إنكارًا وإقرارًا، أي ما أراه

نورانی، وأما الرب تبارك وتعالى فكيف أراه، أو هو نورانی أراه، وجملة الأمر فی ذلك أن النزاع لفظی، ومؤدی المذهبین واحد، فمن أثبت أثبت بزیادة فی الباصرة من قوة القلب، والنافی إنما نفی بإدراك هذه الأبصار حال کونها علی هیئتها، وإرجاع کلمات أصحاب الفرقتین إلی ما قلنا سهل.

(الکوکب الدری علی جامع الترمذی، ج۴ص۲۸۵، ۲۸۶۔ المؤلف: رشید أحمد الکنکوهی (المتوفی: 1323ھ)۔ جمعها ورتبها: محمد یحیی بن محمد إسماعیل الکاندهلوی (المتوفی: 1334ھ)۔ المحقق: محمد زکریا بن محمد یحیی الکاندهلوی۔ الناشر: مطبعة ندوة العلماء الهند۔ عام النشر: 1395ھ)

ترجمہ "نُورٌ، أَنَّى أَرَاهُ" (ترمذی رقم 3282) میں دو معانی ہیں: یعنی وہ نور ہے، پھر میں کیسے دیکھ سکتا ہوں؟ یا جس کو میں نے دیکھا ہے وہ نور ہے۔ رہی رب العزت کی ذات، تو میں کیسے اُس کو دیکھ سکتا ہوں؟ اور کہا گیا ہے: وہ تمام ایک ہی لفظ ہے: یعنی نُوْرَ انِیٌّ أَرَاهُ۔ اس میں بھی دو معانی کا احتمال ہے: انکار اور اقرار۔ یعنی میں نے اُس کو نورانی دیکھا ہے۔ رہی رب تعالیٰ کی ذات، تو میں اُس کو کیسے دیکھ سکتا ہوں؟ یا وہ نورانی ہے، میں نے اس کو دیکھا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس میں نزاع لفظی ہے اور دونوں مذاہب کا مآل ایک ہے۔

تفصیل کے لیے دیکھیے:

(المُعْلم بفوائد مسلم، المازری المالکی، ج۱ص ۳۳۴ رقم 108، إِکمَالُ المُعْلِمِ بِفَوَائِدِ مُسْلِم، لقاضی عیاض، ج۱ص۵۳۳، شرح نووی علی مسلم ج۳ص ۱۲، شرح الطیبی علی مشکاة المصابیح ج۱۱ص۳۵۷۸ رقم 5659، فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج۸ص۶۰۸، ۶۰۹، مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح ج۹ص ۳۶۰۴ تحت رقم 5659، فیض الباری علی صحیح البخاری، ج۱ص۹۱، ج۶ص۲۰۰۔ طبع بیروت)

حدیث 51: حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو عُثْمَانُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عَبْدِ اللهِ الدَّقَّاقُ، حَدَّثَنَا الْحَسَنُ

بْنُ عَلِيِّ بْنِ شَبِيبٍ، حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ عِيسَى الطَّائِيُّ الْوَاسِطِيُّ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: "رَآهُ بِقَلْبِهِ، وَلَمْ يَرَهُ بِعَيْنِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ".

(رؤية الله للدار قطنی رقم 258؛ شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة رقم 914)

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کی اپنے دل سے زیارت کی ہے، اور اپنی آنکھوں سے زیارت نہیں کی ہے“۔

حدیث 52: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، غَيْرَ مَرَّةٍ قَالَ: ثَنَا هُشَيْمٌ، قَالَ: ثَنَا مَنْصُورٌ وَهُوَ ابْنُ زَاذَانَ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ شَرِيكٍ الرِّشْكِ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: {وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَى} [النجم: 13] قَالَ: "رَآهُ بِقَلْبِهِ"، يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ".

(التوحید لابن خزیمہ ج ۲ ص ۵۱۶؛ حدیث السراج رقم 1393؛ معجم اوسط رقم 1141؛ شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة رقم 915)

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَى ۝ [النجم: 13]

ترجمہ: اور البتہ تحقیق اس نے اس کو دوسری مرتبہ دیکھا ہے۔

”حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کی اپنے دل سے زیارت کی ہے“۔

5 حدیثِ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

حدیث 53: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، فِي قَوْلِهِ: {مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى} [النجم: 11]، قَالَ: "رَأَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِبْرِيلَ فِي حُلَّةٍ مِنْ رَفْرَفٍ، قَدْ مَلَأَ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ".

(صحیح علی شرط الشیخین: مسند احمد رقم 3740، 3748، 3780، 3862، 3863، 3864، 3915، 3917، 4289، 4396؛ بخاری رقم 3232، 4856، 4857؛ مسلم رقم 280۔

174، 281_174، 282_174؛ مسند ابوداؤد طیالسی رقم 276، 321، 323، 356؛ مصنف ابن ابی شیبہ رقم 359؛ ترمذی رقم 3277، 3283؛ مسند البزار رقم 1809؛ النسائی فی "الکبری" رقم 11467، 11470، 11476، 11477؛ الکنی والأسماء، الدولابی، رقم 1879؛ المسند للشاشی رقم 455، 663؛ ابن حبان رقم 59، 6427؛ أبو یعلی رقم 5337؛ حدیث السراج رقم 1385، 1387، 1397؛ مستخرج ابی عوانہ رقم 403؛ المسند المستخرج علی صحیح الإمام مسلم، لأبی نعیم، رقم 437، 438؛ الطبرانی فی "الکبیر" رقم 9050؛ ابن منده فی "الإیمان" رقم 751، 752؛ صححه الحاکم علی شرط الشیخین، ووافقه الذهبی: مستدرک حاکم رقم 3746؛ أبو الشیخ فی "العظمة" ج 2 ص 766؛ البیهقی فی "الأسماء والصفات" رقم 917، 918؛ الطبری 27/49؛؛)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس آیت (اور اس کے بعد والی آیات) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی ○ [النجم: 11]

ترجمہ (رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی) نظر نے جو کچھ دیکھا دل نے اس میں جھوٹ نہ ملایا۔

''حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اعلیٰ درجہ کے لباس میں دیکھا ہے''۔ انھوں نے (اپنی عظیم جسامت کی وجہ سے) پورے زمین وآسمان کو بھر دیا تھا''۔

6 حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

حدیث 54: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، {وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَى} [النجم: 13]، قَالَ: "رَأَى جِبْرِيلَ". (مسلم رقم 283_175؛ الاسماء والصفات بیہقی رقم 925)

ترجمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی ○ [النجم: 13]

ترجمہ اور البتہ تحقیق اس نے اس کو دوسری مرتبہ دیکھا ہے۔

''حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا ہے''۔

7 حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

حدیث 55: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا عَامِرٌ قَالَ: أَتَى مَسْرُوقٌ عَائِشَةَ فَقَالَ: "يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ! هَلْ رَأَى مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبَّهُ؟". قَالَتْ: "سُبْحَانَ اللهِ! لَقَدْ قَفَّ شَعْرِي لِمَا قُلْتَ، أَيْنَ أَنْتَ مِنْ ثَلَاثٍ، مَنْ حَدَّثَكَهُنَّ فَقَدْ كَذَبَ؛ مَنْ حَدَّثَكَ أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَبَّهُ فَقَدْ كَذَبَ". ثُمَّ قَرَأَتْ: "لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ". [الأنعام: 103]، "وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ" [الشورى: 51]. "وَمَنْ أَخْبَرَكَ بِمَا فِي غَدٍ فَقَدْ كَذَبَ"، ثُمَّ قَرَأَتْ: "إِنَّ اللهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ" [لقمان: 34] هٰذِهِ الْآيَةَ. "وَمَنْ أَخْبَرَكَ أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَمَ فَقَدْ كَذَبَ"، ثُمَّ قَرَأَتْ: "يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ" [المائدة: 67]، "وَلٰكِنَّهُ رَأَى جِبْرِيلَ فِي صُورَتِهِ مَرَّتَيْنِ".

(صحیح علی شرط الشیخین: مسند احمد رقم 24227، 24885، 25993، 26040؛ بخاری رقم 3234، 3235، 4855، 7380؛ مسلم رقم 287-177، 289-177؛ ترمذی رقم 3068، 3278؛ مسند اسحاق بن راہویہ رقم 1439؛ ابن حبان رقم 60؛ التوحيد. لابن خزيمة، ج ٢ ص ٥٦١؛ حدیث السراج رقم 1405، 1406، 1408، 1415؛ مستخرج ابی عوانہ رقم 407، 408؛ الایمان لابن مندہ رقم 768؛ المسند المستخرج على صحيح الإمام مسلم. لأبي نعيم، رقم 442، 443؛ مسند ابی یعلی رقم 4901، 4902 مختصراً؛)

ترجمہ: حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا: ''اے اُمّ المومنین! کیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟''۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''سُبْحَانَ اللهِ! تیری اس بات کو سن کر میرے تو رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں۔ تم ان تین باتوں کے بارے میں کہاں کھڑے ہو، جو شخص بھی تجھ سے ان تین باتوں کو

بیان کرے گا، وہ جھوٹ ہی بولے گا؟۔ جوشخص تجھ سے یہ بیان کرے کہ حضرت محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے، وہ جھوٹ ہی بولے گا"۔ پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

آیت 33:۔ لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ ۖ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ○ (الانعام:۱۰۳)

ترجمہ: نگاہیں اس کو نہیں پاسکتیں اور وہ نگاہوں کو پالیتا ہے، وہ نہایت باریک بین اور باخبر ہے۔

آیت 34:۔ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ ۚ إِنَّهُ عَلِيٌّ حَكِيمٌ ○ (الشوریٰ:۵۱)

ترجمہ: کسی بشر کا یہ مقام نہیں ہے کہ اللہ اُس سے رُوبرو بات کرے۔ اُس کی بات یا تو وحی (اشارے) کے طور پر ہوتی ہے یا پردے کے پیچھے سے، یا پھر وہ کوئی پیغام بر (فرشتہ) بھیجتا ہے اور وہ اُس کے حکم سے جو کچھ وہ چاہتا ہے وحی کرتا ہے، وہ برتر اور حکیم ہے۔

"اور جو تجھ کو آنے والے زمانے کی خبر دے، تو اس نے بھی جھوٹ کہا"۔ پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

آیت 35:۔ إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ ۖ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۖ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ○ (لقمان:۳۴)

ترجمہ: اُس گھڑی کا علم اللہ ہی کے پاس ہے، وہی بارش برساتا ہے، وہی جانتا ہے کہ ماؤں کے پیٹوں میں کیا پرورش پا رہا ہے، کوئی متنفس نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کمائی کرنے والا ہے اور نہ کسی شخص کو یہ خبر ہے کہ کس سرزمین میں اس کو موت آنی ہے، اللہ ہی سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔

"جو شخص تجھے خبر دے کہ حضرت محمد ﷺ نے دین کی کسی بات کو چھپایا ہے، تو اس نے بھی جھوٹ بولا ہے"۔ پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

آیت 36: يَاأَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَإِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ○

(المائدہ:٦٧)

ترجمہ: اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم، جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے وہ لوگوں تک پہنچادو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اس کی پیغمبری کا حق ادا نہ کیا۔ اللہ تم کو لوگوں کے شر سے بچانے والا ہے۔ یقین رکھو کہ وہ کافروں کو (تمہارے مقابلے میں) کامیابی کی راہ ہرگز نہ دکھائے گا۔

لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اس کی اصلی صورت میں دو مرتبہ دیکھا ہے۔

حدیث 56: حَدَّثَنَا يَزِيدُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا دَاوُدُ، عَنْ عَامِرٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، قَالَ: كُنْتُ مُتَّكِئًا عِنْدَ عَائِشَةَ، فَقَالَتْ: "يَا أَبَا عَائِشَةَ! أَنَا أَوَّلُ مَنْ سَأَلَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ هٰذِهِ؟". قَالَ: "ذٰلِكَ جِبْرِيلُ لَمْ أَرَهُ فِي صُورَتِهِ الَّتِي خُلِقَ فِيهَا، إِلَّا مَرَّتَيْنِ رَأَيْتُهُ مُنْهَبِطًا مِنَ السَّمَاءِ سَادًّا عِظَمُ خَلْقِهِ، مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ".

(صحیح علی شرط مسلم: مسند أحمد، رقم 26040،25993؛ مسلم رقم 287_177، 290_177؛ ترمذی رقم 3068؛ مسند ابی داؤد طیالسی رقم 1511؛ سنن کبریٰ نسائی رقم 11468،11344،11082؛ مستخرج ابی عوانہ رقم 405؛ الایمان لابن مندہ رقم 763،764، 766،765؛ حدیث السراج رقم 1406،1407،1409؛ الطبری فی تفسیر الآیة (13) من سورة النجم؛ المسند المستخرج علی صحیح الإمام مسلم، لأبی نعیم، رقم 442؛ الاسماء والصفات، بیہقی، رقم 924،923)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے شاگرد حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا: ''اے ابو عائشہ! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کی تفسیر کے بارے میں پوچھا تھا؟''۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا: ''یہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے، میں نے ان کو ان کی اصلی شکل میں نہیں دیکھا مگر صرف دو مرتبہ، ایک مرتبہ جب کہ وہ آسمان

سے نیچے اتر رہے تھے، انھوں نے اپنی عظیم جسامت کی وجہ سے پورے زمین و آسمان کو بھر دیا تھا''۔

8 اکابر علمائے اُمت رحمۃ اللہ علیہم کی تحقیقات

1 امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۲۴۱ھ) کی تحقیق

ثُبُوتُ رُؤْيَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِرَبِّهِ، وَهُوَ قَوْلُ ابْنِ عَبَّاسٍ وَأَتْبَاعِهِ، وَهُوَ ظَاهِرُ مَا ذَهَبَ إِلَيْهِ الْإِمَامُ أَحْمَدُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ. فَقَدْ رَوَى الْخَلَّالُ فِي كِتَابِ السُّنَّةِ عَنْ أَبِي بَكْرٍ الْمَرُّوذِيِّ قَالَ: قُلْتُ لِأَحْمَدَ: "إِنَّهُمْ يَقُولُونَ: إِنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: مَنْ زَعَمَ أَنَّ مُحَمَّدًا رَأَى رَبَّهُ فَقَدْ أَعْظَمَ عَلَى اللهِ الْفِرْيَةَ. فَبِأَيِّ شَيْءٍ يُدْفَعُ قَوْلُهَا؟". قَالَ: "بِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "رَأَيْتُ رَبِّي". قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْبَرُ مِنْ قَوْلِهَا".

(لوامع الأنوار البهية وسواطع الأسرار الأثرية لشرح الدرة المضية في عقد الفرقة المرضية، السفاريني، ج۲ ص۲۵۲؛ المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، للقسطلاني، ج۲ ص۵۰۰؛ فتح الباری 8 / 608 ۔ 609؛ الجامع لعلوم الإمام أحمد۔ العقيدة: ج۳ ص۸۶ ۳ رقم 79)

ترجمہ (معراج کی رات) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رؤیتِ باری تعالیٰ کو ثابت ماننا۔ یہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور اُن کے متبعین کا ہے۔ اسی قول کی طرف امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ظاہر مذہب کے مطابق گئے ہیں۔ یعنی رؤیت باری تعالیٰ کو ثابت کرنے والوں میں حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔ حافظ حدیث، صاحب تصانیف، محدث خلال رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۳۱۱ھ) نے ''کتاب السنۃ'' میں امام مروزی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۲۷۵ھ) سے نقل کیا ہے (جنھوں نے حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے مسائل مدون کیے ہیں) کہ میں نے حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے کہا: ''لوگ کہتے ہیں: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جو کہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے، تو اُس نے اللہ تعالیٰ پر

بڑا بہتان باندھا۔ تو اُن کے قول کا کس طرح جواب دیا جائے؟"۔ حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے قول کو پیش کر دیا جائے، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود فرمایا: "میں نے اپنے رب کو دیکھا ہے"۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قول سے بزرگ و برتر ہے (اسی کو مقدم کریں گے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صراحت کے بعد کسی کی رائے معتبر نہیں ہوتی)۔

محدث زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے مزید لکھا: اس سے ظاہر ہوا کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اس بارے میں سوال و جواب کے قبل ہی سے رؤیتِ بصری کے قائل تھے، کیونکہ رؤیتِ قلبی کی قائل تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں، جس کے مقابلہ میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حوالہ دیا، اور بتلایا کہ حدیث میں رؤیت سے مراد رؤیتِ قلبی نہیں بلکہ رؤیتِ بصری ہے جو اس کے ظاہر لفظوں سے سمجھی جا رہی ہے۔

(شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ، ج۸ ص ۲۵۲)

علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے آگے لکھا: اس تفصیل کے بعد حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ انکار بھی باطل و بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ رؤیت بصری کے قائل نہ تھے اور صرف رؤیتِ قلبی کے قائل تھے۔ شفا میں ہے:

وَحَكَى عَبْدُ اللهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ عَنْ أَبِيهِ: أَنَّهُ قَالَ: "رَآهُ"۔

(الشفا بتعریف حقوق المصطفی ج۱ ص ۳۸۱)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے رؤیت کا قول نقل کیا ہے

وَحَكَى النَّقَّاشُ عَنْ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ أَنَّهُ قَالَ: "أَنَا أَقُولُ بحديث ابن عباس بعينيه رَآهُ رَآهُ..." حَتَّى انْقَطَعَ نَفَسُهُ۔ يَعْنِي نَفَسُ أحمد..

(الشفا بتعریف حقوق المصطفی ج۱ ص ۳۸۰)

ترجمہ نقاش رحمۃ اللہ علیہ نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا: میں حدیثِ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی وجہ سے کہتا ہوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو اپنی دونوں آنکھوں سے دیکھا ہے، دیکھا ہے، دیکھا ہے۔ اس لفظ کی تکرار یہاں تک کرتے تھے کہ سانس ختم ہو جاتا تھا۔

وقال أبو عمرو: قَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: "رَآهُ بِقَلْبِهِ"۔ وَجَبُنَ عَنِ الْقَوْلِ بِرُؤْيَتِهِ فِي الدُّنْيَا بِالْأَبْصَارِ۔ (الشفا بتعریف حقوق المصطفی ج۱ ص۳۸۰)

حضرت ابو عمر رحمۃ اللہ علیہ (ابو عمر طالمنکی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۴۲۹ھ) نے بیان کیا: امام احمد رحمۃ اللہ علیہ رؤیت قلبی کی بات کہتے تھے، اور رؤیت بصری دنیوی کی بات کہنے کی جرأت نہ کرتے تھے۔

(شرح الزرقانی علی المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، ج ۸ ص ۲۵۳؛ انوار الباری ج۱۱ ص۷۸)

2 محدث ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۳۱۱ھ) کی تحقیق

بَابُ ذِكْرِ الْأَخْبَارِ الْمَأْثُورَةِ فِي إِثْبَاتِ رُؤْيَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالِقَهُ الْعَزِيزَ الْعَلِيمَ، الْمُحْتَجِبَ عَنْ أَبْصَارِ بَرِيَّتِهِ، قَبْلَ الْيَوْمِ الَّذِي تُجْزَىٰ فِيهِ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ وَالنَّدَامَةِ۔ وَذِكْرِ اخْتِصَاصِ اللهِ نَبِيَّهُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالرُّؤْيَةِ كَمَا خَصَّ نَبِيَّهُ إِبْرَاهِيمَ بِالْخُلَّةِ، مِنْ بَيْنِ جَمِيعِ الرُّسُلِ، وَخَصَّ اللهُ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُ بِفَضِيلَةٍ وبدرجةٍ سَنِيَّةٍ كَرَمًا مِنْهُ وَجُودًا، كَمَا أَخْبَرَنَا عَزَّ وَجَلَّ فِي مُحْكَمِ تَنْزِيلِهِ فِي قَوْلِهِ: {تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللهَ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ} [البقرة: 253]

(التوحید وإثبات صفات الرب عز وجل، لابن خزیمۃ، ج2 ص 477)

ترجمہ: باب: اُن اخبارِ ماثورہ کا بیان جن میں (معراج کی رات) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رؤیت باری تعالیٰ، جو خالق، عزیز اور علیم ہے، کا اثبات۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کا اپنی مخلوق کی آنکھوں سے دیدار سے حجاب میں رہنا، قیامت کے دن سے پہلے، جس میں ہر ایک کو اُن کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا، وہ لوگوں کے لیے یومِ حسرت اور ندامت کا دن ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس اختصاص کا ذکر، جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رؤیت کے مختص کیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام

کو تمام رسولوں میں مختص کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ہر ایک کو اپنے فضل و کرم سے خاص فضیلت اور اعلیٰ درجہ سے نوازا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی محکم کتاب قرآن مجید میں اس کی ہمیں خبر دی ہے:

آیت 37: تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ (البقرۃ:۲۵۳)

ترجمہ: یہ رسول (جو ہماری طرف سے انسانوں کی ہدایت پر مامور ہوئے) ہم نے اِن کو ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر مرتبے عطا کیے۔ ان میں کوئی ایسا تھا جس سے اللہ خود ہم کلام ہوا، کسی کو اُس نے دوسری حیثیتوں سے بلند درجے دیے، اور آخر میں عیسیٰ ابنِ مریم علیہ السلام کو روشن نشانیاں عطا کیں اور روح پاک سے اُس کی مدد کی۔

□ وَجَنَحَ ابْنُ خُزَيْمَةَ فِي كِتَابِ التَّوْحِيدِ إِلَى تَرْجِيحِ الْإِثْبَاتِ، وَأَطْنَبَ فِي الِاسْتِدْلَالِ لَهُ بِمَا يَطُولُ ذِكْرُهُ، وَحَمَلَ مَا وَرَدَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا مِنْ قَوْلِهِ إِنَّهُ إِنَّمَا رَآهُ بِقَلْبِهِ عَلَى أَنَّ الرُّؤْيَا وَقَعَتْ مَرَّتَيْنِ مَرَّةً بِعَيْنِهِ وَمَرَّةً بِقَلْبِهِ.

(لوامع الأنوار البهية وسواطع الأسرار الأثرية لشرح الدرة المضية فی عقد الفرقة المرضية، السفاريني، ج۲ ص۲۵۲):

ترجمہ: محدث ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب التوحید میں رؤیتِ بصری کے اثبات کو ترجیح دی ہے، اور اس کے لیے پوری طرح استدلال کیا ہے، جو کچھ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے رؤیت قلبی کے بارے میں وارد ہوا ہے، اس کو انھوں نے رؤیت کے دوبارہ واقع ہونے پر محمول کیا: ایک دفعہ رؤیت بصری، دوسری مرتبہ رؤیت قلبی (تاکہ روایات میں جمع ہو سکے)۔

3 علامہ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی سنہ ۳۵۴ھ) کی تحقیق

قَالَ أَبُو حَاتِمٍ: قَدْ يَتَوَهَّمُ مَنْ لَمْ يُحْكِمْ صِنَاعَةَ الْحَدِيثِ أَنَّ هٰذَيْنِ

الْخَبَرَيْنِ مُتَضَادَّانِ، وَلَيْسَا كَذٰلِكَ، إِذِ اللهُ جَلَّ وَعَلَا فَضَّلَ رَسُولَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى غَيْرِهِ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ، حَتّٰى كَانَ جِبْرِيلُ مِنْ رَبِّهِ أَدْنٰى مِنْ قَابِ قَوْسَيْنِ، وَمُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُهُ جِبْرِيلُ حِينَئِذٍ، فَرَآهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَلْبِهِ كَمَا شَاءَ.

وَخَبَرُ عَائِشَةَ وَتَأْوِيلُهَا أَنَّهُ لَا يُدْرِكُهُ، تُرِيدُ بِهِ فِي النَّوْمِ وَلَا فِي الْيَقَظَةِ، وَقَوْلُهُ: {لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ} [الأنعام: 103] فَإِنَّمَا مَعْنَاهُ: لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ، يُرَى فِي الْقِيَامَةِ وَلَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ إِذَا رَأَتْهُ، لِأَنَّ الْإِدْرَاكَ هُوَ الْإِحَاطَةُ، وَالرُّؤْيَةُ هِيَ النَّظَرُ، وَاللهُ يُرَى وَلَا يُدْرَكُ كُنْهُهُ، لِأَنَّ الْإِدْرَاكَ يَقَعُ عَلَى الْمَخْلُوقِينَ، وَالنَّظَرُ يَكُونُ مِنَ الْعَبْدِ رَبَّهُ.

وَخَبَرُ عَائِشَةَ أَنَّهُ لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ، فَإِنَّمَا مَعْنَاهُ: لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ فِي الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ، إِلَّا مَنْ يَتَفَضَّلُ عَلَيْهِ مِنْ عِبَادِهِ بِأَنْ يَجْعَلَ أَهْلًا لِذٰلِكَ.

وَاسْمُ الدُّنْيَا قَدْ يَقَعُ عَلَى الْأَرَضِينَ وَالسَّمَاوَاتِ وَمَا بَيْنَهُمَا، لِأَنَّ هٰذِهِ الْأَشْيَاءَ بِدَايَاتٌ خَلَقَهَا اللهُ جَلَّ وَعَلَا لِتُكْتَسَبَ فِيهَا الطَّاعَاتُ لِلْآخِرَةِ الَّتِي بَعْدَ هٰذِهِ الْبِدَايَةِ، فَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَبَّهُ فِي الْمَوْضِعِ الَّذِي لَا يُطْلَقُ عَلَيْهِ اسْمُ الدُّنْيَا، لِأَنَّهُ كَانَ مِنْهُ أَدْنٰى مِنْ قَابِ قَوْسَيْنِ حَتّٰى يَكُونَ خَبَرُ عَائِشَةَ، أَنَّهُ لَمْ يَرَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الدُّنْيَا مِنْ غَيْرِ أَنْ يَكُونَ بَيْنَ الْخَبَرَيْنِ تَضَادٌّ أَوْ تَهَاتُرٌ.

(ابن حبان ج۱ ص۲۵۹، ۲۶۰ تحت رقم 60)

ترجمہ علامہ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بعض وہ لوگ جن کو علمِ حدیث میں پختگی حاصل نہیں ہے، ان کو یہ وہم ہو گیا ہے کہ یہ دونوں حدیثیں ایک دوسرے سے متضاد ہیں، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دوسرے تمام انبیائے کرام علیہم السلام پر فضیلت دی ہے۔ یہاں تک کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام سے بھی، کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے رب سے اتنا قرب ہو گیا یہاں تک کہ دو کمانوں

ے کے برابر یا اس سے کچھ کم فاصلہ رہ گیا۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے رب کی اپنے دل سے زیارت کی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کو سکھاتے جاتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث اور اس کی مراد یہ ہے۔ اس ذات کا ادراک نہیں کیا جاسکتا۔ اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ نہ نیند میں اور نہ بیداری میں اللہ تعالیٰ کی ذات کا ادراک کیا جاسکتا ہے۔ اور آیت: ''لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ'' (الانعام: ۱۰۳) (نگاہیں اس کو نہیں پاسکتیں)۔ یقیناً اس کا معنی یہ ہے: نگاہیں اس کو نہیں پا سکتیں، قیامت کے دن اس کی زیارت تو ہوگی، جب کہ زیارت کرنے میں آنکھیں اللہ تعالیٰ کی ذات کا ادراک نہیں کرسکیں گی۔ اس لیے کہ ادراک کا معنی تو احاطہ کرنا ہے اور رؤیت کا معنی تو دیکھنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی زیارت تو کی جاسکتی ہے، اور اس کی کنہ کا ادراک نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے کہ ادراک تو مخلوق کا کیا سکتا ہے۔ بندے کی طرف سے اپنے رب کی زیارت ہی ہوسکتی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ نگاہیں اس کو نہیں پاسکتیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ دنیا اور آخرت میں نگاہیں اس کو نہیں پاسکتیں، مگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو اس فضیلت سے نوازے کہ اس کو اس کا اہل بنادے۔ دنیا کا اطلاق آسمانوں، زمینوں اور ان کے درمیان موجودات پر ہوتا ہے۔ اس لیے کہ ان اشیاء کا ایک نقطۂ آغاز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں اس لیے پیدا کیا ہے کہ ان میں آخرت کے لیے اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری اور عبادت کی جائے۔ آخرت کا آغاز اس دنیا کے بعد ہوگا۔ پس نبی اکرم ﷺ نے اپنے رب کی زیارت اس مقام پر کی ہے جس پر دنیا کا اطلاق نہیں ہوتا، آپ ﷺ کو اس وقت اپنے رب سے اتنا قرب ہوگیا یہاں تک کہ دو کمانوں سے کچھ کم فاصلہ رہ گیا۔ اس طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ آپ ﷺ نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی زیارت نہیں کی۔ اس معنی کے لحاظ دونوں حدیثوں میں کوئی تضاد اور منافات نہیں ہے۔

4 علامہ محی الدین نووی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۶۷۶ھ) کی تحقیق

(باب معنی قول اللہ عز وجل ولقد رآہ نزلۃ أخری)

وَهَلْ رَأَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبَّهُ لَيْلَةَ الاسراء

قَالَ الْقَاضِي عِيَاضٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ: اخْتَلَفَ السَّلَفُ وَالْخَلَفُ هَلْ رَأَى نَبِيُّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبَّهُ لَيْلَةَ الْإِسْرَاءِ؟ فَأَنْكَرَتْهُ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا كَمَا وَقَعَ هُنَا فِي صَحِيحِ مُسْلِمٍ۔ وَجَاءَ مِثْلُهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَجَمَاعَةٍ وهو المشهور عن ابن مَسْعُودٍ، وَإِلَيْهِ ذَهَبَ جَمَاعَةٌ مِنَ الْمُحَدِّثِينَ وَالْمُتَكَلِّمِينَ۔ وروى عن ابن عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ رَآهُ بِعَيْنِهِ وَمِثْلُهُ عَنْ أَبِي ذَرٍّ وَ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَالْحَسَنِ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَكَانَ يَحْلِفُ عَلَى ذلك۔ وحكى مثله عن ابن مَسْعُودٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَأَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ وَحَكَى أَصْحَابُ الْمَقَالَاتِ عَنْ أَبِي الْحَسَنِ الْأَشْعَرِيِّ وَجَمَاعَةٍ مِنْ أَصْحَابِهِ أَنَّهُ رَآهُ وَوَقَفَ بَعْضُ مَشَايِخِنَا فِي هٰذَا، وَقَالَ: لَيْسَ عَلَيْهِ دَلِيلٌ وَاضِحٌ وَلٰكِنَّهُ جَائِزٌ وَرُؤْيَةُ اللّٰهِ تَعَالَى فِي الدُّنْيَا جَائِزَةٌ۔ وَسُؤَالُ مُوسٰى إِيَّاهَا دَلِيلٌ عَلَى جَوَازِهَا إِذْ لَا يَجْهَلُ نَبِيٌّ مَا يَجُوزُ أَوْ يَمْتَنِعُ عَلَى رَبِّهِ۔ وَقَدِ اخْتَلَفُوا فِي رُؤْيَةِ مُوسٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبَّهُ، وَفِي مُقْتَضَى الْآيَةِ وَرُؤْيَةِ الْجَبَلِ فَفِي جَوَابِ الْقَاضِي أَبِي بَكْرٍ مَا يَقْتَضِي أَنَّهُمَا رَأَيَاهُ۔ وَ كَذٰلِكَ اخْتَلَفُوا فِي أَنَّ نَبِيَّنَا مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ كَلَّمَ رَبَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى لَيْلَةَ الْإِسْرَاءِ بِغَيْرِ وَاسِطَةٍ أَمْ لَا؟ فَحُكِيَ عَنِ الْأَشْعَرِيِّ وَقَوْمٍ مِنَ الْمُتَكَلِّمِينَ أَنَّهُ كَلَّمَهُ۔ وَعَزَا بَعْضُهُمْ هٰذَا إِلَى جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ وابن مسعود وابن عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا......

وَأَمَّا صَاحِبُ التَّحْرِيرِ فَإِنَّهُ اخْتَارَ إِثْبَاتَ الرُّؤْيَةِ قَالَ وَالْحُجَجُ فِي هٰذِهِ الْمَسْأَلَةِ وان كانت كثيرة ولكنا لَا نَتَمَسَّكُ إِلَّا بِالْأَقْوَى مِنْهَا وَهُوَ حَدِيثُ بن عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَتَعْجَبُونَ أَنْ تَكُونَ الْخُلَّةُ لِإِبْرَاهِيمَ

وَالْكَلَامُ لِمُوسٰى وَالرُّؤْيَةُ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى الله عليه وسلم. وعن عكرمة سئل بن عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: هَلْ رَأَىٰ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبَّهُ: قَالَ: نَعَمْ. وَقَدْ رُوِيَ بِإِسْنَادٍ لَا بَأْسَ بِهِ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: "رَأَىٰ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبَّهُ". وَكَانَ الْحَسَنُ يَحْلِفُ: "لَقَدْ رَأَىٰ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبَّهُ". وَالْأَصْلُ فى الباب حديث بن عَبَّاسٍ حَبْرِ الْأُمَّةِ وَالْمَرْجُوعِ إِلَيْهِ فِي الْمُعْضِلَاتِ. وقد راجعه بن عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ فِي هٰذِهِ الْمَسْأَلَةِ. وَرَاسَلَهُ: "هَلْ رَأَىٰ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبَّهُ؟". فَأَخْبَرَهُ: "أَنَّهُ رَآهُ". وَلَا يَقْدَحُ فِي هٰذَا حَدِيثُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا لِأَنَّ عَائِشَةَ لَمْ تُخْبِرْ أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَمْ أَرَ ربي. وانما ذكرت ما ذَكَرَتْ مُتَأَوِّلَةً لِقَوْلِ اللهِ تَعَالَىٰ: وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ من وراء حجاب أو يرسل رسولا. ولقول الله تعالى: لا تدركه الأبصار. وَالصَّحَابِيُّ إِذَا قَالَ قَوْلًا وَخَالَفَهُ غَيْرُهُ مِنْهُمْ لَمْ يَكُنْ قَوْلُهُ حُجَّةً وَإِذَا صَحَّتِ الرِّوَايَاتُ عن بن عَبَّاسٍ فِي إِثْبَاتِ الرُّؤْيَةِ وَجَبَ الْمَصِيرُ إِلَى إِثْبَاتِهَا. فَإِنَّهَا لَيْسَتْ مِمَّا يُدْرَكُ بِالْعَقْلِ وَيُؤْخَذُ بِالظَّنِّ وَإِنَّمَا يُتَلَقَّى بِالسَّمَاعِ وَلَا يَسْتَجِيزُ أَحَدٌ أَنْ يَظُنَّ بِابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ تَكَلَّمَ فِي هٰذِهِ الْمَسْأَلَةِ بِالظَّنِّ وَالِاجْتِهَادِ. وَقَدْ قَالَ مَعْمَرُ بن راشد حين ذكر اختلاف عائشة وابن عباس: "ما عائشة عندنا بأعلم من ابن عباس". ثم ان بن عباس أثبت شيئا نفاه غيره وَالْمُثْبِتُ مُقَدَّمٌ عَلَى النَّافِي هَذَا كَلَامُ صَاحِبِ التَّحْرِيرِ فَالْحَاصِلُ أَنَّ الرَّاجِحَ عِنْدَ أَكْثَرِ الْعُلَمَاءِ إن رسول الله صلى الله عليه وسلم رَأَىٰ رَبَّهُ بِعَيْنَيْ رَأْسِهِ لَيْلَةَ الْإِسْرَاءِ لِحَدِيثِ بن عَبَّاسٍ وَغَيْرِهِ مِمَّا تَقَدَّمَ وَإِثْبَاتُ هَذَا لَا يَأْخُذُونَهُ إِلَّا بِالسَّمَاعِ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. هٰذَا مِمَّا لَا يَنْبَغِي أَنْ يُتَشَكَّكَ فِيهِ. ثُمَّ إِنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا لَمْ تَنْفِ الرُّؤْيَةَ بِحَدِيثٍ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَوْ

كَانَ مَعَهَا فِيهِ حَدِيثٌ لَذَكَرَتْهُ. وَإِنَّمَا اعْتَمَدَتِ الاسْتِنْبَاطَ مِنَ الْآيَاتِ وَسَنُوَضِّحُ الْجَوَابَ عَنْهَا. فَأَمَّا احْتِجَاجُ عَائِشَةَ بِقَوْلِ اللهِ تَعَالَى لَا تُدْرِكُهُ الأبصار، فَجَوَابُهُ ظَاهِرٌ، فَإِنَّ الْإِدْرَاكَ هُوَ الْإِحَاطَةُ، وَاللهُ تَعَالَى لَا يُحَاطُ بِهِ. وَإِذَا وَرَدَ النَّصُّ بِنَفْيِ الْإِحَاطَةِ لَا يَلْزَمُ مِنْهُ نَفْيُ الرُّؤْيَةِ بِغَيْرِ إِحَاطَةٍ. وَأُجِيبَ عَنِ الْآيَةِ بِأَجْوِبَةٍ أُخْرَى لَا حَاجَةَ إِلَيْهَا مَعَ مَا ذَكَرْنَاهُ فَإِنَّهُ فِي نِهَايَةٍ مِنَ الْحُسْنِ مَعَ اخْتِصَارِهِ. وَأَمَّا احْتِجَاجُهَا رَضِيَ اللهُ عَنْهَا بِقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: "وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللهُ إِلَّا وحيا" الْآيَةِ فَالْجَوَابُ عَنْهُ مِنْ أَوْجُهٍ أَحَدُهَا أَنَّهُ لَا يَلْزَمُ مِنَ الرُّؤْيَةِ وُجُودُ الْكَلَامِ حَالَ الرُّؤْيَةِ فَيَجُوزُ وُجُودُ الرُّؤْيَةِ مِنْ غَيْرِ كَلَامٍ. الثَّانِي أَنَّهُ عَامٌّ مَخْصُوصٌ بِمَا تَقَدَّمَ مِنَ الْأَدِلَّةِ. الثَّالِثُ مَا قَالَهُ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ أَنَّ الْمُرَادَ بِالْوَحْيِ الْكَلَامُ مِنْ غَيْرِ وَاسِطَةٍ.

(نووی شرح مسلم ج ۳ ص ۴ تا ۶۔ الناشر: دار إحياء التراث العربي- بيروت)

ترجمہ: علامہ نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:۔ سلف وخلف اس بارے میں مختلف ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج میں رویت باری ہوئی ہے یا نہیں؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس سے انکار کیا، اور ایسا ہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ایک جماعت سے منقول ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مشہور ہے۔ اور ایک جماعت محدثین رحمہم اللہ اور متکلمین رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رویت سے مشرف ہوئے۔ اور ایسا ہی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ، حضرت کعب رحمۃ اللہ علیہ اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے۔ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ تو اس پر حلف بھی اٹھاتے تھے۔ اور ایسا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے بھی منقول ہوا ہے۔ اصحاب مقالات نے حضرت ابو الحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کی ایک جماعت سے بھی رویت کا قول نقل کیا ہے۔ ہمارے بعض مشائخ نے دلیل واضح نہ ہونے کا عذر کر کے اس بارے میں توقف کیا ہے۔ تاہم انہوں نے رویتِ باری کو دنیا میں جائز و ممکن کہا

ہے۔

صاحبِ تحریر نے ثبوت رویت باری تعالیٰ کا قول اختیار کرتے ہوئے کہا: اس بارے میں اگرچہ دلائل بہ کثرت ہیں لیکن ہم سب سے زیادہ قوی دلائل سے استدلال کرتے ہیں۔ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ: ''کیا تم اس بات کو عجیب خیال کرتے ہو کہ خلت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے ہو، کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واسطے، اور رویت نبی مرسل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہو''۔

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا: ''کیا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟''۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''جی ہاں! دیکھا ہے''۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا قول بھی رویت کا اچھی سند سے مروی ہوا ہے۔ اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ تو حلف کے ساتھ کہا کرتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔ اور اصل اس باب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، حبرِ اُمت ہیں اور مشکل مسائل میں ان کی طرف رجوع کیا جاتا تھا۔ اور اس مسئلہ میں بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے مراجعت و مراسلت کی ہے کہ: '' آیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟''۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ: ''ہاں، دیکھا ہے''۔ اور اس بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث معارض نہیں ہو سکتی، کیونکہ انہوں نے یہ خبر نہیں دی کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ وہ فرماتے تھے: ''میں نے اپنے رب کو نہیں دیکھا''۔ بلکہ جو کچھ اس مسئلہ میں انہوں نے ذکر کیا وہ ان کے نزدیک قول باری تعالیٰ:

آیت 38:۔ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ○ (الشوریٰ:۵۱)

ترجمہ: کسی بشر کا یہ مقام نہیں ہے کہ اللہ اُس سے رُوبرو بات کرے۔ اُس کی بات یا تو وحی (اشارے) کے طور پر ہوتی ہے یا پردے کے پیچھے سے، یا پھر وہ کوئی پیغام بر (فرشتہ) بھیجتا ہے اور وہ اُس کے حکم سے جو کچھ وہ چاہتا ہے وحی کرتا ہے، وہ برتر اور حکیم ہے۔ اور

آیت39:۔لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ○
(الانعام: ۱۰۳)

ترجمہ نگاہیں اس کو نہیں پا سکتیں اور وہ نگاہوں کو پالیتا ہے، وہ نہایت باریک بین اور باخبر ہے۔

کی تاویل وتفسیر تھی۔ اور صحابی رضی اللہ عنہ جب کوئی ایسی بات کہے، جس میں کوئی دوسرا صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے اس کا مخالف ہو، تو اس کا قول حجت و دلیل نہیں ہوا کرتا، پھر جب کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اثبات رؤیت کی روایات پایۂ ثبوت وصحت کو پہنچ گئیں تو اسی شق کو اختیار کرنا ضروری بھی ہے کیونکہ وہ بات عقل کے ذریعہ تو معلوم کی جا نہیں سکتی۔صرف نقل وسماع ہی سے اخذ کی جاسکتی ہے۔ اور کوئی شخص حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ تصور بھی نہیں کر سکتا کہ انہوں نے یہ بات اپنے ظن و تخمین سے کہہ دی ہو۔حضرت معمر بن راشد رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اختلاف کا ذکر ہوا، تو انہوں نے کہا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے زیادہ عالم نہیں ہیں۔ پھر یہ کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ایک امر کا اثبات کیا ہے جس کی دوسرے نے نفی کی، اور قاعدہ ہے کہ مثبت نافی پر مقدم وراجح ہوا کرتا ہے۔

حاصل یہ ہے کہ راجح اکثر علماء کے نزدیک یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو اپنے سر کی آنکھوں سے شب معراج میں دیکھا ہے بوجہ حدیثِ ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ کے کہ اس کا اثبات وہ حضرات بغیر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنے ہوئے نہ کر سکتے تھے، یہ ایسی بات ہے جس میں شک وشبہ کرنا مناسب نہیں۔

اس کے علاوہ یہ امر قابل لحاظ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رؤیت کی نفی کسی حدیث کی بنیاد پر نہیں کی، جس کو انہوں نے سنا ہو، اور اگر کوئی حدیث نفی رؤیت کے لیے ہوتی تو وہ ضرور اس کو بیان کرتیں۔ اور صرف آیات سے استنباط پر بھروسہ نہ کرتیں۔اور اس کا بھی جواب یہ ہے کہ آیت: ''لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ○ (الانعام: ۱۰۳)'' میں تو ادراک سے مراد

احاطہ ہے۔ ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ کی ذاتِ بے چون و بے چگون کا کوئی احاطہ نہیں کرسکتا، لیکن نفیِ احاطہ نفیِ رویت کو مستلزم نہیں ہے۔ اور آیت: ''وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَآءُ ۚ إِنَّهُ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ○ (الشوریٰ: ۵۱)'' سے استنباطِ مذکور کو بھی بہت سے جوابات کے ذریعہ رد کیا گیا ہے۔

5 محدث قسطلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ زرقانی مالکی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

علماء کا زمانۂ قدیم ہی سے اختلاف چلا آرہا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شبِ معراج میں دیدارِ الٰہی ہوا یا نہیں؟ اور ہوا تو آنکھوں سے ہوا یا قلب سے، یا ایک مرتبہ آنکھوں سے، دوسری مرتبہ قلب سے۔ تیسرا قول توقف کا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری کی کتاب التفسیر میں حدیثِ مسروق رحمۃ اللہ علیہ پوری اور کتاب التوحید میں اس کا ٹکڑا ذکر کیا۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ایمان میں، ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر میں یہ حدیث روایت کی ہے۔

(المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، ج۲ ص ۴۹۲، ۴۹۳؛ شرح الزرقانی علی المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، ج۸ ص ۲۲۸؛ انوار الباری ج۱۱ ص ۷۵)

ا حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نقد کا جواب

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: شیخ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے عدمِ رویت کا فیصلہ بغیر کسی حدیثِ مرفوع کرنے کا یقین وادّعاء محدث ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۳۱۱ھ) کے اتباع میں کیا ہے، اور یہ یقین و ادعاء عجیب ہے کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عدمِ رویت کی مرفوع روایت تو صحیح مسلم میں موجود ہے، جس کی شیخ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح لکھی ہے۔ اس کے بعد حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث

مسلم نقل کی، جس میں عدمِ رؤیت الرب کا کچھ ذکر نہیں، مگر ساتھ ہی دوسرے طریق سے روایت کردہ بہ تخریج ابنِ مَردَوَیہ پیش کی، جس میں امرِ مذکور کا ذکر ہے۔

پھر حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے آگے یہ بھی لکھا: تاہم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے آیت والے استدلال کی مخالفت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ضرور مروی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ'' کا مطلب یہ ہے: جب حق تعالیٰ نورِ خاص کی تجلی فرمائیں، تب اُس کو دیکھنے کی کوئی نظر تاب نہیں لاسکتی (اس کے علاوہ دیکھ سکتی ہے، چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کا دیدار دو مرتبہ کیا ہے۔ حاصلِ جواب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ یہ ہے کہ آیتِ مذکورہ میں مراد نفی احاطہ بوقتِ رؤیت ہے، اصل رؤیت کی نفی مقصود نہیں ہے۔ اور اگر ثبوتِ رؤیت کی اخبار موجود نہ ہوتیں تو آیت کے ظاہر سے عدول کرنا درست بھی نہ ہوتا۔ اسی درمیان میں حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ قُرطبی رحمۃ اللہ علیہ کے دو جواب آیتِ مذکورہ کے متعلق نقل کیے۔ پہلے پر نقد کر کے دوسرے استدلال کو جید قرار دیا۔ دوسرے دلائلِ رؤیت کی توثیق کر کے مطلق و مقید والی شق نکال کر صرف رؤیتِ قلبی کے قائل ہو گئے۔

قلت: جَاءَتْ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَخْبَارٌ مُطْلَقَةٌ وَأُخْرَىٰ مُقَيَّدَةٌ. فَيَجِبُ حَمْلُ مُطْلَقِهَا عَلَى مُقَيَّدِهَا۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۶۰۷، ۶۰۸)

اس جگہ المواہب (ج ۲ ص ۲۹۸) کی عبارت میں درمیانی جملے غلطی سے ساقط ہو کر صحیح مسلم کی روایت ابن مردویہ کی طرف منسوب ہو گئی ہے، جس پر علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح المواہب میں متنبہ کر دیا ہے۔ اور حافظ رحمۃ اللہ علیہ کے نقد کا جواب بھی دیا: شیخ نووی رحمۃ اللہ علیہ پر ان کا نقد کرنا بے محل ہے، کیونکہ روایتِ مسلم میں تو عدمِ رؤیت الرب کا کچھ بھی ذکر نہیں ہے۔ پھر شارحِ مسلم نووی رحمۃ اللہ علیہ پر مسلم کی روایت سے بے خبری کا الزام اور نقد و تعجب کیوں کر صحیح ہوگا؟ رہی ابن مَردَوَیہ والی روایت، اس میں ضرور اس کا ذکر ہے، مگر وہ صحیح کے برابر نہیں ہو سکتی۔ دوسرے اس کا تعلق صرف آیت: ''وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی ○'' (النجم: ۱۳) کے بارے میں سوال سے ہے۔ جوابِ نبوی سے صرف اتنی بات ثابت ہو گی کہ اس موقع پر رؤیت الرب نہیں ہوئی، بلکہ رؤیتِ

جبرائیل ہوئی ہے۔لہٰذا یہاں مطلق رؤیت الرب کی بحث میں اس کو پیش کرنا بے محل ہے۔اور اگر سوال حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دونوں آیتوں سے متعلق مانا جائے،تو بقول علامہ تقی سبکی رحمۃ اللہ علیہ اس کی صراحت الفاظ میں نہیں ہے۔ غالباً اسی لیے ان ائمہ رحمہم اللہ کا یہ دعویٰ استمرار کے ساتھ نقل ہوتا رہا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عدمِ رؤیت کے لیے کوئی نص پیش نہیں کی، بات بھی ظاہر ہوگئی کہ آیت کی تفسیر میں راجح رؤیت بصری ہی ہے،اور وہ رؤیتِ حق تعالیٰ ہی کی ہے۔علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ کی اس تحقیق پر محدث زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ تامل بھی ظاہر کیا ہے،دیکھ لیا جائے۔

(المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، ج۲ ص۴۹۸؛شرح الزرقاني على المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، ج۸ ص۲۲۸ تا ۲۳۲؛انوار الباری ج۱۱ ص۷۵)

۲ مطلق ومقید والی دلیل کا جواب

علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کی اس دلیل کے جواب میں کہ مطلق کو مقید پر محمول کرنا چاہیے،لکھا ہے:اس قاعدہ کو یہاں پیش کرنے کا مطلب یہ ہوا ہے کہ گویا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے رؤیتِ عینی اخبارِ مقیدہ ثابت نہیں ہیں، حالانکہ ایسا خیال عجیب ہے، کیونکہ ''شفاء'' میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے رؤیتِ عینی وقلبی دونوں قسم کی روایات نقل کر کے لکھا کہ زیادہ مشہور ان سے یہی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ کا دیدار اپنی آنکھوں سے کیا ہے۔یہ بات ان سے بہ طرق متعددہ مروی ہے۔لہٰذا جمع بین الروایات کی صورت یہی ہے کہ دیدار دو مرتبہ ہوا ہے:ایک مرتبہ قلب سے،دوسری مرتبہ آنکھوں سے،جیسا کہ محدث ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے،اور اسی کی تصریح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت طبرانی میں ہے جس کی سند صحیح ہے۔

دوسرے یہ کہ قاعدہ مذکورہ کا محل وموقع وہ ہے کہ جب کہ مطلق کے مقابلہ میں صرف ایک مقید ہو،لیکن جب دو مقید معارض ہوں،تو کسی ایک مقید کے ساتھ اس کا اطلاق ختم نہیں کیا جا سکتا، ورنہ یہ تحکم ہوگا۔لہٰذا اگر دونوں کو جمع کرنا ممکن ہو،تو جمع کرنا

ضروری ہوگا۔ جیسے یہاں ہم نے اوپر لکھا کہ تعدد پر محمول کر سکتے ہیں، اگر جمع ممکن نہ ہو، تو مطلق کو ترجیح دی جائے گی۔

اس کے بعد علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل شدہ روایات ذکر کیں، اور علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی تشریح کی۔ آخر میں طبرانی والی روایت ذکر کی جس میں ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دو بار دیکھا ہے: ایک مرتبہ آنکھوں سے اور دوسری مرتبہ دل سے۔ اس حدیث کے سب راوی صحیح کے ہیں، بجز ''جهوّر بن منصور الكوفی رحمۃ اللہ علیہ'' کے۔ اس کو بھی ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے ثقات میں ذکر کیا ہے۔ لہٰذا اس کے ثقہ رجال کی وجہ سے اسنادِ حدیث صحیح ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح ردِ مطلق علی المقید والی دلیل یہاں نہیں چل سکتی، اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی نفی و اثبات کے اقوال کو بھی جمع نہیں کر سکتے، کیونکہ اس آخری روایت میں رؤیتِ بصری کی تصریح موجود ہے۔

رہا حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول کہ جس نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے رؤیت بصری کی روایت کی، اس نے اغراب کیا (یعنی غریب و نامانوس بات کہی)۔ کیونکہ اس بارے میں صحابہ رضی اللہ عنہم سے کوئی چیز صحت کو نہیں پہنچی۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ (شیخ محمد الصالحی الشامی رحمۃ اللہ علیہ تلمیذ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ) نے اس قول کو غیر جید و ناموزوں قرار دیا۔ اس لیے طبرانی کی یہ اسناد صحیح ہے۔

(المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، ج۲ ص۴۹۸، ۴۹۹؛ شرح الزرقانی علی المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، ج۸ ص ۲۲۳ تا ۲۲۴؛ انوار الباری ج۱۱ ص۷۶)

یہ نہایت عجیب بات ہے کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کئی جگہ طبرانی کی مذکورہ بالا روایت ذکر کی، مگر مختصراً، کہ ''مَرَّتَيْنِ'' کے بعد پورا جملہ نقل نہ کیا۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے دوسروں پر اغراب کا الزام لگا دیا۔ پھر ان دونوں حضرات اور حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے مطلق و مقید والا قاعدہ یہاں جاری کیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے ثابت شدہ رؤیتِ عینی والی روایت کو نظر انداز کر دیا۔ حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے شبِ معراج سے کسی قسم کی رؤیت کا تعلق تسلیم نہیں کیا (مجموع

الفتاوی۔لابن تیمیۃ ج6ص509۔510)اور ثابت شدہ رؤیت کو رؤیتِ خواب پر محمول کیا، حالانکہ رؤیتِ قلبی کے قائل تو حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ سارے ہی محدثین رحمۃ اللہ علیہم تھے، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی بھی اس کا منکر نہ تھا، حتیٰ کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا وغیرہ بھی۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے اثباتِ رؤیت اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی نفی کو اس طرح جمع کر سکتے ہیں کہ ان کی نفی کو رؤیتِ بصر پر محمول کریں اور اُن کے اثبات کو رؤیتِ قلب پر محمول کریں۔ رؤیت الفؤاد سے مراد رؤیتِ قلب ہے، محض حصولِ علم نہیں ہے کیونکہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ کا علم تو ہمیشہ سے حاصل تھا، بلکہ مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دل سے اُس کو دیکھا، یعنی جو رؤیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوئی، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں پیدا کر دی گئی، جس طرح دوسروں کے لیے رؤیتِ بصری ہوتی ہے کہ آنکھوں میں وہ چیز پیدا کر دی جاتی ہے۔

فَيمكن الجمع بَين إِثْبَات بن عَبَّاسٍ وَنَفْيِ عَائِشَةَ بِأَنْ يُحْمَلَ نَفْيُهَا عَلَى رُؤْيَةِ الْبَصَرِ وَإِثْبَاتُهُ عَلَى رُؤْيَةِ الْقَلْبِ. ثُمَّ الْمُرَادُ بِرُؤْيَةِ الْفُؤَادِ رُؤْيَةُ الْقَلْبِ لَا مُجَرَّدُ حُصُولِ الْعِلْمِ لِأَنَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَالِمًا بِاللهِ عَلَى الدَّوَامِ بَلْ مُرَادُ مَنْ أَثْبَتَ لَهُ أَنَّهُ رَآهُ بِقَلْبِهِ أَنَّ الرُّؤْيَةَ الَّتِي حَصَلَتْ لَهُ خُلِقَتْ فِي قَلْبِهِ كَمَا يَخْلُقُ الرُّؤْيَةَ بِالْعَيْنِ لِغَيْرِهِ. (فتح الباری ج ۸ ص ۶۰۸)

محدث ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب التوحید میں رؤیتِ بصری کے اثبات ہی کو ترجیح دی ہے، اور اس کے لیے پوری طرح استدلال کیا ہے۔ جو کچھ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے رؤیتِ قلبی کے بارے میں وارد ہوا ہے، اس کو انھوں نے رؤیت کے دوبارہ واقع ہونے پر محمول کیا تاکہ روایات میں جمع ہو سکے۔ اور تصریحِ روایتِ طبرانی کے سبب سے بھی، جو مطلق کو مقید پر محمول کرنے سے مانع ہے۔

اس کے بعد محدث قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے استاد عبدالعزیز مہدوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب شدہ تحقیق نقل کی ہے، جو حسبِ ذیل ہے:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفرِ معراج سے واپس تشریف لائے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ مشاہداتِ عوالم کیے تھے، اُن کی خبر لوگوں کو ان کے دنیوی و اُخروی مقامات و مراتب کے لحاظ سے دی ہے۔ کفار چونکہ صرف اس سب سے نیچے کے جہان اور عالم سے تعلق و مناسبت رکھتے ہیں (اور اوپر کے جہانوں سے ان کو کوئی تعلق و مناسبت نہیں)، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تو صرف مکہ معظمہ سے بیت المقدس تک کے راستہ کی چیزوں سے خبر دی، اور مسجدِ اقصیٰ کے حالات سے مطلع کیا، جن سے وہ واقف تھے۔ چنانچہ انھوں نے ان اُمور کی دل سے تصدیق بھی کی، اگرچہ عناد کی وجہ سے کھل کر اقرار نہ کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوپر کی معراج میں ایک آسمان سے ساتویں آسمان تک جو اور مشاہدے فرمائے، وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیان فرمائے، جو جو حالات جس جس کے لائق و مناسب تھے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اوپر کی معراج مقامِ جبرائیل علیہ السلام اور اُفقِ مبینِ اعلیٰ کے احوال بھی بتلائے، اور اس اُفق سے اوپر دُنُو و تَدَلّی اور مقامِ خاصِ وحی کے حالات و واردات بھی سُنائے، جو ان اُمور کو سمجھ سکتے تھے۔ انھوں نے اس کو بھی سمجھا۔ اس لیے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے صرف اس اَمر پر دھیان دیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کو اُفقِ مبینِ اعلیٰ پر دیکھا، اور اس کو بیان کیا۔ وہ اس میں صادق تھے، کہ جتنا سمجھا وہ بیان کر دیا۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قلب و بصیرت کے ذریعہ دیدارِ الٰہی کی خبر کو سمجھا، اور اس پر یقین کر کے آگے بیان کیا، وہ بھی صدق و صحت پر تھی، جیسے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ (مشہور روایت کے مطابق) وغیرہ۔ بعض وہ صحابہ رضی اللہ عنہم بھی تھے جنھوں نے سَر کی آنکھوں سے دیدارِ الٰہی کا ہونا بیان کیا۔ وہ بھی اپنے بیان میں صادق تھے۔ غرض ان سب نے جو کچھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاداتِ مبارکہ کی روشنی میں سمجھا، اس کی خبر دی ہے۔ سب ہی کے اقوال صحیح اور حق ہیں۔ معراجِ اعظم کے سارے واقعاتِ صحیحہ واردہ کو پڑھ کر صحیح حقیقت منکشف ہو جاتی ہے، اور رؤیت جبرائیل علیہ السلام اور رؤیتِ الٰہی کے مقامات اور قائلین کے احوال و مراتب کا اختلاف وسببِ اختلاف واضح ہو کر کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

(المواہب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ، ج۲ ص۴۹۹، ۵۰۰)

علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بعد لکھا: جیسا کہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ (شیخ محمد الصالحی الشامی رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا: یہ کہنا غلط اور سوء ادب ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اُن کی عقل کے مطابق خطاب فرمایا۔ اسی طرح رؤیت کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مسلک کی وجہ سے، اُن کا تخطیہ کرنا بھی غلطی اور سوء ادب کی بات ہے، اگر چہ اپنی جگہ یہ امر دیلمی رحمۃ اللہ علیہ سے مرفوعاً اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے موقوفاً ثابت ہے:

قَالَ عَلِيٌّ: "حَدِّثُوا النَّاسَ بِمَا يَعْرِفُونَ أَتُحِبُّونَ أَنْ يُكَذَّبَ اللهُ وَرَسُولُهُ".

(بخاری رقم 127)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''لوگوں سے ان کی معرفت کے مطابق بات کرو۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا جائے؟''۔

اس کے علاوہ حدیث: ''أمرت أن أخاطب النّاس على قدر عقولهم'' کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس کی سند گو موضوع نہیں، مگر بہت زیادہ ضعیف ہے۔

(شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ، ج ۸ ص ۲۵۲؛ انوار الباری ج ۱۱ ص ۷۷، ۷۸)

تخریج (فر عن علی) أمير المؤمنين مرفوعا (وهو في خ موقوفا) على علي بن أبي طالب وهذا بمعنى خبر الحسن بن سفيان عن الحبر يرفعه أمرت أن أخاطب الناس على قدر عقولهم وسنده كما قال ابن حجر ضعيف جدا لا موضوع۔ (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، ج ۳ ص ۳۷۷)

6 علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۵۳ھ) کی تحقیق

1 الكلام في أنه صلى الله عليه وسلّم هل جمع بين الرؤية والكلام ليلة المعراج؟

بقی الکلام فی أن النبی صلی الله علیه وسلّم هل جُمع له بین الکلام والرؤیة لیلة المعراج أو کانت الرؤیة بدون الکلام والکلام من وراء حجاب؟ فالله أعلم به. نعم، التفسیر المذکور یُبنی علی الفصل بینهما، فإن قوله: ﴿مِن وَرَآءِ حِجَابٍ﴾ حینئذٍ یدل علی أنه لم تکن وقت الکلام رؤیة، بل حصل له الکلام بدون الرؤیة. وإن قلنا بالجمع له بین الرؤیة والکلام أی کانا معًا، فالجواب علی حدیث مسلم أن الرؤیة أیضًا کانت فی الحجاب:"عن أبی موسی: أن حجابه النور، لو کشفه لأحرقت سُبحات وجهه ما انتهی إلیه بصره من خلقه".

وفی "القاموس": سبحات وجه الله: أنواره. فعُلم منه أن الحجاب لا یُکشف، ولو کشفه لأحرقت سبحات وجهه. فالرؤیة فی الحجاب، والحجاب هو النور.

وعند مسلم "نورٌ أنّٰی أراه"؟ یؤیده فإنه لا ینفی الرؤیة مطلقًا، ولکنه ینفی اکتناهه والإحاطة به والتحدیق إلیه ورؤیته متمکنًا؛ فإن کمال النور یمنع الإدراك، وحینئذٍ لو کانت بدون الحجاب لأمکن أیضًا. فالنبی صلی الله علیه وسلّم حصل له الرؤیة ألبتة، ولکنها کانت رؤیة دون رؤیة، وهی التی تلیق بشأنه تعالی؛ فإنه لا یمکن لأحد أن یتقرر بصره علی وجهه تعالی، وهو العلی العظیم، فإن مهابة کبریائه مانعةٌ عن النظر إلیه متمکنًا، ولکنه رؤیة دون رؤیة، کما یتیسر لنا لأحد من الکبراء فی الدنیا بطریق مسّارقة النظر.

ولذا تری الألفاظ فیها واردة بالإیجاب مرة والنفی أخری. ولا ترید أن تؤدی تلك الرؤیة فی العبارة إلا جاء التعبیر هکذا موجبًا مرة ونافیًا أخری. ونظیره قوله تعالی: ﴿وما رمیتَ إذا رمیتَ ولکنَّ الله رمی﴾ [الأنفال: 17] فجاء فیه النفی والإثبات معًا، فهکذا أمر الرؤیة. والحق أن المعاملات الربانیة کلها لا توفیها الألفاظ کما هی، فیحدث هذا

العُسر لضيق نطاق البيان. فاختلاف الإثبات والنفي ليس تنافيًا وتضادًا، بل كل منهما أحد طرفي المراد. وإذا هو رؤية المتأدب، ورؤية بين رؤيتين، ورؤية دون رؤية. فلو شئت أن تثبتها أثبتها، ولو شئت أن تنفيها نفيتها، لا بمعنى أنها لم تحصل، بل بمعنى أنها رؤية تتحمل الإثبات والنفي معًا.

وحينئذٍ لو كان لفظ مسلم: "نُورٌ أَنّٰى أَرَاه" لصح أيضًا، فإنه رأى ربه ألبتة وكان نورانيًا. وقد وقع إطلاق النور عليه في القرآن أيضًا: {الله نور السموات والأرض} [النور: 35]. ولكن هذا أيضًا رؤية دون رؤية، فإن شئت أثبتها وقلت: كان نورانيًا حين رآه. وإن شئت نفيت عنه وقلت: "نور أنّٰى أراه"، فإنها ليست رؤية بتمامها وكمالها. وفي لفظ: "رأيت نورًا". وهذا أيضًا يحتمل المعنيين: أي رأيت نورًا فحسب دون الذات، ومنعني النور عن رؤيتها. أو رأيت ذاتًا منورًا. وقد فهم الناس التقابل بين هذين الاحتمالين، وهما عندي واحد. فإن الرؤية التي حصلت له صلى الله عليه وسلّم كانت رؤية حقيقة وأمكن أن تكون بدون الحجاب أيضًا، إلا أن مهابة الكبرياء مَنَعَ التحديق إليه، فصارت بين بين. ولكنه صلى الله عليه وسلّم تشرَّف برؤيته تعالى، ومَنَّ عليه ربُّه بها و كرَّمَه، وتفضَّل عليه بنوالِه، وأفاضَ عليه من أفضاله. فرآه رآه كما قال أحمد رحمه الله تعالى مرتين، إلا أنه رآه كما يرى الحبيبُ إلى الحبيب، والعبد إلى مولاه، لا هو يَمْلِكُ أن يَكُفَّ عنه نظرَه، ولا هو يستطيع أن يُشخِص إليه بَصَرَه. وهو قوله تعالى: {مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَى} فالزيغ: أن يتغافل عن جمال وجهه، فلا يراه مستجمَعًا. والطغيان: أن يراه، ولكن يتجاوز عن حَدِّه، فيقع في إساءة الأدب. وهذا إثبات لرؤيته في غاية اعتدال. فالحاصل: أنها كانت بحيث لا يصفُها واصف. أمَّا أنَّها كيف كانت؟ فلا تَسأل عنها،

فإنها كانت وكانت. ولو كانت رؤية منام لما احتيج إلى تلك الاحتراسات. (فیض الباری علی صحیح البخاری، ج۱ص۹۰،۹۱۔طبع بیروت)

ترجمہ **کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لیلۃ المعراج میں رؤیت اور کلام کو جمع کیا گیا تھا؟**

اب کلام اس بارے میں باقی رہ گیا ہے: ''کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے معراج کی رات کلام اور رؤیت کو جمع کیا گیا تھا؟ یا رؤیت کلام کے بغیر ہوئی تھی، اور کلام حجاب کے پیچھے سے ہوا تھا؟''۔ اللہ ہی بہتر جانتے ہیں۔ ہاں، تفسیر مذکور کے مطابق ان دونوں کے درمیان فصل تھا۔ اس لیے کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

آیت 40:۔ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَآءُ إِنَّهُ عَلِيٌّ حَكِيمٌ ○ (الشوریٰ:۵۱)

ترجمہ کسی بشر کا یہ مقام نہیں ہے کہ اللہ اُس سے رُوبرو بات کرے۔ اُس کی بات یا تو وحی (اشارے) کے طور پر ہوتی ہے یا پردے کے پیچھے سے، یا پھر وہ کوئی پیغام بر (فرشتہ) بھیجتا ہے اور وہ اُس کے حکم سے جو کچھ وہ چاہتا ہے وحی کرتا ہے، وہ برتر اور حکیم ہے۔

''وَرَآئِ حِجَابٍ'' کے الفاظ اس پر دلالت کرتے ہیں کہ کلام کے وقت رؤیت نہیں تھی، بلکہ کلام رؤیت کے بغیر تھا۔ اور اگر ہم رؤیت اور کلام کے جمع کا قول اختیار کریں، یعنی دونوں اکٹھے ہوئے تھے۔ تو پھر اس کا جواب صحیح مسلم کی یہ روایت بتاتی ہے کہ رؤیت پھر بھی حجاب کے ساتھ ہی تھی۔

حدیث 57:۔ عَنْ أَبِي مُوسٰى، قَالَ: قَامَ فِينَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَمْسِ كَلِمَاتٍ، فَقَالَ:... "حِجَابُهُ النُّورُ - وَفِي رِوَايَةِ أَبِي بَكْرٍ: النَّارُ - لَوْ كَشَفَهُ لَأَحْرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْهِهِ مَا انْتَهٰى إِلَيْهِ بَصَرُهُ مِنْ خَلْقِهِ".

(مسلم رقم 293۔179؛ مسند ابی داود طیالسی رقم 493؛ مسند احمد رقم 19587، 19632؛ مسند عبد بن حمید رقم 541؛ ابن ماجہ رقم 195، 196؛ مسند الرویانی رقم 584؛ مسند ابی یعلی رقم 7262؛ مستخرج ابی عوانہ رقم 379؛ ابن حبان رقم 266؛ البیہقی فی "الأسماء والصفات" رقم 394، 671)

ترجمہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''(اُس

کے اور مخلوق کے درمیان) خود اس کا نور اُس کا حجاب ہے۔ اگر وہ یہ حجاب اٹھا دے، تو اس کی ذات کے انوار جہاں تک نظر جائے، سب کو پھونک ڈالے"۔

قاموس میں ہے: "سُبُحَاتُ وَجْهِهٖ" کے معنی ہیں: اس کے انوار۔

اس سے معلوم ہوا کہ حجاب کو دور نہیں کیا جاتا۔ اور اگر وہ یہ حجاب اٹھا دے، تو اس کی ذات کے انوار جہاں تک نظر جائے، سب کو پھونک ڈالے۔ لہٰذا رؤیت حجاب کے ساتھ ہی ہوگی۔ اور حجاب اس کا نور ہی ہے۔

ترجمہ صحیح مسلم کی روایت:

"نُورٌ أَنّٰى أَرَاهُ؟"۔

ترجمہ "وہ نُور تھا، میں اسے (نظر جما کر) بھلا کیسے دیکھ پاتا؟"۔

بھی اسی کی تائید کرتی ہے، اس لیے کہ یہ روایت مطلق رؤیت کی نفی نہیں کرتی، لیکن یہ روایت اس کی کنہ، اس کے احاطہ، دقتِ نظر (گہرائی والی نظر) اور متمکن رؤیت کی نفی کرتی ہے۔ اس لیے کہ کامل نور ادراک سے مانع ہوتا ہے۔ اس وقت اگر رؤیت بغیر حجاب کے بھی ہو، تو یہ بھی ممکن ہے۔

پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یقیناً رؤیت ہوئی تھی، لیکن یہ رؤیت "رؤية دون رؤية" کی اقسام میں سے تھی، اور یہی رؤیت اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق بھی ہے۔ اس لیے کہ کسی شخص کے لیے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ اپنی نظر کو اللہ تعالیٰ کے چہرے پر مرکوز اور استقرار کے ساتھ نظر کو جما سکے۔ وہ بہت بلند اور عظیم الشان ذات ہے۔ اس لیے کہ اس کی کبریائی کی عظمت وہیبت اس کی طرف متمکن نظر سے مانع ہے، لیکن اس کی طرف رؤیت "رؤية دون رؤية" ہی ہے۔ جیسا کہ ہمارے لیے دنیا میں کسی عظمت وہیبت والے انسان کی طرف نظر کرنا آسان کر دیا جائے۔

اسی لیے کہ تم اس بارے میں وارد الفاظ کے بارے میں غور وفکر کرو گے تو تم دیکھو گے کہ کبھی اثبات ہے اور کبھی نفی ہے۔ اس رؤیت کو اسی طرح کے الفاظ کی تعبیر میں ادا کرنے کا ارادہ کیا گیا ہے کہ کبھی اثبات ہے اور کبھی نفی۔ اس کی نظیر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

آیت 41:۔ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ (الانفال:۱۷)

ترجمہ: اور تو نے نہیں پھینکا بلکہ اللہ نے پھینکا۔

پس اس میں نفی اور اثبات بیک وقت استعمال ہوئے ہیں۔ اسی طرح رؤیت کا معاملہ بھی ہے۔ حق بات یہی ہے۔ ربانی معاملات سارے کے سارے ایسے ہی ہیں۔ الفاظ ان کو صحیح طور پر ادا نہیں کر سکتے، جیسا کہ یہاں رؤیت کا مسئلہ ہے۔ یہی الفاظ کا تنگیٔ دامان نُطقِ بیان کا سبب بن جاتا ہے۔ پس یہاں اثبات اور نفی کا بیان مسئلہ میں نفی اور تضاد کا نہیں ہے، بلکہ ان دونوں میں سے الفاظ معانی اور مراد کی ایک ایک طرف کو بیان کرتے ہیں۔ جب یہ رؤیت ایک متأدب اور مطیع وفرماں بردار کی ہے، تو یہ رؤیت بھی دونوں رؤیتوں کے درمیان درمیان ہے، اور رؤیت ''رؤية دون رؤية'' ہے۔ اگر تو اس کا اثبات کرنا چاہے، تو اثبات بھی کر سکتا ہے اور اگر تو نفی کرنا چاہے، تو نفی بھی کر سکتا ہے، اس معنی میں نہیں کہ رؤیت بالکل نہیں ہوئی، بلکہ اس معنی کے لحاظ سے رؤیت ہے کہ یہ ایسی رؤیت ہے جو بیک وقت اثبات اور نفی کے معنی کو حامل ہے۔

یہاں یہ بات بھی سمجھ لیجیے کہ صحیح مسلم کی روایت کے الفاظ یہ ہوں:

"نُورٌ أَنَّىٰ أَرَاهُ؟"۔

ترجمہ: ''وہ نُور تھا، میں اسے (نظر جما کر) بھلا کیسے دیکھ پاتا؟''۔

تو یہ بھی صحیح ہیں۔ اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یقیناً اپنے رب کو دیکھا ہے اور وہ نورانی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پر ''نور'' کا اطلاق قرآن مجید میں بھی ہے:

آیت 42:۔ اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ (النور:۳۵)

ترجمہ: اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔

لیکن یہ رؤیت بھی ''رؤية دون رؤية'' ہی ہے۔ اگر تُو چاہے تو اس کا اثبات بھی کر سکتا ہے، اور تو کہہ سکتا ہے: ''جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تھا تو وہ نُورانی تھا''۔ اور اگر تُو چاہے تو اس کی نفی بھی کر سکتا ہے، اور تو کہہ سکتا ہے:

"نُورٌ أَنَّىٰ أَرَاهُ؟"۔

ترجمہ "وہ نُور تھا، میں اسے (نظر جما کر) بھلا کیسے دیکھ پاتا؟"۔

پس یہ رؤیت کامل اور مکمل نہیں ہے۔

دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں:

فَقَالَ: "رَأَيْتُ نُوْرًا".

(مسلم رقم 292_178؛ السنة لابن أبي عاصم رقم 441؛ التوحید لابن خزیمہ ج۲ ص ۵۱۲؛ مستخرج ابی عوانہ رقم 384؛ معجم ابن الاعرابی رقم 2053؛ ابن حبان رقم 58؛ الإیمان لابن مندہ رقم 772، 773)

ترجمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں نے نور (ہی نور) دیکھا تھا (اس کے علاوہ کچھ اور نہیں دیکھا)"۔

اس حدیث میں بھی دو ممکنہ معانی کا احتمال ہے: (1) یعنی میں نے ذات کے سوا صرف نور ہی نور دیکھا ہے۔ مجھے نور نے اس کی رؤیت سے روکے رکھا، یا (2) میں نے (سارے جہان کو) منور کرنے والی ذات کو دیکھا ہے۔

لوگوں نے تو ان دونوں ممکنہ معانی میں تضاد اور تقابل کے معنی کو سمجھا ہے، حالانکہ یہ میرے نزدیک ایک ہی ہے۔ اس لیے کہ رؤیت باری تعالیٰ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیب ہوئی، وہ رؤیت حقیقی ہی تھی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ حجاب کے بغیر ہی ہو، مگر یہ کہ ذاتِ کبریاء کی ہیبت وجلال نے اس کی طرف دقتِ نظر سے دیکھنے سے روک رکھا ہو۔ تو اس طرح رؤیت بین بین ہی ہوئی ہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی رؤیت سے مشرف فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر رؤیت کا کرم و احسان فرمایا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نعمت عظمیٰ سے سرفراز فرمایا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی خصوصی نعمتوں سے نوازا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کریم کی زیارت فرمائی اور اسی طرح زیارت فرمائی، جیسا کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ دو مرتبہ زیارت ہوئی ہے۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح زیارت کی ہے جیسا کہ ایک حبیب دوسرے حبیب کی زیارت کرتا ہے، ایک غلام اپنے آقا کی زیارت کرتا ہے، ایسے نہیں کہ وہ اپنی نظروں کو اس سے ہٹانے کی طاقت رکھتا ہو، اور نہ ایسے کہ وہ اسی پر

نظریں مرکوز رکھنے کی استطاعت رکھتا ہو۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا یہی مطلب ہے:

آیت43: مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ○ (النجم:۱۷)

ترجمہ نگاہ نہ چوندھیائی نہ حد سے متجاوز ہوئی۔

''الزیغ'' یہی ہے کہ اس کے چہرے کے جمال سے غفلت برتی جائے۔ پس اس کو جی بھر کر نہ دیکھے۔ ''الطغیان'' یہ ہے کہ اس کی حدود سے تجاوز کر جائے۔ اس طرح وہ سوءِ ادب کے دائرہ میں آجائے۔ اس رؤیت کا اثبات غایت درجہ کے اعتدال کے ساتھ ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس انداز کے ساتھ ہے کہ کوئی اس کو بیان نہیں کرسکتا۔ بہرحال اس کی کیفیت کا سوال نہیں کیا جاسکتا؟ پس تم اس کے بارے میں سوال نہ کرو۔ بے شک وہ رؤیت ہوئی ہے اور یقیناً ہوئی ہے۔

اگر یہ رؤیت منام ہوتی (یعنی خواب اور نیند میں ہوتی) تو پھر ان تفصیلات کی ضرورت ہرگز نہ ہوتی۔

3 دوسری جگہ اس کی تحقیق میں حضرت علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

واعلم أنه كان للنبيِّ صلى الله عليه وسلّم في ليلة المِعْرَاجِ معاملةٌ مع جبرئيل عليه الصّلاة والسّلام، ومعاملةٌ مع ربِّه عزَّ وجلَّ. وقد جَمَعَتْ سورة النجم بينهما، فاختلط الأمرُ على الرواة أيضًا. ثم إن الرؤيةَ لمَّا كانت رؤيةَ التجلِّيات، جاء فيها النفيُ والإثباتُ، فقيل: نورٌ أنَّى أَرَاه، وقيل: نورٌ إنِّي أَرَاه. وقد قدَّمنا الكلامَ في بَدْءِ الوحي: أن الرؤيةَ كانت رؤيةً بصريَّةً محقَّقةً، إلَّا أن رؤيةَ الماديِّ للمجرد، لا تكون إلَّا ما ناسبه، فلا توفِّيها الألفاظ، ويتجاذَبُ فيه النفيُ والإثباتُ.

(فیض الباری علی صحیح البخاری ج٦ ص ٦٠٠ ـ طبع بیروت)

ترجمہ اس بات کو جان لو کہ لیلۃ المعراج میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو الگ الگ معاملات ہوئے: ایک معاملہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ، دوسرا اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔ ان دونوں کو سورت النجم میں جمع کر دیا گیا ہے۔ پھر یہ دونوں معاملات حدیث

کے راویوں پر بھی مختلط ہو گئے ہیں۔ پھر بے شک رؤیت جب رؤیت تجلیات ہو گئی، تو اس میں نفی اور اثبات کے الفاظ آ گئے۔

تو اس بارے میں کہا گیا:

"نُورٌ أَنّٰى أَرَاهُ؟"۔

ترجمہ "وہ نُور تھا، میں اسے (نظر جما کر) بھلا کیسے دیکھ پاتا؟"۔

اور یہ بھی کہا گیا:

"نُورٌ إِنِّي أَرَاهُ"۔

ترجمہ "وہ نُور تھا، میں نے اسے دیکھا ہے"۔

ہم "بدء الوحی" میں اس پر کلام کر چکے ہیں۔ یہ رؤیت، رؤیت بصری، حقیقی تھی، مگر یہ مادی رؤیت مجرد کے لیے تھی۔ یہ اسی شان کے ساتھ ہے جو اس کے مناسب ہو۔ اس کے بیان میں الفاظ اس کا ساتھ نہیں دیتے۔ اس میں نفی اور اثبات کے جذب کی شان موجود ہے۔

3 ایک اور جگہ اس کی تحقیق میں حضرت علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قوله: (من زعم أن محمداً رأى ربه) اعلم أن رؤيته ثابتة لكنها لا بالعين بل بالقلب، والرؤية بالقلب والعلم مفترقان ولي في هذا الدعوى رواية صحيح ابن خزيمة، وأما آية: {وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ} [الإسراء: 60] المراد بها الرؤية بالقلب في المعراج لا أن المعراج كان في المنام كما زعمه الجهلة، وفي رواية حسنة عن ابن عباس أن هذه الآيات وآيات سورة النجم: {وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَىٰ} [النجم: 13] واقعته مع الله لا مع جبريل، وقالت عائشة: إن الحال هذا مع جبرائيل، وما قال ابن عباس هو مقتضى نظم القرآن العزيز.

(العرف الشذي شرح سنن الترمذي، ج ۴ ص ۲۶۰ تحت رقم الحديث 3064۔ المؤلف: محمد أنور شاه بن معظم شاه الكشميري الهندي رحمه الله (المتوفى: 1353هـ). تصحيح: الشيخ محمود شاكر. الناشر: دار التراث العربي -بيروت، لبنان.

الطبعة: الأولى 1425ھ-2004م)

ترجمہ "مَنْ زَعَمَ أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَبَّهُ فَقَدْ كَذَبَ" اس بات کو جان لے کہ (شب معراج میں حضور اکرم ﷺ کی) رؤیتِ باری تعالیٰ ثابت ہے، لیکن وہ رؤیت بالعین نہیں بلکہ رؤیت بالقلب ہے۔ رؤیت بالقلب اور رؤیت بالعلم دونوں علیحدہ علیحدہ ہیں۔ میرے پاس اس دعویٰ کی دلیل صحیح ابن خزیمہ کی روایت ہے۔ دوسری آیت:

آیت44:۔ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ۔ (بنی اسرائیل: ۶۰)

ترجمہ اور یہ جو کچھ ابھی ہم نے تمہیں دکھایا ہے، اِس (شب معراج) کو ہم نے ان لوگوں کے لیے بس ایک فتنہ بنا کر رکھ دیا۔

اس سے مراد لیلۃ المعراج میں رؤیت بالقلب ہے، اس سے مراد نیند میں معراج نہیں ہے، جیسا کہ بعض جاہل لوگوں کا کہنا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک حسن درجے کی روایت ہے کہ یہ آیات اور سورت نجم کی آیت "وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۝" (النجم: ۱۳) میں واقعہ کا ذکر اللہ تعالیٰ کے بارے میں ہے، نہ کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے بارے میں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اس آیت میں حضرت جبرائیل کے ساتھ ملاقات کا ذکر ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ تفسیر قرآن مجید کے نظم قرآن کی مقتضی ہے۔

4 شبِ معراج میں حضور اکرم ﷺ کو کچھ معاملات تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ پیش آئے ہیں، اور کچھ حق تعالیٰ کے ساتھ۔ سورت النجم میں وہ دونوں قسم کے حالات جمع کر دیئے گئے ہیں۔ اس لیے بیانِ رواۃ (راویوں کے بیان میں) اختلاط ہو گیا ہے۔ پھر چونکہ رؤیت تجلیات کی تھی، اس لیے اس کے بارے میں بھی نفی و اثبات دونوں آ گئیں۔ کسی نے "نُورٌ أَنّٰى أَرَاهُ؟" روایت کیا، کسی نے "نُورٌ إِنِّي أَرَاهُ"۔ باقی یہ امر محقق ہے کہ رؤیتِ بصری حقیقۃً واقع ہوئی ہے، مگر مادی کا مجرد کو دیکھنا اتنا ہی ناممکن ہے جتنا اس کے مناسبِ حال ہو۔ اس لیے الفاظ سے پوری طرح تعبیر نہیں ہو سکتی، اور نفی و اثبات میں کشاکش ہو گئی۔ پس ہم اس رؤیت کو اس شعر کا مصداق سمجھتے

ہیں:

أُشْتَاقُهُ فَإِذَا بَدَا　　　　أُطْرِقْتُ مِنْ إِجْلَالِهِ

غرض نبی اکرم ﷺ کو معراج میں رؤیت تو ضرور ہوئی، مگر رؤیت دون رؤیت تھی، جو شانِ حق کے لیے موزوں تھی، اور یہ ایسا ہی ہے جیسے:

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ (الانفال:۱۷)

میں ہے۔ وہاں بھی نفی واثبات جمع ہے۔ پس نفی واثباتِ رؤیت کے اقوال میں تنافی و تضاد کچھ نہیں ہے۔ دوسرے طریقہ پر سمجھو کہ وہ رؤیت تو حقیقۃً ہوئی، مگر جیسی ایک نہایت باادب، مرتبہ شناس کو حاصل ہوسکتی ہے، اور ممکن ہے بے حجاب بھی ہوئی ہو، مگر ظاہر ہے کبریائے خداوندی کے غیر معمولی رعب وجلال نے ٹکٹکی لگا کر دیکھنے کا موقع نہیں دیا ہوگا۔ اور بظاہر اس کا نقشہ شاعر کے اس شعر سے سمجھ سکتے ہیں:

فَبَدَا لِيَنْظُرَ كَيْفَ لَاحَ فَلَمْ يُطِقْ　　　　نَظَرًا إِلَيْهِ وَرَدَّهُ أَشْجَانُهُ

لہٰذا حضرت احمد رحمۃ اللہ علیہ کی طرح میں بھی کہتا ہوں کہ حضور اکرم ﷺ کو حق تعالیٰ نے اپنا خاص مَن وفضل سے نوازا، اور دیدار سے مشرف کیا۔ آپ ﷺ نے دیکھا، ضرور دیکھا، مگر ایسا ہی جیسے ایک حبیب اپنے حبیب کی طرف دیکھتا ہے، یا عبد (غلام) اپنے مولیٰ (آقا) کی طرف دیکھتا ہے، کہ نہ تو نظر بھر کر ہی دیکھ سکتا ہے، اور نہ اس پر قادر ہوتا ہے کہ اُدھر سے نگاہ ہٹا سکے۔ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ○ (النجم:۱۷) سے بھی اسی طرف اشارہ ہے، عدمِ زیغ سے اشارہ نگاہ نہ ہٹانے کی طرف ہے، اور عدمِ طغیان سے حدودِ رؤیت وادب سے تجاوز نہ کرنا مراد ہے۔

حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں نے سورت النجم کی ایسی تفسیر کی ہے، جس سے ضمائر کا انتشار ختم ہو جاتا ہے۔ اور حدیثِ شریک بخاری (بخاری رقم 7517) پر جو دس (10) اعتراضات کیے گئے ہیں، ان میں سے صرف دو اہم ہیں، باقی آٹھ غیر اہم و ناقابلِ التفات ہیں۔ ایک تو ''ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ○ (النجم: ۸)'' والا۔ اور میرے نزدیک یہ معاملہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کا ہے جیسا کہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى ○'' تک کہا ہے۔ اس کے بعد ''فَأَوْحٰى

اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی ○ '' سے حق تعالیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین معاملات کا بیان ہے۔ یعنی شروع سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صدقِ رسالت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحیِ خداوندی لانے والے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے موثق ومکرم ہونے کا ذکر تھا۔ پھر شب معراج کی بلاواسطہ وحی کے اکرامِ خاص کا ذکر کیا گیا ہے۔

''فَاَوْحٰی'' کی ضمیر حق تعالیٰ کی طرف راجع ہے، حضرت جبرائیل علیہ السلام کی طرف نہیں۔ اس لیے کہ طبری کی روایت میں ''فَأَوْحَی اللهُ إِلَیَّ مَا أَوْحٰی'' (تفسیر طبری ج ۲۲ص ۷ ۳) ہے، اور مسلم کی روایت میں بھی ایسا ہی ہے۔ اور بخاری کی حدیثِ شَرِیک میں ''فَأَوْحَی اللهُ فِيمَا أَوْحٰی إِلَيْهِ: خَمْسِينَ صَلَاةً'' (بخاری رقم 7517؛ مستخرج ابی عوانہ رقم 357) ہے۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی ''فَأَوْحَی اللهُ إِلَیَّ مَا أَوْحٰی'' (مسلم رقم 259۔162؛ مسند احمد رقم 12505؛ مصنف ابن ابی شیبہ رقم 36570) روایت کیا گیا ہے۔ اور پہلے سے اگر حضرت جبرائیل علیہ السلام کا ذکر تھا، تو یہ ضروری نہیں کہ ''فَاَوْحٰی'' میں بھی ضمیر حضرت جبرائیل علیہ السلام ہی کی طرف راجع ہو، اور نہ اس کے قریب حق تعالیٰ کا ذکر ضروری ہے، کیونکہ یہ وحی کا وصف تو اسی ذات کے ساتھ خاص ہے۔ پھر یہ کہ وحی تعلیم میں دو (2) اَمر کا ذکر ہوا ہے۔ اور دونوں کے حالات الگ الگ بیان ہوئے ہیں۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ثابت کرنے کے بعد اب مُرسِل نے اپنی وحی بلاواسطہ کا ذکر شروع کر دیا۔ تو اس میں کیا اشکال ہے؟ جو مُرسِل ہے، وہی مُوحی ہے، جس طرح ''اَوْ یُرْسِلَ رَسُوْلًا فَیُوْحِیَ '' (الشوریٰ: ۵۱) میں دونوں ایک ہیں۔

حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: احادیثِ مرفوعہ اور آثارِ صحیحہ سے دونوں رؤیت ثابت ہیں: قلبی بھی، اور بصری بھی۔ شبِ معراج میں پہلے رؤیت قلبی ہوئی ہے۔ اس کے بعد رؤیتِ عینی کی طرف ترقی ہوئی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو متعدد اوقات میں مختلف لوگوں کو حالاتِ معراج سنائے ہیں، اُن کے مطابق جو بات جس کے علم میں آئی، اُسی کو اُس نے بیان کر دیا ہے، جیسا کہ مواہب میں مہدوی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے جو کچھ تفسیرِ آیاتِ سورت النجم وغیرہ کی مروی

ہے، وہ دوسروں کے خلاف نہیں ہے، کیونکہ شبِ معراج میں رؤیتِ جبرائیل علیہ السلام اور رؤیتِ حق تعالیٰ دونوں واقع وثابت ہوئی ہیں۔ اور جو محدثین رحمۃ اللہ علیہم نقل کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بعض آیات سورت النجم کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا تھا، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا مصداق حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بتایا تھا، تو اس سے کسی امر کا فیصلہ نہیں ہوسکتا، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شبِ معراج میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھی دیکھا ہے۔ بعض محدثین رحمۃ اللہ علیہم کا طریقہ ہے کہ وہ بعض اوقات کسی ایک ہی بات پر ڈھل پڑتے ہیں، اور دوسری بات کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اگرچہ آیتِ قرآنی "ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ○ (النجم:۸)" کو حضرت جبرائیل علیہ السلام سے متعلق کیا، اور حدیثِ شریک بخاری میں بھی "وَدَنَا لِلْجَبَّارِ رَبِّ الْعِزَّةِ" (بخاری رقم 7517) کو تقریباً وہمِ راوی قرار دیا ہے، لیکن رؤیتِ عینی حقیقۃً کا اثبات کیا ہے، جس کا اثبات "مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ○" (النجم:۱۱) اور "مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ○ (النجم:۱۷)" وغیرہ سے کیا ہے۔ اور رؤیت کے لیے دنو وقرب ضروری ہے۔ اس لیے بھی اس کا ثبوت ضمناً تسلیم کیا ہے۔

چنانچہ آپ نے "مشکلات القرآن" (ص ۴۱۳) میں تحریر فرمایا: رؤیتِ خداوندی کا تحقق بغیر دنوِ خداوندی نہیں ہوسکتا، اور یہ ایسا ہے جیسے ثلثِ لیلِ اخیر میں حق تعالیٰ کا نزولِ آسمانِ دنیا کی طرف ثابت ہے، یا اہلِ جنت پر متوجہ ہوکر سوال کریں گے: "هَلْ رَضِيْتُمْ؟" "کیا تم پوری طرح خوش ہوگئے؟"۔ (انوار الباری ج ۱۱ ص ۸۷، ۸۸)

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اشعار بھی اہل علم کے لیے پیشِ خدمت ہیں:

رأى رَبّه لما دنٰى بِفُؤادِه ... ومنه سرى للعين ما زاغ لا يطغى

بحثنا، فآل البَحْثُ إثباتَ رؤيةٍ ... لحضرته صلّى عليه، كما يرضى

كما اختاره الحَبْرُ ابنُ عمِّ نبيِّنا ... وأحمد من بين الأئمةِ قد قوى

نعم رؤية ربّ الجليل حقيقة ... يقال له: الرؤيا بألسنة الدنيا

(مشکلات القرآن ص ۴۱۸؛ حاشیہ فیض الباری ج ۵ ص ۳۰۸۔ طبع: بیروت)

- حضرت علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ کی بہت عمدہ تحقیق ''مشکلات القرآن'' (ص ۳۸۹ تا ۴۲۱) میں کی ہے۔ جو اہل علم کے لیے ایک نادر تحفہ ہے۔ اس کو ضرور ملاحظہ فرمائیں۔ مختصر تحقیق فتح الملہم (ج ۱ ص ۳۳۵) میں بھی بہت عمدہ ہے۔ حضرت مولانا سید احمد رضا بجنوری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی انوار الباری (ج ۱۱ ص ۶۹ تا ۸۸) میں رویت باری تعالیٰ کو تفصیلاً بیان کیا ہے۔

9 مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ تفسیر

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تفسیر کو اختیار فرمایا ہے:

آیت 45:۔ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ○ (النجم: ۱۳)

ترجمہ اور انھوں نے (یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے) اس فرشتہ کو ایک اور دفعہ بھی (صورتِ اصلیہ میں) دیکھا ہے۔ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔

ف اور ان آیات کی تفسیر بعض مفسرین نے رویت الٰہیہ کے ساتھ کی ہے، مگر مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے رویت جبرئیلیہ کے ساتھ تفسیر ان آیات کی خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔ واذا جاء نهر الله بطل نهر معقل۔

اور حدیثِ شریک رحمۃ اللہ علیہ مروی بخاری سے جو شبہ پڑتا ہے کہ یہ آیات محمول ہوں قُرب وتدلی حق تعالیٰ پر۔ سو نووی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ شریک رحمۃ اللہ علیہ حافظ نہیں ہیں۔

(بیان القرآن: ج ۳ ص ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲۔ الناشر: دار الاشاعت، کراچی)

10 معراجِ جسمانی اجماعی مسئلہ ہے

- اس سے معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس میں تو اختلاف تھا کہ کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جسمانی آنکھوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے یا نہیں؟ ایک گروہ قائل تھا اور دوسرا منکر۔ لیکن معراجِ جسمانی میں کسی صحابی کو اختلاف نہ تھا۔ یہاں تک کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بھی، کیونکہ وہ رویت خداوندی کا تو بڑی شد ومد سے

انکار فرماتی ہیں، لیکن معراجِ جسمانی کا انکار نہیں کرتیں، بلکہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس آسمان سے نیچے اترتے ہوئے اصلی شکل میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے رؤیت پُرزور الفاظ میں ثابت کرتی ہیں۔ اپنے اس دعویٰ پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پیش کرتی ہیں۔

الحاصل! سورت النجم کی مذکورہ آیات اور اُن کی تفسیر میں پیش کردہ احادیث اور عقائدِ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ بات پوری طرح واضح اور ثابت ہوچکی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سفرِ معراج جسمانی اور بیداری میں تھا اور اسی واسطے مخالف آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی پر جھگڑا بھی کرتے تھے۔

حدیث 58: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ، حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ أَبُو سَلَمَةَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يُحَدِّثُ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَمَّا كَذَّبَتْنِي قُرَيْشٌ حِينَ أُسْرِيَ بِي إِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ، قُمْتُ فِي الْحِجْرِ، فَجَلَا اللهُ لِي بَيْتَ الْمَقْدِسِ، فَطَفِقْتُ أُخْبِرُهُمْ عَنْ آيَاتِهِ، وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهِ".

(صحیح علی شرط الشیخین: مسند أحمد رقم 15034، 15035م؛ بخاری رقم 3886، 4710؛ مسلم رقم 276-170؛ ترمذی رقم 3133؛ سنن کبریٰ نسائی رقم 11218؛ حدیث السرّاج رقم 2557، 2595؛ مستخرج أبي عوانة رقم 341، 352؛ شرح مشکل الآثار رقم 4852، 4853؛ أبو یعلی رقم 2091؛ ابن حبان رقم 55؛ الإیمان لابن منده رقم 739؛ التوحید لابن منده رقم 21؛ المسند المستخرج علی صحیح الإمام مسلم، لأبي نعیم رقم 432؛ شرح السنۃ بغوی رقم 3762؛ معجم ابن عساکر رقم 648؛ البیہقی فی "الدلائل" 359/2)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جب مجھے معراج کی رات میں بیت المقدس لے جایا گیا، تو قریش نے اس واقعہ کو سُن کر مجھے جھٹلایا۔ میں حطیم میں کھڑا ہوا۔ (قریش نے مجھ سے بیت المقدس کی کچھ نشانیاں اور علامتیں پوچھیں، مجھے وہ نشانیاں معلوم نہ تھیں۔ مجھے اس وقت اتنی پریشانی لاحق ہوئی کہ زندگی بھر کبھی ایسی پریشانی لاحق نہ ہوئی تھی)۔ اتنے میں حق تعالیٰ نے (اپنے

خاص فضل وکرم سے) بیت المقدس کا نقشہ میرے سامنے پیش کر دیا۔ مخالف مجھ سے جو علامت پوچھتے جاتے، میں دیکھ کر بتلاتا جاتا تھا"۔

حدیث 59: ـحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حُجَيْنُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ وَهُوَ ابْنُ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْفَضْلِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَقَدْ رَأَيْتُنِي فِي الْحِجْرِ وَقُرَيْشٌ تَسْأَلُنِي عَنْ مَسْرَايَ، فَسَأَلَتْنِي عَنْ أَشْيَاءَ مِنْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ لَمْ أُثْبِتْهَا، فَكُرِبْتُ كُرْبَةً مَا كُرِبْتُ مِثْلَهُ قَطُّ". قَالَ: "فَرَفَعَهُ اللهُ لِي أَنْظُرُ إِلَيْهِ، مَا يَسْأَلُونِي عَنْ شَيْءٍ إِلَّا أَنْبَأْتُهُمْ بِهِ"۔ الحديث

(مسلم رقم 278ـ172؛ سنن کبریٰ نسائی رقم 11220، 11416؛ حدیث السراج رقم 1383؛ شرح مشکل الآثار رقم 4851؛ الإيمان لابن منده رقم 740؛ التوحيد لابن منده رقم 23؛ المسند المستخرج على صحيح الإمام مسلم، لأبي نعيم، رقم 433)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "میں حطیم میں کھڑا ہوا۔ قریش نے مجھ سے معراج کی بابت سوالات شروع کر دیئے۔ قریش نے مجھ سے بیت المقدس کی کچھ نشانیاں اور علامتیں پوچھیں، مجھے وہ نشانیاں معلوم نہ تھیں۔ مجھے اس وقت اتنی پریشانی لاحق ہوئی کہ زندگی بھر کبھی ایسی پریشانی لاحق نہ ہوئی تھی۔ اتنے میں حق تعالیٰ نے (اپنے خاص فضل وکرم سے) بیت المقدس کا نقشہ میرے سامنے پیش کر دیا۔ مخالف مجھ سے جو علامت پوچھتے جاتے، میں دیکھ کر بتلاتا جاتا تھا"۔

حدیث 60: ـأَخْبَرَنِي مُكْرَمُ بْنُ أَحْمَدَ الْقَاضِي، ثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْهَيْثَمِ الْبَلَدِيُّ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ الصَّنْعَانِيُّ، ثنا مَعْمَرُ بْنُ رَاشِدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: "لَمَّا أُسْرِيَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى أَصْبَحَ يَتَحَدَّثُ النَّاسُ بِذٰلِكَ، فَارْتَدَّ نَاسٌ فَمَنْ كَانَ آمَنُوا بِهِ وَصَدَّقُوهُ، وَسَمِعُوا بِذٰلِكَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَقَالُوا: "هَلْ لَكَ إِلَى صَاحِبِكَ يَزْعُمُ أَنَّهُ أُسْرِيَ بِهِ اللَّيْلَةَ إِلَى بَيْتِ

الْمَقْدِسِ، قَالَ: "أَوَ قَالَ ذٰلِكَ؟". قَالُوا: "نَعَمْ". قَالَ:" لَئِنْ كَانَ قَالَ ذٰلِكَ لَقَدْ صَدَقَ". قَالُوا: "أَوَ تُصَدِّقُهُ أَنَّهُ ذَهَبَ اللَّيْلَةَ إِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ وَجَاءَ قَبْلَ أَنْ يُصْبِحَ؟". قَالَ: "نَعَمْ، إِنِّي لَأُصَدِّقُهُ فِيمَا هُوَ أَبْعَدُ مِنْ ذٰلِكَ أُصَدِّقُهُ بِخَبَرِ السَّمَاءِ فِي غَدْوَةٍ أَوْ رَوْحَةٍ". فَلِذٰلِكَ سُمِّيَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقَ".

هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ. [التعليق -من تلخيص الذهبي] -صحيح

(صحيح: المستدرك على الصحيحين، رقم 4407، 4458؛ شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة رقم 1430؛ مصنف عبد الرزاق رقم 9719 مطولاً؛ فضائل بيت المقدس لضياء الدين المقدسي، رقم 53؛ شرح مذاهب أهل السنة ومعرفة شرائع الدين والتمسك بالسنن لابن شاهين رقم 84؛ الشريعة للآجري رقم 1030، 1259 مرسلاً؛ الصَّحِيحَة: 306)

ترجمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جس رات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس جا کر واپس تشریف لائے، اسی کی صبح کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ واقعہ لوگوں سے بیان فرمایا، جس سے کچھ لوگ جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر ہر طرح کی تصدیق کر چکے تھے، مرتد ہو گئے۔ پھر کفار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور کہنے لگے: ''کیا اب بھی تم اپنے رفیق یعنی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرو گے؟ لیجیے! وہ تو یہ کہہ رہے ہیں کہ آج رات وہ بیت المقدس جا کر واپس بھی آ گئے ہیں''۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: ''کیا واقعی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا ہے؟''۔ وہ کہنے لگے: ''ہاں''۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تو میں اس کو مانتا ہوں''۔ لوگوں نے کہا: ''اے ابوبکر! کیا تم اس کی تصدیق کرتے ہو کہ وہ ایک ہی رات میں بیت المقدس وغیرہ تک گئے، اور صبح سے پہلے پھر واپس بھی آ گئے؟''۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: ''ہاں! میں تو بیت المقدس سے دور کی باتوں کی تصدیق کرتا ہوں، یعنی جو صبح و شام آسمان کی خبریں بیان فرماتے ہیں، اُن کو میں صحیح اور حق جانتا ہوں''۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اسی وجہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام صدیق رکھا گیا۔

حدیث 61: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْوَسَاوِسِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا ضَمْرَةُ بْنُ رَبِيعَةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي عَمْرٍو السَّيْبَانِيِّ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ مَوْلَى أُمِّ هَانِئٍ، عَنْ أُمِّ هَانِئٍ، قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِغَلَسٍ، وَأَنَا عَلَى فِرَاشِي، فَقَالَ:..........

فَقَالَ الْمُطْعِمُ بْنُ عَدِيِّ بْنِ نَوْفَلٍ: كُلُّ أَمْرِكَ قَبْلَ الْيَوْمِ كَانَ أَمَمًا غَيْرَ قَوْلِكَ الْيَوْمَ، أَنَا أَشْهَدُ أَنَّكَ كَاذِبٌ، نَحْنُ نَضْرِبُ أَكْبَادَ الْإِبِلِ إِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ مُصْعِدًا شَهْرًا، وَمُنْحَدِرًا شَهْرًا، تَزْعُمُ أَنَّكَ أَتَيْتَهُ فِي لَيْلَةٍ؟، وَاللَّاتِ وَالْعُزَّى لَا أُصَدِّقُكَ، وَمَا كَانَ هٰذَا الَّذِي تَقُولُ قَطُّ.........

(المعجم لأبی یعلی الموصلی، ص ۴۴۲ تا ۴۴۵ رقم 10؛ فضائل بیت المقدس، لضیاء الدین المقدسی، رقم 52؛ المطالب العالیة بزوائد المسانید الثمانیة، لابن حجر العسقلانی رقم 4235؛ إتحاف الخیرة المهرة بزوائد المسانید العشرة للبوصیری، رقم 6355؛ الخصائص الکبری، السیوطی، ج ۱ ص ۲۵۲؛ أنیس السّاری فی تخریج وتحقیق الأحادیث التی ذکرها الحافظ ابن حجر العسقلانی فی فتح الباری رقم 829-5623)

ترجمہ: حضرت اُمّ ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعۂ معراج جب اہل مکہ کو سنایا۔ تو مُطْعِمُ بْنُ عَدِيِّ بْنِ نَوْفَلٍ کہنے لگا: ''اب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ ٹھیک تھا، سوائے اس بات کے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اب کہہ رہے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تم جھوٹے ہو (العیاذ باللہ!)۔ ہم تو اگر بڑی تیزی سے بھی اونٹوں کو چلائیں، تو کہیں دو مہینوں کے بعد بیت المقدس جا کر پھر وہاں سے واپس آسکتے ہیں۔ تم کہتے ہو کہ میں ایک رات میں جا کر واپس آ گیا۔ لات اور عزّیٰ کی قسم ہے! میں تو ہرگز نہ مانوں گا''۔

حدیث 62: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، وَرَوْحُ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا عَوْفٌ، عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَمَّا كَانَ لَيْلَةُ أُسْرِيَ بِي، وَأَصْبَحْتُ بِمَكَّةَ، فَظِعْتُ بِأَمْرِي، وَعَرَفْتُ

أَنَّ النَّاسَ مُكَذِّبِيَّ". فَقَعَدَ مُعْتَزِلًا حَزِينًا، قَالَ: فَمَرَّ بِهِ عَدُوُّ اللهِ أَبُو جَهْلٍ فَجَاءَ حَتَّى جَلَسَ إِلَيْهِ، فَقَالَ لَهُ كَالْمُسْتَهْزِئِ: "هَلْ كَانَ مِنْ شَيْءٍ؟". فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "نَعَمْ". قَالَ: "مَا هُوَ؟". قَالَ: "إِنَّهُ أُسْرِيَ بِي اللَّيْلَةَ". قَالَ: "إِلَى أَيْنَ؟". قَالَ: "إِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ؟". قَالَ: "ثُمَّ أَصْبَحْتَ بَيْنَ ظَهْرَانَيْنَا؟". قَالَ: "نَعَمْ". قَالَ: فَلَمْ يُرِهِ أَنَّهُ يُكَذِّبُهُ مَخَافَةَ أَنْ يَجْحَدَهُ الْحَدِيثَ إِنْ دَعَا قَوْمَهُ إِلَيْهِ. قَالَ: "أَرَأَيْتَ إِنْ دَعَوْتُ قَوْمَكَ تُحَدِّثُهُمْ مَا حَدَّثْتَنِي؟". فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "نَعَمْ". فَقَالَ: "هَيَّا مَعْشَرَ بَنِي كَعْبِ بْنِ لُؤَيٍّ!". حَتَّى قَالَ: فَانْتَفَضَتْ إِلَيْهِ الْمَجَالِسُ، وَجَاءُوا حَتَّى جَلَسُوا إِلَيْهِمَا، قَالَ: "حَدِّثْ قَوْمَكَ بِمَا حَدَّثْتَنِي". فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنِّي أُسْرِيَ بِي اللَّيْلَةَ". قَالُوا: "إِلَى أَيْنَ؟". قَالَ: "إِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ". قَالُوا: "ثُمَّ أَصْبَحْتَ بَيْنَ ظَهْرَانَيْنَا؟". قَالَ: "نَعَمْ". قَالَ: فَمِنْ بَيْنِ مُصَفِّقٍ، وَمِنْ بَيْنِ وَاضِعٍ يَدَهُ عَلَى رَأْسِهِ مُتَعَجِّبًا لِلْكَذِبِ زَعَمَ قَالُوا: "وَهَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تَنْعَتَ لَنَا الْمَسْجِدَ؟". وَفِي الْقَوْمِ مَنْ قَدْ سَافَرَ إِلَى ذٰلِكَ الْبَلَدِ وَرَأَى الْمَسْجِدَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "فَذَهَبْتُ أَنْعَتُ، فَمَا زِلْتُ أَنْعَتُ حَتَّى الْتَبَسَ عَلَيَّ بَعْضُ النَّعْتِ". قَالَ: "فَجِيءَ بِالْمَسْجِدِ وَأَنَا أَنْظُرُ حَتَّى وُضِعَ دُونَ دَارِ عِقَالٍ أَوْ عُقَيْلٍ فَنَعَتُّهُ، وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهِ". قَالَ: "وَكَانَ مَعَ هٰذَا نَعْتٌ لَمْ أَحْفَظْهُ". قَالَ: فَقَالَ الْقَوْمُ: "أَمَّا النَّعْتُ فَوَاللهِ! لَقَدْ أَصَابَ".

(صحیح علی شرط الشیخین: مسند أحمد رقم 2819؛ مصنف ابن ابی شیبہ رقم 36572؛ النسائی فی "الکبری" 11221؛ مسند الحارث رقم 21؛ مسند البزار رقم 5305؛ معجم اوسط طبرانی رقم 2447؛ معجم کبیر طبرانی رقم 12782؛ الشریعۃ للآجری رقم 1029؛ التوحید، لابن مَنْدَہ رقم 24؛ البیہقی فی "الدلائل" 2/363-364، 364؛ المختارۃ رقم 34، 37؛ الصَّحِيحَة: 3021)

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جب لیلۃ الاسراء میں مجھے معراج کرائی گئی۔ پھر میں نے مکہ مکرمہ میں صبح کی۔ تو مجھے اس واقعہ سے پریشانی ہونے لگی۔ مجھے یہ بات معلوم تھی کہ لوگ میری ضرور تکذیب کریں گے''۔ اس وجہ سے آپ ﷺ غمگین ہو کر بیٹھ گئے۔ پھر وہاں سے اللہ کا دشمن ابوجہل گزرا۔ وہ آپ ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ کے پاس بیٹھ گیا۔ پھر وہ آپ ﷺ سے ٹھٹھا اور مذاق کرتے ہوئے کہنے لگا: ''کیا کوئی نئی بات پیش آ گئی ہے؟''۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''ہاں''۔ ابوجہل کہنے لگا: ''وہ کیا ہے؟''۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مجھے آج رات سفر معراج کرایا گیا ہے''۔ ابوجہل کہنے لگا: ''یہ سفر کہاں سے کہاں تک ہوا؟''۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک''۔ ابوجہل کہنے لگا: ''پھر آپ ﷺ صبح کو ہمارے درمیان پہنچ گئے؟''۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''ہاں''۔ ابوجہل خیال کرنے لگا کہ آپ ﷺ اپنی اس بات کو جھٹلا دیں گے، اور اس ڈر اور خوف آپ ﷺ اس بات کا انکار کر دیں گے اگر آپ ﷺ کی قوم کو وہاں بلایا جائے گا۔ ابوجہل کہنے لگا: ''آپ ﷺ کا کیا خیال ہے کہ اگر میں آپ ﷺ کی قوم کو آپ ﷺ کے پاس بلاؤں تو آپ ﷺ ان کے سامنے بھی اس واقعہ کو بیان کر دیں گے جو آپ ﷺ مجھ سے بیان کر رہے ہیں؟''۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں''۔ اس پر ابوجہل نے پکار کر سب کو بلایا: ''اے بنی کعب بن لؤی کے لوگو! سب اکٹھے ہو جاؤ''۔ یہاں تک کہ سارے لوگ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر وہاں پہنچ گئے اور اس مجلس میں حاضر ہو گئے۔ ابوجہل کہنے لگا: ''ذرا اپنی قوم کو بھی وہ واقعہ سنا دو، جو مجھ کو سنا رہے تھے''۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''آج رات مجھے سفر معراج کرایا گیا ہے''۔ لوگ کہنے لگے: ''کہاں تک؟''۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بیت المقدس تک''۔ لوگ کہنے لگے: ''پھر صبح کو آپ ﷺ ہمارے پاس پہنچ گئے؟''۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں''۔ یہ سنتے ہی لوگوں کی یہ کیفیت ہو گئی کہ کوئی تالیاں بجانے لگا اور کسی نے اس کو جھوٹ خیال کرتے ہوئے تعجب سے سر پر ہاتھ رکھ لیا۔ وہ لوگ کہنے لگے: ''کیا آپ ﷺ ہمارے لیے اس مسجد کا نقشہ اور کیفیات کو بیان کر سکتے ہیں؟''۔

ان لوگوں میں وہ حضرات بھی موجود تھے جنھوں نے اس شہر کا سفر کیا تھا اور اس مسجد کو بھی دیکھا تھا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''پھر میں اس مسجد کا نقشہ اور کیفیات کو بیان کرنے لگا۔ بیان کرتے کرتے بعض چیزیں مجھ پر مشتبہ ہوگئیں۔ پھر مسجد کو میرے سامنے کر دیا گیا، میں اس کو دیکھ رہا تھا یہاں تک کہ چھوٹی چھوٹی چیزیں بھی سامنے رکھ دی گئیں۔ اس طرح میں اس کو دیکھ دیکھ کر بیان کرتا رہا''۔ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ''اس سب کچھ بیان کرنے کے باوجود مجھے اب وہ محفوظ نہیں ہے''۔ یہ سن کر وہ قوم کہنے لگی: ''اللہ کی قسم! آپ ﷺ نے جو کچھ بیان فرمایا ہے، وہ حق اور سچ ہے''۔

حدیث 63: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ شَبُّوْيَهِ قَالَ: نا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحِمْصِيُّ، قَالَ: نا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ سَالِمٍ، عَنِ الزُّبَيْدِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِي الْوَلِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَنَّ جُبَيْرَ بْنَ نُفَيْرٍ، حَدَّثَهُ قَالَ: نا شَدَّادُ بْنُ أَوْسٍ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْنَا: "يَا رَسُولَ اللهِ! كَيْفَ أُسْرِيَ بِكَ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِكَ؟". قَالَ: "صَلَّيْتُ لِأَصْحَابِي صَلَاةَ الْعَتَمَةِ بِمَكَّةَ مُعْتِمًا، فَأَتَانِي جِبْرِيلُ بِدَابَّةٍ بَيْضَاءَ فَوْقَ الْحِمَارِ وَدُونَ الْبَغْلِ........ ثُمَّ مَرَرْنَا بِعِيرٍ لِقُرَيْشٍ بِمَكَانِ كَذَا وَكَذَا قَدْ أَضَلُّوا بَعِيرًا لَهُمْ. فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِمْ. فَقَالَ بَعْضُهُمْ هٰذَا صَوْتُ مُحَمَّدٍ ثُمَّ أَتَيْتُ أَصْحَابِي قَبْلَ الصُّبْحِ بِمَكَّةَ. فَأَتَانِي أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ: "يَا رَسُولَ اللهِ! أَيْنَ كُنْتَ اللَّيْلَةَ؟ فَقَدِ الْتَمَسْتُكَ فِي مَكَانِكَ". فَقَالَ: إِنِّي أَتَيْتُ بَيْتَ الْمَقْدِسِ اللَّيْلَةَ.. الحديث

(مسند البزار المنشور باسم البحر الزخار، ج۸ ص۴۰۹ تا ۴۱۱ رقم 3484؛ المعجم الكبير، ج۷ ص۲۸۲، ۲۸۳ رقم 7142؛ مسند الشاميين ج۳ ص۱۱۰ تا ۱۱۲ رقم 1894؛ الخصائص الكبرى السيوطي، ج۱ ص۲۵۲؛ رَوَاهُ الْبَزَّارُ وَالطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ..... وَفِيهِ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْعَلَاءِ، وَثَّقَهُ يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، وَضَعَّفَهُ النَّسَائِيُّ: مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج۱ ص۷۳، ۷۴ رقم 236)

ترجمہ: حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مکہ مکرمہ سے ایک قافلہ بغرضِ تجارت شام کو

گیا تھا، اور وہ واپس آ رہا تھا کہ حضور اکرم ﷺ نے براق پر سوار ہو کر جاتے وقت ان کو سلام کیا۔ انھوں نے حضور اکرم ﷺ کی آواز پہچان لی اور سُن لی۔ جب واپس مکہ آئے، تو اس بات کی گواہی بھی دی۔ نیز حضور اکرم ﷺ نے مکہ مکرمہ واپس ہو کر اس قافلہ کی ایک ایک علامت بھی لوگوں کو بتائی تھی۔ جب قافلہ واپس آیا، تو انھوں نے اس کی تائید بھی کی تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''صبح کے وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور کہنے لگے: ''حضرت! آپ ﷺ رات کہاں تھے؟۔ میں نے آپ ﷺ کو آپ ﷺ کے مکان پر تلاش بھی کیا''۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میں سفر معراج میں بیت المقدس گیا تھا''۔

حدیث 64:۔ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ مَالك بن صَعْصَعَةَ أَنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حدثهم لَيْلَةِ أُسْرِيَ بِهِ: "بَيْنَمَا أَنَا فِي الْحَطِيمِ - وَرُبَّمَا قَالَ فِي الْحِجْرِ - مُضْطَجِعًا إِذْ أَتَانِي آتٍ فَشَقَّ مَا بَيْنَ هٰذِهِ إِلَى هٰذِهِ" يَعْنِي مِنْ ثُغْرَةِ نَحْرِهِ إِلَى شِعْرَتِهِ "فَاسْتَخْرَجَ قَلْبِي ثُمَّ أُتِيتُ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مَمْلُوءٍ إِيمَانًا فَغُسِلَ قَلْبِي ثُمَّ حُشِيَ ثُمَّ أُعِيدَ" - وَفِي رِوَايَةٍ: "ثُمَّ غُسِلَ الْبَطْنُ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثمَّ مُلِئَ إِيمانًا وَحِكْمَة - ثُمَّ أُتِيتُ بِدَابَّةٍ دُونَ الْبَغْلِ وَفَوْقَ الْحِمَارِ أَبْيَضَ يُقَالُ لَهُ: الْبُرَاقُ يَضَعُ خَطْوَهُ عِنْدَ أَقْصَى طَرْفِهِ فَحُمِلْتُ عَلَيْهِ فَانْطَلَقَ بِي جِبْرِيلُ حَتَّى أَتَى السَّمَاءَ الدُّنْيَا فَاسْتَفْتَحَ قِيلَ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: جِبْرِيلُ. قِيلَ: وَمَنْ مَعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ. قِيلَ وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ. قَالَ: نَعَمْ. قيل: مرْحَبًا بِهِ فنعم الْمَجِيءُ جَاءَ ففتح فَلَمَّا خَلَصْتُ فَإِذَا فِيهَا آدَمُ فَقَالَ: هٰذَا أَبُوكَ آدَمُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ السَّلَام ثمَّ قَالَ: مرْحَبًا بالابن الصَّالح وَالنَّبِيِّ الصَّالح ثمَّ صعد بِي حَتَّى السَّماءَ الثانيةَ فَاسْتَفْتَحَ قِيلَ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: جِبْرِيلُ. قِيلَ: وَمَنْ مَعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ. قِيلَ: وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ. قِيلَ: مَرْحَبًا بِهِ فَنِعْمَ الْمَجِيءُ جَاءَ فَفُتِحَ. فَلَمَّا خَلَصْتُ إِذَا يَحْيَى وَعِيسَى وَهُمَا ابْنَا خَالَةٍ.

قَالَ: هٰذَا يَحْيٰى وَهٰذَا عِيسٰى فَسَلِّمْ عَلَيْهِمَا فَسَلَّمْتُ فَرَدَّا ثُمَّ قَالَا: مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ. ثُمَّ صَعِدَ بِي إِلَى السَّمَاءِ الثَّالِثَةِ فَاسْتَفْتَحَ قِيلَ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: جِبْرِيلُ. قِيلَ: وَمَنْ مَعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ. قِيلَ: وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ. قِيلَ: مَرْحَبًا بِهِ فَنِعْمَ الْمَجِيءُ جَاءَ ففتح فَلَمَّا خَلَصْتُ إِذَا يُوسُفُ قَالَ: هٰذَا يُوسُفُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ. ثُمَّ قَالَ: مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ بِي حَتّٰى أَتَى السَّمَاءَ الرَّابِعَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِيلَ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: جِبْرِيلُ. قِيلَ: وَمَنْ مَعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ. قِيلَ: وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ. قِيلَ: مَرْحَبًا بِهِ فَنِعْمَ الْمَجِيءُ جَاءَ فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَإِذَا إِدْرِيسُ فَقَالَ: هٰذَا إِدْرِيسُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ: مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ بِي حَتّٰى أَتَى السَّمَاءَ الْخَامِسَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِيلَ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: جِبْرِيلُ. قِيلَ: وَمَنْ مَعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ. قِيلَ: وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ. قِيلَ: مَرْحَبًا بِهِ فَنِعْمَ الْمَجِيءُ جَاءَ ففتح فَلَمَّا خَلَصْتُ فَإِذَا هَارُونُ قَالَ: هٰذَا هَارُونُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ: مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ بِي إِلَى السَّمَاءِ السَّادِسَةِ فَاسْتَفْتَحَ قِيلَ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: جِبْرِيلُ. قِيلَ: وَمَنْ مَعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ. قِيلَ: وهل أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: مَرْحَبًا بِهِ فَنِعْمَ الْمَجِيءُ جَاءَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَإِذَا مُوسٰى قَالَ: هٰذَا مُوسٰى فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ: مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالح فَلَمَّا جَاوَزت بَكٰى قيل: مَا بيكيك؟ قَالَ: أَبْكِي لِأَنَّ غُلَامًا بُعِثَ بَعْدِي يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِهِ أَكْثَرَ مِمَّنْ يَدْخُلُهَا مِنْ أُمَّتِي ثُمَّ صَعِدَ بِي إِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيلُ قِيلَ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: جِبْرِيلُ. قِيلَ: وَمَنْ مَعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ. قِيلَ: وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ. قِيلَ: مَرْحَبًا بِهِ فَنِعْمَ الْمَجِيءُ جَاءَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَإِذَا إِبْرَاهِيمُ قَالَ: هٰذَا أَبُوكَ إِبْرَاهِيمُ

فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرد السَّلَام ثُمَّ قَالَ: مرْحَبًا بالابن الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ رُفِعْتُ إِلَى سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى فَإِذَا نَبِقُهَا مِثْلُ قِلَالِ هَجَرَ وَإِذَا وَرَقُهَا مِثْلُ آذَانِ الْفِيلَةِ قَالَ: هٰذَا سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى فَإِذَا أَرْبَعَةُ أَنْهَارٍ: نَهْرَانِ بَاطِنَانِ وَنَهْرَانِ ظَاهِرَانِ. قُلْتُ: مَا هٰذَانِ يَا جِبْرِيلُ؟ قَالَ: أَمَّا الْبَاطِنَانِ فَنَهْرَانِ فِي الْجَنَّةِ وَأَمَّا الظَّاهِرَانِ فَالنِّيلُ وَالْفُرَاتُ ثُمَّ رُفِعَ لِيَ الْبَيْتُ الْمَعْمُورُ ثُمَّ أُتِيتُ بِإِنَاءٍ مِنْ خَمْرٍ وَإِنَاءٍ مِنْ لَبَنٍ وَإِنَاءٍ مِنْ عَسَلٍ فَأَخَذْتُ اللَّبَنَ فَقَالَ: هِيَ الْفِطْرَةُ أَنْتَ عَلَيْهَا وَأُمَّتُكَ ثُمَّ فُرِضَتْ عَلَيَّ الصَّلَاةُ خَمْسِينَ صَلَاةً كُلَّ يَوْمٍ فَرَجَعْتُ فَمَرَرْتُ عَلَى مُوسٰى فَقَالَ: "بِمَا أُمِرْتَ؟". قُلْتُ: "أُمِرْتُ بِخَمْسِينَ صَلَاةً كُلَّ يَوْمٍ". قَالَ: "إِنَّ أمتك لَا تستطع خَمْسِينَ صَلَاةً كُلَّ يَوْمٍ وَإِنِّي وَاللهِ! قَدْ جَرَّبْتُ النَّاسَ قَبْلَكَ وَعَالَجْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَشَدَّ الْمُعَالَجَةِ فَارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَسَلْهُ التَّخْفِيفَ لِأُمَّتِكَ". فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّي عَشْرًا فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسٰى فَقَالَ مِثْلَهُ فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّي عَشْرًا فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسٰى فَقَالَ مثله فَرَجعت فَوضع عني عَشْرًا فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسٰى فَقَالَ مِثْلَهُ فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّي عَشْرًا فَأُمِرْتُ بِعَشْرِ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسٰى فَقَالَ مِثْلَهُ فَرَجَعْتُ فَأُمِرْتُ بِخَمْسِ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسٰى فَقَالَ: بِمَا أُمِرْتَ؟ قُلْتُ: أُمِرْتُ بِخَمْسِ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ. قَالَ: إِنَّ أُمَّتَكَ لَا تَسْتَطِيعُ خَمْسَ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ وَإِنِّي قَدْ جَرَّبْتُ النَّاسَ قَبْلَكَ وَعَالَجْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَشَدَّ الْمُعَالَجَةِ فَارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَسَلْهُ التَّخْفِيفَ لِأُمَّتِكَ قَالَ: "سَأَلْتُ رَبِّي حَتّٰى اسْتَحْيَيْتُ وَلٰكِنِّي أَرْضٰى وَأُسَلِّمُ". قَالَ: فَلَمَّا جَاوَزْتُ نَادٰى مُنَادٍ: "أَمْضَيْتُ فريضتي وخففت عَن عبادى". مُتَّفق عَلَيْهِ

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ: مشکوۃ رقم 5862؛ مسند احمد رقم 17833، 17834، 17835، 17836، 17837؛ بخاری رقم 3207، 3393، 3430، 3887؛ مسلم رقم 264-164؛ ترمذی رقم 3346؛

سنن کبریٰ نسائی رقم 309؛ سنن نسائی رقم 448؛ ابن خزیمہ رقم 301؛ مستخرج ابی عوانہ رقم 336، 337، 338، 1323؛ ابن حبان رقم 48، 7415؛ الطبرانی فی "الکبیر" 19 / (رقم 598، 599)

ترجمہ حضرت مالک بن صَعصَعَہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس شب کا واقعہ، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس اور آسمانوں کی سیر کرائی گئی تھی، اس طرح بیان فرمایا: ''میں حطیم میں لیٹا ہوا تھا، اور کبھی حجر کا لفظ کہا (مراد دونوں کی ایک ہے) کہ ایک فرشتہ آیا اور اس نے یہاں سے لے کر میرا پیٹ چاک کیا، یعنی سینے کی اوپر کی ہڈی سے لے کر زیرِ ناف تک۔ پھر اُس نے میرے قلب کو نکالا، اور اُس کے بعد ایک سونے کا طشت ایمان وحکمت سے بھرا ہوا لایا گیا، اور اس فرشتہ نے میرے قلب کو دھویا۔ ایک روایت میں اس طرح ہے کہ پھر میرے پیٹ کو آبِ زم زم سے دھویا۔ اس کے بعد اس میں ایمان وحکمت بھر دیا۔ پھر میرے سامنے ایک جانور کو پیش کیا گیا جو خچر سے ذرا چھوٹا اور گدھے سے ذرا بڑا، سفید رنگ کا تھا۔ اس کو بُراق کہا جاتا ہے۔ (اس کی رفتار کی حالت یہ تھی) کہ وہ اپنا قدم اس جگہ ڈالتا تھا، جہاں اُس کی نظر پہنچتی تھی۔ مجھے اُس پر سوار کیا گیا اور مجھے لے کر حضرت جبرائیل علیہ السلام اوپر چلے، یہاں تک کہ جب اس دنیا کے آسمان تک پہنچے، تو انھوں نے دروازہ کھلوایا۔ ان سے دریافت کیا گیا: ''کون؟''۔ انھوں نے جواب دیا: ''میں ہوں جبرائیل علیہ السلام''۔ پوچھا گیا: ''آپ کے ہمراہ کون ہیں؟''۔ انھوں نے کہا: ''حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں''۔ فرشتوں نے پوچھا: ''کیا ان کو معراج ہوئی ہے؟''۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: ''ہاں''۔ اس پر کہا گیا: ''خوش آمدید! کیا مبارک تشریف آوری ہے!''۔ یہ کہہ کر دروازہ کھول دیا۔ جب میں دروازہ سے نکل گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: ''یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت آدم علیہ السلام ہیں، ان کو سلام کیجیے''۔ میں نے سلام کیا۔ انھوں نے سلام کا جواب دیا۔ پھر فرمایا: ''صالح فرزند اور نیک نبی! خوش آمدید! مبارک ہو''۔ پھر مجھے لے کر حضرت جبرائیل علیہ السلام اور اوپر چڑھے اور دوسرے آسمان پر آئے۔ دوسرے آسمان پر پہنچے، تو انھوں نے دروازہ کھلوایا۔ ان سے پوچھا

گیا: ''یہ کون ہیں؟''۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: ''میں جبرائیل علیہ السلام ہوں''۔ کہا گیا: ''تمہارے ساتھ کون ہیں؟''۔ انھوں نے کہا: ''حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں''۔ ان سے پوچھا گیا: ''ان کو معراج ہوئی ہے؟''۔ کہا: ''ہاں''۔ اس کے بعد فرشتوں نے خوش آمدید کہا اور تشریف آوری پر مبارک باد پیش کی۔ پھر دروازہ کھول دیا۔ چنانچہ جب میں اندر داخل ہوا تو دفعتہً دیکھا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف فرما ہیں۔ یہ دونوں خالہ زاد بھائی تھے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بتایا: ''یہ حضرت یحییٰ علیہ السلام ہیں اور یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کو سلام کیجیے''۔ میں نے ان کو سلام کیا۔ دونوں نے سلام کا جواب دیا۔ اس کے بعد انھوں نے میرا استقبال کرتے ہوئے فرمایا: ''مرحبا، مرحبا، آیئے، برادرِ صالح! آیئے نبی صالح!''۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام مجھے لے کر تیسرے آسمان کی طرف بڑھے، دروازہ کھلوایا۔ وہاں بھی پوچھا گیا: ''آپ کون ہیں؟''۔ کہا گیا: ''جبرائیل علیہ السلام''۔ سوال ہوا: ''آپ کے ساتھ کون ہیں؟''۔ جواب دیا: ''حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم''۔ پوچھا: ''کیا ان کو معراج ہوئی ہے؟''۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: ''جی ہاں''۔ مرحبا مرحبا کی صدا آئی، اور خوش آمدید کہا گیا، اور دروازہ کھول دیا۔ آگے بڑھے، تو دیکھا: حضرت یوسف علیہ السلام تشریف فرما ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بتایا: ''یہ حضرت یوسف علیہ السلام ہیں۔ ان کو سلام کیجیے''۔ میں نے سلام کیا۔ انھوں نے سلام کا جواب دیا۔ پھر انھوں نے ''مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ'' (''مرحبا، مرحبا، آیئے، برادرِ صالح! آیئے نبی صالح!'') کے الفاظ سے خوش آمدید کہا۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام مجھے لے کر چوتھے آسمان کے پاس پہنچے۔ پوچھا گیا: ''کون ہیں؟''۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: ''میں جبرائیل علیہ السلام ہوں''۔ کہا گیا: ''آپ کے ساتھ کون بزرگ ہیں؟''۔ انھوں نے کہا: ''حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں''۔ پوچھا گیا: ''کیا ان کو معراج ہوئی ہے؟''۔ انھوں نے کہا: ''جی ہاں''۔ مرحبا اور خوش آمدید کے الفاظ کے ساتھ استقبال ہوا، اور دروازہ کھول دیا۔ میں اندر بڑھا تو حضرت ادریس علیہ السلام کو موجود پایا۔ انھوں نے بتایا: ''یہ حضرت ادریس علیہ السلام ہیں، ان کو سلام کیجیے''۔ حضرت

جبرائیل علیہ السلام کے اس تعارف کے بعد میں نے سلام کیا۔ انھوں نے جواب دیا۔ پھر حضرت ادریس علیہ السلام نے ''مرحبا، مرحبا، آیئے، برادرِ صالح! آیئے، نبی صالح!'' کہہ کر استقبال کیا۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام مجھے لے کر آگے بڑھے۔ پانچویں آسمان پر پہنچے۔ وہاں سوال ہوا: ''کون؟''۔ کہا: ''جبرائیل علیہ السلام ہوں''۔ پوچھا گیا: ''آپ کے ساتھ کون ہیں؟''۔ انھوں نے جواب دیا: ''حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم''۔ پوچھا گیا: ''کیا ان کو معراج ہوئی ہے؟''۔ انھوں نے کہا: ''جی ہاں''۔ انھوں نے کہا: ''خوش آمدید! بہت خوب تشریف آوری ہوئی''۔ یہ کہہ کر دروازہ کھولا۔ میں اندر پہنچا۔ تو حضرت ہارون علیہ السلام نظر آئے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بتایا: ''یہ حضرت ہارون علیہ السلام ہیں۔ ان کو سلام کیجیے''۔ میں نے سلام کیا۔ انھوں نے جواب دیا۔ پھر انھوں نے کہا: ''مرحبا، مرحبا، آیئے، برادرِ صالح! آیئے نبی صالح!''۔ پھر یہاں سے مجھے لے کر حضرت جبرائیل علیہ السلام چھٹے آسمان پر پہنچے۔ دروازہ کھولنے کی درخواست کی۔ پوچھا گیا: ''آپ کون ہیں؟''۔ انھوں نے کہا: ''جبرائیل علیہ السلام''۔ سوال ہوا: ''آپ کے ساتھ کون ہیں؟''۔ انھوں نے جواب دیا: ''حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں''۔ پوچھا گیا: ''کیا ان کو معراج کی دولت نصیب ہوئی ہے؟''۔ انھوں نے کہا: ''جی ہاں''۔ مرحبا اور خوش آمدید کہا۔ اور دروازہ کھول دیا۔ میں اندر داخل ہوا، تو دیکھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف فرما ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بتایا: ''یہ حضرت موسیٰ ہیں۔ سلام کیجیے''۔ میں نے سلام کیا۔ انھوں نے جواب دیا۔ انھوں نے فرمایا: ''مرحبا، مرحبا، آیئے، برادرِ صالح! آیئے نبی صالح!''۔ میں آگے بڑھا، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام رونے لگے۔ پوچھا گیا: ''کیوں رو رہے ہو؟''۔ انھوں نے فرمایا: ''اس لیے روتا ہوں کہ ایک نوجوان جو میرے بعد مبعوث ہوئے ہیں، اُن کی اُمت میری اُمت سے زیادہ تعداد میں جنت میں داخل ہوگی''۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام مجھے لے کر اوپر چڑھے، اور ساتویں آسمان پر پہنچے اور دروازہ کھولنے کو کہا۔ پوچھا: ''آپ کون؟''۔ انھوں نے کہا: ''جبرائیل امین علیہ السلام''۔ پوچھا: ''آپ کے ساتھ کون؟''۔ انھوں نے جواب دیا: ''حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم''۔ پوچھا: ''کیا ان کو معراج ہوئی ہے؟''۔ انھوں نے کہا:

''ہاں''۔ مرحبا، خوش آمدید کہہ کر استقبال کیا گیا۔ میں جب آگے بڑھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نظر آئے۔ انھوں نے بتایا: ''یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں، ان کو سلام کیجئیے''۔ میں نے سلام کیا۔ انھوں نے جواب دیا۔ انھوں نے کہا: ''مرحبا! اے ابنِ صالح! خوش آمدید، اے نبی صالح!''۔ پھر میری طرف سدرۃ المنتہیٰ لایا گیا۔ میں نے دیکھا کہ اس کے پھل مقامِ ہجر کے مٹکوں کے برابر تھے، اور اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کے برابر۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بتایا: ''یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے''۔ وہاں مجھے چار نہریں نظر آئیں، دو اندر کی جانب، اور دو باہر کی جانب۔ میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا: ''یہ دونوں نہریں کیسی ہیں؟''۔ انھوں نے کہا: ''جو نہریں اندر جارہی ہیں، یہ جنت کی نہریں ہیں، اور جو باہر کی جانب ہیں، یہ نیل و فرات ہیں''۔ پھر میرے سامنے بیت المعمور کو لایا گیا۔ اس کے بعد میرے پاس تین برتن لائے گئے۔ ایک میں شراب تھی، دوسرے میں دودھ، اور تیسرے میں شہد۔ میں نے دودھ والا برتن اُٹھالیا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: ''یہی فطرت ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی پر رہوں گے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت بھی''۔ پھر مجھ پر ہر دن پچاس نمازیں فرض کی گئیں۔ لوٹتے ہوئے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا۔ انھوں نے پوچھا: ''کیا حکم کیا گیا؟''۔ میں نے بتایا: ''ہر دن پچاس وقتوں کی نماز کا حکم ملا ہے''۔ انھوں نے فرمایا: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت ہر دن پچاس نمازیں ادا کرنے پر قادر نہ ہوسکے گی۔ اللہ کی قسم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے میں نے لوگوں کا تجربہ کیا ہے۔ اور بنی اسرائیل کے ساتھ زور آزمائی کر چکا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کے پاس واپس جائیں اور تخفیف کی درخواست کریں''۔ میں پلٹ گیا تو اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں معاف کر دیں۔ میں جب اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا۔ تو انھوں نے پھر ویسی ہی بات کی۔ چنانچہ میں پھر واپس ہوا، اور اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں اور معاف کر دیں۔ مگر جب پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس لوٹ کر آیا، تو انھوں نے پھر پہلے جیسی بات فرمائی۔ اب میں پھر پلٹ کر گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس دفعہ بھی دس نمازیں معاف کر دیں۔ مگر جب پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس لوٹ

کر آیا، تو انھوں نے پھر پہلے جیسی بات فرمائی۔ اب میں پھر پلٹ کر گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس دفعہ بھی دس نمازیں معاف کر دیں۔ لوٹ کر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا۔ اب کی مرتبہ پھر انھوں نے وہی بات دہرائی۔ چنانچہ پھر واپس گیا۔ چنانچہ پانچ نمازوں کا روزانہ حکم دیا گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کو اس پانچ وقت کے نباہنے کی بھی استطاعت نہ ہوگی، چنانچہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں، اور بنی اسرائیل کے معاملہ میں کافی محنت اُٹھا چکا ہوں۔ لہٰذا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کے پاس واپس جائیں اور تخفیف کی درخواست کریں''۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے بار بار اپنے رب سے درخواست کی، اب مزید جاتے ہوئے شرم آتی ہے۔ لہٰذا میں اب اس پر راضی ہوں، اور خوش ہوں''۔ اس کے بعد فرمایا: ''جب میں آگے بڑھا، تو ایک منادی نے آواز دی: اب میں اپنا آخری حکم جاری کر چکا، اور اپنے بندوں پر جو تخفیف کرنی تھی، کر چکا''۔

11 . واقعۂ معراج کا خلاصہ

حدیث 65:۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''میں حطیم میں لیٹا ہوا تھا کہ تین فرشتے آئے اور مجھے بیدار کر کے میرا پیٹ چاک کیا گیا۔ میرا دِل سونے کے تھال میں رکھ کر زمزم کے پانی سے خوب دھو کر ایمان اور حکمت سے پُر کر کے سی دیا گیا۔ خچر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا ایک جانور جس کو براق کہتے ہیں، میری سواری کے لیے پیش کیا گیا، جہاں تک انسان کی نگاہ پہنچتی ہے، وہاں تک اس کا ایک ہی قدم ہوتا ہے۔ پھر مجھے بیت المقدس لے جایا گیا۔ براق اس حلقہ کے ساتھ باندھا گیا، جہاں دوسرے حضرات انبیاء عظام علیہم السلام اپنی سواریوں کو باندھا کرتے تھے۔ پھر مسجد میں داخل ہوا۔ تمام پیغمبروں علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے وہاں میرے لیے جمع کر دیا تھا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق میں نے ان تمام کو امامت کرائی۔ دو (۲) رکعت نماز پڑھائی۔ پھر وہاں سے پہلے آسمان تک گئے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے دروازہ کھولنے کو کہا۔ دربان نے پوچھا: ''کون

ہے''۔ کہا: ''جبرائیل علیہ السلام ہے''۔ دربان نے کہا: ''ساتھ کون ہے؟''۔ فرمایا: ''حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں''۔ پوچھا گیا: ''کیا اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق ان کو بلایا گیا ہے؟''۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: ''ہاں''۔ پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام سے علیک سلیک اور ملاقات ہوئی۔ انھوں نے صالح نبی اور نیک بیٹے کے ساتھ تعبیر کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آؤ بھگت کی۔ وہاں سے دوسرے آسمان کے دروازہ سے سابق طریق سے اجازت طلب کرنے کے بعد پہنچے۔ وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام سے سلام کیا۔ انھوں نے نبی صالح اور الأخ الصالح سے خطاب کرتے ہوئے مرحبا کہی۔ پھر تیسرے آسمان کے دروازہ سے طریق مذکور کے ساتھ استیذان کیا گیا۔ وہاں حضرت یوسف علیہ السلام کو بطریق مذکور سلام کیا۔ ان کی حسین ترین صورت دیکھنے میں آئی۔ انھوں نے بھی بھائی صالح اور نبی صالح سے خوش آمدید کہی۔ پھر چوتھے آسمان پر اسی طرح اجازت کے بعد گئے۔ وہاں حضرت ادریس علیہ السلام تھے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: ''ان کو سلام کریں''۔ میں نے سلام کیا۔ انھوں نے بھی دوسرے بزرگوں کی طرح مجھے مبارک باد دی۔ پھر وہاں سے پہلے کی طرح پانچویں آسمان پر اذن طلب کرنے کے بعد پہنچے۔ وہاں حضرت ہارون علیہ السلام کو سلام کیا گیا۔ انھوں نے بھی مرحبا سے یاد کیا۔ پھر چھٹے آسمان پر گئے۔ وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات اور آؤ بھگت ہوئی۔ جب ہم ان سے رخصت ہی ہوئے، تو ان کے رونے کی آواز آئی۔ پوچھا گیا: ''اے موسیٰ علیہ السلام! کیوں روتے ہو؟''۔ فرمایا: ''یہ نوجوان نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے بعد دنیا میں آیا، اور اس کی اُمت میری اُمت سے کہیں زیادہ تعداد میں جنت میں داخل ہوگی''۔ پھر ہم ساتویں آسمان پر گئے۔ وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ میں نے ان سے سلام عرض کیا۔ انھوں نے ابن صالح اور نبی صالح کے الفاظ سے یاد کرتے ہوئے خوش آمدید کہی۔ پھر ان سے رخصت ہو کر سدرۃ المنتہیٰ مجھے لے جایا گیا۔ وہاں بیری کے پتے جو دیکھے، تو ہاتھی کے کان کی مانند تھے۔ اس کا پھل قبیلۂ ہجر کے مٹکوں کی طرح تھا۔ وہ مقامِ احکامِ خداوندی کے لیے ہیڈکوارٹر کی مانند ہے۔ وہاں سے احکام اترتے اور

چڑھتے ہیں۔ وہاں سونے کے پروانوں نے اس کو گھیرے میں لے رکھا ہے۔ وہاں سے چار (۴) نہریں پھوٹتی ہیں: دو (۲) باطنی جو جنت میں جاتی ہیں، اور دو (۲) ظاہری: نیل اور فرات (یعنی نیل وفرات کا منبع حقیقۃً جنت میں ہے، اور یا یہ کہ جنت کی نہروں کی طرح یہ دنیا میں بہت ہی ہاضم اور شیریں ہیں۔ ہامش بخاری ج ۲ ص ۸۳۹)۔ وہاں سے مجھے بیت المعمور کے پاس لے جایا گیا۔ جہاں ہر روز ستر ہزار (70,000) فرشتے عبادت کے لیے آتے ہیں۔ پھر ان کو مدت العمر دوبارہ وہاں آنے کا موقع نہیں ملتا۔ مجھے وہاں تین پیالے پیش کیے گئے: ایک دودھ کا، دوسرا شراب کا، اور تیسرا شہد کا۔ میں نے دودھ کے پیالے کو قبول کرلیا۔ مجھے ارشاد ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حُسنِ انتخاب میں کمال کردیا۔ دودھ سے دینِ فطرت مراد ہے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شراب وغیرہ لے لیتے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت بہک جاتی۔ پھر مجھ پر پچاس (50) نمازیں فرض کی گئیں۔ میں ''آمَنَّا وَ صَدَّقْنَا'' کہتے ہوئے خوشی خوشی واپس آیا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، تو انھوں نے سوال کیا: ''کچھ انعام لائے؟''۔ میں نے کہا: ''پچاس (50) نمازیں''۔ انھوں نے فرمایا: ''میں بنی اسرائیل پر پانچ سے کم نمازوں میں تجربہ کر چکا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت ان سے بھی خلقت میں ضعیف اور کمزور ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رب سے تخفیف کا مطالبہ کریں''۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ''میں پھر واپس گیا۔ اللہ تعالیٰ پانچ پانچ نمازیں میرے بار بار آنے جانے سے معاف کرتا رہا، یہاں تک کہ صرف پانچ نمازیں رہ گئیں''۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر بھی تخفیف کا مطالبہ پیش کرنے کو کہا، لیکن میں نے کہا: ''مجھے اب شرم آتی ہے۔ اس لیے میں ان کو بطیب خاطر قبول کرتا ہوں''۔ اتنے میں آواز آئی کہ ہمارے ہاں پہلے سے ہی یہی پانچ نمازیں طے ہو چکی تھیں، یعنی عمل کے لحاظ سے تو پانچ ہیں، لیکن اجر وثواب کے اعتبار سے پچاس (50) ہیں، کیونکہ ہر نیکی کا ادنیٰ بدلہ دس (۱۰) گنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتا ہے۔ مجھے وہاں ایک تو پانچ نمازیں ملیں، دوسرے سورت بقرہ کی آخری آیات، اور تیسرے یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت میں سے جو کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو

شریک نہ کرے گا، اس کی بخشش ہوگی۔ میں یہ نعمتیں اور خوش خبریاں لے کر صبح سے پہلے مکّہ مکرمہ پہنچ گیا۔ جب یہ واقعہ مشرکین نے سنا، تو ادھم مچا دیا"۔

نوٹ متعدد روایات کو سامنے رکھ کر معراج کے اہم واقعات اور جزئیات کا ترجمہ پیش کر دیا گیا ہے۔

(ضَوْءُ السِّرَاجِ فِي تَحْقِيقِ الْمِعْرَاجِ چراغ کی روشنی، ص ۳۸ تا ۴۱۔ المؤلف: حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۴۳۰ھ)۔ الناشر: مکتبہ صفدریہ، نزد مدرسہ نصرۃ العلوم، گھنٹہ گھر، گوجرانوالہ۔ طبع نہم، اکتوبر ۲۰۰۹ء)

12 واقعۂ معراج کو بیان کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسمائے گرامی

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

أعلم ان الاسراء ورد مطولا ومختصرا من حديث أنس رضي الله عنه، وأبي بن كَعْب رضي الله عنه، وَبُرَيْدَة رضي الله عنه، وَجَابِر بن عبد الله رضي الله عنه، وَحُذَيْفَة بن الْيَمَان رضي الله عنه، وَسمرَة بن جُنْدُب رضي الله عنه، وَسَهل بن سعد رضي الله عنه، وَشَدَّاد بن أَوْس رضي الله عنه، وصهيب رضي الله عنه، وَابْن عَبَّاس رضي الله عنه، وَابْن عمر رضي الله عنه، وَابْن عَمْرو رضي الله عنه، وَابْن مَسْعُود رضي الله عنه، وَعبد الله بن إِسْعَد بن زُرَارَة رضي الله عنه، وَعبد الرَّحْمَن بن قرط رضي الله عنه، وَعلى بن أبي طَالب رضي الله عنه، وَعمر بن الْخطاب رضي الله عنه، وَمَالك بن صعصعة رضي الله عنه، وَأبي امامة رضي الله عنه، وَأبي ايوب الانصاري رضي الله عنه، وَأبي حَبَّة رضي الله عنه، وَأبي الْحَمْرَاء رضي الله عنه، وَأبي ذَر رضي الله عنه، وَأبي سعيد الْخُدْرِيّ رضي الله عنه، وَأبي سُفْيَان بن حَرْب رضي الله عنه، وَأبي ليلى الْأَنْصَارِيّ رضي الله عنه، وَأبي هُرَيْرَة رضي الله عنه، وعائشة رضي الله عنها، واسماء رضي الله عنها بِنْتي أبي بكر وَأم هَانِئ رضي الله عنها، وَأم سَلمَة رضي الله عنها (رَضِي الله عَنْهُم)۔

(الخصائص الكبرى، ج۱ ص ۲۵۲۔ المؤلف: عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي رحمه الله (المتوفى ۹۱۱ھ)۔ الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت)

تفصیل

1 حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ (بخاری ج۱ ص۵۴۸؛ مسلم ج۱ ص ۹۳؛ ابوعوانہ ج۱ ص۱۱۶؛ نسائی ج۱ ص۵۰) (خصائص الکبریٰ ج۱ ص ۲۷۳، ۲۷۴)

2 حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ (بخاری ج ۲ ص۱۱۲۰؛ مسلم ج۱ ص۹۱؛ ابوعوانہ ج۱ ص۱۲۶؛ نسائی ج۱ ص۵۲؛ ترمذی ج۲ ص۱۴۱؛ ابوداؤد ج۲ ص ۲۱۲؛ مسند طیالسی ص ۲۷۴) (خصائص الکبریٰ ج۱ ص ۲۵۲ تا ۲۵۹)

3 حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ (بخاری ج۱ ص ۵۰؛ مسلم ج۱ ص ۹۲؛ ابوعوانہ ج۱ ص ۱۳۳) (خصائص الکبریٰ ج۱ ص ۲۷۵، ۲۷۶)

4 حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (مسلم ج۱ ص ۹۷؛ ابوعوانہ ج۱ ص ۱۲۸؛ نسائی ج ۱ ص ۵۲؛ ابن ماجہ ص ۳۰۹؛ مستدرک ج ۴ ص ۴۸۸) (خصائص الکبریٰ ج۱ ص ۲۶۸ تا ۲۷۱)

5 حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ (بخاری ج ۲ ص ۶۸۴؛ مسلم ج۱ ص ۹۶؛ ابوعوانہ ج۱ ص ۱۳۱؛ ترمذی ج ۲ ص ۱۴۱؛ ابن ماجہ ص ۱۶۵؛ مشکوٰۃ ص ۵۲۹) (خصائص الکبریٰ ج۱ ص ۲۸۳ تا ۲۹۰)

6 حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ (بخاری ج۱ ص ۵۴۸؛ مسلم ج۱ ص۹۶؛ ترمذی ج ۲ ص ۱۴۱؛ ابوعوانہ ج۱ ص ۱۲۵) (خصائص الکبریٰ ج۱ ص ۲۶۱)

7 حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ (مسند طیالسی ص ۵۵؛ مستدرک ج ۲ ص ۳۵۹) (خصائص الکبریٰ ج۱ ص ۲۶۱)

8 حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ (ترمذی ج ۲ ص ۱۴۱؛ مستدرک ج ۲ ص ۳۶۰) (خصائص الکبریٰ ج۱ ص ۲۶۱)

9 حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ (بخاری ج۱ ص ۵۵۰؛ مسلم ج۱ ص ۹۴؛ ترمذی ج ۲ ص ۱۴۱؛ مستدرک ج ۲ ص ۳۶۲) (خصائص الکبریٰ ج۱ ص ۲۶۱ تا ۲۶۷)

10 حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ (تعلیقاً ترمذی ج ۲ ص ۱۴۱؛ البدایہ والنہایہ ج ۳

ص ۱۰۹؛ مسند أخصائص الکبریٰ ج ا ص ۲۷۵ تا ۲۸۰)

11 حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا (مسلم ج ا ص ۹۸) (خصائص الکبریٰ ج ا ص ۲۹۱)

12 حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ (تفسیر بن کثیر ج ۵ ص ۱۲۶ مع المعالم: شفا قاض عیاض ص ۸۷؛ خصائص الکبریٰ ج ا ص ۲۶۲، ۲۶۳؛ قال البیہقی: اسنادہ صحیح)

13 حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

(مستدرک ج ۳ ص ۱۵۶) (خصائص الکبریٰ ج ا ص ۲۹۱)

14 حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ (خصائص الکبریٰ ج ا ص ۲۶۰)

15 حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ (خصائص الکبریٰ ج ا ص ۲۶۲)

16 حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ (خصائص الکبریٰ ج ا ص ۲۶۳)

17 حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (خصائص الکبریٰ ج ا ص ۲۶۷، ۲۶۸)

18 حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ (خصائص الکبریٰ ج ا ص ۲۶۸)

19 حضرت عبداللہ بن اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ (خصائص الکبریٰ ج ا ص ۲۷۱)

20 حضرت عبدالرحمٰن بن قرط الثمالی رضی اللہ عنہ (خصائص الکبریٰ ج ۲۷۱)

21 حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ (خصائص الکبریٰ ج ا ص ۲۷۲)

22 حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ (خصائص الکبریٰ ج ا ص ۲۷۵)

23 حضرت ابوالحمراء رضی اللہ عنہ (خصائص الکبریٰ ج ا ص ۲۷۵)

24 حضرت ابوحبہ انصاری رضی اللہ عنہ (خصائص الکبریٰ ج ا ص ۲۷۵، ۲۷۶)

25 حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ (خصائص الکبریٰ ج ا ص ۲۸۰ تا ۲۸۲)

26 حضرت ابولیلیٰ انصاری رضی اللہ عنہ (خصائص الکبریٰ ج ا ص ۲۸۲، ۲۸۳)

27 حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا (خصائص الکبریٰ ج ا ص ۲۹۱)

28 حضرت اُمّ ہانی رضی اللہ عنہا (خصائص الکبریٰ ج ا ص ۲۹۲ تا ۲۹۴)

29 حضرت علی رضی اللہ عنہ (خصائص الکبریٰ ج ا ص ۲۷۱، ۲۷۲)

30 حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ (خصائص الکبریٰ ج ا ص ۲۶۲)

31 حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا (خصائص الکبریٰ ج ا ص ۲۹۵)

علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کی حدیثیں پینتالیس (۴۵) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں۔

(زرقانی شرح مواہب ج ا ص ۳۵۵)

(ضَوْءُ السِّرَاجِ فِيْ تَحْقِيْقِ الْمِعْرَاجِ چراغ کی روشنی، ص ۴۱ تا ۴۳۔ المؤلف: حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۴۳۰ھ)۔ الناشر: مکتبہ صفدریہ، نزد مدرسہ نصرۃ العلوم، گھنٹہ گھر، گوجرانوالہ۔ طبع نہم، اکتوبر ۲۰۰۹ء)

13 عطایا معراج: ایک نظر میں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شبِ معراج کے مختصر ترین وقت میں جو انعامات و اکرامات و خصائص حاصل ہوئے، اُن کا اجمالی ذکر یہ ہے:

(1) شقِ صدر اور اُس کو ایمان وحکمت سے معمور کرنا
(2) رکوبِ براق اور سفرِ مسجدِ اقصیٰ مع حضرت جبرائیل علیہ السلام
(3) سیرِ ملکوت ارضی
(4) عروجِ سماوی وسیرِ ملکوت السمٰوات
(5) مشاہدۂ آیاتِ عظیمہ الہیہ ووعدالآخرۃ
(6) ملاقاتِ انبیاء علیہم السلام
(7) امامتِ ملائکہ علیہم السلام
(8) داخلہ بیتِ معمور
(9) سماعِ صریف الاقلام
(10) لقاءالرب جل ذکرہ
(11) کلام الرب عزاسمہ
(12) فرضیتِ صلوات
(13) عطیہ خواتیم بقرہ
(14) وعدۂ مغفرتِ خصوصی برائے اُمتِ محمدیہ

(15) رؤیتِ جنت و نار

(16) تقرب و دُنُوّ الرب الجبار تعالیٰ سبحانہٗ

(17) رؤیت الرب جل و علا

(18) امامتِ انبیاء و ملائکہ علیہم السلام

(19) واپسی مکہ مکرمہ و اتمامِ حجت بر کفار

(20) رؤیتِ مسجدِ اقصیٰ در مکہ معظمہ زادہا اللہ شرفاً (انوار الباری ج ۱۱ ص ۹۱)

9.10:۔ حضور اکرم ﷺ کی تعلیمات کا بنیادی نقطہ: توحید

دینِ اسلام کے بدیہی مسلمات کو دل سے ماننا اور زبان سے ان کا اقرار کرنا **ایمان** ہے۔ اِن بدیہی مسلمات میں کسی ایک بات کے انکار کا نام **کفر** ہے۔ پس ایمان کی صرف یہی ایک صورت ہے کہ دین کے تمام بدیہی مسلمات قلب و زبان سے مان لیے جائیں۔ کفر کی صورتیں بہت ہیں۔ لیکن دین کی بدیہیات میں سے اگر کسی ایک بات کا بھی انکار کر دیا جائے، خواہ بقیہ سب کا اقرار موجود رہے، تو بھی کفر عائد ہوتا ہے۔

یوں تو کفر کی ہر قسم انسانیت کے لیے سب سے بدنما داغ ہے، لیکن اس کی جو قسم سب سے بدتر ہے، وہ **شرک** ہے، یعنی

"اللہ تعالیٰ کی ذات، اس کی صفات، اس کی عبادت اور اُس کی حدودِ عظمت میں کسی کو شریک بنالینا"۔

پروردگارِ عالم نے تخلیقِ عالم سے پہلے یہ طے کر دیا ہے کہ اُس کی بارگاہ میں ہر کوتاہی و لغزش قابلِ معافی ہو سکتی ہے، مگر کفر و شرک کا جرم ہرگز قابلِ معافی نہیں ہے۔ اس کی سزا اس کو ضرور بھگتنی ہوگی، اور اللہ تعالیٰ کی پاک جنت میں اس کے لیے کوئی جگہ نہ ہو گی۔

آیت 46:۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ

يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ○ (النساء:۴۸)

ترجمہ اللہ بس شرک ہی کو معاف نہیں کرتا، اس کے ماسوا دوسرے جس قدر گناہ ہیں، وہ جس کے لیے چاہتا ہے، معاف کر دیتا ہے۔ اللہ کے ساتھ جس نے کسی اور کو شریک ٹھہرایا، اُس نے تو بہت ہی بڑا جھوٹ تصنیف کیا اور بڑے سخت گناہ کی بات کی۔

آیت 47:۔اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ○ (النساء:۱۱۶)

ترجمہ اللہ کے ہاں بس شرک ہی کی بخشش نہیں ہے، اس کے سوا اور سب کچھ معاف ہو سکتا ہے، جسے وہ معاف کرنا چاہے۔ جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا، وہ تو گمراہی میں بہت دور نکل گیا۔

آیت 48:۔لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ○ (المائدہ:۷۲)

ترجمہ یقیناً کفر کیا اُن لوگوں نے جنہوں نے کہا: ”اللہ حضرت مسیح ابنِ مریم علیہ السلام ہی ہے“۔ حالانکہ حضرت مسیح علیہ السلام نے کہا تھا: ”اے بنی اسرائیل! اللہ کی بندگی کرو جو میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی“۔ جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا اُس پر اللہ نے جنت حرام کر دی اور اُس کا ٹھکانا جہنم ہے اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

قرآن کریم فرماتا ہے کہ شرک اللہ تعالیٰ پر سب سے بڑا افتراء، سب سے بڑھ کر بے دلیل اور نفسِ انسانی کے لیے ایک ابدی موت ہے جو روح قالبِ انسانی جیسے اشرف قالب میں بھی شرک کرنے سے نہیں شرمائی، وہ اس قابل نہیں ہے کہ قفسِ عنصری سے آزادی کے بعد اس کو کوئی عروج میسر ہو۔ اب وہ ذلتوں کی تاریک گہرائیوں میں ہمیشہ ہمیشہ گرتی ہی چلی جائے گی۔ اسی لیے قرآن عزیز میں مشرک کی مثال ان الفاظ میں بیان فرمائی گئی ہے:

آیت 49:۔وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ○ (الحج:۳۱)

ترجمہ اور جو کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرے تو گویا وہ آسمان سے گر گیا، اب یا تو اسے پرندے اچک لے جائیں گے یا ہوا اُس کو ایسی جگہ لے جا کر پھینک دے گی جہاں اُس کے چیتھڑے اڑ جائیں گے۔

شرک انسانی فطرت سے سعادت کا تخم جڑ سے فنا کر دیتا ہے، اور اُس کی روحانی ترقی کی تمام استعدادیں باطل کر دیتا ہے۔ آہستہ آہستہ اس کی فطرت کا یہ استعدادی فقدان اس کے حواسِ ظاہرہ کو بھی اتنا متاثر کر دیتا ہے کہ وہ پوری صحت وسلامتی کے باوجود اپنے فطری احساس سے بھی یکسر معریٰ اور معطل ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اسی کو قرآن مجید نے یوں ادا فرمایا ہے:

آیت 50: وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ۭ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ۭ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ○ (الاعراف:۱۷۹)

ترجمہ اور یہ حقیقت ہے کہ بہت سے جن اور انسان ایسے ہیں جن کو ہم نے جہنم ہی کے لیے پیدا کیا ہے۔ ان کے پاس دل ہیں مگر وہ ان سے سوچتے نہیں۔ ان کے پاس آنکھیں ہیں مگر وہ ان سے دیکھتے نہیں۔ ان کے پاس کان ہیں مگر وہ ان سے سنتے نہیں۔ وہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گئے گزرے، یہ وہ لوگ ہیں جو غفلت میں کھوئے گئے ہیں۔

چونکہ ان کے حواسِ ظاہرہ کا یہ تعطل ان کے قلبی استعداد کے فقدان سے شروع ہوتا ہے، اسی لیے آیتِ بالا میں سب سے پہلے اُن کی قلبی موت اور قلبی بے حسی کو ذکر کیا گیا ہے۔ جب کسی کی ظاہری اور باطنی حواس اس طور پر معطل ہو جاتے ہیں، تو اب اس سے عالمِ قدس کی طرف طیران (پرواز) کی کوئی توقع باقی نہیں رہتی۔ اسی کو ختم اور قلبی مُہر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اسی حقیقت کو ذیل کی آیت میں ادا فرمایا گیا ہے:

آیت 51: صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ ○ (البقرۃ:۱۸)

ترجمہ یہ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں، یہ اب نہ پلٹیں گے۔

حضرت شاہ عبد القادر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر راہ گیر کے کان ہوں، تو وہ کسی کے

بتائے سے راستہ پر آسکتا ہے۔ اگر منہ میں زبان ہو، تو وہ خود پوچھ سکتا ہے، اور اگر اس کی آنکھیں ہوں تو خود راستہ دیکھ بھی سکتا ہے۔ لیکن جس کے یہ تمام حواس بیکار ہو چکے ہوں، اس کے لیے راہ یاب ہونے کی کیا صورت ہے؟ اس کے لیے تو یہی ایک صورت ہے کہ وہ ہمیشہ کے لیے اسفل السافلین میں جا پڑے، اور ان حیوانات سے بھی نیچے کے طبقے میں چلا جائے، جن کے حواس اپنے آقا کی شناخت میں اس درجہ تو معطل نہیں ہوتے۔

شرک کی اصل حقیقت: کسی مخلوق کو خالق کے مشابہ بنا دینا، یا اپنے نفس کو خالق کے مشابہ سمجھ لینا ہے۔

یہ مشابہت ان صفات کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی خصوصیات میں شمار ہوتی ہیں۔ مثلاً: اس کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ نفع ونقصان، اور عطا ومنع کا مالک وہی ہے۔ اس خصوصیت کو قرآن مجید میں جگہ جگہ نمایاں ادا کیا گیا ہے، اور مشرکین کو یہی الزام دیا گیا ہے کہ جب تمہارے معبود اس خصوصیت کے حامل نہیں تو تم نے کیوں کر ان کو اللہ تعالیٰ کا شریک تسلیم کر لیا ہے:

آیت 52: قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ۭ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ (المائدۃ:۷۶)

ترجمہ اُن سے کہو: ''کیا تم اللہ کو چھوڑ کر اُس کی پرستش کرتے ہو جو نہ تمہارے لیے نقصان کا اختیار رکھتا ہے نہ نفع کا؟۔ حالانکہ سب کی سننے والا اور سب کچھ جاننے والا تو اللہ ہی ہے''۔

آیت 53: قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ○ (بنی اسرائیل:۵۶)

ترجمہ ان سے کہو: ''پکار دیکھو، اُن معبودوں کو جن کو تم اللہ کے سوا (وکیل، اپنا کارساز) سمجھتے ہو، وہ کسی تکلیف کو تم سے نہ ہٹا سکتے ہیں نہ بدل سکتے ہیں''۔

آیت 54: وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا

مِّنَ الظّٰلِمِیْنَ ○ (یونس:۱۰۶)

ترجمہ اور اللہ کو چھوڑ کر کسی ایسی ہستی کو نہ پکار، جو تجھے نہ فائدہ پہنچا سکتی ہے نہ نقصان۔ اگر تو ایسا کرے گا تو ظالموں میں سے ہوگا۔

آیت55: قُلِ اللّٰہُ یُنَجِّیْکُمْ مِّنْھَا وَمِنْ کُلِّ کَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِکُوْنَ ○

(الانعام:۶۴)

ترجمہ کہو: ''اللہ تمہیں اس سے اور ہر تکلیف سے نجات دیتا ہے پھر تم دوسروں کو اُس کا شریک ٹھہراتے ہو''۔

ان آیات سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اس صفت کا تقاضا یہ ہے کہ مصیبتوں میں اسی کو پکارا جائے۔ خوف و رجا کا تعلق اسی کی ذات کے ساتھ رکھا جائے، اور اسی کی ایک ذات وحدہٗ لاشریک پر بھروسہ کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ کی ایک اور خصوصی صفت اس کے سامنے اظہارِ بندگی بھی ہے۔ عبودیت اور بندگی کی حقیقت دو چیزیں ہیں: انتہائی محبت اور انتہائی عجز و نیاز۔ اس صفت کا تقاضا یہ ہے کہ اسی کو سجدہ کیا جائے، اُسی کے نام کی قسم کھائی جائے، اور اسی کی ذات پر بھروسہ کیا جائے۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی ذات وہ ہے جو ہر پہلو سے کامل ہی کامل ہو، اور اس میں عیب و نقصان کا کوئی شائبہ نہ ہو۔ اس لیے انتہائی محبت اور انتہائی عجز و نیاز بھی اسی کا حق ہو سکتا ہے۔ اسی کا نام **عبادت** ہے۔ نہ اس کمال میں اس کا کوئی شریک ہے، نہ عبادت میں اس کا کوئی شریک ہونا چاہیے۔ اب اگر کوئی شخص مذکورہ بالا اُمور میں کسی مخلوق کو اس کا شریک ٹھہراتا ہے، تو اس کے معنیٰ یہی ہوں گے کہ وہ اس میں اس کی الوہیت کی صفت بھی تسلیم کرتا ہے۔ شرک کی یہ صورت تو مخلوق کو خالق کے ساتھ مشابہ بنانے کی تھی۔ اب خود خالق کے مشابہ بننے کی صورت یہ ہے کہ غرور و تکبر کی وجہ سے لوگوں سے اپنی مدح سرائی کا طلبگار رہے۔ اس کا خواہش مند ہو کہ وہ اس سے خوف کھائیں، اس سے امیدیں وابستہ رکھیں، اور اسی کو مشکلات میں اپنا مرجع و ماویٰ سمجھیں۔

یہ تو خاص الوہیت کی خصوصیات میں تشبیہ یا تشبہ کی صورتیں تھیں۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ بلند میں تو رسمی تشبہ کی بھی اجازت نہیں ہے۔ اسی بنا پر حدیثوں میں ''مَلِكُ الأَمْلَاكِ'' (شاہانِ شاہ) (بخاری رقم 6206) نام رکھنے کی ممانعت کی گئی ہے۔

(الجواب الكافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم، ص ۱۳۶ تا ۱۳۸ ملخصا)

قرآنِ مجید میں جو بات بہت صاف صاف اور بار بار دہرائی گئی ہے، وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا نفع ونقصان پہنچانے کی طاقت اور کسی میں نہیں۔ اِس کی مالک صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ یہ طاقت نہ کسی دوسرے میں بالذات موجود ہے اور نہ اپنی جانب سے اللہ تعالیٰ نے کسی اور مخلوق کے حوالہ کی ہے، یہاں تک کہ دنیا میں سب سے بزرگ ہستیاں انبیاء علیہم السلام کی ہوتی ہیں، پھر ان میں سب سے بزرگ ترین ہستی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے، مگر یہ طاقت وقدرت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جان ومال کے بارے میں بھی عطا نہیں کی گئی۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بارے میں اپنے عجز کا دنیا کے سامنے صاف صاف اعلان کر دیں تاکہ عجائب پرست دنیا نہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قسم کے تصرفات کی فرمائش کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تنگ کرے، اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں حوادثات کا مشاہدہ کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت میں شکوک وشبہات نکالے۔ شاید انبیاء علیہم السلام کی شکست میں ایک بڑی حکمت ان کے اسی عجز کا اظہار بھی ہو۔ اسی لیے فتح وظفر کے عظیم الشان مظاہرے اور ہزیمت وشکست کے حوصلہ شکن مواقع پر ہمیشہ یہی بات دہرائی جاتی تھی کہ

آیت 56: ۔وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ○ (آل عمران: ۱۲۶)

ترجمہ یہ بات اللہ نے تمہیں اس لیے بتا دی ہے کہ تم خوش ہو جاؤ اور تمہارے دل مطمئن ہو جائیں۔ فتح ونصرت جو کچھ بھی ہے اللہ کی طرف سے ہے، جو بڑی قوت والا اور دانا و بینا ہے۔

اِترانے یا گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ اگر کامیابی ہو، تو یہ مت سمجھو کہ تمہاری طاقت کے بل بوتے پر ہوئی ہے۔ اور اگر ناکامی ہو تو بھی یہ گمان مت کرو کہ فتح کے اسباب

مہیا نہ ہونے کی وجہ سے ہوئی۔ فتح ونصرت کا تمام معاملہ صرف اُسی کی ذات پر منحصر ہے۔ وہ چاہے تو تیرتے کو ڈبا دے، اور چاہے تو ڈوبتے کو ترا دے۔ یہ خوب سمجھ لو کہ جو تھوڑی بہت قدرت تم کو عطا ہوئی ہے، وہ صرف تمہارے کام چلانے کے لیے عطا ہوئی ہے، وہ اتنی نہیں کہ تم دنیا کے تمام فائدوں کو حاصل کرسکو، یا اُس کے نقصانات سے اپنی کمزور جان کو بچا سکو۔

آیت 57: ۔قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ○ (الاعراف:۱۸۸)

ترجمہ (اے نبی ﷺ!) ان سے کہو: ''میں اپنی ذات کے لیے کسی نفع اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتا، اللہ ہی جو کچھ چاہتا ہے وہ ہوتا ہے۔ اور اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو میں بہت سے فائدے اپنے لیے حاصل کر لیتا اور مجھے کبھی کوئی نقصان نہ پہنچتا، میں تو محض ایک خبردار کرنے والا اور خوشخبری سنانے والا ہوں، اُن لوگوں کے لیے جو میری بات مانیں۔

اسی کے ساتھ دوسری جگہ یہ بھی واشگاف کر دیا گیا کہ جن کے متعلق تمہارا یہ خیالِ خام ہو، وہ بھی اس کے مالک نہیں بلکہ خود اُلٹے خوف وہراس کے چکر میں پڑے ہوئے ہیں:

آیت 58: ۔قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ○ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ۭ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ○ (بنی اسرائیل:۵۶،۵۷)

ترجمہ ان سے کہو: ''پکار دیکھو، اُن معبودوں کو جن کو تم اللہ کے سوا (وکیل، اپنا کارساز) سمجھتے ہو، وہ کسی تکلیف کو تم سے نہ ہٹا سکتے ہیں نہ بدل سکتے ہیں''۔ جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ تو خود اپنے رب کے حضور رسائی حاصل کرنے کا وسیلہ تلاش کر رہے ہیں کہ (وہ خود ہی اپنے رب کے قرب کی طلب میں سرگرم ہیں کہ کون ان میں سب سے زیادہ قرب

حاصل کرتا ہے) کون اس سے قریب تر ہو جائے اور وہ اُس کی رحمت کے امیدوار اور اس کے عذاب سے خائف ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ تیرے رب کا عذاب ہے ہی ڈرنے کے لائق۔

صحیح بخاری اور مسلم میں روایت ہے کہ کچھ لوگ جنات کی عبادت کرتے تھے۔ وہ جن مسلمان ہو گئے۔ اور یہ اپنی قدیم جہالت پر قائم رہے۔ اس پر یہ آیت اتری۔

(بخاری رقم 4714، 4715؛ مسلم رقم 28_3030، 29_3030، 30_3030)

یا یوں کہا جائے کہ جن، فرشتے اور حضرت مسیح علیہ السلام وغیرہ سب اس میں شامل ہیں۔
خلاصہ یہ ہے کہ جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا معبود پکارتے ہو، وہ نہ مستقل کوئی اختیار رکھتے ہیں اور نہ تمہارے نفع ونقصان پہنچانے کی ان میں قدرت ہے۔ وہ تو خود اللہ تعالیٰ کے تقرب کی تلاش میں لیل ونہار سرگرداں ہیں، اور اس فکر میں رہتے ہیں کہ کس عمل کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے لیے تقرب کا ذریعہ اور وسیلہ بنائیں جو خود اپنی فکر میں ہیں وہ تمہارے تفکرات بھلا کیا دور کر سکتے ہیں؟ وہ تو خود ہی امید وبیم کے چکر میں پڑے ہوئے ہیں۔

اصل یہ ہے کہ انسان کی فطرت میں اللہ تعالیٰ کی غیب در غیب ذات کی طرف اگر کوئی میلان پیدا ہوتا ہے، تو وہ صرف اسی لیے کہ اس کے نزدیک اس کے نفع ونقصان کا رشتہ اُسی کی قادر وتوانا ذات کے وابستہ ہے۔ اگر اس کے اس اعتقاد میں ضعف پیدا ہو جاتا ہے، تو اس کا یہ میلان بھی ختم ہو جاتا ہے، اور وہ بندۂ خدا ہونے کے بجائے بندۂ اسباب بن جاتا ہے۔ اس کی زبان پر اگر ذکر ہوتا ہے تو اسباب کا۔ اس کے قلب میں اگر محبت ہوتی ہے تو ان ہی کی۔ خوف ہوتا ہے تو ان ہی سے۔ یہاں تک کہ اس کے جملہ عواطف ومیلانات کا مرکز یہی اسباب بن جاتے ہیں۔ آہستہ آہستہ نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ نفع ونقصان کے اصلی مالک سے اس کو ایسا ذہول ہو جاتا ہے کہ اس کے تذکرہ سے اُسے کوئی لگاؤ نہیں رہتا، بلکہ انقباض ہونے لگتا ہے۔ جو کیف وسرور اور جو ذوق وشوق اس کو ''یا رسول اللہ!''، ''یا علی!'' اور ''یا غوث!'' کے نعروں میں میسر آتا ہے، وہ نعرۂ ''یا اللہ!'' میں نصیب نہیں ہوتا۔ جس محبت سے وہ بزرگوں کی

نذر و نیاز کرتا ہے، اس کے عشر عشیر سے اللہ تعالیٰ کی واجب کردہ قربانی ادا نہیں کرتا۔ یہ توحید کا عمق نہیں، بلکہ مبادیٔ کفر و شرک ہیں۔ ذیل کی آیات میں اسی طرف اشارہ ہے:

آیت 59:۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ○ (البقرۃ:۱۶۵)

ترجمہ (مگر وحدتِ خداوندی پر دلالت کرنے والے اِن کھلے کھلے آثار کے ہوتے ہوئے بھی) کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے سوا دوسروں کو اس کا ہمسر اور مدِ مقابل بناتے ہیں اور ان کے ایسے گرویدہ ہیں جیسی اللہ کے ساتھ گرویدگی ہونی چاہیے۔ حالانکہ ایمان رکھنے والے لوگ سب سے بڑھ کر اللہ کو محبوب رکھتے ہیں۔ کاش! جو کچھ عذاب کو سامنے دیکھ کر انہیں سوجھنے والا ہے، وہ آج بھی ان ظالموں کو سوجھ جائے کہ ساری طاقتیں اور سارے اختیارات اللہ ہی کے قبضے میں ہیں اور یہ کہ اللہ سزا دینے میں بھی بہت سخت ہے۔

آیت 60:۔ وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ○ (الزمر:۴۵)

ترجمہ جب اکیلے اللہ کا ذِکر کیا جاتا ہے تو آخرت پر ایمان نہ رکھنے والوں کے دل کُڑھنے لگتے ہیں، اور جب اُس کے سوا دوسروں کا ذِکر ہوتا ہے تو یکا یک وہ خوشی سے کِھل اُٹھتے ہیں۔

آیت 61:۔ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ○ (الانعام:۱۳۶)

ترجمہ اِن لوگوں نے اللہ کے لیے خود اُسی کی پیدا کی ہوئی کھیتیوں اور مویشیوں میں سے ایک حصہ مقرر کیا ہے اور کہتے ہیں: ''یہ اللہ کے لیے ہے، بزعمِ خود، اور یہ ہمارے ٹھہرائے ہوئے شریکوں کے لیے''۔ پھر جو حصہ ان کے ٹھہرائے ہوئے شریکوں کے

لیے ہے وہ تو اللہ کو نہیں پہنچتا مگر جو اللہ کے لیے ہے وہ ان کے شریکوں کو پہنچ جاتا ہے۔
کیسے بُرے فیصلے کرتے ہیں یہ لوگ!

اسفل السافلین اسی وادیٔ شرک کا نام ہے جو ضلالت کی اس کھائی میں جا پڑا۔ سمجھ لو کہ وہ مخلوقات کے سب سے نچلے طبقے میں جا پہنچا۔ اب وہ اشرف المخلوقات نہیں رہا، بلکہ سب سے رذیل تر مخلوق بن گیا۔ سورت والتین میں انسان کے اس سوء انجام کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ عالم میں ایسے نادان فرقے بہت ہی شاذ و نادر گزرے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات میں شرکت کے قائل ہوں۔ اکثر فرقے عبادت ہی میں شرک کیا کرتے تھے، اور اس ضلالت میں یہاں تک تجاوز کر گئے تھے کہ ان کے نزدیک معبودِ حقیقی کا نمبر باطل معبودوں سے بھی نیچے گر گیا تھا۔ اس تمام گمراہی کی بنیاد صرف یہی تھی کہ ان کے عقیدے میں ان کے نفع و نقصان کا رشتہ غیر اللہ کے ساتھ قائم ہو گیا تھا۔ اسی لیے انبیاء علیہم السلام کی دعوت کا اصل مرکز بھی شرک فی العبادت کی تردید ٹھہر گیا تھا۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

آیت 62: وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ○ (الانبیاء: ۲۵)

ترجمہ: ہم نے تم سے پہلے جو رسول بھی بھیجا ہے۔ اُس کو یہی وحی کی ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے، پس تم لوگ میری ہی بندگی کرو۔

آیتِ بالا میں یہ بتایا گیا ہے کہ توحیدِ الوہیت کا اصل منشا توحید فی العبادت ہی کی تعلیم تھی۔

نوٹ: توحید و صفاتِ باری تعالیٰ اس کتاب کی پہلے حصے میں تفصیل سے بیان کر دیا گیا۔ علاوہ ازیں اگلے تین ابواب میں اسی مسئلہ کی مزید وضاحت کی گئی ہے۔

9.11:۔ حضور اکرم ﷺ کی شانِ مبارک میں ایسی مبالغہ آمیزیاں کرنے کی ممانعت جیسی نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں کیں

حدیث 66:۔ عَنْ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تُطْرُونِي كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَى ابْنَ مَرْيَمَ فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهُ. فَقُولُوا: عبدُ الله ورسولُه".

(مُتَّفق عَلَيْهِ: مشکوٰۃ رقم 4897؛ جامع معمر بن راشد رقم 20524؛ مسند ابی داؤد طیالسی رقم 24؛ عبد الرزاق رقم 9758؛ مسند حمیدی رقم 27؛ مسند احمد رقم 154، 164، 331، 391؛ سنن دارمی رقم 2826؛ بخاری رقم 3445،6830؛ ابن حبان رقم 6239؛ مسند ابی یعلی رقم 153؛ معجم اوسط رقم 1937؛ شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة رقم 2674،2436)

ترجمہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "میری اتنی زیادہ مبالغہ آمیز تعریفیں نہ کیا کرو، جتنی نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی شان میں کیں۔ میں تو صرف اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اُس کا ایک رسول ہوں۔ لہٰذا مجھ کو عبداللہ اور رسول اللہ کہا کرو"۔

حدیث 67:۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرٌ يَعْنِي ابْنَ الْمُفَضَّلِ، حَدَّثَنَا أَبُو مَسْلَمَةَ سَعِيدُ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ مُطَرِّفٍ، قَالَ: قَالَ أَبِي: انْطَلَقْتُ فِي وَفْدِ بَنِي عَامِرٍ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَقُلْنَا: "أَنْتَ سَيِّدُنَا". فَقَالَ: "السَّيِّدُ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى". قُلْنَا: "وَأَفْضَلُنَا فَضْلًا وَأَعْظَمُنَا طَوْلًا". فَقَالَ: "قُولُوا بِقَوْلِكُمْ، أَوْ بَعْضِ قَوْلِكُمْ، وَلَا يَسْتَجْرِيَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ".

(صَحِيح: ابوداؤد رقم 4806؛ مسند احمد رقم 16307،16311،16316؛ البخاری فی "الأدب المفرد" رقم 211؛ النسائی فی "الکبریٰ" رقم 10003،10004،10005؛ عمل الیوم

والليلة للنسائی رقم 245، 246، 247؛ ابن أبی عاصم فی "الآحاد والمثانی" رقم 1484؛ التوحيد لابن منده رقم 277؛ المدخل إلى السنن الكبرى، بيهقی، رقم 538؛ الأسماء والصفات للبیہقی رقم 33؛ البیہقی فی "الدلائل" 318/5؛ مشکوٰۃ رقم 4900؛ الاحادیث المختارۃ رقم 444، 446، 447)

ترجمہ حضرت مُطَرِّفُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الشِّخِّيرِ رحمۃ اللہ علیہ، اپنے والد حضرت عَبْدُ اللهِ بْنُ الشِّخِّيرِ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں: میں وفدِ بنی عامر کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سید و آقا ہیں''۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(حقیقت میں) سید و آقا تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے''۔ ہم نے عرض کیا: ''اچھا، تو سب میں افضل اور سب سے برتر کہیں''۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں، یہ کلمہ کہہ سکتے ہو، یا اس سے بھی کچھ مختصر۔ اور دیکھو! کہیں شیطان تمہیں زیادہ جری اور بہادر نہ بنادے''۔

حدیث 68: حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ مُوسٰى، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَجُلًا قَالَ: "يَا مُحَمَّدُ! يَا سَيِّدَنَا وَابْنَ سَيِّدِنَا، وَخَيْرَنَا وَابْنَ خَيْرِنَا". فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَا أَيُّهَا النَّاسُ! عَلَيْكُمْ بِتَقْوَاكُمْ، لَا يَسْتَهْوِيَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَبْدُ اللهِ وَرَسُولُهُ، وَاللهِ! مَا أُحِبُّ أَنْ تَرْفَعُونِي فَوْقَ مَنْزِلَتِي الَّتِي أَنْزَلَنِي اللهُ".

(صحيح على شرط مسلم: مسند احمد رقم 12551، 13529، 13530، 13596؛ البخاری فی "التاريخ الأوسط" 11/1؛ النسائی فی "عمل اليوم والليلة" رقم 248، 249؛ ابن حبان رقم 6240؛ البیہقی فی "الدلائل" 498/5؛ الآداب بیہقی رقم 310؛ المدخل إلى السنن الكبرى، بيهقی، رقم 536؛ الضياء فی "المختارة" رقم 1626، 1627؛ عبد بن حميد رقم 1309؛ الصَّحِيحَة: رقم 1097)

ترجمہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک شخص نے کہا: ''اے محمد! اے ہمارے سردار! اور ہمارے سردار کے بیٹے! اور ہم میں سب سے بہتر، اور سب سے بہتر کے

بیٹے!"۔ اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اے لوگو! تم پر تقویٰ کو اختیار کرنا لازم ہے۔ شیطان تمہیں زیادہ جری اور بہادر نہ بنا دے۔ میں محمد بن عبد اللہ ہوں، اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ اللہ کی قسم! میں نہیں پسند کرتا کہ تم اس رتبہ سے مجھے بلند کرو، جس پر مجھے اللہ نے نازل کیا ہے"۔

حدیث 69: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، وَابْنُ فُضَيْلٍ، عَنِ الْمُخْتَارِ، ح وحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ - وَاللَّفْظُ لَهُ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، أَخْبَرَنَا الْمُخْتَارُ بْنُ فُلْفُلٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: "يَا خَيْرَ الْبَرِيَّةِ!". فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "ذَاكَ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ".

(مسلم رقم 150 ـ 2369؛ مصنف ابن ابی شیبہ رقم 31816؛ مسند احمد رقم 12826، 12907، 12908؛ ابوداؤد رقم 4672؛ ترمذی رقم 3352؛ مسند بزار رقم 7489، 7490؛ سنن کبریٰ نسائی رقم 11628؛ مسند ابی یعلی رقم 3948، 3949، 3950؛ مستخرج ابی عوانہ رقم 10425، 10426 (الجامعۃ الاسلامیہ)؛ شرح مشکل الآثار رقم 1014؛ شرح معانی الآثار رقم 7106؛ معجم الاوسط رقم 1382؛ فوائد تمام رقم 119، 635، 636، 637؛ حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۲۴۷)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک آدمی حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اُس نے آپ ﷺ کو یوں خطاب کیا: "اے مخلوق میں سب سے بہتر ہستی!"۔ آپ ﷺ نے (ازراہِ کسرِ نفسی) فرمایا: "یہ کلمہ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کے شایانِ شان ہے"۔

باب 10

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں غلو اور راہِ اعتدال: 1

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افضل البشر اور فخر بنی آدم ہیں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذات کے اعتبار سے صرف بشر وانسان ہی نہیں، بلکہ سید البشر، افضل البشر، خیر البشر، فخر بنی آدم اور انسانیت کے سرتاج ہیں۔ صفات کے لحاظ سے نور ہی نہیں، بلکہ مصدرِ نور، منبع نور اور منیر ہیں۔ ہر مکان وزمان میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے نور ہدایت ہونے سے چمک دمک کی بہاریں ہیں۔ ہاتھ، پاؤں، ناک، کان وغیرہ میں ہماری طرح ہیں، لیکن صفات کے اعتبار سے پوری انسانیت سے فائق ہیں۔

1 آیاتِ مبارکہ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہستی میں بشریت بطور ذات، نورانیت بطور صفت جمع ہے۔ بشریت کا ثبوت قرآن کریم کی کئی آیات سے ہوتا ہے:

آیت 1: ۔قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰىٓ اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا

لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا ○ (الکہف:۱۱۰)

ترجمہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! کہو: ''میں تو ایک انسان ہوں تم ہی جیسا، میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود بس ایک ہی معبود ہے، پس جو کوئی اپنے رب کی ملاقات کا امیدوار ہو، اسے چاہیے کہ نیک عمل کرے اور بندگی میں اپنے رب کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ کرے''۔

آیت 2: قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰۤى اِلَيَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْۤا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ؕ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ○ (حم سجدہ:۶)

ترجمہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! ان سے کہو: ''میں تو ایک بشر ہوں تم جیسا، مجھے وحی کے ذریعہ سے بتایا جاتا ہے کہ تمہارا معبود تو بس ایک معبود ہے۔ لہٰذا تم سیدھے اُسی کا رخ اختیار کرو، اور اس سے معافی چاہو''۔ تباہی ہے مشرکوں کے لیے!

آیت 3: قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ○ (بنی اسرائیل:۹۳)

ترجمہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! ان سے کہو: ''پاک ہے میرا پروردگار! کیا میں ایک پیغام لانے والے انسان کے سوا اور بھی کچھ ہوں؟''۔

تنبیہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے اعلان کروانا شاید اس وجہ سے ہو کہ کوئی نبی کی محبت میں غلو کر کے گمراہ نہ ہو جائے۔

آیت 4: وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْۤا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰۤى اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ○ قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ○ (بنی اسرائیل:۹۴،۹۵)

ترجمہ لوگوں کے سامنے جب کبھی ہدایت آئی تو اس پر ایمان لانے سے ان کو کسی چیز نے نہیں روکا مگر ان کے اسی قول نے کہ ''کیا اللہ نے بشر کو پیغمبر بنا کر بھیج دیا؟''۔ ان سے کہو: ''اگر زمین میں فرشتے اطمینان سے چل پھر رہے ہوتے، تو ہم ضرور آسمان سے کسی فرشتے ہی کو ان کے لیے پیغمبر بنا کر بھیجتے''۔

تنبیہ اس سے معلوم ہوا کہ کفار و مشرکین کو ایمان لانے سے اُن کا یہ نظریہ مانع رہا کہ بشر کو رسالت کیوں کر مل سکتی ہے، جبھی تو انھوں نے صاف الفاظ میں یہ کہا: ''کیا اللہ تعالیٰ

نے بشر کو رسول بنایا ہے؟''۔اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا۔زمین میں چونکہ انسان آباد ہیں۔تو ان کی اصلاح اور بھلائی کے لیے بشر، آدمی اور انسان کو ہی رسول بنا کر بھیجنا مصلحت کے عین مطابق ہے۔اگر فرشتے زمین میں بسنے والے ہوتے ،تو آسمان سے فرشتے اور نوری مخلوق ان کی اصلاح کے لیے مبعوث کی جاتی۔

آیت 5:۔قَالَ یٰۤاِبۡلِیۡسُ مَا لَکَ اَلَّا تَکُوۡنَ مَعَ السّٰجِدِیۡنَ ○ قَالَ لَمۡ اَکُنۡ لِّاَسۡجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقۡتَہٗ مِنۡ صَلۡصَالٍ مِّنۡ حَمَاٍ مَّسۡنُوۡنٍ ○ قَالَ فَاخۡرُجۡ مِنۡہَا فَاِنَّکَ رَجِیۡمٌ ○ وَّاِنَّ عَلَیۡکَ اللَّعۡنَۃَ اِلٰی یَوۡمِ الدِّیۡنِ ○ (الحجر:۳۲تا۳۵)

ترجمہ: ربّ تعالیٰ نے پوچھا:''اے ابلیس! تجھے کیا ہوا کہ تو نے سجدہ کرنے والوں کا ساتھ نہ دیا؟''۔اس نے کہا:''میرا یہ کام نہیں ہے کہ میں اس بشر کو سجدہ کروں جسے تو نے سڑی ہوئی مٹی کے سوکھے گارے سے پیدا کیا ہے''۔ربّ نے فرمایا:''اچھا! تو نکل جا یہاں سے، کیونکہ تو مردود ہے،اور اب روزِ جزا تک تجھ پر لعنت ہے''۔

تنبیہ: اس سے ثابت ہوا کہ بشر اور آدمی کو کم درجے کا سمجھنا ابلیس لعین کا نظریہ ہے جس پر تاقیامت اللہ تعالیٰ کی پھٹکار پڑتی رہے گی اور وہ مردود وملعون ٹھہرا رہے گا۔بشر کو اعلیٰ شان کا سمجھنا فرشتوں (اور فرشتہ صفت انسانوں) کا کام ہے۔

آیت 6:۔یٰۤاَہۡلَ الۡکِتٰبِ قَدۡ جَآءَکُمۡ رَسُوۡلُنَا یُبَیِّنُ لَکُمۡ کَثِیۡرًا مِّمَّا کُنۡتُمۡ تُخۡفُوۡنَ مِنَ الۡکِتٰبِ وَیَعۡفُوۡا عَنۡ کَثِیۡرٍ ۬ؕ قَدۡ جَآءَکُمۡ مِّنَ اللّٰہِ نُوۡرٌ وَّ کِتٰبٌ مُّبِیۡنٌ ○ یَّہۡدِیۡ بِہِ اللّٰہُ مَنِ اتَّبَعَ رِضۡوَانَہٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَیُخۡرِجُہُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ بِاِذۡنِہٖ وَیَہۡدِیۡہِمۡ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ○ (المائدة:۱۵،۱۶)

ترجمہ: اے اہلِ کتاب! ہمارا رسول ﷺ تمہارے پاس آ گیا ہے جو کتاب الٰہی کی بہت سی اُن باتوں کو تمہارے سامنے کھول رہا ہے جن پر تم پردہ ڈالا کرتے تھے،اور بہت سی باتوں سے درگزر بھی کر جاتا ہے۔تمہارے پاس اللہ کی طرف سے روشنی آ گئی ہے اور ایک ایسی حق نما کتاب،جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو جو اس کی رضا کے طالب ہیں، سلامتی کے طریقے بتاتا ہے اور اپنے اذن سے اُن کو اندھیروں سے نکال کر اُجالے کی طرف لاتا ہے اور راہِ راست کی طرف ان کی رہنمائی کرتا ہے۔

تفسیر اس آیت میں لفظ ''نور'' سے خود قرآن مجید مراد ہے، اور عطف محض تفسیری ہے، جس میں معطوف اور معطوف علیہ کا ذاتاً تغایر نہیں، بلکہ محض صفت کے لحاظ سے تغایر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید روشنی بھی ہے، اور وہ بات کو کھول کر بھی بیان کرتا ہے۔ اس کا ایک قرینہ تو یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی کا ذکر اسی آیت کے شروع میں مستقل ہو چکا ہے:

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ

اور آخر میں کتاب کا ذکر ہے، جو روشن بھی ہے اور مبین بھی ہے۔ دوسرا قرینہ یہ ہے کہ آگے ''يَهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ'' میں ضمیر مفرد ہے۔ اگر نور سے آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی اور کتابِ مبین سے الگ چیز مراد ہوتی، تو ضمیر تثنیہ ''بِهِمَا'' مناسب تھی، لیکن چونکہ نور اور کتابِ مبین ایک ہی شے ہے۔ اس لیے ضمیر مفرد کی ''بِهٖ'' مناسب رہی۔ گویا سیاق و سباق اور ماقبل اور مابعد دونوں اس کے معین ہیں کہ اس مقام پر نور سے قرآن کریم مراد ہے۔ علاوہ ازیں قرآن مجید میں دوسرے مقامات پر نور قرآن کریم کی صفت بیان ہوئی ہے۔

آیت 7: يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ○ (النساء: ۱۷۴)

ترجمہ لوگو! تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس دلیل روشن آ گئی ہے اور ہم نے تمہاری طرف ایسی روشنی بھیج دی ہے جو تمہیں صاف صاف راستہ دکھانے والی ہے۔

آیت 8: وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ (الشوریٰ: ۵۲)

ترجمہ اور اسی طرح (اے نبیؐ!) ہم نے اپنے حکم سے ایک روح تمہاری طرف وحی کی ہے تمہیں کچھ پتہ نہ تھا کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کیا ہوتا ہے مگر اُس رُوح کو ہم نے ایک روشنی بنا دیا جس سے ہم راہ دکھاتے ہیں اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے

ہیں۔ یقیناً تم سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کررہے ہو۔

آیت 9: فَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِہٖ وَعَزَّرُوۡہُ وَنَصَرُوۡہُ وَاتَّبَعُوا النُّوۡرَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ مَعَہٗۤ ۙ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ○ (الاعراف:۱۵۷)

ترجمہ لہٰذا جو لوگ اس پر ایمان لائیں اور اس کی حمایت اور نصرت کریں اور اُس روشنی کی پیروی اختیار کریں، جو اس کے ساتھ نازل کی گئی ہے، وہی فلاح پانے والے ہیں۔

آیت 10: فَاٰمِنُوۡا بِاللّٰہِ وَرَسُوۡلِہٖ وَالنُّوۡرِ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلۡنَا ؕ وَاللّٰہُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرٌ ○ (التغابن:۸)

ترجمہ پس ایمان لاؤ اللہ پر، اور اس کے رسول ﷺ پر اور اُس روشنی پر جو ہم نے نازل کی ہے۔ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُس سے باخبر ہے۔

ان تمام مقامات میں نور قرآن مجید کو کہا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر مفسرین کرام رحمہم اللہ نے ''نُوۡرٌ وَّ کِتٰبٌ مُّبِیۡنٌ '' میں نور سے قرآن مجید مراد لیا ہے۔ ہاں! بعض مفسرین رحمہم اللہ نے نور سے حضور اکرم ﷺ کی مقدس ہستی بھی مراد لی ہے، لیکن وہی مفسرین کرام رحمہم اللہ اپنی تفسیروں میں دوسرے مقامات پر آپ ﷺ کی بشریت کا کھلے لفظوں اقرار کرتے ہیں۔ تو اس کا مطلب سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ بشر، آدمی اور انسان ہی ہیں، اور آپ ﷺ صفت کے لحاظ سے نور ہیں۔

2 احادیث میں حضور ﷺ کا اپنی بشریت کو بیان کرنا

حدیث 1: حَدَّثَنَا عَبۡدُ الرَّزَّاقِ، أَخۡبَرَنَا إِسۡرَائِيلُ، عَنۡ سِمَاكٍ، أَنَّهُ سَمِعَ مُوسَى بۡنَ طَلۡحَةَ يُحَدِّثُ، عَنۡ أَبِيهِ، قَالَ: مَرَرۡتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ فِي نَخۡلِ الۡمَدِينَةِ، فَرَأَى أَقۡوَامًا فِي رُءُوسِ النَّخۡلِ يُلَقِّحُونَ النَّخۡلَ، فَقَالَ: "مَا يَصۡنَعُ هَؤُلَاءِ؟". قَالَ: "يَأۡخُذُونَ مِنَ الذَّكَرِ فَيَجۡعَلُونَهُ فِي الۡأُنۡثَى يُلَقِّحُونَ بِهِ". فَقَالَ: "مَا أَظُنُّ ذَلِكَ يُغۡنِي شَيۡئًا". فَبَلَغَهُمۡ، فَتَرَكُوهُ وَنَزَلُوا عَنۡهَا، فَلَمۡ تَحۡمِلۡ تِلۡكَ السَّنَةَ شَيۡئًا، فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ

فَقَالَ: "إِنَّمَا هُوَ ظَنٌّ ظَنَنْتُهُ، إِنْ كَانَ يُغْنِي شَيْئًا فَاصْنَعُوا، فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ، وَالظَّنُّ يُخْطِئُ وَيُصِيبُ، وَلَكِنْ مَا قُلْتُ لَكُمْ، قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ فَلَنْ أَكْذِبَ عَلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ"۔

(صحيح: مسند أحمد رقم 1399، 1395، 1400؛ ابن ماجه رقم 2470؛ مسلم رقم 139 - 2361؛ الشاشي رقم 7، 8، 9؛ الطيالسي رقم 230؛ عبد بن حميد رقم 102؛ البزار رقم 937؛ أبو يعلى رقم 639؛ البزار 938؛)

ترجمہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ منورہ کے ایک کھوروں کے باغ میں گزرا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو کھجور کے پودوں میں تابیر یعنی پولی نیشن (pollination) کرتے ہوئے دیکھا۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: ''یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟''۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''یہ لوگ کھجور کے نر (male) پھول سے مادہ (pollen grain) لے کر مادہ پھول کے (stigma کے) اوپر ڈال رہے ہیں''۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میرا خیال ہے کہ اس سے کوئی فائدہ نہیں ہے''۔ پھر یہ بات ان لوگوں تک پہنچی، تو انھوں نے اس کو چھوڑ دیا اور درختوں سے نیچے اتر آئے۔ اس سال کھجور کے درختوں میں پھل نہ آیا۔ یہ بات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''یہ تو میرا ایک خیال اور گمان تھا، اگر اس سے فائدہ ہوتا ہے تو اس کو ضرور کیا کرو۔ یقیناً میں بھی تم جیسا ایک انسان ہی ہوں، گمان غلط بھی ہو سکتا ہے اور صحیح بھی۔ لیکن جب میں تم سے یہ کہوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (تو اس کو ضرور ماننا ہے)، اس لیے کہ میں اللہ پر کبھی جھوٹ نہیں بول سکتا''۔

حدیث 2: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةً، فَلَا أَدْرِي زَادَ أَمْ نَقَصَ؟ فَلَمَّا سَلَّمَ، قِيلَ لَهُ: "يَا رَسُولَ اللهِ! هَلْ حَدَثَ فِي الصَّلَاةِ شَيْءٌ؟". قَالَ: "لَا، وَمَا ذَاكَ؟". قَالُوا: "صَلَّيْتَ كَذَا وَكَذَا". قَالَ: فَثَنَى رِجْلَيْهِ، فَسَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ، فَلَمَّا سَلَّمَ، قَالَ: "إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ أَنْسَى كَمَا تَنْسَوْنَ،

وَإِذَا شَكَّ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ، فَلْيَتَحَرَّ الصَّلَاةَ، فَإِذَا سَلَّمَ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ".

(صحيح على شرط الشيخين: مسند أحمد رقم 3602، 3975، 4032، 4174، 4348؛ مسلم رقم 89-572؛ سنن کبریٰ نسائی رقم 584، 585، 1166، 1167، 1180، 1183؛ سنن نسائی رقم 1242، 1243، 1244، 1256، 1259؛ مستخرج ابی عوانہ رقم 1927، 1928، 1929، 1930، 1935، 1941، 1943؛ ابن خزیمہ رقم 1028، 1055، 1059، 1061؛ ابن حبان رقم 2656، 2657، 2659، 2660، 2662؛ أبو داود رقم 1020؛ أبو يعلى رقم 5142، 5225؛ المنتقى من السنن المسندة، ابن الجارود، رقم 244، 246؛ الطيالسي رقم 271؛ الطحاوي في "شرح معاني الآثار" رقم 2518؛ الطبراني في "الكبير" رقم 9825، 9826، 9827، 9828، 9829، 9830؛ أبو نعيم في "الحلية" 4/233؛ مسند بزار رقم 1473، 1644، 1650؛ سنن دارقطنی رقم 1408، 1410؛ مستدرک حاکم رقم 1257؛ المسند المستخرج على صحيح الإمام مسلم، لأبي نعيم، رقم 1263؛ الخلافيات بين الإمامين الشافعي وأبي حنيفة وأصحابه، البيهقي، رقم 2185؛ سنن کبریٰ بیہقی رقم 2256، 3797، 3818، 3843؛ مسند ابن ابی شیبہ رقم 181)

حدیث 3: - حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِمَّا زَادَ وَإِمَّا نَقَصَ - قَالَ إِبْرَاهِيمُ: وَإِنَّمَا جَاءَ نِسْيَانُ ذٰلِكَ مِنْ قِبَلِي - فَقُلْنَا: "يَا رَسُولَ اللهِ! أَحَدَثَ فِي الصَّلَاةِ شَيْءٌ؟". قَالَ: "وَمَا ذَاكَ؟". قُلْنَا: "صَلَّيْتَ قَبْلُ كَذَا وَكَذَا". قَالَ: "إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، أَنْسَى كَمَا تَنْسَوْنَ، فَإِذَا نَسِيَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ". ثُمَّ تَحَوَّلَ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ".

(صحيح على شرط الشيخين: مسند أحمد رقم 4032، 4282؛ مسلم رقم 94-572، 95-572، 96-572؛ ابن ماجه رقم 1203؛ أبو داود رقم 1021؛ ابن خزيمة رقم 1055؛ الشاشي رقم 306؛ مستخرج ابی عوانہ رقم 1944؛ الطبراني في "الكبير" رقم 9832)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نماز کی رکعتوں میں کمی بیشی ہوگئی۔ ہم نے عرض کیا: ''یا رسول

اللہ! نماز میں کوئی نئی چیز پیدا ہوگئی ہے؟"۔ آپ ﷺ نے پوچھا: "کیا ہوا ہے؟"۔ ہم نے عرض کیا: "آپ ﷺ نے اتنی اتنی رکعتیں ادا کی ہیں"۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "(اگر نماز میں کوئی اور صورت پیدا ہوتی ہے، تو میں تمہیں اس کی خبر کرتا لیکن بات یہ ہے کہ) میں بھی بشر ہوں، میں بھی بھول سکتا ہوں، جیسے تم۔ (سو جب میں کبھی بھولوں، تو مجھے یاد کرا دیا کرو۔) جب تم اپنی نماز میں بھول جاؤ، (تو درست صورتِ حال معلوم کرو اور اس غلبہ فکر پر اپنی نماز پوری کرو) اور دو سجدے (سہو کے) ادا کرو"۔ پھر آپ ﷺ نے قبلہ کی طرف رُخ فرمایا، اور دو سجدے ادا کر کے نماز کو مکمل کیا۔

- اس حدیث میں آپ ﷺ کا اپنی بشریت کا اعلان ایک ضرورت کے موقع پر ہوا۔ تو اسے کسی طرح نہیں کہا جا سکتا کہ آپ ﷺ محض انکساری اور تواضع کے طور پر اپنے آپ کو بشر کہہ رہے تھے۔ انکساری سے کبھی بات پر دلائل نہیں دیئے جاتے۔ بھولنا ایک انسانی فطرت ہے، ایک بشری تقاضا ہے۔ یہ پیغمبر پر بھی وارد ہوتا ہے اور دوسروں پر بھی۔ لیکن منشا دونوں کے بھولنے کا الگ الگ ہے۔ ہماری غفلت اور بے توجہی ہے، اور پیغمبر ﷺ کی بنا پر حکمت ہے۔ علماء اہل سنت نے اس حدیث پر لکھا ہے: اس حدیث میں آنحضرت ﷺ پر احکام شرع میں بھول وارد ہونے کی دلیل ہے اور یہی جمہور علماء اسلام کا موقف ہے اور قرآن اور حدیث کا ظاہر بھی یہی ہے اور اس پر بھی سب علماء کا اتفاق ہے کہ حضور ﷺ کو اس بھول پر رہنے نہیں دیا جاتا، اللہ تعالیٰ انہیں صحیح صورت حال بتلا دیتے ہیں"۔

(شرح صحیح مسلم نووی: ج ۱ ص ۲۱۲ طبع قدیمی کتب خانہ، کراچی)

حدیث 4: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَكُونَ أَلْحَنَ بِحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ، فَمَنْ قَطَعْتُ لَهُ مِنْ حَقِّ أَخِيهِ قِطْعَةً، فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهُ قِطْعَةً مِنَ النَّارِ"۔

(صحیح لغیرہ: مسند أحمد، ج ۱۴ ص ۱۲۲ رقم 8394؛ مصنف ابن ابی شیبہ رقم 22975)۔

36490؛ سنن ابن ماجہ رقم 2318؛ مسند ابی یعلی موصلی رقم 5920، 5941؛ شرح معانی الآثار رقم 6140؛ ابن حبان رقم 5071؛ الصحیحۃ رقم 1162)

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”بیشک میں بھی انسان ہوں، ہوسکتا ہے کہ کوئی تم میں سے اپنے دلائل میں زیادہ چرب زبان ہو۔ سو میں تم سے کسی کے حق کو میں دوسرے کے حق کا فیصلہ کردوں۔ تو یہ ایک قطعۂ نار ہے، جو میں اسے دوں گا“۔

حدیث 5: ۔حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّكُمْ تَخْتَصِمُونَ إِلَيَّ وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَكُونَ أَلْحَنَ بِحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ، وَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ أَقْضِي لَهُ عَلَى نَحْوِ مَا أَسْمَعُ مِنْهُ، فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ مِنْ حَقِّ أَخِيهِ شَيْئًا، فَإِنَّمَا هُوَ نَارٌ فَلَا يَأْخُذْهُ"۔

(صحیح علی شرط الشیخین: مسند أحمد، رقم 26491، 26618، 2662، 26717؛ مصنف ابن ابی شیبہ رقم 22973، 22974، 29076، 36488، 36489؛ مسند اسحاق بن راہویہ رقم 1821، 1823، 1947؛ بخاری رقم 6967، 7168؛ مسلم رقم 4۔1713؛ سنن ابن ماجہ رقم 2317؛ ترمذی رقم 1339؛ سنن کبریٰ نسائی رقم 5917، 5943، 5977؛ سنن نسائی رقم 5401، 5422؛ مسند ابی یعلی رقم 6881، 6994؛ المنتقی لابن الجارود رقم 999؛ مستخرج ابی عوانہ رقم 6378، 6380؛ شرح معانی الآثار رقم 6139؛ معجم کبیر طبرانی رقم 663، 902، 906؛ سنن دارقطنی رقم 4584؛ الخلافیات بیہقی رقم 5508، 5513 (م)؛ سنن صغیر بیہقی رقم 3278، 3402)

حدیث 6: ۔حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ رَافِعٍ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: جَاءَ رَجُلَانِ مِنَ الْأَنْصَارِ يَخْتَصِمَانِ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَوَارِيثَ بَيْنَهُمَا قَدْ دَرَسَتْ، لَيْسَ بَيْنَهُمَا بَيِّنَةٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّكُمْ تَخْتَصِمُونَ إِلَيَّ، وَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَلْحَنُ بِحُجَّتِهِ، أَوْ قَدْ قَالَ: لِحُجَّتِهِ، مِنْ بَعْضٍ، فَإِنَّمَا أَقْضِي بَيْنَكُمْ عَلَى نَحْوِ مَا أَسْمَعُ، فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ مِنْ حَقِّ أَخِيهِ شَيْئًا، فَلَا

يَأْخُذْهُ، فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهُ قِطْعَةً مِنَ النَّارِ يَأْتِي بِهَا إِسْطَامًا فِي عُنُقِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ". فَبَكَى الرَّجُلَانِ، وَقَالَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا: "حَقِّي لِأَخِي". قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَمَا إِذْ قُلْتُمَا، فَاذْهَبَا فَاقْتَسِمَا، ثُمَّ تَوَخَّيَا الْحَقَّ، ثُمَّ اسْتَهِمَا، ثُمَّ لِيَحْلِلْ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْكُمَا صَاحِبَهُ".

(حسن: مسند أحمد رقم 26717؛ مصنف ابن ابی شیبہ رقم 22974، 23391، 36489؛ مسند اسحاق بن راہویہ رقم 1823؛ مسند ابی یعلی رقم 7027؛ المنتقی لابن الجارود رقم 1000؛ شرح مشکل الآثار رقم 756، 758؛ شرح معانی الآثار رقم 6141؛ سنن کبریٰ بیہقی رقم 11359؛ الطبرانی فی "الکبیر" 23/ (رقم 663)؛ صحیح الجامع: رقم 856؛ الصحیحۃ: رقم 1162)

ترجمہ ام المومنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تم اپنے مقدمے میرے پاس لے کر آتے ہو، میں بھی انسان ہوں، ہوسکتا ہے کہ کوئی تم میں سے اپنے دلائل میں زیادہ چرب زبان ہو۔ سو میں تم سے کسی کے حق کو میں دوسرے کے حق کا فیصلہ کردوں۔ تو یہ ایک قطعۂ نار ہے، جو میں اسے دوں گا وہ ہرگز اسے نہ لے''۔

حدیث 7: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، أَغْضَبُ كَمَا يَغْضَبُ الْبَشَرُ، فَأَيُّمَا رَجُلٍ آذَيْتُهُ أَوْ جَلَدْتُهُ، فَاجْعَلْهَا لَهُ زَكَاةً وَصَلَاةً".

(صحیح علی شرط الشیخین: مسند أحمد رقم 7311، 8199، 9070، 9074، 9802، 10336، 10403، 10435، 11290، 15294؛ مسلم رقم 89-2601، 90-2601، 91-2601؛ بخاری رقم 6361 مختصراً؛ جامع معمر بن راشد رقم 20294؛ مستخرج ابی عوانہ رقم 11353، 11354 (الجامعۃ الاسلامیہ)؛ مسند اسحاق بن راہویہ رقم 247؛ الحمیدی رقم 1041؛ الطحاوی فی "مشکل الآثار" رقم 6009، 6010؛ مسند البزار رقم 9815؛ سنن کبریٰ بیہقی رقم 13380)

حدیث 8: حَدَّثَنَا يَزِيدُ قَالَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ مُعَيْقِيبٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ، قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ: وَقَالَ غَيْرُ يَزِيدَ

بْنِ هَارُونَ: عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ الْعُتْوَارِيِّ وَهُوَ أَبُو الْهَيْثَمِ - وَكَانَ فِي حِجْرِ أَبِي سَعِيدٍ - عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، وَعَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَا: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَتَّخِذُ عِنْدَكَ عَهْدًا لَا تُخْلِفُنِيهِ، فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ فَأَيُّ الْمُؤْمِنِينَ آذَيْتُهُ أَوْ شَتَمْتُهُ - أَوْ قَالَ: لَعَنْتُهُ - أَوْ جَلَدْتُهُ، فَاجْعَلْهَا لَهُ صَلَاةً وَزَكَاةً وَقُرْبَةً تُقَرِّبُهُ بِهَا إِلَيْكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ".

(صحیح: مسند أحمد، رقم 11290؛ ابن أبي شيبة 10/338، عبد بن حميد فی "المنتخب" (998) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، أبو يعلى (1262) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ: رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو يَعْلَى وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ: مجمع الزوائد رقم 13992)

حدیث 9: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ: حَدَّثَنَا لَيْثٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ سَالِمٍ، مَوْلَى النَّصْرِيِّينَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "اَللّٰهُمَّ! إِنَّمَا مُحَمَّدٌ بَشَرٌ، يَغْضَبُ كَمَا يَغْضَبُ الْبَشَرُ، وَإِنِّي قَدِ اتَّخَذْتُ عِنْدَكَ عَهْدًا لَنْ تُخْلِفَنِيهِ، فَأَيُّمَا مُؤْمِنٍ آذَيْتُهُ، أَوْ شَتَمْتُهُ، أَوْ جَلَدْتُهُ، فَاجْعَلْهَا لَهُ كَفَّارَةً، وَقُرْبَةً تُقَرِّبُهُ بِهَا إِلَيْكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ".

(صحیح: مسند أحمد، ج ١٦ ص ٥٤ ، رقم 10403؛ مسلم رقم 91-2601، 93-2601؛ تخریج الأحاديث المرفوعة المسندة فی كتاب التاريخ الكبير للبخاری رقم 633؛ مستخرج ابی عوانہ رقم 11352، 11353 (الجامعة الاسلامیہ)؛ معجم اوسط رقم 8775)

ترجمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اے اللہ! میں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم، تو بشر ہوں، مجھے بھی غصہ آجاتا ہے، جیسا کہ دوسرے انسانوں کو غصہ آتا ہے۔ میں آپ سے یہ وعدہ لیتا ہوں، جس کی آپ خلاف ورزی نہیں کریں گے، پس جس مؤمن کو بھی میں اذیت دوں، یا اس کو سب شتم کروں، یا اس کو سزا دوں۔ پس (اے اللہ!) اس کو قیامت کے دن اس کے لیے گناہوں سے چھٹکارا اور رحمت کا سبب بنا دے''۔

حدیث 10: حَدَّثَنَا رَوْحٌ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا،

يَقُولُ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، وَإِنِّي أَشْتَرِطُ عَلَى رَبِّي أَيَّ عَبْدٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ شَتَمْتُهُ، أَوْ سَبَبْتُهُ، أَنْ يَكُونَ ذٰلِكَ لَهُ زَكَاةً وَأَجْرًا".

(صحیح علی شرط مسلم: مسند أحمد رقم 14570، 15126، 15199، 15295؛ مسلم رقم 89 - 2602، 94 - 2602؛ مصنف ابن ابی شیبہ رقم 29550، 29552؛ سنن الدارمی رقم 2808؛ مسند ابی یعلی رقم 2271؛ مستخرج ابی عوانہ رقم 11341، 11344، 11358، 11359 (الجامعۃ الاسلامیہ)؛ سنن کبریٰ بیہقی رقم 13382)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میں بشر ہوں۔ میں نے اپنے رب سے اس بات کی ضمانت لی ہے۔ پس جس مومن کو بھی میں سب و شتم کروں کہ وہ اس کو قیامت کے دن اس کے لیے گناہوں سے چھٹکارا اور رحمت کا سبب بنا دے''۔

حدیث 11: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ، حَدَّثَنِي أَبِي مِنْ كِتَابِهِ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا رَبَاحُ بْنُ زَيْدٍ، حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ حَبِيبٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى أَبِي الطُّفَيْلِ، فَوَجَدْتُهُ طَيِّبَ النَّفْسِ، فَقُلْتُ: "لَأَغْتَنِمَنَّ ذٰلِكَ مِنْهُ". فَقُلْتُ: "يَا أَبَا الطُّفَيْلِ! النَّفَرُ الَّذِينَ لَعَنَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِنْ بَيْنِهِمْ، مَنْ هُمْ؟". فَهَمَّ أَنْ يُخْبِرَنِي بِهِمْ، فَقَالَتْ لَهُ امْرَأَةٌ سَوْدَاءُ: "مَهْ يَا أَبَا الطُّفَيْلِ! أَمَا بَلَغَكَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَللّٰهُمَّ! إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، فَأَيُّمَا عَبْدٍ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ دَعَوْتُ عَلَيْهِ بِدَعْوَةٍ، فَاجْعَلْهَا لَهُ زَكَاةً وَرَحْمَةً".

(صحیح لغیرہ: مسند أحمد، ج ۳۹ ص ۲۱۲ رقم 23793؛ معجم اوسط طبرانی رقم 2309؛ ابن أبی عاصم فی "الآحاد والمثانی" رقم 950: رَوَاهُ أَحْمَدُ وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ: مجمع الزوائد رقم 428؛ رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْأَوْسَطِ، وَأَحْمَدُ بِنَحْوِهِ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ: مجمع الزوائد رقم 13998؛ جمع الجوامع رقم 95/9733، 96/9734)

ترجمہ: حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت سوداء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اے اللہ! میں بشر ہوں، پس جس شخص کو بھی میں بددعا

دوں۔ پس (اے اللہ!) اس کو اس کے لیے گناہوں سے چھٹکارا اور رحمت کا سبب بنا دے''۔

حدیث 12: حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي الضُّحَى، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: دَخَلَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلَانِ فَكَلَّمَاهُ بِشَيْءٍ، لَا أَدْرِي مَا هُوَ؟ فَأَغْضَبَاهُ، فَلَعَنَهُمَا، وَسَبَّهُمَا، فَلَمَّا خَرَجَا، قُلْتُ: "يَا رَسُولَ اللهِ! مَنْ أَصَابَ مِنَ الْخَيْرِ شَيْئًا، مَا أَصَابَهُ هَذَانِ". قَالَ: "وَمَا ذَاكِ". قَالَتْ: قُلْتُ: "لَعَنْتَهُمَا وَسَبَبْتَهُمَا". قَالَ: "أَوَمَا عَلِمْتِ مَا شَارَطْتُ عَلَيْهِ رَبِّي؟". قُلْتُ: "اللَّهُمَّ! إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، فَأَيُّ الْمُسْلِمِينَ لَعَنْتُهُ أَوْ سَبَبْتُهُ فَاجْعَلْهُ لَهُ زَكَاةً وَأَجْرًا".

(مسلم رقم 88_2600؛ مسند احمد، رقم 24179، 24764؛ مصنف ابن ابی شیبہ رقم 29553؛ مستخرج ابی عوانہ رقم 11338، 11339 (الجامعہ اسلامیہ)؛ سنن کبریٰ بیہقی رقم 13383؛ أبو يعلى رقم 4507، إسحاق بن راهويه رقم 793، الطحاوی فی "شرح مشكل الآثار" رقم 6002)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو آدمی آئے۔ ان دونوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی چیز کے بارے میں گفتگو کی۔ میں نہیں جانتی وہ کیا تھی۔ ان دونوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غضب ناک کر دیا۔ جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو لعنت ملامت کی، اور اُن کو برا بھلا کہا۔ پھر جب وہ دونوں آدمی چلے گئے۔ میں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! جس کو بھی کوئی خیر و بھلائی کی بات پہنچتی ہے، وہ ان دونوں کو نہیں پہنچی ہے''۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ کیا ہے؟''۔ میں نے عرض کیا: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو لعنت ملامت کی اور برا بھلا کہا''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کیا تجھے معلوم نہیں ہے کہ میں نے اپنے رب سے جو معاہدہ کیا ہے؟ میں نے یہ دعا کی ہے: اے اللہ! میں بھی بشر ہوں، (مجھے بھی غصہ آجاتا ہے، جیسا کہ دوسرے انسانوں کو غصہ آتا ہے۔) پس جس شخص کو بھی میں لعنت کروں، یا برا بھلا کہوں، پس (اے اللہ!) اس کو اس کے لیے گناہوں سے چھٹکارا (اور رحمت کا سبب) اور اس کے لیے اجر و ثواب بنا دے''۔

حدیث 13: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ ذَكْوَانَ، مَوْلَى عَائِشَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَسِيرٍ، فَلَهَوْتُ عَنْهُ، فَذَهَبَ، فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: "مَا فَعَلَ الْأَسِيرُ؟". قَالَتْ: "لَهَوْتُ عَنْهُ مَعَ النِّسْوَةِ فَخَرَجَ". فَقَالَ: "مَا لَكِ قَطَعَ اللهُ يَدَكِ، أَوْ يَدَيْكِ". فَخَرَجَ فَآذَنَ بِهِ النَّاسَ، فَطَلَبُوهُ، فَجَاءُوا بِهِ، فَدَخَلَ عَلَيَّ وَأَنَا أُقَلِّبُ يَدَيَّ. فَقَالَ: "مَا لَكِ، أَجُنِنْتِ؟". قُلْتُ: "دَعَوْتَ عَلَيَّ، فَأَنَا أُقَلِّبُ يَدَيَّ، أَنْظُرُ أَيُّهُمَا يُقْطَعَانِ". فَحَمِدَ اللهَ، وَأَثْنَى عَلَيْهِ، وَرَفَعَ يَدَيْهِ مَدًّا، وَقَالَ: "اَللّٰهُمَّ! إِنِّي بَشَرٌ، أَغْضَبُ كَمَا يَغْضَبُ الْبَشَرُ، فَأَيُّمَا مُؤْمِنٍ، أَوْ مُؤْمِنَةٍ، دَعَوْتُ عَلَيْهِ، فَاجْعَلْهُ لَهُ زَكَاةً وَطُهُورًا".

(صحيح على شرط الشيخين: مسند احمد رقم 24259؛ إسحاق بن راهوية رقم 1125؛ المخلصيات وأجزاء أخرى لأبي طاهر المخلص رقم 2971)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قیدی لے کر میرے گھر تشریف لائے۔ میں عورتوں کے ساتھ بات چیت میں اس قیدی کی طرف سے ذرا غافل ہوگئی، تو وہ چل دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: "وہ قیدی کدھر گیا؟"۔ میں نے (صاف) عرض کر دیا: "عورتوں کے ساتھ بات چیت میں مجھ سے غفلت ہوگئی، اور وہ نکل بھاگا"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم نے یہ غفلت کیوں کی؟ اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں کو قطع کرے!"۔ یہ کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے۔ لوگوں کو اطلاع دی۔ وہ تلاش کر کے اس کو پکڑ لائے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لائے، تو میں اپنے ہاتھوں کو لوٹ پلٹ رہی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ کیا بے عقلی کی حرکت کر رہی ہو؟"۔ میں نے عرض کیا: "جب سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے بددعا کے کلمات نکلے ہیں، میں اپنے ہاتھوں کو اسی طرح کر رہی ہوں۔ دیکھتی ہوں کہ ان دونوں میں کون سا قطع ہوتا ہے"۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی، اور

اپنے دونوں ہاتھ دعا کے لیے پھیلا دیئے اور فرمایا: ''اے اللہ! میں ایک آدمی ہی ہوں، اور جس طرح آدمی کو غصہ آتا ہے، مجھے بھی غصہ آجاتا ہے۔ تو جس کسی مؤمن مرد یا عورت کے متعلق میری زبان سے بددعا کے کلمات نکل گئے ہوں، اس کے حق میں ان کو پاکی اور صفائی کا موجب بنادے''۔

تشریح دیکھیے! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ان بددعائیہ کلمات کی معذرت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی بشریت کا تذکرہ فرماتے ہوئے صرف نادانستہ طور پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حق میں ہی دعا نہیں فرماتے، بلکہ فرطِ محبت میں اپنی ساری اُمت کو یاد فرمالیتے ہیں، اور چاہتے ہیں کہ اگر ان مقبول ہونٹوں سے کسی اور کے حق میں بھی کوئی کلمہ نکل گیا ہو، تو آج جس برکت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ اہل بیت شریک ہوں، وہ بھی شریک ہوجائے۔ یہ بات بڑی اہمیت سے یادرکھنی چاہیے کہ دعا میں استجابت دعائیہ کلمات کے تابع رہتی ہے، خواہ ان کی نیت کچھ رہے۔ ظاہر ہے کہ یہاں ''قَطَعَ اللّٰهُ يَدَكِ'' سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منشاءِ مبارک یہ تو ہو نہیں سکتا کہ درحقیقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو کوئی گزند پہنچ جائے، مگر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقبول زبان سے جو کلمات نکل گئے تھے، وہ اپنا اثر دکھائے بغیر یہاں بھی نہیں رہے۔

حدیث 14: ۔حَدَّثَنَا يَزِيدُ، أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ زِيَادٍ الْأَعْلَمِ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَفْتَحَ الصَّلَاةَ فَكَبَّرَ، ثُمَّ أَوْمَأَ إِلَيْهِمْ أَنْ مَكَانَكُمْ، ثُمَّ دَخَلَ فَخَرَجَ وَرَأْسُهُ يَقْطُرُ، فَصَلَّى بِهِمْ، فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ قَالَ: "إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ وَإِنِّي كُنْتُ جُنُبًا".

(صحیح: مسند أحمد، رقم 20420، 20426، 20459؛ ابوداود رقم 233، 234؛ ابن خزیمة رقم 1629؛ ابن عبد البر فی "التمھید" 1/177؛ الشافعی فی "الأم" 1/167؛ الطحاوی فی "شرح مشکل الآثار" رقم 623؛ ابن حبان رقم 2235؛ "معرفة السنن والآثار" رقم 4857، 4858؛ ابن عبد البر فی "التمھید" 1/175 و 177؛ الخلافیات، بیھقی، رقم 2360، 2361؛ السنن الصغیر للبیھقی رقم 508؛ سنن کبریٰ بیہقی رقم 4063)

ترجمہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کا افتتاح فرمایا۔ آپ

ﷺ نے ابھی تکبیر ہی کہی تھی، پھر آپ ﷺ نے لوگوں کو اشارہ فرمایا کہ اپنی اپنی جگہ ٹھہرے رہو۔ پھر آپ ﷺ مسجد سے نکل کر گھر تشریف لے گئے۔ پھر آپ ﷺ گھر سے باہر تشریف لائے تو آپ ﷺ کے سر مبارک سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ پھر آپ ﷺ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ پھر جب آپ ﷺ نے نماز مکمل فرمالی، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''یقیناً میں بھی ایک انسان ہوں، میں اس وقت جنبی تھا''۔

حدیث 15: ۔حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَشُجَاعُ بْنُ مَخْلَدٍ، جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُلَيَّةَ، قَالَ زُهَيْرٌ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنِي أَبُو حَيَّانَ، حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ حَيَّانَ، قَالَ: انْطَلَقْتُ أَنَا وَحُصَيْنُ بْنُ سَبْرَةَ، وَعُمَرُ بْنُ مُسْلِمٍ، إِلَى زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ، فَلَمَّا جَلَسْنَا إِلَيْهِ قَالَ لَهُ حُصَيْنٌ: "لَقَدْ لَقِيتَ، يَا زَيْدُ! خَيْرًا كَثِيرًا۔ رَأَيْتَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَسَمِعْتَ حَدِيثَهُ، وَغَزَوْتَ مَعَهُ، وَصَلَّيْتَ خَلْفَهُ. لَقَدْ لَقِيتَ، يَا زَيْدُ! خَيْرًا كَثِيرًا. حَدِّثْنَا يَا زَيْدُ! مَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ". قَالَ: "يَا ابْنَ أَخِي! وَاللهِ! لَقَدْ كَبِرَتْ سِنِّي، وَقَدُمَ عَهْدِي، وَنَسِيتُ بَعْضَ الَّذِي كُنْتُ أَعِي مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَا حَدَّثْتُكُمْ فَاقْبَلُوا، وَمَا لَا، فَلَا تُكَلِّفُونِيهِ". ثُمَّ قَالَ: "قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فِينَا خَطِيبًا، بِمَاءٍ يُدْعَى خُمًّا بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ، فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، وَوَعَظَ وَذَكَّرَ". ثُمَّ قَالَ: "أَمَّا بَعْدُ! أَلَا! أَيُّهَا النَّاسُ! فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ يُوشِكُ أَنْ يَأْتِيَ رَسُولُ رَبِّي فَأُجِيبَ، وَأَنَا تَارِكٌ فِيكُمْ ثَقَلَيْنِ: أَوَّلُهُمَا كِتَابُ اللهِ فِيهِ الْهُدَى وَالنُّورُ، فَخُذُوا بِكِتَابِ اللهِ، وَاسْتَمْسِكُوا بِهِ". فَحَثَّ عَلَى كِتَابِ اللهِ وَرَغَّبَ فِيهِ، ثُمَّ قَالَ: "وَأَهْلُ بَيْتِي أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي، أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي، أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي". فَقَالَ لَهُ حُصَيْنٌ: "وَمَنْ أَهْلُ بَيْتِهِ؟ يَا زَيْدُ! أَلَيْسَ نِسَاؤُهُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ؟". قَالَ: "نِسَاؤُهُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ، وَلَكِنْ أَهْلُ بَيْتِهِ مَنْ حُرِمَ الصَّدَقَةَ

بَعْدَهُ". قَالَ: "وَمَنْ هُمْ؟". قَالَ: "هُمْ آلُ عَلِيٍّ، وَآلُ عَقِيلٍ، وَآلُ جَعْفَرٍ، وَآلُ عَبَّاسٍ". قَالَ: "كُلُّ هٰؤُلَاءِ حُرِمَ الصَّدَقَةَ؟". قَالَ: "نَعَمْ".

(مسلم رقم 36 - 2408؛ مسند احمد رقم 19265؛ مصنف ابن ابی شیبہ رقم 514 مسند عبد بن حمید رقم 265؛ سنن دارمی رقم 3359؛ مسند بزار رقم 4336؛ سنن کبریٰ نسائی رقم 8119؛ صحیح ابن خزیمہ رقم 2357؛ مستخرج ابی عوانہ رقم 10677 (الجامعۃ الاسلامیہ)؛ معجم کبیر طبرانی رقم 5026؛ شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة رقم 88؛ الاعتقاد والهداية إلى سبيل الرشاد بيهقي، ص ۳۲۵؛ سنن کبریٰ بیہقی رقم 2857، 13238؛ شرح السنۃ بغوی رقم 3913؛ معجم ابن عساکر رقم 68)

ترجمہ: حضرت یزید بن حیان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں، حضرت حصین بن سبرہ رحمۃ اللہ علیہ اور عمر بن مسلم رحمۃ اللہ علیہ، تین لوگ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ جب ہم لوگ اُن کے پاس بیٹھ گئے تو حضرت حصین رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے کہا: ''اے زید! آپ رضی اللہ عنہ نے خیر کثیر حاصل کی ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آپ رضی اللہ عنہ نے دیدار کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے احادیث سنی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہو کر جہاد کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں۔ اے زید! آپ رضی اللہ عنہ نے خیر کثیر پائی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو آپ رضی اللہ عنہ نے سنا ہے، وہ ہم کو بیان فرما دیں''۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ جواب میں کہنے لگے: ''اللہ تعالیٰ کی قسم! اے بھتیجے! میری عمر بڑی ہو گئی ہے اور بعض چیزیں جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجھے یاد تھیں، وہ اب بھول گیا ہوں۔ لہٰذا جو کچھ میں تم کو بیان کروں، اس کو قبول کر لو اور جو بیان نہ کر سکوں، اس کی مجھے تکلیف مت دو''۔ پھر اس کے بعد حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن مکہ اور مدینہ کے درمیان خم کے چشمہ پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک خطبہ دیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''سب تعریفیں اور ثنائیں اللہ تعالیٰ کی ہیں''۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وعظ فرمایا اور نصیحت کی۔ پھر اس کے بعد فرمایا: ''سنو! اے لوگو! میں بھی انسان ہوں۔ عنقریب میرے پاس میرے ربّ کا قاصد (فرشتۂ موت) آجائے، تو میں اس کی دعوت قبول کر لوں۔ میں تم میں دو بھاری (قیمتی) چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور نور ہے۔ تو تم قرآن مجید کو

لازم پکڑ واور اس کو خوب تھامو"۔ پھر اللہ تعالیٰ کی کتاب پر خوب ابھارا اور شوق دلایا۔ پھر فرمایا: "اور میرے گھر والے۔ میں تم کو اپنے گھر والوں کے بارے میں نصیحت کرتا ہوں۔ میں تم کو اپنے گھر والوں کے بارے میں نصیحت کرتا ہوں۔ میں تم کو اپنے گھر والوں کے بارے میں نصیحت کرتا ہوں"۔ (تین دفعہ ارشاد فرمایا)

حضرت حصین علیہ الرحمۃ نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے پوچھا: "اے زید! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کون ہیں؟ کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن اہل بیت میں سے نہیں ہیں؟"۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن بھی اہل بیت میں سے ہیں، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت وہ ہیں جن پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد صدقہ حرام ہے"۔ حضرت حصین علیہ الرحمۃ نے پوچھا: "وہ کون ہیں؟"۔ تو حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد، حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کی اولاد، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی اولاد اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد"۔ حضرت حصین علیہ الرحمۃ نے پوچھا: "کیا ان سب پر صدقہ حرام ہے؟"۔ تو حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ہاں"۔

حدیث 16:۔ أَخْبَرَنَا أَبُو يَعْلَى، قَالَ: حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ الْبَزَّارُ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ ثَعْلَبَةَ بْنِ عَبَّادٍ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ.... فَسَلَّمَ وَانْصَرَفَ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، وَشَهِدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّهُ عَبْدُ اللهِ وَرَسُولُهُ. ثُمَّ قَالَ: "يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، رَسُولٌ. أُذَكِّرُكُمْ بِاللهِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ أَنِّي قَصَّرْتُ عَنْ شَيْءٍ بِتَبْلِيغِ رِسَالَاتِ رَبِّي لَمَا أَخْبَرْتُمُونِي". فَقَالَ النَّاسُ: "نَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ رِسَالَاتِ رَبِّكَ، وَنَصَحْتَ لِأُمَّتِكَ، وَقَضَيْتَ الَّذِي عَلَيْكَ". الحديث

(صحيح ابن حبان، رقم 2856؛ خلق أفعال العباد ص ۱۲؛ مسند احمد رقم 20178؛ ابن خزیمہ رقم 1397؛ معجم کبیر طبرانی رقم 6797، 6798، 6799؛ جمع الجوامع رقم 26878/251)

ترجمہ: پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (صلوٰۃِ کسوف کی) کی نماز مکمل کر کے سلام پھیرا، اور خطبۂ کسوف پڑھا۔ پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی، اور گواہی دی کہ اللہ

کے سوا کوئی معبود نہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اے لوگو! پختہ بات ہے کہ میں تو بشر اور رسول ہوں، میں تمہیں اللہ کی یاد دھانی کراتا ہوں۔ اگر تم جانتے ہو کہ میں نے اپنے رب کے پیغامات پہنچانے میں کمی اور کوتاہی کی ہے، جو مجھے آپ لوگوں تک پہنچانے تھے (تو مجھے بتلا دو)''۔ لوگوں نے عرض کیا: ''ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کے تمام احکامات کو کامل طور پر پہنچا دیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو نصیحت کا حق ادا کر دیا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ جو فریضہ تھا، اس کو پورا ادا کر دیا ہے''۔

3 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بشر ہونے کا عقیدہ

حدیث 17: ـحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ الْأَخْنَسِ، أَخْبَرَنَا الْوَلِيدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَنْ يُوسُفَ بْنِ مَاهَكَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: كُنْتُ أَكْتُبُ كُلَّ شَيْءٍ أَسْمَعُهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرِيدُ حِفْظَهُ، فَنَهَتْنِي قُرَيْشٌ، فَقَالُوا: "إِنَّكَ تَكْتُبُ كُلَّ شَيْءٍ تَسْمَعُهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَشَرٌ يَتَكَلَّمُ فِي الْغَضَبِ وَالرِّضَا". فَأَمْسَكْتُ عَنِ الْكِتَابِ، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ: "اُكْتُبْ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ مَا خَرَجَ مِنِّي إِلَّا حَقٌّ".

(صحیح: مسند أحمد رقم 7020،7018،6930،6802،6510؛ ابوداؤد رقم 3646؛ سنن الدارمی رقم 501؛ مصنف ابن ابی شیبہ رقم 26428؛ مستدرک حاکم رقم 359؛ جامع بیان العلم وفضلہ رقم 389؛ الْمُعْجَمُ الكَبِير للطبرانی المُجَلَّدان الثَّالِثَ عَشَرَ والرابع عشر، رقم 14264؛ المدخل إلى السنن الكبرى، بیہقی، رقم 755؛ الخطیب فی "تقیید العلم" ص 80؛ المزی فی "تہذیب الکمال" 31/38-39؛ صَحِيحُ الْجَامِعِ: 1196؛ الصَّحِيحَة: 1532)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ایک حدیث (فرمان) لکھتا تھا۔ مجھے دوسرے صحابہ (قریش) رضی اللہ عنہم نے مشورہ دیا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات نہ لکھا کروں۔ انھوں نے فرمایا: ''کیا آپ ہر چیز جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتے ہیں لکھ لیتے ہیں حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں، جو کبھی غصے میں ہوتے ہیں، کبھی خوشی میں (ایسے مواقع کی بات کس طرح سند بنائی جا سکتی ہے؟)''۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اس پر میں لکھنے سے رک گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلی سے اپنے دہن مبارک کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: ''ہر بات لکھا کرو، اس لیے کہ یہاں سے (جذبات بھی ہوں) حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا''۔

□ اس سے پتہ چلا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بشر ہونے پر سب صحابہ رضی اللہ عنہم متفق تھے۔ ہاں! ان کا یہ سمجھنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جذبات میں ایسی بات بھی نکل سکتی ہے، جو درست نہ ہو۔ اس کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اصلاح فرما دی، اور فرمایا: ''میرے منہ سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا''۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں ان کے اقرار بشریت سے انکار نہ فرمایا۔

حدیث 18: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ خَالِدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا لَيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: سُئِلْتُ مَا كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْمَلُ فِي بَيْتِهِ؟". قَالَتْ: "كَانَ بَشَرًا مِنَ الْبَشَرِ يَفْلِي ثَوْبَهُ، وَيَحْلُبُ شَاتَهُ، وَيَخْدُمُ نَفْسَهُ".

(صحیح: مسند أحمد، رقم 26194، 26239؛ الادب المفرد رقم 541؛ مسند ابی یعلی رقم 4873؛ مسند الشامیین طبرانی رقم 2078؛ شرح السنۃ بغوی رقم 3676؛ کتاب الفوائد (الغیلانیات)، لأبی بکر الشافعی، رقم 1046؛ الشمائل المحمدیۃ، للترمذی، رقم 343؛ مشکوۃ رقم 5822؛ ابن حبان رقم 5675، أبو نعیم فی "الحلیۃ" 8/331؛ أبو الشیخ فی "أخلاق النبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" ص 62؛ الصحیحۃ: رقم 671، مختصر الشمائل رقم 293)

ترجمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: مجھ سے سوال کیا گیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر

میں کیا عمل کرتے تھے؟"۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسانوں میں سے ایک انسان تھے، اپنے کپڑے سی لیتے تھے، اپنی بکری کا دودھ دھو لیتے تھے، اپنے کام خود کرتے تھے"۔

حدیث 19:۔ فَقَامَ الْعَبَّاسُ فَقَالَ: "إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَاتَ، وَإِنَّهُ لَبَشَرٌ وَإِنَّهُ يَأْسُنُ كَمَا يَأْسُنُ الْبَشَرُ، أَيْ قَوْمِ فَادْفِنُوا صَاحِبَكُمْ".

(رجاله ثقات غير أنه مرسل: سنن الدارمی، ج۱ ص۲۲۱ رقم 84؛ إتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة، البوصيری، ج۶ ص۴۸۳ رقم 6858؛ جمع الجوامع رقم 2/2264؛ القطوف الدانية فيما انفرد به الدارمی عن الثمانية رقم؛ الطبقات الكبری، لابن سعد ج۲ ص۲۰۴)

ترجمہ (جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفات پا گئے) پھر حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ خطبہ دینے کھڑے ہوئے، اور فرمانے لگے: "بلاشبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفات پا گئے ہیں، کیونکہ یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشر تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی عمر رسیدہ ہو گئے تھے، جیسا کہ دوسرے بشر بوڑھے ہوتے ہیں۔ اے قوم! پس اپنے ساتھی کو دفن کرو"۔

4 حضرت قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

قَدْ قَدَّمْنَا أَنَّه صَلَّى الله عَلَيْه وَسَلَّم وَسَائِر الْأَنْبِيَاء وَالرُّسُل مِن البشر وَأَنّ جسمه وظاهره خالص للبشر يجوز عليه من الآفات والتغييرات والآلام والأسقام وتجرع كأس الحمام مَا يجوز عَلَى البشر وَهٰذَا كله لَيْس بنقيصة فِيه.

(الشفا بتعريف حقوق المصطفى، القاضی عياض، ج۲ ص۱۷۸)

ترجمہ بلاشبہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور باقی تمام حضرات انبیاء علیہم السلام اور رسل علیہم السلام بشر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم مبارک اور ظاہر خالص بشری تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وہ سب کچھ جائز ہے جو اور انسانوں پر طاری ہو سکتا ہے۔ مثلاً تکالیف،

مصائب، آلام، بیماریاں اور موت کا پیالہ پینا وغیرہ۔ اوران سب امور کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کوئی کمی اور نقص نہیں آتا۔

5 حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

1 ''جب انبیاء علیہم السلام کے سردار بھی کہتے ہیں کہ مجھے بھی غصہ آتا ہے جیسے کسی اور بشر کو غصہ آئے۔ پھر اولیاء کرام رحمہم اللہ کی بات کیا ہے۔ اسی طرح یہ بزرگوار کھانے پینے، اہل وعیال کے ساتھ رہنے اور ان سے موانست میں تمام لوگوں کے ساتھ شریک ہیں۔ یہ مختلف قسم کے تعلقات جو لوازم بشریت میں سے ہیں، خواص وعوام میں کسی سے منفی نہیں ہوتے۔ حق تعالیٰ انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں فرماتا ہے:

آیت 11:۔ وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ○ (الانبیاء:۸)

ترجمہ اُن رسولوں کو ہم نے کوئی ایسا جسم نہیں دیا تھا کہ وہ کھاتے نہ ہوں، اور نہ وہ سدا (ہمیشہ) جینے والے تھے۔

اور ظاہر بین کفار کہتے تھے:

آیت 12:۔ وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ۭ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ○ (الفرقان:۷)

ترجمہ کہتے ہیں: ''یہ کیسا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے؟ کیوں نہ اس کے پاس کوئی فرشتہ بھیجا گیا جو اس کے ساتھ رہتا اور وہ (نہ ماننے والوں کو) دھمکاتا؟''۔

آیت 13:۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ۭ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ۭ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ○ (الفرقان:۲۰)

ترجمہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جو رسول بھی ہم نے بھیجے تھے وہ سب بھی

کھانا کھانے والے اور بازاروں میں چلنے پھرنے والے لوگ ہی تھے۔ دراصل ہم نے تم لوگوں کو ایک دوسرے کے لیے آزمائش کا ذریعہ بنادیا ہے۔ کیا تم صبر کرتے ہو؟ تمہارا رب سب کچھ دیکھتا ہے۔

(المبدأ والمعاد، ص۲٦. المؤلف: أحمد بن عبد الأحد بن زين العابدين، العمري الفاروقي نسبا، السَّرْهِنْدِي مولدا ووطنا، الحنفي مذهبا رحمه الله (المتوفى: ١٠٣٤هـ)

6 بشریت کا اقرار صحت ایمان کیلئے شرط ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت قرآن کریم کی نص قطعی اور احادیث صحیحہ صریحہ سے ثابت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماعی موقف کے مطابق ہے۔ تو یہ اعتقاد رکھنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نوع بشر میں سے تھے صحت ایمان کیلئے کیوں شرط نہ ہوگا؟۔ یہی سوال حضرت الشیخ ولی الدین عراقی رحمۃ اللہ علیہ سے ان الفاظ میں پوچھا گیا:

وقد سئل الشيخ ولى الدين العراقي هل العلم بكونه صلّى الله عليه وسلم بشرا ومن العرب شرط في صحة الإيمان أو من فروض الكفاية؟ فأجاب بأنه شرط في صحة الإيمان، ثم قال: فلو قال شخص: أو من برسالة محمد صلى الله تعالى عليه وسلم إلى جميع الخلق لكن لا أدري هل هو من البشر أو من الملائكة أو من الجن، أولا أدري هل هو من العرب أو العجم؟ فلا شك في كفره لتكذيبه القرآن وجحده ما تلقته قرون الإسلام خلفا عن سلفه وصار معلوما بالضرورة عند الخاص والعام- ولا أعلم في ذلك خلافا- فلو كان غبيا لا يعرف ذلك وجب تعليمه إياه فإن جحده بعد ذلك حكمنا بكفره انتهى.

(روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني ج٢ص٣٢٥؛ المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، ج٢ص٥٣٣)

فإن قلت: هل العلم بكونه صلى الله عليه وسلم بشرًا، ومن العرب شرط في صحة الإيمان، وهو من فروض الكفاية، على الأبوين مثلًا، فإذا

علم أحدهما ولذة التمييز ذلك سقط طلبه عن الآخر.

أجاب الشيخ ولي الدين أحمد بن عبد الرحيم "العراقي"، الحافظ، ابن الحافظ: "أنه شرط في صحة الإيمان، قال: فلو قال شخص أؤمن برسالة محمد صلى الله عليه وسلم إلى جميع الخلق، ولكن لا أدري هل هو من البشر، أو من الملائكة، أو من الجن أو لا أدري، أو هو من العرب، أو العجم، فلا شك في كفره لتكذيبه القرآن لقوله تعالى: "هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ" [الجمعة: 2]، وقال تعالى: "وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ" [هود: 31]، وجحده ما تلقته قرون الإسلام خلفًا عن سلف، وصار معلومًا بالضرورة عند الخاص والعام، ولا أعلم في ذلك خلافًا، فلو كان غبيًا "بمعجمة فموحدة" جاهلًا قليل الفطنة، لا يعرف ذلك وجب تعليمه إياه، فإن جحده أي: المعلوم بالضرورة بعد ذلك حكمنا بكفره؛ لأن إنكاره كفر، أما إنكاره أليس ضروريًا، فليس كفرًا، ولو جحده بعد التعليم على ما اقتضاه شراح البهجة لشيخ الإسلام زكريا. انتهى جواب الولي.

(شرح العلامة الزرقاني على المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، ج۸ ص۳۵۵، ۳۵۶)

ترجمہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر یہ جواب تحریر فرمایا: "یہ صحت ایمان کے لیے شرط ہے کہ اگر کوئی شخص کہے کہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لاتا ہوں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب لوگوں کی طرف مبعوث ہوئے لیکن میں نہیں جانتا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نوع بشر میں سے تھے، یا فرشتوں میں سے یا جنات میں سے، یا یہ کہے کہ میں نہیں جانتا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرب تھے، یا عجم میں سے تھے، تو ایسے شخص کے کفر میں کوئی شک نہیں۔ وہ شخص تکذیب قرآن کا مرتکب ہے اور اسلام جو بات خلف عن السلف کہتا چلا آیا ہے اور جس چیز کا دین میں سے ہونا بالضرورت معلوم ہو چکا ہے۔ یہ شخص اسلام کا منکر ہے"۔

7 نور کی اقسام

نور کی دو قسمیں ہیں (۱) نورِ حسی (۲) نورِ معنوی: نورِ ہدایت

نورِ حسی ایسے نور اور روشنی کو کہتے ہیں کہ جن کے وجود کے موجود ہونے کا علم حواس خمسہ ظاہرہ سے ہو، جیسے ٹیوب لائٹ کی روشنی۔ اگر حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ذات کے اعتبار سے نور مانا جائے، تو کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نورِ حسی ہیں؟!!

نورِ معنوی یا نورِ ہدایت

ایسے نور کو کہتے ہیں جو ہدایت کے اعتبار سے نور ہوں، جیسے علم کو نور کہا جاتا ہے اور علم نورِ معنوی ہے۔ علم آنکھوں سے نظر نہیں آتا۔ یہ تو فہم وفراست وبصیرت سے نظر آتا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نورِ معنوی یا نورِ ہدایت ہیں۔

8 اہل بدعت کی غلطی

اہل بدعت کا یہ کہنا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ظاہری طور پر بشر ہیں اور حقیقت میں نور ہیں''، یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس سے اگر تو حقیقت بشریت تبدیل ہو جاتی ہو، تب تو یہ درست ہے، لیکن اگر حقیقت بشر والی ہی ہو، تو پھر ظاہراً آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بشر بنانے کا کیا فائدہ ہوا؟

مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس چند نور (فرشتے) پیغامِ الٰہی لے کر آئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کی ظاہری بشریت دیکھ کر ان کو حقیقی بشر سمجھ کر ان کے لیے کھانا تیار کروایا۔ لیکن انہوں نے کھانا نہیں کھایا اور اپنے عمل سے بتادیا کہ ہم کھانا نہیں کھاتے۔ اس لیے کہ ہم حقیقت میں نور ہیں، ظاہراً بشر ہیں، جس سے حقیقت تبدیل نہیں ہوتی، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ظاہراً بھی بشر ہیں، حقیقتاً بھی بشر ہیں۔ لہٰذا اہل بدعت کا نظریہ درست نہیں ہے۔

لیکن اہل بدعت کا عقیدہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حقیقت میں نور ہیں، صرف لباس بشری ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے پیدا کیا ہے۔ یعنی یہ عقیدہ

قائم کر رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نور ذات ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مسعود اس ذات سے صادر ہوا ہے۔ نور اللہ کی صفت ذات ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی نور ذات ہیں۔ ان کی یہ دونوں باتیں درست نہیں۔ نہ نور اللہ تعالیٰ کی صفت ذات ہے اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نور ذات ہیں۔ نور اللہ کی صفت ذات نہیں، فعل ہے، اللہ کا نور اس کی ہدایت اور رحمت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی نور ہدایت ہیں اور اس ہدایت اور رحمت کے اٹھانے والے ہیں۔ رہی ذات دونوں کی، تو اللہ رب العزت کے بارے میں ہمارا عقیدہ ہے کہ اس کے ذات اور کنہ کو ہم معلوم نہیں سکتے۔ اس کی حقیقت ہمارے ادراک سے بالا ہے، جو ہم اسے پہچانتے ہیں صرف اس کی صفات سے پہچانتے ہیں اور اس پہچان کے بارے میں بھی برملا کہتے ہیں:

ماعرفناك حق معرفتك وما عبدناك حق عبادتك.

ترجمہ (اے اللہ!) ہم آپ کا صحیح حق معرفت ادا نہ کر سکے، اور نہ ہی آپ کی عبادت کا حق ادا کر سکے۔

ہمیں اس باب میں اپنی درماندگی اور عجز کا پورا اقرار ہے۔ کون ہے جو اس کی حقیقت کو پا سکے؟

ہاں! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کو ہم ذاتِ الٰہی کا جزو نہیں سمجھتے۔ جس طرح علماء حق نے اللہ کی ذات کے بارے میں صاف لفظوں میں کہا ہے:

''وہ فوق الادراک ہے۔ ہم اس کی کنہ کو نہیں پا سکتے''۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے متعلق انہوں نے نہایت واشگاف پیرائے میں کہا کہ وہ بشر ہیں اور انسان ہیں۔ رہا ان کا نور ہونا تو وہ نور ہدایت ہیں۔ نور ذات نہیں۔ ذات باپ بیٹے کی ایک ہوتی ہے۔

اہل السنت کے ہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہونا صرف اس معنی میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوسروں کو روشنی ملی۔ ظاہر ہے کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور ہدایت ہونے کا بیان ہے، نور ذات ہونے کا نہیں۔

بایں ہمہ شان نورِ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذات میں عالمِ امکان کی سرحد سے باہر نہیں، نہ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عالمِ امکان کے دونوں نقطے ابتداء اور انتہا جھوٹے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ممکن الوجود مانتے ہوئے ذاتاً بشر اور انسان ماننا ضروری ہے۔

حضرت مجدد الف الثانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

1 اے برادر! مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم با آن علوِشان بشر بود و بداغِ حدوث و امکان متسم۔ بشر از خالق البشر جَلَّ سُلْطَانُهٗ چہ دریابد، و ممکن از واجب تَعَالٰی شَانُهٗ چہ فرا گیرد، و حادث قدیم را جَلَّتْ عَظَمَتُهٗ چہ طور احاطہ نماید۔ لَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْماً نص قاطع است۔

(مکتوباتِ امام ربانی مجدد الف ثانی فارسی۔ المولف: حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۳۴ھ)۔ دفتر اوّل حصہ سوم مکتوب نمبر ۱۷۳ ص ۵۹ طبع رؤف اکیڈمی، لاہور)

ترجمہ اے بھائی! حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اس اونچی شان کے باوجود بشر تھے اور حادث ہونے (پیدا ہونے) اور ممکن الوجود ہونے کا نشان آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں قائم تھا۔ بشر خالقِ بشر کا مقام کیا پا سکتا ہے؟!! اور ممکن الوجود واجب الوجود کا درجہ کیا لے سکتا ہے؟ اور حادث قدیم کا، جس کی عظمت بہت اونچی ہے، کیسے احاطہ کر سکتا ہے؟

آیت 14:۔ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا ۝ (طٰہٰ:۱۱۰)

ترجمہ اور دوسروں کو اس کا پورا علم نہیں ہے۔

اس بارے میں نصِ قطعی ہے۔

پھر ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

2 نمی بینی کہ انبیاء علیہم السلام با عامہ در نفسِ انسانیت برابر اند، و در حقیقت و ذات ہمہ متحد تفاضل باعتبارِ صفات کاملہ آمدہ است۔

(مکتوباتِ امام ربانی مجدد الف ثانی فارسی۔ المولف: حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۳۴ھ)۔ دفتر اوّل حصہ چہارم مکتوب نمبر ۲۶۶ ص ۱۲۸ طبع رؤف اکیڈمی، لاہور)

ترجمہ تو نہیں دیکھتا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام عام انسان کے ساتھ نفس انسانیت میں برابر ہیں۔ حقیقت بشری اور ذاتِ انسانی پر سب بنی نوعِ انسان کے ساتھ وہ متحد اور ایک

ہیں۔ ان کی باقی بنی نوع انسان سے خصلت ان کی صفات کاملہ کی بنا پر ہے۔ (نہ یہ کہ وہ انسان ہی نہ ہوں)۔

3 اَمّا در نبوت و رسالت درجہ ایست مر نبی را کہ مَلَک بآن نرسیدہ است، وآن درجہ از راہِ عُنصرِ خاک آمدہ است کہ مخصوص بہ بشر است۔

(مکتوباتِ امام ربانی مجدد الف ثانی فارسی۔ المولف: حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۳۴ھ)۔ دفتر اوّل حصہ چہارم مکتوب نمبر ۲۶۶ ص ۱۲۸ طبع رؤف اکیڈمی، لاہور)

ترجمہ بہر حال نبوت اور رسالت میں نبی کے لیے ایک ایسا درجہ ہے جس تک فرشتہ نہیں پہنچ سکتا، اور وہ درجہ اصل میں مٹی سے حاصل ہوتا ہے، جو بشر کے ساتھ مخصوص ہے۔

تنبیہ بریلویوں کا عقیدہ ہے: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نور تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت دوسرے انسانوں کی بشریت سے مختلف ہے۔

(انسائیکلو پیڈیا آف اسلام: ج ۴ ص ۴۸۶)

9 حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ ہونے کا ثبوت

احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ تھا۔

حدیث 20:۔ أَنَا أَبُو طَاهِرٍ، نَا أَبُو بَكْرٍ، نَا بَحْرُ بْنُ نَصْرِ بْنِ سَابِقٍ الْخَوْلَانِيُّ نَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ عِيسَى بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: صَلَّيْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الصُّبْحِ، قَالَ: فَبَيْنَمَا هُوَ فِي الصَّلَاةِ مَدَّ يَدَهُ ثُمَّ أَخَّرَهَا، فَلَمَّا فَرَغَ مِنَ الصَّلَاةِ، قُلْنَا: "يَا رَسُولَ اللهِ! صَنَعْتَ فِي صَلَاتِكَ هٰذِهِ مَا لَمْ تَصْنَعْ فِي صَلَاةٍ قَبْلَهَا؟"۔ قَالَ: "إِنِّي رَأَيْتُ الْجَنَّةَ قَدْ عُرِضَتْ عَلَيَّ وَرَأَيْتُ فِيهَا دَالِيَةً، قُطُوفُهَا دَانِيَةٌ، حَبُّهَا كَالدُّبَّاءِ، فَأَرَدْتُ أَنْ أَتَنَاوَلَ مِنْهَا، فَأُوحِيَ إِلَيْهَا أَنِ اسْتَأْخِرِي، فَاسْتَأْخَرَتْ، ثُمَّ عُرِضَتْ عَلَيَّ النَّارُ، بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ حَتّٰى رَأَيْتُ ظِلِّي وَظِلَّكُمْ، فَأَوْمَأْتُ إِلَيْكُمْ أَنِ اسْتَأْخِرُوا، فَأُوحِيَ إِلَيَّ أَنْ

أَقِرَّهُمْ فَإِنَّكَ أَسْلَمْتَ [وَ] أَسْلَمُوا، وَهَاجَرْتَ وَهَاجَرُوا، وَجَاهَدْتَ وَجَاهَدُوا، فَلَمْ أَرَ لِي عَلَيْكُمْ فَضْلًا إِلَّا بِالنُّبُوَّةِ".

(صحیح: صحیح ابن خزیمۃ، ج۱ ص۴۸۳ رقم 892؛ مستخرج ابی عوانۃ ج۱۸ ص۱۴۵ رقم 10196 (الجامعۃ الإسلامیۃ)؛ شرح مشکل الآثار، ج۱۴ ص۴۶۶، ۴۶۷ رقم 5762؛ الشریعۃ، الآجُرِّیُّ، ج۳ ص۱۳۶۹، ۱۳۷۰ رقم 940؛ مسند الشامیین، ج۳ ص۲۰۳، ۲۰۴ رقم 2087؛ قال الحاکم: هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ، وَلَمْ يُخْرِجَاهُ، ووافقہ الذہبی: المستدرک علی الصحیحین، ج۴ ص۵۰۳ رقم 8408؛ الأحادیث المختارۃ ج۶ ص۱۳۸ رقم 2136)

ترجمہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھا رہے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا، پھر پیچھے ہٹالیا۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے، تو ہم نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس نماز میں ایسا کام کرتے دیکھا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پہلے کبھی نہیں کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میں نے جنت کو دیکھا جس کو میرے اوپر پیش کیا گیا۔ تو میں نے اس میں اونچے درخت دیکھے، جن کے گچھے نیچے کو جھکے ہوئے تھے، جن کے دانے کا حجم کدو کے برابر تھا۔ تو میں نے ارادہ کیا کہ ان میں سے کچھ لے لوں۔ پس میری طرف وحی آئی: "پیچھے ہٹ جاؤ"۔ سو میں پیچھے ہٹ گیا۔ مجھ پر دوزخ پیش کی گئی جو میرے اور تمہارے درمیان تھی، یہاں تک کہ اس کی آگ کی روشنی میں مَیں نے اپنا اور تمہارا سایہ دیکھا۔ پس میں نے اشارہ کیا کہ پیچھے ہٹ جاؤ۔ پھر میری طرف وحی آئی کہ ان کو ان کی جگہ پر ٹکا رہنے دو، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام قبول کیا، انھوں نے بھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کی، انھوں نے بھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاد کیا، انھوں نے بھی۔ پس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان پر سوائے نبوت کے اور کوئی فضیلت نہیں دیکھتا"۔

حدیث 21: حَدَّثَنَا عَفَّانُ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، قَالَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ، عَنْ سُمَيَّةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي سَفَرٍ لَهُ، فَاعْتَلَّ بَعِيرٌ

لِصَفِيَّةَ، وَفِي إِبِلِ زَيْنَبَ فَضْلٌ، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ بَعِيرًا لِصَفِيَّةَ اعْتَلَّ، فَلَوْ أَعْطَيْتِهَا بَعِيرًا مِنْ إِبِلِكِ". فَقَالَتْ: "أَنَا أُعْطِي تِلْكَ الْيَهُودِيَّةَ". قَالَ: فَتَرَكَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَا الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمَ شَهْرَيْنِ، أَوْ ثَلَاثَةً، لَا يَأْتِيهَا، قَالَتْ: حَتَّى يَئِسْتُ مِنْهُ، وَحَوَّلْتُ سَرِيرِي، قَالَتْ: فَبَيْنَمَا أَنَا يَوْمًا بِنِصْفِ النَّهَارِ، إِذَا أَنَا بِظِلِّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُقْبِلٌ،

(حسن: مسند أحمد، رقم 25002، 25122، 26250، 26867؛ معجم اوسط رقم 2609؛ ابوداؤد رقم 4602؛ ابن راهويه رقم 1408؛ الطبراني في "الكبير" 24/ (رقم 188)؛ ابن سعد في "الطبقات" 8/126۔127؛ الألباني حسنه لغيره في صحيح الترغيب والترهيب: 2835؛ قُلْتُ: رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِاخْتِصَارٍ، رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْأَوْسَطِ، وَفِيهِ سُمَيَّةُ رَوَى لَهَا أَبُو دَاوُدَ وَغَيْرُهُ، وَلَمْ يَجْرَحْهَا أَحَدٌ، وَبَقِيَّةُ رِجَالِهِ ثِقَاتٌ: مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ج ۴ ص ۳۲۲، ۳۲۳ رقم 7695)

ترجمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے۔ اس سفر میں بعض دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ بیمار ہو گیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس اپنی ضرورت سے زائد اونٹ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ بیمار ہے۔ اے زینب! اگر تو اسے اپنا فالتو اونٹ دے دے، تو بہتر ہوگا''۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا: ''کیا میں اس یہودیہ کو اونٹ دے دوں؟''۔ ان کے اس نازیبا جواب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالحجہ، محرم، دو یا تین ماہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس جانا ہی ترک کر دیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ناامید ہو گئی۔ میں نے اپنی چارپائی وہاں سے ہٹا دی۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں اسی حالت میں تھی کہ اچانک ایک دن دوپہر کے وقت میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ دیکھا، جو میری طرف آ رہا تھا۔

حدیث 22: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ ثَابِتٍ،

قَالَ: حَدَّثَتْنِي شُمَيْسَةُ أَوْ سُمَيَّةُ. قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ: هُوَ فِي كِتَابِي سُمَيَّةُ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَجَّ بِنِسَائِهِ. فَلَمَّا كَانَ فِي بَعْضِ الطَّرِيقِ، نَزَلَ رَجُلٌ، فَسَاقَ بِهِنَّ، فَأَسْرَعَ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "كَذَاكَ سَوْقُكَ بِالْقَوَارِيرِ" يَعْنِي النِّسَاءَ. فَبَيْنَا هُمْ يَسِيرُونَ، بَرَكَ بِصَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ جَمَلُهَا، وَكَانَتْ مِنْ أَحْسَنِهِنَّ ظَهْرًا، فَبَكَتْ. وَجَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ أُخْبِرَ بِذٰلِكَ. فَجَعَلَ يَمْسَحُ دُمُوعَهَا بِيَدِهِ، وَجَعَلَتْ تَزْدَادُ بُكَاءً وَهُوَ يَنْهَاهَا. فَلَمَّا أَكْثَرَتْ، زَبَرَهَا وَانْتَهَرَهَا وَأَمَرَ النَّاسَ بِالنُّزُولِ، فَنَزَلُوا، وَلَمْ يَكُنْ يُرِيدُ أَنْ يَنْزِلَ. قَالَتْ: فَنَزَلُوا، وَكَانَ يَوْمِي. فَلَمَّا نَزَلُوا، ضُرِبَ خِبَاءُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَدَخَلَ فِيهِ. قَالَتْ: "فَلَمْ أَدْرِ عَلَامَ أُهْجَمُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ وَخَشِيتُ أَنْ يَكُونَ فِي نَفْسِهِ شَيْءٌ". فَانْطَلَقْتُ إِلَى عَائِشَةَ، فَقُلْتُ لَهَا: "تَعْلَمِينَ، أَنِّي لَمْ أَكُنْ أَبِيعُ يَوْمِي مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَيْءٍ أَبَدًا، وَإِنِّي قَدْ وَهَبْتُ يَوْمِي لَكِ عَلَى أَنْ تُرْضِيَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِّي". قَالَتْ: "نَعَمْ". قَالَ: فَأَخَذَتْ عَائِشَةُ خِمَارًا لَهَا قَدْ ثَرَدَتْهُ بِزَعْفَرَانٍ، فَرَشَّتْهُ بِالْمَاءِ لِيُذَكِّيَ رِيحَهُ، ثُمَّ لَبِسَتْ ثِيَابَهَا، ثُمَّ انْطَلَقَتْ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَرَفَعَتْ طَرَفَ الْخِبَاءِ. فَقَالَ لَهَا: "مَا لَكِ يَا عَائِشَةُ!؟ إِنَّ هٰذَا لَيْسَ بِيَوْمِكِ". قَالَتْ: "ذٰلِكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ". فَقَالَ مَعَ أَهْلِهِ. فَلَمَّا كَانَ عِنْدَ الرَّوَاحِ، قَالَ لِزَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ: "يَا زَيْنَبُ! أَفْقِرِي أُخْتَكِ صَفِيَّةَ جَمَلًا". وَكَانَتْ مِنْ أَكْثَرِهِنَّ ظَهْرًا. فَقَالَتْ: "أَنَا أُفْقِرُ يَهُودِيَّتَكَ". فَغَضِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ سَمِعَ ذٰلِكَ مِنْهَا، فَهَجَرَهَا، فَلَمْ يُكَلِّمْهَا حَتَّى قَدِمَ مَكَّةَ وَأَيَّامَ مِنًى فِي سَفَرِهِ، حَتَّى رَجَعَ إِلَى الْمَدِينَةِ، وَالْمُحَرَّمَ وَصَفَرَ، فَلَمْ يَأْتِهَا، وَلَمْ يَقْسِمْ لَهَا، وَيَئِسَتْ مِنْهُ. فَلَمَّا كَانَ شَهْرُ رَبِيعٍ الْأَوَّلِ، دَخَلَ عَلَيْهَا، فَرَأَتْ ظِلَّهُ. فَقَالَتْ: "إِنَّ هٰذَا لَظِلُّ رَجُلٍ،

وَمَا يَدْخُلُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَنْ هٰذَا؟". فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَلَمَّا رَأَتْهُ قَالَتْ: "يَارَسُولَ اللهِ! مَا أَدْرِي مَا أَصْنَعُ حِينَ دَخَلْتَ عَلَيَّ؟". قَالَتْ: وَكَانَتْ لَهَا جَارِيَةٌ، وَكَانَتْ تَخْبَؤُهَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَتْ: "فُلَانَةُ لَكَ". فَمَشَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى سَرِيرِ زَيْنَبَ، وَكَانَ قَدْ رُفِعَ، فَوَضَعَهُ بِيَدِهِ. ثُمَّ أَصَابَ أَهْلَهُ، وَرَضِيَ عَنْهُمْ.

(حسن: مسند أحمد، رقم 26866؛ ابن الأثير في "أسد الغابة" في ترجمة صفية بنت حيي؛ رَوَاهُ أَحْمَدُ، وَفِيهِ سُمَيَّةُ رَوَى لَهَا أَبُو دَاوُدَ وَغَيْرُهُ وَلَمْ يُضَعِّفْهَا أَحَدٌ وَبَقِيَّةُ رِجَالِهِ ثِقَاتٌ: مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ج ۴ ص ۳۲۱ رقم 7691)

ترجمہ حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ حج کے سفر میں تھے۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سفر میں جا رہے تھے۔ تو ایک شخص آیا تو وہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے اونٹوں کو تیز تیز چلانے لگا۔ اس کی اس تیزی کو دیکھ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس طرح تیز تیز چلانا شیشوں (خواتین) کو توڑ نہ دے (اونٹوں کا چلانا تیرے لیے کافی ہے۔ ان کو بہت تیز چلانا مناسب نہیں ہے)۔ پس اسی طرح سب لوگ قافلہ میں جا رہے تھے۔ حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کا اونٹ راستہ میں بیٹھ گیا حالانکہ ان کی سواری بہت ہی عمدہ تھی۔ (وہ سب سے پیچھے رہ گئی)۔ اس طرح حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا رونے لگی۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھوں سے میرے آنسو پونچھنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آنسو پونچھتے جاتے تھے اور میں بے اختیار روتی جاتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے رونے سے بار بار روک رہے تھے۔ پھر جب میرا رونا بند نہ ہوا تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ذرا سختی سے روکا اور ڈانٹ پلائی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو قیام کرنے کا حکم دیا، حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ قیام کا بالکل نہیں تھا۔ پس لوگوں نے وہاں قیام کیا۔ حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: پھر جب لوگوں نے وہاں قیام کیا۔ یہ حضور

اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں میری باری کا دن تھا۔ پھر جب لوگوں نے اپنے اپنے قیام گاہ کے لیے جگہ کو منتخب کر لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے خیمہ لگا دیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آرام کے لیے اس میں داخل ہو گئے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''میں نہیں جانتی تھی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کس منہ سے جاؤں۔ میں ڈر رہی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں میرے بارے میں کوئی بات نہ ہو''۔ لہٰذا میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی، پھر میں نے ان سے کہا: ''آپ رضی اللہ عنہا اس بات کو جانتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں اپنی باری کے دن کو کسی قیمت دینا پسند نہیں کرتی، لیکن میں اپنی باری کے دن کو آپ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کرتی ہوں اس شرط پر کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مجھ سے راضی کرا دیں''۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''ہاں، مجھے منظور ہے''۔ پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنا دوپٹہ لیا، پھر اس کو زعفران کے ساتھ رنگ لیا، پھر اس کے اوپر پانی کا چھڑکاؤ کیا تاکہ اس کی خوشبو مہک جائے۔ پھر اچھے کپڑوں کو زیب تن کیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئیں۔ پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے خیمہ کے ایک کونہ کو پکڑا اور اندر داخل ہو گئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ''اے عائشہ! یہ کیا ہے؟ یہ تمہاری باری کا دن تو نہیں ہے''۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: ''یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہے عطا فرما دیتا ہے''۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اہلیہ کے ساتھ دوپہر کا قیلولہ کیا۔

پھر جب کوچ کا وقت آیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ''اے زینب! اپنی بہن حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو ایک اونٹ سواری کے لیے دے دو''۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس سواری کے اونٹ کثرت سے تھے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا: ''میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس یہودیہ کو اونٹ سواری کے لیے دے دوں؟!!''۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کو سنا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑے ہی غصہ ہوئے۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے کلام چھوڑ دیا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منیٰ کی طرف بھی روانہ ہو

گئے۔ پھر آپ ﷺ مدینہ منورہ واپس آ گئے۔ محرم اور صفر کا مہینہ بھی گزر گیا مگر حضور اکرم ﷺ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف نہ لائے اور نہ ان کی باری مقرر کی۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا مایوس ہو گئیں۔ پھر جب ربیع الاوّل کا مہینہ آ گیا تو حضور اکرم ﷺ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لائے۔ تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ایک سایہ دیکھا۔ تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کہنے لگیں: ''یہ تو ایک مرد کا سایہ ہے۔ نبی اکرم ﷺ تو میرے پاس تشریف نہیں لاتے، تو پھر یہ کون ہے؟''۔ پھر نبی اکرم ﷺ تشریف لائے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو دیکھا۔ تو وہ کہنے لگیں: ''یارسول اللہ! میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ میں کیسے خوشی مناؤں جب آپ ﷺ میرے ہاں تشریف لے آئے ہیں؟''۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی ایک لونڈی تھا جس کو انھوں نے نبی اکرم ﷺ سے چھپایا ہوا تھا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا عرض کرنے لگیں: ''یہ لونڈی آپ ﷺ کی ہے''۔ پھر نبی اکرم ﷺ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی چارپائی کی طرف چلے۔ حالانکہ اس کو پہلے اُٹھوا دیا گیا تھا۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اس چارپائی کو نیچے کیا۔ پھر آپ ﷺ نے اپنی اہلیہ کے ساتھ لیٹے اور ان سے راضی ہو گئے۔

حدیث 23: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ ذَكَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَهُمْ أَنَّ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ جَاءَهُ. فَصَلَّى بِهِ الصَّلَوَاتِ وَقْتَيْنِ وَقْتَيْنِ إِلَّا الْمَغْرِبَ. جَاءَنِي صَلَّى بِي الظُّهْرَ حِينَ كَانَ فَيْئِي مِثْلَ شِرَاكِ نَعْلِي، ثُمَّ جَاءَنِي فَصَلَّى بِي الْعَصْرَ حِينَ كَانَ فَيْئِي مِثْلِي، ثُمَّ جَاءَنِي فِي الْمَغْرِبِ فَصَلَّى بِي سَاعَةَ غَابَتِ الشَّمْسُ، ثُمَّ جَاءَنِي فِي الْعِشَاءِ فَصَلَّى سَاعَةَ غَابَ الشَّفَقُ، ثُمَّ جَاءَنِي فِي الْفَجْرِ فَصَلَّى بِي سَاعَةَ بَرَقَ الْفَجْرُ، ثُمَّ جَاءَنِي مِنَ الْغَدِ فَصَلَّى الظُّهْرَ حِينَ كَانَ الْفَيْءُ مِثْلِي، ثُمَّ جَاءَنِي فِي الْعَصْرِ فَصَلَّى بِي حِينَ كَانَ فَيْئِي مِثْلَيَّ، ثُمَّ جَاءَنِي فِي الْمَغْرِبِ فَصَلَّى بِي حِينَ غَابَتِ الشَّمْسُ - لَمْ يُغَيِّرْهُ عَنْ وَقْتِهِ الْأَوَّلِ - ثُمَّ جَاءَنِي فِي الْعِشَاءِ فَصَلَّى بِي حِينَ ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ أَسْفَرَ فِي الْفَجْرِ حَتَّى لَا أَرَى فِي السَّمَاءِ نَجْمًا.

ثُمَّ قَالَ: "مَا بَيْنَ هٰذَيْنِ وَقْتٌ".

رَوَاهُ الْبَزَّارُ، وَفِيهِ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَسِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ. ذَكَرَهُ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ وَقَالَ: سَمِعَ مِنْهُ أَبُو نُعَيْمٍ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ نَافِعٍ، سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ ذٰلِكَ. وَشَيْخُ الْبَزَّارِ إِبْرَاهِيمُ بْنُ نَصْرٍ لَمْ أَجِدْ مَنْ تَرْجَمَهُ. وَبَقِيَّةُ رِجَالِهِ مُوَثَّقُونَ.

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ج ۱ ص ۳۰۴ رقم 1682؛ مسند البزار المنشور باسم البحر الزخار، ج ۱۵ ص ۲۸۳ رقم 8777؛ كشف الأستار عن زوائد البزار رقم 368)

ترجمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیان فرمایا: حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر نماز کو دو اوقات (اوّل اور آخری وقت) میں پڑھایا، سوائے مغرب کی نماز کے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس تشریف لائے۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ظہر کی نماز پڑھائی، جب میرا سایہ میرے جوتے کے تسمے کے برابر ہو گیا۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس تشریف لائے، اس وقت مجھے عصر کی نماز پڑھائی جب کہ میرا سایہ میرے قد کے برابر ہو گیا۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس تشریف لائے، پھر مجھے نماز پڑھائی اس وقت جب سورج غروب ہو گیا۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس تشریف لائے، مجھے عشاء کی نماز شفق کے غروب ہونے پر پڑھائی۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام فجر کے وقت میرے پاس تشریف لائے۔ پھر مجھے فجر کی نماز پڑھائی، جیسے ہی فجر طلوع ہوئی۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام اگلے دن تشریف لائے، پھر مجھے ظہر کی نماز پڑھائی، جب میرا سایہ میرے برابر ہو گیا۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس تشریف لائے، مجھے اس وقت عصر کی نماز پڑھائی، جب کہ میرا سایہ میری دو مثل ہو گیا۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس مغرب کے وقت آئے، اور انھوں نے سورج کے غروب کے وقت ہی نماز پڑھائی۔ پہلے دن کے وقت سے کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوئی۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس عشاء کے وقت آئے، اور مجھے عشاء کی نماز ایک تہائی رات کے گزرنے کے بعد پڑھائی۔ پھر فجر کی نماز خوب روشنی میں پڑھائی، یہاں تک کہ

اس وقت آسمان میں کوئی ستارہ نظر نہیں آرہا تھا۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: ''ان دونوں وقتوں کے درمیان نمازوں کے اوقات ہیں''۔

تنبیہ بشریت انسان کی ذات ہے، صفات سے نکلنا کسی درجہ میں ہوسکتا ہے، مگر ذات سے نکلنا کسی طرح ممکن نہیں۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ کسی انسان سے اس کی ہویّت کچھ وقت کے لیے غائب ہوجائے اور اس کے بدن میں کوئی جن ظاہر ہو، اب جن اس میں سے ہوکر کلام کرے گا۔ گو دوسروں کو وہی انسان دکھائی دے جس میں جن اترا ہوا ہے۔ یہ انسان کی اپنی ذات سے کچھ کیلئے دوری ہے مستقل طور پر یہی بدن اس کا وجود ہے، اور اس وقتی غیبوبت کے بعد اسے (اس انسان کو) پھر اسی بدن میں آنا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بشری بدن اگر کسی وقت ایسی لطافت اختیار کرلے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عالم ملکوت کا انکشاف تام ہوجائے تو یہ وقتی طور پر ایک کیفیت ہے جو بدن پر طاری ہوئی اور پھر اصل صفات عود کر آئیں......

اللہ تعالی نے اپنا بے مثل ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کندھوں پر رکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہر چیز روشن ہوگئی۔ (ترمذی رقم 3233،3234)

تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت ظاہری تھی، اور اندر سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ اور تھے (معاذ اللہ!)۔ یہ روحانی طور پر عارضی صورت تھی۔ اسی طرح کی ایک عارضی حالت ہے جو حضرت جبرئیل علیہ السلام کے تمثل بشری میں انہیں عارض ہوتی تھی۔ اس کا مطلب کبھی نہ لیا جاتا تھا کہ وہ فرشتہ ہونے سے نکل گئے ہیں۔

10 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالی سے دعا کرتے:

''اے اللہ! مجھے نور عطا فرمایا، مجھے نور بنادے''۔

حدیث 24: حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ رَقَدَ

عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاسْتَيْقَظَ فَتَسَوَّكَ وَتَوَضَّأَ وَهُوَ يَقُولُ: "إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ" [آل عمران: 190] فَقَرَأَ هٰؤُلَاءِ الْآيَاتِ حَتّٰى خَتَمَ السُّورَةَ، ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، فَأَطَالَ فِيهِمَا الْقِيَامَ وَالرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ، ثُمَّ انْصَرَفَ فَنَامَ حَتّٰى نَفَخَ، ثُمَّ فَعَلَ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ سِتَّ رَكَعَاتٍ، كُلَّ ذٰلِكَ يَسْتَاكُ وَيَتَوَضَّأُ وَيَقْرَأُ هٰؤُلَاءِ الْآيَاتِ، ثُمَّ أَوْتَرَ بِثَلَاثٍ، فَأَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ فَخَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ، وَهُوَ يَقُولُ: "اَللّٰهُمَّ! اجْعَلْ فِي قَلْبِي نُورًا، وَفِي لِسَانِي نُورًا، وَاجْعَلْ فِي سَمْعِي نُورًا، وَاجْعَلْ فِي بَصَرِي نُورًا، وَاجْعَلْ مِنْ خَلْفِي نُورًا، وَمِنْ أَمَامِي نُورًا، وَاجْعَلْ مِنْ فَوْقِي نُورًا، وَمِنْ تَحْتِي نُورًا، اَللّٰهُمَّ! أَعْطِنِي نُورًا". (مسلم رقم 191-763)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: وہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سوئے۔ پس (وقت آ جانے پر تہجد کے لیے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک کی اور وضو کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت (سورت آل عمران کے آخر کی) یہ دعائیہ آیتیں تلاوت فرماتے تھے:

اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ۝ (آل عمران:۱۹۰)

ترجمہ: زمین اور آسمانوں کی پیدائش میں اور رات اور دن کے باری باری سے آنے میں ان ہوش مند لوگوں کے لیے بہت نشانیاں ہیں۔

(ختم سورت تک)۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے کھڑے ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعتیں پڑھیں، جن میں قیام اور رکوع، سجدہ بہت طویل کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بستر کی طرف واپس آئے اور (ذرا دیر کے لیے) سو گئے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سانس آواز کے ساتھ چلنے لگا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دفعہ ایسا کیا (یعنی تین دفعہ ایسا کیا کہ ذرا دیر کے سونے کے بعد اٹھے، مسواک کی، وضو فرمایا اور طویل

قیام اور طویل رکوع وسجود کے ساتھ دو رکعتیں پڑھیں)۔ اس طرح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے (پہلی دو رکعتوں کے علاوہ) چھ رکعتیں پڑھیں۔ اور ہر دفعہ اٹھ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مسواک کرتے اور وضو فرماتے اور سورت آل عمران کے آخر کی وہ آیتیں پڑھتے تھے، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تین رکعت نماز وتر پڑھی۔ پھر مؤذن نے فجر کی اذان دی۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نماز فجر کے لیے تشریف لے گئے اور اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا فرما رہے تھے:

"أَللّٰهُمَّ! اجْعَلْ فِي قَلْبِي نُورًا، وَفِي لِسَانِي نُورًا، وَاجْعَلْ فِي سَمْعِي نُورًا، وَاجْعَلْ فِي بَصَرِي نُورًا، وَاجْعَلْ مِنْ خَلْفِي نُورًا، وَمِنْ أَمَامِي نُورًا، وَاجْعَلْ مِنْ فَوْقِي نُورًا، وَمِنْ تَحْتِي نُورًا، أَللّٰهُمَّ! أَعْطِنِي نُورًا"۔

اے اللہ! میرے دل میں نور پیدا فرما، اور میری زبان میں نور پیدا فرما، اور میری سمع وبصر میں نور پیدا فرما، اور میرے پیچھے اور میرے آگے نور کر دے اور میرے اوپر اور میرے نیچے نور کر دے۔ اے اللہ! مجھے نور عطا فرما دے"۔

حدیث 25: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِمْرَانَ بْنِ أَبِي لَيْلَى، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي لَيْلَى، عَنْ دَاوُدَ بْنِ عَلِيٍّ هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَيْلَةً حِينَ فَرَغَ مِنْ صَلَاتِهِ: "أَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَسْأَلُكَ رَحْمَةً مِنْ عِنْدِكَ تَهْدِي بِهَا قَلْبِي، وَتَجْمَعُ بِهَا أَمْرِي، وَتَلُمُّ بِهَا شَعَثِي، وَتُصْلِحُ بِهَا غَائِبِي، وَتَرْفَعُ بِهَا شَاهِدِي، وَتُزَكِّي بِهَا عَمَلِي، وَتُلْهِمُنِي بِهَا رُشْدِي، وَتَرُدُّ بِهَا أُلْفَتِي، وَتَعْصِمُنِي بِهَا مِنْ كُلِّ سُوءٍ۔ أَللّٰهُمَّ! أَعْطِنِي إِيمَانًا وَيَقِينًا لَيْسَ بَعْدَهُ كُفْرٌ، وَرَحْمَةً أَنَالُ بِهَا شَرَفَ كَرَامَتِكَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔ أَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَسْأَلُكَ الْفَوْزَ فِي الْقَضَاءِ، وَنُزُلَ الشُّهَدَاءِ، وَعَيْشَ السُّعَدَاءِ، وَالنَّصْرَ عَلَى الْأَعْدَاءِ۔ أَللّٰهُمَّ! إِنِّي أُنْزِلُ بِكَ حَاجَتِي، وَإِنْ قَصُرَ رَأْيِي وَضَعُفَ عَمَلِي، افْتَقَرْتُ إِلَى رَحْمَتِكَ، فَأَسْأَلُكَ يَا قَاضِيَ الْأُمُورِ! وَيَا شَافِيَ الصُّدُورِ! كَمَا تُجِيرُ بَيْنَ الْبُحُورِ أَنْ تُجِيرَنِي مِنْ

عَذَابِ السَّعِيرِ، وَمِنْ دَعْوَةِ الثُّبُورِ، وَمِنْ فِتْنَةِ القُبُورِ. أَللّٰهُمَّ! مَا قَصُرَ عَنْهُ رَأْيِي، وَلَمْ تَبْلُغْهُ نِيَّتِي، وَلَمْ تَبْلُغْهُ مَسْأَلَتِي مِنْ خَيْرٍ وَعَدْتَهُ أَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ، أَوْ خَيْرٍ أَنْتَ مُعْطِيهِ أَحَدًا مِنْ عِبَادِكَ، فَإِنِّي أَرْغَبُ إِلَيْكَ فِيهِ، وَأَسْأَلُكَهُ بِرَحْمَتِكَ، رَبَّ العَالَمِينَ! أَللّٰهُمَّ! ذَا الحَبْلِ الشَّدِيدِ، وَالأَمْرِ الرَّشِيدِ، أَسْأَلُكَ الأَمْنَ يَوْمَ الوَعِيدِ، وَالجَنَّةَ يَوْمَ الخُلُودِ، مَعَ المُقَرَّبِينَ الشُّهُودِ الرُّكَّعِ، السُّجُودِ المُوفِينَ بِالعُهُودِ، إِنَّكَ رَحِيمٌ، وَدُودٌ، وإِنَّكَ تَفْعَلُ مَا تُرِيدُ. أَللّٰهُمَّ! اجْعَلْنَا هَادِينَ مُهْتَدِينَ، غَيْرَ ضَالِّينَ وَلَا مُضِلِّينَ، سِلْمًا لِأَوْلِيَائِكَ، وَعَدُوًّا لِأَعْدَائِكَ، نُحِبُّ بِحُبِّكَ مَنْ أَحَبَّكَ، وَنُعَادِي بِعَدَاوَتِكَ مَنْ خَالَفَكَ. أَللّٰهُمَّ! هٰذَا الدُّعَاءُ وَعَلَيْكَ الإِجَابَةُ، وَهٰذَا الجُهْدُ وَعَلَيْكَ التُّكْلَانُ. أَللّٰهُمَّ! اجْعَلْ لِي نُورًا فِي قَلْبِي، وَنُورًا فِي قَبْرِي، وَنُورًا مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ، وَنُورًا مِنْ خَلْفِي، وَنُورًا عَنْ يَمِينِي، وَنُورًا عَنْ شِمَالِي، وَنُورًا مِنْ فَوْقِي، وَنُورًا مِنْ تَحْتِي، وَنُورًا فِي سَمْعِي، وَنُورًا فِي بَصَرِي، وَنُورًا فِي شَعْرِي، وَنُورًا فِي بَشَرِي، وَنُورًا فِي لَحْمِي، وَنُورًا فِي دَمِي، وَنُورًا فِي عِظَامِي. أَللّٰهُمَّ! أَعْظِمْ لِي نُورًا، وَأَعْطِنِي نُورًا، وَاجْعَلْ لِي نُورًا، سُبْحَانَ الَّذِي تَعَطَّفَ العِزَّ وَقَالَ بِهِ، سُبْحَانَ الَّذِي لَبِسَ المَجْدَ وَتَكَرَّمَ بِهِ، سُبْحَانَ الَّذِي لَا يَنْبَغِي التَّسْبِيحُ إِلَّا لَهُ. سُبْحَانَ ذِي الفَضْلِ وَالنِّعَمِ، سُبْحَانَ ذِي المَجْدِ وَالكَرَمِ، سُبْحَانَ ذِي الجَلَالِ وَالإِكْرَامِ". هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ.

(ترمذی رقم3419؛ مسند بزار رقم5234)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات نمازِ تہجد سے فارغ ہوئے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا:

اے اللہ! میں تجھ سے دعا اور التجا کرتا ہوں تو محض اپنے فضل و کرم سے مجھ پر ایسی وسیع اور ہمہ گیر رحمت فرما جس سے میرا قلب تیری ہدایت سے بہرہ یاب ہو اور اپنے سارے معاملات میں مجھے تیری اس رحمت سے جمعیت نصیب ہو، اور میری ظاہری و باطنی پراگندگی اور ابتری دور ہو، اور مجھ سے تعلق رکھنے والی جو چیزیں میرے پاس

نہیں، دور اور غائب ہیں تیری رحمت سے ان کو صلاح و فلاح حاصل ہو، اور جو میرے پاس حاضر و موجود ہیں ان کو تیری رحمت سے رفعت اور قدر افزائی نصیب ہو، اور خود میرے اعمال کا تیری اس رحمت سے تزکیہ ہو، اور تیری طرف سے میرے قلب میں وہی ڈالا جائے جو میرے لئے صحیح اور مناسب ہو، اور جس چیز سے مجھے رغبت اور الفت ہو وہ مجھے تیری اس رحمت سے عطا ہو، اور ہر برائی سے تو میری حفاظت فرما۔ اے میرے اللہ! میرے دل کو وہ یقین عطا فرما جس کے بعد کسی درجہ کا بھی کفر نہ ہو (یعنی کوئی بات بھی مجھ سے ایمان کے خلاف سرزد نہ ہو)، اور مجھے اپنی اس رحمت سے نواز جس کے طفیل دنیا اور آخرت میں مجھے عزت و شرف کا مقام حاصل ہو۔ اے اللہ! میں تجھ سے التجا کرتا ہوں قضا و قدر کے فیصلوں میں کامیابی کی اور تجھ سے مانگتا ہوں تیرے شہید بندوں والا اعزاز، اور تیرے نیک بخت بندوں والی زندگی اور دشمنوں کے مقابلے میں تیری حمایت اور مدد۔ اے اللہ! میں تیری بارگاہ میں اپنی حاجتیں لے کر حاضر ہوا ہوں، اگرچہ میری عقل و رائے کوتاہ اور میرا عمل اور جدو جہد ضعیف ہے۔ اے رحیم و کریم! میں تیری رحمت کا محتاج ہوں پس اے سارے اُمور کا فیصلہ فرمانے والے اور قلوب کے روگ دور کر کے ان کو شفا بخشنے والے مالک و مولا! جس طرح تو نے اپنی قدرتِ کاملہ سے (ایک ساتھ بہنے والے) سمندروں کو ایک دوسرے سے جدا رکھتا ہے (کہ کھاری شیریں سے الگ رہتا ہے اور شیریں کھاری سے)، اسی طرح تو مجھے آتش دوزخ سے اور اس عذاب سے جدا اور دور رکھ جس کو دیکھ کے آدمی موت کی دعا مانگے گا۔ اور اسی طرح مجھے عذابِ قبر سے بچا۔ اے میرے اللہ! تو نے جس خیر اور نعمت کا اپنے بندے کے لئے وعدہ فرمایا ہو، یا جو چیز اور نعمت تو کسی کو بغیر وعدے کے عطا فرمانے والا ہو، اور میری عقل و رائے اس کے شعور اور اس کی طلب سے قاصر رہی ہو اور میری نیت بھی اس تک نہ پہنچی ہو، اور میں نے تجھ سے اس کی استدعا بھی نہ کی ہو، تو اے میرے اللہ! تیری رحمت سے میں اس کی بھی تجھ سے التجا کرتا ہوں، اور تیرے کرم کے بھروسے اس کا طالب اور شائق ہوں، تو اپنے رحم و کرم سے وہ خیر و نعمت بھی مجھے عطا فرما۔ اے میرے وہ اللہ!

جس کا رشتہ مضبوط و محکم ہے اور جس کا ہر حکم اور کام صحیح اور درست ہے، میں تجھ سے استدعا کرتا ہوں کہ ''یوم الوعید'' یعنی قیامت کے دن مجھے امن وچین عطا فرما، اور ''یوم الخلود'' یعنی آخرت میں میرے لئے جنت کا فیصلہ فرما اپنے ان بندوں کے ساتھ جو تیرے مقرب اور تیری بارگاہ کے حاضر باش ہیں اور رکوع وسجود یعنی نماز وعبادت میں مشغور رہنا جن کا وظیفہ حیات ہے اور وفائے عہد جن کی خاص صفت ہے۔ اے میرے اللہ! تو بڑا مہربان اور بڑی عنایت ومحبت فرمانے والا ہے اور ''فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیدُ'' تیری شان ہے۔ اے اللہ! ہمیں ایسا کردے کہ ہم دوسروں کے لئے ہدایت کا ذریعہ بنیں، اور خود ہدایت یاب ہوں۔ نہ خود گم کردہ راہ ہوں اور نہ دوسروں کے لئے گمراہ کن۔ تیرے دوستوں سے ہماری صلح ہو، تیرے دشمنوں کے ہم دشمن ہوں، جو کوئی تجھ سے محبت رکھے ہم تیری اس محبت کی وجہ سے اس سے محبت کریں اور جو تیرے خلاف چلے اور عداوت کی راہ اختیار کرے، تیری عداوت کی وجہ سے ہم بھی اس سے عداوت اور بغض رکھیں۔ اے اللہ! یہ میری دعا ہے، اور قبول فرمانا تیرے ذمہ ہے، اور یہ میری حقیر کوشش ہے، اور اعتماد وبھروسہ اپنی کوشش اور دعا پر نہیں بلکہ صرف تیرے کرم پر ہے۔ اے اللہ! میرے قلب میں نور پیدا فرما، اور میری قبر کو نورانی کردے، اور منور کردے میرے آگے اور میرے پیچھے اور میرے دائیں اور میرے بائیں اور میرے اوپر اور میرے نیچے (یعنی میرے ہر طرف تیرا نور ہی نور ہو) اور اے اللہ! میرے نور کو بڑھا اور مجھے نور عطا فرما، اور نور کو میرا اور میرے ساتھ کردے۔ پاک ہے وہ پروردگار جس نے عزت وجلال کی چادر اوڑھ لی ہے اور مجد وکرم اس کا لباس وشعار ہے، پاک ہے وہ رب قدوس جس کے سوا کسی کو تسبیح سزاوار نہیں، پاک ہے بندوں پر فضل وانعام فرمانے والا، پاک ہے جس کی خاص صفت عظمت وکرم ہے، پاک ہے رب ذوالجلال والاکرام۔

تو اس سے انکشافات تام کے یہی جلوے اور فنا فی الذات کے یہی پیرائے مراد ہوتے تھے، نہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بشریت اور اس کے عوارض: گرمی، سردی، بھوک، پیاس اور نکاح واولاد کے سے نکل گئے ہیں۔ مندرجہ بالا روایت میں فنا فی

الذات کا یہی پیرایہ مراد ہے۔

جب آپ ﷺ پر وحی اترتی آپ ﷺ اس وقت بھی حال دنیا کے قرار میں نہ رہتے۔ اس برزخی مقام میں آپ ﷺ کو ورودِ موت کے بغیر بار ہا لے جایا جاتا تھا۔

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ آپ ﷺ کی وحی آنے کی حالت پر لکھتے ہیں:

وہ ایسی حالت تھی جس میں آپ ﷺ حال دنیا سے بغیر موت کے اٹھائے جاتے۔ سو یہ ایک برزخی حالت تھی، جو آپ پر وحی حاصل کرتے وارد ہوتی تھی۔

(فتح الملہم: ج۱ ص۳۱۰)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث: "واجعلنی نورا"۔

اے اللہ مجھے نور بنا دے۔

کے تحت انقلاب بنورانیت کے جو الفاظ لکھے ہیں۔ اس سے بھی تمثیل مراد ہے جو آپ ﷺ پر اس انکشاف تام کے وقت جاری ہوتا تھا۔ آپ ﷺ نے اگر اللہ رب العزت کو اس جہان میں بلا حجاب دیکھا، تو یہ صرف اس حالت میں ہوا کہ آپ ﷺ اس تمثل میں آئے کہ بشریت کے جملہ تقاضے آپ ﷺ سے منتفی تھے۔

وَإِذَا صَفَتِ الْمُؤْمِنُونَ عَنِ الْكُدُورَاتِ الْبَشَرِيَّةِ فِي دَارِ الثَّوَابِ فَيَرَوْنَهُ بِلَا حِجَابٍ، كَمَا أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ رَآهُ فِي الدُّنْيَا لِانْقِلَابِهِ نُورًا كَمَا قَالَ فِي الدُّعَاءِ: "أَللّٰهُمَّ! اجْعَلْ فِي قَلْبِي نُورًا، وَفِي بَصَرِي نُورًا، وَفِي بَشَرِي نُورًا" إِلَى قَوْلِهِ: "وَاجْعَلْنِي نُورًا".

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج۱ ص۱۲۶)

ترجمہ: اور جب مومن انسان دار الثواب (آخرت کی دنیا میں) بشری آلائشوں سے پورے طور پر علیحدہ ہو چکے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ کو بلا حجاب دیکھ لیں گے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے اللہ رب العزت کو دیکھ لیا تھا کیوں کہ (اس گھڑی) وہ نور میں بدلے ہوئے تھے، جیسا کہ آپ ﷺ نے دعا میں کہا تھا: "اے اللہ! میرے دل میں نور پیدا فرما۔ میری آنکھ میں نور پیدا فرما، یہاں تک کہ مجھے خود نور کر دے۔

جبریل امین علیہ السلام کتنی دفعہ تمثل بشری میں آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ملکی حقیقت سے نہ نکلے ہوئے تھے۔ انبیاء کرام علیہم السلام پر قربِ الٰہی کے یہ لطیف لمحے کتنے ہی کیوں نہ اتریں، وہ بشریت سے کلیۃً نہیں نکلتے۔ بشریت کے تقاضوں سے کچھ لمحوں کے لیے غائب ہونا اور بات ہے اور بشریت سے حقیقتاً نکل جانا اور بات ہے۔ بندہ فنا فی اللہ کی منزلوں میں کتنا ہی کیوں نہ اترے، وہ ذات واجب کے صفات میں بے شک اپنی بشریت سے غائب ہوتے تھے۔ لیکن یہ منقلب بہ نور ہونا اور وقتی طور پر بشریت سے نکلنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوہر ذات کو نہ بدلتا تھا۔ بشریت سے اس طرح نکلنے کی تعبیر نصوص شرع کے خلاف نہیں۔ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ خاص حالت وارد تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اچھی طرح نہ پہچانا اور پوچھا: ''کیا تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہے؟''۔ اس پر شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پوچھنا یا تو حقیقت کے طور پر ہے کہ کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وحی کی اس بشارت کے سبب اس وقت اپنی ذات سے نکلے ہوئے تھے۔ سو اول وہلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ جان سکے کہ وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی ہے اور یا یہ پوچھنا تقریر کلام کیلئے ہے۔ اور وہ ظاہر ہے اور یا یہ بسبب تعجب ہے، اس حیرانی کے باعث کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کیسے آگئے؟ دروازے تو سب بند تھے''۔

(فتح الملہم: ج۱ ص ۲۰۴)

سو مذکورہ دعا کے آخر میں جو ہے: ''اے اللہ! مجھے نور بنادے''۔ تو اس سے مراد بشریت سے کلیۃً نکلنا نہیں...... اس نور سے محدثین رحمہم اللہ نے بیان حق اور نور ہدایت ہی مراد لیا ہے، نہ کہ نورِ ذات۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قَالَ الْعُلَمَاءُ: سَأَلَ النُّورَ فِي أَعْضَائِهِ وَجِهَاتِهِ. وَالْمُرَادُ بِهِ بَيَانُ الْحَقِّ وَضِيَاؤُهُ وَالْهِدَايَةُ إِلَيْهِ. فَسَأَلَ النُّورَ فِي جَمِيعِ أَعْضَائِهِ وَجِسْمِهِ وَتَصَرُّفَاتِهِ وَتَقَلُّبَاتِهِ وَحَالَاتِهِ وَجُمْلَتِهِ فِي جِهَاتِهِ السِّتِّ حَتّٰى لَا يَزِيغَ شَيْءٌ مِنْهَا عَنْهُ. (نووی شرح صحیح مسلم: ج۶ ص-الناشر: دار إحياء التراث العربي-بيروت)

ترجمہ علماء رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تمام اعضائے بدن اور جہاتِ وجود میں اللہ تعالیٰ سے نور مانگا۔ اس سے مراد حق کا بیان، اس کی روشنی اور اس کی طرف راہ پانا ہے۔ سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تمام اعضاء اور اپنے پورے جسم میں اللہ تعالیٰ سے نور کی درخواست کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام تصرفات، تمام حالات میں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر شش جہات میں نور اترے، یہاں تک کہ ان میں سے کوئی عضو حق سے منحرف نہ ہونے پائے''۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ بھی لکھتے ہیں:

وَكُلُّ هٰذِهِ الْأُمُوْرِ رَاجِعَةٌ إِلَى الْهِدَايَةِ وَالْبَيَانِ وَضِيَاءِ الْحَقِّ.

(فتح الباری ج ۱۱ ص ۱۱۸)

ترجمہ یہ سب امور ہدایت، بیان اور سچائی کی چمک کی طرف لوٹتے ہیں۔

11 خدا کا نور عام ہے، یا کسی ایک فرد میں محدود ہے؟

فلاسفہ: الواحد لا یصدر منه الا الواحد کے قائل ہیں۔ ان کے قول پر خدا کا نور کسی ایک فرد میں اترے گا، اور پھر آگے پھیلے گا اور پھر یہ ایسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ خدا نور ذات ہو، حالانکہ ایسا نہیں۔ وہ نور ہدایت ہے اسی طرح حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی نور ذات نہیں کہ ان کا نور بقول شیعہ صرف ایک (حضرت علی رضی اللہ عنہ) میں اترے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نورِ ہدایت ہیں جن کا نور سارے عالم میں پھیلا ہوا ہے۔

جب یہ بات طے ہوئی کہ اللہ رب العزت کی ذات نور نہیں۔ نور اس کی صفت فعل ہے۔ تو یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ اس کا نور عام ہے کسی ایک میں محدود نہیں۔ اللہ رب العزت نے سب انسانوں کو ظلمت میں پیدا کیا اور پھر ان پر اپنا نور (نورِ ہدایت) ڈالا۔ یہ افاضہ الٰہی کسی ایک فرد پر نہ تھا۔ بہت سے سعادت مند اس دولت کو پا گئے۔ ان سعادت مندوں کے دل وہ ظروف ہیں جن میں نورِ الٰہی ان کی بساط استعداد اور طلب کے مطابق اترتا ہے۔

سب سے زیادہ جس ذات گرامی نے اس نور کو اپنے اندر جذب کیا، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

خاتم النبیین تھے جن کا اللہ تعالیٰ نے شرح صدر فرمادیا تھا۔ اور ہدایت کی ساری راہیں ان پر کھول دی تھیں۔

حدیث 26: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ الْفِرْيَابِيُّ ثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ رَاهَوَيْهِ ثَنَا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيدِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ أَبِي عِنَبَةَ الْخَوْلَانِيِّ يَرْفَعُهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ لِلهِ آنِيَةً مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ وَآنِيَةُ رَبِّكُمْ قُلُوبُ عِبَادِهِ الصَّالِحِينَ، وَأَحَبُّهَا إِلَيْهِ أَلْيَنُهَا وَأَرَقُّهَا"۔

(صحیح: مسند الشامیین، ج۲ ص۱۹ رقم 840؛ صحیح الجامع: 2163، الصحيحة: 1691؛ قال الحافظ العراقي في "تخريج الإحياء" (631/1): "رواه الطبراني وإسناده جيد". وقال في مكان آخر (890/1): "فيه بقية ابن الوليد وهو مدلس، ولكنه صرح بالتحديث": المغني عن حمل الأسفار في الأسفار، في تخريج ما في الإحياء من الأخبار، للعراقي؛ قال المناوي: قال الهيثمي إسناده حسن وقال شيخه العراقي فيه بقية بن الوليد وهو مدلس لكنه صرح بالتحديث فيه: فيض القدير شرح الجامع الصغير ج۲ ص۴۹۶)

ترجمہ: حضرت أَبُو عِنَبَةَ الْخَوْلَانِيُّ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بے شک زمین والوں میں اللہ کے کچھ ظروف ہیں اور تمہارے رب کے ظروف اللہ کے نیک بندوں کے دل ہیں اور ان میں اللہ کو سب سے پیارے وہ ہیں جو سب سے زیادہ نرم اور بہت زیادہ پسیجنے والے ہیں"۔

اللہ کے ان ظروف میں اللہ رب العزت کا نور اترتا ہے۔ کسی ایک میں نہیں، سب اس افاضہ نور سے منور ہیں۔ اور یہ آخرت تک ان کے ساتھ جائے گا۔ قرآن مجید میں ہے:

آیت 15: يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۗ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○ (الحدید: ۱۲)

ترجمہ: اُس دن جبکہ تم مومن مردوں اور عورتوں کو دیکھو گے کہ اُن کا نور اُن کے آگے آگے اور

ان کے دائیں جانب دوڑ رہا ہوگا۔ (ان سے کہا جائے گا کہ:) ''آج بشارت ہے تمہارے لیے''۔ جنتیں ہوں گی جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔

اب کیا یہ مومن اور مومنات نُوْرٌ مِّنْ نُّوْرِ اللہ ہو گئے؟ (العیاذ باللہ)، یا ان کا یہ نور نور ذات تھا؟ یہ نور ذات کے ڈھلے پیمانے تھے، جو ان کے آگے آگے اور دائیں چلتا ہوگا۔

نورِ باری تعالیٰ کے یہ انسانی ظروف تو ایک طرف خود زمین بھی اللہ کے نور سے جگمگا اٹھے گی، تو کیا یہ اللہ کا نور ذات ہوگا؟ نہیں، اللہ کی ذات نور نہیں، اور نہ اب تک کسی نے اس کی ذات اور کنہ کو دریافت کیا ہے۔ قال تعالیٰ:

آیت 16: وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِایْٓءَ بِالنَّبِیّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ○ (الزمر:۶۹)

ترجمہ زمین اپنے ربّ کے نُور سے چمک اٹھے گی، کتاب اعمال لا کر رکھ دی جائے گی، انبیاء اور تمام گواہ حاضر کر دیے جائیں گے، لوگوں کے درمیان ٹھیک حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اُن پر کوئی ظلم نہ ہوگا۔

سب بنی آدم بشمول جمیع انبیاء و مرسلین علیہم السلام اپنے جد امجد حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ معلوم کریں کہ تخلیق آدم علیہ السلام نور سے ہوئی یا آپ علیہ السلام مٹی سے پیدا کیے گئے۔ فرشتے نور سے، جنات آگ سے، اور انسان مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں۔ ان تینوں میں مٹی سے پیدا ہونے والا سبقت لے گیا۔ اور نور والے اس کے آگے سجدہ ریز ہوئے۔ صرف شیطان اس بات کو نہ سمجھا کہ مٹی سے پیدا ہونے والا نور، نار سے کیسے بڑھ سکتا ہے؟ فضیلت بشری کا یہ پہلا انکار ہے جو ابلیس نے کیا۔ جیسا کہ آیت: (الحجر:۲۸ تا ۳۱) مذکور ہے۔

آیت 17: وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ○ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ○ فَسَجَدَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ○ اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ اَبٰٓى اَنْ یَّكُوْنَ مَعَ

السّٰجِدِیْنَ۝ (الحجر:۲۸تا۳۱)

ترجمہ پھر یاد کرو اُس موقع کو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا: ''میں سڑی ہوئی مٹی کے سوکھے گارے سے ایک بشر پیدا کر رہا ہوں۔ جب میں اُسے پورا بنا چکوں اور اس میں اپنی رُوح سے کچھ پھونک دوں تو تم سب اس کے آگے سجدے میں گر جانا''۔ چنانچہ تمام فرشتوں نے سجدہ کیا، سوائے ابلیس کے کہ اس نے سجدہ کرنے والوں کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔

اس آیت سے بھی پتہ چلا کہ حضرت آدم علیہ السلام میں اللہ نے اپنی روح ڈالی تھی، مگر حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں کسی نے روح من روح اللہ کا عقیدہ اختیار نہ کیا تھا۔ یہ روح حضرت آدم علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت اضافت تشریفی ہے اور وہ اللہ کی پیدا کردہ خاص روح تھی، جو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام میں پھونکی، خالق خود روح نہیں۔ احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے بشر (آدم علیہ السلام) کو خلقت بخشی، اسے پیدا کر کے، پھر اس پر اپنا نور ڈالا۔ یہ بھی اللہ کا پیدا کردہ تھا۔ ایک خاص شان کا نور تھا۔ مگر آدم علیہ السلام کے بارے میں کسی نے **نُوْرٌ مِّنْ نُوْرِ اللہ** کا عقیدہ اختیار نہ کیا تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام خلقت میں بشر تھے، صفت میں اس اترنے والے نور سے راہ پا گئے۔ پس حضرت آدم علیہ السلام کی بشریت میں، جو نوع وذات کے اعتبار سے تھا، اور ان کے نور ہدایت ہونے میں (جو بطور صفت انہیں ملا) کوئی تعارض نہ رہا۔

12 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت آدم علیہ السلام سے تسلسل

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حکم ہوا کہ اپنی بشریت کا اعلان کریں، اور بشریت بھی وہی جو حضرت آدم علیہ السلام کی جملہ اولاد کی ہے۔ البتہ اس اولاد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک محسوس امتیاز کے حامل ہیں کہ آپ کو وحی آتی ہے، جو اوروں پر نہیں آتی۔ ارشاد ہوا:

آیت 18: قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا۝

(الکہف:۱۱۰)

ترجمہ اے نبی ﷺ! کہو کہ: ''میں تو ایک انسان ہوں تم ہی جیسا، میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود بس ایک ہی معبود ہے، پس جو کوئی اپنے رب کی ملاقات کا امیدوار ہو، اسے چاہیے کہ نیک عمل کرے اور بندگی میں اپنے رب کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ کرے''۔

یہ نص صریح ہے کہ حضور اکرم ﷺ نوع بشر سے ہیں، جیسے اور انسان اس نوع سے ہیں۔ ہاں! آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اس نص کا منکر نہ ہوگا، مگر وہی جو کافر ہو۔ مسلمان کی تو جرأت نہیں کہ وہ نص صریح کا منکر ٹھہرے۔

یہ عقیدہ کافروں کا تھا کہ بشر نبی نہیں ہوسکتا۔ بشر ایک معمولی مخلوق ہے۔ بھلا اس پر نبوت کیسے آسکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا۔ حضور ﷺ کو حکم دیا کہ اپنی بشریت اور رسالت دونوں کا ایک ساتھ اعلان کریں۔ ان دو میں ہرگز کوئی تضاد نہیں۔ بشریت میں آپ ﷺ جملہ بنی آدم کے ساتھ شریک ہیں، مگر آپ ﷺ بے مثل بشر ہیں۔

13 انبیاء علیہم السلام کو بشر کہنے کے دو پیرایوں میں کھلا فرق

انبیاء کرام علیہم السلام کو اعتقاداً بشر ماننا اور اظہارِ عقیدہ میں انہیں بشر کہنا، یہ ایک پیرایہ بیان ہے۔ دوسرے انہیں بشر کہہ کر بلانا، یہ دوسرا پیرایہ ہے۔ جب کسی کو بلاتا ہو، تو اسے اس کی امتیازی شان سے بلایا جاتا ہے ذات کے درجے سے نہیں۔

بریلوی علماء جب اپنے عوام سے مخاطب ہوتے ہیں، تو اس دوسرے پیرائے سے کہتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو بشر کہنا بے ادبی ہے اور عوام بے چارے بات سمجھ نہیں پاتے۔ وہ یہ عقیدہ لے کر اٹھتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی بشریت کا عقیدہ درست نہیں۔ وہ بشر نہ تھے۔ پس پھر کیا ہے، بریلوی خطیب کی زد میں آکر محروم الایمان ہوکر مسجد سے نکلتے ہیں۔ بریلوی علماء کی اپنے عوام کو محروم الایمان کرنے کی یہ روش انتہائی لائق افسوس ہے۔

14 پیغمبروں کو بشر کہنے والے کافر ہو گئے تھے؟

آپ بریلویوں کو عام کہتے سنیں گے کہ پیغمبروں کو کافروں نے بشر کہا تھا یہ غلط ہے۔ ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی کہ کسی نے انہیں پیغمبر مان کر پھر بشر کہا ہو، اور اس پر وہ کافر ہو گئے ہوں۔ وہ جو انہیں بشر کہتے تھے، انکار رسالت کے لیے کہتے تھے، نبی مان کر نہیں۔ وہ بشریت اور رسالت میں تضاد کے قائل تھے۔ وہ کہتے تھے:

آیت 19: ۔ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْۤا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ۡ فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ۚ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ○ (التغابن:٦)

ترجمہ اِس انجام کے مستحق وہ اس لیے ہوئے کہ اُن کے پاس اُن کے رسول کھلی کھلی دلیلیں اور نشانیاں لے کر آتے رہے، مگر انہوں نے کہا: ''کیا انسان ہمیں ہدایت دیں گے''۔ اس طرح انہوں نے ماننے سے انکار کر دیا اور منہ پھیر لیا، تب اللہ بھی ان سے بے پرواہ ہو گیا اور اللہ تو ہے ہی بے نیاز اور اپنی ذات میں آپ محمود۔

سوان پر یہ حکم نہیں لگایا جاسکتا ہے کہ وہ انہیں پیغمبر تسلیم کر کے انہیں بشر کہتے تھے۔ علماء اہل سنت انبیاء علیہم السلام مان کر ان کی بشریت کا عقیدہ رکھتے ہیں اور وہ کافر انہیں نبی مانے بغیر بشر کہتے تھے۔ اور اس طرح ان کی نبوت کا انکار کرتے تھے۔ ان دونوں صورتوں کو ایک ساتھ ملانا اور اسے اپنے انکار بشریت کا زینہ بنانا صرف انہی لوگوں کا کام ہو سکتا ہے، جو خدا سے بالکل بے خوف ہوں۔ اور نہ آخرت کے قائل ہوں اور نہ وہ کسی حساب و کتاب پر یقین رکھتے ہوں۔

15 بشریت انسان کے معنی میں

قرآن کریم میں لفظ بشر اور انسان ایک معنی میں آتے ہیں:

آیت 20: ۔فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا ۚ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِيْۤ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ○ (مریم:٢٦)

ترجمہ پس تو کھا اور پی اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر۔ پھر اگر کوئی آدمی تجھے نظر آئے تو اس سے

کہہ دے کہ میں نے رحمان کے لیے روزے کی نذر مانی ہے، اس لیے آج میں کسی انسان سے نہ بولوں گی۔

یہاں یہ دونوں لفظ ایک دوسرے کے ہم معنی ہیں۔

آیت 21:۔لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ○ (التین: ۴)

ترجمہ ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا۔

کہہ کر انسان کا اشرف المخلوقات ہونا واضح کیا ہے۔ سو اگر انبیائے کرام علیہم السلام کی بشریت کا انکار کیا جائے اور انہیں کسی اور نوع کا مانا جائے، تو ظاہر ہے کہ اس میں مقام نبوت کی کھلی توہین اور بے ادبی ہوگی۔

آیت 22:۔مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ○ (آل عمران: ۷۹)

ترجمہ کسی انسان کا یہ کام نہیں ہے کہ اللہ تو اُس کو کتاب اور حکم اور نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کی بجائے تم میرے بندے بن جاؤ۔ وہ تو یہی کہے گا کہ سچے ربانی بنو جیسا کہ اُس کتاب کی تعلیم کا تقاضا ہے جسے تم پڑھتے اور پڑھاتے ہو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نبوت اور کتاب کا مورد ہمیشہ انسان ہی رہے ہیں۔

آیت 23:۔وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ○ (الشوریٰ: ۵۱)

ترجمہ کسی بشر کا یہ مقام نہیں ہے کہ اللہ اُس سے رُوبرو بات کرے۔ اُس کی بات یا تو وحی (اشارے) کے طور پر ہوتی ہے یا پردے کے پیچھے سے، یا پھر وہ کوئی پیغام بر (فرشتہ) بھیجتا ہے اور وہ اُس کے حکم سے جو کچھ وہ چاہتا ہے وحی کرتا ہے، وہ برتر اور حکیم ہے۔

اس آیت معلوم ہوا کہ خدا جب بھی اپنا پیغام دینے کیلئے کسی سے ہم کلام ہو، تو وہ بشر سے ہی ہم کلام ہوا اور اس میں بشر کا اعزاز ہے، نبوت کی کوئی بے ادبی نہیں ہے۔

سوال بریلوی واعظین کہتے ہیں کہ یہ بات دوسرے انبیاء علیہم السلام کے متعلق تو کہی جا سکتی ہے

لیکن حضور ﷺ تو نور من نور اللہ تھے، وہ اس حکم میں شمار نہیں کیے جاسکتے؟

جواب اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے فوراً بعد حضور ﷺ کو بھی اس حکم میں شریک فرمایا ہے:

آیت 24: وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِىْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِىْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَاِنَّكَ لَتَهْدِىْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ (الشوریٰ:۵۲)

ترجمہ اور اسی طرح (اے نبیؐ) ہم نے اپنے حکم سے ایک روح تمہاری طرف وحی کی ہے تمہیں کچھ پتہ نہ تھا کہ کتاب کیا ہوتی ہے؟ اور ایمان کیا ہوتا ہے؟ مگر اُس رُوح کو ہم نے ایک روشنی بنادیا جس سے ہم راہ دکھاتے ہیں اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں۔ یقیناً تم سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کررہے ہو۔

16 انبیاء علیہم السلام کا برسبیل تواضع کوئی بات کہنا

تواضع اپنے آپ کو نیچے رکھ کر بات کہنے کو کہتے ہیں۔ گورنمنٹ سکول میں ایک ہیڈ ماسٹر ہے، ایک کلرک بھی ہے، ایک مالی بھی اور ایک چوکیدار بھی۔ اب اگر ہیڈ ماسٹر انہیں یکجا اکٹھا کر کے کہے: ''میں بھی تمہاری طرح گورنمنٹ کا ایک ملازم ہوں، گورنمنٹ سروس میں ہوں جیسے تم''۔ تو اضع ایک قدرِ مشترک پر نے آئی، ورنہ وہ تو سارے ادارے کا سربراہ ہے۔ تواضع کرنے والا تواضع میں جھوٹ نہیں بول رہا ہوتا ہے۔ ہاں! وہ اپنے آپ کو قدرِ مشترک میں لاکر ایک بات کہہ رہا ہے۔

یادرکھیے! انبیاء کرام علیہم السلام تواضع میں بھی جھوٹ نہیں بولتے۔

آنحضرت ﷺ نے ''اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ'' اگر بطورِ تواضع فرمایا، تو بھی آپ ﷺ نے جھوٹ نہیں بولا۔ تواضع قدرِ مشترک میں آتا ہے، جھوٹ بولنا نہیں ہے۔

اگر کوئی ڈپٹی کمشنر کہے: ''میں ڈپٹی کمشنر نہیں ہوں''۔ تو یہ تواضع نہ ہوگی، جھوٹ ہوگا۔

یادرکھیے انبیاء کرام علیہم السلام بطورِ تواضع کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔

17 تواضع نیاز مندی ہے، یہ کسی کے کہنے پر نہیں کی جاتی

حضور اکرم ﷺ نے بارہا فرمایا:

إِنَّمَآ أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۔ (میں بھی انسان ہوں جیسے تم)۔

کیا یہ حضور ﷺ کا اپنا فرمان تھا، یا یہ خدا کا حکم تھا؟ آپ ﷺ اس کا حکم فرمادیں۔ قرآن کریم میں اسے یوں بیان فریا گیا ہے:

آیت 25:۔ قُلْ إِنَّمَآ أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۔

ترجمہ اے نبی ﷺ! کہو: ''میں تو ایک انسان ہوں تم ہی جیسا''۔

نیاز مندی وہ ہوتی ہے جو اپنی طرف سے کی جائے، وہ نہیں جو دوسردں کے کہنے پر ہو۔ تاہم جن مفسرین نے اسے تواضع کہا ہے، وہ صرف پہلے حصہ آیت کے مطابق ہے، دوسرے حصہ میں يُوحَىٰ إِلَيَّ (میری طرف وحی کی جاتی ہے) کے الفاظ نے وہ مثبت توڑ دی ہے۔ یہ قرآن میں آپ ﷺ کی اپنی بشریت کا اعلان ہے۔

باب 11

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں غلو اور

راہِ اعتدال: 2

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالمِ غیب نہیں ہیں

اہل السنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ علوم عطا کیے گئے کہ جو کسی نبی اور کسی بھی مقرب فرشتے کو عطا نہیں کئے گئے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ مقدس علوم دیے گئے ہیں کہ جو علوم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کے لائق تھے۔ شیطانی اور مادی علوم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کے لائق نہ تھے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ نہ دیئے گئے۔

یہاں تک کہ تمام اولین اور آخرین کے تمام مقدس علوم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم کے مقابلہ میں ایسے ہیں کہ جیسے سمندر کے مقابلہ میں قطرہ۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم اللہ تعالیٰ کے علوم کے سامنے ایسے ہیں کہ جیسے سمندر کے مقابلہ میں قطرہ، کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مخلوق ہیں اور مخلوق کے علوم محدود ہوتے ہیں۔ اور محدود علوم کا خالق کائنات کے لامحدود علوم سے کسی بھی طرح کا کوئی تقابل ہی نہیں۔ یہ تو صرف سمجھانے کے لئے کہہ دیا جاتا ہے کہ جیسے سمندر کے مقابلہ میں قطرہ...... ورنہ محدود کی لامحدود سے کیا مناسبت؟

اسی طرح اہل السنت والجماعت کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ عالم الغیب صرف اللہ کی ذات ہے اور حضور اکرم ﷺ کے بارے میں عالم الغیب ہونے کا عقیدہ رکھنا شرک ہے، جو صریح کفر اور گمراہی ہے۔

1 علم غیب کی تعریف

شریعت میں علم غیب اس کو کہا جاتا ہے کہ کسی کو بغیر کسی ذریعہ کے اور بغیر کسی کے بتلائے غیب کی باتیں معلوم ہوں۔

یہ شان صرف اللہ تعالیٰ کی ہے حضور ﷺ کی یہ شان نہیں۔ اس لئے کہ حضور کریم ﷺ کو مختلف ذرائع سے علم حاصل ہوتا تھا اور ذرائع سے حاصل ہونے والے علم کو علم غیب نہیں کہا جاتا۔

2 اللہ علیم کل ہے، کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں

قرآن مجید نے بتلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہر چھوٹی، بڑی اور کھلی چھپی چیز کا علم ہے۔ وہ سب دیکھتا اور سنتا ہے۔ وہ ہر ایک کے قریب اور ہر ایک کے ساتھ ہے۔

آیت 1: ۔اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ○ (آل عمران: ۵)

ترجمہ زمین و آسمان کی کوئی چیز اللہ سے پوشیدہ نہیں۔

آیت 2: ۔وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ ۭ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ○ (الانعام: ۳)

ترجمہ وہی ایک اللہ آسمانوں میں بھی ہے اور زمین میں بھی، تمہارے کھلے اور چھپے سب حال جانتا ہے اور جو برائی یا بھلائی تم کماتے ہو اس سے خوب واقف ہے۔

آیت 3: ۔وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ ڛ قَوْلُهُ الْحَقُّ ۭ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ ۭ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ○ (الانعام: ۷۳)

ترجمہ وہی ہے جس نے آسمان و زمین کو برحق پیدا کیا ہے۔ اور جس دن وہ کہے گا کہ حشر ہو

جائے اسی دن وہ ہو جائے گا۔ اس کا ارشاد عین حق ہے اور جس روز صور پھونکا جائے گا اس روز بادشاہی اُسی کی ہوگی، وہ غیب اور شہادت ہر چیز کا عالم ہے اور دانا اور باخبر ہے۔

آیت 4:۔ وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ○ وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ۡ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ○ (القصص:۶۹،۷۰)

ترجمہ تیرا رب جانتا ہے جو کچھ یہ دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں اور جو کچھ یہ ظاہر کرتے ہیں۔ وہی ایک اللہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔ اسی کے لیے حمد ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، فرماں روائی اسی کی ہے اور اسی کی طرف تم سب پلٹائے جانے والے ہو۔

آیت 5:۔ وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ۭ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاۗءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ○ (یونس:۶۱)

ترجمہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! تم جس حال میں بھی ہوتے ہو اور قرآن میں سے جو کچھ بھی سناتے ہو، اور لوگو! تم بھی جو کچھ کرتے ہو، اس سب کے دوران میں ہم تم کو دیکھتے رہتے ہیں۔ کوئی ذرہ برابر چیز آسمان اور زمین میں ایسی نہیں ہے، نہ چھوٹی نہ بڑی، جو تیرے رب کی نظر سے پوشیدہ ہو اور ایک صاف دفتر میں درج نہ ہو۔

3 علمِ غیب خاصۂ خداوندی ہے

اللہ تعالیٰ کی ذات وحدہٗ لاشریک لہ ہے۔ اللہ تعالیٰ چونکہ ہر چیز کا خالق اور مالک ہے۔ لہٰذا اس کا علم ہر چیز کی کنہہ اور حقیقت پر حاوی ہے اور کسی چیز کا کوئی حصّہ بھی اس کے علمِ محیط سے نہاں اور غیر مکشوف نہیں ہے۔ وہ غیب، شہود، ماضی، حال اور مستقبل سب کا علم رکھتا ہے۔ کوئی تاریکی، کوئی حجاب اور کوئی مانع اُس کے علم کو کسی طرح بھی ناقص نہیں کرسکتا۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا اس کے علمِ محیط کا ہرگز مقابلہ

نہیں کرسکتا۔ اسی لیے اُس کا نام علیم، عالم، علام، اعلم، علیم بذات الصدور، عالم الغیب والشہادۃ، علام الغیوب اور اَعْلَمُ بِمَا یَكْتُمُوْنَ (جن کو لوگ چھپاتے ہیں، وہ ان کو خوب جانتا ہے) ہے۔ عالمِ غیب اور شہادت کی کوئی خشک وتر اور چھوٹی اور بڑی چیز ایسی نہیں جو اللہ تعالیٰ کے علمِ ازلی محیط سے خارج ہو اور زمین و آسمان کا کوئی ذرّہ ایسا نہیں جس پر اس کا کامل علم منطوی نہ ہو۔ اگرچہ بہت سے علوم اور اسرار و رموز اس نے اپنے بعض بندوں پر منکشف فرمائے ہیں جن میں خصوصیت سے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور خصوصاً جناب امام الانبیاء، فخر الرسل، خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم شامل ہیں۔ تاہم غیب کے اصول اور کلیات کا علم جن کو مفاتحِ غیب کہا جاتا ہے، حق تعالیٰ نے اپنے ہی لیے مخصوص رکھا ہے اور اس میں وہ ہر طرح اور ہر لحاظ سے متفرد ہے۔ کوئی بھی اس صفت میں اس کا شریک نہیں ہے۔

چند آیات اور احادیثِ مبارکہ ملاحظہ فرمائیں:

ا آیاتِ مبارکہ

آیت 6: ۔ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ۭ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ○ (الانعام:۵۹)

ترجمہ اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں، جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور سمندر اور خشکی میں جو کچھ ہے، وہ اس سے واقف ہے۔ کسی درخت کا کوئی پتا نہیں گرتا جس کا اسے علم نہ ہو۔ اور زمین کی اندھیریوں میں کوئی دانہ یا کوئی خشک یا تر چیز ایسی نہیں ہے جو ایک کھلی کتاب میں درج نہ ہو۔

تشریح بعض حضرات مفسرین کرام رحمہم اللہ نے مَفَاتِحُ کو مَفْتَحٌ (میم کی زبر کے ساتھ) کی جمع قرار دیا ہے اور اس اعتبار سے اس کا مطلب یہ ہوگا کہ بس اللہ تعالیٰ ہی کے پاس غیب کے خزانے ہیں۔ اُس کے سوا اُن کو اور کوئی نہیں جانتا۔ اور بعض نے مَفَاتِحُ کو مِفْتَحٌ (میم کی زیر کے ساتھ) کی جمع کہا ہے اور مطلب یہ بیان کیا ہے کہ فقط اللہ

تعالیٰ ہی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں، ان کو اس کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ اس میں اپنا تفرد بیان کیا ہے۔

آیت 7: وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ○ (ہود: ۱۲۳)

ترجمہ اور آسمانوں اور زمین میں جتنے پوشیدہ بھید ہیں، وہ سب اللہ کے علم میں ہیں۔ اور اسی کی طرف سارے معاملات لوٹائے جائیں گے۔ لہٰذا (اے پیغمبر!) اُس کی عبادت کرو، اور اُس پر بھروسہ رکھو۔ اور تم لوگ جو کچھ کرتے ہو، تمہارا پروردگار اُس سے بے خبر نہیں ہے۔

تشریح اس میں ظرف (لِلّٰہِ) کی تقدیم حصر کے لیے ہے اور مطلب یہ ہے کہ آسمان وزمین کے کُل مخفیات کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے اور بس اُسی کی یہ شان ہے کہ زمین وآسمان کی کوئی مخفی چیز اس کے علمِ محیط سے باہر نہیں ہے۔

آیت 8: لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ ؕ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ ؗ وَّلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖۤ اَحَدًا ○ (الکہف: ۲۶)

ترجمہ آسمانوں اور زمین کے سارے بھید اُسی کے علم میں ہیں۔ وہ کتنا دیکھنے والا، اور کتنا سننے والا ہے! اُس کے سوا ان کا کوئی رکھوالا نہیں ہے، اور وہ اپنی حکومت میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔

تشریح اس کا مضمون بھی یہ ہے کہ زمین وآسمان کے غیب کا سارا علم صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے اور اس میں متفرد ہے۔

آیت 9: وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَاۤ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ (النحل: ۷۷)

ترجمہ اور آسمان اور زمین کے غیب (سارے بھید) اللہ کے قبضے میں ہیں۔ اور قیامت کا معاملہ آنکھ جھپکنے سے زیادہ نہیں ہوگا، بلکہ اس سے بھی جلدی۔ یقین رکھو کہ اللہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔

تشریح اس میں بھی آسمان وزمین کے غیب کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ثابت کیا گیا ہے۔

۲ احادیثِ مبارکہ

حدیث 1:۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ (المتوفی ۷۴ھ) سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں قرآن کریم کی سورتوں کی طرح تمام اُمور میں استخارہ کی تعلیم بھی دیا کرتے تھے۔ اس دعائے استخارہ میں یہ بھی ہے:

فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ، وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ، وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ۔

(بخاری رقم: 7390،6382)

ترجمہ ''اے اللہ! تُو قادر ہے اور میں قدرت نہیں رکھتا، اور تُو جانتا ہے، اور میں نہیں جانتا۔ اور تو ہی غیب کا جاننے والا ہے''۔

حدیث 2:۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (المتوفی ۱۳ھ) کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبح وشام پڑھنے کے لیے ایک دعا بتائی، جس میں یہ بھی آتا ہے:

أَللّٰهُمَّ! فَاطِرَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ، عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَمَلِيكَهُ۔ (صحیح: ابوداؤد رقم 5067؛ ترمذی رقم 3392)

''اے اللہ! تُو ہی آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا اور عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ اور ہر چیز کا رب اور ہر چیز کا مالک ہے''۔

تخریج حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ عَاصِمٍ يُحَدِّثُ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّ أَبَا بَكْرٍ، قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَخْبِرْنِي بِشَيْءٍ أَقُولُهُ إِذَا أَصْبَحْتُ وَإِذَا أَمْسَيْتُ"، قَالَ: "قُلْ: أَللّٰهُمَّ! عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، فَاطِرَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ، رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَمَلِيكَهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِي وَشَرِّ الشَّيْطَانِ وَشِرْكِهِ. قُلْهُ إِذَا أَصْبَحْتَ، وَإِذَا أَمْسَيْتَ، وَإِذَا أَخَذْتَ مَضْجَعَكَ"۔

(صحیح: مسند احمد رقم 7961، 51، 52، 63؛ مسند ابوداؤد طیالسی رقم 9، 2705؛ مصنف ابن ابی شیبہ رقم 26523، 29274؛ البخاری فی "خلق أفعال العباد" رقم 138، 139، 583، 584،

587,586؛ النسائی فی "عمل الیوم واللیلۃ" رقم 11، 567، 795؛ الدارمی رقم 2689؛ البخاری فی "الأدب المفرد" رقم 1202، 1203؛ ترمذی رقم 3392؛ ابن حبان رقم 962؛ البیہقی فی "الأسماء والصفات" ص 26،20؛ الخطیب فی "تاریخ بغداد" 167/11؛ أبو داود رقم 5067؛ ابن السنی فی "عمل الیوم واللیلۃ" رقم 45؛ الحاکم 513/1)

حدیث 3:۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا (المتوفی ۵۷ھ) فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صلوۃ لیل کا افتتاح کرتے ہوئے اس میں یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

"اے اللہ! تو حضرت جبرائیل علیہ السلام، حضرت میکائیل علیہ السلام اور حضرت اسرافیل علیہ السلام کا رب ہے اور آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا اور عالم الغیب والشہادۃ ہے"۔

(ترمذی رقم 3420)

تخریج حَدَّثَنَا قُرَادٌ أَبُو نُوحٍ أَخْبَرَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ، أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ: "بِأَيِّ شَيْءٍ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْتَتِحُ صَلَاتَهُ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ؟"۔ قَالَتْ: كَانَ إِذَا قَامَ كَبَّرَ، وَيَقُولُ: "اَللّٰهُمَّ! رَبَّ جِبْرِيلَ وَ مِيكَائِيلَ وَإِسْرَافِيلَ، فَاطِرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ، عَالِمَ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ، أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ، اهْدِنِي لِمَا اخْتُلِفَتْ فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِكَ، إِنَّكَ تَهْدِي مَنْ تَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ"۔

(صحیح: مسند أحمد رقم 25225؛ مسلم رقم 200 ۔ 770؛ ابوداود رقم 767؛ ترمذی رقم 3420؛ ابن ماجہ رقم 1357؛ سنن کبریٰ نسائی رقم 1324؛ نسائی رقم 1625؛ مستخرج ابی عوانہ رقم 2244؛ ابن نصر فی "قیام اللیل" ص 113؛ ابن حبان رقم 2600؛ المسند المستخرج علی صحیح الإمام مسلم، لأبی نعیم رقم 1760؛ الاسماء والصفات بیہقی رقم 138؛ البیہقی فی "الدعوات" (374)؛ سنن کبریٰ بیہقی رقم 4668؛ شرح السنہ بغوی رقم 952؛ ابن خزیمہ رقم 1153؛ ابن المنذر فی "الأوسط" (1272)؛ أبو الشیخ فی "أخلاق النبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" ص 180)

حدیث 4:۔ حضرت شداد بن اوس بدری رضی اللہ عنہ (المتوفی ۵۸ھ) فرماتے ہیں کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دعا بتائی جس میں یہ بھی ہے:

”اے اللہ! میں تیری ذات کی بدولت ان چیزوں کے شر سے پناہ چاہتا ہوں، جن کو تو جانتا ہے، کیونکہ غیبوں کا جاننے والا تو صرف تُو ہی ہے۔(مستدرکِ حاکم رقم 1872)

تخریج حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ، ثنا أَبُو الْحَسَنِ مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ الْقَزَّازُ، ثنا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ بْنِ الْقَاسِمِ الْيَمَامِيُّ، ثنا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ، قَالَ: سَمِعْتُ شَدَّادًا أَبَا عَمَّارٍ يُحَدِّثُ، عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَكَانَ بَدْرِيًّا، قَالَ: بَيْنَمَا هُمْ فِي سَفَرٍ إِذْ نَزَلَ الْقَوْمُ يَتَصَبَّحُونَ، فَقَالَ شَدَّادٌ: "أَدْنُوا هٰذِهِ السُّفْرَةَ نَعْبَثُ". ثُمَّ قَالَ: "أَسْتَغْفِرُ اللهَ مَا تَكَلَّمْتُ بِكَلِمَةٍ مُنْذُ أَسْلَمْتُ إِلَّا وَأَنَا أَزُمُّهَا، وَأَخْطِمُهَا قَبْلَ كَلِمَتِي هٰذِهِ لَيْسَ كَذٰلِكَ". قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "وَلٰكِنْ قَالَ: يَا شَدَّادُ! إِذَا رَأَيْتَ النَّاسَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ، فَاكْنِزْ هٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ: اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَسْأَلُكَ التَّثْبِيتَ فِي الْأُمُورِ، وَعَزِيمَةَ الرُّشْدِ، وَأَسْأَلُكَ شُكْرَ نِعْمَتِكَ، وَحُسْنَ عِبَادَتِكَ، وَأَسْأَلُكَ قَلْبًا سَلِيمًا، وَلِسَانًا صَادِقًا، وَخُلُقًا مُسْتَقِيمًا، وَأَسْتَغْفِرُكَ لِمَا تَعْلَمُ، وَأَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا تَعْلَمُ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا تَعْلَمُ، إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ".

هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ.

(المستدرك على الصحيحين، ج ۱ ص ۶۸۸ رقم 1872)

4 زبانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے علمِ غیب کی نفی

اللہ تعالیٰ نے سید ولدِ آدم، فخر الرسل خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زبان سے اپنی اٹل اور محکم کتاب کے ذریعہ قانونِ کلی کے طور پر یہ صریح اعلان کروایا:

آیت 10:۔ قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَلَآ اَقُوْلُ

لَكُمْ اِنِّىْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰۤى اِلَيَّ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ؕ
اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ○ (الانعام: ۵۰)

ترجمہ (اے پیغمبر!) ان سے کہو: "میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، اور نہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں، اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو صرف اُس وحی کی اتباع کرتا ہوں جو مجھ پر نازل کی جاتی ہے"۔ کہو: "کیا ایک اندھا اور دُوسرا بینائی رکھنے والا دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ پھر کیا تم غور نہیں کرتے؟"۔

تشریح اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبوّت اور رسالت کے منصب اور اس کے خواص ولوازم پر روشنی ڈالی ہے یعنی جس کو اللہ تعالیٰ نبوت اور رسالت کے بلند مقام پر فائز کرتا ہے، اس کا یہ دعویٰ نہیں ہوتا کہ تمام مقدوراتِ الٰہیہ کے خزانے اس کے قبضۂ قدرت میں ہیں کہ جب اس سے کسی امر کی فرمائش کی جائے تو وہ ضرور ہی کر دکھائے، اور یہ بھی نہیں کہ تمام معلوماتِ غیبیہ اور ظاہریہ پر خواہ ان کا تعلق فرائض رسالت سے ہو یا نہ ہو، اس کو مطلع کر دیا جائے کہ تم جو کچھ پوچھو وہ فوراً بتلا دیا کرے اور یہ بھی نہیں کہ وہ نوعِ بشر کے علاوہ کوئی اور نوع ہو اور ملک، فرشتہ اور نور ہونے کی وجہ سے لوازم اور خواص بشریہ سے اپنی براءت اور نزاہت کا ثبوت پیش کرے۔ اس آیت کریمہ میں بصراحت یہ اُمور واضح کر دیئے گئے ہیں:

۱ نبی اللہ تعالیٰ کے خزانوں کا مالک، مختارِ کل اور متصرف فی الامور نہیں ہوتا۔
۲ نبی اور رسول عالم الغیب نہیں ہوتا کہ ہر ہر ذرّہ اس کے علم میں ہو۔
۳ نبی اور رسول ملک، فرشتہ اور نور نہیں ہوتا۔

جب بحکمِ خداوندی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ملک اور فرشتہ ہونے کی نفی کی، تو گویا صراحت کے ساتھ اپنے نور ہونے کی بھی نفی کر دی۔

قرآن کریم کی کئی سو آیات اس امر کو واضح کرتی ہیں کہ علمِ غیب خاصۂ خداوندی ہے اور بیسیوں آیات اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ علمِ غیب، نبوت اور رسالت کے لوازم اور خواص میں سے ہرگز نہیں ہے۔ یہاں صرف اوپر ایک آیت درج کی ہے اور دو صحیح اور صریح حدیثیں بیان کی جاتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ہستی، بایں عزّ وشان

عالم الغیب نہ تھی اور دنیاوی اُمور کا نہ جاننا کچھ باعثِ نقص بھی نہیں۔ نیز دینی مسائل میں بھی آپ ﷺ بسا اوقات اجتہاد اور قیاس سے کام لیتے تھے اور آپ ﷺ کے اجتہاد میں خطا کا احتمال بھی تھا۔ ہاں یہ ضروری تھا کہ آپ ﷺ کو خطا پر چھوڑا نہیں جاتا تھا۔

حدیث 5: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ وَإِنَّكُمْ تَخْتَصِمُونَ إِلَيَّ، وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَكُونَ أَلْحَنَ بِحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ، فَأَقْضِي عَلَى نَحْوِ مَا أَسْمَعُ، فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ مِنْ حَقِّ أَخِيهِ شَيْئًا، فَلَا يَأْخُذْهُ فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهُ قِطْعَةً مِنَ النَّارِ".

(بخاری رقم 6967،7168؛ مسلم رقم 4۔ 1713؛ مسند أحمد رقم 26491، 26618، 2662، 26717؛ مصنف ابن ابی شیبہ رقم 22973، 22974، 29076، 36488، 36489؛ مسند اسحاق بن راہویہ رقم 1821، 1823، 1947؛ سنن ابن ماجہ رقم 2317؛ ترمذی رقم 1339؛ سنن کبریٰ نسائی رقم 5917، 5943، 5977؛ سنن نسائی رقم 5401، 5422؛ مسند ابی یعلی رقم 6881، 6994؛ المنتقی لابن الجارود رقم 999، 1000؛ مستخرج ابی عوانہ رقم 6378، 6380؛ شرح معانی الآثار رقم 6139؛ معجم کبیر طبرانی رقم 663، 902، 906؛ سنن دار قطنی رقم 4584؛ الخلافیات بیہقی رقم 5508، 5513 (م)؛ سنن صغیر بیہقی رقم 3278، 3402)

ترجمہ: حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا (المتوفی ۵۹ھ) فرماتی ہیں: (دو فریق اپنا ایک مقدمہ لے کر جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔) آپ ﷺ نے (فریقین کو مخاطب کر کے یوں) ارشاد فرمایا:

"میں ایک بشر ہی ہوں اور میرے پاس فریق مقدمات لے کر آتے ہیں۔ ایسی صورت میں ممکن ہے کہ تم میں سے کوئی فریق دوسرے سے زیادہ اچھا بولنے والا ہو، جس کی وجہ سے میں اس کو سچا سمجھ لوں اور میں اس کے حق میں فیصلہ دے دوں۔ پس اس طرح میں جس کو دوسرے مسلمان کا حق دلوادوں تو وہ جہنم کا ایک ٹکڑا ہے، خواہ وہ

اسے لے یا چھوڑ دے''۔

حدیث 6: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الثَّقَفِيُّ، وَأَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ، وَتَقَارَبَا فِي اللَّفْظِ، وَهٰذَا حَدِيثُ قُتَيْبَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: مَرَرْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَوْمٍ عَلَى رُءُوسِ النَّخْلِ، فَقَالَ: "مَا يَصْنَعُ هٰؤُلَاءِ؟". فَقَالُوا: "يُلَقِّحُونَهُ، يَجْعَلُونَ الذَّكَرَ فِي الْأُنْثٰى فَيَلْقَحُ". فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا أَظُنُّ يُغْنِي ذٰلِكَ شَيْئًا". قَالَ فَأُخْبِرُوا بِذٰلِكَ فَتَرَكُوهُ، فَأُخْبِرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذٰلِكَ فَقَالَ: "إِنْ كَانَ يَنْفَعُهُمْ ذٰلِكَ فَلْيَصْنَعُوهُ، فَإِنِّي إِنَّمَا ظَنَنْتُ ظَنًّا، فَلَا تُؤَاخِذُونِي بِالظَّنِّ، وَلٰكِنْ إِذَا حَدَّثْتُكُمْ عَنِ اللهِ شَيْئًا، فَخُذُوا بِهِ، فَإِنِّي لَنْ أَكْذِبَ عَلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ".

(صحیح: مسلم رقم 139۔2361؛ مسند احمد رقم 1395، 1399، 1400؛ سنن ابن ماجہ رقم 2470؛ عبد بن حمید رقم 102؛ الطیالسی رقم 230؛ البزار رقم 937، 938؛ ابو یعلی رقم 639؛ الشاشی رقم 7، 9)

ترجمہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ درختوں کے اوپر موجود لوگوں کے پاس سے گزرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟''۔ انھوں نے عرض کیا: ''ہم تابیر نخل کر رہے ہیں، یعنی نر پھول کے زردانے (Pollen grains) مادہ پھول کے (Stigmas) اوپر چھڑک کر تابیرِ نخل (Pollination) کر رہے ہیں''۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میرا خیال ہے کہ اس کا کچھ فائدہ نہیں ہے''۔ اس فرمان کی اُن کو خبر دے دی گئی۔ اس پر انھوں نے اس تابیر نخل کا عمل چھوڑ دیا۔ (اس سال پھل بہت ہی کم آیا)۔ پھر اس نقصان کی خبر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر کو دی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اگر یہ تابیر نخل کا عمل فائدہ ہے، تو اس کو ضرور کیا کرو۔ میں نے ایک گمان کیا تھا، لہٰذا اس گمان کی وجہ سے مجھ سے مؤاخذہ نہ کرو۔ لیکن جب میں تم سے اللہ کی طرف سے کوئی حکم بیان کروں، تو اس پر عمل کرو، اس لیے کہ میں اللہ تعالیٰ پر ہرگز جھوٹ نہیں بولتا''۔

حدیث 7: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الرُّومِيِّ الْيَمَامِيُّ، وَعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ

الْعَنْبَرِيُّ، وَأَحْمَدُ بْنُ جَعْفَرٍ الْمَعْقِرِيُّ، قَالُوا: حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ وَهُوَ ابْنُ عَمَّارٍ، حَدَّثَنَا أَبُو النَّجَاشِيِّ، حَدَّثَنِي رَافِعُ بْنُ خَدِيجٍ، قَالَ: قَدِمَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ، وَهُمْ يَأْبُرُونَ النَّخْلَ، يَقُولُونَ يُلَقِّحُونَ النَّخْلَ، فَقَالَ: "مَا تَصْنَعُونَ؟". قَالُوا: "كُنَّا نَصْنَعُهُ". قَالَ: "لَعَلَّكُمْ لَوْ لَمْ تَفْعَلُوا كَانَ خَيْرًا". فَتَرَكُوهُ فَنَفَضَتْ أَوْ فَنَقَصَتْ. قَالَ فَذَكَرُوا ذٰلِكَ لَهُ. فَقَالَ: "إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، إِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِنْ دِينِكُمْ فَخُذُوا بِهِ، وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِنْ رَأْيِي، فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ".

(مسلم رقم 140 ـ 2362؛ مستخرج أبي عوانة رقم: طبع الجامعة الإسلامیة ::::؛ ابن ماجه ص ۱۸۰؛ مشکوٰۃ رقم 147)

ترجمہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ (المتوفی ۷۳ھ) روایت کرتے ہیں: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو دیکھا کہ لوگ کھجور کے درختوں میں (اس کے معہود ومعروف طریقہ پر) تابیر کر رہے ہیں یعنی نر پھول کے زردانے (Pollen grains) مادہ پھول کے (Stigmas) اوپر چھڑک رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم کیا کرتے ہو؟'' انہوں نے جواب دیا کہ ہم یوں ہی کیا کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر تم ایسا نہ کرو تو پھر بھی ٹھیک ہو''۔ انہوں نے اس کو چھوڑ دیا تو کھجوریں ناقص آئیں۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کا ذکر کیا۔ سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں ایک بشر ہوں۔ جب تم کو دین کے بارے میں کوئی حکم دوں تو اس پر ضرور عمل کرو اور جب میں کوئی بات اپنی رائے سے کہوں تو بس میں ایک بشر ہی ہوں''۔

حدیث 8: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعَمْرٌو النَّاقِدُ، كِلَاهُمَا عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: أَبُو بَكْرٍ، حَدَّثَنَا أَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، وَعَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِقَوْمٍ يُلَقِّحُونَ، فَقَالَ: "لَوْ لَمْ تَفْعَلُوا لَصَلُحَ". قَالَ: فَخَرَجَ شِيصًا، فَمَرَّ بِهِمْ فَقَالَ: "مَا لِنَخْلِكُمْ؟". قَالُوا: "قُلْتَ كَذَا

وَكَذَا". قَالَ: "أَنْتُمْ أَعْلَمُ بِأَمْرِ دُنْيَاكُمْ".

(مسلم رقم 141 - 2363؛ ابن ماجہ رقم 2471؛ مسند احمد رقم 12544، 24920؛ صحیح ابن حبان رقم 22)

ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ (المتوفی ۹۳ھ) فرماتے ہیں: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے، جو تابیر نخل کر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اگر ایسا نہ کرو، تو بہتر ہوگا"۔ اس سال پھل بہت ہی ناقص آیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ان پر ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمہارے کھجور کے درختوں کو کیا ہو گیا ہے؟"۔ انھوں نے عرض کیا: "آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی ایسا فرمایا تھا"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم اپنے دنیوی معاملات کو زیادہ جاننے والے ہو"۔

5 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطائی طور پر بھی علمِ غیب حاصل نہ تھا

قرآن کریم اور احادیثِ صحیحہ سے علمِ غیب عطائی کی بھی نفی ہوتی ہے۔

آیت 11: وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ۝
(یٰس: ۶۹)

ترجمہ اور ہم نے (اپنے) ان (پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) کو نہ شاعری سکھائی ہے، اور نہ وہ ان کے شایانِ شان ہے۔ یہ تو بس ایک نصیحت کی بات ہے، اور ایسا قرآن جو حقیقت کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے۔

تشریح اس نص قطعی سے یہ بات بالکل آشکارا ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر کی تعلیم عطا ہی نہیں کی۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی تعلیم نہیں دی تو اور کہاں سے یہ تعلیم عطا ہوئی یا ہو سکتی ہے؟ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی بالکل بے نقاب کر دیا ہے کہ شعر کی تعلیم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بلند اور رفیع شان کے لائق ہی نہیں ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حقیقت کے ترجمان تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد دنیا کو اعلیٰ حقائق سے بدوں ادنیٰ ترین کذب وغلو کے روشناس کرنا تھا۔

☐ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

آیت 12: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ

مَنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ ○ (المؤمن: ۷۸)

ترجمہ اور حقیقت یہ ہے کہ ہم نے تم سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر بھیجے ہیں۔ ان میں سے کچھ وہ ہیں جن کے واقعات ہم نے تمہیں بتا دیئے ہیں، اور کچھ وہ ہیں جن کے واقعات ہم نے تمہیں نہیں بتائے۔ اور کسی پیغمبر کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی معجزہ لے آئے۔ پھر جب اللہ کا حکم آئے گا تو سچائی کا فیصلہ ہو جائے گا اور جو لوگ باطل کی پیروی کر رہے ہیں، وہ اُس موقع پر سخت نقصان اُٹھائیں گے۔

آیت 13: وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ؕ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ○ (النساء: ۱۶۴)

ترجمہ اور بہت سے رسول ہیں جن کے واقعات ہم نے تمہیں سنائے ہیں، اور بہت سے رسول ایسے ہیں کہ ہم نے ان کے واقعات تمہیں پہلے نہیں سنائے۔ اور موسیٰ علیہ السلام سے تو اللہ براہِ راست ہم کلام ہوا۔

تشریح پہلی آیت مکی سورت کی ہے اور دوسری مدنی سورت کی، جس سے صاف طور پر یہ بات معلوم ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے حالات بتائے ہیں اور بعض کے حالات کا علم عطا ہی نہیں کیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کے احوال کا علم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا نہیں کیا تو وہ اور کہاں سے عطا ہو گا؟

6 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع ما کان وما یکون کا علم نہ تھا

تمام پیغمبروں کے سردار، امام الانبیاء، خاتم النبیین اور شفیع المذنبین حضرت محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی جمیع ما کان وما یکون کا علم حاصل نہ تھا اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ مقام حاصل نہ تھا تو بدیگراں چہ رسد۔

۱ آیاتِ مبارکہ

یہاں بارہ عدد آیات پیش کی جاتی ہیں:

آیت 14:۔ اِنَّ اللّٰهَ عِنۡدَهٗ عِلۡمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الۡغَيۡثَ ۚ وَيَعۡلَمُ مَا فِى الۡاَرۡحَامِ ؕ وَمَا تَدۡرِىۡ نَفۡسٌ مَّاذَا تَكۡسِبُ غَدًا ؕ وَمَا تَدۡرِىۡ نَفۡسٌ بِاَىِّ اَرۡضٍ تَمُوۡتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيۡمٌ خَبِيۡرٌ ۝ (سورت لقمان: ۳۴)

ترجمہ یقیناً (قیامت کی) گھڑی کا علم اللہ ہی کے پاس ہے۔ وہی بارش برساتا ہے۔ اور وہی جانتا ہے کہ ماؤں کے پیٹ میں کیا ہے؟ اور کسی متنفس کو یہ پتہ نہیں ہے کہ وہ کل کیا کمائے گا۔ اور نہ کسی متنفس کو یہ پتہ ہے کہ کون سی زمین میں اُسے موت آئے گی۔ بے شک اللہ ہر چیز کا مکمل علم رکھنے والا، ہر بات سے پوری طرح باخبر ہے۔

تشریح

☆ یعنی قیامت آکر رہے گی مگر کب آئے گی؟ اس کا علم اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی کو نہیں۔ نہ معلوم کب یہ کارخانہ توڑ پھوڑ کر برابر کر دیا جائے۔

☆ زمین کی ساری رونق اور مادی برکت (جس پر مخلوق کی خوشحالی کا مدار ہے) آسمانی بارش پر موقوف ہے۔ سال، دوسال بارش نہ برسے، تو خاک اُڑنے لگے۔ مگر یہ بارش کب ہوگی؟ کہاں ہوگی؟ کتنی مقدار میں ہوگی؟ کن کن نتائج کی حامل ہوگی؟ اس کو بھی صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

☆ اس کا علم بھی اللہ تعالیٰ کو ہے کہ ارحام کے اندر کیا ہے؟ لڑکے ہیں یا لڑکیاں۔ اکیلے ہیں یا جڑواں۔ کالے ہیں یا گورے۔ صحیح الاعضاء ہیں یا ناقص الاعضاء۔ پیدا ہونے کے بعد اُن کی عمر کیا ہوگی؟ روزی کتنی ملے گی؟ کیا کیا کام کریں گے؟ سعید ہوں گے یا شقی؟ وغیرہ وغیرہ۔

☆ یہ بھی کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا (خودساختہ پروگرام کا کوئی اعتبار نہیں ہے)؟ نفع کمائے گا یا نقصان؟ نیکی کرے گا یا بدی؟ کچھ کرنے کے لیے زندہ بھی رہے گا یا نہیں؟

☆ موت آئے گی تو کہاں اور کس نوعیت کی؟ دفن ہوگا یا جانور کھائیں گے؟ تجہیز و تکفین کون کرے گا؟ کس خطۂ زمین میں دفن کیا جائے گا؟ وغیرہ وغیرہ۔

احادیث میں ان پانچ چیزوں کو مفاتیح الغیب کہا گیا ہے، جن کا کامل علم اللہ تعالیٰ کے

سوا اور کسی کو نہیں ہے۔

حدیث 9:۔حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلاَلٍ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَفَاتِيحُ الغَيْبِ خَمْسٌ، لاَ يَعْلَمُهَا إِلَّا اللهُ: لاَ يَعْلَمُ مَا تَغِيضُ الأَرْحَامُ إِلَّا اللهُ، وَلاَ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ إِلَّا اللهُ، وَلاَ يَعْلَمُ مَتَى يَأْتِي المَطَرُ أَحَدٌ إِلَّا اللهُ، وَلاَ تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِلَّا اللهُ، وَلاَ يَعْلَمُ مَتَى تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا اللهُ"۔ (بخاری رقم 7379)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "مفاتیح الغیب یہ پانچ چیزیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔

☆ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا واقعات رونما ہوں گے؟

☆ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ ارحام (بچہ دانیوں) میں کیا ہے (مثلاً نر یا مادہ، ایک یا زیادہ وغیرہ)؟

☆ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب ہوگی؟۔

☆ کسی نفس کو معلوم نہیں کہ اس کی موت کس سرزمین میں واقع ہوگی؟

☆ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب ہوگی؟

حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا

حدیث 10:۔وَمَنْ حَدَّثَكَ أَنَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ فَقَدْ كَذَبَ، ثُمَّ قَرَأَتْ: "وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا" (لقمان: ۳۴) (بخاری رقم ۴۸۵۵)

ترجمہ جو شخص تجھ سے یہ کہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کل کے حوادث کو جانتے ہیں، تو بیشک وہ جھوٹ کہتا ہے۔ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی:

آیت 15:۔وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا (سورت لقمان: ۳۴)

ترجمہ اور کسی متنفس کو یہ پتہ نہیں ہے کہ وہ کل کیا کمائے گا۔

حدیث 11:۔وَمَنْ قَالَ: إِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ فَقَدْ أَعْظَمَ عَلَى اللهِ الْفِرْيَةَ، وَاللهُ يَقُولُ: "قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ

وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللهُ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يَبْعَثُونَ". (ابوعوانہ رقم 405)

ترجمہ • جوشخص یہ کہتا ہے کہ حضرت محمد مصطفی ﷺ کل کے واقعات کو جانتے ہیں، تو بیشک اس نے اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

آیت 16: قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللهُ ۚ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ ○ (النمل: ٦٥)

ترجمہ کہہ دو کہ: "اللہ تعالیٰ کے سوا آسمانوں اور زمین میں کسی کو بھی غیب کا علم نہیں ہے۔ اور لوگوں کو یہ بھی پتہ نہیں ہے کہ اُنہیں کب دوبارہ زندہ کیا جائے گا؟"۔

3 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ:...... وَمَنْ حَدَّثَكَ أَنَّهُ يَعْلَمُ الغَيْبَ، فَقَدْ كَذَبَ، وَهُوَ يَقُولُ: لَا يَعْلَمُ الغَيْبَ إِلَّا اللهُ.

(بخاری 7380)

ترجمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: .... جو شخص تجھے یہ بتائے کہ آپ ﷺ غیب جانتے ہیں تو وہ شخص جھوٹا ہے کیونکہ وہ تو فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر غیب کوئی نہیں جانتا۔

آیت 17: يَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ۖ قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللهِ ۚ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا ○ (الاحزاب: ٦٣)

ترجمہ لوگ تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ کہہ دو کہ اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے۔ اور تمہیں کیا پتہ، شاید قیامت قریب ہی آ گئی ہو؟

آیت 18: قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللهُ ۚ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ ○ (النمل: ٦٥)

ترجمہ کہہ دو کہ: "اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں کسی کو بھی غیب کا علم نہیں ہے۔ اور لوگوں کو یہ بھی پتہ نہیں ہے کہ اُنہیں کب دوبارہ زندہ کیا جائے گا؟"۔

آیت 19: يَسْئَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسٰهَا ○ فِيمَ أَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا ○ إِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا ○ إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَخْشٰهَا ○ كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ

يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا○ (النازعات: ۴۲ تا ۴۶)

ترجمہ یہ لوگ تم سے قیامت کی گھڑی کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ وہ کب قائم ہوگی؟ تمہارا یہ بات بیان کرنے سے کیا کام؟ اُس کا علم تو تمہارے پروردگار پر ختم ہے۔ جو شخص اس سے ڈرتا ہو، تم تو صرف اُس کو خبردار کرنے والے ہو۔ جس دن یہ اُس کو دیکھ لیں گے، اُس دن انہیں ایسا معلوم ہوگا جیسے وہ (دنیا میں یا قبر میں) ایک شام یا ایک صبح سے زیادہ نہیں رہے۔

آیت 20: ۔قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۛۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ○ (الاعراف: ۱۸۸)

ترجمہ کہو کہ: ''جب تک اللہ نہ چاہے، میں خود اپنے آپ کو بھی کوئی نفع یا نقصان پہنچانے کا اختیار نہیں رکھتا۔ اور اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو میں اچھی اچھی چیزیں خوب جمع کرتا۔ اور مجھے کبھی کوئی تکلیف ہی نہ پہنچتی۔ میں تو بس ایک ہوشیار کرنے والا اور خوش خبری سنانے والا ہوں، ان لوگوں کے لیے جو میری بات مانیں''۔

آیت 21: ۔قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ ؕ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ○ (الاحقاف: ۹)

ترجمہ کہو کہ: ''میں پیغمبروں میں کوئی انوکھا پیغمبر نہیں ہوں۔ مجھے معلوم نہیں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا؟ اور نہ یہ معلوم ہے کہ تمہارے ساتھ کیا ہوگا؟ میں کسی اور چیز کی نہیں، صرف اُس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھے بھیجی جاتی ہے۔ اور میں تو صرف ایک واضح انداز سے خبردار کرنے والا ہوں''۔

آیت 22: ۔مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ○ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ○ (الانفال: ۶۷، ۶۸)

ترجمہ یہ بات کسی نبی کے شایانِ شان نہیں ہے کہ اُس کے پاس قیدی رہیں، جب تک کہ وہ زمین میں (دشمنوں کا) خون اچھی طرح نہ بہا چکا ہو (جس سے ان کا رُعب پوری

طرح ٹوٹ جائے)۔ تم دُنیا کا ساز و سامان چاہتے ہو، اور اللہ تعالیٰ (تمہارے لیے) آخرت (کی بھلائی) چاہتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ صاحب اقتدار بھی ہے، صاحب حکمت بھی۔ اگر اللہ کی طرف سے ایک لکھا ہوا حکم پہلے نہ آچکا ہوتا تو جو راستہ تم نے اختیار کیا، اُس کی وجہ سے تم پر کوئی بڑی سزا آجاتی۔

آیت 23: لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَٰلِمُونَ ○ (آل عمران:۱۲۸)

ترجمہ (اے پیغمبر!) تمہیں اس فیصلے کا کوئی اختیار نہیں کہ اللہ ان کی توبہ قبول کرے یا ان کو عذاب دے، کیونکہ یہ ظالم لوگ ہیں۔

آیت 24: يَٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ ۖ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ○ قَدْ فَرَضَ اللَّهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللَّهُ مَوْلَىٰكُمْ ۖ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ○ وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ ۖ فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ أَنْبَأَكَ هَٰذَا ۖ قَالَ نَبَّأَنِيَ الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ ○ (التحریم:۱ تا ۳)

ترجمہ اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)! جو چیز اللہ نے تمہارے لیے حلال کی ہے، تم اپنی بیویوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اُسے کیوں حرام کرتے ہو؟ اور اللہ بہت بخشنے والا، بہت مہربان ہے۔ اللہ نے تمہاری قسموں سے نکلنے کا طریقہ مقرر کر دیا ہے۔ اللہ تمہارا کارساز ہے، اور وہی ہے جس کا علم بھی کامل ہے، حکمت بھی کامل۔ اور یاد کرو جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی بیوی سے راز کے طور پر ایک بات کہی تھی۔ پھر جب اُس بیوی نے وہ بات کسی اور کو بتلادی۔ اور اللہ نے یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر کر دی تو اُس نے اُس کا کچھ حصہ جتلا دیا، اور کچھ حصے کو ٹال گئے۔ پھر جب انہوں نے اُس بیوی کو وہ بات جتلائی تو وہ کہنے لگیں کہ: ''آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو یہ بات کس نے بتائی؟''۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ: ''مجھے اُس نے بتائی جو بڑے علم والا، بہت باخبر ہے''۔

آیت 25: وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنَٰفِقُونَ ۖ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ ۖ مَرَدُوا

عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَىٰ عَذَابٍ عَظِيمٍ ○ (التوبۃ:۱۰۱)

ترجمہ: اور تمہارے اردگرد جو دیہاتی ہیں، ان میں بھی منافق لوگ موجود ہیں، اور مدینہ کے باشندوں میں بھی۔ یہ لوگ منافقت میں (اتنے) ماہر ہوگئے ہیں (کہ) تم انہیں نہیں جانتے، انہیں ہم جانتے ہیں۔ ان کو ہم دو مرتبہ سزا دیں گے۔ پھر اُن کو ایک زبردست عذاب کی طرف دھکیل دیا جائے گا۔

آیت 26:۔ عَفَا اللَّهُ عَنكَ لِمَ أَذِنتَ لَهُمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَتَعْلَمَ الْكَاذِبِينَ ○ (التوبۃ:۴۳)

ترجمہ: (اے پیغمبر!) اللہ نے تمہیں معاف کر دیا ہے، (مگر) تم نے ان کو (جہاد میں شریک نہ ہونے کی) اجازت اس سے پہلے ہی کیوں دے دی کہ تم پر یہ بات کھل جاتی کہ کون ہیں جنہوں نے سچ بولا ہے، اور تم جھوٹوں کو بھی اچھی طرح جان لیتے۔

آیت 27:۔ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَإِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ مِن قَبْلُ وَلَيَحْلِفُنَّ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا الْحُسْنَىٰ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ○ لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا لَّمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَن تَقُومَ فِيهِ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَن يَتَطَهَّرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ ○ (التوبۃ:۱۰۷،۱۰۸)۔

ترجمہ: اور کچھ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ایک مسجد اس کام کے لیے بنائی ہے کہ (مسلمانوں کو) نقصان پہنچائیں، کافرانہ باتیں کریں، مؤمنوں میں پھوٹ ڈالیں اور اُس شخص کو ایک اڈہ فراہم کریں جس کی پہلے سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ ہے۔ (اے پیغمبر!) تم اُس (نام نہاد مسجد) میں کبھی (نماز کے لیے) کھڑے مت ہونا۔ البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے، وہ اس بات کی زیادہ حق دار ہے کہ تم اُس میں کھڑے ہو۔ اُس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک صاف ہونے کو پسند کرتے ہیں، اور اللہ پاک صاف لوگوں کو پسند کرتا ہے۔

۲ احادیثِ مبارکہ

یہاں چند احادیث ذکر کی جاتی ہیں جن سے بخوبی یہ معلوم ہو جائے گا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ تو علم غیب حاصل تھا اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمیع ما کان وما یکون کے عالم تھے۔ جب خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نفی فرمادی ہے تو کسی اور کی بات کیسے اور کیوں کر حجت ہو سکتی ہے؟

حدیث 12: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا أَبُو حَيَّانَ التَّيْمِيُّ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَارِزًا يَوْمًا لِلنَّاسِ، فَأَتَاهُ جِبْرِيلُ فَقَالَ: مَا الإِيمَانُ؟ قَالَ: "الإِيمَانُ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللهِ وَمَلاَئِكَتِهِ، وَكُتُبِهِ، وَبِلِقَائِهِ، وَرُسُلِهِ وَتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ. قَالَ: مَا الإِسْلاَمُ؟ قَالَ: "الإِسْلاَمُ: أَنْ تَعْبُدَ اللهَ، وَلاَ تُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا، وَتُقِيمَ الصَّلاَةَ، وَتُؤَدِّيَ الزَّكَاةَ الْمَفْرُوضَةَ، وَتَصُومَ رَمَضَانَ". قَالَ: مَا الإِحْسَانُ؟ قَالَ: "أَنْ تَعْبُدَ اللهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ. قَالَ: مَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ: "مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ". وَسَأُخْبِرُكَ عَنْ أَشْرَاطِهَا: "إِذَا وَلَدَتِ الأَمَةُ رَبَّهَا، وَإِذَا تَطَاوَلَ رُعَاةُ الإِبِلِ الْبُهْمُ فِي الْبُنْيَانِ، فِي خَمْسٍ لاَ يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللهُ". ثُمَّ تَلاَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ اللهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ". (لقمان:۳۴) الآيَةَ. ثُمَّ أَدْبَرَ. فَقَالَ: "رُدُّوهُ". فَلَمْ يَرَوْا شَيْئًا. فَقَالَ: هٰذَا جِبْرِيلُ جَاءَ يُعَلِّمُ النَّاسَ دِينَهُمْ. (بخاری رقم:50، 4777؛ مسلم رقم 5-9، 7-10)

ترجمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ایک دن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر لوگوں کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے کہ یکا یک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے عرض کیا: ''ایمان کیا چیز ہے؟''۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایمان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں پر، آخرت پر، اس کے رسولوں پر، اس کی کتابوں پر اور مرنے کے بعد زندہ ہونے پر ایمان

لاؤ"۔ پھر اس شخص نے عرض کیا: "اسلام کیا چیز ہے؟"۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اسلام یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، نماز قائم کرو، فریضۂ زکوٰۃ ادا کرو، اور ماہِ رمضان کے روزے رکھو"۔ پھر اس شخص نے عرض کیا: "احسان کیا چیز ہے؟"۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح خشوع اور خلوص سے ادا کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو۔ سو اگر تم اس کو نہیں دیکھتے، تو وہ تو تمہیں دیکھتا ہے"۔ پھر اس شخص نے عرض کیا: "قیامت کب ہوگی؟"۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "جس سے یہ بات پوچھی جا رہی ہے، وہ سائل سے زیادہ اس کو نہیں جانتا۔ اور میں تم کو اس کی (کچھ) علامتیں بتلائے دیتا ہوں:

(۱) جب لونڈی اپنے آقا کو جنے۔

(۲) جب سیاہ اونٹوں کو چرانے والے بڑی بڑی بلند عمارتیں بنانے لگیں۔

(تو سمجھ لینا کہ قیامت قریب ہے)۔

(وقتِ قیامت تو) ان پانچ چیزوں میں سے ہے، جن کا علم سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے سورت لقمان کی یہ آیت پڑھی:

آیت 28:۔ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ○ (سورت لقمان: ۳۴)

ترجمہ: یقیناً (قیامت کی) گھڑی کا علم اللہ ہی کے پاس ہے۔ وہی بارش برساتا ہے۔ اور وہی جانتا ہے کہ ماؤں کے پیٹ میں کیا ہے؟ اور کسی متنفس کو یہ پتہ نہیں ہے کہ وہ کل کیا کمائے گا۔ اور نہ کسی متنفس کو یہ پتہ ہے کہ کون سی زمین میں اُسے موت آئے گی۔ بے شک اللہ ہر چیز کا مکمل علم رکھنے والا، ہر بات سے پوری طرح باخبر ہے۔

اس کے بعد سوال کرنے والا شخص چلا گیا۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا: "اس کو واپس لاؤ"۔ مگر وہ نظر نہ آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ تو حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے۔ لوگوں کو دین کی تعلیم دینے آئے تھے"۔

استدلال اس حدیث سے تین امور معلوم ہوئے:

۱ یہ روایت اس پر نص ہے کہ قیامت کے قیام کا ٹھیک وقت جناب رسول اللہ ﷺ کو معلوم نہ تھا۔ ہاں البتہ قیامت کی بعض نشانیاں آپ ﷺ نے ضرور بیان فرمائی ہیں۔

۲ اس حدیث کے اندر جو کچھ بیان کیا گیا ہے، وہ خالص دین ہے، کیونکہ اس کے آخر میں صاف طور پر یہ ارشاد موجود ہے کہ سائل حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے۔ حدیث مبارکہ کے الفاظ ہیں:

هٰذَا جِبْرِيلُ جَاءَ يُعَلِّمُ النَّاسَ دِينَهُمْ.

ترجمہ یہ تو حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے۔ لوگوں کو دین کی تعلیم دینے آئے تھے۔

۳ یہ حضور اکرم ﷺ کی زندگی کے آخری دور کا واقعہ ہے، جس میں تمام احکامِ دین نازل ہو چکے تھے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام لوگوں کے ذہن میں اِن امور کا اہتمام پیدا کرنے اور اِن اُمورِ دین پر مہر تصدیق ثبت کرنے کے لیے تشریف لائے تھے۔ مگر ابتداء میں حضور اکرم ﷺ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو پہچان نہیں سکے تھے۔ بعد میں آپ ﷺ کو یہ علم ہوا تھا کہ وہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے۔

حدیث 13: حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، وَحَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، يَقُولُ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ قَبْلَ أَنْ يَمُوتَ بِشَهْرٍ: تَسْأَلُونِي عَنِ السَّاعَةِ، وَإِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللهِ. الحديث.

(مسلم رقم 218-2538؛ مسند أحمد رقم 14451، 14493، 14717، 15128؛ مستخرج ابی عوانہ رقم 11068 (الجامعۃ الاسلامیہ)؛ ابن حبان رقم 2987، 2988)

ترجمہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ آپ ﷺ نے وفات سے صرف ایک مہینہ پہلے یہ ارشاد فرمایا: ''تم لوگ مجھ سے قیامت کا وقت پوچھتے ہو حالانکہ اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے (اور کسی کو نہیں ہے)''۔

استدلال یہ صحیح اور صریح روایت بھی اس پر وضاحت سے دلالت کرتی ہے کہ جناب رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی وفات حسرت آیات سے ایک ماہ پہلے تک قیامت کے وقت کا علم نہ تھا۔

حدیث 14: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ إِيَادِ بْنِ لَقِيطٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يَذْكُرُ، عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ السَّاعَةِ فَقَالَ: "عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ، وَلَكِنْ أُخْبِرُكُمْ بِمَشَارِيطِهَا وَمَا يَكُونُ بَيْنَ يَدَيْهَا، إِنَّ بَيْنَ يَدَيْهَا فِتْنَةً وَهَرْجًا"۔ الحديث

(صحیح: مسند أحمد رقم 23306؛ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَرِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ: مجمع الزوائد رقم 12368؛ إسناده صحيح على شرط مسلم: سلسلة الأحاديث الصحيحة رقم 2771)

ترجمہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وقتِ قیامت کے متعلق سوال کیا گیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اس کا علم تو بس میرے رب ہی کو ہے۔ وہی اس کو اس کے وقت پر ظاہر کرے گا لیکن میں تم کو اس کی کچھ نشانیاں بتلاتا ہوں۔ اس سے پہلے (بکثرت) فتنے اور قتل وغارت ہوگی''۔ الحدیث۔

استدلال اس صحیح حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ نفسِ قیامت کبریٰ اور چیز ہے اور اس کی نشانیاں اور علامتیں اور ہیں۔ اول کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل نہ تھا اور ثانی الذکر کا علم اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے لائق اور مناسب عطا فرما دیا تھا۔

حدیث 15: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا الْعَوَّامُ، عَنْ جَبَلَةَ بْنِ سُحَيْمٍ، عَنْ مُؤْثِرِ بْنِ عَفَازَةَ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَقِيتُ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي إِبْرَاهِيمَ، وَمُوسَى، وَعِيسَى"۔ قَالَ: فَتَذَاكَرُوا أَمْرَ السَّاعَةِ، فَرَدُّوا أَمْرَهُمْ إِلَى إِبْرَاهِيمَ، فَقَالَ: "لَا عِلْمَ لِي بِهَا"۔ فَرَدُّوا الْأَمْرَ إِلَى مُوسَى، فَقَالَ: "لَا عِلْمَ لِي بِهَا"۔ فَرَدُّوا الْأَمْرَ إِلَى عِيسَى، فَقَالَ: "أَمَّا وَجْبَتُهَا، فَلَا يَعْلَمُهَا أَحَدٌ إِلَّا اللهُ"۔ الحديث

(صحیح: مسند أحمد رقم 3556؛ مصنف ابن ابی شیبہ رقم 303، 37525؛ البعث والنشور بیہقی (الشوامی) رقم 227؛ ابن ماجہ رقم 4081؛ مسند ابی یعلی رقم 5294؛ المسند الشاشی رقم 845، 846،

847، 848؛ صحح الحاکم إسنادہ، ووافقہ الذہبی: المستدرك علی الصحیحین، رقم 3448، 8502، 8638؛ قال البوصیری فی "مصباح الزجاجة" 4/202: ھذا إسناد صحیح رجالہ ثقات، مؤثر بن عفازۃ ذکرہ ابن حبان فی "الثقات"، وباقی رجال الإسناد ثقات؛ الطبری فی "تفسیرہ" الأنبیاء: 96 مختصراً)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "شبِ معراج میری ملاقات حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ہوئی، تو ان میں وقتِ قیامت کا تذکرہ ہوا۔ پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں یہ سوال پیش ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے قیامت کا کوئی علم نہیں ہے۔ پھر یہی سوال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا گیا تو انہوں نے بھی یہی فرمایا کہ مجھے قیامت کا کوئی علم نہیں ہے۔ پھر یہی سوال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں پیش ہوا تو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے وقوع کے وقت کی خبر تو اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کسی کو نہیں ہے۔ الحدیث۔

استدلال اس صحیح اور صریح روایت سے بھی یہی کچھ معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے اولوالعزم حضرات انبیاء علیہم السلام کو بھی قیامت کے خاص وقت کا علم نہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ علاماتِ قیامت میں سے ہیں۔ اس لیے بالآخر اس بحث کو ان کی طرف لوٹایا گیا مگر ان سے بھی یہی جواب ملا کہ اگرچہ قیامت کی بعض علامات تو مجھے بتائی گئی ہیں مگر اس کا ٹھیک وقت معلوم نہیں بلکہ صاف لفظوں میں یہ ارشاد فرمایا کہ اس کا ٹھیک وقتِ وقوع اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ (مستدرک رقم 3448، قال الحاکم والذہبی: صحیح)

حدیث 16:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ۸ھ میں فتح مکہ کے بعد لشکرِ اسلام کو لے کر مقام حنین پر قبیلۂ ہوازن اور ثقیف کو شکست دے کر ان کے مال واسباب اور مویشی و جنگی اسیروں کو (جو قانون کے مطابق غلام بنائے جاسکتے ہیں) بطورِ غنیمت حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان تقسیم کردیا۔ تو ہوازن وغیرہ کی طرف سے ایک وفد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ہم اسلام قبول کرچکے ہیں، اس

لیے ہماری درخواست ہے کہ ہمارے اموال واسباب اور قیدی ہمیں واپس دے دیئے جائیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ہم ان کو مجاہدین میں تقسیم کر چکے ہیں اور میری ذاتِ واحد کا سوال نہیں۔ لہٰذا صاف بات یہ ہے کہ تم دو چیزوں میں سے ایک کو واپس لے لو: مال لے لو یا قیدی''۔ انہوں نے عرض کیا: ''پھر ہمیں قیدی مل جائیں''۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اچھا! مَیں مسلمانوں سے تمہاری سفارش کر دوں گا''۔ نماز کے بعد آپ ﷺ نے مسلمانوں کے سامنے ان کا معاملہ پیش کر دیا اور فرمایا: ''یہ تمہارے بھائی ہیں۔ اب اپنے کیے پر نادم ہو کر آئے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان کے قیدیوں کو رہائی دے دی جائے۔ میں خود بھی اسی کے حق میں ہوں اور سب سے پہلے اعلان کرتا ہوں کہ بنی ہاشم کے حصّہ میں جو اُسیر (قیدی) آئے ہیں۔ میں ان کو ان کے حوالہ کرتا ہوں۔ پس تم میں سے جو لوگ بلا معاوضہ بطیبِ خاطر ایسا کر سکیں، تو کر لیں، ورنہ ہمارا وعدہ ہے کہ اوّلین موقع پر ان کو اس کا بدلہ دیا جائے گا''۔ اس مجمع سے آوازیں بلند ہوئیں کہ حضرت! ہم بطیبِ خاطر ہوازن وغیرہ کے اسیروں کو آزاد کرتے ہیں۔ مگر چونکہ یہ بات مجمعِ عام کی تھی اور اس طرح متعین طور پر ہر شخص کی مرضی معلوم نہیں ہو سکتی تھی۔ اس لیے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''إِنِّي لَا أَدْرِيْ مَنْ أَذِنَ مِنْكُمْ مِمَّنْ لَمْ يَأْذَنْ، فَارْجِعُوا حَتّٰى يَرْفَعَ إِلَيْنَا عُرَفَاؤُكُمْ أَمْرَكُمْ''۔

(بخاری رقم 7176، 2307، 2539، 2607، 3131، 4318؛ مسند احمد رقم 18914؛ ابوداؤد رقم 2693؛ سنن کبریٰ نسائی رقم 8825؛ شرح مشکل الآثار رقم 4509، 4513؛ السنن الصغیر بیہقی رقم 2991؛ سنن کبریٰ بیہقی رقم 13044، 13045؛ شرح السنہ بغوی رقم 2715؛ الأموال لابن زنجویہ رقم 483)

ترجمہ: بے تحقیق مجھے پتہ نہیں چلتا کہ آپ لوگوں میں سے کس کی مرضی ہے اور کس کی مرضی نہیں ہے۔ لہٰذا اب یہاں سے آپ لوگ چلے جائیں۔ پھر ہر قبیلہ اور خاندان کے لیڈر، ممبر اور چودھری اس معاملہ کی رپورٹ ہمارے سامنے پیش کریں۔

☆ اس کے بعد آپ ﷺ کے سامنے رپورٹ پیش کی گئی اور تمام اسیروں کو رہا کر دیا

گیا۔

استدلال اس صحیح روایت سے بصراحت یہ معلوم ہوا کہ عام مجمع میں حضور ﷺ کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ تجویز کس کو منظور ہے اور کس کو منظور نہیں ہے۔ اسی ہی لیے آپ ﷺ نے یہ معاملہ عرفاءِ قوم (قوم کے سرداروں) کے حوالہ کیا۔ اگر آپ ﷺ عالم جمیع ما کان و ما یکون ہوتے تو لامحالہ آپ ﷺ کو ان تمام لوگوں کے قلبی میلانات کا علم ہوتا اور آپ ﷺ یہ نہ فرماتے: ''میں نہیں جانتا''۔ اگر آپ ﷺ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں کی بات نہیں جانتے تھے تو غائبین کے ضمائر کیسے جانتے ہیں؟!! یہ روایت بھی علم غیب اور جمیع ما کان و ما یکون کے علم کی نفی کی واضح دلیل ہے اور ہے بھی رمضان ۸ھ کے بعد کی۔

حدیث 17: حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ، وَحَرْمَلَةُ، جَمِيعًا عَنِ ابْنِ وَهْبٍ، قَالَ حَرْمَلَةُ: أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ الْأَنْصَارِيِّ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ، أَخْبَرَهُ، أَنَّ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ، الَّذِي يُقَالُ لَهُ: سَيْفُ اللهِ، أَخْبَرَهُ، أَنَّهُ دَخَلَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مَيْمُونَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ خَالَتُهُ وَخَالَةُ ابْنِ عَبَّاسٍ، فَوَجَدَ عِنْدَهَا ضَبًّا مَحْنُوذًا، قَدِمَتْ بِهِ أُخْتُهَا حُفَيْدَةُ بِنْتُ الْحَارِثِ مِنْ نَجْدٍ، فَقَدَّمَتِ الضَّبَّ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ قَلَّمَا يُقَدِّمُ إِلَيْهِ طَعَامٌ حَتَّى يُحَدَّثَ بِهِ وَيُسَمَّى لَهُ، فَأَهْوَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ إِلَى الضَّبِّ، فَقَالَتِ امْرَأَةٌ مِنَ النِّسْوَةِ الْحُضُورِ: أَخْبِرْنَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا قَدَّمْتُنَّ لَهُ. قُلْنَ: هُوَ الضَّبُّ يَا رَسُولَ اللهِ! فَرَفَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ. فَقَالَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ: "أَحَرَامٌ الضَّبُّ يَا رَسُولَ اللهِ؟". قَالَ: "لَا، وَلَكِنَّهُ لَمْ يَكُنْ بِأَرْضِ قَوْمِي فَأَجِدُنِي أَعَافُهُ". قَالَ خَالِدٌ: "فَاجْتَرَرْتُهُ، فَأَكَلْتُهُ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْظُرُ، فَلَمْ يَنْهَنِي.

(بخاری رقم 5391؛ مسلم رقم 44-1946؛ مسند احمد رقم 16815؛ سنن دارمی رقم 2060؛ مستخرج ابی

عوانہ رقم8143 (الجامعۃ الاسلامیہ)؛معجم کبیر طبرانی رقم3817، 3820؛فوائد تمام رقم1310)۔

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ (المتوفی ۲۱ھ)، جن کو سیف اللہ کہا جاتا ہے، فرماتے ہیں: میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ مطہرہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا (المتوفاۃ ۱۶ھ) (جو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی حقیقی خالہ تھیں) کے حجرہ میں داخل ہوا، تو اُس وقت اُن کے پاس بھنی ہوئی گوہ (ضبّ) رکھی ہوئی تھی، جس کو ان کی بہن حضرت حفیدہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا نجد سے اپنے ساتھ لائی تھیں۔ تو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے وہ گوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ مبارکہ یہ تھی کہ بہت کم کسی کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا کرتے تھے جب تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ نہ بتلا دیا جاتا کہ یہ کھانا کیا اور کیسا ہے؟ تو جو حضرات ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن وہاں موجود تھیں، ان میں سے کسی نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلا دو کہ یہ کیا ہے؟ چنانچہ حضرات ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن نے فرمایا کہ حضرت! یہ گوہ (ضبّ) ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنتے ہی فوراً اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا (اور گوہ نہیں کھائی اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے وہ خوب مزے سے کھائی)۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! کیا گوہ حرام ہے؟''۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں! لیکن یہ میری قوم کی سرزمین میں نہ ہوتی تھی۔ لہٰذا مجھے اس سے کراہت محسوس ہوتی ہے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اس کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ پھر میں نے اس کو کھایا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے منع نہ فرمایا۔

استدلال اس روایت سے معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علمِ غیب کلی اور جمیع ما کان وما یکون کا علمِ محیط حاصل نہ تھا، ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خود ہی اس کا علم ہوتا کہ میرے سامنے تو گوہ (ضبّ) پیش کی گئی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابتداء ہی سے اس کی طرف ہاتھ نہ بڑھاتے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرات ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کا بھی ہرگز یہ عقیدہ نہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع ما کان وما یکون کا علم ہے۔ اگر ان کا یہ عقیدہ ہوتا تو

ان کو یہ کہنے کی مطلقاً ضرورت ہی پیش نہ آتی: ''جناب رسول اللہ ﷺ کو بتلادو کہ یہ کیا ہے؟ جو آپ ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا ہے''۔ حافظ ابن حجرؒ اس حدیث کے فوائد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَأَنَّهُ كَانَ لَا يَعْلَمُ مِنَ الْمُغَيَّبَاتِ إِلَّا مَا عَلَّمَهُ اللهُ تَعَالَى.

(فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج۹ ص۶۶۷)

ترجمہ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کو غیب کی صرف وہی چیزیں معلوم تھیں جن کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کو اطلاع دی جاتی تھی۔

حدیث 18: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، قَالَا: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ: أُتِيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِضَبٍّ، فَأَبَى أَنْ يَأْكُلَ مِنْهُ. وَقَالَ: لَا أَدْرِي لَعَلَّهُ مِنَ الْقُرُونِ الَّتِي مُسِخَتْ.

(مسلم رقم 48-1949؛ مسند احمد رقم 14460، 15066؛ مصنف عبدالرزاق رقم 8680؛ سنن کبریٰ بیہقی رقم 19419؛ مستخرج ابی عوانہ رقم 7716)

ترجمہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک گوہ پیش کی گئی۔ تو آپ ﷺ نے اس کے کھانے سے انکار فرمایا اور ارشاد فرمایا: ''مجھے معلوم نہیں کہ شاید یہ اُن اُمتوں میں سے ہو جو مسخ کی گئی ہیں''۔

حدیث 19: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ، حَدَّثَنَا بَهْزٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَقِيلٍ الدَّوْرَقِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، أَنَّ أَعْرَابِيًّا أَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "إِنِّي فِي غَائِطٍ مَضَبَّةٍ، وَإِنَّهُ عَامَّةُ طَعَامِ أَهْلِي؟". قَالَ: فَلَمْ يُجِبْهُ، فَقُلْنَا: "عَاوِدْهُ". فَعَاوَدَهُ، فَلَمْ يُجِبْهُ ثَلَاثًا، ثُمَّ نَادَاهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الثَّالِثَةِ، فَقَالَ: "يَا أَعْرَابِيُّ! إِنَّ اللهَ لَعَنَ - أَوْ غَضِبَ - عَلَى سِبْطٍ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ فَمَسَخَهُمْ دَوَابَّ، يَدِبُّونَ فِي الْأَرْضِ، فَلَا أَدْرِي، لَعَلَّ هٰذَا مِنْهَا، فَلَسْتُ آكُلُهَا، وَلَا أَنْهَى عَنْهَا".

(مسلم رقم 51-1951؛ ابن ماجہ رقم 3240؛ مسند احمد رقم 11144، 11599، 11634؛ مصنف

ابن ابی شیبہ رقم 24343؛الخلافیات، بیہقی، رقم 5395؛أبو یعلی (1184)؛الخطیب فی "تاریخہ" 336/11؛معجم ابن عساکر رقم 1149؛سنن کبریٰ بیہقی رقم 19421)

ترجمہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک دیہاتی اور بدو نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سوال کیا: ''میں ایک ایسے نشیبی جنگل میں رہتا ہوں جہاں گوہیں بکثرت ہیں اور ہمارے یہاں کے لوگ عموماً ان کو کھاتے ہیں۔فرمایئے! میں کیا کروں؟''۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔کوئی جواب نہ دیا۔اس نے حاضرین کی تلقین سے پھر سوال کیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر کوئی جواب نہ دیا۔تیسری مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے اعرابی! بنی اسرائیل کے ایک خاندان پر اللہ تعالیٰ کا غضب اور اس کی پھٹکار ہوئی اور ان کو مسخ کر کے زمین پر رینگنے والے جانور بنا دیا گیا جو زمین پر رینگتے ہیں۔سو مجھے معلوم نہیں ہے شاید کہ یہ گوہ اُنہی میں سے ہو۔لہٰذا میں اس کو کھاتا نہیں اور نہ ہی اس سے منع کرتا ہوں''۔

حدیث 20:۔حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ، عَنْ ثَابِتِ بْنِ يَزِيدَ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَصَابَ النَّاسُ ضِبَابًا، فَاشْتَوَوْهَا، فَأَكَلُوا مِنْهَا، فَأَصَبْتُ مِنْهَا ضَبًّا، فَشَوَيْتُهُ، ثُمَّ أَتَيْتُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخَذَ جَرِيدَةً، فَجَعَلَ يَعُدُّ بِهَا أَصَابِعَهُ فَقَالَ: "إِنَّ أُمَّةً مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ مُسِخَتْ دَوَابَّ فِي الْأَرْضِ، وَإِنِّي لَا أَدْرِي لَعَلَّهَا هِيَ". فَقُلْتُ: "إِنَّ النَّاسَ قَدِ اشْتَوَوْهَا فَأَكَلُوهَا". فَلَمْ يَأْكُلْ، وَلَمْ يَنْهَ.

(صحیح: سنن ابن ماجہ، رقم 3238؛مصنف ابن ابی شیبہ رقم 24363؛مسند احمد رقم 17931؛ ابوداؤد رقم 3795؛سنن کبریٰ نسائی رقم 4813؛سنن نسائی رقم 4320؛شرح مشکل الآثار رقم 3277؛ شرح معانی الآثار رقم 6336؛معجم کبیر طبرانی رقم 1366، 1367؛ابن سعد 395/1؛صحیح الجامع: 2004)

ترجمہ حضرت ثابت بن یزید انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: (غزوہ خیبر میں) ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے۔تو ہم نے شکار میں بہت سی گوہیں حاصل کیں۔لوگوں

نے ان کو بھونا اور میں نے بھی بھونا۔ پھر میں نے گوہ لا کر حضور اکرم ﷺ کے سامنے رکھ دی۔ تو آپ ﷺ نے ایک لکڑی لی اور اس سے گوہ کی انگلیاں شمار کرنے لگے۔ پھر فرمایا: ''اگلی اُمتوں میں سے ایک اُمت کو مسخ کر کے زمین پر رینگنے والے جانور بنا دیا گیا تھا۔ سو مجھے معلوم نہیں کہ وہ کون سی مخلوق ہے''۔ تو آپ ﷺ نے وہ نہ کھائی۔ اور نہ ہی آپ ﷺ نے منع کیا۔

استدلال اس روایت میں ''وَإِنِّي لَا أَدْرِيْ'' کے صریح جملے کے علاوہ آپ ﷺ کا لکڑی لے کر اس سے گوہ کی انگلیوں کو شمار کرنا بھی جمیع ماکان وما یکون کے علم کی نفی کی واشگاف دلیل ہے کیونکہ عالمِ ماکان وما یکون کبھی اس طرح غور سے کسی جانور کی انگلیاں شمار نہیں کیا کرتا۔ یہ مضمون جو متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے، صاف طور پر آپ ﷺ کے علمِ کلی اور جمیع ماکان وما یکون کے علم کی نفی کر رہا ہے۔

حدیث 21: ۔حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: دَفَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ السَّكِينَةُ، وَأَوْضَعَ فِي وَادِي مُحَسِّرٍ، فَأَرَاهُمْ مِثْلَ حَصَى الْخَذْفِ، وَأَمَرَهُمْ بِالسَّكِينَةِ، وَقَالَ: "لِتَأْخُذْ أُمَّتِي مَنْسَكَهَا، فَإِنِّي لَا أَدْرِي لَعَلِّي لَا أَلْقَاهُمْ بَعْدَ عَامِهِمْ هَذَا".

(صحیح علی شرط مسلم: مسند احمد رقم 14553، 14946؛ ابن ماجہ رقم 3023؛ مستخرج ابی عوانہ رقم 3543؛ سنن کبریٰ بیہقی رقم 9466)

ترجمہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (حجۃ الوداع ۱۰ھ میں) جناب رسول اللہ ﷺ مقامِ عرفات سے بڑے سکون اور وقار سے واپس ہوئے تو وادیٔ محسّر میں آپ ﷺ نے سواری کو تیز کر دیا اور حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمرات کی رمی کرنے کا طریقہ بتایا اور ان کو سلیقہ اور وقار سے چلنے کا حکم فرمایا اور نیز فرمایا: ''میری اُمت کو چاہیے کہ وہ حج کے احکام اچھی طرح مجھ سے سیکھ لے کیونکہ میں نہیں جانتا شاید کہ میں ان سے اس سال کے بعد ملاقات نہ کر سکوں''۔

حدیث 22: ۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہی کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"لَعَلِّي لَا أَرَاكُمْ بَعْدَ عَامِي هَذَا"۔ حَدِيثُ جَابِرٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

(صحیح: ترمذی رقم 886؛ سنن کبریٰ بیہقی رقم 9524؛ شرح السنۃ بغوی ج ۷ ص ۱۷۲ تحت رقم 1940)

ترجمہ "شاید کہ میں تمہیں اس سال کے بعد پھر نہ دیکھ سکوں"۔

حدیث 23:۔ مسند دارمی میں حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

وَاللهِ! لَا أَدْرِي لَعَلِّي لَا أَلْقَاكُمْ.

(مسند الدارمی المعروف بـ(سنن الدارمی)، ج ۱ ص ۱۰۳ رقم 233)

ترجمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا شاید کہ میں اس کے بعد پھر تم سے مل سکوں"۔

حدیث 24:۔ حضرت سَرَّاءُ بِنْتُ نَبْهَانَ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"أَلَا إِنِّي لَا أَدْرِي لَعَلِّي لَا أَلْقَاكُمْ بَعْدَ هٰذَا الْيَوْمِ فَلْيُبَلِّغْ أَدْنَاكُمْ أَقْصَاكُمْ. أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ؟". فَقَالُوا: "نَعَمْ". ثُمَّ رَجَعَ إِلَى الْمَدِينَةِ فَتُوُفِّيَ بِهَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(صحیح لغیرہ: السنۃ لابن ابی عاصم رقم 3305؛ معجم کبیر طبرانی 24/(777)؛ سنن کبریٰ بیہقی رقم 9681؛ ابوداؤد مختصراً؛ ابن خزیمہ رقم 2973؛ معجم اوسط طبرانی رقم 2430؛ أسد الغابۃ، 7/140)

ترجمہ میں نہیں جانتا کہ شاید میں آج کے بعد تم سے مل سکوں۔ پس تم کو چاہیے کہ قریب والا دور رہنے والے تک یہ پیغام پہنچائے۔ کیا میں اللہ کا پیغام پہنچا دیا ہے؟"۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: "ہاں"۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (حجۃ الوداع کے بعد) واپس مدینہ منورہ پہنچے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہیں وفات پائی۔

استدلال عرفات سے اس وقت کی روانگی کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صرف تقریباً تین ماہ زندہ رہے ہیں۔ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خود اپنی وفات کا وقت معلوم نہیں۔ اور لَا أَدْرِيْ اس کی دلیل ہے تو دوسروں کی وفات کا علم کلی کیسے حاصل ہوگا؟ اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متعلق یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ شاید میں تمہیں اس سال کے بعد پھر نہ دیکھ سکوں تو دوسروں کو وہ کیسے اور کہاں سے دیکھ سکتے ہیں؟ یہ صحیح روایت علم کلی اور حاضر و ناظر کی نفی کی واضح دلیل ہے۔

حدیث 25: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنِّي لَأَنْقَلِبُ إِلَى أَهْلِي، فَأَجِدُ التَّمْرَةَ سَاقِطَةً عَلَى فِرَاشِي، فَأَرْفَعُهَا لِآكُلَهَا، ثُمَّ أَخْشَى أَنْ تَكُونَ صَدَقَةً، فَأُلْقِيهَا. (بخاری رقم 2432)

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "ایسا ہوتا ہے کہ میں گھر جاتا ہوں اور اپنے بستر پر کھجور پڑی ہوئی پاتا ہوں اور اس کو کھانے کے ارادہ سے اُٹھالیتا ہوں۔ پھر میں یہ خطرہ محسوس کرتا ہوں کہ شاید یہ زکوٰۃ کی ہو، تو میں اس کو رکھ دیتا ہوں اور نہیں کھاتا"۔

حدیث 26: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرَةٍ فِي الطَّرِيقِ، قَالَ: "لَوْلَا أَنِّي أَخَافُ أَنْ تَكُونَ مِنَ الصَّدَقَةِ لَأَكَلْتُهَا".

(بخاری رقم 2431؛ مسلم رقم 162۔1070)

ترجمہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم راستہ پر تشریف لے جا رہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کا ایک دانہ دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر مجھے یہ خوف نہ ہو کہ یہ صدقہ اور زکوٰۃ کی کھجور ہوگی، تو میں ضرور اس کو کھالیتا"۔

حدیث 27: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنِّي لَأَرَى التَّمْرَةَ فَمَا يَمْنَعُنِي مِنْ أَكْلِهَا إِلَّا مَخَافَةُ أَنْ تَكُونَ مِنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ".

(مسند أبي داود الطيالسي، رقم 2111؛ حلية الأولياء ج٦ ص ٢٥٢)

ترجمہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں کھجور کو دیکھتا ہوں تو مجھے اس کے کھانے سے اور کوئی چیز منع نہیں کرتی مگر صرف یہ خوف کہ وہ کہیں زکوٰۃ کی کھجور نہ ہو"۔

حدیث 28: أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْقَاسِمُ بْنُ الْقَاسِمِ السَّيَّارِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْمُوَجِّهِ، حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، أَنْبَأَ عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، أَنْبَأَ أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَضَوَّرَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَقِيلَ لَهُ: "مَا أَسْهَرَكَ؟". قَالَ: "إِنِّي وَجَدْتُ تَمْرَةً سَاقِطَةً فَأَكَلْتُهَا، ثُمَّ تَذَكَّرْتُ تَمْرًا، كَانَ عِنْدَنَا مِنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ، فَلَا أَدْرِي أَمِنْ ذٰلِكَ كَانَتِ التَّمْرَةُ، أَوْ مِنْ تَمْرِ أَهْلِي فَذٰلِكَ أَسْهَرَنِي".

هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ. (التعليق - من تلخيص الذهبي) - صحيح

(المستدرك علی الصحیحین، ج ۱ ص ۷۱ رقم 2173)

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات بڑی بے چینی اور بے قراری سے بسر کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی وجہ پوچھی گئی: ''حضرت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیوں بے قراری میں نیند نہیں آ رہی؟''۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے ایک اُفتادہ کھجور پائی اور میں اُس کو کھا گیا۔ پھر مجھے خیال آیا کہ ہمارے ہاں تو زکوٰۃ کی کھجوریں بھی تھیں۔ سو مجھے معلوم نہیں کہ کیا یہ کھجور زکوٰۃ کی کھجوروں میں سے تھی یا ہمارے گھر کی کھجوروں میں سے تھی؟ سو اس وجہ سے میں بے چین ہوں''۔

استدلال ان جملہ روایات سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع ما کان و ما یکون کا علم حاصل نہ تھا۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم ہوتا کہ یہ اُفتادہ کھجور صدقہ کی ہے یا نہیں۔ اور اس بارہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہرگز کوئی تردد نہ ہوتا اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح بے قراری اور بے چینی میں رات بسر کرتے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر بھی نہ تھے ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم ہوتا کہ یہ کھجور تو میرے دیکھتے دیکھتے فلاں شخص سے فلاں وقت گری تھی۔

حدیث 29: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: لَمَّا رَجَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْخَنْدَقِ، وَوَضَعَ السِّلَاحَ وَاغْتَسَلَ، أَتَاهُ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَقَالَ: "قَدْ وَضَعْتَ السِّلَاحَ؟ وَاللهِ! مَا وَضَعْنَاهُ، فَاخْرُجْ إِلَيْهِمْ". قَالَ: "فَإِلَى أَيْنَ؟". قَالَ: "هَا هُنَا"، وَأَشَارَ إِلَى بَنِي قُرَيْظَةَ. فَخَرَجَ

النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِمْ.

(بخاری رقم 4117، 4122، 2813؛ مسلم رقم 65-1769)

ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خندق سے واپس ہوئے اور ہتھیار اُتار کر غسل فرمایا۔ تو حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور انہوں نے کہا: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہتھیار اُتار دیئے ہیں؟ ہم (فرشتوں) نے تو ابھی تک نہیں اُتارے۔ ادھر ان کی طرف چل پڑو''۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کس طرف''؟۔ انہوں نے بنو قریظہ کی طرف اشارہ کر کے بتایا: ''اُدھر''۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (لشکر کے ساتھ) ادھر تشریف لے گئے۔

استدلال اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع ما کان وما یکون کا علم ہوتا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے ہی سے معلوم ہوتا کہ ہم کو خندق کی مہم سے فارغ ہونے کے بعد بنی قریظہ کی طرف جانا ہے، اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہتھیار اُتارتے اور نہ حضرت جبرئیل علیہ السلام سے یہ سوال کرنے کی نوبت آتی کہ: ''اب ہمیں کدھر کو جانا ہے؟''۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بمع اسلامی فوج کے بنو قریظہ تشریف لے گئے اور محاصرہ کے بعد ان کو گرفتار کیا تو بحکم الملک ان کے بارہ میں تورات ہی کا حکم نافذ کیا گیا کہ عورتوں اور بچوں کو گرفتار کیا جائے اور لڑنے والے نوجوانوں کو قتل کیا جائے۔ ان قیدیوں میں حضرت عطیہ القرظی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ وہ فرماتے ہیں

حدیث 30:۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْمَحْبُوبِيُّ، ثنا الْفَضْلُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ، ثنا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ، أَنْبَأَ شُعْبَةُ، وَأَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْحَسَنِ الْقَاضِي، ثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحُسَيْنِ، ثنا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ، ثنا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ عَطِيَّةَ الْقُرَظِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: عُرِضْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ قُرَيْظَةَ فَشَكُّوا فِيَّ. فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَنْظُرُوا إِلَيَّ هَلْ أَنْبَتُّ؟ فَنَظَرُوا إِلَيَّ. فَلَمْ يَجِدُونِي أَنْبَتُّ، فَخَلَّى عَنِّي، وَأَلْحَقَنِي بِالسَّبْيِ.

حَدِيثٌ رَوَاهُ جَمَاعَةٌ مِنْ أَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ وَلَمْ

يُخَرِّجَاهُ. وَكَأَنَّهُمَا لَمْ يَتَأَمَّلَا مُتَابَعَةَ مُجَاهِدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَبْدَ الْمَلِكِ عَلَى رِوَايَتِهِ عَنْ عَطِيَّةَ الْقُرَظِيِّ.

كَمَا حَدَّثَنَاهُ أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ، أَنْبَأَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ، أَنْبَأَ ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ، وَابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَطِيَّةَ رَجُلٍ مِنْ بَنِي قُرَيْظَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَصْحَابَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَرَّدُوهُ يَوْمَ قُرَيْظَةَ فَلَمْ يَرَوُا الْمُوسَى، جَرَتْ عَلَى شَعْرِهِ يَعْنِي عَانَتَهُ فَتَرَكُوهُ مِنَ الْقَتْلِ.

فَصَارَ الْحَدِيثُ بِمُتَابَعَةِ مُجَاهِدٍ صَحِيحًا عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ.

التعليق - من تلخيص الذهبي: على شرط البخاري ومسلم

(المستدرك على الصحيحين، ج ۲ ص ۱۳۴ رقم 2568، 2569؛ سنن سعید بن منصور رقم 2965؛ مسند احمد رقم 18776، 19002، 19421، 19422، 22659، 22660، 23162؛ ترمذی رقم 1584؛ نسائی رقم 3429، 3430، 4981؛ ابوداؤد رقم 4404، 4405؛ ابن ماجہ رقم 2541، 2542؛؛ ابن حبان رقم 4780، 4781، 4782، 4783، 4788؛ معجم کبیر طبرانی 17/(438)؛ سنن کبریٰ بیہقی رقم 11316، 11317؛ مشکوٰۃ رقم 3974)

ترجمہ حضرت عطیہ القرظی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب بحالتِ اسیری بنی قریظہ کی شکست کے دن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا گیا تو حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے میرے بارے میں تردد کیا کہ کیا میں بالغ ہوں یا نہیں؟ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ وہ میرے زیر ناف بال دیکھ کر فیصلہ کریں۔ چنانچہ جب انہوں نے معائنہ کیا تو میرے زیر ناف بال نہیں اُگے تھے۔ لہٰذا مجھے نابالغ سمجھ کر قیدیوں کی مد میں شامل کر دیا۔

☆ حضرت عطیہ القرظی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بنی قریظہ کی شکست کے دن ان کو ننگا کیا۔ انہوں نے ملاحظہ کیا کہ میں نے زیر ناف بالوں پر اُسترا (بال نہ اُگنے کی وجہ سے) نہیں پھیرا تھا۔ تو انہوں نے مجھے قتل نہ کیا۔

استدلال اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع ما کان وما یکون کا علم حاصل ہوتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم

ہر ایک کے بارے میں حاضر و ناظر ہوتے ،تو اس کاروائی کی ہرگز کبھی نوبت نہ آتی اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اگر علم ہوتا جو خود بھی کامل ولی تھے ،تو ان کو بڑی مجبوری کے بغیر زیر ناف بال دیکھ کر ان کے بالغ یا نابالغ ہونے پر استدلال کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ یہ روایت بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علمِ کلی اور مزعوم عقیدہ حاضر و ناضر کی تردید کی ناقابل جواب دلیل ہے۔

حدیث 31:۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب ۷ھ میں خیبر فتح کیا تو اس میں دیگر سامانِ غنیمت کے علاوہ بہت سے غلام اور لونڈیاں بھی ہاتھ آئیں۔ جب جنگی اور شرعی قانون کے تحت ان کی تقسیم کی باری آئی۔

فَجَاءَ دِحْيَةُ الْكَلْبِيُّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَقَالَ: "يَا نَبِيَّ اللهِ! أَعْطِنِي جَارِيَةً مِنَ السَّبْيِ". قَالَ: "اذْهَبْ فَخُذْ جَارِيَةً". فَأَخَذَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ، فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: "يَا نَبِيَّ اللهِ! أَعْطَيْتَ دِحْيَةَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ، سَيِّدَةَ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيرِ، لَا تَصْلُحُ إِلَّا لَكَ". قَالَ: "ادْعُوهُ بِهَا" فَجَاءَ بِهَا. فَلَمَّا نَظَرَ إِلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "خُذْ جَارِيَةً مِنَ السَّبْيِ غَيْرَهَا". قَالَ: فَأَعْتَقَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ تَزَوَّجَهَا.

(بخاری رقم 371، 947، 4200؛ مسلم رقم 84-1365، 88-1365؛ مسند احمد رقم 11992، 12240، 12940، 13023، 13575؛ ابن ماجہ رقم 1957 مختصراً؛ ابوداؤد رقم 2995 مختصراً، 2998؛ مسند بزار رقم 6374؛ سنن کبریٰ نسائی رقم 5549، 6564؛ سنن نسائی رقم 3380؛ مستخرج ابی عوانہ رقم 4173، 6945؛ المسند المستخرج علی صحیح مسلم لأبي نعيم رقم 3327)

ترجمہ: تو حضرت دحیہ بن خلیفہ الکلبی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر فرمایا کہ ایک لونڈی مجھے بھی عنایت کر دیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جا کر ایک باندی کا انتخاب کر لو''۔ چنانچہ انہوں نے گرفتار شدہ عورتوں میں سے حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا (المتوفاۃ ۵۰ھ) کو چُن لیا۔ اتنے میں ایک اور صحابی رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: ''اے اللہ کے نبی! آپ

ﷺ نے صفیہ بنت حُیَی رضی اللہ عنہا، جو بنو قریظہ اور بنو نضیر کی سردار ہے، دحیہ رضی اللہ عنہ (جیسے معمولی سپاہی) کو دے دی ہے؟ یہ تو آپ ﷺ کی شان کے لائق ہے''۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کو بلاؤ''۔ آپ ﷺ نے ملاحظہ فرمایا، تو حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''تو قیدیوں میں سے کوئی اور لونڈی اس کے عوض میں لے لے''۔ آپ ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کر کے اُن سے نکاح کر لیا۔

استدلال اگر حضور ﷺ کو علمِ غیب کلی یا علم جمیع ما کان و ما یکون حاصل ہوتا تو آپ ﷺ اس صحابی رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے پہلے ہی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا، حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کو عطا نہ فرماتے اور شروع ہی سے جان لیتے کہ دحیہ رضی اللہ عنہ تو ایک اعلیٰ خاندانی عورت کو انتخاب کرے گا، جس سے خود صفیہ رضی اللہ عنہا کی اور اس کے خاندان کی دل شکنی ہوگی، کیونکہ یہ عورت حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کے مناسبِ حال نہیں ہے۔ اور جو رائے آپ ﷺ نے بعد کو اختیار فرمائی، وہی پہلے اختیار فرما لیتے۔

حدیث 32:۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے جب خیبر فتح کیا تو مرحب یہودی کی بہن زینب بنت الحارث نامی ایک یہودی عورت نے حضور اکرم ﷺ کی دعوت کی اور بکری کے گوشت میں زہر ملا دیا۔ پہلا لقمہ کھانے کے بعد آپ ﷺ کو معلوم ہوا (بلکہ گوشت کے ٹکڑے نے بول کر کہا کہ حضرت! مجھ میں زہر ہے، مت کھایئے: ابوداود رقم 4512) کہ اس میں زہر ہے۔ اگرچہ بحمد اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے حق میں اس کا ناپاک ارادہ پورا نہ ہو سکا۔ لیکن آپ ﷺ کے ایک صحابی حضرت بشر بن براء بن معرور رضی اللہ عنہ جانبر نہ ہو سکے۔

(صحیح لغیرہ: ابوداود رقم 4509 (عن ابی ہریرہؓ)، 4510 (عن جابر)، 4511 (عن ابی سلمہ مرسلا: حسن صحیح)، 4512 (عن ابی ہریرہ: حسن صحیح)، 4513، 4514 (عن اُمّ مبشر: صحیح)؛ مسند احمد رقم 9827 (عن ابی ہریرہؓ)، رقم 23933 (عن اُمّ مبشر: صحیح)؛ ابن ماجہ رقم 3546 (عن ام سلمہ)؛ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ: المستدرك على الصحيحين، و سكت عنه الذهبی، رقم 4967؛ سنن کبریٰ بیہقی رقم 16008، 16009، 16010؛ جامع معمر بن راشد رقم 19814 مرسلا؛ مصنف عبدالرزاق رقم 10019؛ سنن دارمی رقم 68 مرسلا، 69 (عن جابرؓ)؛ معجم

کبیر طبرانی رقم 1202 (عن ابی ہریرہؓ)، 1204 مرسلا؛ معجم کبیر طبرانی 19 / (137) (عن کعبؓ) (493) (عن لبیبہؓ:::::)

بلکہ ابوداود (رقم 4510) کی روایت میں ہے:

وَتُوُفِّيَ بَعْضُ أَصْحَابِهِ الَّذِينَ أَكَلُوا مِنَ الشَّاةِ.

ترجمہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ بعض حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنہوں نے وہ زہر آلود بکری کھائی تھی، وفات پا گئے۔

حدیث 33: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، حَدَّثَنِي سَعِيدٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: "لَمَّا فُتِحَتْ خَيْبَرُ أُهْدِيَتْ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاةٌ فِيهَا سُمٌّ". (بخاری رقم 4249)

ترجمہ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں: جب خیبر فتح ہوا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بکری (بھنی ہوئی) پیش کی گئی، جس میں زہر ملایا ہوا تھا۔

استدلال: اس روایت میں بعض سے ایک صحابی رضی اللہ عنہ بھی مراد ہو، تب بھی ہمارا دعویٰ ثابت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو علمِ غیب نہ تھا، ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو بھی مرنے نہ دیتے۔ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرضِ وفات میں جب اس زہر کا اثر نمایاں طور پر ظاہر ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

حدیث 34: وَقَالَ يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ عُرْوَةُ: قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ: "يَا عَائِشَةُ! مَا أَزَالُ أَجِدُ أَلَمَ الطَّعَامِ الَّذِي أَكَلْتُ بِخَيْبَرَ، فَهٰذَا أَوَانُ وَجَدْتُ انْقِطَاعَ أَبْهَرِي مِنْ ذٰلِكَ السُّمِّ".

(بخاری رقم 4428؛ مستدرک حاکم رقم 4393؛ سنن کبریٰ بیہقی رقم 19717)

ترجمہ اے عائشہ! میں نے خیبر میں جب سے بکری کا زہر آلود گوشت کھایا ہے، اس کی تکلیف میں برابر محسوس کرتا رہا ہوں اور اب تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ میری رگِ جان کٹ رہی ہے۔

حدیث 35: حضرت اُمِّ مبشر رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے:

أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ جَعْفَرٍ، ثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، ثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ خَالِدٍ، ثنا رَبَاحٌ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أُمِّ مُبَشِّرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي وَجَعِهِ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ. فَقُلْتُ: بِأَبِي أَنْتَ يَا رَسُولَ اللهِ! مَا تَتَّهِمُ بِنَفْسِكَ؟ فَإِنِّي لَا أَتَّهِمُ بِابْنِي إِلَّا الطَّعَامَ الَّذِي أَكَلَهُ مَعَكَ بِخَيْبَرَ وَكَانَ ابْنُهَا بِشْرُ بْنُ الْبَرَاءِ بْنِ مَعْرُورٍ مَاتَ قَبْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "وَأَنَا لَا أَتَّهِمُ غَيْرَهَا، هٰذَا أَوَانُ انْقِطَاعِ أَبْهَرِي".

هٰذَا صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ.

التعليق: من تلخيص الذهبي: على شرط البخاري ومسلم

(المستدرك على الصحيحين، ج ۳ ص ۲۴۲ رقم 4966)

ترجمہ حضرت اُمّ مبشر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مرض الوفات کے زمانہ میں حاضر ہوئی۔ میں نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان! کس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیماری میں اتنی شدید تکلیف ہے؟ میرے خیال میں یہ تکلیف اسی زہر آلود بکری کے گوشت کی وجہ سے ہے، جس کی وجہ سے میرا بیٹا بشر بن براء بن معرور رضی اللہ عنہ فوت ہو گیا تھا''۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں بھی اس کے سوا اس کا کوئی اور ظاہری سبب نہیں سمجھتا۔ اس وقت تو میری رگِ جان کٹتی ہی معلوم ہو رہی ہے''۔

استدلال اس واقعہ سے بھی معلوم ہوا کہ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع ما کان و ما یکون کا علم حاصل ہوتا تو یہ المناک اور افسوسناک واقعہ ہرگز پیش نہ آتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے ہی سے اس یہودیہ کی یہ ناشائستہ حرکت معلوم ہو جاتی اور بعض بے گناہ صحابی رضی اللہ عنہ شہید نہ ہوتے اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تکلیف ہوتی۔ کیا جان بوجھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زہر آلود گوشت کھایا اور جان بوجھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کھلایا؟ جس کے نتیجے میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی وفات ہو گئی۔ ہمارا ایمان اور عقیدت تو اس کو ہرگز گوارا نہیں

کرتی۔

حدیث 36: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ الْمَجِيدِ بْنِ سُهَيْلِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعْمَلَ رَجُلًا عَلٰى خَيْبَرَ، فَجَاءَهُ بِتَمْرٍ جَنِيبٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَكُلُّ تَمْرِ خَيْبَرَ هٰكَذَا؟". قَالَ: لَا، وَاللّٰهِ! يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنَّا لَنَأْخُذُ الصَّاعَ مِنْ هٰذَا بِالصَّاعَيْنِ، وَالصَّاعَيْنِ بِالثَّلَاثَةِ. فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَفْعَلْ، بِعِ الْجَمْعَ بِالدَّرَاهِمِ، ثُمَّ ابْتَعْ بِالدَّرَاهِمِ جَنِيبًا۔

(بخاری رقم 2201، 2302، 4244، 4246، 7350؛ مسلم رقم 94۔1593، 95۔1593، 1593؛ موطا مالک رقم 2311/551؛ نسائی رقم 4553؛ السنن المأثورة للشافعی رقم 212؛ سنن کبریٰ نسائی رقم 6100؛ مستخرج ابی عوانہ رقم 5442؛ مشکل الآثار رقم 1296، 1298، 1299؛ شرح معانی الآثار رقم 5769؛ ابن حبان رقم 5021؛ سنن دارقطنی رقم 2849؛ سنن کبریٰ بیہقی رقم 10543؛ معرفۃ السنن والآثار رقم 11102؛ شرح السنۃ بغوی رقم 2064)

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص (اخا بنی عدی الانصاری رضی اللہ عنہ: بخاری رقم 4246، مسلم رقم 94۔1593) کو خیبر کا عامل بنا کر بھیجا تو اس نے واپسی پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں (بطورِ تحفہ) عمدہ قسم کی کھجوریں پیش کیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا خیبر کی سب کھجوریں ایسی ہی عمدہ ہوتی ہیں؟"۔ عامل نے کہا: "نہیں۔ حضرت! اللہ کی قسم! ہم تو دو اور تین صاع ردی قسم کی کھجوروں کے عوض میں ان کا ایک یا دو صاع خریدتے ہیں"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایسا نہ کیا کرو۔ تم ردّی کھجوروں کو رقم کے عوض میں فروخت کردیا کرو۔ پھر رقم کے بدلہ میں یہ کھجوریں لے لیا کرو"۔

استدلال ایک صاع موجودہ کلوگرام کے لحاظ سے ساڑھے تین کلوگرام کا ہوتا ہے۔ چونکہ حرمت سود پر کوئی زیادہ زمانہ نہ گزرا تھا۔ اس لیے عامل کو اس وقت تک یہ مسئلہ معلوم نہ تھا (نووی شرح مسلم ج ۲ ص ۲۶ طبع قدیمی کتب خانہ، کراچی)۔ اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

کلی علم غیب یا جمیع ما کان وما یکون کا علم حاصل ہوتا اور آپ ﷺ ہر جگہ حاضر و ناظر ہوتے تو آپ ﷺ کو خیبر کے علاقہ کی کھجوروں کا ضرور علم ہوتا۔ پھر بھلا آپ ﷺ کو کھجوروں کی عمدہ اور ردی قسمیں کیوں نہ معلوم ہوئیں؟ خیبر مدینہ طیبہ سے صرف دو سو میل دور ہے۔

حدیث 37: ۔حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الأُمَوِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سَالِمٍ أَبِي الْعَلَاءِ الْمُرَادِيِّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ هَرِمٍ، عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: "إِنِّي لَا أَدْرِي مَا بَقَائِي فِيكُمْ، فَاقْتَدُوا بِاللَّذَيْنِ مِنْ بَعْدِي"، وَأَشَارَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ۔

(صحیح: ترمذی رقم 3663، 3799؛ ابن ماجہ رقم 97؛ مسند احمد 23276، 23386، 23419؛ مصنف ابن ابی شیبہ رقم 37049؛ فضائل الصحابۃ لاحمد رقم 293، 478، 479؛ السنۃ لابن ابی عاصم رقم 1148، 1149، 1422، 1423؛ السنۃ لأبی بکر بن الخلّال رقم 335، 336؛ ابن حبان رقم 6902؛ صَحِيحُ الْجَامِعِ: 2511؛ الصَّحِيحَة: 1233)

ترجمہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میں نہیں جانتا کہ کب تک تمہارے اندر زندہ رہوں گا، اس لیے میں تمہیں اپنے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کی اقتداء کرنے کی تلقین اور تاکید کرتا ہوں''۔

استدلال اس روایت سے معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو اپنی زندگی کا علم بھی نہ تھا کہ کب تک دنیا میں زندہ رہوں گا اور جب آپ ﷺ کو اپنی زندگی اور وفات کا علم نہیں تو اور کس کی موت وحیات کا علم ہوگا؟ اگر آپ ﷺ جمیع ما کان وما یکون کا علم رکھتے تو ضرور آپ ﷺ کو اس کا علم ہوتا۔

اس روایت سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جناب رسول اللہ ﷺ کے نزدیک معتبر اور معتمد ہونے کے ساتھ ان کی خلافت کے حق ہونے کا ثبوت بھی واضح ہوگیا ہے۔

حدیث 38: ۔جب قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نازل ہوا:

آیت 29: يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ○ (الحجرات: ۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی ﷺ کی آواز سے بلند مت کیا کرو، اور نہ اُن سے بات کرتے ہوئے اس طرح زور سے بولا کرو جیسے تم ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں، اور تمہیں پتہ بھی نہ چلے۔

تو حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ (المتوفی ۱۲ھ) نے جناب رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں آنا ہی ترک کر دیا۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا أَزْهَرُ بْنُ سَعْدٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ، قَالَ: أَنْبَأَنِي مُوسَى بْنُ أَنَسٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ افْتَقَدَ ثَابِتَ بْنَ قَيْسٍ، فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَنَا أَعْلَمُ لَكَ عِلْمَهُ. فَأَتَاهُ فَوَجَدَهُ جَالِسًا فِي بَيْتِهِ، مُنَكِّسًا رَأْسَهُ. فَقَالَ لَهُ: "مَا شَأْنُكَ؟". فَقَالَ: "شَرٌّ". كَانَ يَرْفَعُ صَوْتَهُ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ. فَأَتَى الرَّجُلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ أَنَّهُ قَالَ كَذَا وَ كَذَا. فَقَالَ مُوسَى: فَرَجَعَ إِلَيْهِ الْمَرَّةَ الْآخِرَةَ بِبِشَارَةٍ عَظِيمَةٍ. فَقَالَ: "اذْهَبْ إِلَيْهِ فَقُلْ لَهُ: إِنَّكَ لَسْتَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، وَلٰكِنَّكَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ".

(بخاری رقم 3613،4846؛ مسلم رقم 187-119،188-119؛ عبد بن حمید رقم 1209؛ مسند احمد رقم 12399، 12480، 14060؛ مستخرج ابی عوانہ رقم 199؛ المجالسة وجواهر العلم، الدينوری، رقم 105؛ معجم ابن الأعرابی رقم 2410؛ المدخل إلى السنن الکبری، بیهقی، رقم 651؛ شرح السنۃ بغوی رقم 3996؛ معجم ابن عساکر رقم 1096؛ البیهقی فی "دلائل النبوة" 6/354؛ البخاری فی "خلق أفعال العباد" رقم 557؛ أبو يعلى رقم 3331، 3381، 3427؛ ابن حبان رقم 7168، 7169؛ الواحدی فی "أسباب النزول" ص258؛ النسائی فی "الکبری" رقم 8227، 11513؛ البغوی رقم 3996؛ ابن

الأثیر فی "أسد الغابة" 275/1؛ الطبرانی فی "الکبیر" رقم 1309)

ترجمہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو گم اور غائب پایا۔ تو ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اُس کا حال دریافت کرآتا ہوں۔ وہ صحابی رضی اللہ عنہ گئے تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں سر جھکائے ہوئے بیٹھے ہیں۔ اُس نے ان سے دریافت کیا: "آپ رضی اللہ عنہ کو کیا فکر ہے؟"۔ وہ بولے: "معاملہ خراب ہے۔ میری آواز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر بلند ہو جاتی رہی، تو میرے عمل بالکل اکارت ہو گئے ہیں۔ اور میں تو دوزخی ہو گیا ہوں"۔ وہ صحابی رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور یہ باتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کر دیں کہ ثابت رضی اللہ عنہ تو ایسا اور ایسا کہتا ہے۔ دوبارہ وہ بشارتِ عظیمہ لے کر گئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جا کر اس کو کہو کہ تو دوزخی نہیں بلکہ جنتی ہے"۔

استدلال اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمیع ماکان و مایکون کے عالم اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہوتے تو حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے فقدان کا یا ان کے بیمار پڑ جانے وغیرہ کا ہرگز خلافِ واقعہ خیال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن مبارک میں نہ پیدا ہوتا اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نہ تو پوچھنے کی نوبت آتی اور نہ تحقیق حال کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ آگاہ کرنا ہی ضروری اور مناسب سمجھتے۔ یہ واقعہ ۹ھ کا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی یہ عقیدہ نہیں تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر ایک چیز کا علم ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں جیسا کہ یہ واقعہ اس کی زندہ شہادت ہے۔

حدیث 39: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ، قَالَا: أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ - وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى - ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ، أَخْبَرَهُ أَنَّ رَجُلًا اطَّلَعَ فِي جُحْرٍ فِي بَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِدْرًى يَحُكُّ بِهِ رَأْسَهُ۔ فَلَمَّا رَآهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَوْ أَعْلَمُ أَنَّكَ تَنْتَظِرُنِي لَطَعَنْتُ بِهِ فِي عَيْنِكَ"۔ وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ: "إِنَّمَا جُعِلَ الْإِذْنُ مِنْ أَجْلِ الْبَصَرِ".

(مسلم رقم 40-2156، 41-2156؛ بخاری رقم 5924، 6241، 6901؛ ترمذی رقم 2709؛ نسائی رقم 4859؛ مسند احمد رقم 22802، 22833؛ ابن حبان رقم 5809، 6001؛ شرح مشکل الآثار رقم 935؛ معجم کبیر طبرانی رقم 5665، 5667)

ترجمہ حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک شخص نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کے دروازہ کے ایک سوراخ سے جھانکا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے سر مبارک کو کنگھی یا اس کی مانند کسی اور چیز سے کھجلا رہے تھے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو دیکھا تو فرمایا: "اگر میں جانتا کہ مجھے دیکھ رہا ہے، تو میں ضرور تیری آنکھ میں چوکا مارتا"۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اجازت لینے کا مطلب ہی صرف یہ ہوتا ہے تاکہ کسی کے گھر نگاہ نہ پڑے"۔

حدیث 40: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، وَأَبُو كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ -وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى وَأَبِي كَامِلٍ قَالَ يَحْيَى: أَخْبَرَنَا، وقَالَ الْآخَرَانِ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَجُلًا اطَّلَعَ مِنْ بَعْضِ حُجَرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَامَ إِلَيْهِ بِمِشْقَصٍ أَوْ مَشَاقِصَ، فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْتِلُهُ لِيَطْعُنَهُ.

(مسلم رقم 42-2157؛ بخاری رقم 6242، 6889، 6900؛ ترمذی رقم 2708؛ نسائی رقم 4858؛ ابوداؤد رقم 5171؛ مسند احمد رقم 12055، 12257، 12425، 12829، 12985، 13507، 13543؛ مسند بزار رقم 7451؛ الخلافیات بیہقی رقم 5181؛ البخاری فی "الأدب المفرد" رقم 1072، 1091؛ أبو یعلی رقم 3864؛ الطحاوی فی "شرح مشکل الآثار" رقم 937؛ الضیاء فی "المختارۃ" رقم 1530، 1531؛ السنن الکبیر، بیہقی، رقم 9467، 17714)

ترجمہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجرہ مبارک کے اندر جھانکا۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیزہ لے کر اس کی طرف دوڑے۔ میری آنکھوں کے سامنے وہ نقشہ ہے جب کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شخص کی آنکھ میں چوکا مارنا چاہتے

تھے۔

استدلال اس صحیح اور صریح روایت سے معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے نہ تو پہلے اس شخص کو دیکھا تھا اور نہ اس کے متعلق علم تھا کہ وہ کیا کر رہا ہے؟ جب آپ ﷺ نے اس کو دیکھ لیا تو نہایت لطیف حیلہ اور تدبیر سے، تا کہ اس شخص کو علم و شعور نہ ہو سکے، اس کی آنکھ پھوڑ دینے کا ارادہ فرمایا اور اس کی آنکھ میں چوکا مارنے کے لیے اس کے پیچھے تشریف بھی لے گئے، مگر وہ پیچھے ہٹ گیا اور جان بچا لی۔ اگر حضور اکرم ﷺ کو جمیع ما کان و ما یکون کا علم ہوتا یا آپ ﷺ ہر جگہ حاضر و ناظر ہوتے، تو اس روایت میں فَلَمَّا رَآهُ اور لَوْ أَعْلَمُ أَنَّكَ تَنْتَظِرُنِي لَطَعَنْتُ بِهِ فِي عَيْنِكَ کے الفاظ کی سرے سے گنجائش ہی نہ ہوتی۔

حدیث 41:۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ (مختلف طرق) سے یہ واقعہ مروی ہے کہ قبیلہ عُکل اور عُرَینہ کے چند آدمی حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کر کے آپ ﷺ کی بیعت کی۔ پھر جب چند دنوں کے بعد مدینہ طیبہ کی آب و ہوا ان کے موافق نہ آئی اور وہ کچھ بیمار پڑ گئے تو انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے اجازت چاہی کہ ہم کو اونٹوں کے گلوں کے ساتھ جنگل میں رہنے کی اجازت دی جائے۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کو اجازت دے دی۔ اور بیت المال کے کچھ اُونٹ اور دو خادم ان کے ساتھ چند میل دور ایک چراگاہ پر روانہ کر دیئے۔ جب وہ تندرست ہو گئے تو انہوں نے ایک راعی (چرواہے، جس کا نام حضرت یسار رضی اللہ عنہ تھا) کو شہید کر دیا اور بیت المال کے اُونٹ لے کر بھاگ نکلے۔ دوسرے راعی نے مدینہ طیبہ آ کر حضور اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مطلع کیا۔ روایت میں ہے:

فَجَاءَ الْخَبَرُ فِي أَوَّلِ النَّهَارِ. فَبَعَثَ فِي آثَارِهِمْ. فَلَمَّا ارْتَفَعَ النَّهَارُ جِيءَ بِهِمْ، فَأَمَرَ فَقَطَعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ، وَسُمِرَتْ أَعْيُنُهُمْ، وَأُلْقُوا فِي الْحَرَّةِ، يَسْتَسْقُونَ فَلَا يُسْقَوْنَ.

(بخاری رقم 233، 1501، 3018، 4192، 4610، 5685، 5686، 5727، 6802،

6899،6805،6804،6803؛مسلم رقم 10-1671، 11-1671؛ ترمذی رقم 72، 1845، 2042؛ نسائی رقم 4043؛ ابوداؤد رقم 4364، 4365، 4366، 4367؛ ابن ماجہ رقم 2578، 3503؛ مسند احمد رقم 12042، 12639، 12668، 12737، 12819، 12936، 13045، 13128، 13443، 14061، 14086؛ ابن خزیمہ رقم 115؛ مسند البزار رقم 6764؛ مستخرج ابی عوانہ رقم 6115، 6116، 6119؛ ابن حبان رقم 1386، 1387، 1388، 4467، 4468، 4469، 4470، 4471، 4472، 4474؛ الخلافیات بیہقی رقم 4829، 5506؛ سنن کبریٰ بیہقی رقم 16461؛ شرح السنۃ رقم 2569)

ترجمہ یہ خبر دن کے ابتدائی حصہ میں پہنچی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پیچھے کچھ آدمی بھیجے۔ وہ ان کو پکڑ لائے تو ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹے گئے۔ اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری گئیں (کیونکہ انہوں نے بھی حضرت یسار رضی اللہ عنہ سے ایسا ہی کیا تھا) اور ان کو گرم پتھروں پر پھینک دیا گیا۔ تو وہ پانی مانگتے تھے، تو ان کو پانی نہ دیا جاتا تھا۔

ایک دوسری روایت میں یوں ہے:

حدیث 42: ۔فَقَتَلُوا الرَّاعِيَ وَطَرَدُوا الْإِبِلَ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَبَعَثَ فِي آثَارِهِمْ. (مسلم رقم 10-1671)

ترجمہ سو انہوں نے چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹوں کو ہنکا کر لے گئے۔ تو یہ خبر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پیچھے کچھ آدمی روانہ کیے۔

اور ایک روایت میں اس طرح آیا ہے:

حدیث 43: ۔حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا سِمَاكُ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: أَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفَرٌ مِنْ عُرَيْنَةَ، فَأَسْلَمُوا وَبَايَعُوهُ، وَقَدْ وَقَعَ بِالْمَدِينَةِ الْمُومُ، وَهُوَ الْبِرْسَامُ، ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِهِمْ، وَزَادَ: وَعِنْدَهُ شَبَابٌ مِنَ الْأَنْصَارِ قَرِيبٌ مِنْ عِشْرِينَ، فَأَرْسَلَهُمْ إِلَيْهِمْ، وَبَعَثَ مَعَهُمْ قَائِفًا يَقْتَصُّ أَثَرَهُمْ. (مسلم رقم 13-1671)

ترجمہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں عُکل اور عُرینہ کے کچھ آدمی آئے اور اسلام قبول کر کے آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک پر بیعت کرلی۔ مدینہ طیبہ میں برسام (سرسام یا استسقاء) کی بیماری پڑ گئی۔ پھر آگے یہی حدیث بیان کی۔ اور حضور اکرم ﷺ کے پاس انصارِ مدینہ کے تقریباً بیس (20) نوجوان تھے۔ آپ ﷺ نے ان کو ان کے تعاقب میں بھیجا۔ ان کے ساتھ آپ ﷺ نے ایک کھوجی بھی بھیجا تا کہ وہ ان کا کھوج نکال کر ان کو گرفتار کر سکے۔

استدلال ان تمام روایات کے پیش نظر یہ بات نہایت واضح طور پر ثابت ہوئی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ان کو مخلص مسلمان سمجھ کر ان کے ساتھ یہ ہمدردی کی کہ بیت المال کے اُونٹ اور اپنے خاص چرواہے اور خادم ان کی خدمت کے لیے باہر جنگل اور چراگاہ میں بھیج دیئے۔ اگر حضور اکرم ﷺ کو پہلے ہی سے یہ علم ہوتا کہ یہ ایسی کاروائی کریں گے تو آپ ﷺ ایسا ہرگز نہ کرتے اور بیت المال کے اونٹوں اور اپنے خادموں کی جان کی حفاظت کا کوئی معقول انتظام فرماتے۔ پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ انہی روایات میں اس کی تصریح ہے کہ جب یہ خبر حضور اکرم ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے ان ڈاکوؤں کے تعاقب میں بیس (۲۰) کے قریب نوجوان بھیجے۔ جو عالم الغیب ہو، اور جس کو جمیع ما کان و ما یکون کا علم ہو، اس کے لیے فَجَاءَ الْخَبَرُ اور فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے الفاظ کا کیا مطلب؟ اور مسلم شریف کی حدیث میں اس کا ذکر بھی موجود ہے کہ آپ ﷺ نے ان نوجوانوں کے ساتھ ایک کھوجی بھی روانہ کیا تھا تا کہ وہ اپنے قیافہ اور کھوج کے فن کی مدد سے ڈاکوؤں کا سراغ لگائے۔ جمیع ما کان و ما یکون کے عالم کو کھوجی بھیجنے کی کیا ضرورت ہے؟ آپ ﷺ کو علم ہوتا تو فرما دیتے کہ وہ ڈاکو تمہیں فلاں مقام پر ملیں گے ان کو گرفتار کرلاؤ۔

حدیث 44:۔ حضور اکرم ﷺ کی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب بن جحش رضی اللہ عنہا (المتوفی ۲۰ھ) کا حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ (المتوفی ۸ھ) کے طلاق کے بعد ۵ھ میں جب اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ سے نکاح کر دیا تو آپ ﷺ نے دعوت

ولیمہ پر چند حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مدعو کیا۔ کچھ لوگ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد بھی وہیں اُسی حجرہ میں بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ جس کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوقات اور مشاغل میں خلل واقع ہوا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس خیال سے وہاں سے اُٹھ گئے کہ شاید یہ لوگ بھی اُٹھ جائیں۔ مگر وہ حضرات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی منشاء کا بالکل احساس نہ کر سکے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دیر کے بعد تشریف لائے:

ثُمَّ ظَنَّ أَنَّهُمْ خَرَجُوْا فَرَجَعَ وَرَجَعْتُ مَعَهُ حَتّٰى إِذَا دَخَلَ عَلٰى زَيْنَبَ فَإِذَا هُمْ جُلُوْسٌ لَمْ يَقُوْمُوا. فَرَجَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجَعْتُ مَعَهُ.

(بخاری رقم 5166، 5466، 6238، 6239، 6271؛ مسلم رقم 87_1365، 89_1428، 92_1428، 93_1428، 95_1428؛ ترمذی رقم 3217، 3218، 3219؛ نسائی رقم 3251، 3387؛ مسند احمد رقم 12023، 12669، 12716، 13025، 13072، 13176، 13361، 13478، 13538، 13575، 13769؛ الادب المفرد رقم 1051؛ مسند بزار رقم 6327؛ سنن کبریٰ نسائی رقم 6581؛ مستخرج ابی عوانہ رقم 4168، 4169، 4178، 4180؛ شرح معانی الآثار رقم 7220؛ ابن حبان رقم 4062، 5145، 5551، 5552؛ معجم اوسط رقم 8368؛ معجم کبیر طبرانی رقم 130؛ سنن کبریٰ بیہقی رقم 13502، 14753)

ترجمہ: اور یہ گمان اور خیال کیا کہ وہ لوگ جا چکے ہوں گے۔ مگر جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت انس رضی اللہ عنہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس آئے تو دیکھا کہ وہ لوگ ابھی تک بیٹھے ہوئے ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس باہر تشریف لے گئے۔

ایک روایت میں اس طرح آتا ہے:

حدیث 46: **فَلَمَّا رَأَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ رَجَعَ، ظَنُّوْا أَنَّهُمْ قَدْ ثَقُلُوْا عَلَيْهِ.** (مسلم رقم 94_1428)

ترجمہ: جب ان حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو واپس ہوتے ہوئے دیکھا تو پھر ان کو احساس ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری بلاوجہ یہ طویل مجلس ناگوار گزری ہے۔

چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خادمِ خاص حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

حدیث 46:۔ ثُمَّ إِنَّهُمْ قَامُوْا فَانْطَلَقُوا۔ قَالَ: فَجِئْتُ فَأَخْبَرْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُمْ قَدِ انْطَلَقُوْا۔ قَالَ: فَجَاءَ حَتّٰى دَخَلَ۔ (مسلم رقم 92۔1428)

ترجمہ پھر وہ اُٹھ کر چلے گئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں گیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی کہ حضرت! وہ لوگ چلے گئے ہیں۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں داخل ہوئے۔

استدلال اس روایت سے معلوم ہوا کہ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع ما کان وما یکون کا علم ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی دفعہ ہرگز یہ خیال نہ فرماتے کہ لوگ جا چکے ہوں گے۔ دوسری دفعہ حضرت انس رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے چلے جانے کی خبر اور اطلاع نہ دیتے۔ تعجب اور حیرت کی بات ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ۵ھ تک اپنے بعض مخلص حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پورے حالات تو کیا معلوم ہوتے، اپنے حجرہ سے اُن کے باہر چلے جانے کا بھی علم نہ تھا، اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے حق میں حاضر و ناظر تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم دور نہیں مدینہ طیبہ ہی میں اور عام نہیں صرف اپنے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے حاضر و ناظر اور عالم نہیں، تو اور کس کے لیے ہوں گے؟ اس صحیح روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرہ میں ہر وقت حاضر و ناظر نہ تھے (اگر ہوتے تو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس گروہ کے چلے جانے یا نہ جانے کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور علم ہوتا)، تو اور کس گھر میں ہر وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہو سکتے ہیں؟ اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مختارِ کُل ہوتے تو تکوینی طور پر تصرّف فرما کر ان حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حجرہ سے باہر نکال دیتے۔ یہی ایک روایت اہل بدعت کے جملہ باطل عقیدوں کو ختم کرنے کے لیے کافی ہے۔

حدیث 47:۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ۱۰ھ کے اواخر میں جب حج کے لیے مکہ مکرمہ کا سفر اختیار کیا اور اپنی قربانی کے جانور مدینہ طیبہ ہی سے ساتھ لے لیے۔ تو مکہ مکرمہ پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر منکشف ہوا کہ اہل جاہلیت کے اس خیال باطل کے لیے کہ اَشْهُرِ حج (حج کے مہینے: شوال، ذوالقعدہ،

ذوالحجہ) میں عمرہ کرنا بڑا گناہ ہے۔ وہ یہ کہ انہی دنوں میں پہلے مستقل عمرہ ادا کیا جائے اور اس کے بعد نئے سرے سے حج کا احرام باندھ کر حج کیا جائے۔ لیکن چونکہ احرامِ حج کے ساتھ آپ ﷺ قربانی کے جانور بھی ہمراہ لے گئے تھے (اور اس صورت میں حج کی ادائیگی سے پہلے احرام کو فسخ نہیں کیا جاسکتا)۔ اس لیے آپ ﷺ بذاتِ خود تو اس تجویز پر عمل کرنے سے معذور تھے۔ اس واسطے آپ ﷺ نے اپنے ان حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو، جو اپنی قربانیاں ساتھ نہ لائے تھے، حکم دیا کہ وہ پہلے عمرہ ادا کر کے احرام سے باہر نکل آئیں اور پھر حج کے لیے یہیں سے مستقل احرام باندھ لیں۔ بعض حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ خیال ظاہر کیا کہ یہ حج تو کم درجہ کا ہوگا، کیونکہ اس صورت میں عمرہ کے اختتام اور احرام کے درمیان اپنی بیویوں سے لطف اندوزی اور دیگر لذائذ اور مرغوبات کے استعمال کا کافی موقع مل جائے گا اور احرام کے استمرار اور دوام کی صورت میں نفس اور نفسانی خواہشات پر جو پابندیاں رہتیں، وہ باقی نہ رہ سکتی تھیں۔ اور اُن سے اس عرصہ کے لیے آزادی حاصل ہوجائے گی۔ نیز چونکہ حضور اکرم ﷺ خود ایسا نہیں کر رہے تھے، اس واسطے بھی حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کچھ تردد ہوا کیونکہ ان کی انتہائی آرزو یہی تھی کہ وہ بالکل اُسی طرح حج ادا کریں جس طرح خود حضور اکرم ﷺ ادا فرمائیں اور آپ ﷺ کی ہر ہر ادا اور ہر ہر حرکت وسکون میں موافقت اور یگانگت کا شرف ان کو حاصل ہو۔ بہر حال ان وجوہ کی بنا پر حضور اکرم ﷺ کی اس نئی تجویز پر عمل کرنے میں بعض لوگوں کو کچھ پس وپیش سا لاحق ہوا۔ جب حضور اکرم ﷺ کو ان خیالات ووساوس اور افکار وخطرات کی اطلاع ہوئی، تو آپ ﷺ نے (بروایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ) یہ فرمایا:

لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِيْ مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا أَهْدَيْتُ. وَلَوْلَا أَنَّ مَعِيَ الْهَدْيَ لَأَحْلَلْتُ.

(بخاری رقم 1651، 1785، 7230، 1568، 2505، 7367؛ مسلم رقم 141-1216، 142-1216، 143-1216؛ نسائی رقم 2805، 2994؛ ابوداود رقم 1787، 1789؛ ابن ماجہ رقم 2980؛ مسند احمد رقم 14238، 14279، 14409، 14923، 14943؛ ابن حبان

رقم 3791، 3921، 3924؛ سنن کبریٰ بیہقی رقم 8808، 9354؛ معرفۃ السنن والآثار رقم 9315)

ترجمہ (ایام حج میں عمرہ کر کے جاہلی خیال کو پامال کرنے کے متعلق) جو بات اب مجھے بعد میں معلوم ہوئی، اگر وہ پہلے ہی سے معلوم ہو جاتی تو میں بھی قربانی ساتھ نہ لاتا اور احرام سے نکل آتا۔

حدیث 48:۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، حَدَّثَنِي عُرْوَةُ، أَنَّ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا سُقْتُ الْهَدْيَ، وَلَحَلَلْتُ مَعَ النَّاسِ حِينَ حَلُّوا۔

(بخاری رقم 7229؛ مسلم رقم 130۔1211؛ مسند ابی داؤد طیالسی رقم 1644؛ مسند اسحاق بن راہویہ رقم 1099؛ مسند احمد رقم 25425، 26094؛ ابن خزیمہ رقم 2606؛ مستخرج ابی عوانہ رقم 3363؛ شرح مشکل الآثار رقم 4318؛ ابن حبان رقم 3941؛ المسند المستخرج على صحيح الإمام مسلم، لأبي نعيم رقم 2811؛ السنن الکبریٰ للبیہقی رقم 8865)

ترجمہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر پہلے ہی سے مجھے وہ رائے معلوم ہو جاتی، جو اَب معلوم ہوئی ہے، تو میں اپنے ساتھ قربانی نہ لاتا اور مَیں بھی لوگوں کی طرح احرام سے نکل آتا۔

استدلال اس حدیث سے ہمارا استدلال اور مدعا بالکل واضح ہے کہ اگر ۱۰ھ کے اواخر تک بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع ما کان و ما یکون کا علم حاصل ہوتا تو اس ارشاد کے فرمانے اور اس پریشانی کی ہرگز نوبت نہ آتی۔ لطف یہ ہے کہ یہ معاملہ بھی دنیاوی نہیں بلکہ عمرہ جیسی ایک بہترین عبادت کا معاملہ ہے۔ اس واضح ترین دلیل میں ہر ایک مُنصِف کے لیے تسکینِ قلب کا کافی سامان موجود ہے۔

حدیث 49:۔ اسی حجۃ الوداع کے واقعات میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دَاوُدَ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

خَرَجَ مِنْ عِنْدِهَا وَهُوَ مَسْرُورٌ، ثُمَّ رَجَعَ إِلَيَّ وَهُوَ كَئِيبٌ، فَقَالَ: "إِنِّي دَخَلْتُ الْكَعْبَةَ وَلَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي، مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا دَخَلْتُهَا إِنِّي أَخَافُ أَنْ أَكُونَ قَدْ شَقَقْتُ عَلَى أُمَّتِي".

(ابوداؤد رقم 2029؛ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ: ترمذی رقم 873؛ ابن ماجہ رقم 3064؛ مسند احمد رقم 25056، 25197؛ مسند اسحاق بن راہویہ رقم 1241؛ مسند البزار رقم 228؛ ابن خزیمہ رقم 3014؛ شرح مشکل الآثار رقم 5790؛ معجم اوسط رقم 6748؛ مستدرک حاکم رقم 1762؛ سنن کبریٰ بیہقی رقم 9729)

ترجمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے خوش وخرم باہر نکلے۔ پھر کچھ دیر کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم رنجیدہ ہوکر واپس تشریف لائے اور فرمایا کہ میں کعبہ کے اندر داخل ہوا تھا۔ اگر مجھے پہلے ہی سے یہ بات معلوم ہو جاتی، جو اب معلوم ہوئی ہے، تو میں کعبہ کے اندر داخل نہ ہوتا۔ مجھے خوف ہے کہ میں نے اپنے اس فعل سے اُمت پر بوجھ نہ ڈال دیا ہو (کہ وہ کعبہ میں داخل ہونے کو ضروری اور سنت سمجھیں گے اور اس کے لیے بلا جہ مشقت اُٹھائیں گے اور کعبہ کی بلندی اور لوگوں کے ہجوم کی وجہ سے اس میں سب داخل نہ ہوسکیں گے)۔

استدلال اس صحیح روایت سے بھی معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع ما کان و ما یکون کا علم حاصل نہ تھا ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز اظہارِ تاسف کے طور پر ایسا نہ فرماتے۔ اور نہ بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے مبارک ہی بدلتی کیونکہ عالم الغیب کو نہ تو تاسف لاحق ہوا کرتا ہے اور نہ حکم اور رائے بدل کر پہلی رائے پر کبھی افسوس کرنا پڑتا ہے۔

حدیث 50:۔ حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ (المتوفی ۳۵ھ) سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ مرض الموت میں جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر مرض کا غلبہ ہوا تو میں چند اور مسلمانوں کی معیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں موجود تھا۔ حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ (المتوفی ۲۰ھ) نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حسبِ عادت نماز کے لیے پکارا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی سے کہہ دو کہ وہ نماز پڑھا دے۔ حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم مسجد گئے تو دیکھا کہ لوگوں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو

موجود ہیں مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حاضر نہیں ہیں۔ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: ''آپ رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھایئے''۔ چنانچہ وہ آگے ہوئے اور تکبیر کہی:

لَمَّا سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَوْتَ عُمَرَ قَالَ ابْنُ زَمْعَةَ: خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَطْلَعَ رَأْسَهُ مِنْ حُجْرَتِهِ، ثُمَّ قَالَ: "لَا، لَا، لَا، لِيُصَلِّ لِلنَّاسِ ابْنُ أَبِي قُحَافَةَ"، يَقُولُ ذٰلِكَ مُغْضَبًا۔

(صحیح: ابوداؤد رقم 4661؛ الشریعۃ للآجری رقم 1294؛ ابن أبي عاصم فی "السنۃ" رقم 1160؛ یعقوب بن سفیان فی "المعرفۃ والتاریخ" 454/1)

ترجمہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز سنی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرۂ مبارکہ سے سر باہر نکال کر فرمایا: ''نہیں، نہیں، نہیں۔ چاہیے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی لوگوں کو نماز پڑھائے''۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طیش اور غصے میں آکر یہ ارشاد فرمایا تھا۔

ابوداؤد ہی کی ایک دوسری روایت میں (جو اس روایت کی متابع اور شاہد ہے) میں ہے:

حدیث 51: فَلَمَّا سَمِعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَوْتَهُ وَكَانَ عُمَرُ رَجُلًا مُجْهِرًا۔ قَالَ: "فَأَيْنَ أَبُو بَكْرٍ؟ يَأْبَى اللهُ ذٰلِكَ وَالْمُسْلِمُونَ. يَأْبَى اللهُ ذٰلِكَ وَالْمُسْلِمُونَ"۔ فَبَعَثَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ فَجَاءَ بَعْدَ أَنْ صَلَّى عُمَرُ تِلْكَ الصَّلَاةَ فَصَلَّى بِالنَّاسِ۔

(حسن صحیح: ابوداؤد رقم 4660؛ مسند احمد رقم 18906؛ معجم ابن الاعرابی رقم 2308؛ الشریعۃ للآجری رقم 1293؛ ابن أبي عاصم فی "السنۃ" رقم 1161؛ معجم اوسط رقم 1065؛ الطبرانی فی "الکبیر" 13/ (رقم 446)؛ المُعْجَمُ الكَبِير للطبرانی المُجَلَّدان الثَّالِثَ عَشَرَ والرابع عشر رقم 15030، 15031؛ مستدرک حاکم رقم 6703؛ کتاب الإمامۃ والرد علی الرافضۃ للأصبہانی رقم 42؛ الطحاوی فی "شرح مشکل الآثار" رقم 4254؛ الصَّحِیحَۃ تحت حدیث: رقم 690؛ یعقوب بن سفیان فی "المعرفۃ والتاریخ" 243/1)

ترجمہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز سنی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز قدرتی طور پر بلند تھی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابوبکر رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ اللہ تعالیٰ کو بھی یہ

منظور نہیں اور مسلمانوں کو بھی۔ اللہ تعالیٰ کو بھی یہ منظور نہیں اور مسلمانوں کو بھی۔ (کہ سوائے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کوئی اور امامت کرائے)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف قاصد بھی بھیجا مگر وہ اس وقت آئے جب کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ نماز لوگوں کو پڑھا چکے تھے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔

استدلال اس روایت سے جہاں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور منقبت ثابت ہوتی ہے۔ اس سے یہ چیز بھی وضاحت سے ثابت ہوتی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرض الموت تک جمیع ما کان وما یکون کا علم حاصل نہ تھا۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم حاصل ہوتا، تو جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ابتدا میں نماز پرھانے کو کہا گیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم آغازِ نماز سے پہلے ہی اُن کو روک دیتے، حالانکہ روایت میں تصریح موجود ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تکبیر سنی تو پھر حجرۂ مبارکہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک باہر نکال کر تین مرتبہ "نہیں، نہیں، نہیں" فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ نیز اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع ما کان وما یکون کا علم ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیوں فرماتے: "ابوبکر رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟"۔ یہ روایت بھی ہمارے مدعا پر واضح دلیل ہے۔

حدیث 52: ۔حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي نَعَامَةَ السَّعْدِيِّ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: بَيْنَمَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِأَصْحَابِهِ إِذْ خَلَعَ نَعْلَيْهِ فَوَضَعَهُمَا عَنْ يَسَارِهِ. فَلَمَّا رَأَى ذٰلِكَ الْقَوْمُ، أَلْقَوْا نِعَالَهُمْ. فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاتَهُ، قَالَ: "مَا حَمَلَكُمْ عَلَى إِلْقَاءِ نِعَالِكُمْ"۔ قَالُوا: رَأَيْنَاكَ أَلْقَيْتَ نَعْلَيْكَ فَأَلْقَيْنَا نِعَالَنَا۔ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ جِبْرِيلَ أَتَانِي فَأَخْبَرَنِي أَنَّ فِيهِمَا قَذَرًا" - أَوْ قَالَ: أَذًى - الحديث.

(صحیح: ابوداؤد رقم 650، 651؛ مسند احمد رقم 11153، 11877؛ ابن خزیمہ رقم 1017، 786؛ ابن حبان رقم 2185؛ معرفۃ السنن والآثار رقم 4890)

ترجمہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم سب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے جوتے پہن کر نماز میں مشغول تھے کہ اچانک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جوتے اُتار کر بائیں طرف رکھ دیئے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کرتے ہوئے جوتے اُتار دیئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمہیں جوتے اُتارنے پر کس چیز نے آمادہ کیا ہے؟''۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''حضرت! ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جوتے اتارتے دیکھا تو ہم نے بھی اتار دیئے''۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تو اس لیے جوتے اتارے تھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مجھے آ کر خبر دی ہے کہ میری جوتیوں کے نیچے نجاست لگی ہوئی ہے۔

استدلال اس صحیح اور صریح روایت سے بھی معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع ما کان وما یکون کا علم نہ تھا۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور اپنے جوتوں کے نیچے گندگی نظر آ جاتی۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام کے نازل ہو کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دینے کی کیا ضرورت تھی؟ فَأَخْبَرَنِي کے الفاظ بھی ملحوظِ خاطر رکھیں؟ اور حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے: ''تمہیں جوتے اتار پھینکنے پر کس چیز نے آمادہ کیا ہے'' سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال کرنے کا صحیح مقصد بھی اس کے بغیر نہیں ہوسکتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب نہ تھے۔

حدیث 53:۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک غزوہ میں مَیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک تھی۔ ایک جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑاؤ کیا۔ وہاں میرا ایک ہار جاتا رہا۔ اصل الفاظ یہ ہیں:

انْقَطَعَ عِقْدٌ لِي، فَأَقَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْتِمَاسِهِ، وَأَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ وَلَيْسُوا عَلَى مَاءٍ.

(بخاری رقم 334، 336، 3672، 3773، 4607؛ مسلم رقم 108۔367؛ مسند احمد رقم 25455، 26341؛ سنن کبریٰ نسائی رقم 295، 11042؛ سنن نسائی رقم 310؛ ابن خزیمہ رقم 262؛ حدیث السراج رقم 77؛ ابن حبان رقم 1300، 1317؛ سنن کبریٰ بیہقی رقم 989، 1063؛ معرفۃ السنن والآثار رقم 1560؛ شرح السنہ بغوی رقم 307)

ترجمہ میرا ایک ہار گم ہو گیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کو تلاش کرنے کے لیے وہاں ٹھہر گئے۔ اور وہ سب پانی پر نہیں تھے۔

☆ یہ ہار حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنی بڑی ہمشیرہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے عاریۃً (ادھار مانگ کر) لے گئی تھی۔

حدیث 54:۔ عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا اسْتَعَارَتْ مِنْ أَسْمَاءَ قِلَادَةً فَهَلَكَتْ، فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِهِ فِي طَلَبِهَا.

(مسلم رقم 109-367)

ترجمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: وہ (اپنی بہن) حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے ہار مانگ کر لے گئی تھیں۔ وہ ہار ضائع ہو گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ہار کی تلاش کے لیے اپنے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کچھ لوگوں کو بھیجا۔

ایک اور روایت میں یوں ہے:

حدیث 55:۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: بَعَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُسَيْدَ بْنَ حُضَيْرٍ وَأُنَاسًا مَعَهُ فِي طَلَبِ قِلَادَةٍ أَضَلَّتْهَا عَائِشَةُ. (ابوداؤد رقم 317)

ترجمہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اور کئی آدمیوں کو اس ہار کی تلاش کے لیے بھیجا جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے گم ہو چکا تھا۔

☆ الغرض یہ تمام احادیث اس امر پر متفق ہیں کہ اس ہار کی تلاش کرنے کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس منزل میں قیام فرمایا اور اپنے کچھ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (یہ سب ولی کامل تھے) کو اس ہار کی تلاش کرنے کے لیے بھیجا اور اس دوران میں لوگ کافی پریشان ہوئے کیونکہ نہ تو ان کے پاس پانی تھا اور نہ وہ پانی پر تھے۔ لوگوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے شکایت بھی کی کہ آپ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی نے سب لوگوں کو پریشان کر دیا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر کافی سختی بھی کی اور ان کی کوکھ میں کئی ضربات بھی طیش اور غصہ میں آ کر لگائیں۔ جب بالکل مایوس ہو گئے اور تھک ہار کر جانے کا عزم کر لیا۔ تو اسی حدیث کے آخر میں مذکور ہے:

حدیث 56:۔ قَالَتْ: فَبَعَثْنَا البَعِيرَ الَّذِيْ كُنْتُ عَلَيْهِ، فَأَصَبْنَا العِقْدَ تَحْتَهُ۔

(بخاری رقم 334؛ مسلم رقم 108۔367؛ موطا مالک رقم 169 / 45؛ مسند اسحاق بن راہویہ رقم 966؛ مسند احمد رقم 25455)

ترجمہ جب ہم نے وہ اونٹ جس پر میں سوار تھی، اُٹھایا۔ تو دیکھا کہ ہار اُس کے نیچے پڑا ہوا ہے۔

استدلال اگر جناب رسول اللہ ﷺ کو جمیع ما کان وما یکون کا علم ہوتا تو اتنی پریشانی کیوں ہوتی؟ اور ہار کی تلاش کے لیے آپ خود کیوں قیام فرماتے؟ اور لوگ کیوں قیام کرنے پر مجبور ہوتے؟ اور ہار کی تلاش کے لیے آپ ﷺ بعض حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کیوں بھیجتے؟ آپ ﷺ پہلے ہی فرما دیتے کہ ہار تو اُونٹ کے نیچے پڑا ہوا ہے۔ اس کو اُٹھالو اور راستہ پر گامزن ہو جاؤ۔ پریشانی اور اضطراب کی کیا حاجت ہے؟

حدیث 57:۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "النَّاسُ يَصْعَقُونَ يَوْمَ القِيَامَةِ، فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ يُفِيقُ، فَإِذَا أَنَا بِمُوسَى آخِذٌ بِقَائِمَةٍ مِنْ قَوَائِمِ العَرْشِ، فَلاَ أَدْرِي أَفَاقَ قَبْلِي أَمْ جُوزِيَ بِصَعْقَةِ الطُّورِ"۔

(بخاری رقم 3398، 2412، 4638، 6917، 7427؛ مسلم رقم 162۔2374، 163۔2374؛ مسند احمد رقم 11286، 11365؛ مصنف ابن ابی شیبہ رقم 31837؛ الاسماء والصفات بیہقی رقم 838)

ترجمہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''قیامت کے دن لوگ بے ہوش ہو جائیں گے اور میں سب سے پہلے ہوش میں آؤں گا، تو اچانک میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھوں گا کہ وہ عرش کا ایک پایہ تھامے ہوئے ہوں گے۔ مجھے معلوم نہیں کہ ان کو مجھ سے پہلے ہوش آچکا ہوگا یا ان کو طور کی بیہوشی کے معاوضہ میں اس بے ہوشی سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہوگا۔

یہ روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی کم وبیش انہی الفاظ سے مروی ہے۔

(بخاری رقم 2411، 3408، 3414، 3415، 4813، 6517، 6518، 7472؛ مسلم رقم 159، 160، 2373۔ 2373؛ سنن ابی داود رقم 4671؛ ترمذی رقم 3245؛ ابن ماجہ رقم 4274؛ مسند احمد رقم 7586، 9821؛ سنن کبریٰ نسائی رقم 7710، 11393؛ مستخرج ابی عوانہ رقم 10445، 10446، 10447 (الجامعۃ الاسلامیہ)؛ شرح مشکل الآثار رقم 1010، 5350؛ شرح معانی الآثار رقم 7113؛ ابن حبان رقم 7311؛ الاسماء والصفات بیہقی رقم 304؛ شرح السنۃ بغوی رقم 4302)

استدلال یہ واقعہ قیامت سے متعلق ہے اور دخولِ جنت ونار سے پہلے کا ہے۔ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمیع ماکان وما یکون کے عالم ہیں، تو اس ارشاد کا کیا مطلب ہوگا: **فَلَا أَدْرِيْ**: میں نہیں جانتا؟ اس مقام پر فَلَآ أَدْرِيْ کا لفظ اسی کا مقتضی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہوش آنے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ علم نہیں ہوگا کہ آیا اُن پر بھی یہ بے ہوشی طاری ہوئی ہے یا صاعقۂ طور کے معاوضہ میں وہ مستثنیٰ رہے ہیں؟ جن لوگوں کا یہ غلط خیال ہے کہ وفات کے بعد حجابِ نفس اُٹھ جانے کی وجہ سے آدمی علمِ غیب پر حاوی ہو جاتا ہے۔ یہ اور اس قسم کی دیگر صحیح حدیثیں ان کے اس باطل نظریہ کی تردید کے لیے بالکل کافی ہیں۔

حدیث 58: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث شفاعت میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اہلِ محشر جب دوسرے اولوالعزم حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سے بے نیل ومرام واپس ہو کر میرے پاس آئیں گے، تو میں فوراً شفاعت کے لیے بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہوں گا۔ پھر ارشاد فرمایا:

فَأَنْطَلِقُ فَآتِيْ تَحْتَ الْعَرْشِ، فَأَقَعُ سَاجِدًا لِرَبِّيْ عَزَّ وَجَلَّ، ثُمَّ يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَيَّ مِنْ مَحَامِدِهٖ وَحُسْنِ الثَّنَاءِ عَلَيْهِ شَيْئًا، لَمْ يَفْتَحْهُ عَلٰى أَحَدٍ قَبْلِيْ۔ الحدیث

(بخاری رقم 4712؛ ترمذی رقم 2434؛ السنۃ لابن ابی عاصم رقم 811؛ الایمان لابن مندہ رقم 880؛ شرح السنۃ بغوی رقم 4332؛؛ مُتَّفَق عَلَیْہِ: مشکوٰۃ رقم 5575)

ترجمہ پھر میں عرش کے نیچے آؤں گا۔ سو میں سجدہ میں گر جاؤں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنی بہترین تعریفیں منکشف فرمائے گا۔ اور بہتر حمد وثناء کا مجھے الہام کرے گا جو مجھ سے پہلے وہ طریقہ کسی کو نہیں بتایا گیا۔

ایک روایت میں یوں ہے:

حدیث 59: ۔فَأَنْطَلِقُ، فَآتِي تَحْتَ الْعَرْشِ، فَأَقَعُ سَاجِدًا لِرَبِّي، ثُمَّ يَفْتَحُ اللهُ عَلَيَّ وَيُلْهِمُنِي مِنْ مَحَامِدِهِ، وَحُسْنِ الثَّنَاءِ عَلَيْهِ شَيْئًا لَمْ يَفْتَحْهُ لِأَحَدٍ قَبْلِي۔

(مسلم رقم 327۔194)

ترجمہ پھر اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنی عمدہ تعریف اور ثناء کا طریقہ ظاہر فرمائے گا جو مجھ سے قبل کسی ایک پر بھی وہ منکشف نہیں کیا گیا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

حدیث 60: ۔فَأَسْتَأْذِنُ عَلَى رَبِّي، فَيُؤْذَنُ لِي، وَيُلْهِمُنِي مَحَامِدَ أَحْمَدُهُ بِهَا لَا تَحْضُرُنِي الْآنَ، فَأَحْمَدُهُ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ، وَأَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا۔

(بخاری رقم 7510؛ ابن ماجہ رقم 4312؛ مسند احمد رقم 12153، 13562، 13590؛ ابن حبان رقم 6464؛ شرح السنۃ بغوی رقم 4333)

ترجمہ پھر میں بارگاہِ الٰہی میں حاضری کی اجازت چاہوں گا۔ پس مجھے اجازت مل جائے گی اور اللہ تعالیٰ اس وقت مجھے اپنی ایسی تعریفیں الہام فرمائے گا جو اس وقت مجھے معلوم نہیں ہیں۔ سو میں انہی تعریفوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کروں گا۔

ان کی ایک روایت میں الفاظ اس طرح ہیں:

حدیث 61: ۔فَأَسْتَأْذِنُ عَلَى رَبِّي، فَيُؤْذَنُ لِي، فَأَقُومُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَأَحْمَدُهُ بِمَحَامِدَ لَا أَقْدِرُ عَلَيْهِ الْآنَ، يُلْهِمُنِيهِ اللهُ۔ (مسلم رقم 326۔193)

ترجمہ پھر میں اپنے رب سے اجازت چاہوں گا۔ تو مجھے اجازت مل جائے گی۔ پھر میں اپنے رب کے حضور حاضر ہو جاؤں گا تو میں اللہ تعالیٰ کی ایسی تعریفیں بیان کروں گا جن پر اس وقت میں قادر نہیں ہوں۔ وہاں ہی اللہ تعالیٰ مجھے الہام کرے گا۔

اور ان کی ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حدیث 62: ۔فَأَحْمَدُ رَبِّي بِتَحْمِيدٍ يُعَلِّمُنِيهِ۔

(مسلم رقم 322۔193؛ السنۃ لابن ابی عاصم رقم 805، 808؛ مسند ابی یعلی رقم 2899، 3064؛ مستخرج أبي عوانة، رقم 444؛ الإيمان لابن منده رقم 864؛ شرح أصول اعتقاد أهل

السنة والجماعة رقم 2062؛ المسند المستخرج على صحيح الإمام مسلم، أبو نعيم، رقم 478؛ البعث والنشور، البيهقي (الشوامی) رقم 471)

ترجمہ سو میں اللہ تعالیٰ کی ایسی تعریف بیان کروں گا جس کی اللہ تعالیٰ اس وقت مجھے تعلیم فرمائے گا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ یوں ہیں:

حدیث 63: فَيَفْتَحُ اللهُ عَلَيْهِ مِنَ الدُّعَاءِ شَيْئًا لَمْ يَفْتَحْهُ عَلَى بِشْرٍ قَطُّ۔

(مستخرج أبي عوانة رقم 443؛ مسند احمد رقم 15؛ مسند ابی یعلی رقم 56، 57؛ التوحید لابن خزیمہ ج ۲ ص ۷۳۵؛ السنۃ لابن ابی عاصم رقم 751، 812؛ أبو بكر المروزی فی مسند أبي بكر الصديق رقم 15؛ إثبات الشفاعة، الذهبی، رقم 10؛ جمع الجوامع المعروف بہ "الجامع الكبير"، السيوطی، 14/ (رقم 1/ 11)؛ البخاری فی التاريخ الكبير 8/ 185؛ نزهة الألباب فی قول الترمذی "وفی الباب" رقم 3578/ 9؛ جامع المسانيد، لابن الجوزی، رقم 3302؛ الدارمی فی "الرد على الجهمية" 57 و 88؛ البزار رقم 76؛ الدولابی فی "الكنى والأسماء" 2/155؛ ابن حبان رقم 6476)

ترجمہ تو اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسی دعا منکشف فرمائے گا جو اُس نے کسی اور بشر پر کبھی ظاہر نہیں کی۔

استدلال ان صحیح اور صریح روایات سے یہ بالکل ظاہر ہے کہ یہ خاص تعریفیں، ثنائیں، اور محامد اِس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم نہیں ہیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مقام محمود میں عرش کے نیچے (ایک جمعہ کے یعنی ایک ہفتہ کے اندازہ کے مطابق سجدہ کریں گے، پھر دوبارہ، اور پھر سہ بارہ اسی طرح۔ دیکھیے مستخرج ابی عوانہ ج ۱ ص ۱۵۱ رقم ۴۴۳) سجدہ کریں گے تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ تعریفیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو الہام کی جائیں گی۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دخول جنت و نار تک کی کل کائنات کا تفصیلی علم حاصل ہوتو ضرور تھا کہ یہ تعریفیں اور محامد بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں ہوتے۔ جب ایسا نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع ما کان و ما یکون کا علم حاصل نہ تھا۔

حدیث 64: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْمُغِيرَةِ

بْنِ النُّعْمَانِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَامَ فِينَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ، فَقَالَ: "إِنَّكُمْ مَحْشُورُونَ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا: "كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ" (الأنبياء:۱۰۴) الآيَةَ. وَإِنَّ أَوَّلَ الخَلَائِقِ يُكْسٰى يَوْمَ القِيَامَةِ إِبْرَاهِيمُ، وَإِنَّهُ سَيُجَاءُ بِرِجَالٍ مِنْ أُمَّتِي فَيُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ. فَأَقُولُ: "يَا رَبِّ! أُصَيْحَابِي". فَيَقُولُ: "إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ". فَأَقُولُ كَمَا قَالَ العَبْدُ الصَّالِحُ: "وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ" (المائدة:۱۱۷) إِلٰى قَوْلِهِ - (الحَكِيمُ). قَالَ: فَيُقَالُ: إِنَّهُمْ لَمْ يَزَالُوا مُرْتَدِّينَ عَلٰى أَعْقَابِهِمْ".

(بخاری رقم 6526، 3349، 3447، 4625، 4626، 4740؛ مسلم رقم 58۔2860؛ ترمذی رقم 2423، 3167؛ نسائی رقم 2087؛ مسند ابی داود طیالسی رقم 2760؛ مصنف ابن ابی شیبہ رقم 34397؛ مسند احمد رقم 2096، 2281؛ ابن حبان رقم 7347)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: تم قیامت کے دن ننگے پاؤں، ننگے جسم اور بغیر ختنہ کے اُٹھائے جاؤ گے، جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

آیت 30:۔ كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيدُهُ (الانبیاء:۱۰۴)

ترجمہ جس طرح ہم نے پہلی بار تخلیق کی ابتداء کی تھی، اسی طرح ہم اُسے دوبارہ پیدا کردیں گے۔

قیامت کے دن مخلوق میں سے سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا۔ وہاں میری اُمت کے بعض لوگ لائے جائیں گے اور پھر ان کو بائیں جانب (جہنم کی طرف) لے جایا جائے گا۔ تو میں عرض کروں گا: ''اے میرے پروردگار! یہ تو میرے ساتھی اور آدمی ہیں''۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں جانتے جونئی نئی حرکتیں انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اختیار کیں''۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تو میں اللہ تعالیٰ کے نیک بندہ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کی طرح عرض کروں گا:

آیت 31:۔ وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ۔ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ۔ وَأَنتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ۔ إِن تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ۔ وَإِن تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔ (المائدہ:۱۱۷،۱۱۸)

ترجمہ اور جب تک میں ان کے درمیان موجود رہا، میں اُن کے حالات سے واقف رہا۔ پھر جب آپ نے مجھے اُٹھالیا تو آپ خود ان کے نگراں تھے۔ اور آپ ہر چیز کے گواہ ہیں۔ اگر آپ ان کو سزا دیں، تو یہ آپ کے بندے ہیں ہی۔ اور اگر آپ انہیں معاف فرما دیں، تو یقیناً آپ کا اقتدار بھی کامل ہے، حکمت بھی کامل۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان آیات کی تلاوت فرمانے کے بعد فرمایا: پھر مجھ سے فرمایا جائے گا کہ یہ لوگ برابر ایڑیوں کے بل (دین سے) لوٹتے رہے، اور مرتد ہو گئے۔

حدیث 65:۔ یہ روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:

فَأَقُولُ: "يَا رَبِّ! أَصْحَابِي"۔ فَيَقُولُ: "إِنَّكَ لَا عِلْمَ لَكَ بِمَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ۔ إِنَّهُمْ ارْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِهِمُ الْقَهْقَرَىٰ"۔

(بخاری رقم 6587،6586،6585؛ مسلم رقم 37۔ 39،247۔249؛ ابن ماجہ رقم 306؛ مسند احمد رقم 9292،7993؛ موطا مالک رقم 82/29؛ ابن خزیمہ رقم 6، ابن حبان رقم 7240،1046)

ترجمہ سو میں کہوں گا: "اے میرے رب! یہ تو میرے ساتھی ہیں"۔ اللہ تعالیٰ جواب ارشاد فرمائے گا: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی علم نہیں کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کیا کیا بدعات ایجاد کیں؟ یہ لوگ تو دین کو پس پشت ڈال کر مرتد ہو گئے"۔

حدیث 66:۔ یہ روایت حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:

فَأَقُولُ: "أَصْحَابِي"۔ فَيَقُولُ: "لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ"۔

(بخاری رقم 6582؛ مسلم 40۔2304)

ترجمہ میں کہوں گا: "یہ تو میرے ساتھی ہیں"۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم نہیں کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کیا کیا حرکتیں کی ہیں"۔

حدیث 67:۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی یہ روایت مروی ہے:

فَأَقُولُ: "يَا رَبِّ! أَصْحَابِي". فَيُقَالُ: "إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ".

(بخاری رقم 7049،6576؛ مسلم رقم 32۔2297)

ترجمہ میں کہوں گا: ''اے میرے رب! یہ تو میرے ساتھ والے ہیں''۔ تو مجھ سے کہا جائے گا: ''تو نہیں جانتا کہ انہوں نے تیرے بعد کیا کیا بدعات اختیار کی ہیں''۔

حدیث 68:۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ یوں ہیں:

فَأَقُولُ: "إِنَّهُمْ مِنِّي". فَيُقَالُ: "إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ". فَأَقُولُ: "سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ غَيَّرَ بَعْدِي".

(بخاری رقم 7051،7050،6584؛ مسلم رقم 2291؛ مسند احمد رقم 11220؛ ابن أبي عاصم في "السنة" رقم 774؛ ابن عبد البر في "التمهيد" 2/307۔308)

ترجمہ میں کہوں گا: ''یہ تو مجھ سے ہیں''۔ تو مجھ سے کہا جائے گا: ''تو نہیں جانتا کہ انہوں نے تیرے بعد کیا کیا بدعات اختیار کی ہیں''۔ پھر میں کہوں گا: ''ہلاکت اور بربادی ہو اس شخص کے لیے جس نے میرے بعد میرا دین بدل کے رکھ دیا''۔

حدیث 69:۔ یہ روایت حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے۔ الفاظ یوں ہیں:

فَأَقُولُ: "يَا رَبِّ! مِنِّي وَمِنْ أُمَّتِي". فَيُقَالُ: "هَلْ شَعَرْتَ مَا عَمِلُوا بَعْدَكَ. وَاللهِ! مَا بَرِحُوا يَرْجِعُونَ عَلَى أَعْقَابِهِمْ". (بخاری رقم 6593؛ مسلم رقم 2293)

ترجمہ میں کہوں گا: ''اے میرے پروردگار! یہ میرے ہیں اور میرے اُمتی ہیں''۔ تو مجھ سے کہا جائے گا: ''کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم ہے، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کیا کچھ کیا ہے؟ خدا کی قسم! یہ تو ہمیشہ اپنی ایڑیوں کے بل (دین سے) پیچھے لوٹتے رہے''۔

حدیث 70:۔ یہ روایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے۔ اس میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فَلَأَقُولَنَّ: "أَيْ رَبِّ! مِنِّي وَمِنْ أُمَّتِي". فَيَقُولُ: "إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا عَمِلُوا بَعْدَكَ. مَا زَالُوا يَرْجِعُونَ عَلَى أَعْقَابِهِمْ".

(مسلم رقم 28۔2294؛ مسند احمد رقم 24901؛ ابن أبي عاصم في "السنة" رقم 770؛ أبو يعلى رقم

4455، البیہقی فی "البعث والنشور" رقم 141)

ترجمہ: میں ضرور یہ کہوں گا: ''اے میرے رَبّ! یہ تو میرے ہیں اور میرے امتی ہیں''۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''بیشک تو نہیں جانتا کہ تیرے بعد انہوں نے کیا کیا عمل کیے ہیں؟ یہ تو ہمیشہ ایڑیوں پر اُلٹے پھرتے رہے اور مرتد ہو گئے''۔

استدلال غرض یہ سب الفاظ صاف اور واضح طور پر بتلا رہے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان لوگوں کی آخری گمراہیوں اور بدانجامیوں کا علم نہیں تھا۔ اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وفات کے بعد بھی کسی وقت جمیع ما کان و ما یکون کا علم حاصل ہوتا تو ضرور تھا کہ ان مرتدین و مطرودین کا ارتداد اور ان کی ریشہ دوانیاں، تبدیلیاں اور گمراہیاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم مبارک میں ہوتیں اور میدان محشر میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ ہرگز یہ ارشاد نہ فرماتا: ''آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کیا کیا بدعات ایجاد کی ہیں''۔

حدیث 71: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ - وَاللَّفْظُ لِابْنِ نُمَيْرٍ، قَالَ إِسْحَاقُ: أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ: حَدَّثَنَا - أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ، وَعَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ: لَا أَقُولُ لَكُمْ إِلَّا كَمَا كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: كَانَ يَقُولُ: "اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ، وَالْكَسَلِ، وَالْجُبْنِ، وَالْبُخْلِ، وَالْهَرَمِ، وَعَذَابِ الْقَبْرِ. اَللّٰهُمَّ! آتِ نَفْسِي تَقْوَاهَا، وَزَكِّهَا أَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا، أَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا. اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ، وَمِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ، وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ، وَمِنْ دَعْوَةٍ لَا يُسْتَجَابُ لَهَا".

(مسلم رقم 73 ـ 2722؛ نسائی رقم 5458، 5538؛ مسند احمد رقم 19308؛ مصنف ابن ابی شیبہ رقم 12033، 29124؛ مسند عبد بن حمید رقم 267؛ مسند بزار رقم 4307؛ سنن کبریٰ نسائی رقم 7815، 7817، 7843؛ ابن أبي عاصم في "السنة" رقم 320؛ الآحاد والمثاني لابن أبي عاصم رقم 2105؛ الدعاء للطبرانی، رقم 1364؛ معجم کبیر طبرانی رقم 5085، 5086، 5088؛؛ المعجم

لابن المقرئ رقم 860؛شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة رقم 1182؛ الدعوات الكبير، بیهقی، رقم 358؛شرح السنۃ بغوی رقم 1358؛الدولابی فی "الکنی والأسماء"، رقم1568)

ترجمہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ (المتوفی ۶۶ھ) فرماتے ہیں: جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں فرمایا کرتے تھے: ''اے میرے اللہ! تیری پناہ لیتا ہوں کم ہمتی سے اور سستی و کاہلی اور بزدلی سے، اور بخیلی و کنجوسی سے، اور انتہائی درجہ کے بڑھاپے سے اور قبر کے عذاب سے۔ اے میرے اللہ! میرے نفس کو تقویٰ عطا فرمادے اور اس کا تزکیہ فرما کے اس کو مصفّٰی بنادے، تو ہی سب سے اچھا تزکیہ فرمانے والا ہے۔ تو ہی اس کا والی اور مولیٰ ہے۔ اے میرے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس علم سے جو نافع نہ ہو، اور ایسے دل سے جس میں خشوع نہ ہو، اور اس (ہوس ناک) نفس سے جس کی سیری نہ ہو، اور ایسی دعا سے جو قبول نہ ہو''۔

حدیث 72: حَدَّثَنَا بَهْزٌ، وَحَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ: "أَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ قَوْلٍ لَا يُسْمَعُ، وَعَمَلٍ لَا يُرْفَعُ، وَقَلْبٍ لَا يَخْشَعُ، وَعِلْمٍ لَا يَنْفَعُ".

(صحیح علی شرط مسلم: مسند احمد رقم 13003، 13764، 13674، 14023؛ جامع معمر بن راشد رقم 19635؛ الطیالسی رقم 2007، 2119؛ مصنف ابن ابی شیبہ رقم 29128؛ مسند الشہاب القضاعی رقم 1468؛ مسند الشامیین رقم 3372؛ أبو خيثمة فی "العلم" رقم 165؛ أبو يعلى رقم 2845، 2846؛ ابن حبان رقم 83؛ أبو نعيم فی "الحلية" 6/252؛ البيهقي فی "الدعوات" رقم 360؛ المدخل إلى السنن الكبرى، بیہقی رقم 482؛ معجم ابن عساکر رقم 682؛ ابن عبد البر فی "جامع بيان العلم وفضله" 1/161؛ الضياء فی "المختارة" رقم 2372، 2373، 2374)

ترجمہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں فرمایا کرتے تھے: ''اے میرے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں ایسی بات سے جو سنی نہ جائے

(ایسی دعا سے جو قبول نہ ہو)، اور ایسے عمل سے جو (تیری طرف) اُٹھایا نہ جائے (یعنی قبول نہ ہو)، اور ایسے دل سے جس میں خشوع نہ ہو، اور ایسے علم سے جو نافع نہ ہو''۔

حدیث 73: ۔حَدَّثَنَا يُونُسُ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، حَدَّثَنِي سَعِيدٌ، عَنْ أَخِيهِ عَبَّادِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "أَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْأَرْبَعِ: مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ، وَمِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ، وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ، وَمِنْ دُعَاءٍ لَا يُسْمَعُ"۔

(صحیح: مسند احمد رقم 8488، 8779، 9829؛ ابن ماجہ رقم 250، 3837؛ ابوداؤد رقم 1548؛ سنن کبریٰ نسائی رقم 7820، 7822، 7823، 7824، 7825؛ سنن نسائی رقم 5467، 5536، 5537؛ الاسماء والصفات بیہقی رقم 71؛ جامع بيان العلم وفضله رقم 1075؛ مصنف ابن ابی شیبہ رقم 29126؛ مسند اسحاق بن راہویہ رقم 426؛ مستدرک حاکم رقم 354، 355، 1958؛ الطيالسی رقم 2323؛ أبو يعلى 6537)

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں فرمایا کرتے تھے: ''اے میرے اللہ! میں چار چیزوں سے تجھ سے پناہ مانگتا ہوں: اس علم سے جو نافع نہ ہو، اور ایسے دل سے جس میں خشوع نہ ہو، اور اس (ہوس ناک) نفس سے جس کی سیری نہ ہو، اور ایسی دعا سے جو قبول نہ ہو''۔

حدیث 74: ۔حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "سَلُوا اللهَ عِلْمًا نَافِعًا، وَتَعَوَّذُوا بِاللهِ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ"۔

(صحیح: سنن ابن ماجہ رقم 3843؛ مصنف ابن ابی شیبہ رقم 26712، 29122؛ مسند عبد بن حمید رقم 1093؛ مسند ابی یعلیٰ رقم 1927، 1980، 2196؛ المعجم: أبي يعلى، رقم 226؛ ابن حبان رقم 82؛ الدعوات الكبير، بيهقي، رقم 200؛ جامع بيان العلم وفضله رقم 1076؛ إِسْنَاد صَحِيح، رِجَاله ثِقَات: مصباح الزجاجة فى زوائد ابن ماجه: رقم 1353؛ صَحِيح الْجَامِع: 3635؛ الصَّحِيحَة: 1511)

ترجمہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تم اللہ تعالیٰ سے علم نافع کا سوال کرو اور ایسے علم سے پناہ مانگو جو نفع نہ دیتا ہو''۔

حدیث 75: ۔أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، وَيُونُسُ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ الْمُنْكَدِرِ، حَدَّثَهُ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَسْأَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ"۔

(حسن صحیح: سنن کبریٰ نسائی رقم 7818؛ ابن حبان رقم 82؛ معجم اوسط طبرانی رقم 9050؛ الصَّحِيحَة: 1511)

ترجمہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دعا مانگتے ہوئے سنا ہے: ''اے اللہ! میں تجھ سے علم نافع کا سوال کرتا ہوں اور ایسے علم سے پناہ مانگتا ہوں جو نفع نہ دیتا ہو''۔

استدلال ان روایات سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علوم غیر نافعہ عطا نہیں فرمائے گئے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود ان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی ہے۔ حالانکہ جمیع علوم ما کان وما یکون میں ہر قسم کے علوم داخل ہیں، خواہ وہ نافع ہوں جیسے علوم دینیہ اور علوم مفیدہ دنیویہ، یا غیر نافع ہوں جیسے علوم سفلیہ خسیسہ وغیرہ۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو ایسے غیر مفید علوم سے پناہ مانگی ہے جن سے ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ضرور محفوظ رکھا ہے۔

7 علمِ الٰہی اور علمِ نبوی میں فرق

1 علم الٰہی ذرائع کا محتاج نہیں ہے، اور انبیاء کرام علیہم السلام کے علوم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم ذرائع کے محتاج ہیں اور اس سے حاصل ہونے والا علم، علم غیب نہیں ہوتا۔

2 علم اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، جیسے کہ اللہ کی ذات قدیم ہے تو صفات الٰہی بھی قدیم ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مخلوق ہیں اور مخلوق حادث ہے۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم بھی حادث ہے۔ علم حادث علم غیب نہیں ہوتا۔

3 اللہ تعالیٰ کی ذات ہر چیز کو محیط ہے، تو اللہ تعالیٰ کی صفتِ علم بھی ہر چیز کو محیط ہے اور حضور اکرم ﷺ کی جب ذات ہی ہر چیز کو محیط نہیں، تو آپ ﷺ کا علم ہر ہر چیز کو کیسے محیط ہوسکتا ہے؟ اور علم غیب یا عالم الغیب ہونے کے لئے علم محیط شرط ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کا علم ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا علم محیط نہیں۔ لہٰذا آپ ﷺ عالم الغیب بھی نہیں ہیں۔

4 اللہ تعالیٰ کا علم لامحدود اور لامتناہی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا علم محدود و متناہی ہے اور عالم الغیب ہونے کے لئے لامحدود علم کی ضرورت ہے، جو ہمارے نبی ﷺ کو عطا نہیں ہوا ہے۔

5 اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی ہے، اور حضور اکرم ﷺ کا علم ذاتی نہیں۔ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ذاتی ہیں، اور حضور اکرم ﷺ عالم الغیب نہ ذاتی ہیں، اور نہ ہی آپ ﷺ کو علم غیب عطائی سے نوازا گیا ہے۔ اس لئے کہ اگر آپ ﷺ کو عطائی علم الغیب ہوتا، تو آپ ﷺ حدیث جبرائیل (مشکوۃ رقم 2) میں حضرت جبرائیل کے سوال فَأَخْبِرْنِي عَنِ السَّاعَةِ (آپ ﷺ خبر دیجئے مجھے قیامت کے وقوع کے متعلق) کے جواب میں یہ نہ فرماتے: مَا المسؤول عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ (میں پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا ہوں)، بلکہ عطائی علم غیب سے ضرور جواب مرحمت فرماتے، لیکن آپ ﷺ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ علم الغیب نام اصول وقواعد جاننے کا ہے کہ جب چاہو قواعد کی قوت سے معاملہ کو حل کرلو۔ جیسے قرآن کریم نے علم الٰہی کے بارہ میں ارشاد فرمایا:

آیت 32: وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ (الانعام:۵۹)

ترجمہ اُسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا کہ غیب کی کنجیاں صرف اللہ کے پاس ہیں، اور کنجیوں کا استعمال مرضی پر موقوف ہوتا ہے، جب چاہے تالا کھول لے۔

ایسے اختیارات حضور اکرم ﷺ کو نہیں دیئے گئے کہ جب چاہیں غیب کی باتوں کا پتہ چلا چلیں۔ ایسے اختیارات صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔

6 علم الٰہی کلی اور تفصیلی ہے یعنی حق تعالیٰ کو ہر چیز کا تفصیلی علم ہے، کوئی چیز اور کوئی ذرہ بھی اللہ تعالیٰ سے مخفی نہیں ہے، لیکن مخلوق کا علم اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں کلی نہیں، بلکہ جزئی ہے، تفصیلی نہیں، بلکہ بعض ہے، یہاں تک کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم بھی، اور عام بندوں کا علم بھی، لیکن عام بندوں کے بعض وجز سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بعض وجزئی علم بہت زیادہ بڑھا ہوا ہے، مثلاً سمندر سے ایک بھری ہوئی بالٹی کا پانی بھی سمندر کے مقابلہ میں بعض ہے اور سمندر کے مقابلہ بیس دریاؤں کا پانی بھی بعض ہے۔

لیکن بالٹی والے بعض اور بیس دریاؤں والے بعض میں بہت فرق ہے۔ عام مخلوق کا علم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایسے ہے جیسے بیس دریاؤں کے سامنے ایک بالٹی، اور علم نبوی علم الٰہی کے سامنے ایسے ہے جیسے بیس دریا سمندر کے سامنے۔

سوال جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنا درست نہ ہوا، تو پھر وہ غیب کی باتیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو بتائی ہیں ان کو کیا کہیں گے؟

جواب وہ باتیں جو غیب بھی تھیں اور ان کا بتانا ضروری بھی تھا، ان کی خبر اور اطلاع آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی کر دی گئی اور بے شمار ایسی باتیں جن کا بتانا مناسب نہ تھا ضرورت نہ تھی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نہ بتائی گئیں۔

لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا عالم تو نہ دیا گیا، ہاں! البتہ غیب کی ضروری باتوں کی اطلاع اور خبریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دی گئیں اور وہ باتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو بھی بتا دیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی زبان مبارک سے یہ اعلان بھی کروا دیا کہ عالم الغیب صرف اللہ ہیں، تاکہ خواہ مخواہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا نام استعمال کر کے امت میں گمراہ لوگ گمراہی کی تبلیغ نہ کرتے رہیں۔ فرمان الٰہی ہے:

آیت 33:۔ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ○ (النمل: ۶۵)

ترجمہ اے نبی! آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے فرما دیں: ”اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں کوئی غیب کا علم نہیں رکھتا۔ اور وہ (تمہارے معبود تو یہ بھی) نہیں جانتے کہ کب وہ اٹھائے

جائیں گے''۔

حدیث:۔حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنہا

حدیث 76:۔وَمَنْ حَدَّثَكَ أَنَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ فَقَدْ كَذَبَ، ثُمَّ قَرَأَتْ:"وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا" (لقمان:۳۴)۔ (بخاری رقم ۴۸۵۵)

ترجمہ جو شخص تجھ سے یہ کہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کل کے حوادث کو جانتے ہیں، تو بیشک وہ جھوٹ کہتا ہے۔ پھر حضرت عائشہؓ نے قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی:

آیت 34:۔وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ (سورت لقمان: ۳۴)

ترجمہ اور کسی متنفس کو یہ پتہ نہیں ہے کہ وہ کل کیا کمائے گا۔

حدیث 77:۔وَمَنْ قَالَ: إِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ فَقَدْ أَعْظَمَ عَلَى اللهِ الْفِرْيَةَ، وَاللهُ يَقُولُ:"قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللهُ وَمَا يَشْعُرُوْنَ أَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ"۔ (مستخرج ابی عوانہ رقم 405)

ترجمہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کل کے واقعات کو جانتے ہیں، تو بیشک اس نے اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

آیت 35:۔قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللهُ ؕ وَمَا يَشْعُرُوْنَ أَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ○ (النمل: ۶۵)

ترجمہ کہہ دو کہ: ''اللہ تعالیٰ کے سوا آسمانوں اور زمین میں کسی کو بھی غیب کا علم نہیں ہے۔ اور لوگوں کو یہ بھی پتہ نہیں ہے کہ انہیں کب دوبارہ زندہ کیا جائے گا؟''۔

حدیث 78:۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: ... وَمَنْ حَدَّثَكَ أَنَّهُ يَعْلَمُ الْغَيْبَ، فَقَدْ كَذَبَ، وَهُوَ يَقُولُ: لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ إِلَّا اللهُ۔

(بخاری رقم 7380)

ترجمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جو شخص تجھے یہ بتائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں تو وہ شخص جھوٹا ہے کیونکہ وہ تو فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر غیب کوئی نہیں جانتا''۔

باب 12

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں غلو اور راہِ اعتدال: 3

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مختار کل نہیں ہیں

اہل السنت والجماعت کے ہاں مختار کل صرف اللہ کی ذات ہے۔ پوری کائنات کا نظام صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے قبضہ وقدرت میں ہے۔ اپنی خدائی میں وہ جس طرح چاہیں تصرف کر سکتے ہیں۔ اپنے علاوہ کسی مقدس شخصیت کو اللہ تعالیٰ نے تصرف کا کوئی اختیار نہیں دیا، نہ کلی نہ جزئی، کہ وہ جب چاہے اپنی مرضی سے اللہ تعالیٰ کے نظام میں تصرف ومداخلت کر سکے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے مختار کل کا عقیدہ رکھنا شرک ہے، جو قرآن وحدیث کے خلاف کفریہ عقیدہ ہے۔

1 مختار کل کے معنی کی تشریح

''مختار'' باب افتعال (اجوف) سے اسم فاعل کا صیغہ بھی ہو سکتا ہے اور باب افتعال (اجوف) سے اسم مفعول کا صیغہ بھی ہو سکتا ہے۔

اگراس کواسم فاعل بنائیں تومعنی یہ ہوگا: ''ہر چیز کا اختیار رکھنے والا''۔ تواس معنی میں اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہی مختار کل کہنا جائز ہوگا۔

قرآن، حدیث، صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین رحمہم اللہ اوراجماع امت کے مطابق تمام اختیار (چاہے تکوینی ہوں یا تشریعی ہوں) اللہ ہی کے پاس ہیں۔ اس معنی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مختار کل کہنا کفر اور شرک ہے۔

''مختار'' اگر اسم مفعول ہو، تو مختار کے دو معنی کئے جا سکتے ہیں: (۱) چنا ہوا (۲) اختیار دیا ہوا۔

اگر مختار (اسم مفعول) کو اول معنی میں لیں، تو مطلب ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام مخلوق میں سے چنے ہوئے، پسند کئے ہوئے، منتخب کئے ہوئے ہیں۔ تو یہ مطلب قرآن و حدیث کے عین مطابق ہے۔ اس میں کسی بھی شخص کو کوئی اختلاف نہیں۔ واقعی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام مخلوق میں سے چنے ہوئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسی شخصیت اللہ تعالیٰ نے نہ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے پیدا کی ہے، نہ بعد میں کریں گے۔

اگر دوسرے معنی مختار کے لئے جائیں یعنی اختیار دیئے ہوئے، تو مختار کل کا مطلب ہوگا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر قسم کے اختیار دیئے گئے ہیں تو یہ عقیدہ کفریہ ہے، اور قرآن وحدیث کے بالکل خلاف ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی نبی، ولی یا کسی بندہ کو، نہ کلی، نہ جزئی، نہ ذاتی، نہ عطائی طور پر اختیارات نہیں دیئے ہیں۔

اس دوسرے معنی کا وقوع نہ اللہ پر نہ غیر اللہ پر ہو ہی نہیں سکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اختیار دیئے نہیں گئے ہیں، وہ ان کے ذاتی ہیں۔

2 کوئی نبی اور کوئی رسول مختار کل نہیں ہے

(۱) حضرت نوح علیہ السلام

آیت 1:۔ وَنُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ۝ وَنَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ (الانبیاء:۷۶،۷۷)

ترجمہ اور یہی نعمت ہم نے حضرت نوح علیہ السلام کو دی۔ یاد کرو جب کہ ان سب سے پہلے اُس نے ہمیں پکارا تھا۔ ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے اور اس کے گھر والوں کو کربِ عظیم سے نجات دی۔ اور اُس قوم کے مقابلے میں اس کی مدد کی جس نے ہماری آیات کو جھٹلا دیا تھا۔ وہ بڑے بُرے لوگ تھے پس ہم نے ان سب کو غرق کر دیا۔

(۲) حضرت ایوب علیہ السلام

آیت 2: وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ○ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ○ (الانبیاء: ۸۳، ۸۴)

ترجمہ اور یہی (ہوش مندی اور حکم وعلم کی نعمت) ہم نے حضرت ایوب علیہ السلام کو دی تھی۔ یاد کرو، جب کہ اس نے اپنے رب کو پکارا: ”مجھے بیماری لگ گئی ہے اور تو ارحم الراحمین ہے“۔ ہم نے اس کی دعا قبول کی اور جو تکلیف اُسے تھی اُس کو دور کر دیا، اور صرف اس کے اہل وعیال ہی اس کو نہیں دیے بلکہ ان کے ساتھ اتنے ہی اور بھی دیے، اپنی خاص رحمت کے طور پر، اور اس لیے کہ یہ ایک سبق ہو، عبادت گزاروں کے لیے۔

(۳) حضرت یونس علیہ السلام

آیت 3: وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ○ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ۭ وَكَذٰلِكَ نُـنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ○ (الانبیاء: ۸۷، ۸۸)

ترجمہ اور مچھلی والے (حضرت یونس علیہ السلام) کو بھی ہم نے نوازا۔ یاد کرو جب کہ وہ بگڑ کر چلا گیا تھا اور سمجھا تھا کہ ہم اس پر گرفت نہ کریں گے۔ آخر کو اس نے تاریکیوں میں سے پکارا: ”نہیں ہے کوئی معبود مگر تو، پاک ہے تیری ذات! بے شک میں نے قصور کیا“۔ تب ہم نے اس کی دعا قبول کی اور غم سے اس کو نجات بخشی، اور اسی طرح ہم مومنوں کو بچا لیا کرتے ہیں۔

(۴) حضرت زکریا علیہ السلام

آیت 4: وَزَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ 89○

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۚ وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ۚ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ○ (الانبیاء:۸۹،۹۰)

ترجمہ اور حضرت زکریا علیہ السلام کو، جب کہ اس نے اپنے رب کو پکارا: ''اے پروردگار! مجھے اکیلا نہ چھوڑ، اور بہترین وارث تو تُو ہی ہے''۔ پس ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے حضرت یحییٰ علیہ السلام عطا کیا اور اس کی بیوی کو اس کے لیے درست کر دیا۔ یہ لوگ نیکی کے کاموں میں دوڑ دھوپ کرتے تھے، اور ہمیں رغبت اور خوف کے ساتھ پکارتے تھے، اور ہمارے آگے جھکے ہوئے تھے۔

(۵) حضرت ابراہیم علیہ السلام

آیت 5:۔ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ○
(الصّٰفّٰت:۱۰۰،۱۰۱)

ترجمہ (حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی:) ''اے پروردگار! مجھے ایک بیٹا عطا کر، جو صالحوں میں سے ہو، (اس دعا کے جواب میں) ہم نے اُس کو ایک حلیم (بردبار) لڑکے کی بشارت دی۔

(۶) حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام

آیت 6:۔ وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ○ وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ○ وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ○ (الصّٰفّٰت:۱۱۴تا۱۱۶)

ترجمہ اور ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام پر احسان کیا، اُن کو اور اُن کی قوم کو کربِ عظیم سے نجات دی، اُنہیں نصرت بخشی، جس کی وجہ سے وہی غالب رہے۔

(۷) حضرت لوط علیہ السلام

آیت 7:۔ وَلَمَّآ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ ۗ اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَاَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ○ اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰٓى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ○
(العنکبوت:۳۳،۳۴)

ترجمہ پھر جب ہمارے فرستادے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس پہنچے، تو ان کی آمد پر وہ سخت

پریشان اور دل تنگ ہوا۔ انہوں نے کہا: ''نہ ڈرو اور نہ رنج کرو۔ ہم تمہیں اور تمہارے گھر والوں کو بچالیں گے، سوائے تمہاری بیوی کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے۔ ہم اس بستی کے لوگوں پر آسمان سے عذاب نازل کرنے والے ہیں اُس فسق کی بدولت جو یہ کرتے رہے ہیں''۔

آیت 8:۔ وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ○ اِذْ نَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ○

(الصّٰفّٰت: ۱۳۳، ۱۳۴)

ترجمہ اور حضرت لوط علیہ السلام بھی انہی لوگوں میں سے تھا جو رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ یاد کرو جب ہم نے اس کو اور اس کے سب گھر والوں کو نجات دی۔

(۸) حضرت سلیمان علیہ السلام

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اللہ نے ان کے لئے ہوا کو مسخر کر دیا۔

آیت 9:۔ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ○ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ ○

(ص: ۳۵، ۳۶)

ترجمہ اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے دعا کی: ''اے میرے رب! مجھے معاف کر دے اور مجھے وہ بادشاہی دے جو میرے بعد کسی کے لیے سزاوار نہ ہو۔ بے شک تو ہی اصل داتا ہے''۔ تب ہم نے اس کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا جو اس کے حکم سے نرمی کے ساتھ چلتی تھی جدھر وہ چاہتا تھا۔

خلاصہ ان تمام آیات کریمہ سے ثابت ہوا کہ ہر نبی علیہ السلام اور برگزیدہ رسول علیہ السلام نے دُکھ، درد، تکلیف اور مصیبت کے وقت مجبور و بے بس ہو کر ایک اللہ کو پکارا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے ان تمام پیارے بندوں کی دعا قبول کی، اور دُکھ، درد، کرب، وبال، غم و مصیبت سے نجات دی۔

۹ جمیع انبیائے کرام علیہم السلام

آیت 10:۔ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰٓى

أَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِى الْمُرْسَلِيْنَ ۝ (الانعام:۳۴)

ترجمہ خواہ تم سے پہلے بھی بہت سے رسول جھٹلائے جا چکے ہیں، مگر اس تکذیب پر اور اُن اذیتوں پر جو انہیں پہنچائی گئیں، انہوں نے صبر کیا، یہاں تک کہ انہیں ہماری مدد پہنچ گئی۔ اللہ کی باتوں کو بدلنے کی طاقت کسی میں نہیں ہے اور پچھلے رسولوں کے ساتھ جو کچھ پیش آیا اس کی خبریں تمہیں پہنچ ہی چکی ہیں۔

یہ آیت کریمہ اس حقیقت پر صراحت سے دلالت کرتی ہے کہ اختیار کسی رسول علیہ السلام کو حاصل نہیں تھا۔

ظالم کفار و مشرکین نے نہ صرف ان کا انکار کیا بلکہ انہیں طرح طرح کی اذیتیں اور تکلیفیں دیں۔ وہ حضرات علیہم السلام ان ستم گاروں کے ظلم و ستم کا ہدف و نشانہ بنے اور صبر و شکیب کا مظاہرہ کیا۔ آخر اللہ رب العزت، قادر و قدیر کی مدد و نصرت آئی اور حق غالب آیا۔

(۱۰) حضرت یعقوب علیہ السلام

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے فرمایا: مصر شہر میں داخل ہوتے وقت سب ایک ہی دروازے سے داخل نہ ہونا بلکہ علیحدہ علیحدہ دروازہ سے جانا۔ یہ نظر بد وغیرہ سے بچنے کی محض ایک ظاہری تدبیر تھی، اس لئے ساتھ ہی فرمادیا:

آیت 11: وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ۭ وَمَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝ وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ۭ مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ۭ وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (یوسف:۶۷، ۶۸)

ترجمہ پھر حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا: ''میرے بچو! مصر کے دارالسلطنت میں ایک دروازے سے داخل نہ ہونا بلکہ مختلف دروازوں سے جانا۔ مگر میں اللہ کی مشیت سے تم کو نہیں بچا سکتا، حکم اس کے سوا کسی کا بھی نہیں چلتا، اسی پر میں نے بھروسہ کیا، اور

جس کو بھی بھروسہ کرنا ہو، اسی پر کرے"۔اور واقعہ بھی یہی ہوا کہ جب وہ اپنے باپ کی ہدایت کے مطابق شہر میں (متفرق دروازوں سے) داخل ہوئے، تو اس کی یہ احتیاطی تدبیر اللہ کی مشیت کے مقابلے میں کچھ بھی کام نہ آسکی۔ہاں بس! حضرت یعقوب علیہ السلام کے دل میں جو ایک کھٹک تھی اسے دور کرنے کے لیے اس نے اپنی سی کوشش کرلی۔ بے شک وہ ہماری دی ہوئی تعلیم سے صاحب علم تھا، مگر اکثر لوگ معاملہ کی حقیقت کو جانتے نہیں ہیں۔

یعنی یہ صرف لوگوں کے حسد یا نظر بد سے بچانے کی میں صرف ایک تدبیر بتلا رہا ہوں۔ باقی ہوگا وہی جو تقدیر الٰہی میں ہے۔ میں قضا و قدر کے فیصلوں کو نہیں بدل سکتا۔

تمام کائنات میں حکم صرف اللہ رب العزت ہی کا چلتا ہے، ہوگا وہی جو حکمِ الٰہی ہوگا۔ میں حکمِ الٰہی کے مقابلے میں تمہارے کچھ بھی کام نہیں آسکتا۔

3 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہ ذاتی، نہ عطائی مختار کل ہیں

اگر کوئی یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عطائی طور پر مختارِ کُل ہیں، تو یہ وہی حرکت ہے جو مشرکین مکہ چودہ سو سال پہلے کر چکے ہیں کیونکہ اختیارات کا منبع اور سرچشمہ وہ بھی اللہ ہی کو مانتے تھے لیکن اس کے ساتھ یہ بھی عقیدہ رکھتے تھے کہ ہمارے بنائے ہوئے خداؤں کو جو اختیار ملے ہیں وہ اللہ ہی کے دیئے ہوئے ہیں۔

اب یہ خدا (معبود) اپنی مرضی سے تصرف کرسکتے ہیں۔اس سوچ کو قرآن کریم نے بے شمار جگھوں پر بڑی قوت سے رد فرمایا ہے۔قدیم مشرکین اور جدید مشرکین کا عقیدہ ایک ہی ہے جو دونوں کے دماغی خلل کی پیداوار ہے۔اس کا حقیقت سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔

4 کسی مخلوق کو بھی ذرہ بھر تصرف مافوق الاسباب کا اختیار نہیں ہے

اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق میں سے کسی ہستی کو بھی تمام اُمورِ تکوینیہ کے یا بعض کے تصرفات کے اختیارات حوالے کر کے اور ان کو سونپ کر مافوق الاسباب مالک اور اپنا مشیر، وزیر نہیں بنایا۔

خلاصہ: عالم میں کسی مخلوق کو بھی ذرہ بھر مافوق الاسباب تصرف کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ نہ ذاتی طور پر، نہ عطائی طور پر۔

آیت 12: قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ○ (سبا: ۲۲)

ترجمہ: (اے پیغمبر! ان کافروں سے) کہو کہ: ''پکارو اُن کو جنہیں تم نے اللہ تعالیٰ کے سوا خدا سمجھا ہوا ہے۔ وہ آسمانوں اور زمین میں ذرّہ برابر کسی چیز کے مالک نہیں ہیں، نہ اُن کو آسمان وزمین کے معاملات میں (اللہ تعالیٰ کے ساتھ) کوئی شرکت حاصل ہے، اور نہ اُن میں سے کوئی اللہ تعالیٰ کا مددگار ہے''۔

آیت 13: يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۙ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۭ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ○ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَاۗءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ۭ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ۭ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ○ (فاطر: ۱۳، ۱۴)

ترجمہ: وہ (اللہ تعالیٰ) رات کو دن میں داخل کر دیتا ہے، اور دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے، اور اُس نے سورج اور چاند کو کام پر لگا دیا ہے۔ (ان میں سے) ہر ایک کسی مقررہ میعاد تک کے لیے رواں دواں ہے۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ جو تمہارا پروردگار ہے۔ ساری

بادشاہی اُسی کی ہے۔ اور اُسے چھوڑ کر جن (جھوٹے خداؤں) کو تم پکارتے ہو، وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی کوئی اختیار نہیں رکھتے۔ اور اگر تم اُن کو پکارو گے تو وہ تمہاری پکار سنیں گے ہی نہیں۔ اور اگر سن بھی لیں تو تمہیں کوئی جواب نہیں دے سکیں گے۔ اور قیامت کے دن وہ خود تمہارے شرک کی تردید کریں گے۔ اور جس ذات کو تمام باتوں کی مکمل خبر ہے، اس کے برابر تمہیں کوئی اور صحیح بات نہیں بتائے گا۔

آیت 14: ۔قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ۭ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ۝
(بنی اسرائیل:۵۶،۵۷)

ترجمہ (جو لوگ اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسرے معبودوں کو مانتے ہیں، ان سے) کہہ دو کہ: ”جن کو تم نے اللہ تعالیٰ کے سوا معبود سمجھ رکھا ہے، انہیں پکار کر دیکھو۔ ہوگا یہ کہ نہ وہ تم سے کوئی تکلیف دُور کرسکیں گے، اور نہ اُسے تبدیل کرسکیں گے“۔ جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں، وہ تو خود اپنے پروردگار تک پہنچنے کا وسیلہ تلاش کرتے ہیں کہ اُن میں سے کون اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہو جائے، اور وہ اُس کی رحمت کے امیدوار رہتے ہیں، اور اُس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ یقیناً تمہارے ربّ کا عذاب ہے ہی ایسی چیز جس سے ڈرا جائے۔

آیت 15: ۔وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ۝
(الفرقان:۳)

ترجمہ اور لوگوں نے اُسے چھوڑ کر ایسے معبود بنا رکھے ہیں جو کچھ پیدا نہیں کرتے، بلکہ خود پیدا کیے جاتے ہیں، اور جن کا خود اپنے نقصان یا فائدے پر بھی کوئی بس نہیں چلتا، اور نہ کسی کا مرنا یا جینا اُن کے اختیار میں ہے، نہ کسی کو دوبارہ زندہ کرنا۔

آیت 16: ۔وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝ (النحل:۷۳)

ترجمہ اور یہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اُن چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو ان کو آسمانوں اور زمین میں سے کسی طرح کا رزق دینے کا نہ کوئی اختیار رکھتی ہیں، نہ رکھ سکتی ہیں۔

5 جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی اُمت کے نفع ونقصان کے مافوق الاسباب مالک ومختار نہیں ہیں

اور تو اور رہے، پر ہادیٔ اعظم امام الانبیاء حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم بھی باقی انبیاء علیہم السلام کی طرح اپنی اُمت میں سے کسی کی ہدایت (راہ پر لانا) اور ضلالت (راہ سے ہٹا دینا) اور ان کے علاوہ باقی ہر قسم کے دینی اور دنیوی نفع اور نقصان کے مافوق الاسباب مالک ومختار نہیں ہیں، نہ ذاتاً یعنی خود بخود، نہ عطاءً یعنی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت سے۔

خلاصہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب اتنی بلندیٔ شان کے باوجود مشکل کشا اور دافع البلاء مافوق الاسباب نہیں ہیں، نہ ذاتاً یعنی خود بخود، نہ عطاءً یعنی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت سے۔ تو باقی مخلوق بطریقِ اولیٰ یہ اختیار نہیں رکھ سکتی۔

آیت 17: ۔قُلۡ اِنِّیۡ لَاۤ اَمۡلِكُ لَكُمۡ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ○ (جن:۲۱)

ترجمہ کہہ دو کہ: ”نہ تمہارا کوئی نقصان میرے اختیار میں ہے، اور نہ کوئی بھلائی“۔

آیت 18: ۔قُلۡ اِنِّیۡ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنۡ رَّبِّیۡ وَ كَذَّبۡتُمۡ بِهٖ ؕ مَا عِنۡدِیۡ مَا تَسۡتَعۡجِلُوۡنَ بِهٖ ؕ اِنِ الۡحُكۡمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ یَقُصُّ الۡحَقَّ وَهُوَ خَیۡرُ الۡفٰصِلِیۡنَ ○ قُلۡ لَّوۡ اَنَّ عِنۡدِیۡ مَا تَسۡتَعۡجِلُوۡنَ بِهٖ لَقُضِیَ الۡاَمۡرُ بَیۡنِیۡ وَبَیۡنَكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ بِالظّٰلِمِیۡنَ ○

(الانعام:۵۷،۵۸)

ترجمہ کہو کہ: ”مجھے اپنے پروردگار کی طرف سے ایک روشن دلیل مل چکی ہے جس پر میں قائم ہوں، اور تم نے اسے جھٹلا دیا ہے۔ جس چیز کے جلدی آنے کا تم مطالبہ کر رہے ہو، وہ میرے پاس موجود نہیں ہے۔ حکم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا نہیں چلتا۔ وہ حق بات بیان کر دیتا ہے، اور وہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے“۔ کہو کہ: ”جس چیز کی تم

جلدی مچا رہے ہو، اگر وہ میرے پاس ہوتی تو میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا۔ اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جانتا ہے"۔

آیت 19:۔قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآىِٕنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۭ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۭ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ○ (الانعام:۵۰)

ترجمہ (اے پیغمبر!) ان سے کہو: "میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، اور نہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں، اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو صرف اُس وحی کی اتباع کرتا ہوں جو مجھ پر نازل کی جاتی ہے"۔ کہو کہ: "کیا ایک اندھا اور دُوسرا بینائی رکھنے والا دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ پھر کیا تم غور نہیں کرتے؟"۔

آیت 20:۔وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـــًٔـا ۭ (المائدہ:۴۱)

ترجمہ اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ فتنے میں ڈالنے کا ارادہ کر لے تو اسے اللہ تعالیٰ سے بچانے کے لیے تمہارا کوئی زور ہرگز نہیں چل سکتا۔

آیت 21:۔اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ○ (القصص:۵۶)

ترجمہ (اے پیغمبر!) حقیقت یہ ہے کہ تم جس کو خود چاہو، ہدایت تک نہیں پہنچا سکتے، بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے، ہدایت تک پہنچا دیتا ہے، اور ہدایت قبول کرنے والوں کو وہی خوب جانتا ہے۔

6 جناب رسول اللہ ﷺ بھی اپنی ذات کے نفع و نقصان کے مافوق الاسباب مالک ومختار نہیں ہیں

حضرت محمد مصطفی ﷺ باقی مخلوق کے نفع اور نقصان کے مافوق الاسباب مالک اور مختار تو کیا ہوتے، حضور اکرم ﷺ تو باقی انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح اپنی ذات پاک

کے ظاہروباطن قلب وقالبِ مقدس کے نفع ونقصان کے اوراسی طرح اپنے معجزات کے مافوق الاسباب مالک اور مختار بھی نہیں ہیں کہ جب چاہیں اور جس قسم کا چاہیں، معجزہ صادر فرمادیں۔

آیت 22:۔ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْۗءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ (الاعراف:۱۸۸)

ترجمہ کہو کہ: ''جب تک اللہ نہ چاہے، میں خود اپنے آپ کو بھی کوئی نفع یا نقصان پہنچانے کا اختیار نہیں رکھتا۔ اور اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو میں اچھی اچھی چیزیں خوب جمع کرتا۔ اور مجھے کبھی کوئی تکلیف ہی نہ پہنچتی۔ میں تو بس ایک ہوشیار کرنے والا اور خوش خبری سنانے والا ہوں، ان لوگوں کے لیے جو میری بات مانیں''۔

آیت 23:۔ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ (یونس:۴۹)

ترجمہ (اے پیغمبر! ان سے) کہہ دو کہ: ''میں تو خود اپنی ذات کو بھی نہ کوئی نقصان پہنچانے کا اختیار رکھتا ہوں، نہ فائدہ پہنچانے کا، مگر جتنا اللہ تعالیٰ چاہے''۔

آیت 24:۔ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۭ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝

(الانعام:۱۷، ۱۸)

ترجمہ اور اگر اللہ تعالیٰ تمہیں کوئی تکلیف پہنچائے تو خود اس کے سوا اُسے دور کرنے والا کوئی نہیں۔ اور اگر وہ تمہیں کوئی بھلائی پہنچائے تو وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہی ہے۔ اور وہ اپنے بندوں کے اُوپر مکمل اقتدار رکھتا ہے، اور وہ حکیم بھی ہے، پوری طرح باخبر بھی۔

آیت 25:۔ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ ښ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ

وَاِنۡ یُّرِدۡكَ بِخَيۡرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضۡلِهٖ ؕ يُصِيۡبُ بِهٖ مَنۡ يَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِيۡمُ ○ (یونس: ۱۰۴ تا ۱۰۷)

ترجمہ (اے پیغمبر!) ان سے کہو کہ: ''اے لوگو! اگر تم میرے دین کے بارے میں کسی شک میں مبتلا ہو تو (سن لو کہ) تم اللہ تعالیٰ کے سوا جن جن کی عبادت کرتے ہو میں اُن کی عبادت نہیں کرتا، بلکہ میں اُس اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہوں جو تمہاری رُوح قبض کرتا ہے۔ اور مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں مؤمنوں میں شامل رہوں''۔ اور (مجھ سے) یہ (کہا گیا ہے) کہ: ''اپنا رُخ یکسوئی کے ساتھ اس دین کی طرف قائم رکھنا، اور ہرگز اُن لوگوں میں شامل نہ ہونا جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک مانتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی ایسے (من گھڑت معبود) کو نہ پکارنا جو تمہیں نہ کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہے، نہ کوئی نقصان۔ پھر بھی اگر تم (بفرضِ محال) ایسا کر بیٹھے تو تمہارا شمار بھی ظالموں میں ہوگا''۔ اور اگر تمہیں اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچا دے، تو اُس کے سوا کوئی نہیں ہے جو اُسے دور کر دے، اور اگر وہ تمہیں کوئی بھلائی پہنچانے کا ارادہ کر لے، تو کوئی نہیں ہے جو اُس کے فضل کا رُخ پھیر دے۔ وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے، پہنچا دیتا ہے۔ اور وہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔

فائدہ یہ آیات صاف دلالت کر رہی ہیں کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی باوجود رفعتِ شان کے اپنی ذاتِ مقدس کے تمام قسم کے نفع اور نقصان کے مافوق الاسباب مالک اور مختار قطعاً نہیں ہیں بلکہ اس اختیار کا مالک اور مختار صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ربّ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی قضاوقدر کے سامنے باقی مخلوق کی طرح بے بس اور مجبورِ محض ہیں۔

7 آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدایت دینے کا اختیار بھی نہیں

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اقلیم ابلاغ وتبلیغ کے تاجدار اور مسندِ رشد وہدایت کے صدر نشین ہیں۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی محبوب سے محبوب شخص کو بھی ہدایت دینے اور براہ راست پر لانے کا اختیار نہیں۔ ارشاد ہوتا ہے:

آیت 26:۔ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ○ (القصص:۵۶)

ترجمہ: اے نبی ﷺ! تم جسے چاہو اسے ہدایت نہیں دے سکتے، مگر اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہ اُن لوگوں کو خوب جانتا ہے جو ہدایت قبول کرنے والے ہیں۔

آیت 27:۔ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ○ (الشعراء:۳) ۔

ترجمہ: اے نبی ﷺ! شاید تم اس میں اپنی جان کھو دو گے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔

آپ ﷺ کے دل میں بنی نوع انسان سے محبت و رحمت کا جو بحر و دریا موجزن تھا۔ اس طوفان و طلاطم کا تقاضا یہ تھا کہ کوئی بھی کافر و مشرک جہنم میں نہ جائے۔ سب مسلمان ہو کر جنت میں جائیں۔

اس جوش رحمت اور درد محبت سے آپ ﷺ کی جان پر بن گئی تھی۔ اس سوز و گداز کے مہلک اثرات کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس سے روکا۔ فرمایا کہ اس فکر اور غم میں آپ ﷺ کی جان نکلے؟!! آپ ﷺ کی جان بڑی قیمتی جان ہے۔

آیت 28:۔ اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ۭ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ڮ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ○ (فاطر:۸)

ترجمہ: (بھلا کچھ ٹھکانا ہے اس شخص کی گمراہی کا) جس کے لیے اس کا بُرا عمل خوشنما بنا دیا گیا ہو اور وہ اُسے اچھا سمجھ رہا ہو؟ حقیقت یہ ہے، کہ اللہ جسے چاہتا ہے گمراہی میں ڈال دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے راہِ راست دکھا دیتا ہے۔ پس (اے نبی ﷺ) خواہ مخواہ تمہاری جان اِن لوگوں کی خاطر غم و افسوس میں نہ گھلے۔ جو کچھ یہ کر رہے ہیں اللہ اس کو خوب جانتا ہے۔

اللہ اللہ! بے اختیاری کی حد ہو گئی۔ سوز گداز رحمت کے باعث آپ ﷺ کو جان کے لالے تو پڑ گئے، مگر آپ ﷺ کو ایک مشرک کو بھی ہدایت دینے کا اختیار نہیں۔

آیت 29:۔ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ

ظٰلِمُوْنَ ○ (آل عمران:۱۲۸)

ترجمہ (اے پیغمبر!) فیصلہ کے اختیارات میں تمہارا کوئی حصہ نہیں، اللہ کو اختیار ہے چاہے انہیں معاف کرے، چاہے سزا دے، کیونکہ وہ ظالم ہیں۔

جنگ احد میں کفار کے ہاتھوں ستر (۷۰) صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے۔ مشرکین نے ظلم و تعدی میں انتہا کردی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سید الشہداء کا وحشیانہ طور پر مثلہ کیا گیا۔ ناک، کان، ہونٹ کاٹے گئے۔ پیٹ مبارک چاک کر کے جگر نکال کر چبایا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شدید زخمی ہوئے۔ دندان مبارک شہید ہو گیا۔ ابن قیمہ کمینے نے بڑھ کر سر اقدس پر تلوار سے وار کیا۔ جس سے خود کی کڑیاں ٹوٹ کر رخسار مبارک میں گھس گئیں۔ چہرہ پاک مجروح ہوا، اور سارا وجود اطہر لہولہان ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر گر کر بے ہوش ہو گئے۔ اس وقت کفار نے مشہور کر دیا: ان محمدًا قد قتل، یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے۔ اس سے اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم کے حواس بجا نہ رہے، اور ان کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ اس وقت زبان مبارک سے نکلا: ''وہ قوم کیسے فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی کا چہرہ زخمی کر دیا''۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(بخاری، بَابُ غَزْوَةِ أُحُدٍ، بَابُ: {لَيْسَ لَكَ مِنَ الأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ} [آل عمران: 128] . قَالَ حُمَيْدٌ وَثَابِتٌ، عَنْ أَنَسٍ شُجَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ فَقَالَ: " كَيْفَ يُفْلِحُ قَوْمٌ شَجُّوا نَبِيَّهُمْ ". فَنَزَلَتْ: {لَيْسَ لَكَ مِنَ الأَمْرِ شَيْءٌ} [آل عمران: 128]

آیت 30:۔ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ○ (توبۃ:۸۰)

ترجمہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! تم خواہ ایسے لوگوں کے لیے معافی کی درخواست کرو یا نہ کرو، اگر تم ستر مرتبہ بھی انہیں معاف کر دینے کی درخواست کرو گے تو اللہ انہیں ہرگز معاف نہ کرے گا۔ اس لیے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفر کیا ہے، اور اللہ فاسق لوگوں کو راہِ نجات نہیں دکھاتا۔

صحیح بخاری اور جامع ترمذی وغیرہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی مر گیا تو اس کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے باپ کے کفن کے لیے قمیص کی درخواست کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قمیص عطا فرما دی۔ پھر درخواست کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی نماز جنازہ پڑھائیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی نماز جنازہ پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دامن پکڑ لیا اور عرض کیا: ''یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر نماز پڑھتے ہیں؟ حالانکہ یہ منافق ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اس پر نماز پڑھنے سے روکا ہے''۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے اور فرمایا: اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ الخ۔ اور اگر میں جانتا کہ میرے ستر سے زیادہ بار استغفار کرنے پر اللہ اسے بخش دے گا۔ تو میں ستر سے زیادہ بار بخشش طلب کرتا''۔ غرض آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا نماز جنازہ پڑھایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز جنازہ پڑھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ کر واپس ہی ہوئے تھے کہ آیت نازل ہوئی:

آیت 31: وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ○ (التوبۃ: ۸۴)

ترجمہ: اور آئندہ ان میں سے جو کوئی مرے اس کی نمازِ جنازہ بھی تم ہرگز نہ پڑھنا اور نہ کبھی اس کی قبر پر کھڑے ہونا کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کفر کیا ہے اور وہ مرے ہیں اس حال میں کہ وہ فاسق تھے۔

اس کے بعد کفار و منافقین کا جنازہ پڑھنے یا ان کے کفن دفن میں شریک ہونے کی صراحت سے ممانعت کر دی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے اختیاری صاف ظاہر ہے کہ کرتہ بھی دیا، جنازہ بھی پڑھا، مگر اللہ تعالیٰ نے اس لعین رئیس المنافقین کو نہ بخشا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آئندہ منافقین کا جنازہ پڑھنے سے روک دیا گیا۔

(بخاری رقم 1269، 1366، 4670، 4671، 4672، 5796؛ مسلم رقم 25۔ 2400، 3۔ 2774؛ مسند احمد رقم 95، 4680؛ مسند عبد بن حمید رقم 19؛ ابن ماجہ رقم 1523؛ ترمذی

رقم 3098،3097؛ مسند بزار رقم 193، 5548؛ سنن کبریٰ نسائی رقم 2038، 11160؛ سنن نسائی رقم 1900، 1966؛ مستخرج ابی عوانہ رقم 10573، 10574 (الجامعۃ الاسلامیہ)؛ شرح مشکل الآثار رقم 69، 70، 72؛ ابن حبان رقم 3175، 3176؛ معجم اوسط طبرانی رقم 5662؛ حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، لأبي نعيم، ج ۱ ص ۴۳؛ سنن کبریٰ بیہقی رقم 6688، 16842)

8 احادیث سے نبی کریم ﷺ کے ملک واختیار کی نفی

قرآن کریم کتاب اللہ کے بعد سنت رسول اللہ ﷺ، احادیث نبوی ﷺ میں بھی نبی کریم ﷺ کی عدم قدرت و بے اختیاری کے بے شمار واقعات موجود ہیں۔ سب کا احاطہ مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔ اجمالاً صرف چند ارشادات ملاحظہ فرمائیں:

حدیث 1:۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ: "وَأَنْذِرْ عشيرتك الأقربين"، دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُرَيْشًا فَاجْتَمَعُوا فَعَمَّ وَخَصَّ. فَقَالَ: "يَا بَنِي كَعْبِ بْنِ لُؤَيٍّ! أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ. يَا بَنِي مُرَّةَ بْنِ كَعْبٍ! أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ. يَا بَنِي عَبْدِ شَمْسٍ! أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ من النَّارِ. يَا بني عبد مناف! أَنْقِذُوا أنفسكم من النَّار. يا بَنِي هَاشِمٍ! أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ. يَا بني عبد المطلب! أَنْقِذُوا أنفسكم من النَّار. يَا فَاطِمَةُ! أَنْقِذِي نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ فَإِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللهِ شَيْئًا غَيْرَ أَنَّ لَكُمْ رَحِمًا سَأَبُلُّهَا بِبَلَالِهَا". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

وَفِي الْمُتَّفَقِ عَلَيْهِ قَالَ: "يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ! اشْتَرُوا أَنْفُسَكُمْ لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللهِ شَيْئًا. وَيَا صَفِيَّةُ! عَمَّةَ رَسُولِ اللهِ! لَا أُغْنِي عَنْكِ مِنَ اللهِ شَيْئًا. وَيَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ! سَلِينِي مَا شِئْتِ مِنْ مَالِي. لَا أُغْنِي عَنْكِ مِنَ اللهِ شَيْئًا".

(مشکوٰۃ رقم 5373؛ بخاری رقم 2753، 4771؛ مسلم رقم 348 - 204، 351 - 206؛ ترمذی رقم 3185؛ نسائی رقم 3644، 3645، 3646، 3647؛ مسند احمد رقم 8402، 8601، 8726،

(6549،646 ؛ابن حبان رقم 10725،9793،9177،8727)

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی:

آیت 32:۔ "وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ"

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قریبی رشتہ داروں کو تبلیغ کر کے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایئے۔

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے لوگوں کو بلایا۔ جب وہ جمع ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعمیم بھی کی اور تخصیص بھی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو خطاب فرمایا: "اے کعب بن لوی کے بیٹو! اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ اے مرہ بن کعب کے بیٹو! اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ اے عبد شمس کے بیٹو! اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ اے عبد مناف کے بیٹو! اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ اے ہاشم کے بیٹو! اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ اے عبد المطلب کے بیٹو! اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ اے فاطمہ! اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ اس لیے کہ میں تمہارے حق میں اللہ تعالیٰ کی طرف از قسم عذاب کسی چیز کا مالک نہیں ہوں، البتہ مجھ پر تمہاری قرابت کا حق ہے جس کو میں اس کی تری کے ساتھ تر کرتا ہوں۔ (مسلم)

اے قریش کے گروہ! اپنے آپ کو خرید لو (یعنی اللہ کے عذاب سے بچا لو)۔ میں تم سے اللہ کے عذاب میں سے کچھ دور نہیں کر سکتا۔ اے عباس بن عبد المطلب! میں آپ سے اللہ کے عذاب میں سے کچھ دور نہیں کر سکتا۔ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی، صفیہ! میں آپ سے اللہ کے عذاب میں سے کچھ دور نہیں کر سکتا۔ اے جانِ پدر، فاطمہ بنت محمد! میرے مال میں سے جو کچھ تو چاہے، مانگ لے، لیکن میں اللہ کے عذاب سے تجھ کو نہیں بچا سکتا۔

حدیث 2:۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، وَيُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: لَمَّا نَزَلَتْ {وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ} [الشعراء: 214] قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الصَّفَا. فَقَالَ: "يَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ! يَا صَفِيَّةُ بِنْتَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ! يَا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ! لَا أُمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللهِ شَيْئًا. سَلُونِي مِنْ مَالِي مَا شِئْتُمْ".

(مسلم رقم 350 - 205؛ ترمذی رقم 2310، 3184؛ نسائی رقم 3648؛ مسند احمد رقم 25044، 25535؛ ابن حبان رقم 6548)

ترجمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی:

وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ ○ (الشعراء: ۲۱۴)

ترجمہ اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو ڈراؤ۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفا پہاڑی پر کھڑے ہوئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے جانِ پدر، فاطمہ بنت محمد رضی اللہ عنہا! اے صفیہ بنت عبد المطلب رضی اللہ عنہا! میرے مال میں سے جو کچھ تو چاہے، مانگ لے لیکن میں اللہ کے عذاب سے تم کو نہیں بچا سکتا۔

حدیث 3: روى الشيخان والبلاذري عن ابن عباس، والشيخان عن أبي هريرة، ومسلم عن قبيصة ابن المخارق رضي الله عنهم، إن رسول الله صلى الله عليه وسلّم لما أنزل عليه: "وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ". قام على الصّفا فعلا أعلاها حجرا. ثم نادى: "يا صباحاه!". فقالوا: "من هذا؟". وجعل الرجل إذا لم يستطع أن يخرج يرسل رسولا لينظر ما هو، فجاء أبو لهب وقريش فاجتمعوا إليه. فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "أن أخبرتكم أن خيلا تخرج من سفح هذا الجبل تريد أن تغير عليكم أكنتم مصدقي؟". قالوا: "ما جربنا عليك كذبا". فقال: "يا معشر قريش! أنقذوا أنفسكم من النار، فإني لا أغني عنكم من الله شيئاً، يا بني عبد مناف! أنقذوا أنفسكم من النار فإني لا أغني عنكم من الله شيئاً، يا بني عبد شمس! أنقذوا أنفسكم من النار فإني لا أغني عنكم من الله شيئاً، يا بني كعب بن لؤي! أنقذوا أنفسكم من النار فإني لا أغني عنكم من الله شيئاً، يا عباس عم رسول الله صلى

اللّٰہ علیہ وسلّم! أنقذ نفسك من النار فإني لا أغني عنك من اللہ شیئاً. یا صفیة عمة محمد! ویا فاطمة بنت محمد! أنقذا أنفسکما من النار فإني لا أملك لکما من اللہ شیئاً. غیر أن لکما رحما سأبلّها ببلالھا. إني لکم نذیر بین یدی عذاب شدید".

(سبل الھدی والرشاد فی سیرة خیر العباد. الصالحی الشامی. ج۲ص۳۲۳)

ترجمہ بخاریؒ، مسلمؒ اور بلاذریؒ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، بخاریؒ اور مسلمؒ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، اور مسلمؒ نے حضرت قبیصہ بن مخارق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: جب یہ آیت اتری: ''وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ'' (اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے قریبی رشتہ داروں کو تبلیغ کر کے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایئے)۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفا پہاڑی کے اونچے مقام پر کھڑے ہوئے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلند آواز سے پکارا: ''اے لوگو! اپنا بچاؤ کرلو!''۔ اس پر لوگ کہنے لگے: ''یہ کون ہے؟''۔ اس وقت لوگوں کا دستور یہ تھا کہ اگر وہ خود نہ آسکتا ہو تو اپنی جگہ قاصد بھیج دیتا تھا تاکہ وہ معلوم کرے کہ معاملہ کیا ہے؟۔ اس صدا پر ابولہب اور قریش کے لوگ جمع ہو گئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اگر میں تمہیں یہ خبر دوں کہ اس پہاڑی کے پیچھے ایک لشکر موجود ہے جو تمہارے اوپر حملہ کرنا چاہتا ہے، تو کیا تم میری بات کی تصدیق کرو گے؟''۔ سب نے یک زبان ہو کر کہا: ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ سچ ہی بولا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہم نے کبھی جھوٹ نہیں سنا ہے''۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اے قریش کے لوگو! اپنے آپ کو آگ سے بچالو۔ بیشک میں تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں۔ اے بنی عبد مناف! اپنے آپ کو آگ سے بچالو۔ بیشک میں تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں۔ اے بنی عبد شمس! اپنے آپ کو آگ سے بچالو۔ بیشک میں تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں۔ اے کعب بن لؤی! اپنے آپ کو آگ سے بچالو۔ بیشک میں تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں۔ اے عباس! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا! اپنے آپ کو آگ سے

بچا لو۔ بیشک میں تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں۔اے صفیہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی! اور اے فاطمہ بنت محمد! تم دونوں اپنے آپ کو آگ سے بچا لو۔ بیشک میں تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں۔ ماسوا اس کے کہ تمہارے لیے صلہ رحمی ہے جس کی طراوت میں عنقریب پہنچاؤں گا''۔

حدیث 4:۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ وَعَاصِمُ بْنُ عُمَرَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ:

"أَيُّهَا النَّاسُ! وَاللهِ! لا تُمْسِكُونَ عَلَيَّ بِشَيْءٍ. إِنِّي لَا أُحِلُّ إِلا مَا أَحَلَّ اللهُ وَلا أُحَرِّمُ إِلا مَا حَرَّمَ اللهُ! يَا فَاطِمَةُ بِنْتَ رَسُولِ اللهِ! يَا صَفِيَّةُ عَمَّةَ رَسُولِ اللهِ! اِعْمَلَا لِمَا عِنْدَ اللهِ. إِنِّي لَا أُغْنِي عَنْكُمَا مِنَ اللهِ شَيْئًا".

أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ المسيب قال: قال رسول الله ﷺ: "يَا بَنِي عَبْدَ مَنَافٍ! لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللهِ شَيْئًا! يَا عَبَّاسَ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ! لَا أُغْنِي عَنْكَ مِنَ اللهِ شَيْئًا! يَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ! لَا أُغْنِي عَنْكِ من الله شيئا! سلوني ما شئتم". (الطبقات الکبری، ج ۲ ص ۱۹۶، ۱۹۷)

ترجمہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مرض الموت میں ارشاد فرمایا: ''اے لوگو! اللہ کی قسم! تم لوگ مجھ سے کسی چیز کو روک نہیں سکتے۔ میں تمہارے لیے کسی چیز کو حلال قرار نہیں دے سکتا مگر وہی جس کو اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا ہے۔ میں تمہارے لیے کسی کو حرام قرار نہیں دے سکتا مگر وہی جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔

اے فاطمہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی!، اے صفیہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی! اللہ تعالیٰ کے ہاں جو محاسبہ ہوگا، اس کی خاطر تم دونوں عمل کی تیاری کرو۔ میں تم کو اللہ تعالیٰ کے ہاں حساب میں نفع نہیں دوں گا''۔

حدیث 5:۔ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عَبْدَانَ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ

بْنُ خَلَفٍ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ كَثِيرِ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ رَبَاحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ! اِشْتَرِي نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ، فَإِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكِ شَيْئًا۔ يَا صَفِيَّةُ بِنْتَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ! يَا صَفِيَّةُ عَمَّةَ رَسُولِ اللهِ! اِشْتَرِي نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ، فَإِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكِ شَيْئًا۔ يَا عَائِشَةُ! اشْتَرِي نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ۔ يَا عَائِشَةُ! لَا يَرْجِعُ مِنْ عِنْدِكِ سَائِلٌ وَلَوْ بِظِلْفٍ مُحَرَّقٍ"۔

(شعب الایمان، ج ۵ ص ۸۳ رقم 3129)

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اے فاطمہ بنت محمد! اپنے آپ کو آگ سے بچالو۔ بیشک میں تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں۔ اے صفیہ بنت عبد المطلب! اے صفیہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی! اپنے آپ کو آگ سے بچالو۔ بیشک میں تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں۔ اے عائشہ! اپنے آپ کو آگ سے بچالو۔ اگر چہ ایک کھجور صدقہ کر کے ہی سہی۔ اے عائشہ! تمہارے پاس کوئی سائل خالی نہ جائے، اس کو ضرور کچھ نہ کچھ دو، چاہے بکری کا ایک بھنا ہوا پایہ ہی کیوں نہ ہو“۔

حدیث 6:۔ أَخْبَرَنَا أَبُو سَهْلِ بْنُ زِيَادٍ، ثَنَا يَحْيَى بْنُ جَعْفَرِ بْنِ الزِّبْرِقَانِ، ثَنَا أَبُو دَاوُدَ، ثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زُرَارَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَمِّي، وَمَا رَأَيْتُ أَحَدًا مِنَّا بِهِ شَبِيهٌ يُحَدِّثُ أَنَّ سَعْدَ بْنَ زُرَارَةَ أَخَذَهُ وَجَعٌ وَتُسَمِّيهِ أَهْلُ الْمَدِينَةِ الذِّبَحَ. فَكَوَاهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَاتَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَيِّتُ سُوْءٍ لِلْيَهُودِ لَيَقُولُونَ لَوْلَا دَفَعَ عَنْ صَاحِبِهِ وَلَا أَمْلِكُ لَهُ وَلَا شَيْئًا لِنَفْسِي"۔

وَهٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ۔

التعليق - من تلخيص الذهبي ا- على شرط البخاري ومسلم

(المستدرک علی الصحیحین، ج ۴ ص ۲۳۹ رقم 7496؛ کنز العمال رقم 32187)

ترجمہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت سعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کو ایک بیماری لاحق ہوگئی، جس کو مدینہ والے "الذَّبح" کہتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو (علاج کے طور پر) داغ لگوائے۔ پھر حضرت سعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ وفات پا گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "(یہود کے لیے) بُری موت! (اللہ یہود کو ہلاک کرے!) وہ کہتے ہیں: اس شخص نے اپنے ساتھی (حضرت ابوامامہ سعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ) کی تکلیف کیوں نہ دور کر دی، اور حال یہ ہے کہ نہ تو میں ان کے لئے کوئی اختیار رکھتا ہوں اور نہ ہی اپنے لیے۔ (مجھے تم ان کے بارے میں ملامت نہ کرو)"۔

حدیث 7: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ (ح) وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ، حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَعْدِ بْنِ زُرَارَةَ الْأَنْصَارِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ عَمِّي يَحْيَى -وَمَا أَدْرَكْتُ رَجُلًا مِنَّا بِهِ شَبِيهًا- يُحَدِّثُ النَّاسَ: أَنَّ سَعْدَ بْنَ زُرَارَةَ -وَهُوَ جَدُّ مُحَمَّدٍ مِنْ قِبَلِ أُمِّهِ- أَنَّهُ أَخَذَهُ وَجَعٌ فِي حَلْقِهِ، يُقَالُ لَهُ: الذُّبْحَةُ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَأُبْلِغَنَّ -أَوْ لَأُبْلِيَنَّ- فِي أَبِي أُمَامَةَ عُذْرًا". فَكَوَاهُ بِيَدِهِ فَمَاتَ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مِيتَةَ سَوْءٍ لِلْيَهُودِ! يَقُولُونَ: أَفَلَا دَفَعَ عَنْ صَاحِبِهِ! وَمَا أَمْلِكُ لَهُ وَلَا لِنَفْسِي شَيْئًا".

(صحیح: سنن ابن ماجہ رقم 3492؛ مصنف ابن ابی شیبہ رقم 764، 23612؛ ابن أبي عاصم في "الآحاد والمثاني" رقم 2197؛ الطبراني في "الكبير" 22/(739)؛ قال البوصيري (66/4): رجال إسناده ثقات؛ رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ: مجمع الزوائد رقم 8369)

ترجمہ حضرت يَحْيَى بْنُ أَسْعَدَ بْنِ زُرَارَةَ الْأَنْصَارِيُّ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت سعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کو گلے میں ایک بیماری لاحق ہوگئی، جس کو (مدینہ والے) "الذُّبْحَةُ" کہتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "میں ضرور حضرت ابواُمامہ سعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کی اس بیماری کو دور کرنے کی کوشش کروں گا"۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے مبارک ہاتھوں سے (علاج کے لیے) داغ لگائے۔ حضرت سعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ وفات پا گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "(یہود کے لیے) بُری موت!

(اللہ یہود کو ہلاک کرے!) وہ کہتے ہیں: اس شخص نے اپنے ساتھی (حضرت ابوامامہ سعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ) کی تکلیف کیوں نہ دور کردی، اور حال یہ ہے کہ نہ تو میں ان کے لئے کوئی اختیار رکھتا ہوں اور نہ ہی اپنے لیے۔ (مجھے تم ان کے بارے میں ملامت نہ کرو)''۔

حدیث 8: حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا زَمْعَةُ بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ شِهَابٍ، يُحَدِّثُ، أَنَّ أَبَا أُمَامَةَ بْنَ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ، أَخْبَرَهُ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ أَسْعَدَ بْنِ زُرَارَةَ - وَكَانَ أَحَدَ النُّقَبَاءِ يَوْمَ الْعَقَبَةِ - أَنَّهُ أَخَذَتْهُ الشَّوْكَةُ، فَجَاءَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُهُ. فَقَالَ: "بِئْسَ الْمَيِّتُ لِيَهُودَ - مَرَّتَيْنِ - سَيَقُولُونَ: لَوْلَا دَفَعَ عَنْ صَاحِبِهِ؟ وَلَا أَمْلِكُ لَهُ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا وَلَأَتَمَحَّلَنَّ لَهُ". فَأَمَرَ بِهِ وَكُوِيَ بِخَطَّيْنِ فَوْقَ رَأْسِهِ، فَمَاتَ.

(مسند احمد رقم 17238؛ رَوَاهُ أَحْمَدُ، وَفِيهِ زَمْعَةُ بْنُ صَالِحٍ، وَهُوَ ضَعِيفٌ، وَقَالَ ابْنُ مَعِينٍ مَرَّةً: صُوَيْلِحٌ وَقَدْ وَافَقَ النَّاسَ فِي تَضْعِيفِهِ: مجمع الزوائد رقم 8366؛ الطب النبوی، لأبی نعیم الأصبهانی، ج ۲ ص ۵۲۶، ۵۲۷، رقم 523؛ الاستذکار، لابن عبد البر، ج ۸ ص ۴۱۵، ۴۱۶؛ التمهید لما فی الموطأ من المعانی والأسانید، لابن عبد البر، ج ۲۴ ص ۶۱، ۶۲؛ الطبقات الکبری، لابن سعد، ج ۳ ص ۴۵۸؛ الاستیعاب فی معرفة الأصحاب ج ۴ ص ۱۶۰۱)

ترجمہ حضرت أَبُو أُمَامَةَ بْنُ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت سعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ (جو کہ یوم عقبہ میں بنائے گئے نقیبوں میں سے ایک نقیب تھے) کو ''الشَّوْكَةُ'' ایک بیماری لاحق ہوگئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''(یہود کے لیے) بُری موت! (اللہ یہود کو ہلاک کرے!)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بار اس کو فرمایا۔ وہ کہتے ہیں: اس شخص نے اپنے ساتھی (حضرت ابوامامہ سعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ) کی تکلیف کیوں نہ دور کردی؟ اور حال یہ ہے کہ نہ تو میں ان کے لئے کوئی اختیار رکھتا ہوں اور نہ ہی اپنے لیے۔ (مجھے تم ان کے بارے میں ملامت نہ کرو)۔ میں ضرور حضرت

ابواُمامہ سعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کی اس بیماری کو دور کرنے کے لیے (بطور علاج) داغ لگاؤں گا''۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم دیا۔ ان کو سر کے اوپر دو خطوط کی صورت میں داغ لگائے گئے۔۔ حضرت سعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ وفات پا گئے۔

حدیث 9: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ الْحَجَّاجِ الزُّبَيْدِيُّ، ثنا أَبُو حُمَةَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، ثنا أَبُو قُرَّةَ، قَالَ: ذَكَرَ زَمْعَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ عَطَاءٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: دَخَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَسْعَدَ بْنِ زُرَارَةَ يَعُودُهُ مِنْ وَجَعٍ أَصَابَهُ مِنَ الشَّوْكَةِ، وَكَوَاهُ عَلَى عَاتِقِهِ، فَمَاتَ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "شَرُّ مَيِّتٍ لِيَهُودَ يَقُولُونَ: قَدْ دَاوَاهُ صَاحِبُهُ، فَلَمْ يَنْفَعْهُ".

(طبرانی رقم 5583؛ رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ، وَفِيهِ زَمْعَةُ بْنُ صَالِحٍ، وَقَدْ ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ، وَوَثَّقَهُ ابْنُ مَعِينٍ فِي رِوَايَةٍ، وَضَعَّفَهُ فِي غَيْرِهَا: مجمع الزوائد رقم 8371)

ترجمہ: حضرت سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت أَسْعَدَ بْنِ زُرَارَةَ رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے وہ ''الشَّوْكَةِ'' بیماری کی وجہ سے درد میں مبتلا تھے۔ اور ان کو کندھے پر داغ دیئے گئے۔ وہ اسی بیماری میں وفات پا گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''(یہود کے لیے) بُری موت! (اللہ یہود کو ہلاک کرے!) وہ کہتے ہیں: اس کے ساتھی نے ان (حضرت ابوامامہ سعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ) کا علاج تو کیا، مگر اُن کو کوئی فائدہ نہ ہوا''۔

حدیث 10: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّبَرِيُّ، عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ قَالَ: دَخَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَسْعَدَ بْنِ زُرَارَةَ وَبِهِ وَجَعٌ يُقَالُ لَهُ: الشَّوْكَةُ. فَكَوَاهُ عَلَى عَاتِقِهِ، فَمَاتَ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "بِئْسَ الْمَيِّتُ لِلْيَهُودِ يَقُولُونَ: قَدْ دَاوَاهُ صَاحِبُهُ أَفَلَا نَفَعَهُ".

(طبرانی رقم 5584؛ جامع معمر بن راشد رقم 19515؛ رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ، وَرِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ: مجمع الزوائد رقم 8372)

ترجمہ حضرت أَبُو أُمَامَةَ بْنُ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت أَسْعَدَ بْنِ زُرَارَةَ رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے وہ "الشَّوْكَةِ" بیماری کی وجہ سے درد میں مبتلا تھے۔ اور ان کو کندھے پر داغ دیئے گئے۔ وہ اسی بیماری میں وفات پا گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "(یہود کے لیے) بُری موت! (اللہ یہود کو ہلاک کرے!) وہ کہتے ہیں: اس کے ساتھی نے ان (حضرت ابوامامہ سعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ) کا علاج تو کیا، پھر اُن کو فائدہ کیوں نہ ہوا؟"۔

حدیث 11: حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ مُوسَى، قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كَوَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَعْدًا، أَوْ أَسْعَدَ بْنَ زُرَارَةَ فِي حَلْقِهِ مِنَ الذُّبْحَةِ، وَقَالَ: "لَا أَدَعُ فِي نَفْسِي حَرَجًا مِنْ سَعْدٍ أَوْ أَسْعَدَ بْنِ زُرَارَةَ".

تنبیہ والشك في سعد أو أسعد من بعض الرواة، والراجح أن الذي كواه النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هو أسعد بالهمز.

(حسن: مسند احمد رقم 16618، 23207؛ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ: مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج ۵ ص ۹۸ رقم 8367)

ترجمہ حضرت شعیب رحمۃ اللہ علیہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت أَسْعَدَ بْنِ زُرَارَةَ رضی اللہ عنہ کو "الذُّبْحَةِ" بیماری کی وجہ سے اُن کے حلق میں داغ لگوائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "میں حضرت ابوامامہ سعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے علاج کروانے میں کوئی حرج اور تنگی نہیں سمجھتا"۔

حدیث 12: مَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، قَالَ: بَلَغَنِي أَنَّ أَسْعَدَ بْنَ زُرَارَةَ اكْتَوَى فِي زَمَانِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم مِنَ الذُّبْحَةِ، فَمَاتَ.

(مؤطا مالک رقم 3475/745)

ترجمہ حضرت یحیٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حضرت أَسْعَدَ بْنِ زُرَارَةَ رضی اللہ عنہ کو "الذُّبْحَةِ" بیماری کی وجہ سے (بطورِ

علاج) داغ لگوائے گئے۔ پھر وہ اسی بیماری سے وفات پا گئے۔

حدیث 13: ۔أَخْبَرَنَا أَبُو خَلِيفَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَوَى أسعد بن زرارة من الشوكة.

(صحیح علی شرط البخاری: الإحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، ج ۱۳ ص ۴۴۳ رقم 6080؛ ترمذی رقم 2050؛ مسند ابی یعلی رقم 3582؛ هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ. وقال الذهبی ایضاً: علی شرط البخاری ومسلم: مستدرک حاکم رقم 8286، 4859؛ الطب النبوی لأبی نعیم الأصبهانی، رقم 312؛ سنن کبریٰ بیہقی رقم 19551؛ مسند بزار رقم 6306؛ مشکوٰۃ رقم 4534)

ترجمہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت أَسْعَدَ بْنِ زُرَارَةَ رضی اللہ عنہ کو "الشَّوْكَةِ" بیماری کی وجہ سے (بطورِ علاج) داغ لگوائے۔

حدیث 14: ۔حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ الْخَطْمِيِّ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْسِمُ فَيَعْدِلُ، وَيَقُولُ: "اللَّهُمَّ! هٰذَا قَسْمِي، فِيمَا أَمْلِكُ فَلَا تَلُمْنِي، فِيمَا تَمْلِكُ، وَلَا أَمْلِكُ". قَالَ أَبُو دَاوُدَ: يَعْنِي الْقَلْبَ.

(صحیح: سنن أبی داود، رقم 2134؛ مصنف ابن ابی شیبہ رقم 17541؛ مسند اسحاق بن راہویہ رقم 1370؛ مسند احمد رقم 25111؛ سنن دارمی رقم 2253؛ ابن ماجہ رقم 1971؛ ترمذی رقم 1140؛ سنن کبریٰ نسائی رقم 8840؛ سنن نسائی رقم 3943؛ شرح مشکل الآثار رقم 232، 233؛ اعتلال القلوب للخرائطی رقم 16؛ هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ. وقال الذهبی ایضاً: علی شرط مسلم: مستدرک حاکم رقم 2761؛ السنن الصغیر للبیهقی رقم 2608؛ السنن الکبیر، البیهقی، رقم 14861؛ القضاء والقدر، البیهقی، رقم 305؛ معرفۃ السنن والآثار رقم 14515؛ ابن حبان رقم 4205)

ترجمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے درمیان عدل و مساوات کرتے تھے، اور یوں دعا مانگتے تھے: "اے اللہ! جو (باری نان ونفقہ وغیرہ ظاہری) تقسیم میرے بس میں تھی وہ میں نے کردی، اب جس

چیز کا تو مالک ہے میں مالک نہیں تو آپ اس میں میرا مؤاخذہ نہ فرمائیں"۔

تشریح: حضور اکرم ﷺ کے دل میں حضرت طاہرہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی محبت وصورت دوسری ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے مقابلے میں زیادہ تھی۔ مگر اس پر حضور اکرم ﷺ کا اختیار نہ تھا۔ لہٰذا آپ ﷺ بارگاہ رب العزت میں معذرت کر رہے ہیں۔ تو آپ ﷺ کو اپنے دل کی محبت والفت پر بھی اختیار نہیں، بے اختیار کی حد ہو گئی۔

حدیث 15: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ عِيسَى، وَأَبُو سَعِيدٍ - يَعْنِي مَوْلَى بَنِي هَاشِمٍ - الْمَعْنَى، وَهَذَا لَفْظُ إِسْحَاقَ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي الْمَوَالِ الْمَدَنِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا الِاسْتِخَارَةَ كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّورَةَ مِنَ الْقُرْآنِ، يَقُولُ: "إِذَا هَمَّ أَحَدُكُمْ بِالْأَمْرِ، فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ الْفَرِيضَةِ، ثُمَّ لِيَقُلْ: اللهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ، وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ، وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيمِ، فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ، وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ، وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ، اللّٰهُمَّ! فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ هَذَا الْأَمْرَ - يُسَمِّيهِ بِاسْمِهِ - خَيْرًا لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي - قَالَ أَبُو سَعِيدٍ: وَمَعِيشَتِي - وَعَاقِبَةِ أَمْرِي، فَاقْدُرْهُ لِي، وَيَسِّرْهُ، ثُمَّ بَارِكْ لِي فِيهِ، اللّٰهُمَّ! وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُهُ شَرًّا لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي، فَاصْرِفْنِي عَنْهُ وَاصْرِفْهُ عَنِّي، وَاقْدُرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ، ثُمَّ رَضِّنِي بِهِ - وَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ: وَعَاقِبَةِ أَمْرِي، فَاقْدُرْهُ لِي، وَيَسِّرْهُ لِي، وَبَارِكْ لِي فِيهِ - أَللّٰهُمَّ! وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُهُ شَرًّا لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي، فَاصْرِفْنِي عَنْهُ، وَاصْرِفْهُ عَنِّي، وَاقْدُرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ، ثُمَّ رَضِّنِي بِهِ"۔

(صحیح: مسند أحمد رقم 14707؛ بخاری رقم 1162، 6382، 7390؛ ابن ماجہ رقم 1383؛ ابوداود رقم 1538؛ ترمذی رقم 480؛ مصنف ابن ابی شیبہ رقم 29403؛ مسند عبد بن حمید رقم 1089؛ الادب المفرد رقم 703؛ السنۃ لابن ابی عاصم رقم 421؛ سنن کبریٰ نسائی رقم 5551، 10259؛ سنن نسائی رقم 3253؛ ابن حبان رقم 887؛ سنن کبریٰ بیہقی رقم 4921، 10302؛ السنن

الصغیر بیہقی رقم 830، 4921؛ النسائی فی "عمل الیوم واللیلۃ" رقم 498؛ أبو یعلی رقم 2086؛ "شرح السنۃ" رقم 1016؛ مسند بزار رقم 1528، 1583، 1835 (عن ابن مسعودؓ)؛ جامع معمر بن راشد رقم 20210 (عن ابن مسعودؓ)؛ مصنف ابن ابی شیبہ رقم 29402 (عن ابن مسعودؓ)

ترجمہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے تمام کاموں کے لیے دعائے استخارہ اس طرح سکھاتے تھے، جیسے قرآن مجید کی کوئی سورت سکھاتے تھے (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دعا کی تعلیم کا بہت زیادہ اہتمام فرماتے تھے)۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے: ''جب تم میں سے کوئی شخص کسی کام کا ارادہ کرے، تو اس کو چاہیے کہ فرض نماز کے علاوہ دو رکعت (نفل) نماز پڑھے، پھر یہ دعا پڑھے: ''اے اللہ! میں تیرے علم کے وسیلہ سے تجھ سے بھلائی مانگتا ہوں، اور تیری قدرت کے واسطہ سے (نیک عمل کرنے کی) تجھ سے قدرت مانگتا ہوں، اور میں تجھ سے تیرا فضل مانگتا ہوں، کیونکہ تو ہی (ہر چیز پر) قادر ہے۔ میں (تیری مرضی کے بغیر کسی چیز پر) قادر نہیں ہوں۔ تُو (سب چیزوں کو) جانتا ہے، میں کچھ نہیں جانتا، اور تو پوشیدہ باتوں کو بھی جاننے والا ہے۔ اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام (یعنی مقصد) میرے لیے دین میں، میری دنیا میں، میری زندگی اور میری آخرت میں (اس جہان یعنی دنیا میں، یا اُس جہان یعنی آخرت میں) بہتر ہے، تو اُسے میرے لیے مہیا فرما دے، اور اسے میرے لیے آسان فرما دے۔ پھر اس میں میرے واسطے برکت دے۔ اور اگر تو اس امر (یعنی مقصد اور میری مراد) کو میرے دین، میری زندگی اور میری آخرت میں (اِس جہان اور اُس جہان میں) بُرا جانتا ہے، تو مجھے اس سے اور اُسے مجھ سے پھیر دے، اور میرے لیے جہاں بھلائی ہو، وہ مہیا فرما۔ پھر اس کے ساتھ مجھے راضی کر۔

☐ غور فرمائیں! کس قدر صراحت کے ساتھ قدرت واختیار اور علم غیب کو اللہ رب العزت کے لئے خاص فرما رہے ہیں اور اپنی ذات اور ہر شخص سے ان دونوں صفات ربانی کی نفی کی جا رہی ہے۔

حدیث 16: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْأَزْرَقُ، عَنْ شَرِيكٍ، عَنْ أَبِي هَاشِمٍ، عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ،

قَالَ: صَلَّى بِنَا عَمَّارٌ صَلَاةً فَأَوْجَزَ فِيهَا. فَأَنْكَرُوا ذٰلِكَ. فَقَالَ: "أَلَمْ أُتِمَّ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ؟". قَالُوا: "بَلٰى". قَالَ: "أَمَا إِنِّي قَدْ دَعَوْتُ فِيهِمَا بِدُعَاءٍ، كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُو بِهِ: "اَللّٰهُمَّ! بِعِلْمِكَ الْغَيْبَ، وَقُدْرَتِكَ عَلَى الْخَلْقِ، أَحْيِنِي مَا عَلِمْتَ الْحَيَاةَ خَيْرًا لِي، وَتَوَفَّنِي إِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِي. أَسْأَلُكَ خَشْيَتَكَ فِي الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، وَكَلِمَةَ الْحَقِّ فِي الْغَضَبِ وَالرِّضَا، وَالْقَصْدَ فِي الْفَقْرِ وَالْغِنٰى، وَلَذَّةَ النَّظَرِ إِلٰى وَجْهِكَ، وَالشَّوْقَ إِلٰى لِقَائِكَ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ ضَرَّاءَ مُضِرَّةٍ، وَمِنْ فِتْنَةٍ مُضِلَّةٍ، اَللّٰهُمَّ! زَيِّنَّا بِزِينَةِ الْإِيمَانِ، وَاجْعَلْنَا هُدَاةً مَهْدِيِّينَ".

(صحیح: مسند أحمد ج ۳۰ ص ۲۶۴، ۲۶۵ رقم 18325؛ نسائی رقم 1306؛ مصنف ابن أبی شیبة رقم 442، 29346؛ عبد الله بن أحمد بن حنبل فی "السنة" رقم 279، 280؛ ابن أبی عاصم فی "الآحاد والمثانی" رقم 276؛ ابن أبی عاصم فی "السنة" رقم 128، 129، 378، 424، 429، 1228؛ الطبرانی فی "الدعاء" رقم 625؛ الدارقطنی فی "الرؤیة" رقم 158، 159؛ البزار فی "مسنده" رقم 1392، 1393؛ النسائی فی "الکبری" رقم 1229، 1230؛ سنن نسائی رقم 1305، 1306؛ ابن حبان رقم 1971؛ التوحید لابن خزیمہ رقم ج ۱ ص ۳۳؛ عثمان بن سعید الدارمی فی "الردّ علی الجهمیة" ص 51؛ محمد بن نصر المروزی فی "قیام اللیل" ص 147 (مختصر المقریزی)؛ ابن خزیمة فی "التوحید" ص 12؛ ابن حبان رقم 1971؛ الطبرانی فی "الدعاء" رقم 624، 625؛ ابن منده فی "الرد علی الجهمیة" رقم 86؛ الحاکم 1/ 524؛ اللالکائی فی "أصول اعتقاد أهل السنة" رقم 844، 845؛ البیهقی فی "الأسماء والصفات" رقم 244، 247؛ "الدعوات الکبیر" رقم 220؛ أبو یعلی رقم 1624)

ترجمہ حضرت ابو مجلز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے ہمیں ایک نماز پڑھائی۔ تو انھوں نے اختصار کیا (یعنی نہ تو انھوں نے طویل قراءت کی، اور نہ تسبیحات وغیرہ بہت زیادہ پڑھیں)۔ بعض لوگوں کو یہ بات بہت ہی ناگوار گزری۔ اس پر حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "کیا میں نے رکوع سجود کامل ادا نہیں کیے؟"۔ وہ لوگ کہنے لگے: "ہاں، آپ رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا ہے"۔ میں نے اس نماز

وہ دعا بھی پڑھی ہے جس کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پڑھتے ہوئے سنا تھا: ''اے اللہ! تو بحق اپنے علمِ غیب کے اور بحق اپنی قدرت کے اپنی مخلوق پر مجھ کو زندہ رکھ، جب تک کہ تو زندگی کو میرے لیے بہتر جانے، اور مجھے موت دے جب تو موت کو میرے لیے بہتر جانے (یعنی جب تک نیکیاں برائیوں پر غالب رہیں، اس وقت تک زندگی بہتر ہے اور جب برائیاں نیکیوں پر غلبہ پالیں، اور ظاہری و باطنی فتنے گھیر لیں، تو اس وقت موت بہتر ہے)۔ اے اللہ! میں ظاہر و باطن میں تیرا خوف مانگتا ہوں، اور کلمۂ حق (کہنے کی توفیق) خوشی میں بھی اور خفگی میں بھی مانگتا ہوں، اور تجھ سے فقر و افلاس اور خوش حالی کے وقت بھی میانہ روی مانگتا ہوں (یعنی نہ تو زیادہ فقر و افلاس اور رنج و تکلیف ہی میں مبتلا جاؤں، اور نہ اتنا تونگر و خوش حال ہو جاؤں کہ اسراف کرنے لگوں)۔ اور تجھ سے ایسی نعمت مانگتا ہوں جو کبھی ختم نہ ہو (یعنی غیب کی نعمتیں)، اور آنکھوں کی ٹھنڈک جو کبھی ختم نہ ہو، مانگتا ہوں۔ اور تجھ سے قضاو قدر کے فیصلے کے بعد تیری رضامندی مانگتا ہوں اور موت کے بعد تجھ سے زندگی کی ٹھنڈک مانگتا ہوں (یعنی ہمیشہ کی راحت برزخ اور قیامت میں) اور (آخرت میں) تیرے چہرہ کی طرف دیکھنے کی لذت مانگتا ہوں، اور تیری ملاقات کا شوق، ایسی حالت میں جو ضرر نہ پہنچائے اور نہ گمراہی کے فتنہ میں مبتلا کرے، مانگتا ہوں۔ اے اللہ! ہمیں ایمان کی زینت کے ساتھ مزین فرما (یعنی ہمیں ایمان پر ثابت قدم رکھ، اور زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرنے کی توفیق عطا فرما) اور ہمیں راہِ راست دکھانے والا اور راہِ راست پر چلنے والا بنا''۔

☐ اس حدیث سے جہاں علم غیب اور قدرت کاملہ کا خاصہ خدا ہونا ثابت ہو ہے، وہاں اپنے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی وفات کے علم کی نفی فرمارہے ہیں۔ نیز یہ بھی ثابت ہورہا ہے کہ موت وحیات اللہ رب العزت کی قدرت میں ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی حیات و وفات کا بھی اختیار نہیں۔

ایک قطرہ بارش پر اختیار نہیں

حدیث 17: عَنْ أَنَسٍ قَالَ أَصَابَتِ النَّاسَ سَنَةٌ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ قَامَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ: "يَا رَسُولَ اللهِ! هَلَكَ الْمَالُ وَجَاعَ الْعِيَالُ فَادْعُ اللهَ لَنَا". فَرَفَعَ يَدَيْهِ وَمَا نَرَى فِي السَّمَاءِ قَزَعَةً. فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! مَا وَضَعَهَا حَتَّى ثَارَ السَّحَابُ أَمْثَالَ الْجِبَالِ. ثُمَّ لَمْ يَنْزِلْ عَنْ مِنْبَرِهِ حَتَّى رَأَيْتُ الْمَطَرَ يَتَحَادَرُ عَلَى لِحْيَتِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَمُطِرْنَا يَوْمَنَا ذٰلِكَ، وَمِنَ الْغَدِ، وَبَعْدَ الْغَدِ، وَالَّذِي يَلِيهِ حَتَّى الْجُمُعَةِ الْأُخْرَىٰ. وَقَامَ ذٰلِكَ الْأَعْرَابِيُّ أَوْ قَالَ غَيْرُهُ. فَقَالَ: "يَا رَسُولَ اللهِ! تَهَدَّمَ الْبِنَاءُ، وَغَرِقَ الْمَالُ، فَادْعُ اللهَ لَنَا". فَرَفَعَ يَدَيْهِ. فَقَالَ: "اَللّٰهُمَّ! حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا". فَمَا يُشِيرُ بِيَدِهِ إِلَى نَاحِيَةٍ مِنَ السَّحَابِ إِلَّا انْفَرَجَتْ وَصَارَتِ الْمَدِينَةُ مِثْلَ الْجَوْبَةِ وَسَالَ الْوَادِي قَنَاةُ شَهْرًا وَلَمْ يَجِئْ أَحَدٌ مِنْ نَاحِيَةٍ إِلَّا حَدَّثَ بِالْجَوْدِ.

وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ: "اَللّٰهُمَّ! حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا. اَللّٰهُمَّ! عَلَى الْآكَامِ وَالظِّرَابِ وَبُطُونِ الْأَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ". قَالَ: فَأَقْلَعَتْ وَخَرَجْنَا نَمْشِي فِي الشَّمْسِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. (مشکوۃ رقم 5902)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: عہدِ رسالت میں لوگوں کو قحط پیش آیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے کہ ایک دیہاتی نے کھڑے ہو کر عرض کیا: ''یارسول اللہ! مویشی ہلاک ہو گئے، بال بچے بھوکے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لیے اللہ سے (بارش کی) دعا فرمائیں''۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (دعاء کے لیے) دونوں ہاتھ اٹھالیے۔ اس وقت آسمان پر بادل کا ایک ٹکڑا بھی نہیں تھا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ دعا مانگ کر نیچے نہیں کیے تھے، یہاں تک کہ بادل پہاڑوں کی طرح امنڈ آئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے نہیں اُترے، یہاں تک کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی

مبارک سے بارش کا پانی گرتے دیکھا۔ پھر ہم پر اس دن، دوسرے دن، تیسرے دن، یہاں تک کہ دوسرے جمعہ تک بارش برستی رہی۔ (جمعہ میں) وہی دیہاتی یا کوئی اور صاحب کھڑے ہوئے، اور عرض کیا: ''یارسول اللہ! مکان گر گئے، مال غرق ہو گیا۔ آپ ﷺ ہمارے لیے اللہ سے دعا فرمائیں''۔ چنانچہ آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ اُٹھائے اور دعا کی: ''الٰہی! ہمارے گردونواح میں بارش برسا دیجیے! اب ہم پر نہ برسایئے!''۔ یہ کہہ کر آپ ﷺ بادل کی طرف اشارہ فرماتے تھے، تو بادل چھٹتا جاتا تھا، یہاں تک کہ مدینے کی فضا پر بادل کا نام ونشان باقی نہ رہا۔ مگر وادی میں مہینہ بھر پانی بہتا رہا۔ نواحی علاقہ سے جو بھی آدمی آتا تھا وہ شدید بارش کی خبر دیتا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''(حضور اکرم ﷺ کی دعا کے بعد) بادل ختم ہو گیا اور ہم (مسجد سے) نکلے، تو دھوپ میں چلے۔

□ اللہ اللہ! دو قطرے پانی کی ضرورت ہے، تو صحابی رضی اللہ عنہ درخواست کرتا ہے کہ آپ ﷺ ہمارے لیے اللہ سے اس کی دعا فرمائیں۔ اور اگر بارش رکوانی ہے تو بھی عرض کرتے ہیں آپ ﷺ ہمارے لئے اللہ سے دعا کریں۔ اور محبوب خدا ﷺ کا یہ حال ہے کہ پانی کے قطروں کے لیے بارگاہ رب العزت میں دست بدعا ہو جاتے ہیں۔ اور پھر یہی بارش ختم کرانی ہے تو بھی رب قادر وقدیر کی بارگاہ قدس میں دست سوال دراز کر کے دعا کرتے ہیں:

''اَللّٰهُمَّ! حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا''۔

ترجمہ ''الٰہی! ہمارے گردونواح میں بارش برسا دیجیے! اب ہم پر نہ برسایئے!''۔

محبوب رب العلمین ﷺ کی شان محبوبیت ومقبولیت کا کمال ملاحظہ ہو کہ اگر مطلق بارش کی دعا کرتے ہیں اور وقت کی تعیین نہیں کرتے، تو اللہ رب العزت بھی وقت کی تعیین نہیں فرماتے۔

اور آٹھ دن لگاتار رات دن بارش برسائے جاتے ہیں لیکن باین ہمہ بے اختیاری وبے بسی کا حال یہ ہے کہ بارش کے قطرے مانگتے ہیں تو اسی ذات قادر سے! اور بارش ختم کرنے کا سوال کرتے ہیں تو اسی رب قدیر سے۔

حدیث 18: حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ نِزَارٍ، حَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ مَبْرُورٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: شَكَا النَّاسُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُحُوطَ الْمَطَرِ، فَأَمَرَ بِمِنْبَرٍ، فَوُضِعَ لَهُ فِي الْمُصَلَّى، وَوَعَدَ النَّاسَ يَوْمًا يَخْرُجُونَ فِيهِ، قَالَتْ عَائِشَةُ: فَخَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حِينَ بَدَا حَاجِبُ الشَّمْسِ، فَقَعَدَ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَكَبَّرَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَحَمِدَ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ، ثُمَّ قَالَ: "إِنَّكُمْ شَكَوْتُمْ جَدْبَ دِيَارِكُمْ، وَاسْتِئْخَارَ الْمَطَرِ عَنْ إِبَّانِ زَمَانِهِ عَنْكُمْ، وَقَدْ أَمَرَكُمُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ تَدْعُوهُ، وَوَعَدَكُمْ أَنْ يَسْتَجِيبَ لَكُمْ". ثُمَّ قَالَ: "الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ، اللَّهُمَّ! أَنْتَ اللهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ الْغَنِيُّ وَنَحْنُ الْفُقَرَاءُ، أَنْزِلْ عَلَيْنَا الْغَيْثَ، وَاجْعَلْ مَا أَنْزَلْتَ لَنَا قُوَّةً وَبَلَاغًا إِلَى حِينٍ". ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ، فَلَمْ يَزَلْ فِي الرَّفْعِ حَتَّى بَدَا بَيَاضُ إِبِطَيْهِ، ثُمَّ حَوَّلَ إِلَى النَّاسِ ظَهْرَهُ، وَقَلَبَ، أَوْ حَوَّلَ رِدَاءَهُ، وَهُوَ رَافِعٌ يَدَيْهِ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ وَنَزَلَ، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، فَأَنْشَأَ اللهُ سَحَابَةً فَرَعَدَتْ وَبَرَقَتْ، ثُمَّ أَمْطَرَتْ بِإِذْنِ اللهِ، فَلَمْ يَأْتِ مَسْجِدَهُ حَتَّى سَالَتِ السُّيُولُ، فَلَمَّا رَأَى سُرْعَتَهُمْ إِلَى الْكِنِّ ضَحِكَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ، فَقَالَ: "أَشْهَدُ أَنَّ اللهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، وَأَنِّي عَبْدُ اللهِ وَرَسُولُهُ". قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "وَهَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ، إِسْنَادُهُ جَيِّدٌ.

(حسن: سنن أبي داود، رقم1173؛ مستخرج ابی عوانہ رقم2519؛ شرح معانی الآثار رقم1906؛ مستدرک حاکم رقم1225؛ الدعوات الکبیر بیہقی رقم549؛ سنن کبریٰ بیہقی رقم6409؛؛ الطبرانی فی "الدعاء" رقم2170۔2174؛ ابن حبان رقم991،2860)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بارش نہ ہونے کی شکایت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ عید گاہ میں منبر رکھا جائے۔ چنانچہ

عیدگاہ میں منبر رکھ دیا گیا۔ تو آپ ﷺ نے لوگوں سے ایک دن کے بارے میں طے کیا کہ اس دن سب لوگ عیدگاہ چلیں گے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: (متعین دن کو) حضور اکرم ﷺ سورج کا کنارہ ظاہر ہوتے ہی (عیدگاہ) تشریف لے گئے، اور منبر پر بیٹھ کر تکبیر کہی اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی اور فرمایا: ''تم نے (اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے) اپنے شہروں کی قحط سالی اور بارش کے وقت پر نہ برسنے کی شکایت کی تھی۔ اب اللہ تعالیٰ تمہیں یہ حکم دیتا ہے کہ تم اُس سے (بارش کے لیے) دعا مانگو۔ اس نے وعدہ کیا ہے کہ تمہاری دعا قبول ہوگی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں، جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ مہربان اور بخشش کرنے والا ہے، اور جو یوم جزا کا مالک ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ جو چاہتا ہے، کرتا ہے۔ اے اللہ! تُو معبود ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو غنی (بے پرواہ) ہے، اور ہم فقیر ومحتاج ہیں۔ ہم پر بارش برسا اور جو چیز کہ تو نازل کرے (یعنی بارش) اس کو ایک مدت دراز تک ہماری قوت اور (اس کے ذریعہ اپنے مقاصد ومنافع تک) پہنچنے کا سبب بنا''۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ اُٹھائے، اور اتنے بلند اُٹھائے کہ آپ ﷺ کی بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی۔ پھر اپنی پشت مبارک لوگوں کی طرف پھیر کر اپنی چادر الٹی، یا یہ کہ پھیری، اور اپنے ہاتھ یوں ہی اُٹھائے رہے۔ پھر لوگوں کی طرف منہ کر کے (منبر سے) نیچے تشریف لائے، اور دو رکعت نماز پڑھی۔ جب ہی اللہ تعالیٰ نے بادل ظاہر فرمائے جو گرجنے لگے اور بجلی چمکنے لگی۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے بارش شروع ہوگئی یہاں تک کہ آپ ﷺ اپنی مسجد تک نہ آنے پائے تھے کہ نالے بہنے لگے۔ جب آپ ﷺ نے لوگوں کو سایہ (یعنی بارش سے بچنے کے لیے محفوظ مقام) ڈھونڈنے میں جلدی کرتے دیکھا تو ہنس پڑے، یہاں تک کہ آپ ﷺ کی کچلیاں ظاہر ہوگئیں۔ پھر فرمایا: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور یہ کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں''۔

☐ سب خزانوں کا مالک اللہ ہی ہے، حضور ﷺ سائل ہیں۔

حدیث 19: ۔أَخْبَرَنَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغْدَادِيُّ، ثنا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ الْعَلَّافُ بِمِصْرَ، ثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنِي اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، حَدَّثَنِي خَالِدُ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ، عَنْ أَبِي الصَّهْبَاءِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، أَخْبَرَهُ ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَدْعُو: "أَللّٰهُمَّ! احْفَظْنِي بِالْإِسْلَامِ قَائِمًا، وَاحْفَظْنِي بِالْإِسْلَامِ قَاعِدًا، وَاحْفَظْنِي بِالْإِسْلَامِ رَاقِدًا، وَلَا تُشْمِتْ بِي عَدُوًّا حَاسِدًا، وَاللّٰهُمَّ! إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ كُلِّ خَيْرٍ خَزَائِنُهُ بِيَدِكَ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ كُلِّ شَرٍّ خَزَائِنُهُ بِيَدِكَ".

هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ.

(المستدرك على الصحيحين، ج۱ص۷۰۶رقم 1924؛ الدعاء للطبرانی رقم 1445؛ شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة رقم 1183؛ الدعوات الکبیر بیہقی رقم 253؛ الدعاء، الضبی، رقم 75 عن عمرؓ؛ ابن حبان رقم 934 عن عمرؓ)

قلت: الذی يظهر أن صهيباً مختلف فيه. فيكون حديثه حسناً. فعليه يكون الحديث بهذا الإسناد حسناً. وعلى ذلك جرى الألبانی كما سبق۔ والله أعلم۔

(حاشیہ: مختصرُ استدرَاك الحافِظ الذّهبی على مُستدرَك أبی عبد الله الحَاكم، ابن الملقن، ج۱ص۴۲۹، ۴۳۰، رقم 141)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ دعا مانگتے تھے: ''اے اللہ! مجھے حالتِ قیام میں اسلام کے ساتھ حفاظت میں رکھنا، مجھے حالتِ قعود (بیٹھنے) میں اسلام کے ساتھ حفاظت میں رکھنا، اور مجھے حالتِ رقود (لیٹنے) میں بھی اسلام کے ساتھ حفاظت میں رکھنا، اور مجھے دشمنوں اور حاسدوں کے سامنے رسوائی سے بچانا۔ الٰہی! میں تجھ سے ہر بھلائی کا سوال کرتا ہوں، جس کے خزانے تیرے قبضہ میں ہیں اور میں ہر برائی سے تیری پناہ چاہتا ہوں جس کے خزانے تیرے پاس ہیں''۔

□ معطی اللہ ہے اور حضور اکرم ﷺ قاسم ہیں۔

حدیث 20:۔ حَدَّثَنَا سُرَيْجٌ، حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ، حَدَّثَنَا هِلَالُ بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَٰنِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "وَاللهِ! مَا أُعْطِيكُمْ، وَلَا أَمْنَعُكُمْ، وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ أَضَعُهُ حَيْثُ أُمِرْتُ".

(مسند أحمد، رقم 10257، 7194، 8155؛ بخاری رقم 3117، 71؛ ابوداؤد رقم 2949؛ الدولابی فی "الكنى" رقم 6،7؛ مسند البزار رقم 7718، 8100؛ سنن کبریٰ نسائی رقم 5808؛ مسند ابی یعلی رقم 5855؛ شرح مشکل الآثار رقم 1691؛ معجم اوسط رقم 9158)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ کی قسم! نہ تو میں تمھیں اپنی طرف سے کچھ دیتا ہوں، اور نہ تم سے روکتا ہوں، میں تو صرف ایک تقسیم کرنیوالا ہوں۔ جہاں مجھے (اللہ تعالیٰ کا) حکم ہوتا ہے وہاں رکھ دیتا ہوں''۔

حدیث 21:۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ...... قَالَ: "وَمَنْ يُرِدِ اللهُ بِهِ خَيْرًا، يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ، وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ، وَيُعْطِي اللهُ عَزَّ وَجَلَّ".

(صحيح على شرط الشيخين: مسند أحمد رقم 7194؛ مسند بزار رقم 7718؛ مسند ابی یعلی رقم 5855؛ معجم ابی یعلی ص ۳۸؛ شرح مشکل الآثار رقم 1691)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جس کے متعلق بہترین کا ارادہ فرماتے ہیں، اس کو دین کا فہم عطا فرماتے ہیں اور میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہوں۔ دینے والا اللہ ہے''۔

حدیث 22:۔ عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ يُرِدِ اللهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللهُ يُعْطِي". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(مشکوٰۃ رقم 200؛ بخاری رقم 71، 3116، 3641، 7312، 7460؛ مسلم رقم 174 - 1037، 175 - 1037، 98 - 1037، 100 - 1037؛ ابن ماجہ رقم 9؛ مسند احمد رقم 16849، 16881، 16910، 16911، 16931؛ ابن حبان رقم 3401؛ معجم کبیر طبرانی 19/(915)؛ مسند الشامیین طبرانی رقم 1877؛ جامع بيان العلم وفضله رقم 84؛ شرح السنۃ بغوی رقم 131؛؛ صحیح

الْجَامِع: 2347، الصَّحِيحَة: 1628، الصحيحة: 1194-1196)

ترجمہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جس کے متعلق بہترین کا ارادہ فرماتے ہیں، اس کو دین کا فہم عطا فرماتے ہیں اور میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہوں۔ دینے والا اللہ ہے''۔

□ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں: دیتے اللہ ہیں، میں صرف تو صرف بانٹتا ہوں۔ یعنی میں تو صرف قرآن وحدیث بیان کر کے علم تقسیم کرتا ہوں، باقی رہی اس کی سمجھ، سو وہ جتنی اللہ چاہتا ہے، دیتا ہے۔

بعض غالی قسم کے لوگوں نے اس حدیث پاک سے النبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تصرف واختیار ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ اہل علم ونظر کے نزدیک تو اس ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ملک واختیار کی نفی واضح ہے۔

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَقَدْ ثَبَتَ عَنْهُ فِي الصَّحِيحِ أَنَّهُ قَالَ: "إِنِّي وَاللهِ لَا أُعْطِي أَحَدًا وَلَا أَمْنَعُ أَحَدًا، وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ أَضَعُ حَيْثُ أُمِرْتُ". فَدَلَّ عَلَى أَنَّهُ يُعْطِي الْمَالَ لِمَنْ أَمَرَهُ اللهُ بِهِ لَا لِمَنْ يُرِيدُ هُوَ، وَدَلَّ عَلَى أَنَّهُ أَضَافَهُ إِلَيْهِ لِكَوْنِهِ رَسُولَ اللهِ لَا لِكَوْنِهِ مَالِكًا لَهُ.

(منہاج السنۃ ج٦ ص١١٠؛ مجموع الفتاوی، لابن تیمیۃ. ج١٠ ص٢٧٩، ٢٨٠)

ترجمہ ''صحیح'' میں یہ حدیث موجود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ کی قسم! میں کسی کو مال نہیں دیتا اور نہ کسی سے روکتا ہوں، میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہوں جہاں مجھے حکم دیا جاتا ہے''۔ یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مال صرف اُسی کو دیتے جہاں اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا، نہ کہ اس کو جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے۔ یہ حدیث اس پر بھی دلالت کرتی ہے کہ مال کی اضافت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس لیے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، نہ اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مالک ہیں۔

علامہ انور شاہ کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل فرماتے ہیں:

ثم رأيت في كلام الحافظ ابن تيميّة رحمه الله: أن الأنبياء عليهم

السلام لا يملكون شيئًا حال حياتهم كما أنّهم لا مِلْك لهم بعد وفاتهم، واستُدِلَّ عليه بهذا الحديث، وقال: "إنه قاسم، لا غير، ولا مِلْكَ له أصلًا". (فيض الباری علی صحیح البخاری، ج۱ ص ۲۵۳: طبع بیروت)

ترجمہ بالیقین حضرات انبیاء علیہم السلام زندگی میں بھی کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتے جیسا کہ ان کی وفات کے بعد ان کا کوئی اختیار نہیں، اور انہوں (یعنی حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ) نے اسی حدیث "إِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللهُ يُعْطِي" سے استدلال کیا ہے اور کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف قاسم ہیں، اور ملک و اختیار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بالکل نہیں۔

حدیث 23: —وَطَفِقَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْقُلُ مَعَهُمُ اللَّبِنَ فِي بُنْيَانِهِ وَيَقُولُ، وَهُوَ يَنْقُلُ اللَّبِنَ:

هٰذَا الْحِمَالُ لَا حِمَالَ خَيْبَرْ، هٰذَا أَبَرُّ رَبَّنَا وَأَطْهَرْ

وَيَقُولُ:

أَللّٰهُمَّ! إِنَّ الأَجْرَ أَجْرُ الآخِرَهْ فَارْحَمِ الأَنْصَارَ، وَالْمُهَاجِرَهْ

(بخاری رقم 3906؛ مصنف عبد الرزاق رقم 9743؛ شرح السنۃ بغوی رقم 3763؛ الدرة الثمينة فی أخبار المدينة، لابن النجار، ص ۸۶)

ترجمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ اینٹیں اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ پڑھ رہے تھے:

هذا الحِمالُ لا حِمالُ خيبرٍ هذا أبَرُّ ربّنا وأطهرُ

یہ اینٹیں اُٹھانا رسوائی کا اُٹھانا نہیں ہے، یہ تو ہمارے رب کی طرف سے بہت بڑی نیکی اور پاکیزگی کا کام ہے۔

اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بھی پڑھ رہے تھے:

أَللّٰهُمَّ! إِنَّ الأَجْرَ أَجْرُ الآخِرَهْ فَارْحَمِ الأَنْصَارَ، وَالْمُهَاجِرَهْ

ترجمہ اے اللہ! بے شک اجر تو آخرت کا ہی اجر ہے۔ پس آپ انصار رضی اللہ عنہم اور مہاجرین رضی اللہ عنہم پر رحم فرمادیں۔

حدیث 24: —وزاد رزين: وكانَ رسولُ الله صلى الله عليه وسلم يَنْقُلُ اللَّبِنَ

معهم ويقول:

هذا الحِمالُ لاحِمالُ خيبرٍ هذا أبَرُّ ربّنا وأطْهرُ

ولقيه رجل وهو يَنْقُلُ التراب، فقال: "يا رسول الله! ناولني لَبِنَتك أحملها عنك". فقال: "اذهب، فخُذْ غير هذا، فلست بأفقرَ مني إلى الله". الحديث.

(جامع الأصول في أحاديث الرسول،لابن الأثير، ج۱۱ ص ۱۸۴، ۱۸۵ تحت رقم 8716؛ جمع الفوائد من جامع الأصول ومجمع الزّوائد، رقم 1189)()

ترجمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ اینٹیں اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ پڑھ رہے تھے:

؎ هذا الحِمالُ لاحِمالُ خيبرٍ هذا أبَرُّ ربِّنا وأطْهرُ

یہ اینٹیں اُٹھانا رسوائی کا اُٹھانا نہیں ہے، یہ تو ہمارے رب کی طرف سے بہت بڑی نیکی اور پاکیزگی کا کام ہے۔

ایک شخص کی اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرنے لگا: ''یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اینٹیں مجھے پکڑا دیجیے۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کو اُٹھا لیتا ہوں''۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جاؤ، تم دوسری اُٹھالاؤ، تو مجھ سے زیادہ اللہ کا محتاج نہیں ہے''۔

فائدہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمہ وقت بارگاہ رب العزت میں طالب دعا رہتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ دعائیں آپ پڑھ کو چکے ہیں۔ ہمہ وقت دعا، صبح وشام، رات دن دعا، سوتے جاگتے، اٹھتے بیٹھتے اللہ سے دعا، سفر پر جاتے، گھر سے نکلتے، واپس آتے وقت دعا، وضو اور نماز کے بعد دعا، نماز کے اندر دعا، باہر دعا، ہر وقت ہر مجلس میں خلوت میں، جلوت میں اللہ سے دعا، یہاں تک کہ بیت الخلاء جاتے اور نکلتے وقت دعا، غرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری حیات طیبہ کا طول وعرض دعا تھا۔ اور یہ عرض کرنے کی ضرورت نہیں کہ دعا کی اصل واساس ہی دعا کرنے والے کی بے بسی وبے اختیاری ہے، مجبوری ولاچاری ہے۔ اگر اختیار واقتدار ہو تو دعا کی ضرورت ہی

کیاہے؟اور جب ہر وقت دست طلب ودعادراز ہے تو اختیار کہاں؟ دعا تو نام ہی اختیار کی نفی کا ہے۔

شفاعت ہے ہی سفارش ، کسی کو کسی کے لیے سفارش کرنا۔ نبی کریم ﷺ کی شفاعت امت مسلمہ کا متفقہ عقیدہ وایمان ہے۔قیامت میں سب سے پہلے آپ ﷺ ہی شفاعت فرمائیں گے،اور شفاعت کی حقیقت ہے بے اختیاری۔

اگر مجھے کسی بات کا خود اختیار ہے،تو میں اس کے متعلق کسی دوسرے کو سفارش کیوں کروں گا،وہ کام خود ہی کیوں نہ کروں گا۔تو شفاعت کا منشا بے بسی و بے اختیاری ہے۔ اگر نبی کریم ﷺ کی شفاعت مسلم ہے،تو آپ ﷺ کی بے اختیاری کو تسلیم کرنا ہی پڑے گا۔اور آپ ﷺ کے مختار کل ہونے کا پختہ یقین ہے، تو شفاعت کا انکار لازم آئے گا۔شفاعت نام ہی اختیار کی نفی کا ہے۔اگر شفاعت ہے تو اختیار کہاں؟!!

خلاصہ قرآن کریم سے چند مقامات پر اور سنت رسول ﷺ سے چند مقامات پر ثابت ہوا کہ نبی کریم امام المرسلین ﷺ کو نفع ونقصان کا ملک واختیار حاصل نہیں تھا۔کیا بے بسی و بے اختیاری کے ان شواہد ونصوص کے بعد بھی آپ ﷺ کے مختار کل ہونے کا ادعائے باطل برابر جاری رہے گا؟!!

پھر قرآن کریم کے دس مقامات سے دوسرے حضرات انبیاء علیہم السلام کی نصوص کتاب وسنت سے مطلق بے اختیاری ثابت وواضح ہو جانے کے بعد اور کون ہے جس کو اختیار حاصل ہو؟!!

7 چند وضاحتیں

معلوم ہوا کہ مختار کل صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔حضور اکرم ﷺ مختار کل نہیں ہیں۔

1 انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزے اور اولیاء کاملین رحمہم اللہ کی کرامات میں بھی ان کی مرضی شامل نہیں ہوتی ہے۔اگر اللہ چاہیں تو نبی کے ہاتھ پر معجزہ اور ولی کے ہاتھ پر کرامت

کو ظاہر کر دیں اگر نہ چاہیں تو ان کا ظہور نہیں ہو سکتا۔

2 انبیاء کرام علیہم السلام پوری زندگی یہی اعلان کرتے رہتے ہیں کہ نفع ونقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے لیکن اگر کوئی کہے کہ یہ تواضع کی وجہ سے تھا۔ تو عرض یہ ہے کہ معاذ اللہ تواضعاً جھوٹ بولنا جائز ہے؟ کیا یہ غلط بیانی نہیں حالانکہ یہ سوچ انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں رکھنا خود ایک الگ کفر ہے۔

3 تمام انبیاء علیہم السلام ہمیشہ اللہ کے سامنے دعا کرتے ہیں، التجائیں کرتے ہیں۔ تو انبیاء کرام علیہم السلام کا یہ عمل خود ہی اس کی دلالت کرتا ہے کہ وہ اپنے کو مختار کل نہیں سمجھتے۔

4 حلت اور حرمت احکام کی نسبت جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی طرف کی جاتی ہے، وہ بطور مبلغ ہونے کے ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کو اشیاء کے حلال اور حرام کرنے کا اختیار نہیں ہوتا، جیسا کہ قرآن کریم کا اعلان ہے:

آیت 33:۔ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ○ (النجم: ۳، ۴)

ترجمہ وہ اپنی خواہشِ نفس سے نہیں بولتا، یہ تو ایک وحی ہے جو اس پر نازل کی جاتی ہے۔

خواہ الفاظ کی وحی ہو جو قرآن کہلاتی ہے خواہ صرف معانی کی ہو جو سنت کہلاتی ہے خواہ وحی جزئی ہو یا کسی قاعدہ کلیہ کی ہو جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اجتہاد فرماتے ہوں۔

معلوم ہوا کہ نبی کا اپنی طرف حلت اور حرمت کی نسبت کرنا بطور مجاز ہے نہ کہ حقیقتاً ورنہ

آیت 34:۔ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (التحریم: ۱)

ترجمہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں اُس چیز کو حرام کرتے ہیں جو اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حلال کی ہے؟ (کیا اس لیے کہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کی خوشی چاہتے ہیں؟ اللہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

میں جو شہد کے واقعہ کے بارہ میں نازل ہوئی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تنبیہ نہ کی جاتی۔
معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو احکام کی حلت وحرمت کا اختیار نہیں دیا گیا۔

5 کبھی کبھار فقہاء مجتہدین کی طرف بھی کسی چیز کے حلال اور حرام ہونے کی نسبت کر

دی جاتی ہے وہ نسبت مجازاً ہوتی ہے نہ کہ حقیقتاً۔

اور مجازاً بھی نسبت اس لئے کر دی جاتی ہے کہ فقہاء موجد دین نہیں بلکہ شارح وکاشف دین ہیں۔ قرآن کریم واحادیث میں مذکور اصول وکلیات کی روشنی میں ہر زمانہ میں پیش آنے والی جزئیات کو حل کرتے ہیں جو امت کو پیش آتی ہیں یعنی اصولوں کی روشنی میں جزئی مسائل کو عوام کی آسانی کے لئے حل کرنا فقہاء کرام کا کام ہوتا ہے اور یہ ان کا بہت بڑا احسان ہے۔

6 تکوینی، تشریعی اور مافوق الاسباب (یعنی وہ کام جن کو اسباب سے نہیں جوڑا گیا) امور تو صرف اللہ کے اختیار میں ہیں اس میں کوئی با اختیار نہیں ہے۔

البتہ جو کام اسباب مادیہ اور عادیہ سے ہیں جیسے ڈاکٹر وحکیم سے دوائی لینا، یا اسباب روحانیہ سے ہیں جیسے کسی سے دعا کرانا یا دم وتعویز وغیرہ لینا، تو یہ چیزیں ماتحت الاسباب (یعنی جو چیزیں اسباب کے اختیار کرنے سے اللہ نے جوڑی ہوئی ہیں) سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس میں بندہ کو کچھ اختیار بھی ہے کہ اپنے کام دوسروں سے کرانا جائز ہے۔

لہٰذا ان اسباب کو اس عقیدہ سے اختیار کرنا جائز ہے کہ مسبب الاسباب (یعنی کرنے والے اللہ ہی ہیں) تو اسباب اختیار کرنا جائز ہوگا۔ یہاں تو اسباب اختیار کرنا ہی دین داری ہے۔ بغیر اسباب اختیار کئے توکل بھی معتبر نہیں ہے بلکہ یہ تعطل ہے۔

باب 13

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں غلو اور راہِ اعتدال: 4

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاضر و ناظر نہیں ہیں

اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ حاضر اور ناظر صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے تمام کمالات کے باوجود حاضر و ناظر نہیں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں حاضر و ناظر کا عقیدہ رکھنا نری جہالت ہے اور یہ عقیدہ بھی کفریہ ہے۔

1 حاضر اور ناظر کے معنی

یہ دونوں عربی کے لفظ ہیں۔ حاضر کا معنی: موجود ہونا اور ناظر کا معنی: دیکھنے والا ہونا۔ جب ان دونوں یعنی حاضر و ناظر کو ملائیں گے تو معنی و مفہوم یہ ہوگا: ''حاضر اور ناظر وہ ذات ہے کہ جس کے وجود کا کسی خاص جگہ سے تعلق نہ ہو، اور وہ ذات پوری کائنات کو محیط ہو، اور اس کی نظر کائنات کے ذرے ذرے پر ہو''۔

یہ مذکورہ تعریف تو صرف اور صرف رب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہی صادق آتی ہے نہ کہ حضرت

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر، کیونکہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات محیط نہیں۔اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاضر اور ناظر بھی نہیں ہیں۔

صرف اللہ ہی حاضر ہیں۔قرآن کی یہ آیات اس کی دلیل ہیں:

آیت 1:۔ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ○ (آل عمران:۹۸)

ترجمہ کہو: ''اے اہل کتاب! تم کیوں اللہ کی باتیں ماننے سے انکار کرتے ہو؟ جو حرکتیں تم کر رہے ہو اللہ سب کچھ دیکھ رہا ہے''۔

آیت 2:۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ○ (النساء:۳۳)

ترجمہ یقیناً اللہ ہر چیز پر نگراں ہے۔

آیت 3:۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ○ (الحج:۱۷)

ترجمہ ہر چیز اللہ کی نظر میں ہے۔

آیت 4:۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ○ (الاحزاب:۵۵)

ترجمہ اللہ ہر چیز پر نگاہ رکھتا ہے۔

آیت 5:۔ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ○ (سبا:۴۷)

ترجمہ اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے۔

آیت 6:۔ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ○ (المجادلۃ:۶)

ترجمہ اور اللہ ایک ایک چیز پر شاہد ہے۔

آیت 7:۔ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ○ (البروج:۹)

ترجمہ (وہ اللہ) جس کی بادشاہی ہے آسمانوں اور زمین میں اور اللہ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ناظر ہونا، اس کی دلیل یہ آیات ہیں:

آیت 8:۔ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ○ (الشوریٰ:۱۱)

ترجمہ کائنات کی کوئی چیز اُس کے مشابہ نہیں۔وہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔

قرآن مجید میں اس صفت کا ذکر کئی آیات میں آیا ہے۔مثلاً:

آیت 9:۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○ (البقرۃ: ۲۳۳)

ترجمہ   اللہ سے ڈرو اور جان رکھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو، سب اللہ کی نظر میں ہے۔

آیت 10:۔ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○ (البقرۃ: ۲۳۷)

ترجمہ   تمہارے اعمال کو اللہ دیکھ رہا ہے۔

آیت 11:۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○ (البقرۃ: ۲۶۵)

ترجمہ   تم جو کچھ کرتے ہو، سب اللہ کی نظر میں ہے۔

آیت 12:۔ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ○ (البقرۃ: ۹۶)

ترجمہ   جیسے کچھ اعمال یہ کر رہے ہیں، اللہ تو انہیں دیکھ ہی رہا ہے۔

آیت 13:۔ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○ (البقرۃ: ۱۱۰)

ترجمہ   جو کچھ تم کرتے ہو، وہ سب اللہ کی نظر میں ہے۔

آیت 14:۔ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ○ (آل عمران: ۱۵)

ترجمہ   اللہ اپنے بندوں کے رویے پر گہری نظر رکھتا ہے۔

آیت 15:۔ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ○ (آل عمران: ۲۰)

ترجمہ   آگے اللہ خود اپنے بندوں کے معاملات دیکھنے والا ہے۔

آیت 16:۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○ (آل عمران: ۱۵۶)

ترجمہ   اور تمہاری تمام حرکات پر وہی نگران ہے۔

آیت 17:۔ هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ○ (آل عمران: ۱۶۳)

ترجمہ   اور اللہ سب کے اعمال پر نظر رکھتا ہے۔

آیت 18:۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ○ (النساء: ۵۸)

ترجمہ   اور یقیناً اللہ سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہے۔

آیت 19:۔ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ○ (النساء: ۱۳۴)

ترجمہ   اور ثوابِ آخرت بھی، اور اللہ سمیع و بصیر ہے۔

آیت 20:۔ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ○ (المائدہ: ۷۱)

ترجمہ   اللہ اُن کی یہ سب حرکات دیکھتا رہا ہے۔

آیت 21:۔ فَإِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ○ (الانفال:۳۹)

ترجمہ تو ان کے اعمال کا دیکھنے والا اللہ ہے۔

آیت 22:۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ○ (الانفال:۷۲)

ترجمہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے دیکھتا ہے۔

آیت 23:۔ إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ○ (ہود:۱۱۲)

ترجمہ جو کچھ تم کر رہے ہو اس پر تمہارا رب نگاہ رکھتا ہے۔

آیت 24:۔ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ○ (بنی اسرائیل:۱)

ترجمہ حقیقت میں وہی ہے سب کچھ سننے اور دیکھنے والا۔

آیت 25:۔ وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوبِ عِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا ○ (بنی اسرائیل:۱۷)

ترجمہ تیرا رب اپنے بندوں کے گناہوں سے پوری طرح باخبر ہے اور سب کچھ دیکھ رہا ہے۔

آیت 26:۔ إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا ○ (بنی اسرائیل:۳۰)

ترجمہ وہ اپنے بندوں کے حال سے باخبر ہے اور انہیں دیکھ رہا ہے۔

آیت 27:۔ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۚ إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا ○ (بنی اسرائیل:۹۶)

ترجمہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! ان سے کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان بس ایک اللہ کی گواہی کافی ہے۔ وہ اپنے بندوں کے حال سے باخبر ہے اور سب کچھ دیکھ رہا ہے۔

آیت 28:۔ ذٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَأَنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ○ (الحج:۶۱)

ترجمہ یہ اس لیے کہ رات سے دن اور دن سے رات نکالنے والا اللہ ہی ہے اور وہ سمیع و بصیر ہے۔

آیت 29:۔ اَللّٰهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلٰئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ۚ إِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ○ (الحج:۷۵)

ترجمہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ (اپنے فرامین کی ترسیل کے لیے) ملائکہ میں سے بھی پیغام

رسالت منتخب کرتا ہے اور انسانوں میں سے بھی وہ سمیع اور بصیر ہے۔

آیت 30:۔ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ○ (الفرقان: ۲۰)

ترجمہ تمہارا رب سب کچھ دیکھتا ہے۔

آیت 31:۔ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ ○ (لقمان: ۲۸)

ترجمہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔

آیت 32:۔ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ○ (الاحزاب: ۹)

ترجمہ اللہ وہ سب کچھ دیکھ رہا تھا جو تم لوگ اس وقت کر رہے تھے۔

آیت 33:۔ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○ (سبا: ۱۱)

ترجمہ جو کچھ تم کرتے ہو اُس کو میں دیکھ رہا ہوں۔

آیت 34:۔ اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِيْرٌ بَصِيْرٌ ○ (فاطر: ۳۱)

ترجمہ بے شک اللہ اپنے بندوں کے حال سے باخبر ہے اور ہر چیز پر نگاہ رکھنے والا ہے۔

آیت 35:۔ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا ○ (فاطر: ۴۵)

ترجمہ تو اللہ اپنے بندوں کو دیکھ لے گا۔

آیت 36:۔ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ○ (المؤمن: ۲۰)

ترجمہ بلا شبہ اللہ ہی سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔

آیت 37:۔ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ ○ (المؤمن: ۴۴)

ترجمہ یقیناً اللہ اپنے بندوں کا نگہبان ہے۔

آیت 38:۔ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ○ (المؤمن: ۵۶)

ترجمہ بس اللہ کی پناہ مانگ لو، وہ سب کچھ دیکھتا اور سنتا ہے۔

آیت 39:۔ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○ (حم سجدۃ: ۴۰)

ترجمہ تمہاری ساری حرکتوں کو اللہ دیکھ رہا ہے۔

آیت 40:۔ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌ بَصِيْرٌ ○ (الشوریٰ: ۲۷)

ترجمہ یقیناً! وہ اپنے بندوں سے باخبر ہے اور اُن پر نگاہ رکھتا ہے۔

آیت 41:۔ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ○ (الشوریٰ: ۱۱)

ترجمہ کائنات کی کوئی چیز اُس کے مشابہ نہیں۔ وہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔

آیت 42:۔ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ○ (الفتح:۲۴)

ترجمہ اور جو کچھ تم کر رہے تھے اللہ اسے دیکھ رہا تھا۔

آیت 43:۔ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○ (الحجرات:۱۸)

ترجمہ اللہ زمین اور آسمانوں کی ہر پوشیدہ چیز کا علم رکھتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو وہ سب اس کی نگاہ میں ہے۔

آیت 44:۔ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○ (الحدید:۴)

ترجمہ وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو۔ جو کام بھی تم کرتے ہو اسے وہ دیکھ رہا ہے۔

آیت 45:۔ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ○ (المجادلۃ:۱)

ترجمہ وہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔

آیت 46:۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○ (الممتحنة:۳)

ترجمہ اور وہی تمہارے اعمال کا دیکھنے والا ہے۔

آیت 47:۔ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○ (التغابن:۲)

ترجمہ وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا، پھر تم میں سے کوئی کافر ہے اور کوئی مومن، اور اللہ وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے جو تم کرتے ہو۔

آیت 48:۔ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۢ بَصِيْرٌ ○ (الملک:۱۹)

ترجمہ وہی ہر چیز کا نگہبان ہے۔

آیت 49:۔ بَلٰٓى اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا ○ (الانشقاق:۱۵)

ترجمہ ہاں! اُس کا ربّ اُس کے کرتوت دیکھ رہا تھا۔

2 اہل بدعت کی غلط تشریح

اہل بدعت حضور اکرم ﷺ کو حاضر اور ناظر مانتے ہیں اور اس حاضر اور ناظر کی کئی

طرح سے تشریح کرتے ہیں۔ مثلاً:

(۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مقدس جسم کے ساتھ ہر جگہ حاضر اور ناظر ہیں۔

(۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک ہر جگہ حاضر اور ناظر ہے۔

(۳) آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو بنفس نفیس اپنے روضہ پاک میں تشریف فرما ہیں۔ البتہ وہیں سے ہر چیز کو دیکھتے ہیں اور سنتے ہیں۔

حالانکہ یہ تمام تشریحات نقل اور عقل کے بالکل خلاف ہیں۔ اس غلط عقیدہ کی وجہ سے بہت سے سوالات جنم لیتے ہیں جن کا جواب کسی کے پاس نہیں ہے۔

1 کیا حاضر اور ناظر ذات کو معراج کی ضرورت تھی؟ بقول اہل بدعت ہر چیز تو ان کے سامنے تھی۔

2 کیا حاضر اور ناظر ذات کو ہجرت کی ضرورت ہوتی ہے؟ حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو ہر جگہ موجود تھے؟!!

3 کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ترپن (53) سال مکہ میں رہے اور دس (10) سال مدینہ میں رہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو بیک وقت ہر دو جگہ موجود تھے؟

اس طرح کے سینکڑوں سوالات اس غلط عقیدہ کی وجہ سے جنم لیتے ہیں۔

لہٰذا نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف روح، نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف جسم، نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اور جسم، نہ پیدائش سے پہلے، نہ اپنی زندگی میں، نہ وفات کے بعد بالکل حاضر اور ناظر نہ تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روضہ پاک میں آج بھی آرام فرما رہے ہیں اور عشاق اور مشتاقانِ مدینہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پر اسی لئے حاضر ہو کر برکت حاصل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں موجود نہیں ہیں۔ بلکہ روضہ پاک میں ہیں۔

3 فقہائے احناف رحمہم اللہ کا عقیدہ

فقہائے حنفیہ رحمہم اللہ فرماتے ہیں:

1 وَفِي الْبَزَّازِيَّةِ قَالَ عُلَمَاؤُنَا: مَنْ قَالَ أَرْوَاحُ الْمَشَايِخِ حَاضِرَةٌ تَعْلَمُ يَكْفُرُ۔

(البحر الرائق شرح کنز الدقائق،ابن نجیم المصری، ج۵ ص ۱۳۴)

□ وَيَكْفُرُ بِقَوْلِهِ: أَرْوَاحُ الْمَشَايِخِ حَاضِرَةٌ تَعْلَمُ.

(مجمع الأنهر فی شرح ملتقی الأبحر،شیخی زادہ،ج۱ ص۶۹۱)

ترجمہ فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ ہمارے علمائے کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں: ''جو شخص یہ کہے کہ بزرگوں کی ارواح حاضر ہیں، اور وہ جانتی ہیں۔تو ایسا شخص کافر ہو جائے گا''۔

اس عبارت میں حضرات فقہائے کرام رحمہم اللہ نے پہلی دو چیزوں کو (یعنی غیر اللہ کو عالم الغیب اور حاضر و ناظر سمجھنا) بیان کر کے ایسا عقیدہ رکھنے والے کی تکفیر کی ہے۔

4 اہل بدعت کا اصل مغالطہ

آیت 50: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝ وَدَاعِيًا إِلَى اللهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا ۝ (الاحزاب:۴۵)

ترجمہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے تمہیں بھیجا ہے گواہ بنا کر، بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر، اللہ کی اجازت سے اُس کی طرف دعوت دینے والا بنا کر اور روشن چراغ بنا کر۔

اہل بدعت کو اس آیت سے دھوکہ لگا ہے کہ بعض یار لوگوں نے شاہداً کا ترجمہ حاضر ناظر کیا ہے۔ وجہ اس کی یہ بیان کی ہے کہ گواہ کے لیے حاضر اور ناظر ہونا ضروری ہے۔

حالانکہ شاہداً کا ترجمہ حاضر اور ناظر کرنا یہ خود فریبی ہے، یا شہادت کی ادائیگی کے اصولوں سے لاعلمی ہے۔نقلی جوابات کی تو ضرورت نہیں،ایک الزامی جواب لکھا جاتا ہے۔

کہ اگر لفظ شاہد سے حاضر اور ناظر والا معنی مراد لیں،تو امت محمدیہ کے لئے یہی لفظ سورہ بقرہ میں لفظ شہداء کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔

آیت 51: وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ

الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ۱؎ (البقرۃ: ۱۴۳)

ترجمہ اور اسی طرح تو ہم نے تم مسلمانوں کو ایک ''امتِ وسط'' بنایا ہے تاکہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہو۔

کیا اس مقام پر بھی شہداء سے حاضر اور ناظر ہی مراد لیں گے۔ اگر لیں گے تو پھر اس میں حضور اکرم ﷺ کی تخصیص کیا ہوئی۔؟ اگر نہیں لیں گے کیوں؟ وجہ کیا ہے۔؟

خلاصہ حاضر اور ناظر صرف اللہ ہیں۔ حضور اکرم ﷺ تمام تر بلند شان کے باوجود حاضر و ناظر نہیں ہیں۔

یہ حاضر اور ناظر کا عقیدہ غیر اللہ کے لئے رکھنا بالکل جاہلانہ اور کفریہ عقیدہ ہے۔

باب 14

حضرات اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم

اہل بیت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت اور عظمت بھی ایمان واسلام ہے، جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں شامل ہے۔ جس شخص کو بھی امام الانبیاء حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت ہوگی تو اس کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر والوں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی محبت لازماً ہوگی۔

14.1:۔اہل السنّت والجماعت کا عقیدہ

شیخ نصر بن منصور بن حسن نمیری رحمۃ اللہ علیہ (التوفی ۵۸۸ھ) نے کس خوب صورتی کے ساتھ **اہل السنّت والجماعت کا عقیدہ** بیان کیا ہے:

أنشدنا الإمام أبو محمد عبد الرحمن بن إبراهيم بن أحمد المقدسي، قال أنشدنا نصر بن منصور النميري لنفسه:

أُحِبُّ عَلِيًّا وَالْبَتُولَ وَوُلْدَهَا وَلَا أَجْحَدُ الشَّيْخَيْنِ فَضْلَ التَّقَدُّمِ

وَ أَبْرَأُ مِمَّنْ نَالَ عُثْمَانَ بِالْأَذَىٰ كَمَا أَتَبَرَّأُ مِنْ وَلَاءِ ابْنِ مُلْجَمِ

(النهي عن سب الأصحاب لضياء المقدسي، ص۱۱۸ رقم 61)

ترجمہ میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور آپ رضی اللہ عنہا کی اولاد سے محبت رکھتا ہوں۔ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تقدیم اور فضلیت کا منکر نہیں ہوں۔ جن لوگوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ زیادتیوں کا ارتکاب کیا، میں ان سے اسی طرح براءت کا اعلان کرتا ہوں جس طرح حضرت علی مرتضیٰ

رضی اللہ عنہ کے قاتل ابن ملجم سے براءت کا اعلان کرتا ہوں۔

14.2:۔ آیت تطہیر میں اہل بیت رضی اللہ عنہم کے مصداق

اصل اہل بیت قرآن کریم کی نظر میں ازواج النبی رضی اللہ عنہن (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں) ہیں، اور یہی اولین مصداق ہیں اور بعض احادیث سے اس میں عموم ثابت ہوا۔ تو ثانیاً مصداق حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ ہیں۔

1 آیاتِ مبارکہ

سیدالانبیاء، خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سے متعلق الفاظ قرآنی اس طرح ہیں:

آیت 1:۔ يَآ أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحاً جَمِيْلاً۔ وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَإِنَّ اللهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْراً عَظِيْماً۔ يَا نِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّأْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضَاعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ۔ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللهِ يَسِيْراً۔ وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحاً نُّؤْتِهَآ أَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ، وَأَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقاً كَرِيْماً۔ يَا نِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ إِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلاً مَّعْرُوْفاً۔ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِيْنَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ۔ إِنَّمَا يُرِيْدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْراً۔ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللهِ وَالْحِكْمَةِ۔ إِنَّ اللهَ كَانَ لَطِيْفاً خَبِيْراً۔ (الاحزاب:۲۸ تا ۳۴)

ترجمہ اے نبی! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں سے فرما دیجیے: ''اگر تم دنیوی زندگی اور اس کی

بہار مقصود رکھتی ہو تو آؤ میں تمھیں کچھ متاع (دنیوی) دے دلا کر خوبی کے ساتھ رخصت کردوں۔ اور اگر تم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور عالمِ آخرت کی طلب گار ہو، تو یقین جانو اللہ تعالیٰ نے تم میں سے نیک خواتین کے لیے شاندار اِنعام تیار کررکھا ہے۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویو! تم میں سے جو کوئی کسی کھلی بے ہودگی کا ارتکاب کرے گی، اُس کا عذاب بڑھا کر دوگنا کر دیا جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کے لیے ایسا کرنا بہت آسان ہے۔ اور (اے نبی کی بیویو!) تم میں سے جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرماں بردار رہے گی (سب ہی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ایسی ہی تھیں)، اور نیک عمل کرے گی، اُسے ہم اُس کا ثواب بھی دوگنا دیں گے، اور اُس کے لیے ہم نے باعزت رزق تیار کررکھا ہے۔ اے نبی کی بیویو! اگر تم تقویٰ اختیار کرو تو تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو (بڑی افضل ہو)۔ لہٰذا تم نزاکت کے ساتھ بات مت کیا کرو، کبھی کوئی ایسا شخص بیجا لالچ کرنے لگے جس کے دل میں روگ ہوتا ہے، اور بات وہ کہو جو بھلائی والی ہو۔ (اے نبی کی بیویو!) اور اپنے گھروں میں (عزت ووقار سے) قرار کے ساتھ رہو، اور (غیر مردوں کو) اپنا بناؤ سنگھار دِکھاتی نہ پھرو، جیسا کہ پہلی جاہلیت میں دِکھایا جاتا تھا اور نماز قائم کرو، اور زکوٰۃ ادا کرو، اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرماں برداری کرو۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت! (گھر والو!) اللہ تعالیٰ تو یہ چاہتا ہے کہ تم سے گندگی کو دُور رکھے، اور تمھیں ایسی پاکیزگی عطا کرے جو ہر طرح مکمل ہو۔ اور (اے نبی کی بیویو!) تمہارے گھروں میں اللہ تعالیٰ کی جو آیتیں اور حکمت کی جو باتیں سنائی جاتی ہیں، اُن کو یاد رکھو۔ یقین جانو! اللہ تعالیٰ بہت باریک بین اور ہر بات سے باخبر ہے۔

2- احادیثِ مبارکہ

اہل بیت اور آل کی تفسیر ان حدیثوں میں ہے:

حدیث 1: حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ حَفْصٍ، وَمُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، حَدَّثَنَا أَبُو فَرْوَةَ مُسْلِمُ بْنُ سَالِمٍ الْهَمْدَانِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي

عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عِيسَى، سَمِعَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِي لَيْلَى، قَالَ: لَقِيَنِي كَعْبُ بْنُ عُجْرَةَ، فَقَالَ: "أَلَا أُهْدِي لَكَ هَدِيَّةً سَمِعْتُهَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟". فَقُلْتُ: "بَلَى، فَأَهْدِهَا لِي". فَقَالَ: سَأَلْنَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا: "يَا رَسُولَ اللّٰهِ! كَيْفَ الصَّلَاةُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ، فَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ عَلَّمَنَا كَيْفَ نُسَلِّمُ عَلَيْكُمْ؟". قَالَ: "قُولُوا: اَللّٰهُمَّ! صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَّعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ، وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ. إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ. اَللّٰهُمَّ! بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَّعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ، وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ. إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ".

(بخاری رقم 3370، 4797، 6357؛ مسلم رقم 66۔406؛ ابن ماجہ رقم 904؛ ابوداؤد رقم 976، 977، 978؛ ترمذی رقم 483؛ سنن نسائی رقم 1287، 1288؛؛)

ترجمہ مشہور تابعی حضرت امام عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کی مجھ سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے فرمایا: ''کیا تمھیں ایک تحفہ نہ دوں جسے میں نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے؟''۔ میں نے عرض کیا: ''ضرور! وہ تحفہ مجھے عطا فرمایئے''۔ تو انھوں نے کہا: ''ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت پر درود کس طرح بھیجا جائے؟۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں سکھا دیا ہے کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کیسے بھیجا کریں (یعنی التحیات میں سلام بھیجنے کا طریقہ بتا دیا ہے کہ ہم أَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ کہا کریں)۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تم لوگ ان الفاظ میں درود بھیجو:

اَللّٰهُمَّ! صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَّعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ، وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ. إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ. اَللّٰهُمَّ! بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَّعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ، وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ. إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ".

ترجمہ اے اللہ! اپنی خاص عنایت ورحمت فرما حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں پر، جیسے کہ تو نے عنایت ورحمت فرمائی حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر والوں پر۔ تو حمد و ستائش کا سزاوار اور عظمت و بزرگی والا ہے۔ اے اللہ! اپنی خاص برکتیں نازل فرما حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر والوں پر، جیسے کہ تو نے عنایت و رحمت فرمائی حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر والوں پر۔ تو حمد و ستائش کا سزاوار اور عظمت و بزرگی والا ہے۔

حدیث 2: ۔حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ، أَخْبَرَنِي أَبُو حُمَيْدٍ السَّاعِدِيُّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّهُمْ قَالُوا: "يَا رَسُولَ اللهِ! كَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْكَ؟". فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "قُولُوا: اَللّٰهُمَّ! صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَّأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَّأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ۔ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ"۔

(بخاری رقم 6360،3369؛ مسلم رقم 69۔407؛ نسائی رقم 1294؛ ابوداود رقم 979؛ ابن ماجہ رقم 905؛ مسند احمد رقم 23600،23173؛ مؤطا مالک رقم 572/ 172؛ مؤطا امام محمد رقم 292؛ السنن المأثورة للشافعي، للمزني، رقم 101؛ مستخرج ابی عوانہ رقم 2039؛ شرح مشکل الآثار رقم 2238؛ سنن کبریٰ نسائی رقم 1218، 11103،9804؛ سنن نسائی رقم 1294؛ عمل اليوم والليلة، نسائی رقم 59؛ عمل اليوم والليلة، لابن السُّنّی رقم 384؛ الكنى والأسماء، الدولابی، رقم 155؛ مستخرج ابی عوانہ رقم 2039؛ شرح مشکل الآثار رقم 2238؛ معجم الاوسط رقم 1652؛ المسند المستخرج على صحيح الإمام مسلم، لأبي نعيم رقم 904؛ الدعوات الکبیر رقم 102؛ الخلافیات، بیہقی، رقم 2289؛ سنن کبریٰ بیہقی رقم 2863؛ شعب الایمان رقم 1452؛ معرفۃ السنن والآثار رقم 3707؛ شرح السنہ بغوی رقم 682)

ترجمہ حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ حضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ (درود) کس طرح پڑھا کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ سے یوں عرض کیا کرو:

أَللّٰهُمَّ! صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّأَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّأَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ. إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ".

اے اللہ! اپنی خاص عنایت ورحمت فرما حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی (پاک) بیبیوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل پر، جیسے کہ آپ نے عنایت ورحمت فرمائی آل ابراہیم پر۔ اور خاص برکت نازل فرما حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی (پاک) بیبیوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل پر، جیسے کہ آپ نے برکتیں نازل فرمائیں آل ابراہیم پر۔ اے اللہ! تو ساری حمد وستائش کا سزاوار اور عظمت وبڑائی والا ہے۔

تنبیہ یہ حدیث پہلی حدیث کی تفسیر ہے۔ یہ حدیث بیان کررہی ہے کہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریت (اولاد) رضی اللہ عنہم ہے۔

3 صِيَغُ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم

(خ م ت س د جة حم ك): وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى قَالَ: (لَقِيَنِي كَعْبُ بْنُ عُجْرَةَ رضى الله عنه. فَقَالَ: أَلَا أُهْدِي لَكَ هَدِيَّةً سَمِعْتُهَا مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ- صلى الله عليه وسلم-؟ فَقُلْتُ: بَلٰى. فَأَهْدِهَا لِي) (بخاری رقم 3190؛ مسلم رقم 66-406) (فَقَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ: {إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ} (الأحزاب/56)) (مسند احمد رقم 18158؛ معجم کبیر طبرانی ج19 / رقم 271) (سَأَلْنَا رَسُولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم. فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ!) (بخاری رقم 3190) (قَدْ عَلِمْنَا كَيْفَ نُسَلِّمُ عَلَيْكَ، فَكَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْكَ؟) (بخاری رقم 5996؛ مسلم رقم 66-406؛ ترمذی رقم 483؛ نسائی رقم 1287) (فَقَالَ: "قُولُوا: أَللّٰهُمَّ! صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ. كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ، وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ. إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ. أَللّٰهُمَّ! بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ، وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ. إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ") (بخاری رقم 3190؛ نسائی رقم

1288؛ مسند احمد رقم 18158؛ ابن حبان رقم 1957)

وفی روایۃ (بخاری رقم 4519، 5996؛ مسلم رقم 66۔406؛ نسائی رقم 1287؛ مسند احمد رقم 18130، من حدیث كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ): قُولُوا: "اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ، اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ"

وفی روایۃ (ترمذی رقم 483؛ نسائی رقم 1291؛ ابن ماجہ رقم 904؛ مسند احمد رقم 18129، من حدیث (كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ): قُولُوا: "اَللّٰهُمَّ! صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ۔ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ۔ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ۔ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ"۔

وفی روایۃ (ابوداؤد رقم 976، من حدیث كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ): قُولُوا: "اَللّٰهُمَّ! صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وفی روایۃ: (اَللّٰهُمَّ! صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ) (ابوداؤد رقم 981 من حدیث (أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ) كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ۔ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ"۔ وفی روایۃ: (فِي الْعَالَمِينَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ") (ابوداؤد رقم 980 من حدیث أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ)

وفی روایۃ (مسند احمد رقم 22406 من حدیث (أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ): قُولُوا: "اَللّٰهُمَّ! صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، فِي الْعَالَمِينَ۔ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ"۔

وفی روایۃ (من حدیث أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ: (مسند احمد رقم 17113؛ معجم کبیر 17/(698): قُولُوا: "اَللّٰهُمَّ! صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَآلِ إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ۔ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ"۔

وفی روایۃ (ابوداؤد رقم 978 من حدیث كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ): قُولُوا: "اَللّٰهُمَّ! صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ۔ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ۔ اَللّٰهُمَّ! بَارِكْ

عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ. إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ".

وفی روایة (بخاری رقم 3189؛ نسائی رقم 9887؛ ابوداود رقم 979؛ مسند احمد رقم 23648، من حديث أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ): قُولُوا: "أَللّٰهُمَّ! صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ. إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ".

وفی روایة (ابن ماجہ رقم 905، من حديث أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ): قُولُوا: "أَللّٰهُمَّ! صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ. فِي الْعَالَمِينَ. إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ".

وفی روایة (بخاری رقم 5997؛ مسند احمد رقم 11451، من حديث أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ): قُولُوا: "أَللّٰهُمَّ! صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ، وَ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ وَآلِ إِبْرَاهِيمَ".

وفی روایة (بخاری رقم 4520، من حديث أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ): قُولُوا: "أَللّٰهُمَّ! صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ".

وفی روایة (نسائی رقم 1293؛ سنن الکبریٰ نسائی رقم 1216؛ ابن ماجہ رقم 903، من حديث أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ): قُولُوا: "أَللّٰهُمَّ! صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ".

وفی روایة (مسلم رقم 65-405؛ نسائی رقم 1285، من حديث أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ): قُولُوا: "أَللّٰهُمَّ! صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ، فِي الْعَالَمِينَ. إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ".

وفی روایة (ترمذی رقم 3220، من حديث أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ): قُولُوا: "أَللّٰهُمَّ! صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ

عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ، فِي الْعَالَمِينَ. إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ".

وفی روایة (مسند احمد رقم 17108، من حدیث أَبِي مَسْعُوْدٍ الأَنْصَارِيّ): قُولُوا: "اَللّٰهُمَّ! صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ، فِي الْعَالَمِينَ. إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ".

وفی روایة (مستدرک حاکم رقم 991؛ سنن کبریٰ بیہقی رقم 3781 من حدیث ابن مَسْعُوْدٍ): قُولُوا: "اَللّٰهُمَّ! صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، وَارْحَمْ مُحَمَّدًا وَآلَ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ وَبَارَكْتَ وَتَرَحَّمْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ".

وفی روایة (نسائی رقم 1286؛ سنن الکبریٰ نسائی رقم 9878 من حدیث أَبِي مَسْعُوْدٍ الأَنْصَارِيّ): قُولُوا: "اَللّٰهُمَّ! صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ. اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ".

4 حدیثِ کساء میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا

حدیث 3: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ - وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ - قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ، عَنْ زَكَرِيَّاءَ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ شَيْبَةَ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ، قَالَتْ: قَالَتْ عَائِشَةُ: خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةً وَعَلَيْهِ مِرْطٌ مُرَحَّلٌ، مِنْ شَعْرٍ أَسْوَدَ، فَجَاءَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ فَأَدْخَلَهُ، ثُمَّ جَاءَ الْحُسَيْنُ فَدَخَلَ مَعَهُ، ثُمَّ جَاءَتْ فَاطِمَةُ فَأَدْخَلَهَا، ثُمَّ جَاءَ عَلِيٌّ فَأَدْخَلَهُ، ثُمَّ قَالَ: "إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا". [الأحزاب: 33].

(مسلم رقم 61 - 2424؛ مصنف ابن ابی شیبہ رقم 32102؛ مسند إسحاق بن راھویہ رقم 1271؛ الشریعۃ للآجری رقم 1693، 1694؛ الآداب، بیہقی، رقم 491؛ سنن کبریٰ بیہقی رقم 2858؛ شرح السنۃ بغوی رقم 3911)

ترجمہ: اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے تو اُس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس پر کالے بالوں سے بنی ہوئی ایک چادر تھی اور اُس پر اُونٹ کے پالان کے نشان تھے۔ پس حضرت حسن رضی اللہ عنہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اُس میں لے لیا۔ پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ آئے تو انہیں بھی داخل فرمالیا۔ پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں تو انہیں بھی داخل فرمالیا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو انہیں بھی داخل فرمالیا۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی:

إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيراً۔
(الاحزاب:۳۳)

ترجمہ: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت! (گھر والو!) اللہ تعالیٰ تو یہ چاہتا ہے کہ تم سے گندگی کو دُور رکھے، اور تمہیں ایسی پاکیزگی عطا کرے جو ہر طرح مکمل ہو۔

حدیث 4: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُصْعَبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ شَدَّادٍ أَبِي عَمَّارٍ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ، وَعِنْدَهُ قَوْمٌ، فَذَكَرُوا عَلِيًّا، فَلَمَّا قَامُوا قَالَ لِي: أَلَا أُخْبِرُكَ بِمَا رَأَيْتُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قُلْتُ: "بَلَى". قَالَ: أَتَيْتُ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا أَسْأَلُهَا عَنْ عَلِيٍّ. قَالَتْ: "تَوَجَّهَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ". فَجَلَسْتُ أَنْتَظِرُهُ حَتَّى جَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ عَلِيٌّ وَحَسَنٌ وَحُسَيْنٌ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمْ، آخِذٌ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِيَدِهِ حَتَّى دَخَلَ فَأَدْنَى عَلِيًّا وَفَاطِمَةَ، فَأَجْلَسَهُمَا بَيْنَ يَدَيْهِ، وَأَجْلَسَ حَسَنًا، وَحُسَيْنًا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَلَى فَخِذِهِ، ثُمَّ لَفَّ عَلَيْهِمْ ثَوْبَهُ - أَوْ قَالَ: كِسَاءً - ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْآيَةَ: "إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا". (الأحزاب: 33). وَقَالَ: "أَللّٰهُمَّ! هٰؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي، وَأَهْلُ بَيْتِي أَحَقُّ".

(صحیح: مسند أحمد، رقم 16988؛ مصنف ابن ابی شیبہ رقم 32103؛ فضائل الصحابة، لأحمد حنبل، رقم 978؛ ابن حبان رقم 6976؛ أبو یعلی رقم 7486؛ البخاري في التاريخ

الکبیر" 8/187 مختصراً؛الطبری فی "تفسیرہ" 22/7؛الطحاوی فی "شرح مشکل الآثار" رقم773؛الطبرانی فی "الکبیر" رقم2670، 22/(رقم160)؛مستدرک حاکم رقم3559، 4706؛سنن کبریٰ بیہقی رقم2870)

ترجمہ حضرت ابوعمار شداد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔تو ایک قوم وہاں موجود تھی جو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سبّ وشتم کر رہی تھی۔تو میں بھی ان کے ساتھ سب وشتم کرنے لگا۔پھر جب وہ لوگ چلے گئے تو حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے دریافت فرمایا:''تم کیوں اس شخص کو برا کہہ رہے تھے؟''۔میں نے کہا:''میں نے دیکھا کہ قوم انہیں برا کہہ رہی ہے تو میں بھی اُن کے ساتھ شامل ہو گیا''۔حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ نے فرمایا:''کیا میں تمہیں اُس واقعہ سے آگاہ نہ کروں جو میں نے بارگاہِ نبوی میں خود مشاہدہ کیا ہے؟''۔میں نے کہا:''ہاں، کیوں نہیں''۔تو حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ نے فرمایا:''ایک مرتبہ میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر آکر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں دریافت کیا، تو انھوں نے فرمایا:''وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں گئے ہوئے ہیں۔میں بیٹھ کر انتظار کرنے لگا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کو اپنے مقدس ہاتھوں سے پکڑ رکھا تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اندر تشریف لائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو قریب کر کے اُنہیں اپنے آگے بٹھایا اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ میں سے ہر ایک کو ایک ایک ران پر بٹھایا۔پھر ان سب پر کپڑا یا چادر ڈالی۔پھر یہ آیت تلاوت فرمائی:

آیت 2:۔إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيراً (الاحزاب:۳۳)

ترجمہ اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت!(گھر والو!) اللہ تعالیٰ تو یہ چاہتا ہے کہ تم سے گندگی کو دُور رکھے، اور تمہیں ایسی پاکیزگی عطا کرے جو ہر طرح مکمل ہو۔

اور عرض کیا:''یہ میرے اہلِ بیت رضی اللہ عنہم ہیں اور میرے اہل بیت رضی اللہ عنہم زیادہ حق دار

ہیں"۔

5 حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

اوپر کی آیات میں نساء النبی رضی اللہ عنہن کو خطاب تھا۔ اس لیے بصیغۂ تانیث خطاب کیا گیا۔
یہاں اہل بیت میں ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ ان کی اولاد وآباء بھی داخل ہیں۔
اس لیے بصیغۂ مذکر فرمایا: عَنْكُمُ، وَيُطَهِّرَكُمْ.
بعض ائمہ تفسیر نے اہل بیت سے مراد صرف ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو قرار دیا ہے۔
حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مقاتل رحمۃ اللہ علیہ نے یہی فرمایا ہے۔ حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی یہی روایت نقل کی ہے کہ انھوں نے آیت میں اہل بیت سے مراد ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو قرار دیا۔ استدلال میں اگلی آیت پیش فرمائی:

آیت 3: وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَى فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللهِ وَالْحِكْمَةِ. (الاحزاب: ۳۴)

(رواہ ابن ابی حاتم وابن جریر)

اور سابقہ آیات میں نِسَآءَ النَّبِيِّ رضی اللہ عنہن کے الفاظ سے خطاب بھی اس کا قرینہ ہے۔
حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ تو بازار میں منادی کرتے تھے کہ آیت میں اہل بیت سے مراد ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن ہیں، کیونکہ یہ آیت انہی کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اور فرماتے تھے کہ میں اس پر مباہلہ کرنے کے لیے تیار ہوں۔
لیکن حدیث کی متعدد روایات جن کو ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس جگہ نقل کیا ہے اس پر شاہد ہیں کہ اہل بیت میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔ جیسے صحیح مسلم کی حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر تشریف لے گئے اور اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سیاہ چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ آ گئے، تو ان کو اس چادر میں لے لیا۔ پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ آ گئے، ان کو بھی اسی طرح چادر کے اندر داخل فرما لیا۔ اس کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، پھر حضرت علی مرتضیٰ

رضی اللہ عنہ آ گئے، ان کو بھی چادر میں داخل فرمالیا۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی:

آیت 4:۔ إِنَّمَا يُرِيْدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْراً۔ (الاحزاب:۳۳)

اور بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ آیت پڑھنے کے بعد فرمایا:

اَللّٰهُمَّ! هٰؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِيْ۔ (رواہ ابن جریر)

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس مضمون کی متعدد احادیث معتبرہ نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ درحقیقت ان دونوں اقوال میں جو ائمہ تفسیر سے منقول ہیں کوئی تضاد نہیں۔ جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ یہ آیت ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی شان میں نازل ہوئی اور اہل بیت سے وہی مراد ہیں۔ یہ اس کے منافی نہیں کہ دوسرے حضرات بھی اہل بیت میں شامل ہوں۔ اس لیے صحیح یہی ہے کہ لفظ اہل بیت میں ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن بھی داخل ہیں، کیونکہ شان نزول اس آیت کا وہی ہیں۔ اور شانِ نزول کا مصداق آیت میں داخل ہونا کسی شبہ کا محتمل نہیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی ارشاد نبوی کے مطابق اہل بیت میں شامل ہیں۔ اس آیت سے پہلے اور بعد میں دونوں جگہ نِسَآءَ النَّبِيِّ رضی اللہ عنہن کے عنوان سے خطاب اور ان کے لیے صیغے مؤنث کے استعمال فرمائے گئے ہیں۔ سابقہ آیات میں فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ سے آخر تک سب صیغے مؤنث کے استعمال ہوئے ہیں۔ اور آگے پھر وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ میں بصیغۂ تانیث خطاب ہوا ہے۔ اس درمیانی آیت کو سیاق وسباق سے کاٹ کر بصیغۂ مذکر عَنْكُمُ اور وَيُطَهِّرَكُمْ فرمانا بھی اس پر قوی شاہد ہے کہ اس میں صرف ازواج رضی اللہ عنہن ہی داخل نہیں، کچھ رجال بھی ہیں۔

(تفسیر معارف القرآن ج ۷ ص ۱۳۹، ۱۴۰۔ المؤلف: حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۳۹۶ھ)۔ الناشر: ادارۃ المعارف، کراچی ۱۴۳۳ھ)

14.3:۔ اُمّہات المؤمنین رضی اللہ عنہن

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن گیارہ تھیں:

(۱) ام المؤمنین حضرت خدیجہ الکبریٰ بنت خویلد رضی اللہ عنہا

(۲) ام المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا

(۳) ام المؤمنین حضرت حضرت عائشہ صدیقہ بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا

(۴) ام المؤمنین حضرت حفصہ بنت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہا

(۵) ام المؤمنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

(٦) ام المؤمنین حضرت ام سلمہ بنت ابی امیہ رضی اللہ عنہا

(۷) ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

(۸) ام المؤمنین حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا

(۹) ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا

(۱۰) ام المؤمنین حضرت صفیہ بنت حی اخطب رضی اللہ عنہا

(۱۱) ام المؤمنین حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا

سب بیبیاں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برگزیدہ اور تمام ایمان والوں کی ماں ہیں۔ سارے جہاں کی ایمان والی عورتوں سے افضل ہیں۔ ان میں بھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا رتبہ زیادہ ہے۔

1 ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن تمام مؤمنوں کی مائیں ہیں

آیت 5: اَلنَّبِيُّ أَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهٗ أُمَّهَاتُهُمْ. (الاحزاب:٦)

ترجمہ: ایمان والوں کے لیے یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ قریب تر ہیں، اور ان کی بیویاں اُن کی مائیں ہیں۔

2 حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو اختیار دینا

آیت 6: يَآ أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحاً جَمِيْلاً. وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللّٰهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْراً عَظِيْماً.

(الاحزاب:۲۸،۲۹)

ترجمہ اے نبی! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں سے فرما دیجیے کہ اگر تم دنیوی زندگی اور اس کی بہار مقصود رکھتی ہو تو آؤ میں تمھیں کچھ متاع (دنیوی) دے دلا کر خوبی کے ساتھ رخصت کر دوں۔ اور اگر تم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور عالمِ آخرت کی طلب گار ہو، تو یقین جانو اللہ تعالیٰ نے تم میں سے نیک خواتین کے لیے شاندار انعام تیار کر رکھا ہے۔

3 اُمہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے لیے دوہرا عذاب وثواب

ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی شان میں اللہ تعالیٰ نے ان کو فرماں برداری پر دوہرا اجر وثواب اور نافرمانی کی صورت میں دوہرے عذاب کی دھمکی دی ہے:

آیت 7: ـيَا نِسَآءَ النَّبِيِّ مَن يَّأْتِ مِنكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضَاعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ۔ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْراً۔ (الاحزاب:۳۰)

ترجمہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویو! تم میں سے جو کوئی کسی کھلی بے ہودگی کا ارتکاب کرے گی، اُس کا عذاب بڑھا کر دوگنا کر دیا جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کے لیے ایسا کرنا بہت آسان ہے۔

آیت 8: ـوَمَن يَّقْنُتْ مِنكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحاً نُّؤْتِهَآ أَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ وَأَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقاً كَرِيْماً۔ (الاحزاب:۳۱)

ترجمہ اور (اے نبی کی بیویو!) تم میں سے جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرماں بردار رہے گی (سب ہی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ایسی ہی تھیں)، اور نیک عمل کرے گی، اُسے ہم اُس کا ثواب بھی دُگنا دیں گے، اور اُس کے لیے ہم نے باعزت رزق تیار کر رکھا ہے۔

4 اُمہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کی فضیلت

آیت 9: ـيَا نِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ إِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ

فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلاً مَّعْرُوفاً۔ (الاحزاب:۳۲)

ترجمہ اے نبی کی بیویو! اگر تم تقویٰ اختیار کرو تو تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو (بڑی افضل ہو)۔ لہٰذا تم نزاکت کے ساتھ بات مت کیا کرو، کبھی کوئی ایسا شخص بے جا لالچ کرنے لگے جس کے دل میں روگ ہوتا ہے، اور بات وہ کہو جو بھلائی والی ہو۔

5 اُمہات المؤمنین رضی اللہ عنہن اہلِ بیت میں سے ہیں

آیت 10:۔وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللهَ وَرَسُولَهُ. إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيراً۔ (الاحزاب:۳۳)

ترجمہ (اے نبی کی بیویو!) اور اپنے گھروں میں (عزت و وقار سے) قرار کے ساتھ رہو، اور (غیر مردوں کو) اپنا بناؤ سنگھار دِکھاتی نہ پھرو، جیسا کہ پہلی جاہلیت میں دِکھایا جاتا تھا، اور نماز قائم کرو، اور زکوٰۃ ادا کرو، اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرماں برداری کرو۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت! (گھر والو!) اللہ تعالیٰ تو یہ چاہتا ہے کہ تم سے گندگی کو دُور رکھے، اور تمہیں ایسی پاکیزگی عطا کرے جو ہر طرح مکمل ہو۔

6 ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار ہے کہ جسے چاہیں، اپنے پاس رکھیں اور جسے چاہیں دور کردیں

آیت 11:۔تُرْجِي مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِي إِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ۔ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ. ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ تَقَرَّ أَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ وَيَرْضَيْنَ بِمَا آتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ. وَاللهُ يَعْلَمُ مَا فِي قُلُوبِكُمْ. وَكَانَ اللهُ عَلِيماً حَلِيماً۔

(الاحزاب:۵۱)

ترجمہ ان بیویوں رضی اللہ عنہن میں سے تم جس کی باری چاہو، ملتوی کردو، اور جس کو چاہو، اپنے پاس رکھو، اور جن کو تم نے الگ کر دیا ہو، ان میں سے اگر کسی کو واپس بلانا چاہو تو اس میں بھی تمہارے لیے کوئی گناہ نہیں ہے۔ اس طریقے میں اس بات کی زیادہ توقع ہے کہ اُن سب کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں گی، اور اُنہیں رنج نہیں ہوگا، اور تم اُنہیں جو کچھ دے دو گے، اُس پر وہ سب کی سب راضی رہیں گی۔ اور اللہ تعالیٰ اُن سب باتوں کو جانتا ہے جو تمہارے دِلوں میں ہیں، اور اللہ تعالیٰ علم اور حلم کا مالک ہے۔

7 اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے دوسری عورتیں حلال نہیں ہیں اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان بیویوں کے بدلے دوسری عورتوں سے نکاح کر سکتے ہیں

آیت 12:۔ لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنۢ بَعْدُ وَلَآ أَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ وَّلَوْ أَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ إِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا۔

(الاحزاب:۵۲)

ترجمہ اس کے بعد دوسری عورتیں تمہارے لیے حلال نہیں ہیں، اور نہ یہ جائز ہے کہ تم ان کے بدلے کوئی دوسری بیویاں لے آؤ، چاہے اُن کی خوبی تمہیں پسند آئی ہو، البتہ جو کنیزیں تمہاری ملکیت میں ہوں، (وہ تمہارے لیے حلال ہیں،) اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کی پوری نگرانی کرنے والا ہے۔

8 نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے نکاح کی حرمت

آیت 13:- وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعاً فَاسْأَلُوهُنَّ مِن وَرَآءِ حِجَابٍ. ذٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ. وَمَا كَانَ لَكُمْ أَن تُؤْذُوا رَسُولَ اللهِ وَلَآ أَن تَنكِحُوٓا أَزْوَاجَهُۥ مِنۢ بَعْدِهِۦٓ أَبَداً. إِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِندَ اللهِ عَظِيماً. (الاحزاب: ۵۳)

ترجمہ اور جب تمہیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویوں رضی اللہ عنہن سے کچھ مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگو۔ یہ طریقہ تمہارے دِلوں کو بھی اور اُن کے دلوں کو بھی زیادہ پاکیزہ رکھنے کا ذریعہ ہوگا۔ اور تمارے لیے جائز نہیں ہے کہ تم (بیویوں کی غیبت کر کے) اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف پہنچاؤ۔ اور نہ یہ جائز ہے کہ اُن کے بعد ان کی بیویوں سے کبھی بھی نکاح کرو۔ یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی سنگین بات ہے۔

9 ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن، بناتِ طاہرات رضی اللہ عنہن اور عام مؤمنات کو پردہ کا اہتمام کرنے کا حکم

آیت 14:- يَآأَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ. ذٰلِكَ أَدْنَىٰٓ أَن يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ. وَكَانَ اللهُ غَفُوراً رَّحِيماً.
(الاحزاب: ۵۹)

ترجمہ اے نبی! تم اپنی بیویوں، اپنی بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی چادریں اپنے (منہ کے) اُوپر جھکا لیا کریں۔ اس طریقے میں اس بات کی زیادہ توقع ہے کہ وہ پہچان لی جائیں گی، تو اُن کو ستایا نہیں جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔

10 ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے خطاب اور ان کی شان کا بیان

آیت 15: عَسٰی رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ یُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓىٕبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓىٕحٰتٍ ثَیِّبٰتٍ وَّ اَبْكَارًا۔ (التحریم:۵)

ترجمہ: اگر وہ تمہیں طلاق دے دیں تو اُن کے پروردگار کو اس بات میں دیر نہیں لگے گی کہ وہ اُن کو (تمہارے) بدلے میں ایسی بیویاں عطا فرما دے جو تم سے بہتر ہوں، مسلمان، ایمان والی، طاعت شعار، توبہ کرنے والی، عبادت گزار، اور روزہ دار ہوں، چاہے پہلے اُن کے شوہر رہے ہوں، یا کنواری ہوں۔

14.4: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذریتِ طاہرہ رضی اللہ عنہم

1 آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابناء مطہرین رضی اللہ عنہم

(۱) حضرت قاسم بن محمد رضی اللہ عنہ

(۲) حضرت عبد اللہ بن محمد رضی اللہ عنہ

(۳) حضرت ابراہیم بن محمد رضی اللہ عنہ

2 آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بنات مطہرات رضی اللہ عنہن

(۱) حضرت زینب رضی اللہ عنہا

(۲) حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا

(۳) حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا

(۴) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

3 آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داماد مطہرین رضی اللہ عنہم

(۱) حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ (زوج حضرت زینب رضی اللہ عنہا)

(۲) امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ
(زوج حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور ان کے بعد حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا)

(۳) امیر المؤمنین حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ (زوج حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا)

4 آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے رضی اللہ عنہم

(۱) حضرت علی بن ابو العاص رضی اللہ عنہ

(۲) حضرت عبد اللہ بن عثمان رضی اللہ عنہ

(۳) حضرت حسن بن علی المرتضی رضی اللہ عنہ

(۴) حضرت حسین بن علی المرتضی رضی اللہ عنہ

(۵) حضرت محسن بن علی المرتضی رضی اللہ عنہ

5 آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسیاں رضی اللہ عنہن

(۱) حضرت امامہ بنت ابی العاص رضی اللہ عنہا

(۲) حضرت زینب بنت علی المرتضی رضی اللہ عنہا

(۳) حضرت ام کلثوم بنت علی المرتضی رضی اللہ عنہا

14.5:۔ اہل بیت وعترتِ رسول کے ساتھ محبت واجب ہے

حدیث 5:۔ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ: قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فِينَا خَطِيبًا بِمَاءٍ يُدْعَى: خُمًّا، بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ، فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، وَوَعَظَ وَذَكَّرَ، ثُمَّ قَالَ: "أَمَّا بعدُ! أَلَا! أَيُّها النَّاس! فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، يُوشِكُ أَنْ يَأْتِيَنِي رَسُولُ رَبِّي فَأُجِيبَ، وَأَنَا تَارِكٌ فِيكُمُ الثَّقَلَيْنِ: أَوَّلُهُمَا كِتَابُ اللهِ فِيهِ الْهُدَى وَالنُّورُ، فَخُذُوا بِكِتَابِ اللهِ وَاسْتَمْسِكُوا بِهِ". فَحَثَّ عَلَى كِتَابِ اللهِ وَرَغَّبَ فِيهِ، ثُمَّ قَالَ: "وَأَهْلُ بَيْتِي أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي، أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي".

وَفِي رِوَايَةٍ: كِتَابُ اللهِ عز وَجلَّ هُوَ حَبْلُ اللهِ، مَنِ اتَّبَعَهُ كَانَ عَلَى الْهُدَى،

وَمَنْ تَرَكَهُ كَانَ عَلَى الضَّلَالَةِ". رَوَاهُ مُسلم۔ (مشکوٰۃ رقم ۶۱۴۰)

ترجمہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن مکہ اور مدینہ کے درمیان چشمہ خم پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ دیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سب تعریفیں اور ثنائیں اللہ تعالیٰ کی ہیں''۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وعظ فرمایا اور نصیحت کی۔ پھر اس کے بعد فرمایا: ''سنو! اے لوگو! میں بھی انسان ہوں۔ عنقریب میرے پاس میرے ربّ کا قاصد (فرشتۂ موت) آجائے، تو میں اس کی دعوت قبول کرلوں۔ میں تم میں دو بھاری (قیمتی) چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں۔ ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور نور ہے۔ تو تم قرآن مجید کو لازم پکڑو اور اس کو خوب تھامو''۔ پھر اللہ تعالیٰ کی کتاب پر خوب ابھارا اور شوق دلایا۔ پھر فرمایا: ''اور میرے گھر والے۔ میں تم کو اپنے گھر والوں کے بارے میں نصیحت کرتا ہوں اور گھر والوں کے متعلق یاددہانی کراتا ہوں''۔

اور ایک روایت میں ہے: ''کتاب اللہ وہ اللہ تعالیٰ کی رسی ہے جو اس کی تابع داری کرے گا، وہ ہدایت پر ہوگا اور جو اسے چھوڑ دے گا وہ گمراہی پر ہوگا''۔

حدیث 6: حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَشُجَاعُ بْنُ مَخْلَدٍ، جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُلَيَّةَ، قَالَ زُهَيْرٌ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنِي أَبُو حَيَّانَ، حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ حَيَّانَ، قَالَ: انْطَلَقْتُ أَنَا وَحُصَيْنُ بْنُ سَبْرَةَ، وَعُمَرُ بْنُ مُسْلِمٍ، إِلَى زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ فَلَمَّا جَلَسْنَا إِلَيْهِ قَالَ لَهُ حُصَيْنٌ: "لَقَدْ لَقِيتَ، يَا زَيْدُ! خَيْرًا كَثِيرًا. رَأَيْتَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَسَمِعْتَ حَدِيثَهُ، وَغَزَوْتَ مَعَهُ، وَصَلَّيْتَ خَلْفَهُ. لَقَدْ لَقِيتَ، يَا زَيْدُ! خَيْرًا كَثِيرًا. حَدِّثْنَا يَا زَيْدُ! مَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ". قَالَ: "يَا ابْنَ أَخِي! وَاللهِ! لَقَدْ كَبِرَتْ سِنِّي، وَقَدُمَ عَهْدِي، وَنَسِيتُ بَعْضَ الَّذِي كُنْتُ أَعِي مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَا حَدَّثْتُكُمْ فَاقْبَلُوا، وَمَا لَا، فَلَا تُكَلِّفُونِيهِ". ثُمَّ قَالَ: "قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فِينَا خَطِيبًا، بِمَاءٍ يُدْعَى خُمًّا بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ، فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، وَوَعَظَ

وَذَكَّرَ. ثُمَّ قَالَ: "أَمَّا بَعْدُ! أَلَا! أَيُّهَا النَّاسُ! فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ يُوشِكُ أَنْ يَأْتِيَ رَسُولُ رَبِّي فَأُجِيبَ، وَأَنَا تَارِكٌ فِيكُمْ ثَقَلَيْنِ: أَوَّلُهُمَا كِتَابُ اللهِ فِيهِ الْهُدَى وَالنُّورُ، فَخُذُوا بِكِتَابِ اللهِ وَاسْتَمْسِكُوا بِهِ". فَحَثَّ عَلَى كِتَابِ اللهِ وَرَغَّبَ فِيهِ، ثُمَّ قَالَ: "وَأَهْلُ بَيْتِي أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي، أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي، أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي". فَقَالَ لَهُ حُصَيْنٌ: "وَمَنْ أَهْلُ بَيْتِهِ؟ يَا زَيْدُ! أَلَيْسَ نِسَاؤُهُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ؟". قَالَ: "نِسَاؤُهُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ، وَلَكِنْ أَهْلُ بَيْتِهِ مَنْ حُرِمَ الصَّدَقَةَ بَعْدَهُ". قَالَ: "وَمَنْ هُمْ؟". قَالَ: "هُمْ آلُ عَلِيٍّ، وَآلُ عَقِيلٍ، وَآلُ جَعْفَرٍ، وَآلُ عَبَّاسٍ". قَالَ: "كُلُّ هَؤُلَاءِ حُرِمَ الصَّدَقَةَ؟". قَالَ: "نَعَمْ".

(مسلم رقم 36 ـ 2408؛ مسند احمد رقم 19265؛ مصنف ابن ابی شیبہ رقم 514 مسند عبد بن حمید رقم 265؛ سنن داری رقم 3359؛ مسند بزار رقم 4336؛ سنن کبری نسائی رقم 8119؛ صحیح ابن خزیمہ رقم 2357؛ مستخرج ابی عوانہ رقم 10677 (الجامعۃ الاسلامیہ)؛ معجم کبیر طبرانی رقم 5026؛ شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة رقم 88؛ الاعتقاد والهداية إلى سبيل الرشاد بیہقی، ص ۳۲۵؛ سنن کبری بیہقی رقم 2857، 13238؛ شرح السنۃ بغوی رقم 3913؛ معجم ابن عساکر رقم 68)

ترجمہ: حضرت یزید بن حیان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں، حضرت حصین بن سبرہ رحمۃ اللہ علیہ اور عمر بن مسلم رحمۃ اللہ علیہ، تین لوگ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ جب ہم لوگ اُن کے پاس بیٹھ گئے تو حضرت حصین رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے کہا: ''اے زید! آپ رضی اللہ عنہ نے خیر کثیر حاصل کی ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ رضی اللہ عنہ نے دیدار کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث سنی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو کر جہاد کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں۔ اے زید! آپ رضی اللہ عنہ نے خیر کثیر پائی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو آپ رضی اللہ عنہ نے سنا ہے، وہ ہم کو بیان فرمادیں''۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ جواب میں کہنے لگے: ''اللہ تعالیٰ کی قسم! اے بھتیجے! میری عمر بڑی ہوگئی ہے اور بعض چیزیں جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجھے یاد تھیں، وہ اب بھول گیا ہوں۔ لہٰذا جو کچھ مَیں تم کو بیان کروں، اس کو قبول کرلو اور جو بیان نہ کرسکوں، اس کی

مجھے تکلیف مت دو''۔ پھر اس کے بعد حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن مکہ اور مدینہ کے درمیان خم کے چشمہ پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک خطبہ دیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''سب تعریفیں اور ثنائیں اللہ تعالیٰ کی ہیں''۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وعظ فرمایا اور نصیحت کی۔ پھر اس کے بعد فرمایا: ''سنو! اے لوگو! میں بھی انسان ہوں۔ عنقریب میرے پاس میرے ربّ کا قاصد (فرشتۂ موت) آجائے، تو میں اس کی دعوت قبول کرلوں۔ میں تم میں دو بھاری (قیمتی) چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں۔ ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور نور ہے۔ تو تم قرآن مجید کو لازم پکڑو اور اس کو خوب تھامو''۔ پھر اللہ تعالیٰ کی کتاب پر خوب ابھارا اور شوق دلایا۔ پھر فرمایا: ''اور میرے گھر والے۔ میں تم کو اپنے گھر والوں کے بارے میں نصیحت کرتا ہوں۔ میں تم کو اپنے گھر والوں کے بارے میں نصیحت کرتا ہوں۔ میں تم کو اپنے گھر والوں کے بارے میں نصیحت کرتا ہوں''۔ (تین دفعہ ارشاد فرمایا)

حضرت حصین علیہ رحمۃ اللہ نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ''اے زید! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کون ہیں؟ کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن اہل بیت میں سے نہیں ہیں؟''۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن بھی اہل بیت میں سے ہیں، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت وہ ہیں جن پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد صدقہ حرام ہے''۔ حضرت حصین علیہ رحمۃ اللہ نے پوچھا: ''وہ کون ہیں؟''۔ تو حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد، حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کی اولاد، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی اولاد اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد''۔ حضرت حصین علیہ رحمۃ اللہ نے پوچھا: ''کیا ان سب پر صدقہ حرام ہے؟''۔ تو حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ہاں''۔

14.6: حدیثِ عترت میں تمسکِ عترت سے مراد اُن کی محبت ہے

حدیث 7: عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمْ مَا إِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا بَعْدِي أَحَدُهُمَا أَعْظَمُ مِنَ الْآخَرِ: كِتَابُ اللهِ حَبْلٌ مَمْدُودٌ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ وَعِتْرَتِي أَهْلُ بَيْتِي وَلَنْ يَتَفَرَّقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ فَانْظُرُوا كَيْفَ تَخْلُفُونِي فِيهِمَا". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ.

(صحیح: مشکوۃ رقم 6153؛ ترمذی رقم 3788؛ سنن کبریٰ نسائی رقم 8092، 8410؛ معجم کبیر طبرانی رقم 4980، 4981)

ترجمہ: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، جب تک ان کو تھامے رکھو گے، میرے بعد گمراہ نہ ہوگے۔ ایک دوسری سے بڑی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جو آسمانوں سے زمین تک پھیلی ہوئی ہے۔ دوسری میرا خاندان اور اہل بیت ہیں۔ یہ ہرگز جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوضِ کوثر تک آ پہنچیں گے۔ تو غور کرو! میرے بعد تم ان میں کیا جانشینی کرو گے"۔

حدیث 8: حَدَّثَنَا أَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ، حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الْمُغِيرَةِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَ: لَقِيتُ زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ وَهُوَ دَاخِلٌ عَلَى الْمُخْتَارِ أَوْ خَارِجٌ مِنْ عِنْدِهِ. فَقُلْتُ لَهُ: أَسَمِعْتَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمُ الثَّقَلَيْنِ؟". قَالَ: "نَعَمْ".

(صحیح علی شرط البخاری: مسند أحمد رقم 19313؛ فضائل الصحابة لأحمد (968)؛ مسند البزار رقم 4326؛ شرح مشکل الآثار رقم 3463؛ معجم کبیر طبرانی رقم 5040؛ یعقوب بن سفیان فی "المعرفة والتاریخ" 537/1)

ترجمہ حضرت علی بن ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میری ملاقات حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ اس وقت وہ مختار کے پاس جا رہے تھے، یا وہ وہاں سے واپس آ رہے تھے۔
میں نے ان سے عرض کیا: ''کیا آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے: ''میں تمہارے اندر دو بھاری چیزیں (اللہ کی کتاب اور عترت) چھوڑ رہا ہوں؟''۔ تو حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ہاں''۔

حدیث 9: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْكُوفِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحَسَنِ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّتِهِ يَوْمَ عَرَفَةَ وَهُوَ عَلَى نَاقَتِهِ الْقَصْوَاءِ يَخْطُبُ، فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: "يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنِّي تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنْ أَخَذْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا: كِتَابَ اللهِ، وَعِتْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي"۔

(ترمذی رقم 3786؛ معجم اوسط رقم 4757؛ معجم کبیر طبرانی رقم 2680؛ الحدیث صحیح: سلسلة الأحاديث الصحيحة رقم 1761؛ مسلم فی "صحیحه" (رقم 147۔1218) ضمن حديث جابر الطويل في حجة النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ولفظه: "وَقَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ إِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهِ، كِتَابَ اللهِ"، ولم يذكر العترة في هذا الحديث)

ترجمہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرفہ کے دن حج کے موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قصویٰ نامی اونٹنی پر دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ دے رہے تھے۔ تو میں نے یہ بھی سنا: ''لوگو! میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں، جب تک ان کو پکڑے رہو گے، تم گمراہ نہ ہو گے۔ ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب، دوسری میری عترت اہل بیت''۔

حدیث 10: حَدَّثَنَا أَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْرَائِيلَ يَعْنِي إِسْمَاعِيلَ بْنَ أَبِي إِسْحَاقَ الْمُلَائِيَّ، عَنْ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمُ الثَّقَلَيْنِ، أَحَدُهُمَا أَكْبَرُ مِنَ الْآخَرِ: كِتَابُ اللهِ حَبْلٌ مَمْدُودٌ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ، وَعِتْرَتِي أَهْلُ بَيْتِي، وَإِنَّهُمَا لَنْ يَفْتَرِقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ"۔

(صحيح بشواهده: مسند احمد رقم 11104؛ السنة لابن ابی عاصم 1554؛ مسند ابی یعلی رقم 1027؛ معجم

اوسط رقم 3439، 3542؛ معجم صغیر رقم 363، 376؛ فضائل الصحابہ رقم 170، 1382، 1383؛ مصنف ابن ابی شیبہ رقم 30081؛ رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْأَوْسَطِ، وَفِي إِسْنَادِهِ رِجَالٌ مُخْتَلَفٌ فِيهِمْ: مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، رقم 14926)

ترجمہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں تم میں دو بڑی شان والی چیزیں چھوڑنے والا ہوں: ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب اور دوسری میری عترت، میرے گھر والے (ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن اور اولاد رضی اللہ عنہم)۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہیں ہوں گے، یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھ سے آملیں گے''۔

حدیث 11: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ، حَدَّثَنَا أَبُو حَيَّانَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ حَيَّانَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ: قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا خَطِيبًا فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: "يَآ أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ يُوشِكُ أَنْ يَأْتِيَنِي رَسُولُ رَبِّي فَأُجِيبَهُ، وَإِنِّي تَارِكٌ فِيكُمُ الثَّقَلَيْنِ: أَوَّلُهُمَا كِتَابُ اللهِ فِيهِ الْهُدٰى وَالنُّورُ، فَتَمَسَّكُوا بِكِتَابِ اللهِ، وَخُذُوا بِهِ". فَحَثَّ عَلَيْهِ وَرَغَّبَ فِيهِ، ثُمَّ قَالَ: "وَأَهْلَ بَيْتِي أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي". ثَلَاثَ مَرَّاتٍ.

(صحیح: سنن الدارمی، رقم 3359؛ مصنف ابن ابی شیبہ رقم 135، 31679؛ فضائل الصحابۃ لاحمد رقم 1403؛ مسند عبد بن حمید رقم 240؛ السنۃ لابن ابی عاصم 754، 1548، 1549؛ معجم کبیر طبرانی رقم 4980، 4981، 5025؛ ابن حبان رقم 123؛ شرح السنۃ بغوی رقم 3913)

ترجمہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک دن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا۔ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی۔ پھر ارشاد فرمایا: ''اے لوگو! میں ایک انسان ہوں۔ بہت ممکن ہے کہ میرے رب کی طرف سے بلانے والا میرے پاس آجائے اور میں لبیک کہہ دوں۔ میں تم میں دو اہم چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ ان میں ایک تو اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور روشنی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑے رکھنا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو کتاب اللہ کی طرف رغبت

دلائی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اور اہل بیت! میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے اللہ تعالیٰ کو یاد دلاتا ہوں''۔ تین بار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہی بات ارشاد فرمائی۔

حدیث 12: حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنِ الرُّكَيْنِ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ حَسَّانَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمْ خَلِيفَتَيْنِ: كِتَابُ اللهِ، حَبْلٌ مَمْدُودٌ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، أَوْ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ، وَعِتْرَتِي أَهْلُ بَيْتِي، وَإِنَّهُمَا لَنْ يَتَفَرَّقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ".

(صحیح بشواهده: مسند أحمد، رقم 21578، 21654؛ فضائل الصحابۃ لاحمد رقم 1032، 1403؛ عبد بن حمید رقم 240؛ ابن ابی عاصم رقم 754؛ معجم کبیر طبرانی رقم 4921، 4922، 4923، 4980، 4981؛ رَوَاهُ أَحْمَدُ، وَإِسْنَادُهُ جَيِّدٌ: مجمع الزوائد رقم 14957)

ترجمہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میں تم میں دو جانشین اور نائب چھوڑنے والا ہوں: ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب اور دوسری میری عترت، میرے گھر والے (ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن اور اولاد رضی اللہ عنہم)۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہیں ہوں گے، یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھ سے آملیں گے''۔

حدیث 13: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ: لَمَّا رَجَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَنَزَلَ غَدِيرَ خُمٍّ أَمَرَ بِدَوْحَاتٍ، فَقُمِمْنَ، ثُمَّ قَالَ: "كَأَنِّي قَدْ دُعِيتُ فَأَجَبْتُ، إِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمُ الثَّقَلَيْنِ، أَحَدُهُمَا أَكْبَرُ مِنَ الْآخَرِ: كِتَابَ اللهِ، وَعِتْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي، فَانْظُرُوا كَيْفَ تَخْلُفُونِي فِيهِمَا؛ فَإِنَّهُمَا لَنْ يَتَفَرَّقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ". ثُمَّ قَالَ: "إِنَّ اللهَ مَوْلَايَ، وَأَنَا وَلِيُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ". ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِ عَلِيٍّ فَقَالَ: "مَنْ كُنْتُ وَلِيَّهُ فَهَذَا وَلِيُّهُ. اَللّٰهُمَّ! وَالِ مَنْ وَالَاهُ، وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ". فَقُلْتُ لِزَيْدٍ: سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَا كَانَ فِي الدَّوْحَاتِ رَجُلٌ إِلَّا رَآهُ بِعَيْنِهِ وَسَمِعَ

بِأُذُنِهِ"۔

(السنن الکبری للنسائی رقم 8092، 8410؛ خصائص أمیر المؤمنین علی بن أبی طالب، رقم 79؛ السنۃ لابن ابی عاصم رقم 1555؛ معجم کبیر طبرانی رقم 4969، 4970)

ترجمہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع سے واپسی پر جب تالاب خم کے پاس فروکش ہوئے تو درختہائے کلاں کی صفائی کا حکم صادر فرمایا۔ اس کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے دعوت اجل پہنچے گی، میں اُسے قبول کرلوں گا۔ تحقیق میں تمہارے پاس دو بھاری چیزیں چھوڑتا ہوں: ایک چیز دوسری سے بڑی ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور میری اولاد میری اہل بیت ہیں۔ اس بات کا خیال کرنا کہ میرے بعد اُن کے ساتھ کیا معاملہ کرو گے؟ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض پر پہنچیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ میرے سردار اور مہربان ہیں۔ میں ہر مؤمن کا دوست ہوں''۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: ''جس کا میں دوست ہوں۔ یہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی اُس کے دوست ہیں۔ اے اللہ! جو اس کے ساتھ دوستی رکھے، اس کو تُو بھی دوست رکھ اور جو شخص اُس کے ساتھ دشمنی رکھے تُو بھی اس کے ساتھ عداوت رکھ''۔

حضرت ابو الطفیل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو کہا: ''آپ رضی اللہ عنہ نے یہ بات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنی ہے؟''۔ تو انھوں نے فرمایا: ''جو شخص بھی اِن درختوں میں حاضر تھا، اُس نے یہ چیز اپنی دونوں آنکھوں سے دیکھی اور اپنے دونوں کانوں سے سُنی''۔

حدیث 14: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَرْزُوقٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُمَرَ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَلِيٍّ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَضَرَ الشَّجَرَةَ بِخُمٍّ فَخَرَجَ آخِذًا بِيَدِ عَلِيٍّ فَقَالَ: "يَا أَيُّهَا النَّاسُ! أَلَسْتُمْ تَشْهَدُونَ أَنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ رَبُّكُمْ؟". قَالُوا: "بَلَى". قَالَ: "أَلَسْتُمْ تَشْهَدُونَ أَنَّ اللهَ وَرَسُولَهُ أَوْلَى بِكُمْ مِنْ

أَنْفُسِكُمْ. وَأَنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ وَرَسُولَهُ مَوْلَيَاكُمْ؟". قَالُوا: "بَلَى". قَالَ: "فَمَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَإِنَّ هٰذَا مَوْلَاهُ". أَوْ قَالَ: "فَإِنَّ عَلِيًّا مَوْلَاهُ". -شَكَّ ابْنُ مَرْزُوقٍ- "إِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنْ أَخَذْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا: كِتَابَ اللهِ سَبَبُهُ بِأَيْدِيكُمْ، وَأَهْلَ بَيْتِي".

(حسن: شرح مشکل الآثار، رقم 1760؛ السنۃ لابن ابی عاصم رقم 1558؛ مسند بزار رقم 864 بسند ضعیف)

ترجمہ: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے فرزند حضرت عمر بن علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''خم'' کے پاس درختوں میں تشریف لائے۔ (قیام فرمایا)۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑے (اپنی قیام گاہ سے) باہر تشریف لاکر فرمایا: ''اے لوگو! کیا تم اس بات کی گواہی نہیں دیتے کہ اللہ تمہارا رب ہے''۔ لوگوں نے عرض کیا: ''جی ہاں! ہم گواہی دیتے ہیں''۔ پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تم اس بات کی گواہی نہیں دیتے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے نفسوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے مولا ہیں۔ تحقیق میں تم میں ایسی چیز کو چھوڑ رہا ہوں کہ اگر اس کو پکڑو گے، میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ وہ تمہارے ہاتھوں میں اللہ کی کتاب ہے اور میرے اہل بیت ہیں''۔

تنبیہ: اس حدیث کے ایک راوی پر محدثین کرام رحمہم اللہ نے جرح کی ہے۔

(حدیث ثقلین ص ۴۹۔ مصنف حضرت مولانا محمد نافع رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۴۳۶ھ)۔ ناشر: دار الکتاب، اردو بازار، لاہور۔ ۲۰۱۵)

14.7:۔ آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خصوصی عقیدت ومحبت کی مستحق

حدیث 15:۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ثُمَّ قَالَ: "وَأَهْلُ بَيْتِي أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي، أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي أَهْلِ

بَيْتِي، أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي". (مسلم رقم 36-2408)

ترجمہ پھر فرمایا: ''اور میرے گھر والے۔ میں تم کو اپنے گھر والوں کے بارے میں نصیحت کرتا ہوں۔ میں تم کو اپنے گھر والوں کے بارے میں نصیحت کرتا ہوں۔ میں تم کو اپنے گھر والوں کے بارے میں نصیحت کرتا ہوں''۔ (تین دفعہ ارشاد فرمایا)

حدیث 16:۔ إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمْ خَلِيفَتَيْنِ: كِتَابَ اللهِ حَبْلٌ مَمْدُودٌ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالأَرْضِ وَعِتْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي وَإِنَّهُمَا لَنْ يَتَفَرَّقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ. (حم طب) عن زيد بن ثابت.

قال القرطبي: وهذه الوصية وهذا التأكيد العظيم يقتضي وجوب احترام أهله وإبرارهم وتوقيرهم ومحبتهم وجوب الفروض المؤكدة التي لا عذر لأحد في التخلف عنها...........

(حم طب عن زيد بن ثابت) قال الهيثمي: رجاله موثقون ورواه أيضا أبو يعلى بسند لا بأس به والحافظ عبد العزيز بن الأخضر وزاد أنه قال في حجة الوداع.

(فيض القدير شرح الجامع الصغير، ج ۳ ص ۱۴ تحت رقم 2631)

ترجمہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میں تم میں دو جانشین اور نائب چھوڑنے والا ہوں: ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب اور دوسری میری عترت، میرے گھر والے (ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن اور اولاد رضی اللہ عنہم)۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہیں ہوں گے، یہاں تک کہ حوضِ کوثر پر مجھ سے آملیں گے''۔

حضرت امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں: ''اس وصیت نبوی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بار بار تاکید کا واجبی اور لازمی تقاضا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت سے محبت اور ان کی توقیر کی جائے، بلکہ یہ ایک فرض ہے جسے چھوڑنے والے کے لیے کوئی عذر قابل قبول نہیں ہے۔

□ اس وصیت نبوی کی اہمیت اور تقاضے کو خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بہت اچھی طرح سمجھا۔ ان کے عقیدت مند رہے۔ انھیں تکریم اور اعزاز سے نوازا اور لوگوں کو بھی اس بات کی دعوت دی۔ آپ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

حدیث 17: فَقَالَ: "وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ، لَقَرَابَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَصِلَ مِنْ قَرَابَتِيْ". (بخاری رقم 3712، 4035)

ترجمہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز واقارب کے ساتھ صلہ رحمی کرنا بہ نسبت اپنے عزیز واقارب کے مجھے زیادہ پسندیدہ ہے''۔

دوسری روایت میں ہے:

حدیث 18: أَخْبَرَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ وَاقِدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِيْ يُحَدِّثُ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، قَالَ: "ارْقُبُوْا مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ أَهْلِ بَيْتِهٖ".

(بخاری رقم 3713، 3751)

ترجمہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کے بارے میں خصوصی لحاظ کیا کرو''۔

☐ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قَوْلُهُ ارْقُبُوْا مُحَمَّدًا فِيْ أَهْلِ بَيْتِهٖ يُخَاطِبُ بِذٰلِكَ النَّاسَ وَيُوْصِيْهِمْ بِهٖ وَالْمُرَاقَبَةُ لِلشَّيْءِ الْمُحَافَظَةُ عَلَيْهِ يَقُوْلُ احْفَظُوْهُ فِيْهِمْ فَلَا تُؤْذُوْهُمْ وَلَا تسيئوا إِلَيْهِمْ. (فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج۷ ص۷۹)

ترجمہ اہل بیت کے حقوق رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ انھیں کسی طرح تکلیف نہ دو اور ان کے ساتھ بدسلوکی نہ کرو۔

پس اہل بیت سے محبت کرنا اہل السنت والجماعت کے بنیادی عقائد میں شامل ہے۔

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَكَذٰلِكَ "آلُ بَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" لَهُمْ مِنَ الْحُقُوْقِ مَا يَجِبُ رِعَايَتُهَا، فَإِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ لَهُمْ حَقًّا فِي الْخُمُسِ وَالْفَيْءِ وَأَمَرَ بِالصَّلَاةِ عَلَيْهِمْ مَعَ الصَّلَاةِ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ لَنَا: "قُوْلُوْا: أَللّٰهُمَّ! صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ

إِبْرَاهِيمَ. إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ. وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ. إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ".

وَآلُ مُحَمَّدٍ هُمُ الَّذِينَ حَرُمَتْ عَلَيْهِمُ الصَّدَقَةُ. هٰكَذَا قَالَ الشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَغَيْرُهُمَا مِنَ الْعُلَمَاءِ -رَحِمَهُمُ اللهُ- فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَّلَا لِآلِ مُحَمَّدٍ". وَقَدْ قَالَ اللهُ تَعَالَى فِي كِتَابِهِ: "إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا". وَحَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِمُ الصَّدَقَةَ لِأَنَّهَا أَوْسَاخُ النَّاسِ.

(مجموع الفتاوی بن تیمیة، ج ۳ ص ۴۰۷، ۴۰۸)

ترجمہ: اسی طرح آل بیت رسول اللہ ﷺ کے حقوق ہیں جن کی رعایت رکھنا واجب ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کا حق خمس اور مالِ فئے میں رکھا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز میں ان پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ہمیں ارشاد فرمایا ہے:

أَللّٰهُمَّ! صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَّعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ، وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ. إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ. أَللّٰهُمَّ! بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَّعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ، وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ. إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ".

ترجمہ: اے اللہ! اپنی خاص عنایت ورحمت فرما حضرت محمد ﷺ پر اور حضرت محمد ﷺ کے گھر والوں پر، جیسے کہ تو نے عنایت ورحمت فرمائی حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر والوں پر۔ تو حمد وستائش کا سزاوار اور عظمت وبزرگی والا ہے۔ اے اللہ! اپنی خاص برکتیں نازل فرما حضرت محمد ﷺ پر اور حضرت محمد ﷺ کے گھر والوں پر، جیسے کہ تو نے عنایت ورحمت فرمائی حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر والوں پر۔ تو حمد وستائش کا سزاوار اور عظمت وبزرگی والا ہے۔

آل محمد وہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔ ایسا ہی حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے علمائے کرام رحمہم اللہ نے فرمایا ہے۔ اس لیے کہ نبی اکرم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ''صدقہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آل محمد کے لیے حلال نہیں ہے''۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

آیت 16:- إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيراً۔ (الاحزاب:۳۳)

ترجمہ اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت! (گھر والو!) اللہ تعالیٰ تو یہ چاہتا ہے کہ تم سے گندگی کو دُور رکھے، اور تمہیں ایسی پاکیزگی عطا کرے جو ہر طرح مکمل ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ان پر صدقہ اس لیے حرام کیا ہے کہ وہ لوگوں کی میل کچیل ہے۔

2 حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَكَذٰلِكَ أَهْلُ بَيْتِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَجِبُ مَحَبَّتُهُمْ وَمُوَالَاتُهُمْ وَرِعَايَةُ حَقِّهِمْ. (مجموع الفتاوی،بن تیمیة، ج۲۸ ص۴۹۱)

ترجمہ اسی طرح اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت واجب ہے۔ ان سے اچھی عقیدت رکھنا اور ان کے حقوق کی رعایت رکھنا واجب ہے۔

3 حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَلَا تُنْكَرُ الْوَصَاةُ بِأَهْلِ الْبَيْتِ، وَالْأَمْرُ بِالْإِحْسَانِ إِلَيْهِمْ، وَاحْتِرَامِهِمْ وَإِكْرَامِهِمْ، فَإِنَّهُمْ مِنْ ذُرِّيَّةٍ طَاهِرَةٍ، مِنْ أَشْرَفِ بَيْتٍ وُجِدَ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ، فَخْرًا وَحَسَبًا وَنَسَبًا، وَلَا سِيَّمَا إِذَا كَانُوا مُتَّبِعِينَ لِلسُّنَّةِ النَّبَوِيَّةِ الصَّحِيحَةِ الْوَاضِحَةِ الْجَلِيَّةِ، كَمَا كَانَ عَلَيْهِ سَلَفُهُمْ، كَالْعَبَّاسِ وَبَنِيهِ، وَعَلِيٍّ وَأَهْلِ بَيْتِهِ وَذُرِّيَّتِهِ، رَضِيَ اللهُ عنهم أجمعين.

(تفسیر القرآن العظیم، لابن کثیر، ج۷ ص۲۰۱)

ترجمہ اہل بیت کے ساتھ وصایا اور ان کے ساتھ حسن سلوک، ان کے ساتھ احترام و اعزاز کا انکار نہیں ہے۔ کیونکہ وہ ایک پاکیزہ نسل سے ہیں۔ ان کا گھرانہ پوری زمین میں سب سے زیادہ عزت و شرف والا گھرانہ ہے۔ وہ سب سے زیادہ فخر و اعزاز، حسب ونسب والے ہیں۔ خصوصاً جب وہ صحیح اور روشن سنت نبوی کی اتباع کرنے والے ہوں، جیسا کہ ان کے سلف صالحین جیسے حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد، حضرت علی

رضی اللہ عنہ، اہل بیت نبوی اور ان کی اولاد ہیں۔

4 حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۹۷ھ) فرماتے ہیں:

۱ اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحابِ کرام رضی اللہ عنہم ہمارے حق میں تو دونوں مثل چشم و گوش قابلِ اتباع ہیں۔ اُن کی محبت ان کا اعتقاد ایمان کے لیے ایسے ہیں جیسے (اڑنے والے) جانور کے دو پر۔ اڑے تو دونوں سے اڑے اور ایک بھی نہ ہو تو گر پڑے۔

۲ اہل السنت والجماعت تمام اہل بیت کے بہزار دل وجان محبت و تعظیم کرنے والے ہیں۔ جتنی محبت اہل بیت کی ہو سکے فخر و عزت ہے۔

(اجوبۂ اربعین ص ۵۶، ۱۲۶۔ مؤلف: حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۹۷ھ)۔ مقدمہ وتصحیح: حضرت مولانا صوفی عبد الحمید سواتی رحمۃ اللہ علیہ۔ الناشر: ادارۂ نشر واشاعت، مدرسہ نصرت العلوم، گوجرانوالہ، ۲۰۱۳ء)

5 حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۴۳۰ھ) فرماتے ہیں:

''ہر صحیح العقیدہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہے''۔ (شوق حدیث ص ۱۶۴)

مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں:

1 فضائل اہل بیت رضی اللہ عنہم حصہ اول: اہلِ بیت اور ان کی محبت وعظمت
2 فضائل اہل بیت رضی اللہ عنہم، حصہ دوم: فضائلِ اُمہات المؤمنین رضی اللہ عنہن
3 فضائل اہل بیت رضی اللہ عنہم، حصہ سوم: فضائلِ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا
4 فضائل اہل بیت رضی اللہ عنہم، حصہ چہارم: فضائلِ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
5 فضائل اہل بیت رضی اللہ عنہم، حصہ پنجم: فضائلِ ذریتِ طاہرہ نبویہ رضی اللہ عنہم
6 فضائل اہل بیت رضی اللہ عنہم، حصہ ششم: فضائلِ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا
7 فضائل اہل بیت رضی اللہ عنہم، حصہ ہفتم: فضائلِ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
8 فضائل اہل بیت رضی اللہ عنہم، حصہ ہشتم: فضائلِ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما

باب 15

خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

15.1: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت ایمان ہے اور ان سے بغض کفر ہے

1 حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بہت بڑی چیز ہے۔ اس اُمت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا رتبہ سب سے بڑا ہے۔ ایک لمحہ کے لیے بھی جس کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل ہوگئی۔ بعد میں آنے والوں میں بڑے سے بڑا بھی اس کے برابر نہیں ہوسکتا۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ عقیدہ طحاویہ میں فرماتے ہیں:

وَنُحِبُّ أَصْحَابَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا نُفَرِّطُ فِي حُبِّ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَلَا نَتَبَرَّأُ مِنْ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَنُبْغِضُ مَنْ يُّبْغِضُهُمْ وَبِغَيْرِ الْخَيْرِ يَذْكُرُهُمْ وَلَا نَذْكُرُهُمْ إِلَّا بِخَيْرٍ وَحُبُّهُمْ دِينٌ وَإِيمَانٌ وَإِحْسَانٌ وَبُغْضُهُمْ كُفْرٌ وَنِفَاقٌ وطغيانٌ۔ (العقيدة الطحاوية، ص ۸۱ رقم 93)

ترجمہ: ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت رکھتے ہیں اور ان میں سے کسی ایک کی محبت میں بھی کمی نہیں کرتے اور کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے اظہارِ بیزاری نہیں کرتے اور جو ان سے بغض رکھے اور ان کا ذکر ناحق طریقے سے کرے، ہم اس سے بغض رکھتے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر فقط خیر اور بھلائی کے ساتھ کرتے ہیں۔ ان کی محبت دین، ایمان اور احسان ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغض اور نفرت کفر ہے۔

(یعنی جب ان کے ساتھ بغض کے باعث آدمی قرآن میں تحریف کا قول کرنے لگے یا قرآن کی تصریحات کی مخالفت کرنے لگے مثلاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان باندھے) اور (اگر صرف بغض ہی پر رہے قرآن میں تحریف نہ کرے اور اس کی تصریحات کی مخالفت نہ کرے تو) نفاق عملی اور فسق وسرکشی ہے۔

15.2:۔تمام انسانوں میں انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا درجہ اور مرتبہ ہے

جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء سے بہتر اور افضل ہیں، اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت تمام امتوں سے افضل اور بہتر ہے۔

آیت 1:۔ كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ. (سورۃ آل عمران:۱۱۰)

ترجمہ (مسلمانو!) تم وہ بہترین اُمت ہو جو لوگوں کے فائدے کے لیے وجود میں لائی گئی ہے۔

قرآن کریم کی نص صریح ہے اور تمام امت میں سے افضل اور بہتر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طبقہ ہے۔تمام اہل السنت والجماعت کا یہ اجماعی عقیدہ ہے کہ تمام انسانوں میں انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا درجہ اور مرتبہ ہے۔وہ بلاشبہ مومن کامل اور صحیح اسلام والے تھے۔معاذ اللہ! وہ منافق نہ تھے۔ان کا خاتمہ ایمان واسلام پر ہوا۔قیامت تک کوئی شخص ان کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔جس طرح کوئی ولی نبی علیہ السلام کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا، اسی طرح کوئی ولی صحابہ رضی اللہ عنہم کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا۔

15.3:۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دو بنیادی درجات

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی سبقتِ اسلام اور جانی و مالی قربانیوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور غزوات میں شرکت اور علم و فہم کے اعتبار سے مختلف درجوں والے ہیں۔ان کے دو بنیادی درجے ہیں:

1 وہ حضرات جن کو نبی اکرم ﷺ کی خاصی حد تک صحبت میسر آئی اور وہ آپ ﷺ کے ساتھ غزوات میں بھی شریک ہوئے۔

قرآن وحدیث میں ان کی بڑی تعریفیں اور ان کے لئے بڑی بشارتیں وارد ہوئی ہیں:

آیت 2: وَالسَّابِقُوْنَ الأَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالأَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُم بِإِحْسَانٍ. رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ. وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الأَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا أَبَداً. ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ. (التوبہ:۱۰۰)

ترجمہ اور مہاجرین رضی اللہ عنہم اور انصار رضی اللہ عنہم میں سے جو لوگ پہلے ایمان لائے، اور جنہوں نے نیکی کے ساتھ اُن کی پیروی کی۔ اللہ تعالیٰ اُن سب سے راضی ہو گیا ہے، اور وہ اُس سے راضی ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہی بڑی زبردست کامیابی ہے۔

آیت 3: لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا مَعَهُ جَاهَدُوْا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَأُولٰئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ. وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ. أَعَدَّ اللهُ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الأَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا. ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ.

(التوبہ:۸۸،۸۹)

ترجمہ لیکن رسول ﷺ اور جو لوگ اُن کے ساتھ ایمان لائے ہیں، انہوں نے اپنے مال اور اپنی جانوں سے جہاد کیا ہے۔ اُنہی کے لیے ساری بھلائیاں ہیں، اور یہی لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے وہ باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، جن میں یہ ہمیشہ رہیں گے، اور یہ بڑی زبردست کامیابی ہے۔

آیت 4: لَقَدْ رَضِيَ اللهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحاً قَرِيْباً. (الفتح:۱۸)

ترجمہ یقیناً اللہ تعالیٰ ان مومنوں سے بڑا خوش ہوا جب وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کر

رہے تھے، اوران کے دلوں میں جو کچھ تھا وہ بھی اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا۔ اس لیے اُس نے اُن پر سکینت اُتار دی، اور اُن کو انعام میں ایک قریبی فتح عطا فرمادی۔

2 وہ حضرات جن کو بہت کم صحبت میسر آئی یا ان کو ایمان کی حالت میں نبی اکرم ﷺ کی صرف زیارت نصیب ہوئی اور پھر موت تک وہ ایمان پر رہے۔ ان لوگوں کا درجہ بھی ہر غیر صحابی ولی سے بڑا ہے۔

حدیث 1:۔عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "خَيْرُ أُمَّتِيْ قَرْنِيْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ. ثُمَّ إِنَّ بَعْدَهُمْ قَوْمًا يَّشْهَدُوْنَ وَلَا يُسْتَشْهَدُوْنَ وَيَخُوْنُوْنَ وَلَا يُؤْتَمَنُوْنَ وَيَنْذُرُوْنَ وَلَا يَفُوْنَ وَيَظْهَرُ فِيْهِمُ السِّمَنُ. وَفِيْ رِوَايَةٍ: "وَيَحْلِفُوْنَ وَلَا يُسْتَحْلَفُوْنَ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. (مشکوٰۃ رقم 6010)

ترجمہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''سب لوگوں سے بہتر میرا قرن ہے (جنہوں نے مجھے پایا اور مجھ پر ایمان لائے)۔ پھر ان کا جو ان سے قریب ہیں (یعنی تابعین رحمہم اللہ)۔ پھر ان کا جو ان سے قریب ہیں (یعنی تبع تابعین رحمہم اللہ)۔ پھر ان کے بعد ایسی قوم آئے گی جو گواہی دیں گی حالانکہ ان سے گواہی طلب نہیں کی جائے گی۔ (دوسری روایت میں ہے کہ وہ لوگ بغیر قسم مانگے بھی قسم اٹھائیں گے) اور (خیر القرون کے بعد آنے والے) لوگ خیانت کریں گے، اور امانت میں ان پر اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ اور وہ لوگ نذریں مانیں گے اور ان کو پورا نہیں کریں گے۔ اور ان میں موٹاپا خوب ظاہر ہوگا'' (یعنی فکرِ آخرت سے غافل اور حلال وحرام سے بے نیاز ہو کر خوب کھائیں گے)۔

15.4:۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خصوصیات

(ا) اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے رسول اللہ ﷺ کے متبع اور پیروکار ہونے کا آپ ﷺ سے کہلوایا اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔

آیت 5:۔قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ أَدْعُوْٓا إِلَى اللهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ. وَسُبْحٰنَ اللهِ

وَمَآ أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ (یوسف:۱۰۸)

ترجمہ (اے پیغمبر!) کہہ دو کہ: ''یہ میرا راستہ ہے۔ میں بھی پوری بصیرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہوں، اور جنہوں نے میری پیروی کی ہے وہ بھی۔ اور اللہ تعالیٰ (ہر قسم کے شرک سے) پاک ہے، اور میں اُن لوگوں میں سے نہیں ہوں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتے ہیں''۔

☆ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوتا ہے۔ قرآن، پاک میں ہے۔

آیت 6: قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ (آل عمران:۳۱)

ترجمہ (اے پیغمبر! لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خاطر تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ بہت معاف کرنے والا، بڑا مہربان ہے۔

(۲) وہ کفار پر بڑے سخت اور آپس میں بڑے مہربان ہیں۔

(۳) وہ بڑے عبادت گزار ہیں اور محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے طلبگار ہیں۔

(۴) ان کی مدح وستائش تورات اور انجیل میں بھی وارد ہوئی ہے۔

(۵) یہ کفار کے دل جلانے کا سبب ہیں۔

(٦) اللہ تعالیٰ نے ان کو مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ دیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ وہ مرتے دم تک ایمان اور عمل صالح پر تھے۔

آیت 7: مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ أَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ أَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّأَجْرًا عَظِيْمًا۝ (الفتح:۲۹)

ترجمہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اور جو لوگ اُن کے ساتھ ہیں، وہ کافروں کے مقابلے میں سخت ہیں۔ (اور) آپس میں ایک دوسرے کے لیے رحم دِل ہیں۔ تم اُنہیں دیکھو گے کہ کبھی رُکوع میں ہیں، کبھی سجدے میں۔ (غرض) اللہ تعالیٰ کے فضل اور خوشنودی کی تلاش میں لگے ہوئے ہیں۔ اُن کی علامتیں سجدے کے اثر سے اُن کے چہروں پر نمایاں ہیں۔ یہ ہیں اُن کے وہ اوصاف جو تورات میں مذکور ہیں۔ اور انجیل میں اُن کی مثال یہ ہے کہ جیسے ایک کھیتی ہو جس نے اپنی کونپل نکالی، پھر اُس کو مضبوط کیا، پھر وہ موٹی ہوگئی۔ پھر اپنے تنے پر اس طرح سیدھی کھڑی ہوگئی کہ کاشتکار اُس سے خوش ہوتے ہیں، تاکہ اللہ ان (کی اس ترقی) سے کافروں کے دِل جلائے۔ یہ لوگ جو ایمان لائے ہیں، اور انہوں نے نیک عمل کیے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان سے مغفرت اور زبردست ثواب کا وعدہ کرلیا ہے۔

(۷) اللہ تعالیٰ نے ایمان ان کو محبوب کردیا ہے اور اسے ان کے دلوں کی زینت بنادیا ہے۔

(۸) اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں کفر وفسق اور نافرمانی کی نفرت بٹھادی ہے۔ وہ لوگ نیک راہ والے ہیں۔

آیت 8:۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِیْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۭ لَوْ یُطِیْعُكُمْ فِیْ كَثِیْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَیْكُمُ الْاِیْمَانَ وَزَیَّنَهٗ فِیْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَیْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ ۭ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ○ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ۭ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ○ (الحجرات:۷،۸)

ترجمہ اور یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود ہیں۔ بہت سی باتیں ہیں جن میں وہ اگر تمہاری بات مان لیں تو خود تم مشکل میں پڑ جاؤ۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تمہارے دل میں ایمان کی محبت ڈال دی ہے، اور اُسے تمہارے دلوں میں پُرکشش بنادیا ہے، اور تمہارے اندر کفر کی اور گناہوں اور نافرمانی کی نفرت بٹھادی ہے۔ ایسے ہی لوگ ہیں جو ٹھیک راستے پر آچکے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل اور نعمت کا نتیجہ ہے، اور اللہ تعالیٰ علم کا بھی مالک ہے، حکمت کا بھی مالک۔

(۹) اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ لازم کر دیا اور وہی اس کے سب سے زیادہ لائق تھے۔

آیت 9:۔ إِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهُ عَلٰى رَسُوْلِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا ۔ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْماً ۔ (الفتح:۲۶)

ترجمہ جب ان کافروں نے اپنے دِلوں میں اُس حمیت کو جگہ دی جو جاہلیت کی حمیت تھی تو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں پر سکینت نازل فرمائی، اور اُن کو تقویٰ کی بات پر جمائے رکھا، اور وہ اسی کے زیادہ حق دار اور اس کے اہل تھے، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

(۱۰) قرآن نے ان کے کامیاب اور جنتی ہونے کا بیان کیا:

آیت 10:۔ لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا مَعَهُ جَاهَدُوْا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَأُولٰئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ ۔ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔ أَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا ۔ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۔ (التوبہ:۸۸،۸۹)

ترجمہ لیکن رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور جو لوگ اُن کے ساتھ ایمان لائے ہیں، انہوں نے اپنے مال اور اپنی جانوں سے جہاد کیا ہے۔ اُنہی کے لیے ساری بھلائیاں ہیں، اور یہی لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے وہ باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، جن میں یہ ہمیشہ رہیں گے، اور یہ بڑی زبردست کامیابی ہے۔

(۱۱) اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اپنی رضامندی کا اعلان فرمایا۔

آیت 11:۔ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحاً قَرِيْباً ۔ (الفتح:۱۸)

ترجمہ یقیناً اللہ تعالیٰ ان مومنوں سے بڑا خوش ہوا جب وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کر رہے تھے، اور ان کے دلوں میں جو کچھ تھا وہ بھی اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا۔ اس لیے اُس

نے اُن پر سکینت اُتار دی، اور اُن کو انعام میں ایک قریبی فتح عطا فرما دی۔

(۱۲) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معیارِ حق اور واجب الاتباع ہیں۔

آیت 12: فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوْا. وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ. فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللهُ. وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ. (البقرہ: ۱۳۷)

ترجمہ اس کے بعد اگر یہ لوگ بھی اسی طرح ایمان لے آئیں جیسے تم ایمان لائے ہو تو یہ راہِ راست پر آ جائیں گے۔ اور اگر یہ منہ موڑ لیں تو درحقیقت وہ دُشمنی میں پڑ گئے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ تمہاری حمایت میں عنقریب ان سے نمٹ لے گا، اور وہ ہر بات سننے والا، ہر بات جاننے والا ہے۔

☆ اس آیت میں ایمانیات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان کو معیار بنایا گیا ہے اور تمام انسانوں کے لئے ہدایت کو ان کے جیسا ایمان لانے کے ساتھ مشروط کیا ہے۔

آیت 13: وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَداً. ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ. (التوبہ: ۱۰۰)

ترجمہ اور مہاجرین رضی اللہ عنہم اور انصار رضی اللہ عنہم میں سے جو لوگ پہلے ایمان لائے، اور جنہوں نے نیکی کے ساتھ اُن کی پیروی کی۔ اللہ تعالیٰ اُن سب سے راضی ہو گیا ہے، اور وہ اُس سے راضی ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہی بڑی زبردست کامیابی ہے۔

(۱۳) اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکومت و خلافت کا وعدہ دیا۔

آیت 14: وَعَدَ اللهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْناً. يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئاً. وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ. (النور: ۵۵)

ترجمہ تم میں سے جو لوگ ایمان لے آئے ہیں، اور جنہوں نے نیک عمل کئے ہیں، ان سے

اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں ضرور زمین میں اپنا خلیفہ بنائے گا، جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو بنایا تھا۔ اور ان کے لیے اُس دین کو ضرور اقتدار بخشے گا جسے ان کے لیے پسند کیا ہے۔ اور ان کو جو خوف لاحق رہا ہے، اس کے بدلے انہیں ضرور امن عطا کرے گا۔ (بس) وہ میری عبادت کریں، میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں اور جو لوگ اس کے بعد بھی ناشکری کریں گے، تو ایسے لوگ نافرمان ہوں گے۔

☆ یہ آیت، آیتِ استخلاف کہلاتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ تک چاروں خلفاء رضی اللہ عنہم کی خلافت کے وعدۂ الٰہی کے مطابق ہونے پر واضح دلیل ہے۔ اسی آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ان چاروں خلفاء رضی اللہ عنہم کے زمانے میں جو احکام نافذ ہوئے، وہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین تھا۔

(۱۴) حکومت وخلافت ملنے کے بعد ان کے حالات کیا ہوں گے۔

آیت 15: اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۗ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ. (الحج:۴۱)

ترجمہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں، اور زکوٰۃ ادا کریں، اور برائی سے روکیں۔ اور تمام کاموں کا انجام اللہ تعالیٰ ہی کے قبضے میں ہے۔

(۱۵) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت تک خلافت راشدہ ہے:

حدیث 2: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ النُّعْمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَشْرَجُ بْنُ نُبَاتَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُمْهَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي سَفِينَةُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلْخِلَافَةُ فِي أُمَّتِي ثَلَاثُونَ سَنَةً، ثُمَّ مُلْكٌ بَعْدَ ذٰلِكَ. ثُمَّ قَالَ لِي سَفِينَةُ: أَمْسِكْ خِلَافَةَ أَبِي بَكْرٍ، وَخِلَافَةَ عُمَرَ، وَخِلَافَةَ عُثْمَانَ. ثُمَّ قَالَ لِي: أَمْسِكْ خِلَافَةَ عَلِيٍّ. قَالَ: فَوَجَدْنَاهَا ثَلَاثِينَ سَنَةً.

(صحیح: ترمذی رقم 2226؛ سنن ابی داؤد رقم 4646، 4647؛ مسند ابی داؤد طیالسی رقم 1203؛ الفتن لنعیم بن حماد رقم 1940؛ مسند احمد رقم 21919، 21923، 21928؛ الآحاد والمثانی،

لابن أبي عاصم رقم 140؛ السنة. لابن أبي عاصم رقم 1185؛ سنن کبریٰ نسائی رقم 8099؛ مسند الرؤیانی رقم 668؛ السنة. لأبي بکر ابن الخلّال رقم 629، 640، 641؛ من حدیث خیثمة بن سلیمان القرشي الأطرابلسي ص ۱۰۷؛ الشریعة للآجری رقم 1178، 1179؛ فضائل الخلفاء الأربعة وغیرھم لأبي نعیم الأصبھاني رقم 218؛ الاعتقاد، بیہقی، ص 333؛ المدخل إلی السنن الکبری، بیہقی رقم 52؛ ابن حبان رقم 6657، 6943)

ترجمہ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت میں (منہاج نبوت پر اور پورے پورے دین کے مطابق) خلافت تیس (30) سال رہے گی، پھر اس کے بعد بادشاہت ہوگی''۔ (حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کے شاگردؒ کہتے ہیں) پھر مجھ سے حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اپنی انگلیوں پر گنو، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا (دور) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت (کا دور) اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت (کا دور)۔ پھر کہا: انگلیوں پر گنو، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت (کا دور)۔ کہتے ہیں کہ ہم نے (شمار کیا تو اس پوری مدت کو ہم نے) تیس (30) سال پایا۔

15.5: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمتِ شان

1 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت اس اُمت کا افضل ترین، مقدس ترین، تقی القلب اور راضی ومرضی عند اللہ طبقہ ہے۔ اس لیے بلا استثناء سب کے سب متقن، عدول اور پاک باطن ہیں۔ اُمت کا کوئی بڑے سے بڑا ولی اور اونچا سے اونچا ربانی ان کے مقام کو نہیں پہنچ سکتا۔

2 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرقوں کے حق وباطل کے لیے معیارِ حق ہیں۔ اس لیے وہ اُمت کے حق میں ناقد ہیں، نہ کہ منقود۔ کسوٹی ناقد ہوتی ہے، نہ کہ تنقید طلب، ورنہ وہ کسوٹی نہیں رہ سکتی۔ اس لیے وہ دین کے بارے میں تنقید سے بالاتر ہیں۔

حدیث 3: ''أَصْحَابِي كَالنُّجُومِ، فَبِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ''. رَوَاهُ رَزِينٌ.

(مشکوٰۃ رقم 6018)

□ حَدَّثَنِي أَبُو يُوسُفَ يَعْقُوبُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو يَحْيَى زَكَرِيَّا بْنُ

يَحْيَى السَّاجِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْحَاقَ الْأَنْوَارِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو شِهَابٍ، عَنْ حَمْزَةَ بْنِ أَبِي حَمْزَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّمَا أَصْحَابِي كَالنُّجُومِ، فَبِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ".

(الإبانة الكبرى لابن بطة، رقم 702)

□ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: نا عَبْدُ بْنُ أَحْمَدَ، ثنا عَلِيُّ بْنُ عُمَرَ، ثنا الْقَاضِي أَحْمَدُ بْنُ كَامِلٍ، ثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ رَوْحٍ، ثنا سَلَّامُ بْنُ سُلَيْمٍ، ثنا الْحَارِثُ بْنُ غُصَيْنٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَصْحَابِي كَالنُّجُومِ بِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ". قَالَ أَبُو عُمَرَ: "هٰذَا إِسْنَادٌ لَا تَقُومُ بِهِ حُجَّةٌ؛ لِأَنَّ الْحَارِثَ بْنَ غُصَيْنٍ مَجْهُولٌ". (جامع بيان العلم وفضله، رقم 1760)

روى من حديث عمر ومن حديث ابن عمر ومن حديث ابن عباس ومن حديث جابر ومن حديث أنس ومن حديث أبي هريرة ومن حديث جواب بن عبيد الله مرسلا.

□ قَالَ الْبَيْهَقِيُّ رَحِمَهُ اللهُ: هٰذَا حَدِيثٌ مَتْنُهُ مَشْهُورٌ، وَأَسَانِيدُهُ ضَعِيفَةٌ. لَمْ يَثْبُتْ فِي هٰذَا إِسْنَادٌ. وَاللهُ أَعْلَمُ. (المدخل إلى السنن الكبرى، ص ١٦٣، رقم 154)

□ وَأَثْنَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَى آلِهِ عَلَيْهِمْ وَشَبَّهَهُمْ بِالنُّجُومِ، وَنَبَّهَ بِذٰلِكَ أُمَّتَهُ إِلَى الِاقْتِدَاءِ بِهِمْ فِي أُمُورِ دِينِهِمْ كَمَا يَهْتَدُونَ بِالنُّجُومِ فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ فِي مَصَالِحِهِمْ. فَقَالَ مَا أَخْبَرَنَا السَّيِّدُ أَبُو الْحَسَنِ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ دَاوُدَ الْعَلَوِيُّ، ثنا أَبُو حَامِدِ بْنِ الشَّرْقِيِّ، ثنا أَبُو صَالِحٍ أَحْمَدُ بْنُ مَنْصُورٍ زَاجٌ، ثنا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْجُعْفِيُّ، عَنْ مُجَمِّعِ بْنِ يَحْيَى، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ يَعْنِي سَعِيدَ بْنَ أَبِي بُرْدَةَ بْنِ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ: صَلَّيْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَغْرِبَ فَقُلْنَا: لَوِ انْتَظَرْنَا حَتَّى نُصَلِّيَ مَعَهُ الْعِشَاءَ. قَالَ: فَفَعَلْنَا. فَخَرَجَ إِلَيْنَا. فَقَالَ: "مَا زِلْتُمْ هَاهُنَا"؟ فَقُلْنَا: "نَعَمْ يَا رَسُولَ اللهِ!". قُلْنَا: "نُصَلِّي مَعَكَ الْعِشَاءَ".

قَالَ: "أَصَبْتُمْ وَأَحْسَنْتُمْ". ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ، فَقَالَ: "النُّجُومُ أَمَنَةٌ لِلسَّمَاءِ، فَإِذَا ذَهَبَتِ النُّجُومُ أَتَى أَهْلَ السَّمَاءِ مَا يُوعَدُونَ، وَأَنَا أَمَنَةٌ لِأَصْحَابِي، فَإِذَا ذَهَبْتُ أَنَا أَتَى أَصْحَابِي مَا يُوعَدُونَ، وَأَصْحَابِي أَمَنَةٌ لِأُمَّتِي فَإِذَا ذَهَبَ أَصْحَابِي أَتَى أُمَّتِي مَا يُوعَدُونَ". وَرُوِيَ عَنْهُ فِي حَدِيثٍ مَوْصُولٍ بِإِسْنَادٍ آخَرَ غَيْرِ قَوِيٍّ، وَفِي حَدِيثٍ مُنْقَطِعٍ أَنَّهُ قَالَ: "إِنَّ مَثَلَ أَصْحَابِي كَمَثَلِ النُّجُومِ فِي السَّمَاءِ، مَنْ أَخَذَ بِنَجْمٍ مِنْهَا اهْتَدَى". وَالَّذِي رُوِّينَاهُ هَاهُنَا مِنَ الْحَدِيثِ الصَّحِيحِ يُؤَدِّي بَعْضَ مَعْنَاهُ.

(الاعتقاد والهداية إلى سبيل الرشاد، ص318، 319)

قُلْت: صَدَقَ الْبَيْهَقِيُّ، هُوَ يُؤَدِّي صِحَّةَ التَّشْبِيهِ لِلصَّحَابَةِ بِالنُّجُومِ خَاصَّةً، أَمَّا فِي الِاقْتِدَاءِ فَلَا يَظْهَرُ فِي حَدِيثِ أَبِي مُوسَى، نَعَمْ يُمْكِنُ أَنْ يَتَلَمَّحَ ذَلِكَ مِنْ مَعْنَى الِاهْتِدَاءِ بِالنُّجُومِ، وَظَاهِرُ الْحَدِيثِ إِنَّمَا هُوَ إِشَارَةٌ إِلَى الْفِتَنِ الْحَادِثَةِ بَعْدَ انْقِرَاضِ عَصْرِ الصَّحَابَةِ، مِنْ طَمْسِ السُّنَنِ، وَظُهُورِ الْبِدَعِ، وَفُشُوِّ الْفُجُورِ فِي أَقْطَارِ الْأَرْضِ، وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ.

(التلخيص الحبير في تخريج أحاديث الرافعي الكبير ج ۴ ص ۴۶۳، ۴۶۴)

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ رَحِمَهُ اللهُ: وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: "أَصْحَابِي كَالنُّجُومِ بِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ". قُلْتُ: فَلَوْ فَعَلَ إِنْسَانٌ فِعْلًا كَانَ لَهُ فِيهِ قُدْوَةٌ بِأَحَدٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ عَلَى الطَّرِيقِ الْمُسْتَقِيمِ، وَمَنْ فَعَلَ فِعْلًا يُخَالِفُ فِيهِ الصَّحَابَةَ فَنَعُوذُ بِاللهِ مِنْهُ، مَا أَسْوَأَ حَالَهُ.

(الشريعة للآجُرّي، ج ۴ ص ۱۶۹۰، ۱۶۹۱ تحت رقم 1166)

ترجمہ: میرے صحابہ رضی اللہ عنہم ستاروں کی مانند ہیں۔ پس ان میں سے جس کسی کی بھی اقتدا کرو گے، ہدایت پا جاؤ گے۔

3 اس معیاریت اور افضلیت کی پہلی علامت بلا استثناء ان کی محبت وعقیدت ہے، جب کہ اُمت کا تعلق ان سے محض تاریخی یا روایتی نہیں، بلکہ عشقی ہے، جو منشاء حدیث ہے۔

4 ان کے اختلاف ومشاجرات کو اچھالنا اور ان میں رائے زنی کرنا زیغ باطن کی

علامت ہے۔

5 ان کے اختلافات میں حق و باطل کا تقابل نہیں، بلکہ خطاء وصواب کا ہے اور اجتہادی اُمور میں خطا پر بھی اجر ملتا ہے۔اس لیے اس پر معصیت کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد کوئی طبقہ بحیثیت طبقہ ایسا نہیں ہے کہ پورے طبقہ کو پاک باطن اور بلا استثناء متقن وعدول کہا جائے۔

(علماء دیوبند کا دینی رُخ اور مسلکی مزاج ص ۱۲۵۔المؤلف: قاری محمد طیب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۴۰۳ھ) ۔ادارۂ اسلامیات، کراچی، لاہور، ۱۴۳۸ھ)

15.6:۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں فرقِ مراتب

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں مہاجرین رضی اللہ عنہم اور انصار رضی اللہ عنہم کا مرتبہ باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے زیادہ ہے۔مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم میں اہل حدیبیہ رضی اللہ عنہم کا مرتبہ سب سے بڑھ کر ہے ،اور اہل حدیبیہ رضی اللہ عنہم میں اہل بدر رضی اللہ عنہم کا، پھر اہل بدر رضی اللہ عنہم میں عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم کا، پھر عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا رتبہ سب سے زیادہ ہے۔

15.7:۔خلفاءراشدین رضی اللہ عنہم کی فضیلت ترتیبِ خلافت کے موافق ہے

تمام اہل حق کا اس پر اجماع ہے کہ پیغمبروں کے بعد تمام انسانوں میں افضل اور خاتم الانبیاء علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد امام برحق اور خلیفہ مطلق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ ، ان کے بعد حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ان کی فضیلت ان کی خلافت کی ترتیب کے موافق ہیں۔

1 بزرگ تابعی حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہی عمدہ بات کہی ہے:

حدیث 4: ۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دَاوُدَ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، قَالَ: "مَا أَظُنُّ رَجُلًا يَنْتَقِصُ أَبَا

بَكْرٍ وَعُمَرَ يُحِبُّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ". هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ.

(ترمذی رقم 3685)

ترجمہ حضرت محمد بن سیرین عَلیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ''میں کسی آدمی کو نہیں جانتا جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تنقیص کرے اور حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھتا ہو''۔

2 حضرت امام طحاوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

وَنُثْبِتُ الْخِلَافَةَ بَعْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلًا لِأَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ تفضيلا له وتقديما على جميع الأمة، ثُمَّ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، ثم لعثمان رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، ثُمَّ لِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وهم الخلفاء الراشدون والأئمة المهديون.

(العقيدة الطحاوية، ص۸۱ رقم 94)

ترجمہ ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خلافت کو سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے ثابت مانتے ہیں۔ اس لیے کہ وہ تمام اُمت سے فضیلت اور اسلام میں مقدم ہونے کے لحاظ سے فائق ہیں۔ پھر ان کے بعد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، پھر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، پھر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے لیے ثابت مانتے ہیں۔ یہ سب خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور ہدایت یافتہ ائمہ ہیں، جنہوں نے حق کے ساتھ فیصلے کیے اور حق کے ساتھ ہی عدل و انصاف قائم کرتے تھے۔

3 فقہ اکبر میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَأفضل النَّاس بعد النَّبِيِّين عَلَيْهِم الصَّلَاة وَالسَّلَام أَبُو بكر الصّديق، ثمَّ عمر بن الْخطاب الْفَارُوق، ثمَّ عُثْمَان بن عَفَّان ذُو النورين، ثمَّ عَليّ بن أبي طَالب المرتضى رضوَان الله عَلَيْهِم أَجْمَعِينَ.

(الفقه الأكبر، ص۴۱)

ترجمہ انبیاء علیہم السلام کے بعد لوگوں میں افضل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

4 قَالَ الشَّافِعِيُّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِيمَا نَقَلَهُ عَنْهُ الْبَيْهَقِيُّ بِإِسْنَادِهِ، قَالَ: "لَمْ يَخْتَلِفْ أَحَدٌ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ فِي تَفْضِيلِ أَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا وَتَقْدِيمِهِمَا عَلَى جَمِيعِ الصَّحَابَةِ".

(منهاج السنة النبوية في نقض كلام الشيعة القدرية، لابن تيمية، ج ۷ ص ۲۸٦)

ترجمہ حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۲۰۴ھ) سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا: ''اس بات پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام میں کسی کا اختلاف نہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں۔ پھر ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ خلافت میں بھی سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں''۔

5 علامہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۴۸۳ھ) شرح سیر کبیر میں لکھتے ہیں۔

فَأَمَّا الْمَذْهَبُ عِنْدَنَا أَنَّ عُثْمَانَ أَفْضَلُ مِنْ عَلِيٍّ رِضْوَانُ اللهِ عَلَيْهِمَا، قَبْلَ الْخِلَافَةِ وَبَعْدَهَا۔ (شرح السير الكبير، للسرخسي، ج ۱ ص ۱۵۸)

ترجمہ ہم حنفیہ کے نزدیک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر فضیلت حاصل ہے، خلافت سے پہلے بھی اور خلافت کے بعد بھی۔

6 علامہ آمدی رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو افضل ماننے کو واجب لکھا ہے۔

وَيَجِبُ مَعَ ذٰلِكَ أَن يُعْتَقَدَ أَنَّ أَبَا بَكر أفضل من عمر، وَأَن عمر أفضل من عُثْمَان، وان عُثْمَان أفضل من علي. وَأَن الْأَرْبَعَة أفضل من باقي الْعَشَرَة۔ وَالْعَشَرَة أفضل مِمَّن عداهم من أهل عصرهم۔ وَأَن اهل ذٰلِك الْعَصْر أفضل مِمَّن بعدهم۔ وَكَذٰلِكَ من بعدهم أفضل من يليهم۔

(غاية المرام في علم الكلام، للآمدي، ص ۳۹۱)

ترجمہ یہ اعتقاد کرنا ضروری ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں اور یہ چاروں باقی عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم سے افضل ہیں۔ عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم اپنے زمانہ کے تمام لوگوں سے افضل ہیں۔ اسی طرح اس زمانہ کے لوگ یعنی صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم بعد میں آنے والے تمام لوگوں سے افضل ہیں۔ اسی طرح ان کے بعد والے زمانہ کے لوگ آئندہ آنے والے زمانہ سے افضل ہیں۔

7 محقق شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

لیکن ہم نے سلف کو یہ فرماتے ہوئے پایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ افضل ہیں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان حضرات ائمہؒ کے ساتھ ہمارا حسنِ ظن یہی تقاضا کرتا ہے کہ اگر وہ انھیں اس کا اہل نہ جانتے تو ان پر افضلیت کا اطلاق نہ کرتے۔ پس ہمیں اس قول میں ان کی اتباع کرنا واجب ہے۔

(شرح المواقف ج ۸ ص ۳۷۲)

8 امام باقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے مسئلہ افضلیت پر اعتقاد کو واجب لکھا ہے:

و يجب ان يعلم: أن امام المسلمين و أمير المومنين و مقدّم خلق الله اجمعين،من الانصار و المهاجرين، بعد الانبياء و المرسلين: ابو بكر الصديق رضى الله عنه. (الانصاف فيما يجب اعتقاده، ص ۱۳۰)

ترجمہ اس بات پر عقیدہ رکھنا واجب ہے: حضرات انبیائے کرام علیہم السلام اور رسولوں علیہم السلام کے بعد حضرات انصار رضی اللہ عنہم اور مہاجرین رضی اللہ عنہم میں امام المسلمین، امیر المؤمنین اور تمام مخلوق سے افضل، مقدّم اور اعلیٰ، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

مزید لکھتے ہیں:

و يجب أن يعلم ان خير الامة اصحاب رسول الله ﷺ، و افضل الصحابة العشرة الخلفاء الراشدون الاربعة رضى الله عن الجميع وأرضاهم.

(الانصاف فيما يجب اعتقاده ولا يجوز الجهل به، ص ۱۳۳)

ترجمہ اس بات پر عقیدہ رکھنا واجب ہے: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے افضل عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم، پھر خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم یعنی خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم ہیں۔

9 امام الحرمین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: لیکن غالب گمان یہی ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ افضل ہیں، پھر عمر رضی اللہ عنہ ہیں، پھر عثمان رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ کے متعلق خیالات پر ہم متعارض ہیں۔ ہمارے

لیے مختصراً یہی کافی ہے کہ ملت کے اکابر اور امت کے علما کی اکثریت اسی پر متفق ہوئی اور ان کے ساتھ ہمارا حسنِ ظن اس بات کا متقاضی ہے کہ اگر وہ اس ترتیب کے دلائل اور علامات کو نہ جانتے تو اس پر متفق نہ ہوتے اور تفصیلاً علامات یہ ہیں۔ قرآن، سُنّت، آثار اور علاماتِ صحابہ رضی اللہ عنہم۔ (کتاب الارشاد، ص ۴۳۱)

10 قَالَ ابْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَبِيبٍ الْبَزَّازُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُقَاتِلٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يَذْكُرُ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ أَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ قَالَ: "مَنْ أَحَبَّ أَبَا بَكْرٍ فَقَدْ أَقَامَ الدِّينَ، وَمَنْ أَحَبَّ عُمَرَ فَقَدْ أَوْضَحَ السَّبِيلَ، وَمَنْ أَحَبَّ عُثْمَانَ فَقَدِ اسْتَنَارَ بِنُورِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَمَنْ أَحَبَّ عَلِيًّا فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى. وَمَنْ أَحْسَنَ الْقَوْلَ فِي أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ فَقَدْ بَرِئَ مِنَ النِّفَاقِ". وَقَالَ ابْنُ حَبِيبٍ: وَمَنْ قَالَ الْحُسْنَى فِي أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ بَرِئَ مِنَ النِّفَاقِ.

(الشریعۃ الآجرّی، ج ۴ ص ۱۷۷۲، ۱۷۷۳ رقم 1231)

ترجمہ حضرت امام ایوب سختیانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''جس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پسند کیا، اس نے دین قائم کیا۔ جس نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو پسند کیا اس نے راستہ کھولا اور اسے واضح کیا۔ جس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پسند کیا وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے منور ہوا۔ جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پسند کیا اس نے مضبوط کڑے کو سختی سے پکڑ لیا۔ جو شخص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں اچھی بات کہے، وہ نفاق سے پاک ہے''۔

چاروں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا افضل اُمت ہونا خلافت کی وجہ سے نہیں ہے۔ اگر بالفرض بجائے ان کے دوسرے حضرات خلافت کے لیے منتخب ہو جاتے تو بھی یہ حضرات افضل امت مانے جاتے۔

فائدہ اہل السنت والجماعت جو خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی خلافت کو من جانب اللہ مانتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ چاروں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم مہاجرین رضی اللہ عنہم میں سے ہیں۔ اور مہاجرین رضی اللہ عنہم میں اہلیت خلافت کا ہونا اور جو ان میں سے خلیفہ ہو جائے،

اس کی خلافت کا پسندیدۂ خدا ہونا قرآن مجید میں وارد ہو چکا ہے۔
(تفصیل کے لیے دیکھیے: حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ: تفسیر آیتِ تمکین)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یا تینوں خلفاء رضی اللہ عنہم کی خلافت کو منصوص کہنا اس معنی کے لحاظ سے نہیں ہے کہ خدا یا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو خلیفہ کر دیا تھا بلکہ اس معنی میں ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خلافت دینے کا وعدہ فرمایا ہے، اور خلیفۂ موعود کے متعلق کچھ علامات اور کچھ پیشین گوئیاں ارشاد فرمائیں، جو ان تینوں خلفاء رضی اللہ عنہم میں پائی گئیں۔ ان تینوں خلافتوں کے نہ ماننے کے بعد ان آیتوں کے صادق ہونے کی کوئی صورت ممکن نہیں۔ اسی طرح احادیثِ نبویہ میں بھی ان تینوں خلفاء رضی اللہ عنہم کے متعلق پیشین گوئیاں بہت ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق تو ان پیش گوئیوں وغیرہ کے علاوہ ایک بات یہ بھی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنی آخری بیماری میں اپنی جگہ پر نماز کا امام بنا دیا تھا۔

15.8:۔ مشاجراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کفِ لسان واجب ہے

مہاجرین رضی اللہ عنہم اور انصار رضی اللہ عنہم بالخصوص اہل حدیبیہ رضی اللہ عنہم میں باہم رنجش و عداوت بیان کرنا افتراء اور بے دینی ہے۔ قرآن مجید کی نصوص صریحہ کے خلاف ہے۔

فائدہ قرآن مجید میں اہل حدیبیہ کے حق میں ارشادِ خداوندی ہے:

آیت 16:۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ؗ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۖۛ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝ (الفتح: ۲۹)

ترجمہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اور جو لوگ اُن کے ساتھ ہیں، وہ کافروں کے مقابلے میں سخت ہیں۔ (اور) آپس میں ایک دوسرے کے لیے رحم دِل

ہیں۔تم اُنہیں دیکھو گے کہ کبھی رُکوع میں ہیں، کبھی سجدے میں۔(غرض) اللہ تعالیٰ کے فضل اور خوشنودی کی تلاش میں لگے ہوئے ہیں۔اُن کی علامتیں سجدے کے اثر سے اُن کے چہروں پر نمایاں ہیں۔یہ ہیں اُن کے وہ اوصاف جو تورات میں مذکور ہیں۔اور انجیل میں اُن کی مثال یہ ہے کہ جیسے ایک کھیتی ہو جس نے اپنی کونپل نکالی، پھر اُس کو مضبوط کیا، پھر وہ موٹی ہو گئی۔پھر اپنے تنے پر اس طرح سیدھی کھڑی ہو گئی کہ کاشتکار اُس سے خوش ہوتے ہیں، تا کہ اللہ ان (کی اس ترقی) سے کافروں کے دِل جلائے۔یہ لوگ جو ایمان لائے ہیں، اور انہوں نے نیک عمل کیے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان سے مغفرت اور زبردست ثواب کا وعدہ کر لیا ہے۔

عموماً مہاجرین اور انصار کے حق میں ہے:

آیت 17: وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاۗءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰي شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْھَا ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَھْتَدُوْنَ ○ (آل عمران: ۱۰۳)

ترجمہ اور اللہ تعالیٰ کی رسّی کو سب مل کر مضبوطی سے تھامے رکھو، اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو، اور اللہ تعالیٰ نے تم پر جو انعام کیا ہے اسے یاد رکھو کہ ایک وقت تھا جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا اور تم اللہ تعالیٰ کے فضل سے بھائی بھائی بن گئے، اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے؛ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس سے نجات عطا فرمائی۔اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اپنی نشانیاں کھول کھول کر واضح کرتا ہے، تا کہ تم راہِ راست پر آ جاؤ۔

(تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: ''شانِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم'')

☐ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشاجرات یعنی باہم جھگڑوں کا بیان کرنا حرام ہے مگر ضرورت شرعی اور نیک نیت کے ساتھ۔جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں باہم کوئی جھگڑا ہوا تو ہمیں دونوں فریق سے حسنِ ظن رکھنا اور دونوں کا ادب کرنا لازم ہے۔جس طرح دو پیغمبروں کے درمیان میں اگر کوئی بات اس قسم کی ہو جائے تو ہم کسی کو برا نہیں کہہ سکتے، بلکہ

دونوں پر ایمان لانا نصِ قرآنی سے ہم پر فرض ہے۔

فائدہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنے زمانۂ خلافت میں دو خانہ جنگیاں پیش آئیں:

اوّل جنگِ جمل: جس میں ایک جانب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے، دوسری جانب اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھیں اور ان کے ساتھ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ تھے، جو عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم میں سے تھے۔ دونوں جانب اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ مگر یہ لڑائی دھوکہ میں چند مفسدوں کی حیلہ سازی سے پیش آگئی، ورنہ ان میں باہم نہ رنجش تھی، نہ آپس میں لڑنا چاہتے تھے۔

مفسدوں کی فتنہ پردازی ہوئی باعثِ خون ریزی جنگِ جمل
ورنہ شیرِ حقؓ سے طلحہؓ اور زبیرؓ چاہتے ہرگز نہ تھے جنگ وجدل

اس لڑائی میں ہر فریق سے دوسرے کے فضائل منقول ہیں۔

دوم جنگِ صفین: جس میں ایک جانب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور دوسری طرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔ اس لڑائی کے متعلق اہل السنت والجماعت کا فیصلہ یہ ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ خلیفہ برحق تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ والے خاطی۔ مگر اس خطا پر ان کو برا کہنا جائز نہیں، کیونکہ وہ بھی صحابی رضی اللہ عنہ ہیں، صاحب فضائل ہیں۔ ان کی یہ خطا غلط فہمی کی وجہ سے تھی۔ غلط فہمی کے اسباب موجود تھے۔ ایسی خطا کو خطائے اجتہادی کہتے ہیں، جس پر عقلاً وشرعاً کسی طرح مؤاخذہ نہیں ہوسکتا۔

باجماعِ اُمت حضرت علی رضی اللہ عنہ اس اجتہاد میں حق پر تھے، ان کی مخالفت کرنے والے مخلصین، مجتہدین صحابہ کرام اجتہادی خطا پر تھے، لیکن دونوں فریق عادل، نیک اور مخلص تھے۔ (نبراس، شرح عقائد ص ۵۰۳: طبع ملتان)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب: ''ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء'' میں فرماتے ہیں:

جاننا چاہیے کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں اور فضیلتِ جلیلہ کے حامل صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں شامل ہیں۔ خبردار! حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں بدگمانی نہ کرنا اور سب وطعن کے چکر میں پڑ کر

حرام فعل کا ارتکاب نہ کرنا، کیونکہ سنن ابی داؤد میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

حدیث 5: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَنْفَقَ أَحَدُكُمْ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ".

(صحیح علی شرط الشیخین: سنن ابی دوٗد رقم 4658؛ مسند احمد رقم 11079، 11516، 11608؛ بخاری رقم 3673؛ مسلم رقم 222۔2541؛ ترمذی رقم 3861؛ السنۃ لابن ابی عاصم رقم 988؛ معجم اوسط طبرانی رقم 6567؛ معجم صغیر طبرانی رقم 982؛ ابن حبان رقم 6994، 7253، 7255؛ فوائد تمام رقم 250؛ الاعتقاد، بیہقی، ص ۳۲۰؛ سنن کبریٰ بیہقی رقم 20907؛ المدخل إلی السنن الکبری، بیہقی، رقم 45؛ مسلم رقم 221۔2540 (عن ابی ہریرہؓ)؛ ابن ماجہ رقم 161 (عن ابی ہریرہؓ)؛ السنن الکبریٰ، نسائی رقم 8251 (عن ابی ہریرہؓ)؛ معجم اوسط طبرانی رقم 687 (عن ابی ہریرہؓ))

ترجمہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سبّ وشتم مت کرو۔ اللہ کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اگر تمہارا ایک آدمی اُحد پہاڑ کے برابر سونا (زرِکثیر) صدقہ کرے، تو وہ ان (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کے ایک مُد (تقریباً آدھا کلو گرام) (جَو) کے برابر بلکہ اس کے نصف کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا"۔

(ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء: ج ۱ ص ۱۷۵۔ المؤلف: حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۷۶ھ)۔ ناشر: قدیمی کتب خانہ، کراچی)

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ ابتداء میں تو اجتہاد میں صائب نہ تھے، مگر حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی صلح وبیعت کے بعد بلاشبہ وہ خلیفہ برحق ہو گئے۔

□ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً مہاجرین رضی اللہ عنہم اور انصار رضی اللہ عنہم سے بدگمانی رکھنا، ان کو برا کہنا قرآن مجید کی صریح مخالفت اور شریعتِ الٰہیہ کی کھلی ہوئی بغاوت ہے۔ ایسے شخص کے حق میں کفر کا اندیشہ ہے۔

15.9:۔مشاجراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سلفِ صالحین رحمۃ اللہ علیہم کی ہدایات

1 حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا فرمان

اثر 1:۔حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، قَالَ: ذَكَرُوا عَلِيًّا وَعُثْمَانَ وَطَلْحَةَ وَالزُّبَيْرَ عِنْدَ أَبِي سَعِيدٍ، فَقَالَ: "أَقْوَامٌ سَبَقَتْ لَهُمْ سَوَابِقُ، وَأَصَابَتْهُمْ فِتْنَةٌ، فَرُدُّوا أَمْرَهُمْ إِلَى اللهِ".

(مصنف ابن ابی شیبہ، ج ٦ ص ٣٧٤ رقم 37801)

ترجمہ ایک دفعہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بعض لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے تنازعات و اختلافات کا ذکر کیا۔تو حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے (بڑا عمدہ نصیحت آمیز جواب ارشاد فرمایا اور توقف کی تلقین کرتے ہوئے) ارشاد فرمایا: ''یہ وہ جماعت ہے کہ ان کے بہت زیادہ نیک اعمال پہلے ہی ان سے صادر ہو چکے ہیں۔اب ان پر فتنہ اور آزمائش کا دور آیا ہے۔ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے''۔

2 حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان

اثر 2:۔أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ يُونُسَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو شِهَابٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ النَّضْرِ قَالَ: ذَكَرُوا اخْتِلَافَ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ عِنْدَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ فَقَالَ: "أَمْرٌ أَخْرَجَ اللهُ أَيْدِيَكُمْ مِنْهُ مَا تُعْمِلُونَ أَلْسِنَتَكُمْ فِيهِ". (الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ٥ ص ٢٩٧)

ترجمہ جلیل القدر تابعی حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ (جو اپنے عدل و انصاف میں ممتاز و مشہور ہیں) کی خدمت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے

اختلافات ونزاعات کا ذکر اس دور کے بعض افراد نے کیا۔ تو اس پر حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ناصحانہ انداز میں ارشاد فرمایا: ''یہ وہ معاملات ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے تمہارے ہاتھوں کو دور رکھا ہے تو پھر تم اپنی زبانوں کو اس میں کیوں ملوث کرتے ہو؟''۔

اثر 3:۔ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ بِشْرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سُئِلَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ عَلِيٍّ وَعُثْمَانَ وَالْجَمَلِ وَصِفِّينَ وَمَا كَانَ بَيْنَهُمْ فَقَالَ: "تِلْكَ دِمَاءٌ كَفَّ اللهُ يَدَيَّ عَنْهَا، وَأَنَا أَكْرَهُ أَنْ أَغْمِسَ لِسَانِي فِيهَا".

(الطبقات الکبری، لابن سعد، ج ۵ ص ۳۰۷)

ترجمہ: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور اہل جمل وصفین کے درمیان جو واقعات پیش آئے، ان کے متعلق حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا، تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''یہ وہ خون ریزی ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھ کو روک رکھا ہے۔ تو میں پسند نہیں کرتا کہ اپنی زبان کو اس میں ڈبو دوں (اور استعمال کروں)''۔

3 حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان

اثر 4:۔ وَقَالَ الْمُحَاسِبِيُّ: فَأَمَّا الدِّمَاءُ فَقَدْ أَشْكَلَ عَلَيْنَا الْقَوْلُ فِيهَا بِاخْتِلَافِهِمْ. وَقَدْ سُئِلَ الْحَسَنُ الْبَصْرِيُّ عَنْ قِتَالِهِمْ فَقَالَ: "قِتَالٌ شَهِدَهُ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغِبْنَا، وَعَلِمُوا وَجَهِلْنَا، وَاجْتَمَعُوا فَاتَّبَعْنَا، وَاخْتَلَفُوا فَوَقَفْنَا". قَالَ الْمُحَاسِبِيُّ: "فَنَحْنُ نَقُولُ كَمَا قَالَ الْحَسَنُ. وَنَعْلَمُ أَنَّ الْقَوْمَ كَانُوا أَعْلَمَ بِمَا دَخَلُوا فِيهِ مِنَّا، وَنَتَّبِعُ مَا اجْتَمَعُوا عَلَيْهِ، وَنَقِفُ عِنْدَ مَا اخْتَلَفُوا فِيهِ وَلَا نَبْتَدِعُ رَأْيًا مِنَّا، وَنَعْلَمُ أَنَّهُمُ اجْتَهَدُوا وَأَرَادُوا اللهَ عَزَّ وَجَلَّ، إِذْ كَانُوا غَيْرَ مُتَّهَمِينَ فِي الدِّينِ. ونسأل الله التوفيق".

(الجامع لأحکام القرآن = تفسیر القرطبی، ج ۱۶ ص ۳۲۲)

ترجمہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باہمی قتال ومشاجرات کے بارے میں سوال کیا گیا (یہ کیسے پیش آئے؟ ان کا کیا حکم ہے؟ ہمیں ان امور کے بارے میں کیا رویہ اختیار کرنا چاہیے؟)، تو حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

۱ ''جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان معاملات میں موجود اور حاضر تھے ،ہم لوگ موجود نہ تھے بلکہ غائب تھے۔

۲ (شرکائے واقعہ) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان امور کو ہم سے بہتر جانتے تھے۔ہم نہیں جانتے (کہ یہ واقعات کیسے اور کس طرح پیش آئے؟)۔

۳ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کاموں پر مجتمع اور متفق ہوئے، ہم نے ان کی اتباع کی۔

۴ جن چیزوں میں ان کا اختلاف واقع ہوا تو ہم نے اس میں توقف اختیار کیا''۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے ان زریں فرمودات کو ذکر کرنے کے بعد حضرت محاسبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ہم بھی حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کے موافق قول اختیار کرتے ہیں۔جس طرح انھوں نے ہدایت فرمائی ہے۔ ہمارا یقین ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہم سے زیادہ عالم تھے۔جن امور میں وہ داخل ہوئے، پھر جن چیزوں پر ان کا اجتماع ہو گیا اس میں ہم ان کے پیروکار ہیں۔ اور جن چیزوں میں ان کا اختلاف ہو گیا ان میں ہم داخل نہیں ہوتے بلکہ توقف اور اجتناب کرتے ہیں۔ہم اپنی طرف سے کوئی جدید رائے قائم نہیں کرتے۔ ہمیں یقین ہے کہ انھوں نے اخلاص کی بنیاد پر مجتہدانہ رائے قائم کی (پھر اس پر گامزن ہوئے)۔ یہ لوگ دین کے معاملہ میں متہم نہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ سے ہم خیر کی توفیق طلب کرتے ہیں (ان کے ساتھ ہم حسنِ ظن اور نیک گمان رکھتے ہیں)۔

4 حضرت امام سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان

اثر 5: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِسْكِينٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي الْفِرْيَابِيَّ، قَالَ: سَمِعْتُ سُفْيَانَ، يَقُولُ: مَنْ زَعَمَ أَنَّ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَام كَانَ أَحَقَّ بِالْوِلَايَةِ

مِنْهُمَا فَقَدْ خَطَّأَ أَبَابَكْرٍ، وَعُمَرَ، وَالْمُهَاجِرِينَ، وَالْأَنْصَارَ. وَمَا أُرَاهُ يَرْتَفِعُ لَهُ مَعَ هٰذَا عَمَلٌ إِلَى السَّمَاءِ". (سنن ابی داؤد رقم 4630)

ترجمہ حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''جس شخص نے یہ کہا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضراتِ شیخین رضی اللہ عنہما سے زیادہ مستحقِ خلافت تھے، اُس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، تمام مہاجرین رضی اللہ عنہم اور انصار رضی اللہ عنہم کو خطا پر اعتقاد کیا۔ میں نہیں خیال کرتا کہ اس اعتقاد کے ساتھ اس کا کوئی عمل آسمان تک جا سکے (یعنی مقبولِ خدا ہو سکے کیونکہ اس اعتقاد کے بعد رسالت کی تصدیق کا کوئی ذریعہ باقی نہیں رہتا)''۔

5 حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان

اثر 6:۔قَالَ الشَّافِعِيُّ وغيره من السلف: تِلْكَ دِمَاءٌ طَهَّرَ اللهُ عَنْهَا أَيْدِيَنَا، فَلْنُطَهِّرْ عَنْهَا أَلْسِنَتَنَا".

(شرح المواقف الایجی، ج۸ ص۲۸۔ المؤلف: السید الشریف بن علی الحسینی الجرجانی رحمه الله (المتوفی ۸۱۶ھ)۔ الناشر: دار الکتب العلمیة، بیروت ۱۴۱۹ھ)

اثر 7:۔فَقَالَ: تِلْكَ دِمَاءٌ طَهَّرَ اللهُ مِنْهَا يَدِي، فَلَا أُخَضِّبُ بِهَا لِسَانِي. يَعْنِي فِي التَّحَرُّزِ مِنَ الْوُقُوعِ فِي خَطَأٍ، وَالْحُكْمِ عَلَى بَعْضِهِمْ بِمَا لَا يَكُونُ مُصِيبًا فِيهِ. (الجامع لأحكام القرآن = تفسير القرطبي، ج۱۶ ص۳۲۱)

ترجمہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر سلفِ صالحین رحمہم اللہ کا فرمان ہے: ''یہ وہ خون ریزیاں ہیں جن سے ہمارے ہاتھوں کو اللہ تعالیٰ نے پاک رکھا۔ پس ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی زبانوں کو بھی اس سے پاک رکھیں''۔

6 مفسر قرآن حضرت علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان

الْعَاشِرَةُ: لَا يَجُوزُ أَنْ يُنْسَبَ إِلَى أَحَدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ خَطَأٌ مَقْطُوعٌ بِهِ، إِذْ كَانُوا كُلُّهُمْ اجْتَهَدُوا فِيمَا فَعَلُوهُ وَأَرَادُوا اللهَ عَزَّ وَجَلَّ، وَهُمْ كُلُّهُمْ لَنَا

أَئِمَّةٌ، وَقَدْ تَعَبَّدْنَا بِالْكَفِّ عَمَّا شَجَرَ بَيْنَهُمْ، وَأَلَّا نَذْكُرَهُمْ إِلَّا بِأَحْسَنِ الذِّكْرِ، لِحُرْمَةِ الصُّحْبَةِ وَلِنَهْيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ سَبِّهِمْ، وَأَنَّ اللهَ غَفَرَ لَهُمْ، وَأَخْبَرَ بِالرِّضَا عَنْهُمْ.

(الجامع لأحكام القرآن= تفسير القرطبي، ج١٦ ص٣٢١)

ترجمہ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ان حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے حق میں خطا کو متعین طور پر نسبت کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ لوگ اپنے افعال میں مجتہد کی حیثیت میں تھے اور اخلاص کی وجہ سے ان سے یہ افعال صادر ہوئے۔ یہ تمام حضرات ہمارے لیے پیش رو اور مقتدر امام ہیں۔ ہمیں ان کے باہمی اختلاف کے متعلق رکنے کے لیے حکم ہے اور ہمیں یہ بھی حکم ہے کہ ہم ان کا ذکر خیر کے ساتھ کریں، برائی کے ساتھ نہ کریں۔

١ ان کو صحبت نبوی کا شرف حاصل ہے۔ اس کا بہت بڑا احترام ہے۔
٢ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے متعلق سب وشتم کرنے سے ہمیں منع فرمایا ہے۔
٣ اللہ تعالیٰ نے ان کی خطائیں معاف فرمادی ہیں۔
٤ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان کے حق میں رضامندی کی خبر دے رکھی ہے''۔

7 حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان

واتفق أهل السنة على وجوب الكف عما شجر بينهم، والإمساك عن مساوئهم، وإظهار فضائلهم ومحاسنهم، وتسليم أمرهم إلى الله عز وجل على ما كان وجرى من اختلاف علي وطلحة والزبير وعائشة ومعاوية رضي الله عنهم على ما قدمنا بيانه، وإعطائه كل ذي فضل فضله. (الغنية لطالبي طريق الحق عز وجل، ص ١٦٣)

ترجمہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اہل السنت والجماعت کے اعتقاد کو بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشاجرات کے بارے میں کفِ لسان کرنے (زبان کو روکنے) اور ان کے عیوب بیان کرنے سے رکنے پر، ان کے

فضائل ومحاسن کے اظہار پر اہل السنت والجماعت متفق ہیں اور ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے، جس طریقہ پر واقع ہوا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان جو اختلاف جاری ہوا ہے۔ ان تمام چیزوں کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ نیز ہر فضیلت والے کو اس کے موافق فضیلت دینا چاہیے“۔

8 حضرت حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان

وَاتَّفَقَ أَهْلُ السُّنَّةِ عَلَى وُجُوبِ مَنْعِ الطَّعْنِ عَلَى أَحَدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ بِسَبَبِ مَا وَقَعَ لَهُمْ مِنْ ذٰلِكَ وَلَوْ عَرَفَ الْمُحِقَّ مِنْهُمْ لِأَنَّهُمْ لَمْ يُقَاتِلُوا فِي تِلْكَ الْحُرُوبِ إِلَّا عَنِ اجْتِهَادٍ وَقَدْ عَفَا اللهُ تَعَالَى عَنِ الْمُخْطِئِ فِي الِاجْتِهَادِ بَلْ ثَبَتَ أَنَّهُ يُؤْجَرُ أَجْرًا وَاحِدًا وَأَنَّ الْمُصِيبَ يُؤْجَرُ أَجْرَيْنِ كَمَا سَيَأْتِي بَيَانُهُ فِي كِتَابِ الْأَحْكَامِ۔ (فتح الباری ج ۱۳ ص ۳۴)

ترجمہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں جو تنازعات پیش آئے ان کی وجہ سے کسی ایک پر بھی طعن کرنے اور عیب لگانے سے اہل السنت والجماعت نے منع کیا ہے اور اس منع کرنے پر اہل السنت والجماعت کا اتفاق ہے۔ اگرچہ یہ معلوم ہو چکا ہے کہ ان میں سے کون حق پر تھے اور کون حق پر نہیں تھے۔ وجہ یہ ہے کہ یہ حروب باہمی اجتہاد کی بنیاد پر تھے (عناد کی وجہ سے نہ تھے)۔ اللہ تعالیٰ نے اجتہاد میں خطا کرنے والے کو معاف فرمادیا ہے بلکہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ مجتہد مصیب (حق تک پہنچ جانے والے) کو دو اجر دیئے جاتے ہیں اور مجتہد مخطی (خطا کرنے والے) کو ایک اجر دیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کوشش کو قبول فرمائے اور اسے ذریعۂ نجات اُخروی بنائے۔ آمین ثم آمین!

اعجاز احمد اشرفی

جمعۃ المبارک ۲۷ ذوالقعدہ ۱۴۳۹ھ، بہ مطابق ۱۰ اگست ۲۰۱۸ء

نظر ثانی: پیر۔ 26 ذوالحجہ 1441ھ/17 اگست 2020

1 صفاتِ باری تعالیٰ اور عقائد کے بارے میں مفید کتابیں

1 اِیْضَاحُ الدَّلِیْلِ فِیْ بَیَانِ صِفَاتِ الرَّبِّ الْجَلِیْلِ
(صفاتِ باری تعالیٰ اور مسلکِ اہلِ السنت والجماعت)

2 صفاتِ باری تعالیٰ اور اکابر علمائے اُمت کے عقائد

3 اَلتَّنْزِیْهُ فِی الرَّدِّ عَلٰی أَهْلِ التَّشْبِیْهِ فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی: اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی ''استواء علی العرش''

4 أَحْسَنُ الْبَیَانِ فِیْ تَنْزِیْهِ اللّٰهِ عَنِ الْجِهَةِ وَالْمَكَانِ
''اللہ تعالیٰ بغیر جہت اور مکان کے موجود ہیں''

5 اَلتَّنْزِیْهُ فِی الرَّدِّ عَلٰی عَقَائِدِ أَهْلِ التَّجْسِیْمِ وَالتَّشْبِیْهِ
(صفاتِ متشابہات اور صحیح اسلامی عقیدہ)

6 روشن حقائق اردو ترجمہ: اَلْحَقَائِقُ الْجَلِیَّةُ فِی الرَّدِّ عَلَی ابْنِ تَیْمِیَّةَ فِیْ مَا أَوْرَدَهٗ فِی الْفَتْوَی الْحَمَوِیَّةِ (مصنف علامہ ابن جہبل رحمۃ اللہ علیہ)

7 عِقْدُ الْجِیْدِ فِیْ عَقِیْدَةِ التَّوْحِیْدِ (''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کا مفہوم و مطلب)

8 أَزْهَارُ الْقَلَائِدِ فِیْ تَوْضِیْحِ الْعَقَائِدِ:
عقائدِ اہلِ السنت والجماعت (1): توحید و صفاتِ باری تعالیٰ

9 أَزْهَارُ الْقَلَائِدِ فِیْ تَوْضِیْحِ الْعَقَائِدِ:
عقائدِ اہلِ السنت والجماعت (2): رسالت

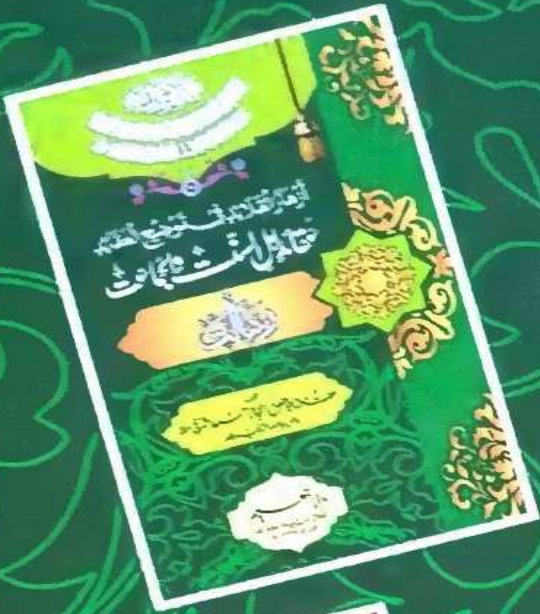
10 أَزْهَارُ الْقَلَائِدِ فِیْ تَوْضِیْحِ الْعَقَائِدِ:
عقائدِ اہلِ السنت والجماعت (3): علاماتِ قیامت

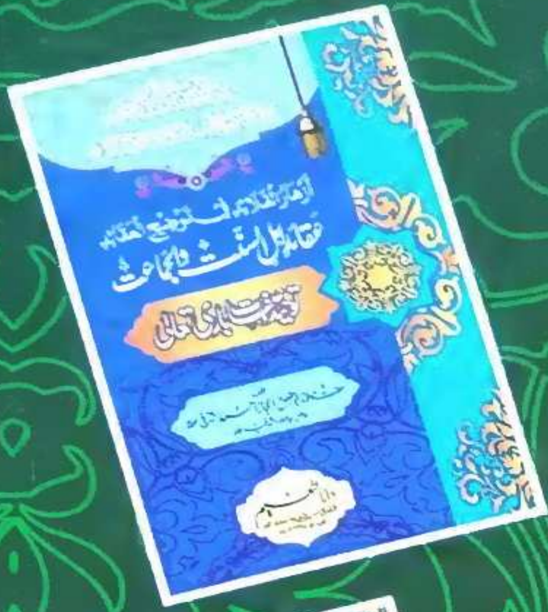
11 أَزْهَارُ الْقَلَائِدِ فِیْ تَوْضِیْحِ الْعَقَائِدِ:
عقائدِ اہلِ السنت والجماعت (4): عالمِ برزخ

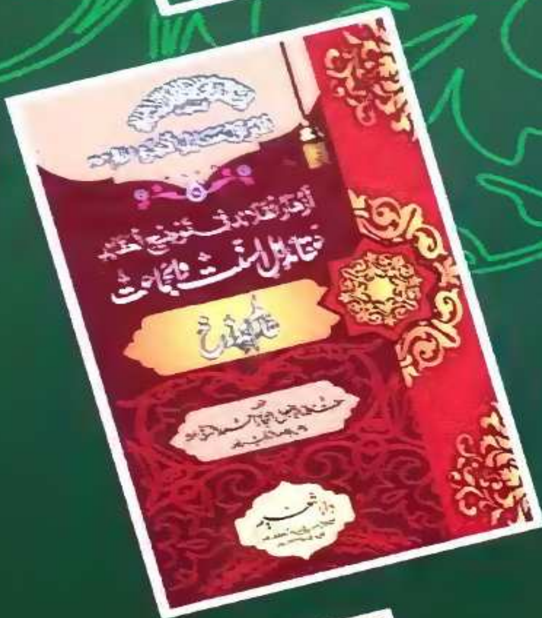
12 أَزْهَارُ الْقَلَائِدِ فِیْ تَوْضِیْحِ الْعَقَائِدِ:
عقائدِ اہلِ السنت والجماعت (5): قیامت

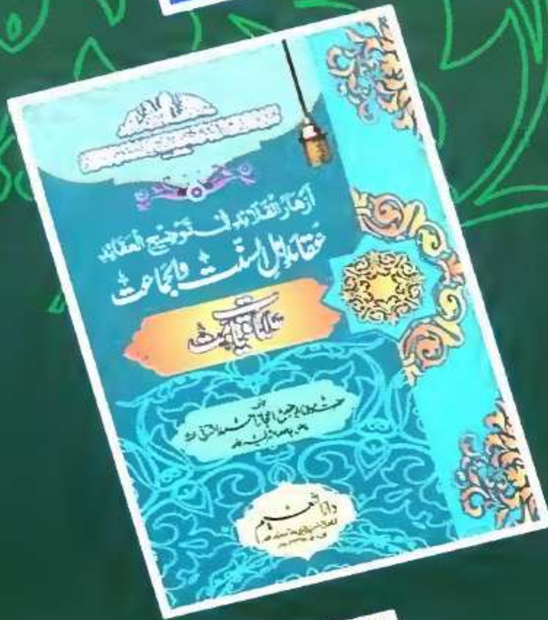
13 أَزْهَارُ الْقَلَائِدِ فِیْ تَوْضِیْحِ الْعَقَائِدِ:
عقائدِ اہلِ السنت والجماعت (6): مسئلہ تقدیر

14 فلاحِ دارین

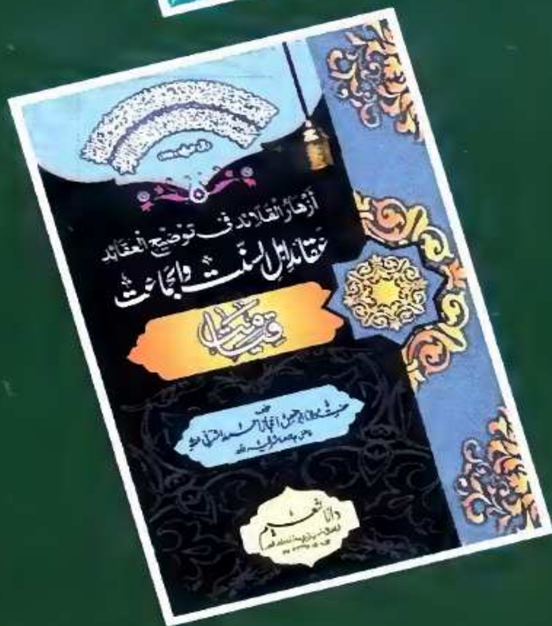












دار النعیم
DARULNAEEM
PUBLISHER & PRINTER OF
AUTHENTIC ISLAMIC LITERATURE
Cell: 0301-4441805